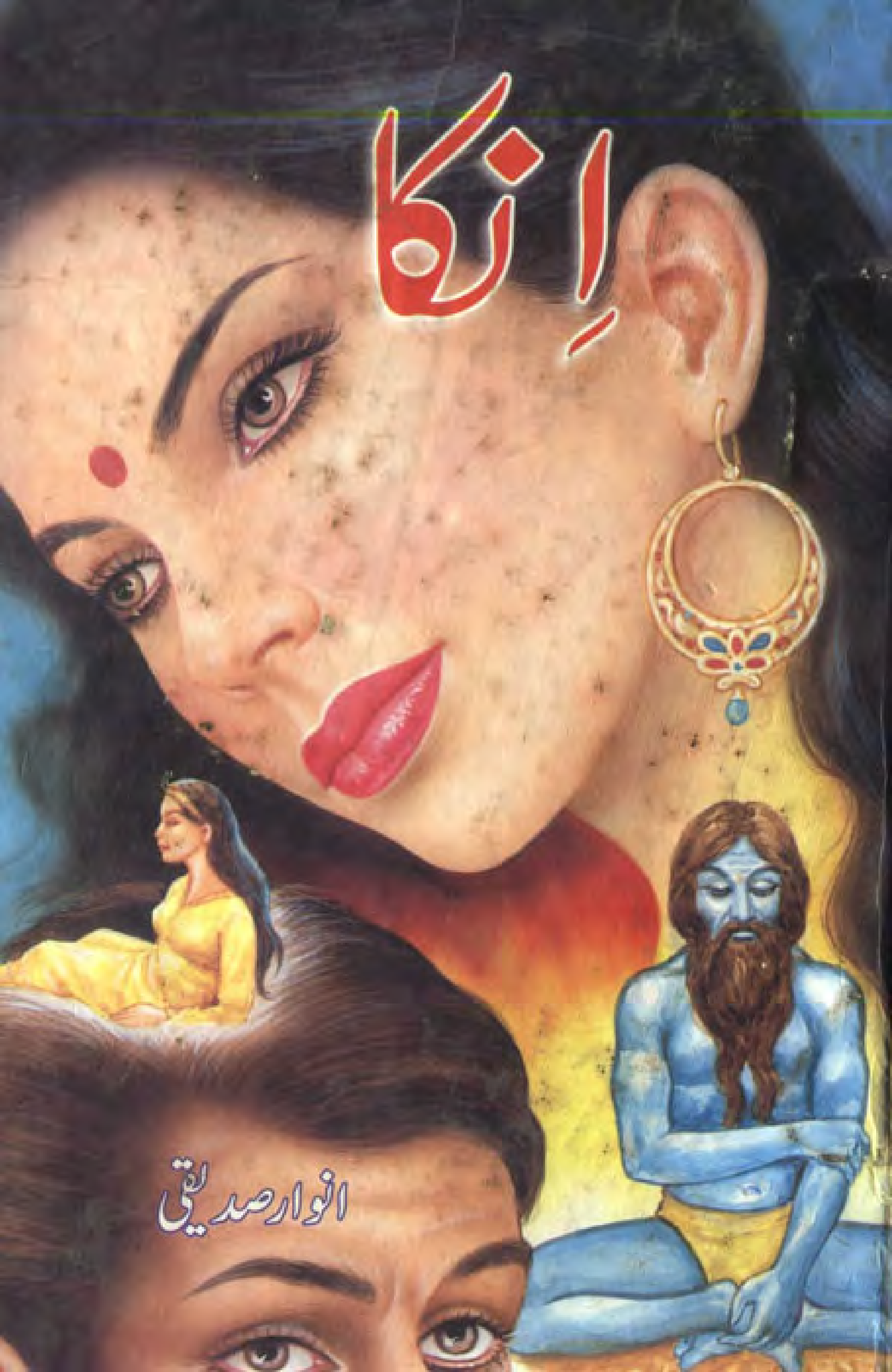

اِنگا
انوار صدیقی

شکست!

''سب رنگ ڈائجسٹ'' کے صفحات پر تقریباً چار سال تک شگوفے بکھیرنے والی شوخ وشنگ...... معصوم، بھولی بھالی اور پُراسرار ''انکا'' جو ملک کے گوشے گوشے میں لاکھوں پڑھنے والوں کے لئے کریز CRAZE بن گئی تھی۔ اب کتابی شکل میں پیش خدمت ہے، اس کی اشاعت کا سرا میرے رفیق جناب غلام کبریا المعروف بیگ صاحب کے سر ہے جنہوں نے میرے بیحد اصرار پر انکا رانی کو گرد و پوش میں سمیٹ کر شائع کیا اور شائقین کی اس دیرینہ آرزو کو پورا کیا جو ایک مدّت سے میرے اوپر قرض تھی۔

بیگ صاحب کا اصرار تھا کہ انکا کو مجلد شکل میں لانے سے پیشتر اس میں کچھ صفحات کا مزید اضافہ کیا جائے اور کہانی کے وہ حصے حذف کر دیئے جائیں جو قسط وار کہانی کے تسلسل کو برقرار رکھنے اور نئے پڑھنے والوں کی دلچسپی کو قائم رکھنے کے لئے تکرار کی صورت میں پیش ہوتے رہے ہیں۔ یہ خیال نہایت مناسب تھا لیکن میں چاہنے کے باوجود ایسا نہ کر سکا۔ اوّل اس لئے کہ یہ سلسلہ کوئی چھ سال قبل اختتام پذیر ہوا تھا۔ مجھے کہانی کو از سر نو پڑھنا پڑتا، اُس کے تانے بانوں کو ذہن میں پھر سے ترتیب دینا پڑتا پھر ترمیم و اضافے کے لئے بیٹھک جمانی پڑتی۔ ''انکا'' کی خاطر مجھے یہ سب کچھ منظور تھا لیکن۔ انکا رانی کی ذات سے کچھ ایسی تلخ یادیں بھی وابستہ ہوتی رہی ہیں جو میرے ذہن پر دل و دماغ پر انکا کے نوکیلے پنجوں ہی کی طرح رہ رہ کر چبھتی اور کھٹکتی رہتی ہیں۔

میں نے جب بھی انکا کو دوبارہ ذہن میں اُبھارنے کی کوشش کی، کہانی پس پشت ہوگئی اور تلخیوں کے رنگ گہرے ہو کر نگاہوں کے سامنے پھیل گئے۔ ہر بار انکا کا تصور دُھندلا گیا اور اپنے حلقے کے وہ

جانے پہچانے ...... دیکھے بھالے چہرے اپنے باطن کی تمام تر کراہتوں اور بے نام ضمیر کی غلاظتوں کو ظاہری معصومیت پر سمیٹے، بجائے ذہن کے پردوں پر اُبھر آئے اور ہر بار میں نے قلم کو سیاہی میں ڈبوئے بغیر ایک طرف ڈال دیا۔ بیگ صاحب نے ترمیم واضافے کے سلسلے میں مجھ سے بار بار تقاضے کیے پھر میری بار بار کی ٹال مٹول کو میری کُند ذہنی سے تعبیر کرتے ہوئے انکا کو من وعن اُسی پیرہن میں پیش کرنے کا ارادہ کرلیا جس میں وہ پہلے قارئین کے سامنے آتی رہی ہے۔

''انکا'' کے سلسلے میں میرا کچھ کہنا بے سود ہوگا۔ اس لیے کہ انکا کو پڑھنے والے اُسے مجھ سے بہتر جانتے ہیں، اُنہوں نے انکا کو مجھ سے زیادہ قریب سے دیکھا ہے، اپنے دل کی دھڑکنوں کے ساتھ ساتھ محسوس کیا ہے، دیوانہ وار اُسے چاہا ہے۔ پیار کیا ہے اور ماہ بہ ماہ بڑی شدتوں اور تڑپ کے ساتھ اس کا انتظار کیا ہے۔''انکا'' اپنے چاہنے والوں، اپنے دیوانوں کے سروں پر، ذہنوں پر، دل ودماغ پر ایک طویل عرصے تک مسلط رہی ہے۔ چاہنے والوں نے انکا کی ناز برداریاں کی ہیں، انکا کے ظلم وستم برداشت کیے ہیں، اس کے نخرے برداشت کیے ہیں، اس کی کج اداؤں کو ہنس ہنس کر سراہا ہے۔ انکا کو جو شوخیاں اور شرارتیں نصیب ہوئی ہیں اس میں پڑھنے والوں کی چاہت کو میرے ارادوں سے زیادہ دخل رہا ہے انکا کی شہرت میں میرے قلم سے کہیں زیادہ شائقین کی محبتیں شامل ہیں۔ انکا کو جو عروج نصیب ہوا وہ چاہتوں کا صِلہ تھا۔ لیکن۔

اسی ''انکا'' کی لازوال شہرت سے فائدہ اٹھانے کے لئے دوسروں نے جس درندگی سے اُس کی شہرت اور اُس کے عروج پر پینترا بدل بدل کر شبخون مارا اور انکا کے لہو کو جس انداز میں اپنی ذوبتی ساکھ میں استعمال کیا وہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ یہ خون آشام درندے فاقہ زدہ بھڑیوں کے انداز میں انکا رانی کو بھنبھوڑ ڈالنے کے لئے گھات لگائے بیٹھے رہے۔ جسے جب موقع ملا، جسے جس انداز میں بن پڑا۔''انکا'' کو سربازار گھسیٹتا رہا، اُس کی پاکیزگی کو پامال کرتا رہا۔ قدموں تلے روندتا رہا۔ بظاہر یہ سفید پوش بڑے معصوم نظر آتے تھے۔ بے گزند سے، نحیف ولاغر، دھان پان جسمانی ساخت کے مالک، چہرے پر دوستی اور احباب پروری کی نقاب چڑھائے، ہونٹوں پر ہر لحہ مسکراہٹیں بکھیرے یہ ''برادرِ یوسف'' جب بھی ملے بڑے خلوص سے پیش آئے، میں ہر بار اُن سے دھوکا کھا گیا۔ اُن کے دھان پان جسموں میں جو شیطانی اور مکروہ سفلی قوتیں مخفی تھیں۔ وہ مجھے نظر نہ آسکیں، معصومیت اور پاکیزگی کے پس پردہ مکروفریب بھی کارفرما ہوگا، یہ میں نہ جان سکا۔ مسکراہٹوں کی آڑ میں جو'' گھناؤنے حربے'' پوشیدہ تھے میں نے اُنہیں کبھی جاننے کی کوشش ہی نہیں کی۔ ان درندوں کے ظاہر وباطن میں کتنا تضاد تھا اس کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب یہ مارِآستین اور برادرِ یوسف ''انکا'' کو بڑے چاؤ سے بازار میں لے آئے اور سستے داموں فروخت کر کے اُسے اپنی کمائی کا ذریعہ بنالیا، انکا رانی اپنی چھب دکھا دکھا کر اُنکا پیٹ بھرتی رہی اور یہ۔ خوددار، وضع دار اور معصوم صفت ''مرد'' کہلانے والے انکا کی کمائی ہوئی دولت پر عیش کرتے رہے، اپنی تجوریوں کا پیٹ بھرتے رہے۔ مکان اور بنگلے تعمیر کرتے رہے، فٹ پاتھ پر پیدل چلنے کا دَور انکا کی مسکراہٹوں اور شوخیوں سے کمائی ہوئی دولت نے ختم کیا تو یہ ''صاحبِ کار'' CAR OWNER بن گئے اور آج۔ یہ مردِ آہن ادب کی شاہراہ پر بڑے فخریہ انداز میں گردن اُٹھا کر، سربلند گھومتے ہیں، یہ مرد ہیں! مرد کہلانے کے مستحق ہیں۔

انکا کے زندہ جاوید کردار کے ساتھ جو زیادتیاں کی گئی ہیں اُن کی فہرست بڑی طویل ہے۔ کہاں تک لکھا جائے۔ لکھنے بیٹھوں تو دیباچہ مجلد کی شکل اختیار کرسکتا ہے مگر اُس سے حاصل کیا ہوگا؟ ادب کی شاہراہوں پر اس قسم کی مثالیں بڑی عام ہیں، اس میدان میں چوریاں بڑے دھڑلے سے کی جاتی ہیں، ڈاکے بڑی دیدہ دلیری سے دن دہاڑے مارے جاتے ہیں اور نقب زنی تو بڑھتے بڑھتے اتنی پروان چڑھ چکی ہے کہ اب اُسے فیشن میں شمار کیا جاتا ہے۔ میں کس شمار وقطار میں ہوں، بڑے بڑے ادیب اور دانشوروں نے اپنی گراں قدر تخلیقات کو سربازار ان ''نقب زنوں'' کے ہاتھوں کوڑیوں کے مول بکتے دیکھا ہے۔ دیکھ کر کفِ افسوس ملنے اور اپنی بے بسی پر آنسو بہانے کے سوا اور کچھ نہ کرسکے۔

اور۔ ان ہی نقب زنوں سے بچنے کی خاطر میں نے بیگ صاحب کو مجبور کیا کہ وہ جتنی جلدی ممکن ہو، جس انداز میں بھی ہوسکے''انکا'' کو کتابی شکل میں لے آئیں، مجھے خدشہ تھا کہ کہیں کوئی ''عقل مند پبلشر'' انکا کو بھی اس انداز میں نہ ''چھاپ بیٹھے'' کہ کتاب پاکستان میں شائع ہو اور اس پر مقامی پبلشر کی جگہ کسی پڑوسی ملک کے کسی غلام ناشر کا نام نظر آئے۔!

اصل کو اصل کے روپ میں معہ ٹریڈ مارک اور پیش کار کے نام کے ساتھ اگر دیدہ دلیری اور سینہ زوری کے ساتھ سستے داموں اور گھٹیا انداز میں بازار میں لایا جائے تو بھی غنیمت ہے۔ اس طور صرف جذبات اور احساسات کو ٹھیس پہنچتی ہے، دل چھلنی نہیں ہوتے، زخم ناسور بننے سے بچ جاتے ہیں مگر میرے ساتھ اس سے بھی سوا ہوا ہے۔ انکا کے کردار پر میں نے صرف جعلی تخلیق کاروں کے نام ہی جلی حروف میں نہیں دیکھے، کچھ ایسی گھناؤنی صورتیں بھی دیکھی ہیں جو اصل تخلیق کار کی حیثیت سے بڑے

عرضِ مکرر ـــــ!

میری سلسلے وار کہانیاں ''انکا'' ۔ ''اقابلا'' ۔ ''سونا گھاٹ کا پجاری'' اور ''غلام روحیں'' گزشتہ چوتھائی صدی سے میرے وہ دوست اور احباب ڈائجسٹ کی صورت میں شائع کرتے رہے ہیں جن سے نہ تو کبھی میرا کوئی تحریری یا قانونی معاہدہ ہوا ،نہ ہی مجھے اس کا کوئی معاوضہ ادا کیا گیا۔ سچ یہ بھی ہے کہ میں نے بھی دیرینہ دوستی اور نصف صدی پر محیط تعلقات کی بنا پر نہ کبھی کسی معاہدے کی ضرورت پر غور کیا، نہ ہی کسی معاوضہ کا تقاضہ کیا۔البتہ متعدد بار اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر ان ناولوں کو مجلد کتابی شکل میں شائع کیا جائے تو میرے پرستار اسے اپنی ذاتی لائبریری کی زینت بنانے میں بھی خوشی محسوس کریں گے۔لیکن 1980 سے آج تک میری یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔

بہرحال اب برادرم آفتاب ہاشمی صاحب میرے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے پر آمادہ ہیں چنانچہ میں پہلی بار باقاعدہ تحریری طور پر موصوف کو''انکا''۔''اقابلا''۔''سونا گھاٹ کا پجاری''اور''غلام روحیں'' کو شائع کرنے کی اجازت دے رہا ہوں۔ یہ چاروں ناول چونکہ دھڑلے سے چھاپی گئی ہیں۔سڑکوں پر کشکول لیے پھرتے کسی فقیر کو چند سکوں کے عوض تصویر اُتروانے پر رضامند کیا گیا اور بیک جنبش قلم اُسے انکا کا خالق بنا دیا گیا۔ میں نے صورت حال کی چھان بین کی تو معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ محض مذاق تھا۔تفریح طبع کے لئے سامان مہیا کیا گیا تھا۔

دیکھا آپ نے۔ یہ مذاق ایک رسالے کے مستند مدیر کا معیاری مذاق تھا جس کے آئینے میں آپ وہ چہرے بھی دیکھ سکتے ہیں جو ادب نواز کہلانے کے مستحق ہیں۔ ایسے جائز حق دار جنہیں حکومت کی طرف سے باقاعدہ ''ڈکلریشن'' ملا ہوا ہے۔ معیاری ادب پیش کرنے کا معیاری مصنفوں کی سرپرستی کرنے کا۔ یہ ''ڈکلریشن'' کی رو سے اپنی ''رونمائی'' کا حق رکھتے ہیں۔ یہ ادبی جریدے کے مدیر ہیں۔ جو چاہیں جس انداز میں چاہیں کرگزرتے ہیں۔اُن کے ''جھٹنے'' کا انداز بھی اُن کی اپنی ذات اور معیار سے ملتا جلتا ہے، کسی کے جذبات اور احساسات مجروح ہوں تو یہ زیر لب مسکرا کر کہتے ہیں...... مذاق تھا۔ کوئی خون کا گھونٹ پی کر خاموش رہے تو یہ نئے نشتروں کی تلاش میں مگن رہتے ہیں۔ ہاں، اگر کوئی آستین چڑھا کر دست وگریباں ہونے کا انداز اختیار کرلے تو یہ ندامت سے سَر جُھکا لیتے ہیں اور انگریزوں کے دورِ غلامی کا سب سے زیادہ کارآمد اور آزمودہ لفظ ''سوری'' Sorry کہہ کر اپنی جھوٹی عزت اور خودساختہ شہرت کا بھرم قائم کیے رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

یہ ادب نواز ہیں۔ ادیب نواز ہیں۔ یہ ملک وقوم کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ شاہین اور عقاب صفت یہ لوگ آسمان کی بلندیوں اور پہاڑیوں کی چوٹیوں پر بسیرا کرنے کے بجائے عمارتوں کے کمروں میں حریری پردوں کے اندر چھپے بیٹھے ہیں اس لئے یہ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ میں ان کے دفتروں کی بلندیوں تک پہنچنے سے قاصر ہوں، اس لئے نہایت ادب سے اپنی شکست تسلیم کرتا ہوں، بے ادبی کی گستاخی سے اس لئے گریز کروں گا کہ اگر مزید کچھ کہا تو وہ چہرے بھی بے نقاب ہوجائیں گے جن کی شخصیت کی نرمی اور لچک اُن چہروں کو ہوا دینے لگے گی جن پر میں آج بھی تکیہ کیے ہوئے ہوں!

آپ انکا کی شوخیوں سے دل بہلائیں، میں اپنے احساسات کی کرچیوں کو سمیٹتا ہوں۔!!

انوار صدیقی

میری خواہش کی تکمیل میں شائع کئے جا رہے ہیں اس لئے میں اس کا کوئی معاوضہ نہیں لے رہا۔ البتہ اب چاروں کتابوں کے جملہ حقوق بحق مصنف رہیں گے۔

اس مختصری تحریر کے بعد میں ان اداروں سے درخواست کروں گا کہ وہ میرے مذکورہ ناول شائع کرنا فی الفور بند کر دیں۔ ان کا یہ عمل بھی میرے لئے قابل تحسین ہوگا۔ اب عمر کی نقدی بھی تیزی سے خرچ ہو رہی ہے اور عارضہ قلب کی بیماری بھی مجھے اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ کسی قسم کی قانونی چارہ جوئی کے چکر میں الجھوں ورنہ اشاعت کے سلسلے میں جو کچھ ہوتا رہا اس کا ایک ایک ثبوت میرے پاس محفوظ ہے۔

مجھے اپنے پرستاروں سے بھی یہی امید ہے کہ وہ میری دوسری ناولوں کی طرح ''انکا''۔''اقابلا''۔''غلام روحیں'' اور ''سونا گھاٹ کے پجاری'' کو بھی مجلد کتابی شکل میں ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ اس لئے کہ آج میں جو بھی ہوں اپنے پرستاروں کی پسندیدگی کی وجہ سے ہوں۔

اپنے پرستاروں کی دعاؤں کا طالب

انوار صدیقی

اس واقعے کو چونکہ ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے۔ اس لیے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ مرگھٹ سے ہماری واپسی کس وقت ہوئی تھی۔ ہاں اتنا ضرور یاد ہے کہ وہ رات بے حد ڈراؤنی اور خوفناک تھی۔ سر شام ہی سے طوفانی ہواؤں نے پورے شہر پر یلغار کر رکھی تھی۔ سیاہ بادلوں نے آسمان پر قبضہ جما لیا تھا۔ بجلی کی چمک اور بادلوں کی گھن گرج نے ہر سمت قیامت برپا کر رکھی تھی۔

مجھے خوب یاد ہے کہ اس روز دفتر سے لوٹتے ہی میں فلیٹ میں بند ہو کر بیٹھا ہوا تھا۔ ان دنوں میرا قیام اپنے وطن اور والدین سے دور تھا اور میں دونوں وقت ہوٹل میں کھانا کھاتا تھا۔ رہنے کے لئے مجھے خوش قسمتی سے ایک ایسا فلیٹ کم کرائے پر مل گیا تھا جو شہر سے زیادہ دور نہیں تھا۔ دفتر سے واپس آ کر کچھ دیر آرام کرنا پھر ہوٹل میں جا کر کھانا کھانا میرا روز کا معمول تھا لیکن جس رات کا ذکر میں کر رہا ہوں اس رات موسم کے تیور خراب دیکھ کر مجھے فلیٹ سے باہر جانے کی ہمت نہ ہوئی۔ چنانچہ میں نے فلیٹ پر ہی اپنے ہاتھوں سے چائے تیار کر کے پی اور وقت گزارنے کی خاطر ایک رسالہ اٹھا کر اس کی ورق گردانی شروع کر دی۔ کھڑکیوں کے پردے میں نے برابر کر دیے تھے تاکہ کم از کم بجلی کی تیز چمک سے محفوظ رہ سکوں۔

ابھی مجھے رسالے کے مطالعے میں کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ باہر سے کسی نے مجھے میرا نام لے کر پکارا۔ میں گرج اور چمک کے شور و غل کے باعث آواز نہ پہچان سکا۔ بہرحال رسالہ بند کر کے جلدی سے اٹھ بیٹھا۔ قبل اس کے کہ میں دروازے تک پہنچتا آواز دینے والے نے دروازے کو باقاعدہ پیٹنا شروع کر دیا۔ قدرتی طور پر مجھے اس کی یہ حرکت ناگوار گزری۔ میں نے سوچا کہ کچھ دیر کے لئے خاموش ہی رہوں اور آنے والے کو کچھ دیر تک بند دروازے کے ساتھ بر سر پیکار رہنے دوں مگر اچانک مجھے اپنے دوست رام دیال کا خیال آ گیا۔ اس خیال سے کہ ممکن ہے وہ میری خیریت دریافت کرنے کی غرض سے

آیا ہو میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ میرا خیال غلط نہیں ثابت ہوا۔ باہر رام دیال ہی موجود تھا لیکن اس کا حلیہ دیکھ کر میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ رام دیال کے چہرے پر بوکھلاہٹ طاری تھی۔ سر کے بال جنہیں وہ بڑی نفاست سے بنانے کا قائل تھا، خودرو جھاڑیوں کی طرح بکھرے نظر آ رہے تھے۔ آنکھوں سے بے پناہ اداسی جھلک رہی تھی۔

''خیریت......'' میں نے تیزی سے پوچھا۔ ''تم کچھ پریشان نظر آ رہے ہو؟''

''ہاں......'' رام دیال کی آنکھیں چھلک پڑیں۔ ''ماتا جی کا دیہانت ہو گیا۔''

''نہیں......''

رام دیال کے منہ سے اس کی ماں کے انتقال کی خبر سن کر میں گنگ رہ گیا۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ نیک خاتون جو کل تک بھلی چنگی تھی اتنی جلدی داعی اجل کو لبیک کہے گی۔ چند ثانئے تک میں سکتے کی کیفیت سے دوچار رہا پھر جلدی سے میں نے کپڑے تبدیل کئے، فلیٹ کو تالا لگایا اور رام دیال کے ساتھ ہو لیا۔

راستے میں ہمارے درمیان کوئی خاص گفتگو نہیں ہوئی۔ میں بدستور یہی سوچ رہا تھا کہ رام دیال کی والدہ اچانک کیسے مر گئیں جبکہ انہیں کوئی بیماری لاحق نہیں تھی۔ ان کی صحت بھی اچھی بھلی تھی اور جہاں تک میرے علم میں ہے انہیں کوئی ایسا غم یا فکر بھی نہیں تھی جسے موت کا باعث سمجھا جا سکتا۔ مجھے اس خبر سے شدید دھچکا لگا۔ ایک تو اس لیے کہ مرنے والی میرے عزیز دوست کی والدہ تھیں دوسرے یہ کہ وہ مجھ سے بھی بے حد محبت کرتی تھیں۔ جب بھی میں مرحومہ کے گھر جاتا وہ بڑے پیار سے پیش آتیں اور دل کھول کر میری آؤ بھگت کرتیں۔

مرحومہ نے متعدد بار مجھ سے اصرار کیا تھا کہ فلیٹ کی رہائش ترک کر کے ان کے ہاں منتقل ہو جاؤں لیکن میں اس پر کبھی بھی آمادہ نہ ہوا جس کی وجہ یہ تھی کہ میں مسلمان تھا اور وہ ہندو۔ رام دیال کے گھر پر قیام کرنے کی صورت میں مجھے اخلاقاً گائے وغیرہ کے گوشت سے بھی پرہیز کرنا پڑتا جبکہ گائے کا گوشت میری مرغوب ترین غذا تھی۔ چنانچہ جب بھی رام دیال یا اس کی ماں مجھے اپنے گھر رہنے کو کہتے' میں کوئی نہ کوئی بہانہ تراش کر اپنا پہلو بچا لیتا لیکن میرے کسی عذر سے ہمارے تعلقات میں کوئی فرق نہیں آیا۔ رام دیال کا طرز عمل میرے ساتھ ہمیشہ بہت دوستانہ اور مخلصانہ رہا۔ اس کی ماں مجھے بالکل اپنے بچوں کی طرح چاہتی تھیں۔

ان ماں بیٹوں کے کسی بھی طرز عمل سے مجھے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوئی لیکن ایک بات جو میں نے رام دیال کی ماں کے سلسلے میں خاص طور پر محسوس کی وہ ان کی پُراسرار شخصیت تھی۔ گو کہ وہ ہر طریقے سے آسودہ حال تھیں اور رہن سہن سے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ انہیں کوئی مالی پریشانی لاحق نہیں

ہے۔ اس کے باوجود میں نے مرحومہ کو ہمیشہ عجیب پُراسرار حالتوں میں دیکھا تھا۔ آئے دن برت (روزہ) رکھنا اور نئے نئے چلے کھینچنا' آدھی راتوں کو مرگھٹ جانا اور وہاں بیٹھ کر جاپ کرتے رہنا اور ہٹے کٹے پنڈتوں اور پجاریوں کے ساتھ سر جوڑ کر بیٹھنا اور راز و نیاز کرنا۔ یہ تمام باتیں میرے نزدیک ناقابل فہم تھیں لیکن میں نے رام دیال یا اس کی ماں سے اس مسئلے پر کوئی گفتگو نہیں کی اور مجھے اس کا کوئی حق بھی نہیں پہنچتا تھا کہ ان کے نجی معاملات میں دخل انداز ہوتا۔ ایک روز مرحومہ نے میرے ساتھ بھی کچھ عجیب اور سمجھ میں نہ آنے والی باتیں کی تھیں جن کا تذکرہ میں اپنی حیرت انگیز کہانی شروع کرنے سے پہلے ضروری سمجھتا ہوں۔

اس روز میں رام دیال سے ملنے اس کے گھر گیا تو وہ موجود نہیں تھا۔ میں یوں ہی کچھ دیر کے لئے ڈرائنگ روم میں بیٹھ گیا تاکہ رام دیال کی ماں کو سلام کر لوں جو ملازم کے بیان کے مطابق چند پنڈتوں کے ساتھ اپنے کمرے میں بیٹھی گفتگو کرنے میں مصروف تھیں۔ میں نے جان بوجھ کر اس وقت ان کے کمرے کی طرف جانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ مجھے زیادہ دیر تک ان کا انتظار نہیں کرنا پڑا۔ وہ پنڈتوں کو رخصت کر کے سیدھی میرے پاس چلی آئی تھیں۔ میں نے انہیں آتا دیکھا تو اٹھ کر بڑے ادب سے سلام کیا جس کا جواب حسب دستور شفقت بھری مسکراہٹ سے ملا۔

ہمارے درمیان کچھ دیر تک گھریلو باتیں ہوتی رہیں پھر اچانک رام دیال کی والدہ نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

''جمیل بیٹے۔ میں اکثر سوچتی رہتی ہوں کہ بھلا سوا سو روپے ماہوار کی تنخواہ میں تمہاری گزر بسر کیسے ہوتی ہو گی؟''

''بس ماتا جی۔ کسی نہ کسی طرح گزارہ کرنا ہی پڑتا ہے۔'' میں نے قناعت کے انداز میں جواب دیا۔

''وہ تو خیر ٹھیک ہے پر میں چاہتی ہوں کہ تم بڑے آدمی بن جاؤ۔''

''اگر آپ کی دعائیں شامل حال رہیں تو ضرور بڑا آدمی بن جاؤں گا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جمیل بیٹے۔'' رام دیال کی ماں اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے صوفے پر آ کر بیٹھتے ہوئے بڑی راز داری سے بولیں۔ ''منش جب تلک ہاتھ پاؤں نہ مارے بھگوان بھی اس کی سہائتا نہیں کرتا...... اگر تم میری مانو تو کوئی ایسا راستہ اختیار کرو جس سے آشائیں جلدی پوری ہو جائیں۔''

''کیا آپ مجھے کوئی ایسا راستہ بتا سکتی ہیں؟'' میں نے ازراہ مذاق پوچھا۔

''ہاں۔'' مرحومہ نے مختصر جواب دیا پھر ادھر اُدھر دیکھ کر میرے کچھ اور قریب کھسک آئیں اور دبی زبان میں بولیں۔ ''میں تمہیں ایسا منتر بتا سکتی ہوں جس کے پڑھنے سے تم کچھ ہی دنوں میں مالدار آدمی

بن سکتے ہو۔"

رام دیال کی ماں کے منہ سے منتر کا لفظ سن کر میں حیرت زدہ ہوا لیکن اس سے پیشتر کہ میں ان کی بات کا کوئی جواب دیتا انہوں نے دوبارہ کہا۔

"میں نے تمہارے لیے آج ہی ایک پجاری سے بات کی ہے۔ پجاری کا کہنا ہے کہ تم اگر دھیان لگا کر ایک منتر یاد کر لو تو اپنی تمام کٹھنائیوں سے چھٹکارا حاصل کر سکتے ہو اور تھوڑے ہی سمے میں مالدار بن سکتے ہو۔"

"ممکن ہے آپ اور پجاری دونوں ٹھیک کہہ رہے ہوں لیکن میں تعویذ گنڈوں اور عمل رمل پر کوئی عقیدہ نہیں رکھتا۔" میں نے رام دیال کی ماں کو ٹالنا چاہا۔ "اگر قدرت کو منظور ہوا تو سب کچھ ہو جائے گا ورنہ ان باتوں سے بھی کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔"

"اپنے شبد زبان سے مت نکالو بیٹے۔" وہ تیزی سے بولیں۔ "تم ابھی جنتر منتر اور دیوی دیوتاؤں کی شکتی سے واقف نہیں ہو اس لئے ایسی بات کہہ رہے ہو۔"

ظاہر ہے اس سلسلے میں کوئی بحث مباحثہ بے سود تھا لیکن مجھے اس بات پر حیرت ضرور ہو رہی تھی کہ رام دیال کی ماں مجھ سے اس قسم کی باتیں کیوں کر رہی ہیں۔ اگر واقعی کوئی منتر کچھ دنوں میں مجھے مالدار بنا سکتا تھا تو انہوں نے وہ جاپ خود کیوں نہیں کیا اور اگر اس وظیفے کے لیے ضروری تھا کہ اسے کوئی مرد ہی پڑھے تو خود ان کا لڑکا رام دیال موجود تھا۔ میں ابھی ان ہی باتوں پر غور کر رہا تھا کہ رام دیال کی ماں نے مجھے دوبارہ آمادہ کرنے کے لیے کہا۔

"میں نے جس پجاری سے تمہارے لیے بات کی تھی اس کا کہنا ہے کہ تم دوسروں کے مقابلے میں "انکا" کو زیادہ آسانی سے اپنے قبضے میں کر سکتے ہو۔"

"یہ 'انکا' کس کا نام ہے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"میں تمہیں انکا کے بارے میں سب کچھ بتا دوں گی لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے تم سچے دل سے اس منتر کو یاد کرنے اور پڑھنے کا وچن دو اور اپنی پوتر کتاب کی سوگند کھاؤ کہ تم انکا کے بارے میں کسی اور کو کچھ نہیں بتاؤ گے۔"

"مجھے افسوس ہے ماتا جی کہ میں کسی منتر وغیرہ میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔" میں نے اس بار بڑی صاف گوئی سے انکار کر دیا پھر ان کا دل رکھنے کے لئے کہا۔ "جو کچھ میری قسمت میں لکھا ہے وہ مجھے مل جاتا ہے، زیادہ کی ہوس کرنا میرے اصول کے خلاف ہے۔"

"تمہاری مرضی۔" رام دیال کی ماں نے روکھے لہجے میں جواب دیا اور اٹھ کر اپنے صوفے پر چلی گئیں۔

میں محسوس کر رہا تھا کہ انہیں میرا جواب گراں گزرا ہے۔ اس کا اندازہ مجھے ان کے چہرے کے بدلتے ہوئے تاثرات سے بھی ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ انکار کے بعد سے وہ مجھ سے اکھڑی اکھڑی باتیں کر رہی تھیں چنانچہ میں وہاں زیادہ دیر نہیں ٹھہرا اور اٹھ کر چلا آیا۔ اس واقعے کے بعد میں تین چار روز تک رام دیال کی طرف نہیں گیا۔ جو باتیں رام دیال کی والدہ نے مجھ سے کی تھیں ان باتوں نے مجھے ان کی طرف سے اور مشکوک کر دیا تھا۔ ایک دو بار راستے میں اتفاقاً رام دیال سے ٹکراؤ ہو گیا۔ اس نے میرے گھر نہ آنے کی وجہ دریافت کی تو میں خواہ مخواہ کی مصروفیات کا بہانہ کر کے ٹال گیا لیکن چار روز بعد رام دیال ایک دن مجھے میرے فلیٹ سے پکڑ کر زبردستی اپنے ساتھ لے گیا۔ مجھے خدشہ تھا کہ اس کی ماں ابھی تک مجھ سے ناراض ہو گی لیکن ایسی کوئی بات پیش نہیں آئی۔ رام دیال کی ماں نے اپنے سابقہ رویے کے مطابق بڑی شفقت بھری مسکراہٹ سے میرے سلام کا جواب دیا اور حسب سابق میری آؤ بھگت شروع کر دی۔ رام دیال کی غیر موجودگی میں بھی انہوں نے نہ تو مجھ سے چار روز تک غائب رہنے کا سبب دریافت کیا، نہ ہی انکا کا کوئی تذکرہ نکالا۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ وہ بات جو ہمارے درمیان کسی قدر ناچاقی کا سبب بن گئی تھی از خود رفع دفع ہو گئی۔ چنانچہ میں نے پھر رام دیال کے ہاں پہلے کی طرح آنا شروع کر دیا۔

اب میں پھر اس بھیانک رات کی طرف آتا ہوں جس رات رام دیال نے مجھے اچانک اپنی ماں کی موت کی خبر سنائی تھی اور میں گنگ رہ گیا تھا۔ بہر حال جب میں رام دیال کے ساتھ اس کے گھر پہنچا تو وہاں رونا پیٹنا مچا ہوا تھا۔ کنبے کے علاوہ پاس پڑوس والے بھی جمع تھے۔ میں ایک خاموش تماشائی کی طرح سب کو دیکھتا رہا۔ رام دیال کے ایک عزیز نے مشورہ دیا کہ اس بھیانک رات میں ارتھی اٹھانے کے بجائے اگر صبح اس کا بندوبست کیا جائے تو زیادہ مناسب ہو گا لیکن دوسرے افراد نے اس مشورے کو قبول نہ کیا اور اسی وقت ارتھی اٹھانے پر زور دیا چنانچہ جلدی جلدی تمام ضروری رسوم پوری کی گئیں اور ہم لوگ مرگھٹ کی طرف چل دیے۔

کسی ہندو کی موت میں شریک ہونے کا یہ میرا پہلا اتفاق تھا۔ مجھے موت اور زندگی کے خوفناک کھیلوں سے ویسے بھی ہمیشہ سے الجھن ہوتی تھی چنانچہ میں نے یہی کوشش کی کہ کسی طرح رام دیال کی نظریں بچیں تو میں واپس چلا جاؤں لیکن رام دیال تو جیسے میرے دل کی بات تاڑ گیا تھا وہ مجھ سے چمٹ کر رہ گیا۔

غرضیکہ مجھے مجبوراً اس کے ساتھ مرگھٹ تک جانا پڑا جہاں چتا پہلے ہی سے تیار تھی۔ میں نے لکڑیوں کے اس انبار پر نظر ڈالی تو مجھے بے حد خوف محسوس ہونے لگا۔ موسم کے بگڑے ہوئے تیور ہر لمحے خطرناک ہوتے جا رہے تھے۔ میں دل ہی دل میں خدا سے دعائیں مانگنے لگا کہ موسلا دھار بارش ہو جائے تا کہ

میں رام دیال کی ماں کے جسم کو آگ کے شعلوں میں جلتا نہ دیکھ سکوں۔ مگر بجلی کی چمک اور بادلوں کی گھن گرج کے باوجود بارش کا دور دور تک کوئی نام ونشان نہیں تھا۔ مجھے مجبوراً وہ سب کچھ دیکھنا پڑا جس کا تصور آج بھی میرے جسم کے رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔

مرگھٹ پہنچ کر ارتھی کے ساتھ آنے والے پجاریوں نے...... پُرسوز آواز میں بھجن گانا شروع کر دیا تھا۔ دوسرے افراد لاش کے کریا کرم میں مصروف ہو گئے۔ سب سے پہلے لاش کو لکڑیوں کے انبار پر رکھا گیا پھر اس پر گھی کا پورا کنستر الٹ دیا گیا۔ بعد ازاں جب لکڑیوں کے انبار پر مٹی کا تیل چھڑکا جانے لگا تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ رام دیال نے اگر میرا ہاتھ نہ تھام رکھا ہوتا تو میں یقیناً وہاں سے بھاگ کھڑا ہوتا۔ طوعاً وکرہاً مجھے ان رسوم کے ہولناک اختتام تک وہاں ٹھہرنا پڑا۔

چتا کی بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ پجاریوں نے بھی بھجن کے بول حلق پھاڑ پھاڑ کر گانے شروع کر دیے تھے۔ فضا میں ہر سمت مٹی کے تیل کی بدبو اور گوشت جلنے کی چراند پھیلی ہوئی تھی۔ میری نظر اب رام دیال کی ماں کی مجبور و بےبس لاش پر جم کر رہ گئی تھی جو شعلوں کے درمیان گھری تھی۔ اچانک میں نے لاش کو اکڑ کر اٹھتے دیکھا تو میرے حلق سے چیخ نکل گئی۔ میرے پاس بچاؤ کی ایک ہی صورت رہ گئی تھی کہ میں سختی سے آنکھیں بند کر لوں۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور اس وقت تک آنکھیں نہیں کھولیں جب تک کہ بھجن کی آوازیں بند نہیں ہو گئیں۔ جب میں نے دوبارہ آنکھیں کھولیں تو لکڑیوں کا انبار دہکتے ہوئے انگاروں میں بدل چکا تھا اور رام دیال کی ماں کی ہڈیاں تک غالباً جل بھن کر راکھ ہو چکی تھیں۔

مرگھٹ سے واپسی پر مجھے رام دیال کے گھر جانا پڑا۔ پھر بمشکل چھٹکارا حاصل کر کے میں اپنے فلیٹ پہنچا۔ تھکن کے مارے میرا ایک ایک جوڑ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ مرگھٹ کا خوفناک منظر ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے گھوم رہا تھا۔ فلیٹ کو اندر سے بند کر کے میں نے جوتے اتارے پھر روشنی گل کی اور ایسا بےسدھ ہو کر پلنگ پر گرا کہ صبح تک مجھے کسی بات کا ہوش نہ رہا۔

صبح میری آنکھ کھلی تو آٹھ بج رہے تھے۔ مجھے ٹھیک نو بجے دفتر پہنچنا ہوتا تھا۔ چنانچہ میں جلدی سے اٹھا، منہ پر پانی کے چھینٹے مارے اور جلدی جلدی لباس تبدیل کیا۔ نیچے آ کر قریبی ہوٹل میں الٹا سیدھا ناشتہ کیا اور آفس کی طرف چل دیا۔ میرا آفس فلیٹ سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر تھا۔ نو بجنے میں ابھی دس منٹ باقی تھے اس لئے مجھے یقین تھا کہ میں ٹھیک وقت پر دفتر پہنچ جاؤں گا۔

لمبے لمبے قدم بڑھاتا میں بڑے چوک کی ایک فٹ پاتھ سے گزر رہا تھا کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی چیز میرے سر پر آن گری ہو۔ وہ یقیناً کوئی ہلکی پھلکی چیز ہی تھی۔ کوئی مڑا تڑا کاغذ یا پھر ردی کپڑے کا کوئی ٹکڑا۔ دوسری صورت میں یقیناً شدید چوٹ لگی ہوتی۔ بہر حال میں نے غصے سے سر اٹھا کر رہائشی

فلیٹوں کی طرف دیکھا لیکن وہاں اتفاق سے کوئی بھی نظر نہ آیا۔ میں سر جھٹک کر دوبارہ چل پڑا لیکن ابھی میں تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ مجھے ایسا لگا جیسے میرے سر پر نکیلے پنجوں والا کوئی جانور رینگ رہا ہو۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اس ان دیکھی مصیبت کو پکڑنا چاہا لیکن وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ دو تین بار میں نے سر کو زور زور سے جھٹکا بھی لیکن بے سود۔ میں دوبارہ قدم اٹھانے لگا۔ کچھ دور ہی گیا تھا کہ پھر ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی چھوٹا سا جانور اپنے پنجے میرے سر کی جلد میں چبھو رہا ہے۔ ایک بار پھر میں نے جھلا کر اپنا ہاتھ بالوں میں گھمایا لیکن کوئی چیز میرے ہاتھ نہ آسکی مگر پنجوں کی چبھن بدستور محسوس ہو رہی تھی۔ اچانک مجھے ایسا لگا کہ جیسے کوئی ننھے ننھے قدموں سے میرے سر کے اوپر چل رہا ہے۔ کبھی آگے کبھی پیچھے۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کہ کوئی میرے سر پر قیام کر چکا ہے کوئی چھوٹی سی شے۔ میں نے بہت ہاتھ مارے مگر وہ مجھے کہیں نظر نہیں آئی۔ البتہ مجھے اس کے جسم کی ایک ایک حرکت اور لمس محسوس ہو رہا تھا۔ میں نے جلد ہی اس کے نشیب و فراز سے اندازہ کر لیا کہ وہ ایک نازک اندام لڑکی ہے مگر یہ کس طرح ممکن ہے؟ میں عجب کشمکش سے دوچار تھا۔ یہ میرا وہم ہے۔ میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں۔ میں حیران و ششدر تھا۔ میں واقعی سڑک پر چل رہا تھا اور یہ نہ خواب تھا اور نہ وہم۔ میرے سر پر کوئی موجود تھا۔ اب وہ لڑکی میرے سر پر کروٹیں لے رہی تھی۔

میرا ذہن بری طرح چکرا کر رہ گیا۔ جو کچھ میں نے دیکھا اور محسوس کیا تھا وہ یقیناً ایک مضحکہ خیز بات تھی۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ میرے سر پر کوئی لڑکی ہاتھ پاؤں پھیلا کر آرام کر سکے۔

پھر وہ کیا شے تھی جس نے مجھے پریشان کر رکھا تھا؟

میں بری طرح نروس ہو گیا تھا۔ میرا جی چاہا کہ اپنے سارے بال نوچ کھسوٹ کر پھینک دوں لیکن بھری پُری سڑک پر اگر میں نے ایسی کوئی حرکت شروع کر دی ہوتی تو راہ گیر یقیناً مجھے پاگل سمجھتے اور میں بیٹھے بٹھائے تماشا بن جاتا۔

چند لمحے میں ساکت کھڑا دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتا رہا پھر جھلا کر دوبارہ قدم بڑھانے لگا۔ وہ شے جو میرے سر پر قبضہ جمائے ہوئے تھی، میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہ سمجھ سکا۔ میں نے جلد میں ہونے والی ہلکی پھلکی چبھن کو اپنا وہم سمجھ کر ٹالنا چاہا لیکن یہ کوشش بھی رائیگاں گئی۔ بھلا میں اپنے شعور اور احساس کو کیسے جھٹلا سکتا تھا جو مجھے رہ رہ کر یہ باور کرانے کی کوشش کر رہا تھا کہ میرے سر کے اوپر ایک حور شمائل، نازک اندام اور حسین وجمیل لڑکی محو خواب ہے۔

''خیر۔ ہوگا کچھ۔'' میں نے اپنے دل کو سمجھانے کی کوشش کی اور جلدی جلدی قدم بڑھاتا دفتر پہنچ گیا۔ اپنی سیٹ پر بیٹھنے سے پہلے میں نے حاضری لگائی اور اپنا کام شروع کرنے کی غرض سے جیب سے قلم نکال کر کھولا ہی تھا کہ میرے ایک دوسرے ساتھی نے جو پاس کے کمرے سے برآمد ہوا تھا' مجھے دیکھ

کر چونکتے ہوئے پوچھا۔

''جمیل......کب آئے تم؟''

''بس ابھی آ کر بیٹھا ہی ہوں۔'' میں نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی۔ زبردستی اس لیے کہ میرا ذہن ابھی تک اس پُراسرار شے میں الجھا ہوا تھا جو میرے سر پر موجود تھی جسے میں نہ دیکھ سکتا تھا نہ چھو سکتا تھا لیکن محسوس ضرور کرسکتا تھا۔

''حاضری تو نہیں لگائی تم نے۔''

''لگا چکا ہوں۔ کیوں؟''

''یہ برا ہوا'' میرے ساتھی نے جواب دیا۔ ''اگر تم نے رجسٹر پر دستخط نہ کیے ہوتے تو میں تم کو یہی مشورہ دیتا کہ چپ چپاتے چھٹی کی درخواست دے کر واپس چلے جاؤ۔''

''کیوں؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔ ''آخر بات کیا ہے؟''

''بات یہ ہے مائی ڈیئر کہ صاحب ایک گھنٹے سے تم کو پوچھ رہا ہے۔ آج اس کا موڈ بھی کچھ زیادہ ہی خراب معلوم ہوتا ہے۔ شاید گھر سے لڑ کر آیا ہے۔ صبح سے آفت مچائی ہوئی ہے۔''

''تو کیا ہوا'' میں بے پروائی سے بولا۔ ''میں تو اپنے وقت پر پہنچا ہوں۔''

''وقت پر'' میرے ساتھی نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ ''کہیں پینی تو نہیں شروع کر دی تم نے۔ اس وقت پورے دس بج رہے ہیں۔''

میں نے چونک کر اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالی تو وہاں بدستور نو بجنے میں دس منٹ باقی تھے۔ ظاہر ہے میری گھڑی بند ہوگئی تھی۔ دستی گھڑی سے ہٹا کر میں نے آفس کلاک پر نظر ڈالی تو خفیف سا ہو کر رہ گیا۔ وہاں ٹھیک دس بج رہے تھے۔

''کیا صاحب کو مجھ سے کوئی ضروری کام پیش آ گیا ہے؟'' میں نے اپنے ساتھی سے دریافت کیا۔

''تم خود جا کر پوچھ لو۔ صاحب کا حکم ہے کہ تم جیسے ہی آؤ، تمہیں اندر بھیج دیا جائے۔''

میرا ساتھی یہ کہہ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا تو میں بڑی سنجیدگی سے اس بات پر غور کرنے لگا کہ آخر مجھے دیر کیوں ہوگئی مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں ناشتہ کرنے کے لئے ہوٹل پہنچا تھا اس وقت ساڑھے آٹھ بجے تھے اور میری گھڑی اس وقت یقیناً چل رہی تھی۔ ناشتہ کرنے میں بمشکل پندرہ منٹ صرف ہوئے ہوں گے۔ ہوٹل سے بڑے چوک کا راستہ بھی پانچ منٹ سے زیادہ نہیں تھا پھر مجھے یہ ایک گھنٹے کی دیر کیسے ہوگئی؟

اچانک مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے سر پر سوئی ہوئی لڑکی بیدار ہو رہی ہے۔ آپ یقین نہیں کرتے تو نہ کریں لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں تصور کی نگاہوں سے اسے انگڑائی لے کر اٹھتا ہوا دیکھ

تھا۔ میں نے اس کے بدن کی ایک ایک جنبش کو محسوس کیا تھا۔

کمرے میں چونکہ میں تنہا تھا اس لیے میں نے یک لخت اپنے ہاتھ کو اوپر اٹھا کر زور سے اس جگہ مارا جہاں وہ نادیدہ لڑکی آ بیٹھی تھی لیکن پھر میں خود ہی تلملا کر کھڑا ہوگیا۔ نہ جانے کیا بات تھی کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ پھرتی سے میرے سر کی دوسری طرف سرک گئی ہے اور میری اس بوکھلاہٹ پر زیرلب مسکرا رہی ہے۔ میں نے تلملا کر دو تین بار سر کو زور زور سے جھٹکا لیکن ننھے ننھے اور نکیلے پنجوں کی چبھن بدستور اپنی جگہ برقرار تھی۔ میرا دل چاہا کہ اپنا سر پوری قوت سے دیوار سے ٹکرا دوں لیکن قبل اس کے کہ میں اپنے ارادے کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتا' چپراسی آ گیا اور اس نے کہا۔

''صاحب آپ کو یاد کر رہے ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔ تم جاؤ میں آتا ہوں۔'' میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے چپراسی سے کہا۔

چپراسی چلا گیا تو میں نے جیب سے کنگھا نکال کر بال درست کئے پھر اچانک کنگھے کو نظروں کے قریب لا کر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ مجھے اس میں کوئی خوب صورت لڑکی الجھی ہوئی نظر نہ آئی۔ نظر آتی بھی کیسے جبکہ میں اب بھی یہی محسوس کر رہا تھا کہ وہ بدستور میرے سر پر پیر پھیلائے لیٹی ہوئی میری تلملاہٹ پر مسکرائے جا رہی ہے۔ اس کا یہ انداز مجھے پاگل بنائے جا رہا تھا' لیکن میں نے خود کو سنبھالا اور چہرے پر چھپے ہوئے کرب ناک تاثرات کو درست کرتا ہوا اپنے افسر کے کمرے کی طرف چل پڑا۔

اندر داخل ہو کر میں نے صاحب کے چہرے پر نظر ڈالی تو میرا خون جیسے خشک ہو کر رہ گیا۔ اس موٹے کرچین کے چہرے پر جو میرا افسر تھا' مجھے وہ تمام خطرناک علامتیں نظر آ گئیں جو مجھ جیسے کسی سوا سو روپے پانے والے معمولی کلرک کے لئے موت کا پیغام ثابت ہوتی ہیں۔ میں نے جلدی سے تھوک نگل کر اپنا گلا تر کیا پھر ڈرتے ڈرتے سلام کیا۔

''تم۔'' میرے بھاری بھرکم افسر نے مجھے نظر اٹھا کر قہر آلود نظروں سے گھورا جیسے کچا چبا جانے کے امکانات پر غور کر رہا ہو پھر کچھ توقف کے بعد غرا کر بولا۔ ''کس وقت میں دفتر کو آیا؟''

''سس......سر......'' میں نے ہکلا کر جواب دیا۔ ''رات میں اپنے ایک عزیز کی میت میں چلا گیا تھا اس لئے آج وقت پر آفس نہ آ سکا جس کے لئے میں معافی چاہتا ہوں۔''

''وہاٹ ماپھی۔'' موٹے کرچین نے اپنی آنکھیں چمکاتے ہوئے کہا۔ ''تم روجانہ دیر کرتا ہے۔''

''یہ غلط ہے سر۔'' میں اس جھوٹ پر تلملا کر بولا۔ ''سات مہینے میں آج میں پہلی بار لیٹ ہوا ہوں۔''

''اوہ۔ آپھیسر سے آرگیو کرتا۔'' صاحب نے مجھے غصیلی نظروں سے گھورا پھر ایک دم ہی اپنا آخری فیصلہ سنا دیا۔ ''ہم تم کو ابھی ڈس مس کرنا۔ پہلی تاریکھ کو آ کر اپنا پگار لے جانا۔ گٹ آؤٹ۔''

میرا ذہن پہلے ہی الجھا ہوا تھا۔ صاحب نے ملازمت سے برخاست کرنے کا حکم سنایا تھا تو میرے

رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔ سوا سو کی کلرکی کے لئے مجھے اس نئے شہر میں کتنے پاپڑ بیلنے پڑے تھے یہ کچھ میرا ہی دل جانتا تھا چنانچہ میں نے رحم طلب نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''سر۔ آج معاف کر دیں۔ آئندہ کبھی دیر نہیں ہو گی۔''

''ہم کچھ نہیں سننا مانگتا۔ گٹ آؤٹ۔''

دوسری بار جب صاحب نے ہوٹ سکیٹر کر نفرت بھرے لہجے میں مجھے دھتکارا تو میں ہونٹ کاٹ کر رہ گیا۔ میرا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ میں اس سے مزید کوئی اور درخواست کروں۔ جس لب و لہجے میں اس نے میری معذرت کا جواب دیا وہ انتہائی تحقیر آمیز تھا۔ چنانچہ میں نے اسے گھور کر دیکھا پھر باہر جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ میرے سر پر موجود لڑکی کسمانے لگی۔ ایسا محسوس ہوا جیسے وہ میرے کانوں کے قریب منہ لا رہی ہے پھر اس کا منہ میرے کانوں کے قریب آ گیا اور پہلی بار مجھے اس کی سرگوشی صاف طور پر سنائی دی۔ میں اس سرگوشی پر لرز گیا لیکن صاحب سامنے تھا۔ میں ایسی ویسی حرکت کرتا تو اس کا پارہ چڑھ جاتا۔ ادھر وہ کہہ رہی تھی۔

''سنو۔ ڈرو نہیں۔ میز سے پیپر ویٹ اٹھا کر اپنے صاحب کے سر پر دے مارو۔''

ٹھیک اسی وقت جب یہ آواز میرے کانوں میں گونجی تھی، میرے سر پر نکیلے پنجوں کی چبھن تیز ہو گئی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ نازک اندام لڑکی میری طرح تلملا رہی ہے۔

''تم ہمارا منہ کیا دیکھتا ہے۔ ہم تم کو بولا تھا کہ گٹ آؤٹ ہو جاؤ۔'' صاحب نے مجھے کھڑا دیکھا تو چیخ کر بولا۔

میں نے جھلا کر باہر جانا چاہا تو میرے کانوں میں پھر وہی آواز گونجی۔

''سنو جمیل۔ جب تک میں تمہارے سر پر موجود ہوں، تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میز سے پیپر ویٹ اٹھاؤ اور اس موٹے بھدے آدمی کے سر پر دے مارو۔''

ملازمت جانے کے صدمے اور حالات کی ستم ظریفی نے مجھے اس درجے مفلوج کر دیا تھا کہ میں کسی بات کا فیصلہ کرنے سے قاصر تھا۔ چنانچہ جب تیسری بار وہ پُراسرار آواز میرے کانوں میں ابھری اور اس نے ایک بار پھر مجھے اس بات پر اکسایا کہ میں پیپر ویٹ اٹھا کر اپنے افسر کے سر پر دے ماروں تو میں نے کسی نفسیاتی مریض کی طرح بڑی خاموشی سے آگے بڑھ کر صاحب کی میز سے پیپر ویٹ اٹھایا اور اس کی طرف کھینچ مارا۔ آپ یقین کریں کہ میرا یہ عمل محض اضطراری تھا جس میں میرے ارادے کا کوئی دخل نہیں تھا۔ ہوش تو مجھے اس وقت آیا جب میں نے اپنے افسر کے سر سے خون بہتے دیکھا۔ اس کے بعد کیا ہوا، میں یہ دیکھنے کے لئے وہاں نہیں رکا تیزی سے دروازہ کھول کر باہر آیا اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا دفتر سے باہر نکلا اور کھلی سڑک پر دوڑنے لگا۔ مجھے اب بڑی شدت سے اس بات کا احساس ہو رہا تھا کہ میں ایک

انسان کا سر پھاڑنے کے جرم کا ارتکاب کر چکا ہوں جو اگر مر گیا تو مجھے پھانسی کی سزا بھی ہو سکتی ہے۔

فلیٹ پر پہنچ کر میں نے جلدی جلدی اپنے مختصر سے سامان کو سمیٹنا شروع کر دیا۔ فوری طور پر میں نے یہی پروگرام بنایا تھا کہ کچھ دنوں کے لئے شہر چھوڑ کر کہیں اور چلا جاؤں اور جب تک حالات میرے حق میں سازگار نہ ہوں، دور ہی رہوں۔

میں اپنا رختِ سفر باندھتا جاتا تھا اور دل ہی دل میں اس پُراسرار بلا کو گالیاں بکتا جاتا تھا جو میرے سر پر اس وقت بھی کھڑی غالباً میری ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہی تھی۔ جب میں سارا سامان باندھ چکا اور کسی سواری کے لئے نیچے جانے کا ارادہ کیا تو وہی نسوانی سرگوشی دل نشین آواز میں میری قوت سماعت سے کسی لہر کی طرح ٹکرائی جس نے مجھے حالات کی نزاکت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے صاحب کا سر پھاڑ دینے پر اکسایا تھا۔

''کیا ارادے ہیں جمیل صاحب کہاں جا رہے ہیں؟'' اس کی بے تکلف سرگوشی ابھری۔

''جہنم میں۔'' میں نے یوں جواب دیا جیسے سچ مچ کسی ذی روح سے مخاطب ہوں۔ میرا ذہن کسی بھٹی کی طرح سلگ اٹھا۔

صبح سے اب تک جو کچھ بھی مجھ پر گزری تھی اس کی تمام تر ذمے داری اسی شے پر عائد ہوتی تھی جس نے میری کھوپڑی پر اپنا تسلط جما رکھا تھا اور میں چاہنے کے باوجود ابھی تک اس سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکا تھا۔ ادھر ملازمت جانے کے خیال سے میرا ذہن چکرا گیا تھا۔ میں یہ بھی تسلیم کئے لیتا ہوں کہ جس وقت میرے صاحب نے میری رحم کی درخواست پر نفرت اور حقارت کا اظہار کیا اس وقت میرا دل یہی چاہا تھا کہ اس کا سر پھاڑ ڈالوں لیکن یہ تمام باتیں میرے سوچنے کی حد تک محدود تھیں، عمل کر گزرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ اپنی عام زندگی میں بھی میں لڑائی جھگڑوں اور دنگا فساد سے ہمیشہ الگ تھلگ رہنے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔ غلطی دوسرے کی ہی کیوں نہ ہو لیکن میں ہمیشہ درگزر کی پالیسی پر عمل کرتا ہوں۔ اپنے باس کے ساتھ جارحانہ سلوک کر گزرنے میں میرا کوئی قصور نہیں تھا۔ یہ ساری شرارت تو اسی پُراسرار وجود کی تھی جو اس وقت مجھ سے مخاطب تھی اور جس کی آواز سن کر میں بری طرح تلملا اٹھا تھا۔

''سنو! کیا تم خوفزدہ ہو۔ تم اس فلیٹ اور اس شہر کو چھوڑ کر کہیں اور نہیں جاؤ گے۔'' وہی پُراسرار سرگوشی پھر میرے کانوں میں گونجی۔ اس بار اس کا لہجہ قدرے خشک اور تحکمانہ تھا۔

''گویا اب تمہارا یہی مشورہ ہے کہ میں یہاں آرام سے بیٹھ کر پولیس کا منتظر رہوں اور اپنے بچاؤ کے بارے میں کچھ سوچنے کے بجائے خاموشی سے تختۂ دار تک پہنچ جاؤں۔ میں نے اب اس کی موجودگی تسلیم کر لی تھی اور باقاعدہ گفتگو کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

''گھبراتے کیوں ہو۔ میں نے تم سے کہا نہیں کہ جب تک میں تمہارے سر پر موجود ہوں، تمہیں کوئی

نقصان نہیں پہنچا سکتا۔"

"میرے خدا! میں کیا کروں۔" میں آپ ہی آپ بڑبڑاتا ہوا سر پکڑ کر بستر بند پر ٹک گیا پھر تلملا کر اس نادیدہ قوت سے بولا۔ "مگر تم کون ہو؟ کیا یہ ممکن نہیں کہ تم میرا پیچھا چھوڑ دو؟"

"ناممکن جمیل صاحب۔" میرے کان میں پھر وہی پُراسرار آواز ابھری۔ "میں اپنی مرضی سے تمہارے سر پر آئی ہوں اور جب تک میری مرضی ہوگی' رہوں گی۔ ہاں اگر تم نے رام دیال کی ماں کا کہا مان لیا ہوتا اور خاص منتر کا جاپ مکمل کر کے مجھے اپنے قبضے میں کر لیا ہوتا تو پھر میں تمہارے حکم کی تابع ہوتی۔"

"کیا مطلب؟" میں حیرت سے اچھل پڑا۔

رام دیال کی ماں کی گفتگو میرے ذہن میں تازہ ہوئی تو میں نے سہمی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "کون ہو تم......؟"

"میرا نام انکا ہے۔ انکا...... رفتہ رفتہ مجھ سے واقف ہو جاؤ گے کہ میں کیا ہوں۔"

آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے رام دیال کی ماں سے بھی یہی کہا تھا کہ مجھے تعویذ گنڈوں اور جادو ٹونوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں سرے سے ان باتوں پر عقیدہ ہی نہیں رکھتا تھا یا پھر آپ یوں سمجھ لیں کہ مجھے جن' بھوت' بلا اور آسیب کے نام ہی سے ہول اٹھنے لگتا تھا۔ میں نے اپنے بزرگوں کی زبانی ایسے قصے سن رکھے تھے جب کسی شخص نے نادیدہ قوتوں کو مغلوب کرنے کے لئے چلے کھینچے اور وظیفہ پڑھنا شروع کیا لیکن انجام کار یا تو وہ مر کھپ گیا یا پھر اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا۔ چنانچہ جب میں نے انکا کا نام سنا تو میرے پسینے چھوٹ گئے۔ اس تصور ہی سے کہ میں ایک نادیدہ قوت کے چکر میں آ گیا ہوں' میرے بدن کے سارے رونگٹے خوف اور دہشت کے احساس سے الف کی صورت کھڑے ہو گئے۔ میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"کیا ایسی کوئی صورت نہیں ہو سکتی کہ تم اپنے لیے کسی اور کا انتخاب کر لو۔"

"یہ بھی میری ہی مرضی پر منحصر ہے۔ مجھے تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں۔"

"لیکن میں نے تو رام دیال کی ماں کی پیشکش بھی ٹھکرا دی تھی۔" میں عاجز آ کر بولا۔

"وہ تمہاری مرضی کی بات تھی۔"

"مگر تم مجھ سے آخر چاہتی کیا ہو؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔ ایک لمحے تک نادیدہ قوت کی طرف سے مجھے کوئی سرگوشی نہیں سنائی دی۔ میں نے محسوس کیا جیسے وہ میری بے بسی پر مسکرا رہی ہے پھر یوں لگا جیسے وہ دوبارہ میرے سر پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی ہے۔ میں اس شش و پنج میں مبتلا تھا کہ اس عذاب سے کیونکر چھٹکارا حاصل کروں۔

"سنو۔" معاً مجھے پھر اس کی آواز ابھرتی محسوس ہوئی۔ "میرا قرب خوش قسمتی کا باعث ہے۔ لوگ میری تمنا کرتے ہیں۔ بعض لوگ مجھے حاصل کرنے کے لئے جان کی بازی لگانے سے گریز نہیں کرتے۔ اب تمہاری یہ پریشانی فضول ہے۔ تمہارا افسر تمہارے خلاف کوئی بیان نہیں دے گا۔ نہ ہی پولیس تمہارے اوپر شبہ کرے گی۔ تم اس واقعے کو بھول جاؤ اور ہنسی خوشی باتیں کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

"اب ہنسنے بولنے کے لیے کیا رہ گیا ہے۔ ملازمت تم چھڑوا چکی ہو۔" میں نے جھلا کر کہا۔ "معلوم ہوتا ہے میرے برے دن آ رہے ہیں۔"

"برے دن۔ میرے ہوتے ہوئے تمہیں کوئی فکر اور غم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"ملازمت ملنا آسان بات نہیں۔" میں تلملا کر بولا۔ "اس ملازمت کے لئے مجھے کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑے تھے۔"

"ملازمت جانے سے کیا فرق پڑتا ہے۔" اس نے سرگوشی کی۔ "تم ایک ذہین اور پڑھے لکھے شخص ہو۔ جوان ہو۔ مٹی سے سونا بنا سکتے ہو۔"

انکا کی یہ بات سن کر مجھے ہنسی آ گئی۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ حلق پھاڑ پھاڑ کر قہقہے لگانا شروع کر دوں۔

"تم تو بہت سہمے ہوئے ہو۔" اس نے سرگوشی کی۔ "روپیہ کمانا کوئی مشکل بات ہے؟"

"جی نہیں۔ بڑی آسان بات ہے۔" میں نے طنزاً جواب دیا۔

"بہت آسان۔ بشرطیکہ آدمی ذہین اور چالاک ہو۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "اور پھر میں جو تمہارے ساتھ ہوں۔"

"تمہارا ہی تو یہ سب کیا دھرا ہے۔" میں نے جھنجلا کر کہا۔ "ذہانت اور چالاکی بغیر سرمائے کے دھری رہ جاتی ہے۔"

"میں تمہارے لئے سرمایہ فراہم کروں گی۔ تم میرے کہنے پر عمل کرتے رہو۔ میری مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرو۔ جو کچھ میں کہوں کرو۔" اس نے حکمیہ لہجے میں کہا۔

میں خاموش رہا تو پھر بولی۔ "تمہیں ریس سے تو دلچسپی ہے۔ پہلے تو تم کھیلتے تھے۔"

میں حیران تھا کہ اسے میری دلچسپی کیسے معلوم ہوگئی۔ میں ریس سے ایک سال ہوا' توبہ کر چکا تھا۔ ریس نے مجھے کہیں کا نہ رکھا تھا میں نے کہا۔

"ہاں' مگر اب میں توبہ کر چکا ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے۔ میں تمہیں گھوڑا بتاتی رہوں گی۔ تم جیتتے رہنا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے بہت تیزی سے پوچھا۔

''مطلب یہ کہ مجھے سب معلوم رہتا ہے۔'' اس نے اعتماد سے جواب دیا۔

''کیا سچ!'' میں نے اضطراب سے پوچھا۔

''انکا کا تمہارے ساتھ رہنے سے پھر کیا فائدہ۔'' اس نے ناز سے کہا۔

یہ طلسماتی باتیں مجھے ایسی لگ رہی تھیں جیسے میں کسی سینما ہال میں بیٹھا الہ دین اور جادو کی انگوٹھی سے متعلق کوئی فلم دیکھ رہا ہوں لیکن جب میں نے انکا کی بات کی تصدیق کی خاطر ریس میں دوبارہ دلچسپی لی تو وارے کے نیارے ہو گئے۔ میری جیبیں بڑے بڑے نوٹوں سے بھر گئیں۔ مجھے یاد ہے ریس جیت کر جب میں آیا تو نوٹوں سے میری جیبیں بھری ہوئی تھیں۔ میں حیرت زدہ تھا۔

''تمہیں حیرت کیوں ہو رہی ہے جمیل صاحب؟'' انکا کی سرگوشی ابھری۔ ''میرے لئے کوئی چیز ناممکن نہیں ہے۔ تم مجھ سے جو خواہش کرو گے وہ پوری ہو جائے گی لیکن اس کے لئے ایک شرط ہے۔''

''کیا؟'' میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔ اس خیال سے کہ اب میں انکا کی وجہ سے بہت بڑا آدمی بن جاؤں گا' میری جھلاہٹ اور بوکھلاہٹ یکسر ختم ہو گئی اور لہجے کی تلخی بھی جاتی رہی۔

''جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں' تمہیں میرے ساتھ دوستی نبھانے کا وعدہ کرنا ہو گا۔''

''منظور ہے۔'' میں نے بلا سوچے سمجھے کہہ دیا۔

''تم ایک اچھے دوست کی حیثیت سے جو کچھ بھی مجھ سے کہو گے میں اسے ضرور پورا کروں گی لیکن اس کے عوض تمہیں بھی میرا ایک کام کرنا ہو گا۔ وہ کام میں خود نہیں کر سکتی۔''

''وہ کام کیا ہے؟'' میں نے تیزی سے پوچھا۔

''فی الحال تم وعدہ کر لو۔ جب وقت آئے گا تو میں تمہیں وہ کام بھی بتا دوں گی۔''

''میں وعدہ کرتا ہوں۔''

''اچھی طرح سوچ سمجھ لو۔'' انکا کی لہراتی ہوئی آواز ابھری۔ ''اگر تم نے بعد میں وعدہ خلافی کی تو پھر ہماری دوستی دشمنی میں بدل جائے گی۔ یہ بھی ممکن ہے کہ میں تمہیں کوئی نقصان پہنچا دوں۔''

''اس کی نوبت نہیں آئے گی۔'' میں نے کرنسی نوٹوں کو جیبوں میں دوبارہ گنتے ہوئے کہا۔ ''میں وعدہ کرتا ہوں کہ جس کام کو بھی تم مجھ سے کہو گی' وہ میں ضرور پورا کروں گا۔''

انکا کے التفات خاص کے بعد میرے ذہن پر چھائی ہوئی بوکھلاہٹ رفتہ رفتہ چھٹ گئی۔ مجھے اس کی یقین دہانی پر پہلے ہی اعتبار آ گیا تھا کہ افسر کا سر پھٹ جانے والے حادثے نے طول نہیں پکڑا اور بالفرض محال اگر ایسا ہوا بھی تو میں محفوظ رہوں گا۔ دوسرے اس اعتماد کی وجہ وہ کرنسی نوٹ بھی تھے جو اس وقت میری جیب میں پڑے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ جب انکا کی پُراسرار قوت مجھے ایک اشارے میں اتنی ساری دولت کا مالک بنا سکتی ہے تو افسر کی زبان بھی بند کر سکتی ہے۔

غرض کہ میں نے اپنی عافیت اسی میں سمجھی کہ انکا سے چھٹکارا حاصل کرنے کے بجائے اسے دوست بنا لیا جائے۔ میں بڑے سکون سے تھا۔ میرے گھر کی چیزوں میں اضافہ ہو گیا تھا اور اب مجھے زندگی کچھ زیادہ ہی دلچسپ محسوس ہونے لگی تھی۔ میرا معمول تھا کہ بڑے اطمینان سے بستر پر لیٹ کر انکا سے گفتگو کرتا۔ انکا نے مجھے بتایا تھا اس کی آواز میرے سوا کوئی اور نہیں سن سکتا لیکن جہاں تک اسے دیکھنے کا تعلق تھا تو یہ بات میرے دائرہ اختیار سے بھی باہر تھی۔ میں صرف اس کی حرکتوں کو محسوس کر سکتا تھا۔ دوران گفتگو میں نے کئی بار کوشش کی کہ وہ مجھے اپنی شخصیت اور اپنے وجود کے راز کے بارے میں بھی کچھ بتا دے لیکن مجھے اپنے ارادے میں کامیابی نہ ہوئی۔ ایک دو بار میں نے یہ بھی دریافت کرنا چاہا کہ آخر وہ کام کیا تھا جس کے لیے وہ میری محتاج تھی لیکن اس نے ہر بار مجھے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ جب وہ وقت آئے گا تو مجھے سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ میں نے بھی اس ڈر سے زیادہ اصرار مناسب نہ سمجھا کہ وہ کہیں مجھ سے ناراض نہ ہو جائے۔

جب ہم رات گئے تک باتیں کرتے اور نیند آنے لگتی تو مجھے محسوس ہوتا کہ وہ میرے سر پر آرام کرنے کی غرض سے ہاتھ پاؤں پھیلا کر لیٹ چکی ہے۔ اس کے تھوڑی دیر بعد انکا کے خراٹوں کی مدھم مدھم آواز سنائی دیتی۔ وہ دلکش باتیں کرتی تھی۔ اس کے سونے کا انداز بھی خوب تھا۔ مجھے اب اس کی ہر بات بڑی دلکش محسوس ہوتی۔ میں اس کے جسم کا گداز اپنے سر پر محسوس کرتا۔

کوئی بیس دن بڑے آرام و سکون سے گزر گئے۔ اس مختصر عرصے کے باوجود میرے اور انکا کے درمیان اچھے خاصے دوستانہ مراسم استوار ہو چکے تھے گو کہ میں اسے دیکھ نہ سکتا تھا پھر بھی میں نے اپنے احساسات کے سہارے اپنے ذہن کے کینوس پر انکا کی ایک خوب صورت تصویر بنا لی تھی۔ نازک سی اور سبک سی ایک خوب صورت لڑکی جس کے چہرے پر بلا کا حسن تھا۔ اس کے پتلے پتلے اور نازک نازک سے تراشیدہ ہونٹ ہر وقت مسکراتے رہنے کے عادی تھے۔ اس کی آنکھوں میں مجھے ہر وقت تر و تازہ کنول تیرتے نظر آتے اور اس کا گفتگو کرنے کا انداز۔ میں ہمیشہ یہ محسوس کرتا جیسے گفتگو کرتے وقت وہ بے حد شرمیلی شرمیلی اور معصوم سی نظر آتی ہے۔

غرض کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے بے حد بے تکلف ہو چکے تھے۔ اپنے فلیٹ میں لیٹا گھنٹوں اس کے ساتھ ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہتا۔ باہر ہوتا تو بھی وہ مجھ سے ہمکلام ہوتی۔ میں دبی دبی زبان میں لوگوں سے نظریں بچا کر اس کا جواب دے دیا کرتا۔

انکا نے مجھ سے جو کچھ وعدہ کیا تھا وہ اس پر بدستور کاربند تھی۔ میری ہر خواہش یکے بعد دیگرے پوری ہو رہی تھی۔ جو کام میں انکا سے کہتا وہ مجھے اس کے حصول کا راستہ بتا دیتی۔ میرے فلیٹ کا حلیہ اب یکسر تبدیل ہو چکا تھا۔ ٹوٹی ہوئی کرسیوں کی جگہ اب ایک خوب صورت صوفہ سیٹ موجود تھا۔ جھلنگے پلنگ

کی جگہ مسہری نے لے لی تھی۔ معمولی کپڑوں کی بجائے اب میرے پاس پہننے کے لیے بہترین سوٹ بھی موجود تھے۔ اب میں نے سامنے والے ہوٹل پر بیٹھ کر ناشتہ کرنا چھوڑ دیا تھا بلکہ شہر کے ایک اونچے ہوٹل جایا کرتا تھا جہاں ملازم اور بیرے ہاتھ باندھے میرے آگے پیچھے کھڑے رہتے تھے اور میں وقار کے ساتھ چھری کانٹے سے کھانے میں مصروف رہتا۔ اب مجھے بل کی ادائیگی کے وقت پیسوں کا حساب کرنے کی مطلق کوئی ضرورت نہیں تھی بلکہ اب میں بل کے ساتھ پانچ دس روپے ٹپ بھی دے دیا کرتا تھا۔ دوپہر کے کھانے کے بعد کچھ دیر آرام کرنا اور رات کے کھانے کے بعد کچھ دیر ٹہلنا میرا معمول بن چکا تھا۔ شام کے وقت میں اب بڑی پابندی کے سے سول لائنز کے علاقے میں جانے لگا جہاں صرف بڑے لوگ آجا سکتے تھے۔ عام لوگ اور درمیانے طبقے کے افراد وہاں کے رکھ رکھاؤ اور وہاں گھومنے پھرنے والوں کی شخصیت دیکھ کر ہی احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ میرے ساتھ اب ایسی کوئی دشواری نہیں تھی کیونکہ میں اب مسلسل جیت رہا تھا۔

انکا نے ان تین دنوں میں میرے ساتھ جو کچھ کیا تھا، تمام زندگی بھی ہاتھ پاؤں مارتا رہتا تو پورا نہ ہو سکتا تھا۔ میں بھی اس کا بے حد خیال رکھتا تھا۔ اگر میں محسوس کرتا کہ وہ سو رہی ہے یا آرام کرنے کے لیے لیٹی ہوئی ہے تو میں اسے مخاطب کرنے کی بجائے زیادہ تر خاموش ہی رہتا۔ غرضیکہ ہم دونوں کے درمیان گاڑھی چھن رہی تھی۔ مجھے اگر کوئی فکر لاحق تھی تو بس اتنی تھی کہ انکا نے ابھی تک مجھ سے کوئی کام نہیں لیا تھا جبکہ میں چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے کوئی کام لے اور میں اسے پورا کر کے اس کے احسانوں کے بوجھ کو کچھ ہلکا کر سکوں۔

آج بھی روزمرہ کے معمول کے مطابق جب میں ایک قیمتی سوٹ زیب تن کیے ہوئے سول لائنز والے پارک میں چہل قدمی کر رہا تھا تو میرا ذہن اسی سلسلے میں الجھ رہا تھا کہ آخر اب تک انکا نے مجھ سے کوئی خدمت کیوں نہیں لی۔ پھر میں نے سوچا ممکن ہے اس نے اس محض معاہدے کی غرض سے یوں ہی ایک شرط لگا دی ہو ورنہ اسے بھلا میری کیا ضرورت پیش آسکتی تھی۔

میں اس بات کو اچھی طرح محسوس کر چکا تھا کہ حقیقتاً انکا پُراسرار قوتوں کی مالک ہے اور دنیا کا کوئی کام اس کے لیے مشکل یا ناممکن نہیں ہے لیکن میرا خیال غلط ثابت ہوا۔ انکا دراصل میری محتاج تھی لیکن کس سلسلے میں، یہ میں بعد میں بتاؤں گا۔ بہرحال میں انکا کے ساتھ معاہدہ کر لینے کے بعد کس طرح گلے گلے تک مصیبتوں کی دلدل میں دھنس چکا تھا اس کا احساس مجھے بعد میں ہوا تھا۔ اگر کہیں شروع میں مجھے اس بات کی ہوا بھی لگ جاتی کہ انکا اپنی نوازشات کا بدلہ مجھ سے کس صورت میں چاہے گی تو میں مرتے مرجاتا لیکن انکا کے ساتھ کوئی معاہدہ کبھی نہیں کرتا۔

اب میں اصل واقعہ کی طرف آتا ہوں، جب سے انکا سے میری ملاقات ہوئی اور میرے برے دن

پھرے تھے۔ میں بڑی پابندی سے شام کے وقت چہل قدمی کے لیے پارک آیا کرتا تھا۔ یہیں میری نظریں ایک لڑکی سے چار ہوئی تھیں اور میرے دل میں بڑی شدت سے یہ خواہش بیدار ہوئی تھی کہ اسے شریک حیات کے طور پر ہمیشہ کے لیے اپنا لوں۔ کلرکی کے زمانے میں اس لڑکی کا خیال کر کے میں دل مسوس کر رہ جاتا لیکن اب میرا خیال تھا کہ لڑکی بھی مجھ میں دلچسپی لے رہی تھی جس کا اندازہ مجھے اس کی مسکراتی نظروں سے ہو گیا تھا۔ گو کہ آج تک میری اور اس کی کبھی کوئی گفتگو نہیں ہوئی تھی لیکن جتنی دیر میں پارک میں موجود رہتا وہ بھی وہیں رہتی۔ ہم ایک دوسرے کو دیکھتے اور پھر جلدی سے نظریں جھکا لیتے۔ ابھی تک نہ تو اس نے میرے قریب آکر کوئی بات کرنے کی کوشش کی تھی نہ ہی میری ہمت پڑی تھی کہ اپنی طرف سے پہل کر سکوں۔ بہرحال ہم جتنی دیر پارک میں رہتے، ایک دوسرے کے آمنے سامنے رہتے اور دلوں کا مدعا نظروں کی زبانی ایک دوسرے سے بیان کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے۔ میں نے اس لڑکی کے بارے میں اب تک اتنی معلومات حاصل کر لی تھیں کہ اس کا نام نرگس اصفہانی ہے۔ اس کا باپ ایک مقامی تاجر تھا جس کا شمار امیر کبیر افراد میں کیا جاتا تھا۔ سول لائنز کے علاقے میں وہ ایک عالی شان بنگلے میں رہتی تھی۔ اگر انکا سے میری ملاقات نہ ہوتی تو غالباً میں نرگس کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا لیکن موجودہ صورت میں دولت کے لحاظ سے میں نرگس کے باپ سے کسی طرح بھی کم نہیں تھا۔ جتنی دولت اس نے سالہا سال کی محنت کے بعد جمع کی تھی اتنی دولت میں کسی وقت بھی انکا کے ذریعے حاصل کر سکتا تھا۔

قصہ مختصر یہ ہے کہ نرگس اصفہانی میرے دل دماغ پر چھا چکی تھی۔ آج بھی میں پارک کے ایک پُرسکون گوشے میں بیٹھا اسے کن انکھیوں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ مجھ سے آٹھ دس فٹ کے فاصلے پر دوسری بینچ پر بیٹھی تھی۔ کبھی کبھی ہم دونوں کی نظریں چار ہوتیں تو وہ جلدی سے جھجک کر اپنی نگاہیں جھکا لیتی۔ بہت دیر سے ہمارے درمیان یوں ہی آنکھ مچولی ہو رہی تھی۔ معاً میں نے ایک خوب صورت نوجوان کو نرگس کے قریب جا کر اس کے برابر بیٹھتے دیکھا۔ نووارد کے آجانے سے نرگس کچھ پریشان ہو گئی تھی لیکن میں نے یہی اندازہ لگایا کہ وہ نوجوان اس کے لیے اجنبی نہیں تھا۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو نرگس یقیناً اٹھ گئی ہوتی۔ اس کا اپنے قریب بیٹھنا کبھی گوارا نہ کرتی۔

میں اپنی جگہ بیٹھا اس نوجوان کو کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ وہ جس انداز میں مسکرا مسکرا کر نرگس سے گفتگو کرنے کی کوشش کر رہا تھا اس نے میرے سینے میں جذبۂ رقابت کو ابھار دیا تھا۔ ٹھیک اسی وقت جب میں اپنی بنچ پر بیٹھا بار بار پہلو بدل رہا تھا اور دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا میں نے محسوس کیا کہ انکا جو میرے سر پر نیم دراز تھی، یکلخت ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی اور میرے کانوں میں اس کی سریلی آواز گونجی۔

''جمیل۔ کیا تم جانتے ہو یہ نوجوان کون ہے؟''

"نہیں۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"یہ نرگس کا منگیتر ہے۔" انکا نے سرگوشی کی۔ "میں چاہتی ہوں کہ تم اس کو مار ڈالو۔"

انکا کی زبانی یہ سن کر کہ وہ نوجوان نرگس کا منگیتر ہے، میرے دل کو شدید دھچکا لگا لیکن میں چونکہ شروع سے ہی میانہ روی کا قائل ہوں اس لئے نوجوان کو مار ڈالنے کا مشورہ سن کر میرا دل دھڑکنے لگا۔

"انکا۔ کیا تم میرے لیے کچھ نہیں کر سکتیں؟" میں نے دبی زبان میں کہا۔ "میں بہت بے چین ہوں۔"

"نہیں، تمہیں اس نوجوان کو ویسے بھی میرے لیے مارنا ہوگا۔ تمہیں اپنا وعدہ تو یاد ہوگا۔"

"میں اپنے وعدے پر قائم ہوں لیکن تمہیں اس نوجوان سے کیا پُرخاش ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں......... لیکن اس کے باوجود تمہیں میرے حکم پر اس کا خون کرنا ہوگا۔" انکا کا لہجہ اس بار سخت اور تحکمانہ تھا۔ "مجھے اس نوجوان کے خون کی ضرورت ہے۔"

"کیا.........؟" میں بوکھلا گیا۔

"تم انکار نہیں کر سکتے۔ انکار کا مطلب ہے کہ بدعہدی اور بدعہد میرے نزدیک بہت بڑی سزا کا مستوجب ہے۔ تم میری قوتوں کا اندازہ تو کر چکے ہو۔"

"لیکن........."

"بحث مت کرو جمیل۔" انکا نے ترش لہجے میں میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "سنو انسانی خون میری غذا ہے جس کے بغیر میرا وجود خطرے میں پڑ جائے گا۔ تم نے اگر بدعہدی کی تو خسارے میں رہو گے۔ ہر حال میں تمہیں میرے لیے یہ خطرناک کام انجام دینا ہوگا جس کا تم وعدہ کر چکے ہو۔"

قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا، میرے سر پر نکیلے پنجوں کی چبھن شدید سے شدید تر ہونے لگی۔ یہ غالباً انکا کی طرف سے ایک خاموش چیلنج تھا کہ اگر میں نے اس کی بات نہ مانی تو وہ مجھے نقصان پہنچانے سے بھی دریغ نہیں کرے گی۔

موقع کی نزاکت کو محسوس کر کے میں کانپ اٹھا۔ میرے چہرے پر پسینے کے ننھے منے قطرے نمودار ہونا شروع ہو گئے۔ میرے ذہن میں ایک ہیجان سا برپا ہو گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔

"کیوں جمیل۔ تم نے کوئی فیصلہ کیا؟"

"میں تیار ہوں۔" میں نے غیر ارادی طور پر انکا سے وعدہ کر لیا اور اس نوجوان کو گھورنے لگا جو نرگس کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔

وقت جیسے جیسے گزرتا گیا، میرے خون کی گردش بھی تیز ہوتی گئی۔

میری نظریں بدستور اس نوجوان پر جمی ہوئی تھیں جو سامنے والی بینچ پر نرگس اصفہانی کے ساتھ بیٹھا

ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا۔ حالانکہ نرگس نے اس سے کوئی التفات نہ برتا تھا لیکن جب سے انکا نے مجھے یہ بتایا تھا کہ نوجوان نرگس کا منگیتر ہے، میں کانٹوں پر لوٹ رہا تھا۔ نرگس کسی اور کی ہو جائے یہ تصور ہی میرے لیے ناقابل برداشت تھا۔ میں نے نہ جانے کتنے خوب صورت تصور اپنے دماغ میں قائم کر لیے تھے۔ کچھ دن تو ایسے بھی آئے تھے کہ میں اسی کے متعلق سوچتا رہا پھر بھلا یہ کیونکر ممکن تھا کہ اپنی خوشیوں اور ارمانوں کا خون خاموشی سے برداشت کر لیتا۔ اب تو یہ بات اور بھی ناممکن تھی کیونکہ انکا میری مدد کو تیار تھی، انکا پُراسرار قوتوں کی مالک۔

وقت جیسے جیسے گزرتا گیا' میرا جذبۂ رقابت بڑھتا گیا۔ اگر مجھے انکا سے وعدہ خلافی اور بدعہدی کا خیال نہ ہوتا تب بھی یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ وہ نوجوان میرے خوابوں کی ملکہ نرگس کو مجھ سے چھین لے جانے کے درپے ہے' میں اسے کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ میں یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اس نوجوان کو ضرور ٹھکانے لگا دوں گا۔ نرگس اصفہانی نے نوجوان کی موجودگی میں بھی دو تین بار کن انکھیوں سے میری طرف دیکھا تھا۔ وہ غالباً اپنے چہرے پر پھیلے ہوئے بیزاری کے تاثرات کے ذریعے مجھے یہ باور کرانا چاہتی تھی کہ نوجوان اس کے لئے "بن بلائے مہمان" کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ میں نے اس کی نظروں سے بھی یہی اندازہ لگایا تھا کہ وہ محض میری خاطر اب تک وہاں بیٹھی ہے ورنہ نوجوان کی موجودگی سے دل برداشتہ ہو کر کب کی اٹھ چکی ہوتی۔ میں ان باتوں کو محسوس کر لینے کے بعد اس ادھیڑ بُن میں لگا ہوا تھا کہ کس وقت مجھے موقع ملے اور میں اپنے دشمن کو ٹھکانے لگاؤں۔ میں نے اسے مارنے کے لئے مناسب وقت اور موقع کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔

شام کا دھندلکا گہرا ہونے لگا تو میں نے نرگس کو بنچ سے اٹھتے دیکھا۔ اس نے آخری بار مجھے تھکی تھکی نظروں سے دیکھا پھر واپسی کے لئے چل پڑی۔ نوجوان بھی اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ ان دونوں کے آگے بڑھتے ہی میں جھپٹ کر کھڑا ہوا اور قدم بڑھاتا ہوا ان کے پیچھے ہولیا۔ میرے دل کی دھڑکنیں ہر لحظہ تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ مجھے ایسے موقع کی تلاش تھی جب میں نوجوان کو کسی تنہا مقام پر پکڑ سکتا۔ مجھے یہ موقع جلد ہی میسر آ گیا۔ نرگس اس وقت ایسے راستے سے گزر رہی تھی جس کے دونوں طرف لیموں کی قد آدم باڑھ موجود تھی۔ ان باڑھوں کے عقب میں خوب صورت لان تھا جہاں اس وقت بھی اکا دکا جوڑے چہل قدمی میں مصروف تھے۔ اپنے دشمن کو پچھاڑ ڈالنے کے لئے میرے واسطے یہ بہترین موقع تھا چنانچہ میں نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ میرے ذہن میں بار بار ایک خیال ابھر رہا تھا کہ میں جلد از جلد نوجوان کو ٹھکانے لگا دوں۔ میرے اوپر خون سوار تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ میں اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھا۔

نوجوان اور میرے درمیان اب بمشکل دس قدم کا فاصلہ رہ گیا تھا' جب بائیں جانب نرگس کی کسی سہیلی نے اس کو آواز دی۔ میں یک لخت ٹھٹک کر رہ گیا۔ نرگس کے ساتھ میرا رقیب بھی اس آواز کو سن کر

تھا۔اس کے چہرے پر سنجیدگی طاری ہو چکی تھی۔شاید اس لئے کہ وہ نرگس سے علیحدگی نہیں چاہتا تھا لیکن نرگس کے چہرے پر خوشی کے تاثرات نمایاں ہو گئے تھے۔اس نے پلٹ کر نوجوان سے کچھ کہا اور لمبے لمبے قدم اٹھاتی اپنی سہیلی کے پاس چلی گئی۔قدرت نے میرے لئے اب مزید آسانی پیدا کر دی تھی۔ نرگس کی موجودگی میں اگر نوجوان کو قتل کیا جاتا تو عین ممکن تھا کہ وہ مجھے قاتل اور مجرم سمجھ کر مجھ سے متنفر ہو جاتی لیکن اب میرے لئے راستہ بالکل صاف تھا۔روش پر جہاں میں کھڑا تھا' میرے اور میرے رقیب کے سوا دور دور تک کوئی اور موجود نہ تھا۔

نرگس جب تک نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی' میرا رقیب اپنی پتلون کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اسے دیکھتا رہا پھر وہ جیسے ہی آگے بڑھا' میرا جی چاہا کہ میں لپک کر پشت سے اس کی گردن پر حملہ کر دوں۔مگر مجھے خیال آیا کہ یہاں اس موقع پر یہ خطرناک قدم اٹھانا کسی اعتبار سے مفید نہ ہو گا۔بہتر ہو گا کہ نوجوان کا گھر تک پیچھا کیا جائے اور مناسب موقع پر اسے قتل کر دیا جائے۔جب میرے ذہن میں یہ خیال آیا تو میں نے انکا کے پنجوں کی چبھن اپنے سر پر محسوس کی۔وہ مضطرب معلوم ہوتی تھی۔میں نے اپنی بے چارگی ظاہر کرنا چاہی تو انکا کے نکیلے پنجوں کی گرفت اور مضبوط ہو گئی چنانچہ مجھے مجبوراً اسی وقت اس نوجوان کو قتل کرنے پر خود کو آمادہ کرنا پڑا۔پھر بھی میں اسے تاریکی میں مارنا چاہتا تھا۔تاریکی ہو چلی تھی اور پیچھا کرتے کرتے ایک ایسا سنسان گوشہ مجھے ہاتھ آ ہی گیا تھا۔میں نے برق رفتاری سے اس کی گردن پر پشت سے بھرپور حملہ کر دیا۔حملہ چونکہ اس کے لئے قطعی غیر متوقع اور بھرپور تھا اس لئے وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا اور تیورا کر نیچے گر گیا۔میرے سر پر خون سوار تھا۔قبل اس کے کہ وہ کسی دفاعی کارروائی کے لئے خود کو تیار کرتا' میں نے جوتے کی نوک سے ایک زوردار ٹھوکر اس کے سر پر ماری اور اس کی چھاتی پر سوار ہو کر اس کی گردن کو پوری قوت سے دبانے لگا۔میرے ہاتھ کی گرفت بے حد مضبوط تھی اس لئے وہ چھٹکارا نہ پا سکا۔میں کچھ سوچے سمجھے بغیر اپنی انگلیوں کے حلقے کو تنگ کرتا چلا گیا۔پھر میں اس وقت چونکا جب نوجوان کی آنکھیں اپنے حلقوں سے ابل کر بھیانک حد تک باہر نکل آئیں اور اس کے جسم میں معمولی سی حرکت بھی باقی نہ رہی۔یہ سب منٹوں میں ہو گیا۔

زندگی میں یہ پہلا سنگین جرم تھا جو میرے ہاتھوں سرزد ہوا تھا۔بہرحال اس خیال سے کہ کہیں میں دھر نہ لیا جاؤں اور کوئی مجھے اس لاش کے قریب دیکھ نہ لے' میں تیزی سے نوجوان کے قریب سے ہٹا اور قریب تھا کہ بوکھلاہٹ میں بھاگ کھڑا ہوتا کہ میرے کانوں میں انکا کی پُراسرار سرگوشی ابھری۔

''ڈرو مت جمیل......تم تو بڑے دلیر اور میری توقعات سے بڑھ کر ثابت ہوئے......!''

میں اس پُراسرار وجود کو دیکھ تو نہ سکتا تھا لیکن محسوس ضرور کر رہا تھا کہ میرے اقدام قتل نے اسے روحانی خوشی بخشی ہے۔وہ اس وقت میرے سر پر کھڑی جھوم رہی تھی۔قبل اس کے کہ میں انکا کی بات کا

جواب دیتا' اس نے دوبارہ مجھے مخاطب کیا۔

''سنو جمیل' میرا وجود اسی صورت میں برقرار رہ سکتا ہے جب میں تھوڑے تھوڑے عرصے بعد انسانی خون پیتی رہوں۔اب تم فوراً بھاگ جاؤ۔ابھی اسی وقت۔''

میں مبہوت کھڑا تھا۔کیا واقعی میں کسی کو قتل کر سکتا تھا؟ یہ خیال ہی میرے ہوش و حواس گم کئے دیتا تھا۔اچانک میں نے محسوس کیا کہ جیسے کوئی ننھی منی لجلجی سی شے میرے سر پر سے رینگتی ہوئی نیچے اتر گئی ہو پھر میرے کانوں میں ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے کوئی جانور کسی شے کو اپنی زبان سے چاٹ رہا ہو۔معاً میرے ذہن میں یہ خیال ابھرا کہ انکا نوجوان کے خون سے سیراب ہو رہی ہے۔اس نے مجھ سے کہا بھی یہی تھا کہ اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے لئے اسے وقتاً فوقتاً انسانی خون کی ضرورت پیش آتی ہے۔میرا دل چاہا کہ ایک بار نظر گھما کر اس لاش کو دیکھ لوں جو جھاڑیوں کے قریب پڑی تھی لیکن میں اس کی ہمت نہ کر سکا۔لمبے لمبے ڈگ بھرتا چھپتا چھپاتا ہوا تیزی سے پارک سے باہر آیا اور ایک گزرتی ہوئی ٹیکسی کو روک کر اس میں بیٹھ گیا۔میں نے ٹیکسی والے سے کیا کہا' مجھے یاد نہیں' صرف اتنا یاد ہے کہ پسینے سے میری پیشانی عرق آلود تھی اور میں ہذیان بک رہا تھا۔

دس منٹ بعد میں نے خود کو ایک بار میں بیٹھا ہوا پایا۔میں جلدی جلدی انگریزی شراب کے بڑے بڑے گھونٹ اپنے حلق سے نیچے اتار رہا تھا۔بار میں میرے علاوہ اور بھی بہت سارے مرد اور عورتیں موجود تھے لیکن مجھے ان سے کوئی سروکار نہیں تھا۔میں تو صرف اس تصور سے چھٹکارا پانے کے لئے کہ میں نے ایک انسانی زندگی کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے' خود کو شراب میں ڈبو دینا چاہتا تھا۔

کافی شراب پی جانے کے بعد میں جھومتا ہوا اپنی میز سے اٹھا۔کاؤنٹر پر جا کر میں نے بل ادا کیا اور لڑکھڑاتا ہوا باہر آ گیا۔اب میرا ذہن اس خوف سے آزاد تھا کہ میں قاتل ہوں اور جو جرم مجھ سے سرزد ہو چکا ہے' اس کی سزا میرے لئے پھانسی کا پھندا بھی ثابت ہو سکتی ہے۔شراب پوری طرح میری اعصابی کمزوری پر غالب آ چکی تھی۔میرا سر ہلکا اور میرے اعصاب پُرسکون ہو گئے تھے۔

رات کا کھانا میں نے حسب معمول اسی ہوٹل میں کھایا جہاں کے بیرے اور دیگر ملازمین لمبی لمبی ٹپ ملنے کی وجہ سے مجھ سے اچھی طرح واقف تھے۔کھانے سے فراغت پا کر میں رات گئے تک ادھر ادھر گھومتا رہا۔شراب کا نشہ جب تک میرے اعصاب پر حاوی رہا' مجھے مطلق کوئی فکر نہ ہوئی لیکن جب نشے کی کیفیت کم ہوئی تو میں نے بڑی سنجیدگی سے انکا کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔میں نے کیا کر دیا۔قتل کر دیا میں نے۔مجھے کسی طور پر یقین نہیں آ رہا تھا۔یہ دوسرا اتفاق تھا جب انکا نے مجھے کسی کے خلاف جارحانہ کارروائی پر اکسایا تھا اور میں اس کی باتوں میں آ گیا تھا۔ظاہر ہے انکا کی بدولت میرے حالات سنورے تھے لیکن میں چونکہ طبعاً نرم دل واقع ہوا ہوں اس لئے دنگا فساد اور لڑائی جھگڑا میرے

بس کی بات نہ تھی۔ان تمام باتوں سے بچنے کی صرف یہی ایک صورت تھی کہ میں انکا سے کسی طرح
چھٹکارا حاصل کر لیتا۔

انکا کا خیال آیا تو میں نے غیر اختیاری طور پر انگلیوں سے اپنے سر کے بالوں کو کریدا۔ مجھے یاد آیا
تو ایک ایسے نادیدہ اور پُراسرار وجود کا نام ہے جسے صرف محسوس کیا جاسکتا ہے' دیکھا نہیں جاسکتا
بہرحال میں نے یہی محسوس کیا کہ وہ اس وقت میرے سر پر موجود نہیں تھی۔اس کی صرف دو وجوہ ممکن
تھیں یا تو انکا ابھی تک میرے رقیب کا خون پینے میں مصروف تھی یا پھر یہ بھی ہوسکتا تھا کہ اس نے میرے
بجائے اب کسی اور کے سر کو اپنا مسکن بنا لیا ہو۔اب انکا کی عدم موجودگی میں میرا ذہن تیزی سے پیش
آنے والے لرزہ خیز واقعات پر غور کر رہا تھا۔میں نے جگہ اور موقع محل کی پروا کئے بغیر بے وقوفوں او
پاگلوں کی طرح ایک شخص کو قتل کر دیا تھا چنانچہ جب میں اس کے بارے میں سوچتا' میرا دل ڈوبنے
لگتا۔اب کیا ہوگا' اے خدا مجھے اس عذاب سے بچا۔

گھر واپس آ کر جب میں سونے کے ارادے سے لیٹا تو نیند کوسوں دور تھی۔اس وقت انکا میرے
سر پر موجود نہیں تھی۔ میں دل ہی دل میں خدا سے معافی مانگنے لگا کہ انکا اب دوبارہ میرے سر کا رخ
کرے۔جہاں تک اقدام قتل کا تعلق تھا تو میں اس وقت اپنے ہوش میں نہیں تھا۔انکا نے میرے سوچنے
سمجھنے کی ساری قوتیں سلب کر لی تھیں۔میں نے طے کر لیا تھا کہ صبح ہوتے ہی میں چپ چاپ شہر چھوڑ
کسی اور طرف نکل جاؤں گا اور نئے سرے سے اپنی زندگی کو بنانے کی کوشش کروں گا خواہ اس کے لئے
مجھے دوبارہ کلرکی ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔اس خیال سے میرے ذہن کو تقویت پہنچی۔میں نے اٹھ کر
بجھائی اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔

رات مجھے کس وقت نیند آئی' مجھے کچھ یاد نہیں لیکن صبح جب میری آنکھ کھلی تو سب سے پہلے میں
جس بات کو محسوس کیا وہ انکا کا وجود تھا۔وہ رات ہی میں کسی وقت میرے سر پر دوبارہ آ چکی تھی اور اب
بڑے آرام سے میرے سر پر محو خواب تھی۔اس کے مدھم مدھم خراٹوں کی آواز مجھے سنائی دے رہی تھی
میں محسوس کر رہا تھا کہ اس نے اپنے نازک ہاتھوں کو تکیئے کے طور پر استعمال کر رکھا تھا اور بائیں کروٹ
لیٹی ہوئی ہے۔میں نے اپنے ذہن میں اس کی شکل وصورت کے متعلق جو تصور قائم کیا تھا اس کے مطابق
مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ شکم سیری کے بعد اس کے حسن میں خاصا اضافہ ہو گیا ہے۔ وہ اب گداز محسوس
رہی تھی۔ مجھے محسوس ہوا کہ وہ کسی بے انتہا خوب صورت عورت کے روپ میں ہے۔اس کے گالوں
سرخی کندن کے مانند دمک رہی ہے۔میں نے اس کے تراشیدہ لبوں پر بڑی آسودہ مسکراہٹ کا تصور
اپنے ذہن میں ابھرتے ہوئے پایا۔

انکا کی موجودگی کو محسوس کر کے میں بری طرح جھلا گیا لیکن یہ جھلاہٹ بے سود تھی۔میں خوب

تھا کہ میں اپنی مرضی سے اس سے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔بہرحال میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اٹھ کر جلدی
سے اپنا رخت سفر باندھوں اور قبل اس کے کہ انکا خواب خرگوش سے بیدار ہو' اسٹیشن پہنچ کر ریل میں سوار
ہو جاؤں۔ذہن میں یہ پروگرام مرتب کر کے کسی سواری کو لانے کی غرض سے میں دروازے کی طرف
بڑھا ہی تھا کہ یوں چونک کر رک گیا جیسے کسی نے میرے قدموں میں بیڑیاں ڈال دی ہوں۔میری پھٹی
پھٹی نظریں اس اخبار پر جمی ہوئی تھیں جو ہاکر معمول کے مطابق میرے فلیٹ میں پھینک گیا تھا۔چند
ثانئے تک میں اپنی جگہ ساکت و جامد کھڑا اس سرخی کو خوف زدہ نظروں سے گھورتا رہا پھر میں نے آگے
بڑھ کر دھڑکتے دل سے اخبار اٹھایا اور اس خبر کو پڑھنے لگا جس نے مجھے سرتاپا لرزہ براندام کر دیا تھا۔
جوں جوں میں خبر پڑھتا جاتا تھا' میرے چہرے کا رنگ فق ہوتا جاتا تھا۔دل کی حرکت ہر لحظہ تیز سے تیز تر
ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے بہ مشکل تمام پوری خبر کو پڑھا پھر سر پکڑ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

اخبار کی وہ خبر اسی نوجوان کے متعلق تھی جسے میں نے گزشتہ شام پارک کے سنسان گوشے میں انکا
کے اکسانے پر جان سے مار ڈالا تھا۔اخبار نے اگر صرف قتل کی کوئی سیدھی سادی کہانی سنائی ہوتی تو شاید
میں اس قدر نہ گھبراتا لیکن قتل کی اس واردات کو جو حیرت انگیز اور پُراسرار رنگ دیا گیا تھا اس نے مجھے
ذہنی خلفشار میں مبتلا کر دیا تھا۔مذکورہ اخبار نے اپنے نامہ نگار اور دیگر عینی شاہدوں کے حوالے سے لکھا تھا
کہ گزشتہ شام سول لائنز کے علاقے میں واقع تفریحی پارک سے جو لاش ملی ہے وہ شہر کے مشہور تاجر مسٹر
اصفہانی کے ہونے والے داماد مسٹر جمشید کی ثابت ہوئی۔لاش کی شناخت کرنے میں جو دشواری پیش آئی
اس کی وجہ یہ تھی کہ مقتول کے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی نہ بچا تھا جس کے باعث جلد پر بے شمار
شکنیں نمودار ہو گئی تھیں۔چہرے پر موجود جھریوں نے مقتول کے خدوخال کو اس حد تک تبدیل کر دیا تھا
کہ اس کی شناخت بمشکل اس کے جسم پر موجود لباس سے کی جاسکی۔نرگس اصفہانی کو جب اس ضمن میں
ٹٹولا گیا تو اس نے یہی کہا کہ مسٹر جمشید کچھ دیر پہلے تک اسی کے ساتھ تھے اور بالکل تندرست حالت میں
تھے۔مس اصفہانی کو جب لاش کی شناخت کے لئے بلایا گیا تو پہلی نظر میں وہ بھی مقتول کو شناخت نہ
کر سکی۔پولیس کے ماہرین ابھی تک کسی آخری نتیجے پر نہیں پہنچ سکے تھے لیکن انہوں اس بات کا خدشہ
ظاہر کیا تھا کہ مسٹر جمشید کی موت میں کسی غیر معمولی شخص کا ہاتھ ضرور شامل ہے جس نے مقتول کے جسم کا
سارا خون چوس لیا ہے۔اس خیال کا محرک وہ باریک باریک نشان تھے جو مقتول کی گردن پر ہر دو جانب
پائے گئے تھے۔آخر میں نامہ نگار نے تحریر کیا تھا کہ پولیس بڑی سرگرمی سے مسٹر جمشید کے قاتل کی تلاش
میں ہے اور عنقریب حیرت انگیز واقعات معلوم ہونے کی توقع ہے۔

میرا ذہن بری طرح چکرا رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اخبار نے جمشید کے سلسلے میں جس خون آشام کا
تذکرہ کیا ہے وہ یقیناً انکا کی ذات ہوگی جو اس وقت بھی میرے سر پر محو خواب تھی اور ہلکے ہلکے خراٹے

لے رہی تھی۔ انکا نے مجھ سے یہی کہا تھا کہ اپنے پُر اسرار وجود کو برقرار رکھنے کے لئے اسے انسانی خون کی ضرورت پیش آتی ہے لیکن یہ کیونکر ممکن تھا کہ وہ ایک ننھا سا وجود ہونے کے باوجود کسی انسان کے جسم کا سارا خون پی جاتی...... بہر حال کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی سوائے اس کے کہ خاموشی سے ان حیرت انگیز واقعات کو جوں کا توں قبول کرلیا جائے۔

میں خاصی دیر تک انکا کے بارے میں سوچتا رہا۔ آپ یقین کریں کہ اس خبر کو پڑھنے کے بعد نہ جانے کیوں اب اس بات کا مطلق خوف نہیں تھا کہ پولیس کے کارندے کسی لمحے دندناتے ہوئے میرے فلیٹ میں داخل ہوں گے اور مجھے اقدام قتل کے جرم میں ہتھکڑیاں پہنا کر اپنے ساتھ لے جائیں گے اور ایک سنگین اور بھیانک جرم کے ارتکاب کے عوض مجھے پھانسی کے پھندے پر لٹکا دیا جائے گا۔ میرا ذہن ان خیالات سے یکسر عاری تھا بلکہ اس کے برعکس میں اس وقت صرف اور صرف انکا کے پُر اسرار اور ہولناک وجود کے بارے میں سوچ رہا تھا جو میرے لئے پھانسی کے پھندے سے زیادہ خوفناک بنی ہوئی تھی۔ میں انکا سے یہ عہد کر چکا تھا کہ وہ مجھ سے اپنی نوازشوں کے بدلے میں جو کچھ کہے گی میں اس پر بلا کسی چون و چرا کے عمل کروں گا۔ اس عہد کا پہلا ہی حادثہ میرے لئے اس قدر دہشت ناک تھا کہ میں آئندہ کے بارے میں سوچ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا۔ اگر حقیقتاً انسانی خون انکا کی غذا تھی تو مجھے اس کے لئے قتل و غارت گری کا یہ سلسلہ جاری رکھنا پڑے گا۔ انکار کی صورت میں کیا عجب تھا کہ انکا جو اخباری اطلاع کے مطابق خون آشام بھی ثابت ہو چکی تھی' اپنے وجود کو برقرار رکھنے کی خاطر میرے ہی وجود کو ختم کر دیتی۔

ابھی میں ان ہی خیالات میں الجھا ہوا تھا کہ دروازے پر ہلکی سی دستک سن کر یوں اچھل پڑا جیسے بے خیالی میں میرا پاؤں کسی زہریلے ناگ کے پھن پر پڑ گیا ہو۔ میرے تنفس کی رفتار حیرت انگیز طور پر تیز ہوگئی۔ میری پھٹی پھٹی اور خوفزدہ نظریں دروازے پر جم کر رہ گئیں۔

''باہر کون ہو سکتا ہے؟'' میرے دل کی دھڑکنوں سے ایک سوال ابھرا۔

آنے والے حالات کے تصور ہی نے میرے اعصاب کو جھنجوڑ کر شل کر دیا تھا اور انکا...... وہ ابھی تک کسی معصوم اور شیر خوار بچی کی طرح جسے پیٹ بھر دودھ مل گیا ہو' محو خواب تھی۔ غصے کی کیفیت میں مجھے یہی سوجھی کہ میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنے سر کے بالوں کو نوچنا شروع کر دیا لیکن یہ حرکت بھی سود مند ثابت نہ ہوئی۔ انکا پر مطلق کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ بدستور اپنے حلق سے مدھم مدھم خراٹوں کی آواز نشر کر رہی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میرا اگلا قدم کیا ہونا چاہئے۔ فلیٹ سے باہر جانے کا ایک ہی دروازہ تھا جس پر کوئی موجود تھا۔ اگر باہر جانے کا کوئی دوسرا راستہ ہوتا تو میں یقیناً فرار کے بارے میں سوچتا مگر اب بچاؤ کی کوئی صورت نہ تھی۔

دروازے پر دوسری بار دستک ہوئی تو میں نے خود کو سنبھالا۔ جی کڑا کر کے آگے بڑھا اور چٹخنی کھول دی۔ مجھے یقین تھا کہ فلیٹ کے باہر پولیس والے ہتھکڑیاں لئے موجود ہوں گے لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ دروازہ کھلتے ہی ایک برقع پوش خاتون جھپٹ کر اندر داخل ہوئی اور کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔

''جمیل صاحب دروازہ بند کر دیجئے۔''

آنے والی خاتون کا چہرہ چونکہ نقاب میں تھا اس لئے میں اسے شناخت نہ کر سکا۔ کچھ سوچ کر میں نے دروازے کی چٹخنی لگا دی اور پلٹا تو کیا دیکھتا ہوں کہ نرگس اصفہانی کا چہرہ سیاہ برقع سے یوں جھانک رہا تھا جیسے چودھویں کا چاند سیاہ گھٹاؤں سے باہر نکلنے کی کوشش کر رہا ہو۔ نرگس کو اپنے فلیٹ میں دیکھ کر مجھے خوشی بھی ہوئی تھی اور گھبراہٹ بھی۔ میں ابھی تک یہ نہ سمجھ سکا کہ وہ میرے پاس کس مقصد سے آئی ہے اور اسے میری رہائش کا پتا کیونکر ہوا۔

نرگس سے میری باقاعدہ بات چیت آج تک نہیں ہوئی تھی۔ صرف نظروں سے سلام و پیام کا سلسلہ جاری تھا۔ ہاں مجھے یہ یقین تھا کہ میں نے اپنے دل کی دھڑکنوں کی ترسیل نظروں ہی نظروں میں اس پر کر دی ہے اور خود میں نے اس کے مثبت ردعمل کے متعلق بھی محسوس کیا تھا لیکن نرگس نے اتنا کچھ محسوس کرلیا ہے' یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ میری کیفیت اس وقت عجیب تھی۔ وہ نرگس میرے سامنے تھی جس کے لئے میں اپنی زندگی قربان کر سکتا تھا اور جو میرے لئے شجر ممنوعہ کی حیثیت رکھتی تھی مگر وہ کیسے آ گئی۔ میں ان سوالات پر غور کر ہی رہا تھا کہ نرگس نے چہرے سے نقاب ہٹایا اور اپنی تجسس بھری نظریں میرے چہرے پر جماتے ہوئے بولی۔

''جمیل صاحب...... خدا کے لئے آپ اس شہر کو چھوڑ کر جتنی جلدی ممکن ہو سکے' کسی دوسری جگہ چلے جائیے۔''

''ک...... کیوں؟'' میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

''پولیس......'' نرگس تھوک نگلتے ہوئے بولی۔ ''اگر پولیس کو پتا چل گیا کہ کل آپ بھی پارک میں موجود تھے تو......''

''ل...... لیکن...... مم...... میں نے......''

''میں جانتی ہوں کہ جمشید پُر اسرار حالات کا شکار ہوا ہے لیکن پولیس مفت میں آپ کو ضرور الجھانے کی کوشش کرے گی۔ آپ کچھ دنوں کے لئے ہٹ جائیں یہاں سے۔ یقین کیجئے حالات سازگار ہوتے ہی میں آپ کو مطلع کر دوں گی۔ میں انتہائی نازک حالات میں آپ کے پاس آئی ہوں۔ لہٰذا اس وقت ہمیں رسمی تکلفات کی بجائے کھل کر بات کرنی چاہئے۔ مجھے آپ کے متعلق سب کچھ معلوم ہے۔ میں

نے سب کچھ محسوس کیا ہے اور انہی احساسات کی وجہ سے میں اتنا خطرہ مول لے کر آپ کے پاس آئی ہوں۔'' نرگس نے بڑی اپنائیت سے کہا۔

''نرگس......'' میں اس کی اچانک آمد سے حواس باختہ ہو گیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کی آمد پر کیا جملے ادا کروں۔ اس وقت میرا ذہن متضاد کیفیات کا حامل تھا۔ میں نے فلمی ہیرو کے انداز میں کہا۔ ''اگر پھانسی کا پھندا میرا مقدر بن چکا ہے تو پھر اس شہر سے دور چلے جانے سے بھی کچھ نہ ہوگا۔''

''جمیل صاحب......'' نرگس نے جذباتی لہجے میں جواب دیا۔ ''آپ مجھے دور کا کوئی فرد نہ سمجھئے۔ یقین کیجئے جب تک میں زندہ ہوں' آپ پر کوئی آنچ نہیں آ سکتی۔ آپ اندازہ کیجئے کہ میں اس وقت کن مشکلات سے آپ تک پہنچی ہوں گی۔''

''سچ......'' میں خوشی سے بولا میں بہت کچھ کہنا چاہتا تھا مگر کچھ کہتے نہیں بن رہا تھا۔

''وقت ضائع مت کیجئے جمیل صاحب...... آپ کو پہلی گاڑی سے کہیں اور چلا جانا چاہئے۔''

''ایک شرط پر......'' میں نے کہا۔ ''آپ بھی میرے ساتھ چلیں۔'' مجھے اعتراف ہے میرا یہ سوال غیر متوقع تھا۔ مگر نرگس کے اس بے پناہ جذبے کو دیکھ کر میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

نرگس میرا سوال سن کر خاموش ہو گئی۔ لوہے کو تپتا دیکھ کر میں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور کسی سچے اور دیوانے عاشق کی طرح نرگس کو یہ باور کرانے کی کوشش کرنے لگا کہ اس کے بغیر میری زندگی بیکار ہے اور یہ کہ اگر وہ میرے ساتھ چلنے پر آمادہ نہ ہوئی تو میں بھی شہر نہیں چھوڑوں گا' خواہ حالات میرے حق میں کتنے ہی خطرناک کیوں نہ ثابت ہوں۔ میں نے اسے ان راتوں کا حوالہ دیا جو میں نے اس کی یاد میں گزاری تھیں۔ میں نے اپنے اشتیاق و اضطراب کا کھل کر اظہار کیا اور میرے اس اظہار پُر شوق اور بروقت جسارت کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ نرگس کچھ دیر تک خاموش کھڑی میرے چہرے کو خالی خالی نظروں سے تکتی رہی پھر اس نے میری طرح تکلفات سے کام نہ لیا۔ اس نے وعدہ کیا کہ جیسے ہی حالات سازگار ہوں گے وہ مجھ سے آ ملے گی اور پھر ہم دونوں ہمیشہ کے لئے ایک ہو جائیں گے۔ باتوں باتوں میں' میں نے نرگس سے یہ بھی دریافت کر لیا کہ کہیں وہ...... جمشید کے سلسلے میں مجھ پر تو شبہ نہیں کر رہی ہے۔ جواب میں جب اس نے مجھے قسم کھا کر یقین دلایا کہ اسے میری بے گناہی کا یقین ہے اور قاتل کوئی دوسری ہی شیطانی قوت ہے تو میرا دل ہلکا ہو گیا۔ میں سچ مچ یہ محسوس کرنے لگا جیسے جمشید کو میں نے نہیں بلکہ کسی اور نے مارا ہے۔

نرگس کچھ دیر تک بیٹھی مجھے حالات کی اونچ نیچ سے آگاہ کرتی رہی۔ وہ بہت جلد میرے قریب آ گئی تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ہم برسوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں۔ چلتے چلتے اس نے مجھے اپنی محبت کا یقین دلایا اور مجھے دلاسہ دیتے ہوئے واپس چلی گئی۔ حالات نے جو نیا رخ اختیار کیا تھا وہ سو

فیصد میرے حق میں تھا۔ نرگس کی باتوں سے مجھے یقین آ گیا تھا کہ وہ مجھ سے بہت متاثر ہے اور میری خاطر اپنا سب کچھ چھوڑ دے گی۔ چنانچہ اس کے جاتے ہی میں بھی لپکتا ہوا نیچے اترا۔ ایک ٹیکسی لی پھر جلدی جلدی اپنا سامان ٹیکسی پر لادا کر اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گیا۔

اسٹیشن پہنچ کر میں نے گاڑیوں کے بارے میں دریافت کیا پھر بمبئی کا ایک سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ خریدا اور پہلی گاڑی پکڑ کر اپنی نئی منزل کی طرف چل پڑا۔ اس تمام عرصے میں انکا کے خراٹے برابر میری قوت سماعت سے ٹکراتے رہے۔ وہ بدستور میرے سر پر لیٹی خواب خرگوش میں محو تھی۔ مجھے خوشی تھی کہ وہ سو رہی ہے ورنہ جاگنے کی صورت میں ممکن تھا کہ وہ مجھے باہر جانے سے منع کر دیتی جیسا کہ ایک بار پہلے ہو چکا تھا۔

دو تین اسٹیشن گزر جانے کے بعد میں نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا جیسے اب میں تمام خطرات اور پولیس کی دسترس سے باہر نکل آیا ہوں۔ سیٹ پر بستر لگا کر میں نے اپنا سوٹ تبدیل کیا اور ہلکے پھلکے کپڑے پہن کر اپنی نشست پر نیم دراز ہو کر ایک فلمی رسالے کی ورق گردانی کرنے لگا جو میں نے روانگی کے وقت اسٹیشن سے خریدا تھا۔

رسالے کے مطالعے میں مجھے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ میں نے انکا کو اپنے سر پر کسماتے ہوئے محسوس کیا' وہ بیدار ہو رہی تھی۔ ایک دو بار اس نے کروٹ بدلی پھر چت لیٹ کر دو چار لمبی جماہیاں لیں اور اس کے بعد ایک طویل انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھی۔ میں اس کی ایک ایک حرکت کو محسوس کر رہا تھا۔ وہ جلدی جلدی اپنی پلکیں جھپکا رہی تھی اور کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ پھر میں نے محسوس کیا کہ اس کے پتلے پتلے تراشیدہ ہونٹوں پر شرارت بھری مسکراہٹ ابھری ہو۔ دوسرے ہی لمحے وہ آہستہ آہستہ رینگتی ہوئی میرے کان کے قریب آ گئی اور راز دارانہ انداز میں بولی۔ ''کہئے جمیل صاحب...... مزاج کیسے ہیں۔ کہاں جا رہے ہیں؟''

''جہنم میں......'' میں نے ڈبے کے واحد مسافر کو کن انکھیوں سے گھورتے ہوئے دبی آواز میں جھلا کر کہا۔

''اس قدر اشتعال کی کیا بات ہے؟''

''احمق جو ہوں......'' میں تلملا کر بولا۔ ''مجھے تو اظہار محبت کے طور پر رقص کرنا چاہئے کہ تم نے میرے لئے پھانسی کا پھندا فراہم کر دیا ہے۔''

''ارے......'' انکا نے مسکرا کر بڑی بے پروائی سے کہا۔ ''تم اس واقعے سے برہم اور خوفزدہ ہو۔''

مجھے انکا کی بے پروائی اور اس کی یہ ادا اس وقت بے حد زہر لگی۔ اس خیال سے کہ ممکن ہے وہ حالات سے بے خبر ہو میں نے دبی دبی آواز میں اسے اخبار میں شائع ہونے والی خبر سنا ڈالی۔ پوری کہانی

سن لینے کے بعد انکا نے مجھے شوخ لہجے میں کس قدر ٹھنک کر مخاطب کیا۔

''جمیل صاحب..... آپ میرا احسان ماننے کی بجائے مجھ پر خفا کیوں ہو رہے ہیں..... آپ بڑے احسان فراموش ہیں۔''

''جی.....''میں نے خون کا گھونٹ حلق سے اتارتے ہوئے کہا۔''احسان! آپ نے یہ احسان کیا کم کیا ہے کہ مجھ سے ایک بے گناہ کا قتل کرا دیا۔''

''نرگس اصفہانی۔''انکا نے معنی خیز لہجے میں جواب دیا۔''تم بھول رہے ہو..... تمہیں پُراسرار قوتوں پر یقین نہیں۔ کیا یہ میرے ہی پیدا کردہ حالات کا کرشمہ نہیں کہ نرگس خود تم سے آکر ملی۔ اس نے تمہیں اپنی محبت کا یقین دلایا اور اب تمہاری خاطر اپنا سب کچھ چھوڑ دینے پر بھی آمادہ ہوگئی ہے۔ جمشید کا کانٹا بھی میری وجہ سے درمیان سے نکل گیا۔''

میں نے انکا کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے حیرت ہو رہی تھی کہ اسے نرگس کی آمد اور ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کا کیسے علم ہو گیا جبکہ وہ خراٹے لے کر سو رہی تھی۔

''جمیل..... تم بمبئی چل رہے ہو نا۔''

''ہاں.....''میں نے اپنے خیالات سے چونکتے ہوئے کہا۔

''بمبئی واقعی حسین جگہ ہے۔''انکا خوشی سے اچھلتے ہوئے بولی۔''وہاں ہم دونوں کی آسائش کے بہتر مواقع موجود ہیں۔ اب تمہیں بڑا آدمی بنانا پڑے گا۔ سیٹھ جمیل۔''

☆==========☆==========☆

بمبئی آئے مجھے دس روز ہو چکے تھے۔ کسی نئے شہر میں کسی نو وارد کو جو دشواریاں پیش آتی ہیں' ان کا خیال مجھے بھی لاحق تھا۔ روانگی کے وقت میرے پاس کل دو ہزار اور کچھ روپے تھے۔ چنانچہ بمبئی کے اسٹیشن سے اتر کر میں نے ٹیکسی پکڑی اور سیدھا تاج ہوٹل پہنچا جو شہر کا سب سے بڑا ہوٹل تصور کیا جاتا ہے۔ تین روز تک میں نے تاج میں قیام کیا۔ چوتھے روز انکا کے مشورے پر پونا گیا جو ہندوستان میں ریس کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ میرے پاس اس وقت بمشکل سات آٹھ سو روپے تھے۔ ظاہری رکھ رکھاؤ اور ٹھاٹ باٹ کی خاطر میں نے تین روز کے اندر بارہ تیرہ سو روپے پانی کی طرح بہا دیے تھے۔ مجھے قوی امید تھی کہ جب تک انکا کا وجود میرے سر پر موجود ہے' مجھے کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ چنانچہ پونا پہنچ کر میں نے ریس کے اندر ایک دن میں ہزاروں بنا لئے۔ انکا کے بتائے ہوئے گھوڑوں نے مجھے ایک ہی دن میں مال دار بنا دیا۔ ریس ختم ہوئی تو میں واپس بمبئی آ گیا۔ وہ رات میں نے تاج میں ہی گزاری۔ دوسرے دن انکا نے مجھے مشورہ دیا کہ اب مجھے اپنے لئے کسی خوب صورت بنگلے کا بندوبست کر لینا چاہئے۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ انکا کا یہ مشورہ میری خواہشات کے عین مطابق تھا۔ میں

نے دو چار دلالوں سے رابطہ کیا اور اسی روز باندرہ کے علاقے میں ایک خوب صورت بنگلے کا سودا کر کے اس کے دام چکا دیے اور اگلے دن نئے بنگلے میں منتقل ہو گیا۔

ایک مہینے کے اندر اندر میرے پاس انکا کے دیے ہوئے مشوروں سے اتنی دولت آگئی کہ میں نے اپنے لئے ایک چھوٹی سی کار بھی خرید لی۔ خدمت کے لئے دو ملازم بھی رکھ لئے اور بنگلے کو اچھے ساز و سامان سے بھی آراستہ کر ڈالا۔ اب میں یقیناً جمیل احمد خان سے آسودہ حال سیٹھ جمیل بن چکا تھا۔ ریس کے علاوہ میں نے سٹہ کھیلنا بھی شروع کر دیا۔ بڑے بڑے ہوٹلوں میں جا کر جوا کھیلنا تو میرا محبوب مشغلہ بن گیا۔ غرض یہ کہ میں جس کام میں بھی ہاتھ ڈالتا تھا' قسمت کے وارے نیارے ہو جاتے تھے۔ کچھ دن کے اندر اندر میرا بینک بیلنس ایک لاکھ تک جا پہنچا لیکن یہ ساری رقم میں نے بینک میں نہیں رکھی۔ انکا کے مشورے پر میں نے متعدد بینکوں میں اکاؤنٹ کھول لیے تھے۔ جتنے روپے میری جیب میں آتے جاتے تھے میری ہوس بڑھتی جا رہی تھی۔ میں بہت جلد امیر و کبیر آدمی بنتا چاہتا تھا چنانچہ میں نے اب انکا کی خوشامد کچھ زیادہ کر دی تھی۔ عجیب بات تھی کہ جس قدر میری خوشامد بڑھتی' انکا کی شوخی اور بے اعتنائیوں کا سلسلہ بڑھتا۔ وہ مجھے ریس کے گھوڑوں کا بتانے میں پھر بخل کرنے لگی۔ اب تک میں نے جو رقم حاصل کی تھی' اس سے میرے دن بدل گئے تھے۔ میں اپنے تمام چھپے ہوئے شوق پورے کر رہا تھا۔ روپے کی بے تحاشا آمد سے میری حالت دیوانوں کی سی ہوگئی تھی۔ مجھے اب ہر دن نیا دن اور ہر رات نئی رات معلوم ہوتی۔ میں نت نئی چیزیں خریدتا اور انوکھے شوق پورے کرتا۔ مجھ میں خود نمائی بھی بے حد آگئی تھی۔ میری ہر رات عیش و نشاط کے ماحول میں بسر ہوتی۔ حسین لڑکیاں میرے قریب آنے لگیں اور میری راتوں نے مجھے زندگی کے ایک نئے تصور سے آشنا کیا۔ اب میں تھا اور سرمستیاں تھیں' میں تھا اور لذتیں تھیں۔

کچھ دنوں کے بعد انکا کے مشورے پر میں نے اپنا امپورٹ اور ایکسپورٹ کا ذاتی دفتر بھی قائم کر لیا تھا جہاں میرے دس بارہ ملازم ہر وقت چاق و چوبند رہتے۔ کاروبار کی آڑ میں نے محض اس لئے لی تھی کہ کسی کو مجھ پر شبہ نہ ہو سکے ورنہ ذاتی طور پر مجھے اس کاروبار سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس کا سارا کام ایک ایماندار منیجر کرتا تھا۔ مجھے اپنے دوسرے مشاغل سے اتنی فرصت کہاں تھی کہ میں دفتر جا کر فائلوں میں اپنا سر کھپاتا۔

نئے ہنگاموں میں الجھ کر میں یہ بھی بھول گیا تھا کہ میں ایک قتل بھی کر چکا ہوں۔ اگر مجھے اب کسی کی فکر تھی تو وہ نرگس اصفہانی کی ذات تھی۔ بمبئی پہنچ کر میں نے اسے اپنے پتے سے آگاہ کر دیا تھا۔ میرے آنے کے دس روز بعد مجھے نرگس کی طرف سے دو خطوط مل چکے تھے۔ ان دونوں خطوط میں اس نے اپنا دل نکال کر رکھ دیا تھا اور مجھے یقین دلایا تھا کہ کچھ دنوں میں وہ میرے پاس بمبئی آ جائے گی۔ ایک بار میں نے فون پر نرگس سے گفتگو بھی کی۔ وہ میرے کاروبار کی ترقی کا سن کر بہت زیادہ مسرور ہوئی۔ جمشید

کے سلسلے میں اس نے یہی بتایا تھا کہ پولیس ابھی تک پُراسرار قاتل کو تلاش نہیں کر سکی اور نہ ہی اس کے امکانات پائے جاتے ہیں۔ یہ خبر سن کر میں نے اطمینان کا سانس لیا۔

بمبئی جسے ہندوستان کا پیرس کہا جاتا ہے' میری ہنگامہ خیز زندگی کے لئے انتہائی موزوں جگہ تھی۔ انکا کے پُراسرار وجود نے مجھے جلد ہی فرش سے اٹھا کر عرش پر بٹھا دیا تھا۔ میرے تمام جذبے مر چکے تھے۔ ہاں مجھے نرگس یاد آتی تھی اور بہت یاد آتی تھی۔ بہت سی لڑکیوں کی موجودگی کے باوجود بھی میں نرگس کے حسین خیالوں کو دل سے نہ نکال سکا۔ اب صرف ایک ہی ارمان باقی رہ گیا تھا کہ نرگس کو حاصل کیا جائے۔

بہت تھوڑے عرصے میں' میں سیٹھ جمیل بن چکا تھا اور عیش و عشرت میں زندگی گزار رہا تھا۔ بمبئی کے بڑے بڑے سیٹھ میرے بہترین دوست بن چکے تھے۔ اعلیٰ افسران سے شناسائی پیدا ہو چلی تھی۔ فلمی دنیا کے بے شمار فنکار بھی میرے شناسا ہو گئے تھے۔ میں رفتہ رفتہ با اثر آدمی بنتا جا رہا تھا۔

دن یونہی گزرتے رہے۔ نرگس اصفہانی اور میرے درمیان خط و کتابت بدستور جاری تھی لیکن ابھی تک اس نے اپنے آنے کے بارے میں کوئی واضح بات نہیں لکھی تھی۔ نرگس اصفہانی کے خطوط مجھے ہیجان میں مبتلا کر دیتے حالانکہ اب اس کی مجھے اتنی زیادہ فکر نہیں ہونی چاہئے تھی کیونکہ ہر روز ایک نئی نرگس اصفہانی' میرے اشاروں کی منتظر رہتی تھی۔

اس روز بھی جب شام کو میں چوپاٹی کی سیر کر کے واپس آ رہا تھا تو کملا نامی ایک مراہٹی لڑکی میرے ہمراہ تھی وہ بڑی خوب صورت اور ٹھوس جسم کی مالک تھی۔ اس کے چہرے پر ہلکی سی معصومیت تھی۔ میں گمان بھی نہیں کر سکتا تھا کہ اتنی آسانی سے وہ میرے قبضے میں آ جائے گی۔ وہ بمبئی کی حسین و جمیل لڑکیوں میں سے ایک تھی لیکن جب میں نے اسے اپنی طرف راغب کرنے کے لئے دو چار آزمائے ہوئے گُر استعمال کئے تو وہ پکے ہوئے آم کی طرح میری جھولی میں آ گری اور اب میں اسے اپنے ساتھ لئے اپنے بنگلے کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں' میں نے کملا کو بیش قیمت تحائف خرید کر زیر بار احسان کر دیا تھا۔

جب کملا نے مجھ سے بازار میں گاڑی روکنے کو کہا تو میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ وہ کسی کھاتے پیتے گھرانے کی شوقین مزاج لڑکی ہے جسے تحفے تحائف کا زیادہ شوق ہے۔ میں نے گاڑی ایک طرف کھڑی کی اور کملا کے ساتھ لئے ایک دکان میں داخل ہو گیا۔

''جمیل...... تم جانتے ہو کہ یہ لڑکی کون ہے؟'' اسی وقت انکا نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

مجھے معلوم تھا کہ انکا کی آواز میرے سوا کوئی دوسرا نہیں سن سکتا لیکن جواب دینے کی صورت میں میری آواز کملا کے کانوں تک ضرور پہنچ جاتی۔ میں نے انکا کی بات کا کوئی جواب دینے کے بجائے ہاتھ کے اشارے سے اس پر اپنا مفہوم ظاہر کر دیا کہ میں اس لڑکی کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔

''میں بتاتی ہوں...... تم ذرا ہوشیار رہنا' یہ بڑی چالاک اور خطرناک لڑکی ہے۔'' انکا مجھے اس کے بارے میں بتانے لگی۔ ''اس کے باپ کا نام لالہ موتی رام ہے...... تم نے اس کا نام ضرور سنا ہوگا۔ کملا اسی کی لڑکی ہے جو بے جا لاڈ پیار اور آزادی سے بگڑ گئی ہے۔ اس کا باپ بہت بڑے سرکاری عہدے پر فائز رہ چکا ہے۔ اب تقریباً معذور ہے' شراب پیتا ہے اور مطالعہ کرتا ہے۔ کملا کا باپ زندگی بھر آوارہ گردی کرتا رہا ہے۔ اصل میں کملا اس کی ناجائز لڑکی ہے۔ موتی رام اپنے خاندان میں اس راز کے افشا ہونے کے ڈر سے کملا کو منہ مانگی رقمیں دیتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ کملا اپنے باپ سے علیحدہ رہتی ہے۔''

انکا مجھے کملا کے بارے میں بڑی تفصیل سے بتا رہی تھی۔ میں اس کی باتیں بھی سنتا جا رہا تھا اور کملا کو تحفے تحائف سے لاد رہا تھا۔ آدھے گھنٹے کے اندر کملا نے کوئی دو ہزار کی رقم مجھ سے خرچ کرا دی تھی لیکن مجھے اس رقم کے جانے کا کوئی ملال نہ تھا۔ اس سے بڑی بڑی رقمیں تو میں یونہی گنوا چکا تھا۔

کملا کو ساتھ لئے میں اپنے بنگلے پر پہنچا تو اتفاق سے اس وقت میرا کوئی ملاقاتی وہاں موجود نہ تھا۔ میں نے کملا کو اپنی خواب گاہ میں پہنچا دیا پھر باہر آ کر اپنے خاص ملازم کو ہدایت کر دی کہ اگر کوئی مجھ سے ملنے آئے تو اسے ٹال دیا جائے۔ ملازم کو ضروری ہدایات دے کر میں کپڑے تبدیل کرنے کی غرض سے اپنے ڈریسنگ روم میں چلا گیا۔ کپڑے تبدیل کر کے میں خوابگاہ کی طرف جا رہا تھا کہ انکا نے مجھے روک کر کہا۔

''جمیل ایک اچھی خبر سنو گے۔''

''کیا......'' میں نے آہستہ سے پوچھا۔

''تمہاری نرگس اصفہانی دو چار دن کے اندر تمہارے پاس آ جائے گی۔''

''اچھا...... مگر تمہیں کیسے معلوم ہوا؟'' میں نے تعجب سے سوال کیا۔

انکا جو میرے سر پر آلتی پالتی مارے بیٹھی تھی' مسکرا کر بولی۔ ''افوہ...... تم یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ میں پُراسرار قوت کی مالک ہوں۔ دنیا کی کوئی چیز خواہ وہ مجھ سے ہزاروں میل دور ہی کیوں نہ ہو' میری نظروں سے دور نہیں رہتی۔''

''تم واقعی بہت گریٹ ہو مائی ڈیئر سویٹ انکا'' میں نے موڈ میں آ کر جواب دیا۔ انکا سے اب میں بہت بے تکلف ہو گیا تھا۔

''جمیل ایک بات پوچھوں۔'' انکا نے میرے بالوں میں اپنی نرم نرم انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کے ہونٹوں پر ایک شوخ مسکراہٹ پھیل رہی ہے۔

''جو کچھ پوچھنا ہے ذرا جلدی پوچھ لو...... تمہیں معلوم ہے کہ کملا میرا انتظار کر رہی ہے۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔

انکا نے میرے سر پر چپت لگائی پھر کہنیوں کے بل آگے جھک کر بڑی راز داری سے پوچھا۔ ''تم میری موجودگی میں جو کچھ کرتے ہو اس پر تمہیں شرم نہیں آتی؟''

''ابھی نہیں...... پھر کبھی سوچ کر جواب دوں گا۔'' میں نے انکا کو ٹالنے کی خاطر مذاق سے کہا۔

''کملا واقعی بڑی صحت مند لڑکی ہے۔ بھرے بھرے جسم کی مالک...... تندرست و توانا...... سرخ سرخ گال ہیں اس کے۔'' انکا نے کہنا شروع کیا۔

''تو وہ آپ کو بھی پسند ہے انکا دیوی!'' میں مسکرا کر بولا۔

''ہاں...... وہ مجھے تمہارے پاس آنے والی لڑکیوں میں سب سے زیادہ پسند آئی ہے۔ وہ سرخ ہی سرخ ہے۔ اس کے اندر تازہ خون ہے۔ گرم کھولتا ہوا خون جس نے اس کے جسم کو جوالا مکھی بنا دیا ہے...... بہر حال تم جاؤ۔ وہ تمہاری منتظر ہے۔''

''ہشت......'' میں نے ہاتھ کے اشارے کے ساتھ اسے چھیڑتے ہوئے کہا پھر اپنی خواب گاہ کی سمت چلا گیا۔ کمرے میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ کملا بڑی بے تکلفی سے گول میز کے ساتھ ایک صوفے پر نیم دراز باقاعدہ آب سرور سے چھیڑ خانی میں مصروف ہے۔ میری جگہ اگر کوئی دوسرا آدمی ہوتا تو شاید اسے کملا کی یہ بات ناگوار گزرتی لیکن مجھے اس وقت اس کی یہ ادا بہت بھائی۔ ایسی لڑکیاں مجھے پسند تھیں جن سے ہاں کوئی تجحب نہ ہو۔ چنانچہ میں بھی مسکراتا ہوا آگے بڑھا اور کملا کے پہلو میں بیٹھ کر مے نوشی میں مصروف ہو گیا۔ انکا بدستور اپنی کہنیوں پر چہرہ ٹکائے میرے سر پر اوندھی لیٹی اپنے پاؤں آگے پیچھے ہلا رہی تھی۔

میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ کملا کو دیکھ کر بری طرح مضطرب ہے لیکن مجھے اس وقت کچھ ہوش نہ تھا۔ کملا کے حسین اور گداز قرب نے آج مجھے عام دنوں کی نسبت کچھ زیادہ ہی مدہوش کر دیا تھا۔

وقت کی رفتار کے ساتھ میرا جوش اور سرور بڑھتا رہا۔ کملا ہر اعتبار سے ایک ماڈرن لڑکی تھی۔ ہم دونوں ایک دوسرے میں گم تھے اور رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی۔ کملا میرے ساتھ بہت کھل گئی اتنا کہ اس نے اپنی بے تکلف سہیلیوں کو بھی مجھ سے متعارف کرانے کا وعدہ کر لیا۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ کملا یورپ کی بگڑی ہوئی لڑکیوں سے بھی کسی قدر آگے ہے۔ مجھے یورپین لڑکیوں سے ملنے کا اتفاق ہو چکا تھا اس لئے میں یہ بات وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔ مجھے خوشی تھی کہ کملا کے ذریعے حسین لڑکیوں کے جھرمٹ سے میرا تعارف ہو گا۔ یقیناً اس کا حلقہ بڑا وسیع ہو گا لیکن میری یہ خوشی زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکی۔ میں نے محسوس کیا کہ انکا جو میرے سر پر چت لیٹی کسی گہری سوچ میں غرق تھی، اچانک ہڑبڑا کر اٹھی۔ رینگتی ہوئی میرے کان کے قریب آئی اور بڑی سنجیدگی سے بولی۔

''جمیل...... رات کے دو بج رہے ہیں۔''

''ہوں......'' میں نے مختصراً جواب دیا۔

''بہت ہو چکا......'' انکا نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ ''اب اٹھو اور کملا کو چل کر دوبارہ چوپائی چھوڑ آؤ۔''

انکا نے یہ بات مجھ سے کچھ ایسی سنجیدگی سے کہی کہ میں سوچ میں پڑ گیا۔ آج سے پہلے اس نے مجھے ان معاملات میں کبھی نہیں ٹوکا تھا۔ پھر آج اس نے ایسا کیوں کیا؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ وہ مجھے کسی پیش آنے والے خطرے سے آگاہ کر رہی ہے؟ وہ خطرہ کیا ہو سکتا ہے؟

ابھی یہ سوالات میرے ذہن میں چکرا ہی رہے تھے کہ انکا نے دوبارہ کہا۔ ''جمیل...... کیا تم نے میری بات نہیں سنی؟''

انکا کے جواب میں، میں نے اثبات میں سر کو جنبش دی پھر یہ فیصلہ کر کے کہ انکا مجھ سے جو کچھ کہہ رہی ہے اس میں یقیناً میری بھلائی کا کوئی پہلو ہو گا، میں نے کملا کو خود سے الگ کرتے ہوئے کہا۔ ''اٹھو کملی...... میں تمہیں چھوڑ آؤں۔''

''اوں ہونہہ......'' کملا نے ایک طویل انگڑائی لی پھر اپنی مخمور نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے بولی۔ ''ابھی تو صرف دو بجے ہیں۔ ڈیئر...... صبح ہونے میں بہت دیر باقی ہے۔''

''ہاں آں...... لیکن مجھے اچانک یاد آ گیا کہ مجھے ساڑھے تین بجے ایک دوست کو ریسیو کرنے کے لئے ایئرپورٹ جانا ہے۔'' میں نے بہانہ بنایا۔ حالانکہ یہ بات میرے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں تھی کہ رات کے ساڑھے تین بجے کوئی فلائٹ آتی بھی ہے یا نہیں۔

''دوست تمہیں مجھ سے زیادہ عزیز ہے۔'' کملا نے وارفتگی سے کسمساتے ہوئے کہا۔

''بہت ضروری بات ہے کملی۔ اگر بات صرف دوستی کی ہوتی تو میں ٹال جاتا لیکن وہ میرا عزیز دار بھی ہے اور ایک دو روز وہ قیام بھی میرے ساتھ کرے گا۔''

''تم شاید اکتا گئے ہو۔'' کملا اٹھلا کر بولی۔

''کیسی بات کرتی ہو کملی۔ تم سے کون کمبخت اکتا سکتا ہے۔''

''چلو پھر......'' کملا نے بجھتے ہوئے لہجے میں جواب دیا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔

میں خاموشی سے اٹھ کر ڈریسنگ روم میں آیا اور کپڑے تبدیل کرنے لگا۔ معاً میں نے محسوس کیا کہ جیسے انکا میرے سر پر ٹہل ٹہل کر کچھ سوچ رہی ہے۔ مجھے محسوس ہوا جیسے اس کے حسین چہرے پر اس وقت گہری سنجیدگی مسلط ہو۔ کبھی کبھی وہ رک کر ایک ہاتھ کی مٹھی بنا کر دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتی پھر دوبارہ ٹہلنے لگ جاتی۔ ایک دو بار میں نے یہ بھی محسوس کیا جیسے وہ کسی اندرونی تکلیف میں مبتلا ہو۔ آج سے قبل میں نے انکا کو کبھی اس قدر مضطرب نہیں محسوس کیا تھا۔ چنانچہ کپڑے تبدیل کرنے کے بعد میں نے اسے

بڑی سنجیدگی سے مخاطب کیا۔

''کیا بات ہے انکا...... تم کچھ بے چین نظر آ رہی ہو...... ؟''

''ہاں جمیل۔ وقت ضائع مت کرو۔ جتنی جلدی ہو سکے کملا کو چوپاٹی تک لے چلو۔'' انکا کے لہجے سے بے چینی اور بے تابی مترشح تھی۔

''کیا کوئی خاص بات ہے؟''

''ہاں......'' انکا نے تلملا کر کہا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ میری سست روی پر بری طرح پیچ و تاب کھا رہی ہے پھر بھی میں نے اپنے بڑھتے ہوئے تجسس کی خاطر پوچھا۔

''انکا...... کیا تم کملا کے سلسلے میں کسی خطرے کی بو سونگھ رہی ہو؟''

''جمیل......'' اس بار انکا نے غصیلی آواز میں صرف میرا نام ہی لیا تھا۔

''اچھا بابا...... چل رہا ہوں۔ غصہ کیوں کرتی ہو۔''

میں نے جلدی سے کہا اور قدم بڑھاتا اپنی خواب گاہ میں آ گیا جہاں کملا بھی اپنا لباس پہن چکی تھی۔ اس کے چہرے سے ابھی تک خمار ٹپک رہا تھا۔ اگر مجھے انکا کا خیال نہ ہوتا تو میں کسی قیمت پر بھی اس وقت کملا کے حسین پیکر کو اپنے سے علیحدہ کرنے کے بارے میں مطلق نہ سوچتا لیکن انکا کا حکم، حکم آخر تھا۔ اس سے سرتابی کی مجال ممکن نہ تھی۔ سب کچھ انکا کی بدولت تھا۔ وہ میری محسن اور بہی خواہ تھی اس لئے میں نے اپنے دل پر جبر کیا اور کملا کو لے کر باہر آ گیا۔ دوسرے ہی لمحے میری گاڑی چوپاٹی کی طرف فراٹے بھر رہی تھی۔

جس وقت میں چوپاٹی پہنچا اس وقت رات کے ڈھائی بج رہے تھے۔ ہر طرف سناٹا پھیلا ہوا تھا اور اس سناٹے میں سمندر کی موجوں کی شائیں شائیں شراپ شراپ کرتی ہوئی آوازیں بڑی پرہول محسوس ہو رہی تھیں۔ میں کار کو لئے ساحل کے بالکل قریب چلا گیا۔ پھر میں نے ریت کے ایک ٹیلے کی آڑ میں گاڑی روک دی۔ یہ سب کچھ میں نے انکا کی ہدایت پر کیا تھا۔ گاڑی روک کر جب میں نے کملا سے نیچے اترنے کو کہا تو وہ چونک کر بولی۔ ''یہ تم مجھے چوپاٹی کیوں لے آئے ڈیئر؟''

قبل اس کے کہ میں کملا کی بات کا کوئی جواب دیتا انکا نے میرے کانوں میں سرگوشی کی۔ ''جمیل تم کملا کو لے کر ساحل کے ساتھ ساتھ کچھ دور اور آگے نکل چلو۔''

انکا کی یہ ہدایت مجھ کو کچھ عجیب لگی لیکن میں کملا کی موجودگی میں اس سے اس کی وجہ دریافت نہ کر سکا اور بڑی بے بسی سے کملا کی کمر میں ہاتھ ڈال کر ساحل کے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگا۔

''ارے یہ تم کہاں جا رہے ہو؟'' کملا نے میرے بازو میں کسمساتے ہوئے کہا۔

''کیوں......'' میں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔ میرا ذہن بدستور انکا میں الجھا ہوا تھا جو ہنوز میرے

سر پر ادھر ادھر ٹہلنے میں مصروف تھی۔

''اگر تمہیں رات کا باقی حصہ یہاں آ کر گزارنا تھا تو پہلے ہی کہہ دیتے...... مفت میں اچھا خاصا موڈ خراب کر دیا۔''

''تفریح کے لیے یہ جگہ مجھے زیادہ اچھی لگتی ہے۔'' میں نے بات بنائی۔

''کسی دن اگر دھر لیے گئے تو ساری تفریح دھری رہ جائے گی۔'' کملا بولی۔ ''پولیس کے سادہ لباس والے یہاں شکاری کتوں کی طرح گھات لگائے بیٹھے رہتے ہیں اور موقع ملتے ہی آوارہ لوگوں کو دبوچ لیتے ہیں۔ جانتے ہو پھر کیا ہوتا ہے۔ سو دو سو کا نقصان یا پھر رات بھر جیل کی ہوا کھانی پڑتی ہے۔''

''تمہارے لئے میں دس بیس ہزار بھی خرچ کر سکتا ہوں۔''

''سچ مائی ڈیئر۔'' کملا نے بڑے رومانی انداز میں سوال کیا۔

کملا سے ادھر ادھر کی باتیں کرتا ہوا میں کار سے تقریباً دو فرلانگ آگے نکل آیا تھا میں جب بھی رکنے کی کوشش کرتا انکا مجھے اور آگے چلنے کو کہہ دیتی۔ پھر جب ہم ایک ویران اور قدرے تاریک حصے سے گزر رہے تھے تو انکا اچانک مجھے رکنے کو کہا اور بولی۔

''جمیل...... تمہیں معلوم ہے مجھے خون کی ضرورت پڑتی ہے۔ خون میری غذا ہے اور مجھے آج بھوک لگ رہی ہے۔ تم کملا کو مار کر میرے لئے غذا فراہم کرو گے۔''

انکا کی بات سن کر میں یوں اچھل پڑا جیسے میرا پاؤں بجلی کے ننگے تاروں سے چھو گیا ہو۔ میرا ذہن قلابازیاں کھانے لگا۔ اب میری سمجھ میں یہ بات آئی تھی کہ انکا کیوں بے چین تھی اور کیوں اس نے مجھے کملا کو چوپاٹی تک لانے کی ضد کی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ میری نظروں کے سامنے وہ منظر گھوم گیا جب میں نے انکا کے اکسانے پر نرگس اصفہانی کے منگیتر جمشید کو موت کے گھاٹ اتارا تھا اور پھر اگلے دن اخبار میں شائع ہونے والی تفصیل پڑھ کر میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ میں ابھی اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو بھی نہ پا سکا تھا کہ انکا نے کہا۔

''جمیل جلدی کرو...... کملا کا خون میرے لئے مہینے بھر کے لئے بہت کافی ہوگا۔ یقین کرو میں مہینے بھر تک تمہیں پریشان نہیں کروں گی۔ یہ جگہ بھی بالکل ویران اور سنسان ہے اس لئے تم کملا کو بہ آسانی ٹھکانے لگا سکتے ہو۔''

''کیا تم کل تک مجھے سوچنے کا موقع نہیں دے سکتیں۔'' یہ جملہ میں اضطرابی کیفیت میں کہہ گیا تھا۔ کملا نے سنا تو حیرت سے میری شکل دیکھ کر بولی۔

''کس بات کو سوچنے کے لئے تمہیں کل تک مہلت درکار ہے؟''

''کک...... کچھ نہیں۔'' میں بری طرح گڑبڑا گیا۔

''جمیل۔کیا تم میرا حکم نہیں مانو گے۔'' انکا کے لب و لہجے میں اس بار ایسی خوفناک غراہٹ تھی جو کوئی خونخوار بلی اپنے کمزور حریف کو دیکھ کر حلق سے نکالتی ہے۔اس کے ساتھ ہی مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے انکا اپنے باریک باریک پنجے میرے سر میں چبھو رہی ہو۔یہ چبھن ہر لحظہ شدید سے شدید تر ہوتی جا رہی تھی۔

معاً میری کیفیت ایسی ہوگئی جیسے کسی غیر مرئی قوت نے مجھے بے خود و بے ارادہ کردیا ہو۔میری سوچنے سمجھنے کی قوت ماؤف ہوتی چلی گئی۔میں کسی معمول کی طرح مشینی انداز میں گھوما اور کملا کو خطرناک نظروں سے گھورنے لگا۔میرے ذہن میں صرف ایک ہی جملے کی تکرار ہو رہی تھی۔

''جمیل۔کملا کو مار ڈالو۔مار ڈالو......کملا کو مار ڈالو۔''

''یہ تم میری طرف اس طرح گھور گھور کر کیا دیکھ رہے ہو؟''

میں نے کملا کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔میرے سر میں نکیلے پنجوں کی چبھن انتہائی شدید ہوگئی پھر یکلخت مجھ پر جنونی کیفیت طاری ہوگئی۔میں نے جھپٹ کر کملا کی گردن کو پوری قوت سے اپنے آہنی پنجوں میں دبوچ لیا اور انگلیوں کے حلقے کو تنگ کرتا چلا گیا۔کملا کا جسم ماہی بے آب کی طرح میرے شکنجے میں تڑپ رہا تھا۔اس کے حلق سے خرخراہٹ کی اکھڑی اکھڑی آوازیں خارج ہو رہی تھیں۔اس کی آنکھیں خوف' دہشت اور تکلیف کی شدت کے باعث حلقوں سے باہر ابلی پڑی تھیں۔یکلخت کملا کا جسم دو چار شدید جھٹکے لے کر میرے ہاتھوں میں جھولنے لگا۔

''سنو جمیل۔تم اس کو ایسی ٹھوکر مارو کہ خون نکل آئے۔میں اس مرتبہ کوئی نشان چھوڑنا نہیں چاہتی۔''

میں نے انکا کی ہدایت پر زور سے کملا کے جسم کو زمین پر گرا کر ایک ٹھوکر ماری۔خون کا فوارہ ابل پڑا۔کملا کی روح قفس عنصری سے پرواز کرچکی تھی۔

میں دوبارہ ہوش میں آگیا تھا۔یہ سوچ کر کہ میں نے کملا کو مار ڈالا ہے' میں لرز اٹھا۔بوکھلاہٹ میں میں نے کملا کے بے جان جسم کو اسی طرح چھوڑ دیا اور خوفزدہ انداز میں کئی قدم پیچھے ہٹتا چلا گیا۔

''جمیل۔تم نے واقعی میرے لئے بڑا کام کیا ہے میں تمہاری احسان مند ہوں۔'' انکا نے میرے کانوں میں سرگوشی کی۔

''خدا کے لئے تم میرا پیچھا چھوڑ دو۔میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں۔'' میں بے بسی کے عالم میں بولا۔

''یہ ناممکن ہے جمیل۔تم میرے ساتھ دوستی نبھانے کا عہد کرچکے ہو اور یہ دوستی اسی وقت ختم ہوگی جب میں چاہوں گی۔'' انکا نے تیزی سے جواب دیا پھر اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولی۔

''اب تم یہاں سے بھاگ جاؤ۔کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کملا کو قتل کرنے کے جرم میں دھر لئے جاؤ۔''

''میرے خدا۔میں کیا کروں۔'' میں نے دل ہی دل میں کہا۔ایک نظر ریت پر پڑی ہوئی بے جان کملا پر ڈالی پھر تیزی سے گھوم کر اپنی کار کی سمت دوڑنے لگا۔

چند ساعت پہلے تک چوپاٹی کی تاریکی میں ڈوبی ہوئی خوابناک فضا اور ہوا کے خشک خشک جھونکے مجھے اکسا رہے تھے اور میرے تشنہ جذبات کو گدگدا رہے تھے لیکن یہ سب کچھ میرے لئے اس قدر خوفناک ہوگیا کہ میں جلد از جلد وہاں سے بہت دور چلا جانا چاہتا تھا۔

انکا کے علاوہ خود کملا نے بھی مجھے باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ رات کے سناٹے میں سادہ لباس والے چوپاٹی کے علاقے میں شکاری کتوں کی طرح جرائم کی بو سونگھتے پھرتے ہیں اور پکڑے جانے کی صورت میں ملزم کو بھاری خمیازہ اٹھانا پڑتا ہے۔اگر میں کملا جیسی حسین اور گداز جسم والی عورت کے ساتھ دادِ عیش دیتا ہوا پکڑا جاتا تو پھر کوئی فکر نہ ہوتی۔میں کملا کے جسم کے عوض پولیس کا منہ دولت کے انبار تلے بآسانی بند کردیتا لیکن اس وقت میری حیثیت ایک قاتل کی تھی اور پکڑے جانے کی صورت میں مجھے یقین تھا کہ پھانسی کا پھندا میرا مقدر بن جاتا چنانچہ میں بدحواسی کے عالم میں بھاگتا جا رہا تھا۔

جس جگہ میں نے انکا کی ترغیب پر کملا کو ٹھکانے لگایا تھا وہاں سے کار تک فاصلہ کچھ زیادہ نہیں تھا لیکن ڈر اور دہشت نے اس مختصر فاصلے کو بھی میرے لئے خاصا طویل بنا دیا تھا۔ہر لمحے مجھے یہی گمان ہوتا تھا کہ اچانک تاریکی میں سے بے شمار قانون کے نگہبان نمودار ہوں گے اور مجھے اپنے شکنجے میں جکڑ لیں گے لیکن ایسا نہیں ہوا۔میں کسی نہ کسی طرح ہانپتا کانپتا اپنی کار تک پہنچ ہی گیا گاڑی اسٹارٹ کی اور اسے برق رفتاری سے واپسی کے لئے کھلی سڑک پر ڈال دیا۔

میرا ذہن اس وقت متضاد کیفیتوں سے دوچار تھا۔کبھی مجھے کملا کا خیال آتا جو بالکل بے گناہ تھی۔مرنے سے پیشتر آخری بار اس غریب نے مجھے جن نظروں سے دیکھا تھا ان میں جھلکنے والا اضطراب ابھی تک میرے اعصاب پر حاوی تھا۔کبھی مجھے اپنی خوابگاہ میں کملا کی حسین مسکراہٹ یاد آجاتی۔یکلخت میرا ذہن انکا کے بارے میں الجھ کر رہ گیا۔

انکا جس کے پراسرار وجود نے ابھی مجھ سے کملا کو موت کے گھاٹ اتروایا تھا اور پھر جب میں یہ سوچتا کہ انکا اس وقت بڑے آرام سے چوپاٹی پر کملا کی لاش سے خون کا ایک ایک قطرہ اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے لئے چوس رہی ہوگی تو میرا ایک ایک رواں دہشت سے کانپ اٹھتا۔

گھر پہنچ کر میں نے اپنی کار کو گیراج میں بند کیا پھر بھاگتا ہوا اندر داخل ہوگیا جہاں میرا خاص ملازم میرے انتظار میں بیٹھا ہوا اونگھ رہا تھا۔میرے قدموں کی آوازیں سن کر وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا لیکن میں نے اس پر کوئی توجہ نہ دی۔تیزی سے ڈریسنگ روم میں جا کر کپڑے تبدیل کئے پھر خوابگاہ میں جا کر بستر پر گر گیا اور لمبی لمبی سانسیں لینے لگا۔حالانکہ میں موقع واردات سے فرار ہو کر اپنے گھر پہنچ چکا تھا اور مجھے

یقین تھا کہ کسی کو مجھ پر شبہ بھی نہیں ہوا تھا پھر بھی میری حالت ابتر ہو رہی تھی۔

خاصی دیر تک میں بستر پر پڑا اپنی اکھڑی ہوئی سانسوں پر قابو پاتا رہا پھر کسی خیال سے اٹھ بیٹھا باہر آکر ملازم سے دریافت کیا۔ ’’میری غیر موجودگی میں کوئی یہاں آیا تو نہ تھا؟‘‘

’’جی نہیں۔ جناب!‘‘

’’کوئی فون وغیرہ؟‘‘

’’کوئی فون بھی نہیں آیا تھا‘‘ ملازم نے دبی زبان میں کہا پھر میرے چہرے سے میری دلی کیفیا کا اندازہ لگاتے ہوئے بولا۔ ’’جناب..... آپ کچھ پریشان نظر آرہے ہیں۔‘‘

’’نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ تم جا کر سو رہو۔‘‘ میں نے تیزی سے ملازم کو جواب دیا۔ ملازم جا کے لئے پلٹا تو میں نے اسے دوبارہ روکتے ہوئے کہا۔ ’’سنو..... آج جو عورت یہاں آئی تھی کیا تم سے واقف ہو؟‘‘

’’میں۔‘‘ ملازم میرے سوال کی نوعیت نہ سمجھ سکا اس لئے گڑبڑا کر بولا۔ ’’قسم لے لیجئے جناب میں کبھی ان چکروں میں پڑا ہوں۔‘‘

’’ٹھیک ہے۔ اگر کوئی تم سے اس عورت کے بارے میں دریافت کرے تو تم یہی کہنا کہ تم اس قطعی ناواقف ہو۔‘‘ میں روانی میں کہہ گیا پھر اپنی غلطی کا احساس ہوا تو بات بنا کر بولا۔ ’’ہوسکتا ہے کہ کوئی تم سے اس عورت کے یہاں آنے کے بارے میں دریافت کرے تو تم انکار کر دینا۔‘‘

’’آپ فکر نہ کریں جناب۔ اس بار میرے ملازم نے اپنے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ بکھیر ہوئے بڑی رازداری سے کہا۔ ’’آپ سے پہلے میں بمبئی کے اور کئی سیٹھوں کے ہاں ملازمت کر ہوں۔ مالک کا راز میرا اپنا راز ہوتا ہے۔‘‘

اگر کوئی اور موقع ہوتا تو ممکن تھا میں ملازم کی اس بے تکلفی پر برہم ہو کر اسی وقت اسے برطرف کر لیکن یہاں معاملہ ہی کچھ اور تھا اس لئے میں نے ملازم کو محض گھورنے پر اکتفا کیا اور پیچ و تاب دوبارہ اپنی خواب گاہ میں آکر بستر پر دراز ہوگیا۔

انکا کا پُراسرار وجود اس وقت میرے سر پر موجود نہیں تھا مگر میرا ذہن اسی کے بارے میں الجھا تھا۔ مجھے اس بات کا بھی احساس تھا کہ انکا کی پُراسرار قوت ہی نے مجھے فرش سے اٹھا کر عرش تک ہے لیکن میں اس وقت بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا کہ کس طرح انکا سے گلوخلاصی کر لی جائے۔ میر پاس اب انکا کا دیا بہت کچھ موجود تھا۔ اس لئے اگر میں اس سے چھٹکارا حاصل کر لیتا تو بھی عیش سے زندگی بسر کر سکتا تھا مگر میں یہ بھی جانتا تھا کہ انکا کے دائرہ اختیار سے نکلنا میرے اپنے بس کی نہیں ہے۔ جمشید کو مار کر فرار ہوتے وقت بھی میں نے انکا سے خدا کے نام پر یہی درخواست کی تھی

مجھے چھوڑ دے اور اپنے لئے کسی اور شخص کو منتخب کر لے لیکن اس نے یہی جواب دیا تھا کہ وہ اپنی مرضی سے میرے سر پر سوار ہوئی ہے اس لئے جب تک چاہے گی اپنا تسلط برقرار رکھے گی۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس نے مجھ سے نمایاں طور پر یہ بھی کہا تھا کہ اگر کبھی میں نے اس کے ساتھ کئے ہوئے عہد کی خلاف ورزی کی تو مجھے اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

میں تمام رات اسی کرب اور بے چینی کی حالت سے دوچار اپنے بستر پر کروٹیں بدلتا رہا۔ نیند کا غلبہ کس وقت میرے اوپر طاری ہوا، مجھے کچھ یاد نہیں بہرحال اتنا ضرور یاد ہے کہ دوبارہ میں دروازے پر ہونے والی دستک کی آواز سن کر ہی ہڑبڑا کر اٹھا تھا پھر وقت کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب میری نظر دیوار گیر کلاک پر پڑی جو صبح کے نو بجا رہا تھا۔

رات کے سارے واقعات میرے بیدار ہوتے ہی میرے ذہن میں تازہ ہو گئے تھے اس لئے جب دوبارہ دروازے پر دستک ہوئی تو میں سہم کر اٹھ بیٹھا اور سوچنے لگا کہیں باہر پولیس کے کارندے تو مجھے گرفتار کرنے کے لئے موجود نہیں ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو کیا ہوگا..... ؟ کیا میں کملا کے قتل کے الزام سے بچ سکوں گا؟ کیا میں قانون کے نگہبانوں کو یہ یقین دلا سکوں گا کہ کملا اور جمشید کا قاتل میں نہیں بلکہ انکا کی پُراسرار ذات ہے جو ہر وقت میرے سر پر مسلط رہتی ہے؟ کیا قانون انکا کے پُراسرار وجود پر ایمان لے آئے گا؟ کیا اس سائنسی دور میں لوگ اس عجیب و ناقابل توجیہہ واقعے پر یقین کر لیں گے؟ نہیں تو پھر کیا ہوگا۔ اسی قسم کے خدشات میرے دماغ کو منتشر کئے دے رہے تھے۔ جب تیسری بار کسی نے دروازے کو دھڑدھڑایا تو میری کیفیت اس وقت کسی ایسے چوہے سے مختلف نہ تھی جو پنجرے میں چاروں طرف پھنس جانے کے بعد سہم کر اپنے وجود میں دبک جانے کی کوشش کرتا ہے۔

آنے والے لمحات کے سنگین نتائج کو محسوس کر کے میں لرز اٹھا مگر میرے پاس اور کیا حل تھا۔ صرف یہی کہ میں خود کو حالات کے سپرد کر دوں۔ چنانچہ میں نے اپنے دل کی دھڑکنوں پر قدرے قابو پایا اور لرزتے ہوئے قدموں سے آگے بڑھ کر چٹخنی گرا دی۔ دروازے پر میرا وہی خاص ملازم موجود تھا۔ مجھے اس کی نظروں میں ایک عجیب عیارانہ چمک محسوس ہو رہی تھی۔ آج مجھے اس کی نگاہیں بھی کچھ بدلی بدلی سی نظر آرہی تھیں لیکن یہ سوچ کر کہ ممکن ہے گزرے ہوئے لمحات نے خود میری قوت فیصلہ کو بدل دیا ہو، میں نے اس کے چہرے سے نظر ہٹالی اور ڈریسنگ گاؤن کی بیلٹ کو باندھتے ہوئے پوچھا۔

’’کہو..... کیا بات ہے؟‘‘

’’یہ..... اخبارات ہیں جناب۔‘‘ اس نے اپنے ہاتھوں میں پکڑے ہوئے اخبارات میری طرف بڑھا دیئے۔

’’نامعقول۔ گدھے۔‘‘ میں یکلخت ملازم پر چڑھ دوڑا۔ ’’تم جانتے نہیں..... مجھے اخبارات سے

پہلے چائے کی ضرورت ہوتی ہے۔''

''میں جانتا ہوں جناب، لیکن میں نے سوچا کہ شاید آج آپ کو چائے سے پہلے اخبارات کی ضرورت ہوگی۔''

ملازم کا لہجہ اس درجہ چبھتا ہوا اور معنی خیز تھا کہ میں چونک اٹھا۔ ایک نظر میں نے اسے غور سے دیکھا پھر ہاتھ بڑھا کر اخبارات لے لئے لیکن دوسرے ہی لمحے میری آنکھوں کے نیچے اندھیرا تیرنے لگا۔ میرا سر گھوم گیا اور اخبارات میرے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گر پڑے۔ ملازم سے اخبارات لیتے ہی میری نظر سب سے پہلے جس سرخی پر پڑی وہ کملا کے قتل سے متعلق تھی۔ سرخی کے نیچے کملا کی لاش کی تصویر بھی تھی جسے دیکھ کر میرے حواس جاتے رہے۔ اب مجھے احساس ہو رہا تھا کہ ملازم نے کیوں چائے سے پیشتر مجھے اخبارات فراہم کرنے کی ضرورت محسوس کی تھی۔ قبل اس کے کہ میں اپنے حواس مجتمع کرتا اور ملازم سے کچھ کہتا وہ خود ہی بول پڑا۔

''مجھے رات ہی شبہ ہوا تھا جناب کہ آپ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے۔''

''کیا مطلب؟'' میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

''گھبرائیے نہیں جناب......!'' ملازم نے دبی زبان میں کہا۔ ''مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ رات آپ نے مجھ سے کیا کہا تھا۔ اطمینان رکھئے اگر پولیس والے یہاں تک پہنچ گئے تو میں یہی بیان دوں گا کہ کملا سے آپ کا کبھی کوئی تعلق نہیں رہا۔''

میرا ذہن بری طرح چکرا رہا تھا۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ ملازم کی بات کا کیا جواب دوں۔ چند لمحے تک خاموش کھڑا موقع کی نزاکت کو محسوس کرتا رہا پھر ملازم کو مخاطب کر کے بڑی صاف گوئی سے بولا۔

''ہوسکتا ہے کہ تم نے اخبارات میں شائع ہوئی خبروں سے جو نتیجہ نکالا ہو وہ ٹھیک ہی ہو لیکن کیا تم اس کا کوئی ثبوت دے سکو گے۔''

''آپ کیسی بات کرتے ہیں جناب۔'' ملازم نے جلدی سے کہا۔ ''آپ کے خلاف ثبوت پیش کر کے میں نمک حرامی بھلا کیسے کرسکتا ہوں۔''

''تم کیا کہنا چاہتے ہو۔'' میں نے ملازم کو جھلا کر گھورا تو وہ بڑی سنجیدگی سے بولا۔

''پریشان مت ہوں جناب۔ اول تو پولیس کو ابھی تک کملا دیوی کے قاتل کے متعلق کچھ بھی نہیں معلوم اور اگر خدانخواستہ اسے معلوم ہو بھی گیا تو آپ ان کے ہونٹوں پر دولت کی مہر لگا کر خاموش کر سکتے ہیں......بمبئی میں سب چلتا ہے سرکار......''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے کچھ سوچ کر ملازم کو اپنے اعتماد میں لیتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔ ''اگر تم نے وفاداری کا ثبوت دیا تو میں تم کو خوش کر دوں گا۔''

''میں ہمیشہ وفادار رہوں گا جناب۔'' ملازم نے خوش ہوتے ہوئے جواب دیا۔ پھر معنی خیز لہجے میں کہا۔ ''ایسے معاملات میں پچیس پچاس ہزار روپے کی بھلا کیا حقیقت ہوتی ہے۔''

ملازم مجھے کیا باور کرانا چاہتا تھا' میں اسے محسوس کر کے غصے سے سرخ ہوگیا۔ حالات کے پیش نظر دانش مندی کا تقاضا یہی تھا کہ میں خاموشی سے اس کی مطلوبہ رقم دینے کا وعدہ کر لیتا لیکن جس انداز میں اس نے مجھ سے سودے بازی کرنا چاہی تھی' اس سے میرا بدن شعلہ بن گیا۔ میں اپنی جلد بازی کے دور رس نتائج کو قطعی فراموش کر بیٹھا اور ملازم کو قہر آلود نظروں سے گھورتا ہوا گرجدار آواز میں بولا۔

''نمک حرام' کمینے۔ دفع ہو جا اسی وقت! میں تجھے ایک دمڑی بھی نہیں دوں گا۔''

''جیسی آپ کی مرضی جناب۔'' ملازم نے آنکھیں بدل کر جواب دیا۔

اس کی نظروں میں میرے لئے کھلا چیلنج موجود تھا۔ شانے اچکا کر وہ جانے کے لئے گھوما تو میرا غصہ اور بڑھ گیا۔

''حرامزادے۔ اس بات کو اچھی طرح یاد رکھنا کہ اگر تو نے میرے خلاف کوئی بیان دینے کی کوشش کی تو پچیس پچاس ہزار کی جگہ میں لاکھ دو لاکھ بھی خرچ کر دوں گا لیکن تجھے جیل میں سڑوا ڈالوں گا۔''

ملازم میری بات کا کوئی جواب دینے کے بجائے تیز تیز قدم اٹھاتا باہر چلا گیا۔

حالات نے جس تیزی سے اپنا رخ بدلا تھا اس نے مجھے جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ ملازم کے جانے کے بعد چند ثانئے تک میں ساکت و جامد کھڑا اپنا نچلا ہونٹ چباتا رہا پھر میں نے اخبارات اٹھائے اور ان کا مطالعہ کرنے لگا۔ اخبارات نے کملا کے پُراسرار قتل کو ضرورت سے زیادہ اچھالنے کی کوشش کی تھی۔ شائع ہونے والی رپورٹ کے مطابق پولیس بڑی سرگرمی کے ساتھ قاتل کی تلاش میں تھی۔ کملا کے قتل کے سلسلے میں اخباری نمائندوں نے یہی خیال ظاہر کیا تھا کہ اسے کسی عیاش طبع قاتل نے طے شدہ پروگرام کے تحت مارا ہے۔ پولیس نے اس ضمن میں کوئی رائے ظاہر نہیں کی تھی۔ واقعہ چونکہ رات کا تھا اس لئے یہ خبر صفحۂ اول پر ہی شائع ہوسکی۔

اخبارات کا مطالعہ کرنے کے بعد میں بری طرح پریشان ہو کر ہاتھ پشت پر باندھے خواب گاہ میں ٹہل رہا تھا کہ معاً مجھے انکا کا خیال آگیا جو میری ان تمام پریشانیوں کا موجب بنی تھی۔ انکا کا تصور ابھرتے ہی میں نے محسوس کیا کہ وہ میرے سر پر موجود ہے۔ دوبارہ وہ کب اور کس وقت میرے سر پر آن دھمکی تھی' مجھے اس کا کوئی علم نہ تھا لیکن اس وقت میں نے محسوس کیا کہ وہ سر پر بڑے آرام سے پاؤں پسارے سو رہی ہے۔ میں نے اس کے ہونٹوں پر ایک آسودہ مسکراہٹ محسوس کی۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ انکا صرف محسوس کئے جانے والا کوئی پُراسرار وجود تھا۔ ذہن نے اس کی ایک شبیہہ بنالی تھی۔ کبھی مجھے وہ بھیانک اور خوفناک نظر آتی کبھی کسی نازک اندام حسین و جمیل دوشیزہ کے روپ میں۔ بہرحال یہ بات

طے تھی کہ وہ کوئی بہت حسین قسم کی عورت تھی۔ اس وقت اس کے چہرے کی رنگت نکھری نکھری سی لگ رہی تھی غالباً کملا کا خون پی لینے کے بعد اس کے حیرت انگیز وجود کو بھرپور تقویت حاصل ہو چکی تھی۔ میں نے عالم تصور میں انکا کو محو خواب پایا تو اور مشتعل ہو گیا۔ مجھے اس کے وجود سے شدید نفرت ہو رہی تھی۔ جس نے مجھے قاتلوں کی صف میں لا کھڑا کیا تھا' خود بے فکری اور بے خبری کے عالم میں آرام وسکون کی نیند سو رہی تھی۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو انکا کے سارے احسانات فراموش کر کے اسے مار ڈالتا لیکن موجودہ حالات میں سوائے خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو جانے کے سوا میں کر بھی کیا سکتا تھا۔ کسی نادیدہ قوت سے ٹکرانا میرے بس کا روگ نہیں تھا۔

میں اپنے پریشان خیالات میں الجھا ہوا ٹہلنے میں مصروف تھا کہ میں نے محسوس کیا کہ انکا انگڑائی لے کر اٹھ چکی ہے اور میری حالت پر زیر لب مسکرا رہی ہے۔ اس کی مسکراہٹ نے اس وقت جلتی پر تیل کا کام کیا۔ میں تلملا کر رہ گیا اور اس پُراسرار وجود کو کوئی سخت بات کہنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اس نے ایک توبہ شکن انگڑائی لی اور طویل جماہی لیتے ہوئے بڑی بے تکلفی سے بولی۔

''جمیل صاحب۔ کہئے آپ کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں۔''

''نہیں۔'' میں نے جلے کٹے لہجے میں کہا۔ ''بلکہ اس وقت تو میں بڑے اچھے موڈ میں ہوں۔''

''تم کملا کے بارے میں سوچ رہے ہو۔'' انکا نے اپنے سرخ سرخ ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اپنی روایتی بے تکلفی سے جواب دیا۔ ''وہ واقعی بڑے خوبصورت جسم کی لڑکی تھی...... خون تو اس کا بے حد اچھا تھا۔ ایک عرصے کے بعد مجھے اتنا ذائقہ دار خون نصیب ہوا ہے۔''

''اور اب جب میں پھانسی پر چڑھ جاؤں تو تم میرا خون بھی چٹخارے لے لے کر پی جانا۔'' میں جھلا کر بولا۔

''پتا نہیں تمہارا خون کیسا ہو۔'' انکا نے بڑی شوخی سے جواب دیا۔ ''اس سے پیشتر کسی عیاش آدمی کا خون پینے کا اتفاق کبھی نہیں ہوا۔ ویسے سنا ہے کہ آوارہ گردوں کا خون بے حد کڑوا اور بدمزہ ہوتا ہے۔'' آج وہ بہت مست معلوم ہوتی تھی۔

''انکا!'' میں نے بے بسی کی حالت میں بڑی لجاجت سے کہا۔ ''خدا کے واسطے تم اب میرا پیچھا چھوڑ دو۔ میں تمہارا یہ احسان کبھی نہ بھولوں گا۔''

''بڑے احسان فراموش معلوم ہوتے ہو جمیل۔ کیا تم بھول چکے ہو کہ تمہیں یہ سب عیش و عشرت کس کی بدولت حاصل ہوا ہے۔'' انکا کے لہجے کی سنجیدگی میں نے بطور خاص محسوس کی۔

''میں جانتا ہوں لیکن جب میں ہی نہ رہوں گا تو پھر یہ سب کچھ کس کے کام آئے گا۔'' میں رو دینے والے لہجے میں بولا۔

''سچ سچ!'' انکا نے مجھے چمکارتے ہوئے کہا۔ ''تم سچ مچ بے حد خوفزدہ نظر آ رہے ہو۔''

''آخر تم چاہتی کیا ہو۔ کیا میں تمہارے لئے بے گناہ لوگوں کا خون بہاتا رہوں؟''

''سنو جمیل۔'' انکا اچانک بڑی سنجیدگی سے بولی۔ ''جب تک میرا وجود تمہاری ذات سے منسلک ہے تمہیں کوئی خطرہ پیش نہیں آ سکتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ وقتی طور پر کچھ پریشانیاں پیش آ جائیں مگر تم ان پر بہ آسانی قابو پا سکتے ہو۔''

انکا کے لہجے میں نہ جانے وہ کون سا جادو تھا کہ مجھے سکون مل گیا پھر بھی جب میں نے اسے ملازم کے بارے میں تفصیل سے آگاہ کیا تو وہ بڑی بے پروائی سے بولی۔

''مجھے علم ہے کہ وہ تم سے ناراض ہو کر چلا گیا ہے۔ تمہاری اطلاع کے لئے یہ بھی بتا دوں کہ وہ اس وقت تھانے میں بیٹھا اپنا بیان لکھوا رہا ہے اور پولیس کوئی دم میں یہاں پہنچنے والی ہے مگر تمہیں گھبرانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ تم پولیس کا منہ بند کرنے کے لئے دولت کا استعمال بھی بخوبی جانتے ہو۔''

''ملازم کا کیا ہو گا......؟''

''اس کی فکر مت کرو۔ میں سب ٹھیک کر لوں گی۔''

انکا نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا پھر بہت اعتماد کے ساتھ بولی۔ ''جب تک تم میرے ساتھ کئے ہوئے عہد پر قائم رہو گے اور مجھ سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرو گے میں تمہارا برابر تحفظ کرتی رہوں گی لیکن جس روز بھی تم نے ایسا کیا اس روز میں تمہیں ایسی مصیبت سے دوچار کر دوں گی کہ تمہیں بھاگنے کا راستہ نہ ملے گا۔''

مجھے معلوم تھا کہ انکا جو کچھ کہہ رہی ہے اسے کر گزرنے کی طاقت بھی رکھتی ہے اس لئے میں نے کوئی جواب نہ دیا اور دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ دیکھیں یہ آفت کب تک میرے سر پر مسلط رہتی ہے۔

''جمیل...... تمہیں ایک خوشخبری سناؤں۔'' کچھ دیر بعد انکا نے مسکراتے ہوئے میرے کان میں سرگوشی کی۔ ''تمہاری نرگس اصفہانی کل تک تمہارے پاس آ جائے گی۔''

''تمہیں کیسے معلوم ہوا؟'' میں نے چونکتے ہوئے دریافت کیا۔ نرگس اصفہانی کا نام سن کر میں اپنی ساری پریشانیاں فوراً بھول گیا۔ اپنی محبوبہ کا نام سنتے ہی میرا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔

''مجھے کیا نہیں معلوم جمیل صاحب۔'' انکا نے میرے سر پر کھڑے ہو کر کہا پھر اپنے دیدے مٹکانے لگی۔ ''میں یہ بھی جانتی ہوں کہ نرگس آتے ہی تم سے شادی کی درخواست کرے گی جسے تم فوراً قبول کر لو گے۔''

''سچ۔'' میرے ذہن میں شہنائیاں بجنے لگیں لیکن باہر سے ابھرنے والی قدموں کی آواز نے شہنائیوں کی آواز کو دبا دیا اور پھر وہی ہوا جس کا اظہار ابھی چند لمحے پیشتر انکا مجھ سے کر چکی تھی۔

پولیس کا ایک انسپکٹر دو سپاہیوں اور میرے ملازم کے ساتھ جس وقت میرے کمرے میں داخل ہوا تو میرا دل دہل کر رہ گیا۔ انکا نے اس موقع پر ایک بار پھر میری ڈھارس بندھائی۔

''دیکھو جمیل۔ پولیس والوں کے سامنے کسی قسم کی بزدلی کا ثبوت مت دینا۔ ہمت سے کام لینا اور اس بات کو ماننے سے صاف انکار کر دینا کہ تم کملا نامی کسی لڑکی کو جانتے ہو۔ ہاں جب پولیس زیادہ کرید کرے تو تم وقتی پریشانی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے انسپکٹر کی مٹھی گرم کر دینا۔''

انکا کی بات سن کر میں اپنی جگہ محتاط ہو گیا اور اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پا کر انسپکٹر کو یوں گھورنے لگا جیسے مجھے اس کا بلا اجازت مکان میں داخل ہونا ناگوار گزرا ہو۔

انسپکٹر کچھ دیر تک خاموش کھڑا میرے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لیتا رہا پھر بغیر کسی تمہید کے اصل مقصد کی طرف آ گیا۔ وہ مجھ سے کملا کے بارے میں کچھ معلوم کر لینے کی جان توڑ کوشش کر رہا تھا۔ میرا نمک حرام ملازم قریب ہی کھڑا ہماری گفتگو سن رہا تھا لیکن مجھے اس کی موجودگی کی بھی مطلق کوئی پروا نہیں تھی۔ انکا کے مشورے کے پیش نظر میں نے انسپکٹر کو اپنا بیان یہی دیا تھا کہ میں کملا نامی کسی لڑکی سے واقف نہیں ہوں اور یہ کہ آج میں پہلی مرتبہ اس نام کو اس کی زبان سے سن رہا ہوں۔ انسپکٹر جو اس خیال سے اچانک میرے کمرے میں دندناتا ہوا گھس آیا تھا کہ مجھے ملازم کے دیے ہوئے بیان کے تحت مرعوب کر لے گا' مجھے ایک ٹھوس چٹان کی طرح اٹل دیکھ کر میری طرح مایوسی کا شکار نظر آ رہا تھا لیکن اس نے ہمت نہ ہاری اور مجھے گھورتے ہوئے بولا۔

''جمیل صاحب کیا آپ اس شخص سے واقف ہیں؟''

''جی ہاں۔'' میں نے بڑی بے پروائی سے اپنے ملازم کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ ''یہ میرا ملازم رہ چکا ہے۔''

''گویا آپ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ صبح تک یہ آپ کی ملازمت میں تھا۔''

''جی ہاں۔''

''کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ نے اسے کس وجہ سے اپنی ملازمت سے برخاست کیا تھا؟'' انسپکٹر نے کس قدر طنز کے ساتھ کہا۔

''انسپکٹر۔'' میں نے ذرا خفگی سے کہا۔ ''میں بے ہودہ قسم کے ملازموں کو برداشت کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ ویسے بھی کسی ملازم کو ملازمت سے برخاست کر دینا کوئی جرم نہیں ہے۔''

''جمیل صاحب!'' انسپکٹر بدستور رکھائی سے بولا۔ ''کیا کملا کے قتل کی کہانی آپ اخبارات میں پڑھ چکے ہیں۔''

''محض سرخی کی حد تک۔ تفصیل میں اس لئے وقت ضائع نہیں کیا کہ مجھے جرائم سے کبھی کوئی دلچسپی

نہیں رہی۔''

''لیکن آپ کے ملازم کا بیان ہے کہ مقتولہ رات آپ کی خواب گاہ میں آپ کے ساتھ موجود تھی۔''

''اگر آپ میرے ملازم کے بیان کو اس قدر اہمیت دے رہے ہیں تو شوق سے اس کی چھان بین کر لیں۔'' میں نے بے پرواہی سے کہا۔ ''مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔''

''ہوں'' انسپکٹر مجھے گھورتے ہوئے بولا۔ ''گویا آپ کو اس حقیقت سے انکار ہے کہ چوپاٹی پر پائی جانے والی لاش جس عورت کی ہے وہ رات گئے تک آپ کے پاس تھی۔''

''یہ سراسر بہتان ہے انسپکٹر۔'' میں نے قدرے برہمی کا مظاہرہ کیا۔ ''محض ایک ملازم کے۔ بے سروپا بیان پر آپ مجھے قتل کا مجرم گرداننے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔''

''بہت خوب۔'' پولیس انسپکٹر اس بار نہ جانے کیوں مسکرا دیا۔ اس کی دوررس نگاہیں کسی بھوکے عقاب کے مانند میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ کچھ توقف کے بعد اس نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔ ''مسٹر جمیل۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کی کار اس وقت کہاں ہے؟''

''گیراج میں۔'' میں نے تیزی سے جواب دیا۔

''میں ایک نظر اسے دیکھنا چاہوں گا۔''

''بڑے شوق سے دیکھئے۔'' میں نے ناراض سا ہوتے ہوئے کہا پھر انسپکٹر کو ساتھ لئے باہر کی طرف لپکا ہی تھا کہ انکا جو بڑی سنجیدگی سے میرے سر پر بیٹھی حالات کا جائزہ لیتی رہی تھی' مجھ سے بولی۔

''جمیل۔ اب وقت آ گیا ہے کہ تم انسپکٹر کو خریدنے کی کوشش شروع کر دو۔ کار کے اندر ساحل سمندر کی جو تھوڑی بہت ریت موجود ہے وہ تمہیں پھنسانے کے لئے انسپکٹر کی رہنمائی بھی کر سکتی ہے۔''

انکا نے جس خطرے کا اشارہ کیا تھا اسے محسوس کر کے اچانک رک گیا تو انسپکٹر مجھے مخاطب کر کے پوچھا۔

''کیوں مسٹر جمیل۔ آپ رک کیوں گئے؟ کیا گاڑی کا معائنہ کرانے میں آپ کو کوئی ہچکچاہٹ محسوس ہو رہی ہے؟''

''نہیں۔'' میں نے جلدی سے کہا اور خود پر قابو پاتے ہوئے بڑی نرمی سے بولا۔ ''انسپکٹر مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔''

''فرمائیے۔'' انسپکٹر مجھے نرم پڑتا دیکھ کر مسکرا دیا۔

''بات دراصل یہ ہے انسپکٹر کہ میرے ملازم نے موقع کی نزاکت سے فائدہ اٹھا کر مجھے پھانسنے کی کوشش کی ہے۔''

''کیا مطلب۔'' انسپکٹر نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

''اسے میری نجی مصروفیات کے بارے میں بھی تھوڑا بہت علم ہے جس کی بنا پر وہ متعدد بار مجھے بلیک میل کر چکا ہے۔'' میں نے اپنے ذہن میں ایک خاکہ مرتب کر کے اس میں رنگ بھرنا شروع کر دیا۔ ''آج صبح بھی اس نے مجھ سے ایک لمبی رقم کا مطالبہ کیا تھا۔ میرے انکار پر اس نے مجھے دھمکی دی تھی کہ وہ مجھے کملا کے کیس میں بھی ملوث کر سکتا ہے۔ اسی نے مجھے صبح کے اخبارات بھی دکھائے تھے۔''

''میں سمجھا نہیں کہ آخر وہ آپ کو کملا کے قتل میں کس طرح ملوث کر سکتا تھا۔''

''اس لئے کہ.....'' میں ایک لمحے کے لئے گڑبڑا گیا پھر جلدی سے اپنی بوکھلاہٹ پر قابو پا کر بولا۔ ''دراصل بات یہ ہے انسپکٹر کہ کملا ایک دو بار پہلے بھی میرے مکان پر آ چکی ہے۔ کملا کی ایک سہیلی جو آج کل مجھ سے ناراض ہے اس راز سے واقف ہے جس کا علم میرے ملازم کو بھی ہے۔ اس نمک حرام نے یہی کہا تھا کہ اگر میں نے اس کی منہ مانگی رقم دینے سے انکار کیا تو وہ کملا کی سہیلی سے میرے خلاف بیان دلوا کر مجھے پھنسوا دے گا۔''

''اگر یہ حقیقت ہے مسٹر جمیل تو مجھے آپ کے ملازم کی چالاکی کی داد دینا پڑے گی۔ اس نے واقعی آپ کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا ہے۔''

''انسپکٹر۔'' میں نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ ''میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ کملا کے قتل سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔''

''ہو سکتا ہے کہ آپ درست فرما رہے ہوں لیکن کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ آپ کے ملازم نے آج صبح آپ سے کتنی رقم کا مطالبہ کیا تھا۔'' انسپکٹر نے اپنا آخری جملہ ذرا دبی زبان میں بڑے معنی خیز لہجے میں ادا کیا تھا۔

''پچیس ہزار۔'' میں نے تلملا کر بڑی شاندار اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ ''پہلے بھی یہ مردود کئی بار مجھ سے ہزار پانچ سو ٹھگتا رہا ہے۔''

''حالات کے پیش نظر آپ کو سمجھ داری سے کام لینا چاہئے جمیل صاحب۔'' انسپکٹر نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔ ''ایسے موقع پر اگر لاکھ ڈیڑھ لاکھ خرچ کر کے بھی آپ گلو خلاصی کرا لیں تو سودا مہنگا نہیں رہے گا۔''

میں سمجھ گیا کہ میرا شکار میرے بچھائے ہوئے جال میں پھنس چکا تھا چنانچہ تھوڑی سی ہچکچاہٹ کے بعد میں نے کھل کر انسپکٹر سے سودا کر لیا اور اس کی مطلوبہ رقم اسے دے دی۔ جب وہ رخصت ہونے لگا تو میں نے کہا۔

''انسپکٹر۔ کہیں یہ مردود کسی اور بڑے افسر سے رابطہ قائم کر کے مجھے پریشان کرنے کی کوشش تو نہ کرے گا۔''

''کیسی باتیں کرتے ہیں آپ جمیل صاحب!'' انسپکٹر نے اس بار بڑی اپنائیت سے جواب دیا۔ ''کیا مجال ہے اس کی کہ ایک لفظ بھی آپ کے خلاف زبان سے نکال سکے۔ اور پھر میں جو ہوں آپ کے ساتھ۔''

انسپکٹر کے جانے کے بعد میں نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا پھر سب سے پہلا کام میں نے یہ کیا کہ گاڑی کو گیراج سے نکال کر سروسنگ اسٹیشن چھوڑ آیا۔ انکا نے مجھے بتایا کہ انسپکٹر نے ڈیڑھ لاکھ کی رقم میں سے دو ہزار روپے ملازم کو دے دیے ہیں اور سختی سے ہدایت کر دی ہے کہ اگر اس نے اس سلسلے میں زبان سے ایک لفظ بھی نکالا تو اچھا نہ ہوگا۔

میں انکا کی بات سن کر چپ رہا تو اس نے کہا۔

''یہ اب تمہارا منہ کس لئے پھولا ہوا ہے۔ کیا اب بھی تمہیں کسی بات کا خطرہ لاحق ہے۔''

''خطرہ تو نہیں۔ ہاں البتہ یہ سوچتا ہوں کہ آخر اس طرح کب تک پھانسی کے تختے سے بچتا رہوں گا۔'' میں نے مردہ سی آواز میں جواب دیا۔

''جب تک تم اپنے کئے ہوئے عہد کو نبھاتے رہو گے۔''

''کیا تم اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے لئے انسانی خون کے بجائے کوئی اور ذریعہ تلاش نہیں کر سکتیں۔'' میں نے کچھ سوچ کر پوچھا تو وہ برہم ہو گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ اسے میرا سوال بہت برا لگا ہے۔ مجھے محسوس ہوا جیسے میں اسے کسی آئینے میں دیکھ رہا ہوں۔ وہ اپنے نچلے ہونٹ کو بڑی جھلاہٹ میں کاٹ رہی تھی اور مجھے قہر آلود نگاہوں سے گھورے جا رہی تھی۔ میں نے اسے غصیلی حالت میں دیکھا تو خاموشی سے اپنے کمرے میں آیا اور تھکن اتارنے کی خاطر بستر پر نیم دراز ہو گیا۔

''جمیل۔'' انکا نے مجھے سخت لہجے میں مخاطب کیا۔ ''اگر تم چاہتے ہو کہ تم پر کوئی عتاب نازل نہ ہو تو آئندہ کبھی میرے حکم کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ انسانی خون میری غذا ہے۔ مجھے تمہارے مشوروں کی ضرورت نہیں۔ یہ سب کیوں ہے اس کے جاننے کی ضرورت بھی تمہیں نہیں۔''

چند لمحے میں آنکھیں بند کئے پڑا اپنے خیالات میں الجھا رہا پھر جب میں نے محسوس کیا کہ انکا میرے سر پر لیٹ کر دوبارہ محو خواب ہو چکی تو میں آہستہ سے اٹھا اور نہانے کی غرض سے باتھ روم کی طرف چل دیا۔

اس روز میں تمام دن گھر میں پڑا رہا۔ ملنے جلنے والے آئے تو میری ہدایت کے مطابق چوکیدار نے انہیں یہ کہہ کر ٹال دیا کہ میں گھر پر موجود نہیں ہوں۔ شام کو میں کپڑے تبدیل کر کے باہر نکلا۔ سروس اسٹیشن پر جا کر میں نے اپنی کار لی پھر ایک چکر شہر کا لگا کر واپس گھر پلٹ آیا اور اپنی خواب گاہ میں بند ہو کر بیٹھ رہا۔

بمبئی میں پہلا دن تھا جو میں نے بالکل تنہا رہ کر کاٹا تھا۔ مجھے انکا پر رہ رہ کر غصہ آ رہا تھا جو بجائے میری دلجوئی کرنے کے مجھ سے ناراض ہو گئی تھی۔ شاید اس لئے کہ میں نے اسے انسانی خون پینے سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ میرے سر پر نیم دراز ہے اور کہنی پر ٹھوڑی ٹکائے کسی گہری سوچ میں غرق ہے۔ مجھے اس کے چہرے پر آج خلاف توقع بہت زیادہ سنجیدگی نظر آ رہی تھی۔ ایک دو بار میرے جی میں آئی کہ انکا سے کچھ بات کروں لیکن پھر میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

رات آئی تو مجھے تنہائی کا احساس شدت سے ستانے لگا۔ میں نے جی کو بہلانے کی خاطر شراب کا سہارا تلاش کر لیا اور اس وقت تک پیتا رہا جب تک میرے اعصاب میرے قابو میں رہے۔ پھر یہ سلسلہ اسی وقت ختم ہوا جب غالباً میں بے ہوش ہو گیا تھا یا پھر ممکن ہے کہ مجھ میں زیادہ پینے کی سکت باقی نہیں رہی تھی۔ وہ رات کس طرح گزری، مجھے کوئی علم نہیں لیکن دوسرے دن میری تمام الجھنیں اور پریشانیاں ختم ہو گئیں اور اس کی وجہ نرگس اصفہانی کی ذات تھی۔

نرگس اصفہانی جسے میں دل و جان سے چاہتا تھا اور جس کے حصول کے لئے میں نے پہلی بار انکا کے اکسانے پر جمشید کو موت کے گھاٹ اتارا تھا، اچانک میرے سامنے آئی تو میں سب پریشانیاں یکسر فراموش کر کے اس کے سراپا میں گم ہو گیا۔ پھر میری اور اس کی باتوں کا سلسلہ چل نکلا۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ وہ محض میری خاطر اپنے والدین اور اپنی کروڑوں کی جائیداد سے منہ پھیر کر میرے پاس آئی ہے۔ نرگس کی اس محبت اور قربانی کے جذبے کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

"نرگس۔ تمہیں پا لینے کے بعد میں یوں محسوس کر رہا ہوں جیسے میں دنیا کا سب سے خوش قسمت شخص ہوں۔ اب ہم کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ تمہارے بغیر میری زندگی ادھوری تھی۔" میں نے جذبات میں کہا۔

"یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہم ہمیشہ کے لئے ایک ہو جائیں۔" نرگس نے دبی زبان میں جواب دیا۔

"میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا لیکن اتنی جلدی کیا ہے۔"

"نہیں جمیل۔ جب تک تم مجھے اپنا نہیں لیتے، میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ دنیا والے کیا کہیں گے۔"

میں نے نرگس کو بہتیرا سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ کچھ دن رک جائے تاکہ شادی کی رسوم دھوم دھام سے پوری کی جا سکیں لیکن نرگس کسی طرح میری یہ بات ماننے پر آمادہ نہ ہوئی۔ اس نے یہی کہا تھا کہ وہ کسی قسم کے ہنگاموں کو پسند نہیں کرے گی۔ مبادا شادی کی اطلاع اس کے والدین کو ملے اور وہ اسے واپس لے جانے کے لئے پریشان کرنے کی کوشش کریں۔ بات چونکہ معقول تھی اس لئے میں نے مزید

اصرار نہیں کیا اور اسی روز شام کو ایک قاضی کو بلا کر دو گواہوں کی موجودگی میں جو میرے دفتر کے ملازم تھے، نکاح پڑھوا لیا۔

نرگس اصفہانی سے شادی کر لینے کے بعد میں نے اپنی تمام بیرونی مصروفیات یکسر ختم کر دی تھیں۔ اگر کوئی خاص آدمی ملنے کی غرض سے آتا تو اسے روک لیا جاتا ورنہ بیشتر کو دروازے ہی سے یہ کہہ کر واپس کر دیا جاتا کہ "صاحب گھر پر نہیں ہیں۔" فون کرنے والوں کو بھی اسی انداز میں ٹال دیا جاتا تھا۔

میرے شب و روز نرگس کی رفاقت میں گزر رہے تھے۔ ہمہ وقت میں اس کی زلفوں کی چھاؤں تلے لیٹا ایک انوکھی دنیا میں گم رہتا۔ سچ پوچھئے تو میرا دل ایک لمحے کے لئے بھی نرگس سے دور ہونے کو نہیں چاہتا تھا۔ اس کے والہانہ پن اور خوبصورت باتوں نے مجھے اس قدر مدہوش کر رکھا تھا کہ مجھے وقت کا اندازہ بھی نہیں ہوتا۔ رات کب آئی اور صبح کب دوپہر کے ہنگاموں میں مدغم ہو جاتی تھی، مجھے ان باتوں کا نہ تو کوئی دھیان رہتا اور نہ میرے پاس فرصت کا کوئی ایسا لمحہ تھا جو میں ان باتوں پر غور کر سکتا۔

نرگس کو اپنا بنا لینے کے بعد میرے اندر ایک نیا انقلاب رونما ہو رہا تھا۔ اب میں نے سٹہ اور ریس کھیلنا ترک کر دیا تھا۔ رہا دولت کی فراوانی کا سوال تو پہلے انکا کی پُراسرار قوت میرے کام آتی تھی اور اب نرگس کے قدموں کی برکت سے مجھے دنیا کا سارا عیش و آرام حاصل تھا۔ میرے کاروبار میں حیرت انگیز طور پر ترقی ہو رہی تھی۔

میں ان بدلتے ہوئے حالات سے مطمئن تھا۔ مجھے امید ہو چلی تھی کہ اب میری زندگی بڑے سکون اور آرام سے گزر سکے گی۔ میں نے تہیہ کر لیا تھا کہ اب میں کبھی برے کاموں کی طرف دھیان نہیں دوں گا لیکن کبھی کبھی یہ خیال کہ انکا کا وجود بدستور میرے سر پر مسلط تھا، مجھے فکر مند کر دیتا۔ میں یہ سوچ کر پریشان ہو جاتا کہ کہیں کئے ہوئے عہد کے مطابق مجھے پھر اس کے لئے انسانی خون فراہم نہ کرنا پڑے۔

کئی بار میں نے بڑی سنجیدگی سے اس بات پر غور کیا تھا کہ نرگس کو جو اب میری شریک زندگی تھی، انکا کے بارے میں کچھ بتا کر اس سے کوئی مشورہ مانگوں لیکن کملا کی موت کے وقت انکا نے مجھے جو دھمکی دی تھی، میں اس سے اس قدر خوفزدہ تھا کہ چاہنے کے باوجود شادی کے بیس پچیس دن بعد تک بھی نرگس سے انکا کے بارے میں کچھ بھی نہ کہہ سکا۔ مجھے اس بات کا بھی بخوبی علم تھا کہ جو بات میری زبان سے نکلتی تھی اس کا علم انکا کو ہو جاتا البتہ جو بات میں دل میں سوچا کرتا تھا ابھی تک اس کے بارے میں مجھے شبہ تھا کہ انکا اس کے بارے میں نہیں جان سکتی ہے۔

میری شادی کو تقریباً ایک ماہ گزر چکا تھا۔ اس تمام عرصے میں انکا برابر میرے سر پر موجود رہی تھی لیکن روٹھی روٹھی سی۔ اس نے مجھ سے کوئی بات کہی تھی اور نہ ہی میں نے اسے مخاطب کرنے کی ضرورت

محسوس کی تھی۔ میں ہمیشہ عالم تصور میں محسوس کرتا جیسے انکا مجھ سے بے حد ناراض ہے۔ کبھی کبھی مجھے یہ
محسوس ہوتا کہ وہ غصیلی آنکھوں سے مجھے گھور رہی ہے۔ میں جلدی سے اپنی آنکھیں بند کر لیتا پھر نرگس
سے باتوں میں الجھ کر انکا کے وجود کو وقتی طور پر بھلانے کی کوشش شروع کر دیتا۔ ویسے دل ہی دل میں
ہمیشہ یہی دعا مانگتا رہتا کہ خدا کرے انکا مجھ سے ہمیشہ یوں ہی روٹھی رہے اور ہمارے درمیان گفت و شنید
کا سلسلہ دوبارہ قائم نہ ہو۔ کہیں مجھے پھر اس کے لئے کسی بے گناہ کو قتل نہ کرنا پڑے۔

انکا نے مجھ سے کہا تھا کہ اسے اپنے پُراسرار وجود کو برقرار رکھنے کے لئے ہر ماہ کسی انسان کے خون کی
ضرورت پیش آتی ہے لیکن اس بار کملا کا خون پیے اسے ایک ماہ سے کچھ زیادہ ہی دن گزر چکے تھے مگر اس
نے ابھی تک مجھ سے کسی قسم کی کوئی فرمائش نہیں کی تھی جس کی وجہ سے مجھے امید ہو چلی تھی کہ غالباً اب وہ
میرا پیچھا چھوڑ دے گی اور کسی دوسرے سر کو اپنا مسکن بنا لے گی۔ مجھے بڑی شدت سے اس دن کا انتظار تھا
جب مجھے اس مصیبت سے چھٹکارا مل جاتا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ہوا یوں کہ ایک روز جب
میں نرگس کو گھر پر چھوڑ کر ایک ضروری کام کو نمٹانے کی غرض سے آفس کے لئے روانہ ہوا تو انکا مجھے راستہ
میں تنہا پا کر مخاطب کیا۔

''جمیل۔ میں تمہارے اندر کچھ تبدیلیاں دیکھ رہی ہوں۔''

انکا کی سرگوشی میرے کانوں میں ابھری تو میرا سکون درہم برہم ہو گیا۔ میں نے محسوس کیا جیسے یہ
جملہ ادا کرتے وقت انکا کے چہرے پر کرب طاری تھا۔ وہ اپنی نشیلی نظروں سے جن میں اس وقت شکایت
بھری ہوئی تھی' مجھے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر آج وہ سرخی بھی موجود نہیں تھی جو انسانی
خون پینے کے بعد نمودار ہو جاتی تھی۔ اس کے تراشیدہ ہونٹ خزاں زدہ پتیوں کی طرح مرجھائے
مرجھائے سے نظر آ رہے تھے۔ ایک لمحے کے لئے میں نے انکا کے چہرے پر پھیلے ہوئے تاثرات کو
محسوس کیا پھر سنبھل کر بولا۔

''تم بھی تو آج کل مجھ سے ناراض ہو۔''

''ہاں۔ لیکن میری ناراضگی کی وجہ تمہیں معلوم ہے۔'' انکا بولی۔

''میں سمجھا نہیں تمہارا مطلب۔'' میں نے دیدہ و دانستہ انجان بنتے ہوئے کہا ورنہ میں خوب جانتا تھا
کہ انکا کی ناراضگی کا سبب کیا ہے۔ وہ مجھ سے اسی دن سے برہم تھی جب میں نے اسے انسانی خون پینے
سے باز رہنے کا مشورہ دیا تھا۔

''تمہیں اب اتنی فرصت ہی کہاں [illegible] تم میری بات کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرو۔'' انکا نے
شکایت بھری آواز میں جواب دیا۔

''یہ بات نہیں ہے انکا۔ بلکہ دراصل بات یہ ہے کہ میں......''

''رہنے دیجئے جمیل صاحب۔'' انکا نے میرے جملے کو درمیان سے اچکتے ہوئے تیزی سے
کہا۔ ''میں دیکھ رہی ہوں کہ جب سے تم نے نرگس سے شادی کی ہے' تمہاری دلچسپی میرے وجود سے کم
ہوتی جا رہی ہے۔ تم مجھے نظر انداز کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔ جب کہ تم یہ بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ
میں تمہارے لئے بڑی اہم حیثیت رکھتی ہوں۔ نرگس سے بھی زیادہ......''

''لیکن نرگس سے شادی کرنے کا مشورہ تو خود تم ہی نے دیا تھا۔'' میں تھوک نگل کر بولا۔ انکا کی بات
نے مجھے الجھن میں ڈال دیا تھا۔

''میں اس سے انکار نہیں کروں گی مگر تم میرا مقصد نہیں سمجھے۔'' انکا نے تیزی سے جواب دیا۔ ''میں تم
سے کسی جسمانی قرب کی خواہاں نہیں ہوں۔ میں تو صرف یہ چاہتی ہوں کہ تم اپنے کئے ہوئے عہد پر قائم
رہو۔''

عہد کا لفظ میرے ذہن پر بم بن کر پھٹا تھا۔ اسی وقت مجھے یہ خیال آیا کہ کہیں انکا پھر مجھے کسی قتل پر
مجبور نہ کرے اور اس خیال کے ابھرتے ہی میرا سارا جسم کسی انجانے خوف سے کپکپا اٹھا۔ ابھی میں کوئی
معقول جواب سوچ ہی رہا تھا کہ انکا نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

''جمیل۔ اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ میں تمہارا پیچھا چھوڑ دوں گی تو اس خیال کو اپنے ذہن سے نکال
دو۔ جتنا تم مجھ سے دور بھاگنے کی کوشش کرو گے اتنا ہی میں تم سے اور قریب ہوتی جاؤں گی۔''

''لیکن اب میں تمہاری خاطر کسی کے خون سے اپنے ہاتھ نہیں رنگ سکتا۔'' اچانک میں نے بدلے
ہوئے تیور سے جواب دیا۔

انکا میرا جواب سن کر بولی۔

''میں تم کو ایک موقع اور دے سکتی ہوں' سوچنے کے لئے۔''

''دفع ہو جاؤ۔'' میں چیخ اٹھا۔ ''مجھے کسی موقع کی ضرورت نہیں ہے۔ نرگس کے ساتھ میں کسی
جھونپڑی میں بھی خوش رہ سکتا ہوں۔ تم اگر چاہو تو اپنی دی ہوئی دولت اور شہرت واپس چھین لو۔''

اس بار انکا نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ میرے موجودہ رویے نے
اسے متحیر کر دیا ہے۔ اس کا چہرہ دہکتے ہوئے تنور کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔ کچھ دیر تک وہ غصیلے انداز میں
کھڑی اپنے ہونٹ چباتی رہی پھر میں نے محسوس کیا کہ اس کا پُراسرار وجود میرے سر پر سے رینگتا ہوا اتر
گیا۔ بالکل اسی طرح جس طرح جمشید اور کملا کے قتل کے بعد ہوا تھا۔

ایک ثانیے کے لئے میرا دل خوشی سے اچھل پڑا کہ انکا کے پُراسرار وجود سے مجھے چھٹکارا مل گیا ہے
مگر پھر دوسرے ہی لمحے انکا کی حیرت انگیز قوتوں کا خیال میرے ذہن میں ابھرا تو کسی انجانے خوف کے
تحت میرے جسم کے تمام رونگٹے الف کی صورت کھڑے ہو گئے۔ میرے ذہن میں ایک خیال بڑی

سرعت سے ابھرا۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ انکا مجھے کسی نئی مصیبت سے دو چار کر دے......؟ اس کے لئے کوئی بات بھ
ناممکن نہیں تھی۔

اس خیال کے آتے ہی میں نے بڑی تیزی سے گاڑی کا رخ گھر کی سمت موڑ دیا۔ میں نے فیصلہ
کر لیا تھا کہ قبل اس کے کہ انکا مجھے کسی مصیبت میں گرفتار کرائے' میں نرگس کو تمام تفصیل بتا دوں گا اور پھ
وہی کروں گا جس کا مشورہ مجھے نرگس دے گی۔

گاڑی آندھی اور طوفان کی طرح گھر کی سمت دوڑ رہی تھی۔ راستے میں کئی جگہ حادثہ ہوتے ہوتے
بچا۔ بہرحال میں کسی نہ کسی طرح گھر پہنچ گیا پھر میں نے نرگس کو من وعن شروع سے لے کر آخر تک تما
باتیں بتا دیں جنہیں سن کر وہ یوں میرے چہرے کو گھورنے لگی جیسے اسے میری صحیح الدماغی پر شبہ ہو رہا تھا
پھر وہ یہ جاننے کی کوشش کر رہی تھی کہ کہیں مجھ پر مالیخولیا کا حملہ تو نہیں ہو گیا۔ اسے میری باتوں پر اعتبا
نہیں آیا تھا۔

''نرگس میری زندگی۔'' میں نے اسے اپنی بانہوں میں لے کر اس کی پیشانی چومتے ہوئے بڑے
ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہنا شروع کیا۔ ''مجھے معلوم ہے کہ تمہیں میری باتوں کا یقین نہیں آیا۔ تم ہی کیا
اگر کوئی دوسرا بھی سنے گا تو یہی کہے گا کہ میری دماغی حالت خراب ہو گئی ہے لیکن یقین کرو میری
روح۔ اس وقت میں نے تم کو جو کچھ بتایا ہے اس کا ایک ایک لفظ درست ہے۔ اور اب میں تمہارے
مشورے کا منتظر ہوں۔''

نرگس بڑی دیر تک حیرت واستعجاب کی کیفیت سے دو چار خالی خالی نظروں سے میرا چہرہ تکتی رہی لیکن
جب میں نے قسمیں کھا کر اسے یقین دلایا تو اسے میری باتوں پر اعتبار آ گیا مگر اس کے باوجود فوری طو
پر مجھے کوئی مشورہ دینے کے بجائے تصویر حیرت بنی رہی جیسے اس پر سکتہ طاری ہو گیا ہو۔ کچھ دیر بعد
اس کی حالت سنبھلی تو اس نے کہا۔

''کیا آپ کو یقین ہے کہ انکا آپ کو کسی مصیبت میں پھنسا دے گی۔''

''ہاں۔'' میں تلملا کر بولا۔ ''وہ کمبخت بڑی پُراسرار قوتوں کی مالک ہے۔ اس نے مجھ سے کئی موقعوں
پر یہ بات کہی تھی کہ اگر کبھی میں نے اس کے ساتھ بدعہدی کی تو وہ مجھے الجھنوں اور پریشانیوں میں گر
کرا دے گی۔''

''میرا مشورہ ہے کہ آپ کسی پیر صاحب سے ملیں۔'' نرگس نے جلدی سے کہا۔ ''...ہے تو انکا کوئی
کوئی چھلاوا یا گندی روح معلوم ہوتا ہے جس کا توڑ کوئی بزرگ ہی کر سکتے ہیں۔ آپ فوری طور پر کسی
صاحب سے مل کر جان و مال کی سلامتی کا تعویذ حاصل کر لیں۔ خدا نے چاہا تو پھر انکا آپ کا کچھ نہ بگ
سکے گی۔''

نرگس کا مشورہ اس قدر معقول تھا کہ مجھے اپنے آپ پر غصہ آ گیا۔ جو بات مجھے اس وقت نرگس نے
بتائی تھی وہ آج تک میرے ذہن میں کیوں نہیں آئی تھی ورنہ میں ضرور کسی بزرگ سے رجوع کر چکا ہوتا
اور کیا عجب تھا کہ ان تمام پریشانیوں سے محفوظ بھی رہتا جو اب مجھے چاروں طرف سے گھیر چکی تھیں۔ میں
اسی ادھیڑ بن میں مبتلا تھا کہ نرگس بڑے پیار سے بولی۔

''کس سوچ میں گم ہیں آپ...... میری مانیں تو اسی وقت جا کر کسی پیر صاحب سے تعویذ حاصل
کر لیجئے۔''

''میرا بھی یہی خیال ہے مگر میں کسی بزرگ سے واقف نہیں ہوں۔''

''پریشان ہونے سے کچھ حاصل نہیں ہے۔'' نرگس بولی۔ ''آپ باہر جا کر اپنے دوستوں اور ملنے
جلنے والوں سے پوچھیں۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی آپ کی رہنمائی کر دے۔''

نرگس کے مشورے پر میں نے اسی وقت اپنے تمام دوستوں کو فون کھڑکانا شروع کر دیا۔ کچھ لوگوں
سے فون پر رابطہ قائم نہ ہو سکا جو لوگ ملے انہوں نے پہلے تو اس بات پر میرا مذاق اڑایا کہ مجھے اچانک کسی
پیر بزرگ کی ضرورت کیوں آن پڑی ہے۔ پھر یہ کہہ کر مجھے مایوس کر دیا کہ وہ کسی ایسے بزرگ سے
واقف نہیں ہیں جو میری پریشانیوں کا تدارک کر سکے۔

تقریباً تین گھنٹے تک میں ایک ایک واقف کار سے فون پر رابطہ قائم کرتا رہا لیکن مجھے اپنے ارادے
میں کامیابی نہ ہو سکی۔ پھر میں نے سوچا کہ دفتر جا کر اپنے ملازموں سے کیوں نہ معلوم کیا جائے' ہو سکتا
ہے کہ ان میں سے کوئی میری مدد کر سکے۔ نرگس نے بھی میرے خیال کی تائید کی چنانچہ میں پریشانی کی
حالت میں اٹھ کھڑا ہوا۔ نرگس باہر تک میرے ساتھ آئی۔ اس تمام عرصے میں وہ برابر مجھے تسلی دیتی رہی
اور ہمت نہ ہارنے کی تلقین کرتی رہی۔ جس وقت میں نے گاڑی میں بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کیا اس وقت
بھی وہ مسکراتی اور پُرامید نظروں سے مجھے خدا حافظ کہہ رہی تھی۔ قبل اس کے کہ میں گاڑی کو اپنے بنگلے
کے احاطے سے باہر نکال پاتا، پولیس کی ایک جیپ تیزی سے اندر داخل ہوئی اور پھر اس میں سے چھ
سات باوردی اور مسلح سپاہیوں نے کود کر میری گاڑی کو اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اس کے بعد وہی پولیس
انسپکٹر ریوالور تانے میرے قریب آیا جسے میں نے کملا کے سلسلے میں ڈیڑھ لاکھ روپے دیے تھے۔

''کیا بات ہے انسپکٹر؟'' میں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''مسٹر جمیل۔ ہم آپ کو رحمت علی (میرے اس ملازم کا نام تھا جسے میں برطرف کر چکا تھا) کے قتل
کے الزام میں گرفتار کرتے ہیں۔'' انسپکٹر نے سرد لہجے میں کہا پھر اس کے اشارے پر دو پولیس والوں نے
مجھے باہر گھسیٹ کر میرے ہاتھ میں ہتھکڑیاں پہنا دیں۔ نرگس دروازے کے پیچھے کھڑی ہکا بکا یہ سب کچھ

دیکھ رہی تھی۔ حالات نے اتنی تیزی سے اپنا رخ تبدیل کیا تھا کہ میں بھی ششدر رہ گیا اور معاملے کی تہہ تک نہ پہنچ سکا۔

''انسپکٹر۔'' تھوڑے توقف کے بعد میں نے حیرت سے کہا ''میں قسم کھاتا ہوں کہ رحمت علی کے قتل کے بارے میں مجھے نہیں معلوم۔''

''اس کا ثبوت آپ عدالت میں دیجئے گا۔''

''لیکن انسپکٹر۔ جب میں بے گناہ ہوں تو پھر مجھے گرفتار کس لئے کیا جا رہا ہے۔''

''اب یہ مکاری نہیں چلے گی جمیل صاحب۔'' انسپکٹر مجھے قہر آلود نگاہوں سے گھورتے ہوئے بولا۔ ''ممکن ہے آپ نے یہ سوچا ہو کر رحمت علی کو قتل کرا دینے کے بعد آپ کملا کے سلسلے میں ثبوت ختم کر دیں گے لیکن آپ نے اس کام کے لئے غلط شخص کا انتخاب کیا۔ کلن خان پہلے بھی کئی بار سزا کاٹ چکا ہے۔ اس نے رنگے ہاتھوں گرفتار ہونے کے بعد بڑی آسانی سے ہمیں سب کچھ بتا دیا ہے۔''

''کیا بتا دیا انسپکٹر؟'' میں نے ڈوبتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''یہی کہ آپ نے اس کو دس ہزار روپے کے عوض رحمت علی کے قتل پر آمادہ کیا تھا۔''

''یہ سراسر جھوٹ ہے۔ میں کسی کلن خان سے واقف نہیں ہوں۔'' میں چیخ اٹھا۔

''کملا کے سلسلے میں بھی آپ نے یہی کہا تھا۔''

پولیس انسپکٹر کا لہجہ اس قدر سرد اور معنی خیز تھا کہ میں گنگ رہ گیا پھر یکلخت میرے ذہن میں انکا کا تصور ابھر آیا۔ یقیناً یہ سب کچھ اس کی انتقامی کارروائی تھی جس نے مجھے گلے گلے تک حالات کے چنگل میں پھنسوا دیا تھا۔

میرے پاس اپنے بچاؤ کے لیے سوائے اس کے اور کچھ بھی نہ تھا کہ میں چیختا چلاتا اور قسمیں کھا کر اپنی بے گناہی کا یقین دلاتا لیکن انسپکٹر نے میری ایک نہ سنی۔ میری اس التجا کو بھی رد کر دیا کہ میں دو باتیں نرگس سے کر لوں اس کے بعد وہی ہوا جو ایسے موقع پر ہوتا ہے۔ پولیس والے میری مزاحمت کے باوجود دھکے دیتے اور گھسیٹتے ہوئے جیپ تک لائے پھر مجھے اٹھا کر پچھلی سیٹ پر پھینک دیا گیا۔

نرگس کے دل پر اس وقت کیا بیت رہی ہو گی، مجھے اس کا کوئی خیال نہیں تھا۔ میرا ذہن اس وقت ماؤف ہوتا جا رہا تھا۔

جیسے جیسے تھانہ نزدیک آتا جاتا تھا، میرے دل کی دھڑکنیں بڑھتی جا رہی تھیں۔ میں جیپ میں پچھلی نشست پر پولیس والوں کے نرغے میں گھرا بیٹھا اپنے انجام پر غور کر رہا تھا۔ حالانکہ رحمت علی کے قتل سے میرا کوئی تعلق نہ تھا اور نہ ہی میں کسی کلن خان کو جانتا تھا اس کے باوجود میری حالت اس بے زبان بکرے سے مختلف نہ تھی جسے خرید لینے کے بعد اس کے مالک کو پورا پورا اختیار رہتا ہے کہ جس طرح چاہے اسے

ذبح کرے۔ بات اگر صرف رحمت علی کی موت کی حد تک محدود رہتی تو ممکن تھا میں اپنے بچاؤ کے لیے ہاتھ پاؤں مارتا لیکن اس وقت جس انسپکٹر نے مجھے گرفتار کیا تھا۔ میں کملا کے سلسلے میں اس سے سودے بازی کر چکا تھا اور وہ خوب جانتا تھا کہ کملا کے سلسلے میں، میں نے اسے ڈیڑھ لاکھ کی رقم محض تفریحاً نہیں دی ہو گی۔ خود میرا ضمیر بھی مجھے ملامت کر رہا تھا لیکن ان باتوں کے باوجود میں یہی سوچ رہا تھا کہ کس طرح قتل کے الزام سے چھٹکارا حاصل ہو سکتا ہے؟ اگر پولیس انسپکٹر ایک دو سپاہیوں کے ساتھ ہوتا تو میں اسے ایک بار پھر خریدنے کی کوشش کرتا لیکن سات آٹھ پولیس والوں کی موجودگی میں اوّل تو رشوت کا ذکر مناسب نہیں تھا دوسرے یہ کہ وہ مجھ سے دس بارہ لاکھ کا مطالبہ کر بیٹھتا جو اتنی جلدی ادا کرنا میرے بس میں نہیں تھا۔ میرا زیادہ تر روپیہ مختلف بینکوں میں جمع تھا جس کو نکلوانے کے لیے مجھے کم از کم ایک دن کی مہلت درکار ہوتی جبکہ پولیس انسپکٹر کے رویّے سے یہ بات ظاہر ہو چکی تھی کہ وہ مجھے ایک پل کی مہلت دینے کو بھی تیار نہیں تھا۔ کمبخت نے مجھے اپنی بیوی نرگس سے دو لمحے باتیں کرنے کی اجازت بھی نہیں دی تھی۔ بہر حال میں اس وقت بڑی بے بسی کی حالت سے دوچار تھا۔

ویسے اس بات کا فیصلہ میں نے کر لیا تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو، میں اقبال جرم کبھی نہ کروں گا اور بمبئی کے بڑے بڑے وکیلوں کو اپنی طرف سے کھڑا کر کے گلوخلاصی کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔ آگے جو نصیب میں لکھا ہو!

راستے میں پولیس انسپکٹر نے مجھے پریشان کرنے کی غرض سے دو چار طنزیہ جملے بھی کہے، کرخت لہجے میں بُرا بھلا بھی کہا لیکن میں چپ سادھے بیٹھا رہا۔ تھانے پہنچ کر مجھے ایک ایسے کمرے میں لے جایا گیا جہاں ایک ہندو ایس پی پہلے سے میرا منتظر تھا۔ مجھے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر تناؤ پیدا ہو گیا اور وہ یوں خونخوار نظروں سے مجھے گھورنے لگا جیسے مجھے کچا چبا ڈالنے کے امکانات پر غور کر رہا ہو۔ ایک لمحہ کے لیے تو میں اس کی نظروں کی تاب نہ لا سکا لیکن پھر میرے دل نے کہا۔ ''جمیل صاحب۔ اگر تم نے اس موذی کے سامنے ذرا بھی کمزوری کا مظاہرہ کیا تو گلے گلے تک پھنس جاؤ گے۔ ہمت سے کام لو۔ جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا پھر ڈرنے سے کیا حاصل۔'' دل کا یہ مشورہ مجھے بہر حال قبول کرنا پڑا اس لیے کہ میرے پاس بچاؤ کا فی الحال کوئی راستہ بھی نہ تھا چنانچہ میں نے دل پر قابو پاتے ہوئے نظر اٹھا کر ایس پی کے خونخوار چہرے کو دیکھا اور قدرے تلخ آواز میں پوچھا۔

''مجھے کس جرم کی پاداش میں گرفتار کیا گیا ہے؟''

''تمہارا اپنا کیا خیال ہے۔'' ایس پی نے بھویں چڑھا کر کچھ ایسے سرد لہجے میں جواب دیا کہ میں ایک بار پھر گڑبڑا گیا مگر جلد ہی دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

''اگر مجھے حالات کا علم ہوتا تو آپ سے کیوں دریافت کرتا۔''

"رحمت علی کا نام کبھی سنا ہے تم نے؟" ایس پی نے بگڑے ہوئے تیور سے سوال کیا۔اس کا چہرہ غ
کی سرخی سے دمکتا نظر آ رہا تھا۔آنکھوں کا تیکھا پن ظاہر کرتا تھا کہ وہ سخت گیر طبیعت کا شخص ہے۔

"رحمت علی میرا ملازم تھا جسے میں نے کچھ عرصے قبل اپنی ملازمت سے برطرف کر دیا تھا۔"

"کیوں؟"

"یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔"

"ہم۔" ایس پی نے میرے قریب آتے ہوئے کرخت آواز میں کہا۔"تم نے یقیناً اسی نجی معا
کو دبانے کی خاطر رحمت علی کو اپنے راستے سے ہٹایا ہوگا۔"

"میں سمجھا نہیں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" میں نے بظاہر انجان بنتے ہوئے کہا۔

"بکومت۔" ایس پی ایک دم چیخ پڑا۔"سیدھی طرح اقرار جرم کر لو۔اسی میں تمہاری خیریت
ورنہ میں مجرموں کی زبان کھلوانے کے اور بھی بہت سارے کارآمد طریقوں سے واقف ہوں۔"

"لیکن میں حلف اٹھانے کو تیار ہوں کہ رحمت علی کے قتل سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔"

"کیا کملا کے بارے میں بھی تم حلف اٹھا سکتے ہو کہ تم نے اسے نہیں مارا تھا۔"

ایس پی نے دانت پیستے ہوئے مجھے قہر آلود لہجے میں مخاطب کیا تو میں سہم کر رہ گیا۔جہاں
رحمت علی کا تعلق تھا تو میں اس کے لئے نہا دھو کر اور مسجد میں جا کر قرآن اٹھانے کو تیار تھا اس لئے
رحمت علی کے قتل کی سازش میں' میں قطعی بے گناہ تھا مگر کملا کے لئے جھوٹا حلف اٹھا لینا میرے بس کی
نہ تھی۔ابھی میرا ضمیر اتنا مردہ نہیں ہوا تھا کہ میں محض اپنی زندگی بچانے کی خاطر اپنا ایمان بیچ دیتا۔
بھی مجھے علم تھا کہ جھوٹا حلف اٹھا لینے کے باوجود میری گلوخلاصی آسانی سے نہ ہو سکے گی۔چنانچہ میں
پی کی بات کا جواب دینے کے بجائے تلملا کر اپنا نچلا ہونٹ چبانے لگا۔ایس پی نے مجھے خاموش
کسی کٹکھنے کتے کی طرح غرایا۔

"کیوں؟اب تم خاموش کیوں کھڑے ہو۔بولو۔کیا کملا کے قتل میں بھی تمہارا ہاتھ نہیں تھا۔"

"میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ کملا کی موت میں میرے ذاتی ارادے کو کوئی دخل نہیں تھا۔"
نے دبی زبان میں جواب دیا۔

"اوہ۔" ایس پی کی آنکھیں چمک اٹھیں۔"تو گویا تم لوگوں کا کوئی باقاعدہ گروہ ہے۔"

"یہ سراسر بہتان ہے۔" میں جھلا گیا۔"میرا تعلق کسی گروہ سے نہیں ہے اور نہ ہی میں نے کسی
کیا ہے۔"

"ابھی معلوم ہوا جاتا ہے" ایس پی نے مجھے غضبناک نظروں سے گھورا پھر انسپکٹر کی طرف متوجہ
بولا۔"کلن خان کو لے آؤ۔"

انسپکٹر تیزی سے ایڑیوں کے بل گھوم کر کمرے سے باہر چلا گیا۔میں دانستہ خاموش رہا۔کلن خاں
کے بارے میں مجھے پولیس انسپکٹر کی زبانی صرف اتنا معلوم ہوا تھا کہ اس کا شمار شاطر قسم کے مجرموں میں
ہوتا ہے۔وہ کون تھا؟ کیا تھا اور کیوں اس نے رحمت علی کے سلسلے میں میرا نام لیا تھا' اس ضمن میں مجھے
مطلق کوئی علم نہیں تھا۔مجھے یقین تھا کہ یہ سب انکا کی شرارت ہے۔انسانی خون کی فراہمی کے سلسلے میں
میرا اکھڑا اکھڑا جواب سن کر اسے بے انتہا غصہ آیا تھا پھر وہ میرے سر پر سے رینگ کر اتر گئی تھی اور اب
تک لاپتا تھی۔کیا عجب ہے اس وقت جب میں ایس پی کے سامنے دم سادھے کھڑا ہوں' وہ اپنے وجود کو
تقویت دینے کی خاطر رحمت علی کا خون پینے میں مصروف ہو۔

مجھے ایک بار پھر بڑی شدت سے انکا کے پُراسرار وجود پر غصہ آ گیا۔کوئی شبہ نہیں کہ میرے پاس اس
وقت جو دولت اور امارت تھی اور عیش و آرام کے جو سامان مہیا تھے وہ سب انکا کے پُراسرار وجود کے دم
سے تھے لیکن اب جبکہ میں قتل کے الزام میں گرفتار ہو چکا تھا وہ دولت بھلا میرے کس کام کی تھی۔اگر انکا
نے میری درخواست پر غور کر لیا ہوتا تو میں اس نوبت تک کبھی نہ پہنچتا۔ابھی میں ان ہی باتوں پر غور کر رہا
تھا کہ انسپکٹر دوبارہ کمرے میں داخل ہوا۔اس بار وہ تنہا نہیں تھا۔اس کے ساتھ...... پستہ قد ہٹا کٹا اور
دہرے جسم کا ایک شخص بھی تھا جس کے بھرے بھرے مگر کھردرے چہرے پر گھنی مونچھیں بے حد خطرناک
اور ڈراؤنی لگ رہی تھیں۔اس کی آنکھوں کی چمک اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ وہ یقیناً قاتل ہوگا۔

کمرے میں داخل ہو کر اس نے ایک سرسری نظر میرے چہرے پر ڈالی پھر ایس پی کی طرف متوجہ ہو
کر بولا۔

"خیریت تو ہے روی مہاراج (روی شنکر اس ایس پی کا نام تھا جو مجھے بعد میں معلوم ہوا) کیسے یاد کیا
گیا ہے کلن خان کو۔"

"کلن خان۔" ایس پی روی شنکر نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔"اس شخص کو جانتے ہو؟"

"خوب جانتا ہوں جناب۔یہ جمیل احمد خان صاحب ہیں۔" کلن خاں نے کچھ ایسے لہجے میں
جواب دیا جیسے وہ ایک زمانے سے مجھ سے واقف رہا ہو۔اس کے اس سفید جھوٹ پر میرا خون ہی تو کھول
اٹھا لیکن میں بدستور خاموش کھڑا اسے غصیلی نظروں سے گھورتا رہا۔

"رحمت علی کا قتل کس نے کیا تھا؟" ایس پی نے پوچھا۔

"بمبئی میں کلن خاں کے سوا اور کون مائی کا لال ہے جو انسانی خون سے ہولی کھیلنے کی جرأت
کر سکے۔" کلن خاں نے گردن اکڑا کر کہا۔"باقی سالے تو نکیا چور ہیں۔ہیجڑوں کی اولاد۔"

"رحمت علی سے تمہاری کیا دشمنی تھی؟"

"دولت کے سوا کبھی کسی سے اپنی یاری نہیں رہی روی مہاراج۔" کلن خاں بدستور بڑی بے پروائی

سے بولا۔ ''تم اگر منہ مانگے دام چکانے پر تیار ہو جاؤ تو میں تمہارے حکم پر بھی جسے کہو قتل کر سکتا ہوں۔''

''رحمت علی کے قتل پر تمہیں کس نے مامور کیا تھا؟''

اس بار کلن خاں نے جواب دینے کی بجائے میری طرف توجہ سے دیکھا اور پھر مسکرا کر کہنے لگا۔

''تم مجھے کوئی کاغذی خان معلوم ہوتے ہو جمیل احمد۔ تمہارا دم نکلا جا رہا ہے ورنہ میں تو جب بھی پولیس کے نرغے میں پھنسا ہوں ہمیشہ خم ٹھونک کر مقابلے پر ڈٹا رہا۔ تم بھی فکر مت کرو سرکاری مہمان خانے میں دونوں وقت بڑی پابندی سے راشن ملتا ہے۔ رہا محنت مشقت کا کام تو وہ میری مرضی پر منحصر ہے۔ جیل کے سارے لوگ میری شکل دیکھ کر کانپ جاتے ہیں۔''

''تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔'' ایس پی نے کھردرے لہجے میں پوچھا۔ ''رحمت علی کے قتل پر تمہیں کس نے مامور کیا تھا۔؟''

''ایک سگریٹ ملے گی مہاراج۔'' کلن خاں نے ایس پی کے سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے ڈھیٹ بن کر کہا۔ ''قسم بھگوان کی صبح سے دو چار دم لگانے کو ٹوٹا بھی نہیں ملا۔''

میرا خیال تھا کہ روی شنکر کلن خاں کا جواب سن کر اس پر جوتوں اور لاتوں کی بارش شروع کر دے گا مگر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب روی شنکر نے خود اپنی جیب سے سگریٹ نکال کر اسے پیش کیا اور جلانے کی خاطر پرانے ٹائپ کا اپنا لائٹر بھی فراہم کیا۔

کلن خاں نے سگریٹ جلا کر جلدی جلدی چھ سات لمبے کش لئے پھر اطمینان کا سانس لے کر بولا۔

''اب تم جو چاہو پوچھ سکتے ہو۔''

''رحمت علی کا قتل تم نے کس کے کہنے پر کیا تھا؟''

''مایا دیوی کے حکم پر۔'' کلن خاں نے سگریٹ کا ایک طویل کش لیتے ہوئے جواب دیا پھر میری طرف اشارہ کر کے بڑے بے پروائی سے کہا۔ ''ان دیالو ساہوکار نے مجھے دس ہزار روپے محض اسی بنا پر دیے تھے کہ میں رحمت علی کو ٹھکانے لگا دوں' سو میں نے ایک ہی وار میں اس کی انتڑیاں پیٹ سے باہر کر دیں۔''

''یہ سراسر جھوٹ ہے۔'' میں چیخ اٹھا۔ ''میں نے اسے کوئی رقم نہیں دی نہ ہی پہلے میں نے اس کی صورت دیکھی ہے۔''

''مرد بنو جمیل خاں!'' کلن خاں نے کڑک کر کہا۔ ''اگر تمہارے اندر پولیس کی سختی برداشت کرنے کی ہمت نہیں تھی تو پھر عیاشی کیوں کی تھی۔''

''تت...... تم جھوٹے ہو...... میں تمہیں نہیں جانتا۔'' میں نے براہ راست کلن خاں کو مخاطب کیا۔

''کملا کو تو جانتے ہو گے جس کو تم نے چوپاٹی پر قتل کیا تھا اور پھر اسی چھوکری کی خاطر تم نے مجھے رحمت

علی کے قتل پر آمادہ کیا تھا۔ اتنی جلدی ہیجڑوں کی طرح رونے کیوں لگے۔ مرد بنو جمیل خاں' اب جب ساری بات پولیس کو معلوم ہو گئی ہے تو مزید چھپانے سے معاملہ اور بگڑ جائے گا۔''

ایس پی روی شنکر مجھے قہر آلود نظروں سے گھور رہا تھا اور میری حالت یہ تھی کہ خوف کے مارے سرتاپا لرز رہا تھا۔ کلن خاں نے جس بے باکی سے مجھ پر رحمت علی کے قتل کا الزام لگایا تھا' اس میں میری بچت کا کوئی پہلو نظر نہ آتا تھا۔ سب سے زیادہ حیرت تو مجھے اس بات پر ہوئی تھی کہ آخر اس نے مجھے شناخت کس طرح کر لیا اور اس نے میری بگڑی ہوئی عادتوں کے بارے میں اتنی واقفیت کیسے حاصل کر لی۔

کمرے میں کچھ دیر تک سناٹا طاری رہا پھر ایس پی کے اشارے پر کلن خاں کو باہر لے جایا گیا۔ میں اور ایس پی تنہا رہ گئے تو ایس پی نے مجھے گھورتے ہوئے سرد لہجے میں مخاطب کیا۔

''کیا اب بھی تم کملا اور رحمت علی کے قتل سے انکار کرو گے؟''

''میں بے قصور ہوں۔ میں نے کسی کو قتل نہیں کیا۔'' میں نے کانپتی آواز میں جواب دیا۔

''ہوں۔ گویا اب مجھے تمہاری زبان کھلوانے کے لئے دوسرا راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔'' روی شنکر نے بڑے خشک لہجے میں کہا پھر غصے میں پیچ و تاب کھاتا کمرے سے باہر چلا گیا۔

☆==========☆==========☆

جس روز مجھے گرفتار کیا گیا تھا اسی روز مجھے پولیس نے ایک مقامی عدالت میں پیش کر کے ایک ہفتے کا ریمانڈ حاصل کر لیا۔ اس ہفتے میں میرے اوپر کیا کچھ گزری' یہ میرا ہی دل جانتا ہے۔ ایس پی اور اس کے کارندوں نے مجھے جس طرح زدوکوب کیا اور جو مظالم میرے اوپر ڈھائے انہیں یاد کر کے آج بھی میں خوف سے کانپ اٹھتا ہوں۔ بہرحال میں اپنے فیصلے پر قائم رہا اور آخری وقت تک یہی کہتا رہا کہ کملا اور رحمت علی کے قتل سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایک ہفتے بعد مجھے دوبارہ عدالت کے روبرو پیش کیا گیا جہاں سے مجھے جیل بھیج دیا گیا۔

جیل پہنچ کر میں نے قدرے سکون کا سانس لیا یہاں کم از کم مجھے کسی سختی کا اندیشہ نہیں تھا۔ اپنے دفاع کے لئے میں نے ایک کے بجائے تین تین وکیلوں کو کھڑا کیا تھا۔ وکیلوں نے جب مجھ سے حالات پوچھے تو میں نے انہیں صاف صاف بتا دیا کہ آج تک جو کچھ بھی ہوا ہے' ان تمام واقعات کی ذمے داری مجھ پر نہیں بلکہ انکا کے پُراسرار وجود پر عائد ہوتی ہے جو میرے سر پر مسلط ہو گئی تھی اور مجھے جیل خانے تک پہنچا کر نہ جانے کہاں غائب ہو گئی تھی۔

وکیلوں نے انکا کے تذکرے پر جس انداز میں میری صورت دیکھی اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ مجھے دماغی مرض میں مبتلا سمجھ رہے ہیں۔ میں نے انہیں قسمیں کھا کھا کر یقین دلانا چاہا تو وہ یہ کہہ کر چلے گئے کہ پیشی پر دیکھا جائے گا مگر جب مقدمہ پیش ہوا تو پہلے ہی دن پولیس نے میرے خلاف جو ثبوت

پیش کئے وہ بے حد وزنی اور مربوط تھے۔ کلن خاں کی گواہی نے میرے وکیلوں کو بھی سوچنے پر مجبور کر دیا کہ وہ میرے بچاؤ کے لئے کیا اقدام کریں۔ کلن خاں نے میرے بارے میں تفصیل سے عدالت کو بتایا۔

پولیس کے گواہ ختم ہوئے تو مجھے عدالت کے سامنے پیش کیا گیا۔ میں سر جھکائے مجرموں کے کٹہرے میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ پہلے میرے تینوں وکیل باری باری مجھ پر سوالات کرتے رہے پھر سرکاری وکیل کا نمبر آیا تو میں ایک خاص رائے قائم کر چکا تھا!

''تمہارا نام جمیل احمد خاں ہے؟'' سرکاری وکیل نے میرے قریب آتے ہوئے نرم لہجے میں پوچھا۔

''جی ہاں۔ میرا نام جمیل احمد خاں ہے۔''

سرکاری وکیل کچھ دیر تک مجھ سے ادھر ادھر کے سوالات کرتا رہا پھر یکلخت اس نے اپنے سوالات کا رخ بدلا اور اصل مقصد کی طرف آ گیا۔

''کیا یہ غلط ہے کہ شادی سے قبل تم عیاشی کی خاطر ہر رات ایک نئی عورت یا لڑکی کو اپنے مکان پر لایا کرتے تھے؟''

میں نے کوئی جواب دینے کی بجائے سر جھکا لیا۔

''تمہاری خاموشی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو کچھ میں نے کہا وہ غلط نہیں ہے۔''

عدالت میں آنے کا یہ میرا پہلا موقع تھا' میں بری طرح نروس ہو چکا تھا۔ مجھ سے بولا نہیں جا رہا تھا چنانچہ میں بدستور خاموش رہا۔

''کملا بھی یقیناً ان لڑکیوں میں سے ایک رہی ہو گی جسے تم پہلے بہلا پھسلا کر اپنے گھر لائے پھر اسے اپنی ہوس کا نشانہ بنایا اور بعد میں جب تمہیں اس بات کا خطرہ پیدا ہوا کہ کملا کا بیان تمہیں ایک لمبی سزا کا مستحق قرار دے سکتا ہے تو تم اسے چوپاٹی لے گئے جہاں اسے گلا گھونٹ کر جان سے مار ڈالا۔ بولو! کیا تم اس بات سے انکار کر سکو گے؟''

مجھے اس سوال کی توقع تھی اور اس سوال کے مناسب جواب پر میری زندگی اور موت کا انحصار تھا۔ یہ سوال کچھ ایسے چونکا دینے والے انداز میں کیا گیا کہ میں پہلے تو سٹپٹا گیا۔ میں ایک لمحے خاموش رہا کہ عدالت میں کیا اعتراف کروں مگر میری مزید خاموشی خطرناک صورت حال پیدا کر سکتی تھی۔ کلن خاں نے میرے ماضی کے متعلق سب کچھ بتا دیا۔ کملا کے قتل سے میرا بچاؤ مجھے ناممکن سا لگ رہا تھا۔ سو میں نے ہارے ہوئے جواری کی طرح سر جھکا کر کہا۔

''میں کسی بات سے انکار نہیں کروں گا لیکن جو کچھ بھی ہوا ہے اس میں میرے ذاتی ارادے کا کوئی

دخل نہیں تھا۔'' میں نے اپنے منتشر حواس پر قابو پانے کی کوشش کی اور طے کئے ہوئے منصوبے کے تحت ٹھہری ہوئی آواز میں جواب دیا۔

''کیا تم عدالت کو یہ باور کرانا چاہتے ہو کہ کملا کے قتل اور رحمت علی کو جان سے مار ڈالنے کی سازش میں تمہارے ساتھ کچھ اور بھی جرائم پیشہ افراد شامل تھے؟''

''نہیں۔'' میں نے نظر اٹھا کر عدالت میں بیٹھے ہوئے افراد کو دیکھا پھر بولا۔'' میرے ساتھ کوئی دوسرا شخص شریک نہیں تھا۔''

''پھر تم نے کملا کو کس کے کہنے پر قتل کیا تھا؟'' سرکاری وکیل نے تیزی سے پوچھا۔

''مجھے کملا کو مارنے کے لئے انکا نے مجبور کیا تھا۔'' میں نے بڑی صفائی سے جواب دیا۔

''انکا۔ یہ کون ہے؟''

''وہی جس نے رحمت علی کے قتل کی سازش میں مجھے پھنسا دیا ہے۔''

''لیکن وہ ہے کون......؟'' سرکاری وکیل نے بگڑے ہوئے تیور سے دریافت کیا۔

''آپ یقین نہیں کریں گے' وہ ایک پُراسرار وجود ہے۔'' میں نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ پھر کملا کے قتل سے لے کر اپنی گرفتاری تک کے تمام واقعات دہرا ڈالے۔ نرگس کے منگیتر کے قتل کا اعتراف اس موقع پر مناسب نہیں تھا۔ اپنی دولت کے متعلق بھی میں بہت سے حقائق گول کر گیا۔

میرا بیان ختم ہوا تو عدالت میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔ ہر شخص مجھے یوں حیرت سے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہا تھا جیسے خود میرا وجود بھی ان کے لئے کوئی پُراسرار اہمیت کا حامل تھا۔ چند ساعت تک سرکاری وکیل میرے چہرے کو تکتا رہا پھر اونچی آواز میں بولا۔

''مسٹر جمیل۔ تم نے جس صفائی سے ایک خوبصورت کہانی بنائی ہے اس کی داد دی جا سکتی ہے۔ اس طرح تم خود کو دیوانہ اور پاگل ثابت کر کے عدالت سے رحم طلب کرنا چاہتے ہو۔''

''آپ جو چاہیں نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں' میں ایک بار پھر یہی کہوں گا کہ میں نے جو کچھ بھی انکا کے بارے میں کہا ہے' اس کا ایک ایک حرف صداقت پر مبنی ہے۔'' میں اب سنبھل کر بول رہا تھا۔

''کیا اس وقت بھی انکا تمہارے سر پر مسلط ہے؟''

''جی نہیں۔''

''تم نے اسے کس حیثیت سے محسوس کیا ہے؟''

''ایک خوبصورت' جوان اور حسین و جمیل لڑکی کی صورت میں جس کا وجود صرف اسی صورت میں برقرار رہ سکتا ہے کہ اسے انسانی خون فراہم ہوتا رہے۔ مجھے معلوم ہے کہ کوئی بھی اس دور میں ایسے پُراسرار وجود پر یقین نہیں کرے گا مگر میں حلفیہ آپ سے سچ کہہ رہا ہوں۔''

"خوب، گویا تم نے محض انکا کے پُراسرار وجود کو برقرار رکھنے کی خاطر اس کی فرمائش پر کملا کو قتل کیا تھا۔" وکیل کے لہجے میں طنز اور تمسخر تھا۔

"ہاں! اگر میں ایسا نہ کرتا تو انکا یقیناً مجھے کسی مصیبت میں پھنسا دیتی۔ میں اس کی پُراسرار قوت کے کرشموں کو دیکھ چکا تھا اس لئے اس کے اشارے پر چلنے پر مجبور تھا۔"

"رحمت علی کے قتل کے سلسلے میں بھی کیا تم انکا کے پُراسرار وجود کو مورد الزام ٹھہرانے کی کوشش کرو گے؟" سرکاری وکیل نے تلخ آواز میں سوال کیا۔

"ہاں! مجھے یقین ہے کہ یہ سب کچھ انکا ہی کی شرارت ہے۔"

"می لارڈ" سرکاری وکیل نے عدالت کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ "مجرم جمیل احمد خان عدالت کے روبرو وکھڑا قاتل ہونے کا اقرار کر چکا ہے۔ اس کے پاس چونکہ پولیس کی طرف سے پیش کئے جانے والے ٹھوس ثبوت اور گواہوں سے بچنے کا کوئی اور مؤثر طریقہ نہ تھا اس لئے مجرم ایک فرضی پُراسرار وجود کی آڑ لے کر خود کو عدالت کی نظروں میں رحم کا مستحق ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن میں عدالت عالیہ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجرم کو کسی رعایت اور ہمدردی کا مستحق نہ سمجھا جائے۔ انکا کا نام اور وجود محض فرضی ہے اور مجرم کے ذہن کی اختراع ہے کوئی بھی سنجیدہ شخص ان بے سروپا داستانوں پر یقین نہیں کر سکتا۔

"مجرم جمیل احمد خاں نے کملا کے قتل کا اقرار کرنے کے بعد محض اپنے بیان میں زور پیدا کرنے کی خاطر رحمت علی کی موت کا ذمہ دار ہونے سے انکار کیا ہے جبکہ کلن خاں رنگے ہاتھوں موقع پر گرفتار ہوا ہے اور اس نے اس بات کا اقرار بھی کر لیا ہے کہ رحمت علی کا قتل گو کہ اس کے ہاتھوں ہوا لیکن قتل کی اس سازش میں مجرم جمیل احمد خاں بھی برابر کا ذمے دار ہے کیونکہ اس نے قاتل کلن خاں کو دس ہزار روپے محض اس لئے دیے کہ رحمت علی جو کملا کے سلسلے میں واحد خطرہ تھا' درمیان سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہٹا دیا جائے۔

"پولیس کے فراہم کردہ ثبوت اور گواہوں کے بیانات کی روشنی میں' میں عدالت عالیہ سے پُرزور درخواست کرتا ہوں کہ مجرم جمیل احمد خان کو پھانسی کا حکم دیا جائے۔"

سرکاری وکیل نے اپنی پُرجوش تقریر ختم کی تو میرے تینوں وکیل اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے سرکاری وکیل کے مشورے پر شدید اعتراض کئے۔ انہوں نے مجھے ہر طریقے سے بچانے کی کوشش کی اور ان دس ہزار روپوں کے بارے میں بحث کی کہ وہ کلن خاں کو کب، کہاں اور کس شکل میں ادا کئے گئے تھے۔ میرے وکیلوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ قتل کا اصل سبب کیا ہے۔ انہوں نے طویل بحث و مباحثہ کے بعد عدالت کو یہ باور کرنے پر مجبور کیا کہ میری ذہنی حالت ابھی ٹھیک نہیں ہے' حالات نے

میرے ذہن پر بہت برا اثر ڈالا ہے جس کی وجہ سے میں ادھر ادھر کی ہانک رہا ہوں چنانچہ سب سے پہلے کسی ماہر ڈاکٹر سے میری ذہنی کیفیت کا باقاعدہ معائنہ کرایا جائے اس کے بعد کوئی نتیجہ اخذ کیا جائے۔

میں ایک خاموش تماشائی کی طرح چپ چاپ کھڑا اپنے وکیلوں کے پیش کردہ دلائل سنتا رہا اور دل ہی دل میں حالات کی اس ستم ظریفی پر ماتم کرتا رہا جس نے مجھے ایک عجیب اور مضحکہ خیز سچویشن سے دوچار کر دیا تھا۔ ایک بار تو میرے دل میں آئی کہ میں انکا کے وجود سے انکار کر کے اقبال جرم کر لوں اور پھانسی کے پھندے کو خوشی خوشی اپنے گلے میں ڈال لوں تاکہ اس زندگی سے چھٹکارا مل جائے جو میرے لئے جہنم زار بن چکی تھی لیکن نرگس کے خیال نے مجھے اس خطرناک ارادے سے باز رکھا۔

سرکاری وکیل اور میرے وکیلوں کے درمیان کافی دیر تک گرما گرم بحث ہوتی رہی۔ پھر عدالت نے میرے وکلاء سے اتفاق کرتے ہوئے یہ حکم سنا دیا کہ پہلے مجھے ماہرین کے پورے بورڈ کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ اس بات کی تصدیق ہو سکے کہ میں کسی ذہنی فتور میں مبتلا ہوں یا جان بوجھ کر دیوانگی کی باتیں کر رہا ہوں۔ اس کے بعد کیس دوسری تاریخ کو پیش کیا جائے۔ دوسرے ہی دن مجھے ایک میڈیکل بورڈ کے سامنے پیش کر دیا گیا جو تین ڈاکٹروں پر مشتمل تھا۔ ان تینوں میں سے ایک پارسی ڈاکٹر کاؤس جی میرا شناسا بھی تھا لیکن میں نے دیدہ دانستہ بقیہ ڈاکٹروں کی موجودگی میں اس سے اپنی واقفیت کا اظہار مناسب نہ سمجھا۔

پانچ چھ گھنٹے تک مجھے ان ڈاکٹروں نے الجھائے رکھا۔ ماہرین دماغ نے قسم قسم کے آلات کے ذریعے میری دماغی حالت کا جائزہ لیا۔ اس دوران وہ اپنے اپنے معائنے کے نتائج بھی علیحدہ علیحدہ کاغذوں پر درج کرتے جا رہے تھے۔ پھر جب مجھے ان آلات سے چھٹکارا ملا تو ماہرین نے مجھ سے مختلف نوعیت کے سوالات کئے جن کا جواب میں بڑے صبر و تحمل سے دیتا رہا۔ آخر میں' میں نے ان تینوں ڈاکٹروں کو بھی یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ میری ذہنی حالت بالکل ٹھیک ہے لیکن اس کے ساتھ ہی جو کچھ میں نے انکا کے پُراسرار وجود کے بارے میں کہا ہے' وہ بھی غلط نہیں ہے۔

ماہرین نے میری حالت کے بارے میں کیا نتیجہ اخذ کیا تھا اس کا علم مجھے دوسری پیشی پر ہو گیا۔ مجھے ذہنی طور پر قطعی تندرست بتایا گیا تھا چنانچہ مقدمے کی کارروائی از سرنو شروع ہوئی۔ میرے تینوں وکیلوں نے مجھے بچانے کی جان توڑ کوشش کی لیکن اس عرصے میں پولیس والوں نے دو چار اور ثبوت بھی ایسے پیش کر دیے جن کے آگے میرے وکلا کی ایک نہ چلی۔ جہاں تک میرا تعلق تھا میں اپنے اسی بیان پر قائم رہا کہ کملا اور رحمت علی کے قتل میں انکا کی پُراسرار قوت کا دخل ہے۔

مقدمے کی پیشیاں چار ماہ تک ہوتی رہیں۔ اس عرصے میں نرگس نے متعدد بار مجھ سے ملاقات کی اور مجھے یقین دلایا کہ وہ اپنے ذرائع بھی استعمال کر رہی ہے اور اسے میرے بچ جانے کی قوی امید ہے

لیکن اس کی یہ خوش فہمی بھی زیادہ دنوں تک برقرار نہ رہ سکی۔ مقدمے کا فیصلہ میرے خلاف ہ گیا۔ مقدمے کو پیچیدہ اور مبہم کرنے کی کوشش میں میرے وکیل صرف اس قدر کامیاب ہوئے کہ عدا نے میرے ساتھ رعایت کردی اور پھانسی کے بجائے مجھے چودہ سال قید بامشقت کی سزا سنادی۔ ج روز میرے مقدمے کا فیصلہ ہونے والا تھا اس روز نرگس بھی عدالت میں موجود تھی۔ اسے امید تھی کہ بچ جاؤں گا لیکن جس وقت مجھے سزا کا حکم سنایا گیا' نرگس کی حالت یکدم غیر ہوگئی۔ میں نے اسے دلا دینا چاہا تو جابر سپاہیوں نے مجھے اس کی اجازت نہ دی اور مجھے قیدیوں والی لاری میں ٹھونس کر ج پہنچادیا گیا۔

جس قید خانے میں مجھے رات گزارنی پڑی تھی وہاں عموماً خطرناک قیدیوں کو بند کیا جاتا تھا۔ دن مجھے سنتری کولھو کے بیل کی طرح جوتے رکھتے اور رات کو مجھے دوبارہ اسی کال کوٹھری میں لاکر بند ک جاتا جہاں تنہائی میں' میں تمام رات رو رو کر گزار دیتا تھا اور دل ہی دل میں انکا کے پُراسرار وجود کو دل کر گالیاں بکتا تھا جس نے مجھے مصیبت میں پھنسادیا تھا اور خود نہ جانے کہاں غائب ہوگئی تھی۔ بہرح مجھے اس بات پر مسرت بھی تھی کہ انکا نے میرا پیچھا چھوڑ دیا ہے اور جب میں اپنی قید پوری کرکے جاؤں گا تو وہ مجھے دوبارہ جرم کرنے پر نہ اکسا سکے گی۔

جس روز مجھے سزا سنائی گئی تھی اس سے ساتویں روز نرگس مجھ سے ملنے کے لئے آئی۔ نہ جانے وفا شعار عورت نے کن کن مصیبتوں سے مجھ سے ملنے کی اجازت حاصل کی ہوگی۔ ہم دونوں آ سامنے آئے تو میں نے شرمندگی کے اظہار کے طور پر اپنی نظریں نیچی کرلیں۔ ایک مسلح سنتری ہمارے سر پر مسلط تھا۔

"پریشان مت ہوں جمیل۔" نرگس نے مجھے رندھی ہوئی آواز میں دلاسا دیتے ہوئے کہا۔ " نے وکیلوں سے مشورہ کرلیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اپیل میں آپ کی سزا کچھ کم ہوجائے۔"

"اپیل وغیرہ کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا نرگس۔" میں نے آبدیدہ ہوکر جواب دیا۔ "تم کہاں عدالتوں میں دھکے کھاتی پھروگی۔"

"مایوسی کی بات کیوں کرتے ہیں آپ...... خدانے چاہا تو سب ٹھیک ہوجائے گا۔" نرگس جلدی بولی پھر اس نے کہا۔ "آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ میں نے ہر ہفتے آپ سے ملنے کی اجازت لے ہے۔"

"نرگس۔ ایک بات کہوں۔"

"کہیے۔ مگر اداس باتیں نہ کیجیے۔"

"میری مانو تو اب تم واپس اپنے والدین کے پاس چلی جاؤ۔ یہاں رہ کر تمہیں مصیبت ہی ہوگی۔

"کیا آپ کا دل چاہے گا کہ میں آپ سے دور ہوجاؤں۔"

نرگس نے بھیگی بھیگی پلکوں سے جس التجا آمیز انداز میں میری طرف دیکھا اس سے میرا دل تڑپ کر رہ گیا۔ ضبط کرنے کے باوجود میں بے اختیار رو پڑا۔

"آپ کو میری قسم جو روئے۔" نرگس نے جلدی سے کہا۔ "جب اچھے دن نہیں رہے تو برے دن بھی گزرتے دیر نہیں لگے گی۔ پھر یہ بھی تو سوچئے کہ آپ کو چھوڑ کر بھلا میں کہاں خوش رہ سکتی ہوں۔"

"مجھے افسوس ہے نرگس کہ میں تمہیں کوئی سکھ نہ دے سکا۔"

"خدا کے لئے مجھے گنہگار نہ کیجیے۔ آپ جیسے بھی ہیں میرے ہیں۔"

ٹھیک دس منٹ بعد سنتری نے ہم دونوں کو علیحدہ ہونے کا حکم سنادیا' اس لئے کہ ملاقات کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ اس وقت میرے دل پر کیا گزاری اس کا اندازہ میرے سوا کوئی دوسرا نہیں لگا سکتا تھا۔ بہرحال میں چاروناچار دل پر جبر کرکے واپس اپنی کال کوٹھری میں آگیا جہاں ہر طرف ویرانی اور وحشت میری منتظر تھی۔

اس رات میں بے حد بے چین رہا اور نرگس کو یاد کرکے آنسو بہاتا رہا۔ کس وقت نیند کا غلبہ مجھ پر طاری ہوا مجھے کچھ یاد نہیں' ہاں اتنا ضرور یاد ہے کہ جب دوسری بار میری آنکھ کھلی تو اس وقت میرے سر میں شدید درد ہو رہا تھا۔ شاید درد کی شدت ہی کی وجہ سے میری آنکھ کھلی تھی۔ میں نے فرش پر بچھے ہوئے کھردرے کمبل پر دوسری طرف کروٹ بدلی اور دوبارہ سونے کی کوشش کرنے کی غرض سے آنکھیں بند کرلیں مگر پھر فوراً ہی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اس بار مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی شے میرے سر پر رینگ رہی ہو۔ پہلے تو میں یہی سمجھا کہ کوئی کیڑا مکوڑا ہوگا لیکن جب میں نے انکا کے پُراسرار وجود کو دوبارہ عالم تصور میں اپنے سر پر دیکھا تو جیل کی کال کوٹھری میں ہونے کے باوجود میں لرز کر رہ گیا۔

انکا جس نے مجھے جمشید کے قتل پر آمادہ کرکے میری زندگی کو ایک خطرناک راستے پر ڈال دیا تھا...... انکا جس نے مجھے بڑی بے سروسامانی کی حالت میں بمبئی آنے پر مجبور کیا تھا...... انکا جس نے بمبئی میں مجھے فرش سے اٹھا کر عرش پر بٹھایا تھا اور عیش ہی عیش کرائے تھے۔ انکا...... جس نے اپنے پُراسرار وجود کو برقرار رکھنے کی خاطر کملا جیسی خوبصورت اور حسین لڑکی کا قتل میرے ہاتھوں کرایا تھا۔ انکا جس نے نرگس سے میری شادی کرائی تھی۔ انکا جس نے مجھ سے خفا ہوکر رحمت علی کے قتل کے سلسلے میں مجھے چودہ سال کے لئے اپنی زندگی کی خوشیوں سے بہت دور جیل خانے میں لا ڈالا تھا۔ وہی انکا اس وقت میرے سر پر مسلط تھی۔

میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ میرا دل چاہا کہ اچانک اپنا سر زور سے سنگلاخ دیوار سے ٹکراؤں کہ میرے سر کے ساتھ ساتھ انکا کا منحوس وجود بھی پاش پاش ہوجائے لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں جانتا

تھا کہ میری اس حرکت سے انکا کو کوئی گزند نہ پہنچے گا البتہ نرگس زندہ درگور ہو جائے گی۔ چنانچہ میں مسوس کر رہ گیا۔ دوسری طرف انکا بڑے سکون اور آرام سے میرے سر پر براجمان تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کے ہونٹوں پر ایک آسودہ سی مسکراہٹ جاگ رہی ہے۔ اس کے چہرے پر زندگی کی ساری مسرتیں نمایاں ہیں۔ اس کی آنکھوں میں کامیابی کی چمک بڑی پُراسرار لگ رہی تھی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ مجھے مستقل گھورے جا رہی ہے ایسی نظروں سے جن میں طنز تھا۔

چند لمحے میں انکا کو محسوس کرتا رہا پھر میں نے سختی سے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور دوبارہ کمبل پر لیٹ رہا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب اس کے ناپاک وجود سے کبھی ہم کلام نہ ہوں گا نہ ہی اس کے کہنے پر عمل کروں گا۔ وہ اگر میرے سر پر رہتی ہے تو رہا کرے۔ مجھے کیا۔ جب اسے انسانی خون کی ضرورت پیش آئے گی تو وہ خود ہی میرا پیچھا چھوڑ دے گی۔ چودہ سال تک وہ بغیر خون پیئے اپنے وجود کو برقرار نہیں رکھ سکتی تھی۔

ابھی میں یہ باتیں سوچ ہی رہا تھا کہ انکا رینگتی ہوئی میرے شانوں پر آ گئی پھر اس کی مانوس آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ "جمیل صاحب۔ کیا نیند بہت زیادہ ستا رہی ہے؟"

میں نے کوئی جواب نہ دیا اور آنکھیں بند کئے لیٹا رہا۔

"مجھ سے ناراض ہو۔ کیوں۔" انکا نے دوبارہ سرگوشی کی پھر تھوڑے توقف کے بعد بولی۔ "مجھے تمہارے اوپر ترس آ رہا ہے اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس قید تنہائی سے نجات دلا سکتی ہوں لیکن شرط وہی پرانی ہوگی۔ کہو اب کیا خیال ہے۔"

"دفع ہو جاؤ۔" میں تلملا کر اٹھ بیٹھا۔ "مجھے تمہاری کوئی شرط منظور نہیں ہے۔"

"کیا چودہ سال تک یہیں رہنے کا فیصلہ کر چکے ہو۔"

"ہاں۔" میں نچلا ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔

"کیا تم نے یہ بھی سوچا ہے کہ ان چودہ سالوں میں نرگس بے چاری پر کیا بیتے گی۔ اپنے لئے نہ سہی لیکن نرگس کے لئے تمہیں کچھ سوچنا چاہئے۔"

انکا نے نرگس کا ذکر چھیڑا تو میرا دل بھر آیا۔ زخم تازہ ہوئے تو میری آنکھیں نمناک ہو گئیں۔ نرگس میری زندگی، میری جان۔ حالات کی ستم ظریفیوں نے مجھے اس سے کس قدر دور کر دیا تھا۔

"تم یہاں سے چھٹکارا حاصل کر لو تو بمبئی سے کہیں دور جا کر زندگی بسر کر سکتے ہو۔ نرگس کے ساتھ۔"

"لیکن یہاں سے بچاؤ کی کیا صورت ہوگی؟" میں نے بے اختیار ہو کر پوچھا۔ نرگس کے تذکرے نے میرے سارے فیصلوں کو درہم برہم کر ڈالا تھا۔

"میرے لئے کوئی بات بھی ناممکن نہیں۔ صرف تمہارے حکم کی دیر ہے۔ میں ایسے حالات پیدا کر دوں گی کہ تم یہاں سے بہ آسانی نکل سکتے ہو۔"

میں نے فوراً کوئی جواب نہیں دیا۔ انکا کے ساتھ از سرِ نو عہد کر لینے کی صورت میں مجھے اس کال کوٹھری سے چھٹکارا ابھی مل سکتا تھا اور میں نرگس کو ساتھ لے کر بمبئی سے کہیں دور دراز مقام پر فرار بھی ہو سکتا تھا لیکن میں یہ بات بھی بخوبی جانتا تھا کہ اس کے بعد کیا ہوگا... ؟

مجھے انکا کے لئے ہر ماہ ایک انسانی زندگی کو موت کے گھاٹ اتارنا ہوگا اور پھر یہ بھی ممکن تھا کہ مجھے آئندہ بھی خانہ بدوشوں کی طرح ایک شہر سے دوسرے شہر بھاگے بھاگے پھرنا پڑے اور ایک وقت ایسا بھی آ جائے جب دنیا میں کوئی جگہ بھی میرے لئے محفوظ نہ رہے۔

میں خاصی دیر تک انکا کی پیش کش کے بارے میں سوچتا رہا پھر میں نے طیش میں آ کر اس سے رحمت علی کے قتل کے بارے میں پوچھا۔

"رحمت علی کو کس نے قتل کیا تھا؟"

"کلن خاں نے۔"

"اتنا تو میں بھی جانتا ہوں کہ کلن خاں رنگے ہاتھوں پکڑا گیا لیکن اس نے خوامخواہ میرا نام کیوں لیا جبکہ میں نے اس حرامزادے کو پہلے کبھی دیکھا تک نہ تھا۔"

"یہ بات اس کے ذہن میں، میں نے بٹھائی تھی کہ وہ تمہارا نام لے دے۔ میں نے اسے تمہارے متعلق سب کچھ بتا دیا تھا۔"

"مگر تمہیں میرے ساتھ کیا پُرخاش تھی۔" میں چڑ کر بولا۔

"تم نے چونکہ میرے ساتھ بدعہدی کی تھی اس لئے تمہیں تھوڑا سا سبق دینا ضروری تھا۔" انکا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "جس وقت تم ایس پی روی شنکر سے گفتگو کر رہے تھے اور اس نے کلن خاں کو بلایا تھا اس وقت میں کلن خاں کے سر پر موجود تھی۔ میں ایسا نہ کرتی تو وہ تمہیں شناخت نہ کر سکتا تھا۔ عدالت میں جس وقت وہ بیان دے رہا تھا اس وقت بھی میں اس کے سر پر مسلط تھی۔ مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں وہ کوئی غلط بیان نہ دے بیٹھے۔ سو میں اس مقدمے میں ہر موقع پر اسے ہدایات دیتی رہی اور میں نے تمہارے ساتھ اتنی ہمدردی ضرور کی کہ تمہیں پھانسی سے بچوا دیا۔"

"ہمدردی۔" میں نے کہا۔ "اور تم نے مجھ سے خوب ہمدردی کی کہ مجھے اس کال کوٹھری تک پہنچوا دیا ہے۔"

"ہاں۔ اب اگر تم چاہو تو میں تمہیں یہاں سے نکلوا بھی سکتی ہوں۔" انکا بڑی ڈھٹائی سے بولی۔

"اگر میں تم سے عہد کرنے سے انکار کر دوں تو؟" میں یونہی پوچھ بیٹھا۔

"ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ تمہیں پورے چودہ سال تک اسی کال کوٹھری میں ایڑیاں رگڑ
گی۔"

"کیا تم اس تمام مدت میں بغیر خون پیے اپنے وجود کو برقرار رکھ سکو گی۔"

"ناممکن ہے۔" انکا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "مگر جمیل صاحب اطمینان رکھو' میں تم
نہیں چھوڑوں گی۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ یہ سب تو میرے اوپر منحصر ہے کہ میں تمہیں چھو
نہیں۔ جب مجھے خون کی ضرورت پیش آئے گی تو میں کچھ دنوں کے لئے تم سے رخصت ہو جایا
اور دوبارہ پھر آ جاؤں گی۔"

"آخر تم میرا پیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتیں۔" میں میں تنگ کر بولا۔

"یہ میری مرضی پر منحصر ہے جمیل صاحب۔"

انکا نے بے پروائی سے جواب دیا پھر وہ رینگتی ہوئی میرے سر پر چلی گئی اور بڑے آرام
پسار کر لیٹ گئی۔ میں اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی آسودہ مسکراہٹ کو محسوس کر رہا تھا۔ کتنا سکون
کے چہرے پر اور کس قدر حیات افزا مسکراہٹ کھیل رہی تھی اس کے ہونٹوں پر جو گلاب کی
پنکھڑیوں کی طرح مجھے سرخ سرخ نظر آ رہے تھے۔

"میں اب تمام زندگی تمہارے لئے کسی انسان کو قتل نہیں کروں گا۔ سنا تم نے۔" انکا کی آنکھ
جھلکنے والے سکون کو دیکھ کر میں تلملا اٹھا لیکن انکا نے بدستور اسی بے پروائی سے جواب دیا۔

"نہ کرو کسی کو قتل۔ تمہارے اس ارادے سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"میں کہتا ہوں دفع ہو جاؤ تم۔ میرا سر تمہارے باپ کی جاگیر نہیں ہے۔" میں غصے سے
جا رہا تھا۔

"سو رہو جمیل صاحب۔ صبح آرام سے باتیں ہوں گی۔" انکا نے ایک طویل جماہی لے
کہا۔ پھر بائیں کروٹ بدل کر بولی۔ "ویسے اب مجھے تمہاری موجودہ حالت پر واقعی کچھ کچھ تر
ہے۔"

"اگر تمہیں مجھ سے ذرا بھی ہمدردی ہے تو خدا کے لئے مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔"

"اچھا ایک بات بتاؤ۔" انکا میری بات نظر انداز کر کے بولی۔ "تمہیں پتھریلے فرش پر نیند
ہے جبکہ تم ہمیشہ سے آرام پسند واقع ہوئے ہو۔"

میں ہونٹ کاٹ کر خاموش رہ گیا۔ جواب دینے کا کوئی فائدہ بھی نہ تھا۔ مجھے معلوم تھا ک
ایسے پُراسرار وجود کا نام ہے جس کا میں کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ خاصی دیر تک خاموشی کے
تصور میں انکا کو دیکھتا رہا جو بائیں کروٹ لیٹی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے ایک ہاتھ کو سر کے نیچے

وڑ رکھا تھا اور اپنی نشیلی نشیلی آنکھوں سے وہ برابر مجھے دیکھے جا رہی تھی۔
عا میرے ذہن میں آیا کہ کیوں نہ انکا کی پُراسرار قوت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کروں۔ وقتی طور
ے شیشے میں اتار کر میں اپنا اُلو سیدھا کر سکتا تھا۔ بعد کی بات بعد میں دیکھی جاتی۔ لیکن قید خانے سے
ائی کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی چاہتا تھا کہ کسی طرح سے باعزت طور پر بچ جاؤں تاکہ مجھے مفرور مجرموں
طرح پناہ گاہوں کی تلاش نہ رہے۔ بہت دیر تک میں اپنے منصوبے کو مختلف زاویوں سے ناپتا تولتا رہا
میں نے ایک سرد آہ بھر کر انکا کو مخاطب کیا۔

"مجھے اپنی ذات کی کوئی فکر نہیں ہے لیکن نرگس غریب مفت میں میری وجہ سے ماری گئی۔"

"کیوں نرگس کو کیا ہوا۔"

"بہت خوب۔" میں جل کر بولا۔ "کیا اب بھی کچھ ہونا باقی رہ گیا۔"

"سمجھی! تمہیں یہ خیال ستا رہا ہے کہ وہ بمبئی جیسے ہنگاموں سے بھرپور شہر میں تنہا زندگی بسر کیسے کرے
"

"ہاں۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"میں تمہارے ساتھ تھوڑی رعایت کر سکتی ہوں۔" انکا نے اس بار قدرے سنجیدگی سے کہا۔ "تم
رے لیے ہر ماہ نہیں تو کم از کم چار ماہ میں ایک انسانی جان کا خون فراہم کرنے کا وعدہ کر لو۔"

"میں یہ شرط ماننے کو تیار ہوں مگر یہاں سے رہائی کیوں کر ممکن ہو گی؟" میں نے جلدی سے پوچھا۔

"یہ میرے اوپر چھوڑ دو۔ اتنے سنگین حالات سے دوچار ہونے کے بعد بھی تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں
جمیل صاحب۔ میں تمہاری رہائی کے ہزاروں طریقے پیدا کر سکتی ہوں۔"

"مجھے علم ہے۔ مگر میں مفرور قیدی کی حیثیت سے یہاں سے بھاگنا پسند نہیں کروں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے کہ تمہیں باعزت طور پر رہائی مل جائے لیکن اتنا یاد رکھو
یل صاحب کہ اگر بعد میں تم نے بدعہدی کی تو پھر تم میرے عتاب سے کبھی نجات نہیں پا سکو گے۔"

"مجھے منظور ہے۔"

"یوں نہیں تمہیں نرگس کی قسم کھا کر وعدہ کرنا ہو گا کہ اپنے وعدے سے نہیں پھرو گے۔"

میں نے چاروناچار نرگس کی جان کی قسم کھا کر وعدہ کر لیا کہ آئندہ کبھی اس سے بدعہدی نہیں کروں گا
ر چار ماہ میں ایک انسان کا خون اسے ضرور فراہم کر دیا کروں گا۔ انکا میرے اس عمل پر بے حد خوش تھی
ی خوشی میں وہ نصف رات تک مجھ سے دنیا جہان کی باتیں کرتی رہی پھر ہم دونوں ہی تھک کر سونے
ے ارادے سے لیٹ رہے۔ گفتگو کے دوران میں نے انکا سے پوچھا بھی تھا کہ وہ میری رہائی کے لیے
ن سا طریقہ اختیار کرے گی مگر اس نے یہی جواب دیا تھا کہ یہ سوچنا اس کا کام ہے مجھے بلاوجہ پریشان

ہونے کی ضرورت نہیں۔

صبح میں جاگا تو یہ محسوس کر کے چکرا گیا کہ انکا میرے سر پر موجود نہیں تھی۔ رات کے میں وہ میرے سر سے رخصت ہوئی تھی مجھے اس کا کوئی علم نہیں تھا۔ نہ ہی انکا نے مجھ سے کہا تھا اچانک چلی جائے گی۔ مجھے انکا کے اس طرح بغیر کچھ کہے سنے چلے جانے پر غصہ بھی آیا مگر میں کر چپ ہو رہا کہ دیکھیں کہ وہ اب میری رہائی کے لیے کیا کرتی ہے۔

اس روز رہ رہ کر مجھے انکا کا خیال ستاتا رہا۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ انکا ضرور اپنا کرے گی لیکن اس دن وہ واپس نہیں لوٹی۔ دوسرا اور پھر تیسرا دن بھی انکا کے انتظار میں گزر گیا۔ روز میں دوپہر کو بیٹھا دوسرے قیدیوں کے ساتھ مل کر کھانا کھانے میں مصروف تھا کہ سنتری قریب آ کر بولا۔

"جلدی کھا چکو، جیلر صاحب تمہیں بلا رہے ہیں۔"

"کیا انہیں مجھ سے کوئی خاص کام ہے؟" میں نے یوں ہی بے خیالی میں پوچھا۔

"واہ بیٹا۔" سنتری نے مجھے قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "ابے تُو تو ایسے پوچھ جیسے جیلر صاحب تیرے مشورے ہی کے بھوکے ہیں! کھال میں رہو بیٹا ورنہ چمڑی ادھیڑ کے ر گا۔"

میں نے جواب دینے کے بجائے خاموشی سے جلدی جلدی الٹے سیدھے ہاتھ چلا کر دیئے اور کچے پکے کھانے کو زہر مار کر کے پانی پیا اور اٹھ کر سنتری کے ہمراہ ہو لیا۔ پانچ منٹ ب جیلر کے سامنے کھڑا تھا۔

"جانتے ہو میں نے تمہیں کس لئے بلایا ہے؟" جیلر نے مجھے سر سے پاؤں تک گھورتے سوال کیا۔

"جی نہیں جناب۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"تمہاری بیوی نے سابقہ مقدمے میں ہونے والے فیصلے کے خلاف اپیل دائر کی ہے۔"

میں خاموش رہا تو جیلر نے کچھ توقف کے بعد دوبارہ کہا۔

"کلن خاں نے تمہیں کملا اور رحمت علی کے قتل میں پھنسوانے کی کوشش کیوں کی تھی؟"

"یہ تو وہی بہتر بتا سکتا ہے حضور!" میں نے بڑے ادب سے جواب دیا۔

"لیکن بعد میں تو تم نے خود بھی کملا کے سلسلے میں اقرار کر لیا تھا۔"

"میرے پاس اس کے سوا کوئی اور راستہ جو نہ تھا۔"

"یہ انکا کا کیا قصہ ہے؟" جیلر نے میز سے ایک سگار اٹھا کر جلاتے ہوئے پوچھا۔

"انکا ایک پُراسرار شخصیت کا نام ہے جناب!" میں نے ڈرتے ڈرتے کہا پھر جیلر کے اصرار پر میں نے انکا کے کچھ واقعات بھی اسے بتا دیئے۔

"کیا یہ غلط نہیں ہے کہ تم نے ایک فرضی کہانی گھڑ کر خود کو بچانے کی کوشش کی تھی؟"

اس بار میں نے کوئی جواب دینا مناسب نہ سمجھا اور سر جھکائے خاموش کھڑا رہا۔

"مجھے خوشی ہے کہ تم ایک باعزت آدمی ثابت ہوئے۔" جیلر نے بڑے پُرخلوص لہجے میں کہا۔ "کلن خاں نے اس بات کا تحریری طور پر اقرار کر لیا ہے کہ اس نے غلط بیانی سے کام لے کر تمہیں کملا اور رحمت علی کے سلسلے میں پھنسوانے کی کوشش کی تھی۔"

"جی۔" میں جیلر کا جملہ سن کر چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

"گھبراؤ نہیں کلن خاں کا تحریری بیان میرے پاس محفوظ ہے جو اپیل میں یقیناً تمہارے لئے کارآمد ثابت ہوگا۔"

"کملا کے قتل کے سلسلے میں اس نے کیا بتایا ہے جناب؟" میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"کملا کو وہ اپنے لئے مخصوص کر کے اس کے ذریعے دولت کمانے کے خواب دیکھ رہا تھا مگر جب کملا نے انکار کر دیا تو کلن خاں نے اسے ٹھکانے لگا دیا۔"

جیلر مجھے ایک ایسی بات بتا رہا تھا جو ناقابل یقین تھی۔ اس لئے کہ کملا کو خود میں نے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا تھا۔ میں حیران و ششدر کھڑا جیلر کے چہرے کو تکے جا رہا تھا۔ کلن خاں نے رحمت علی کو قتل کیا تھا' یہ بات میرے علم میں بھی تھی لیکن کملا کے قتل کو اس نے کیوں اپنے سر لے لیا' یہ بات فوری طور پر میری سمجھ میں نہ آ سکی۔ مجھے جیلر کی باتوں پر کچھ اتنی حیرت ہوئی تھی کہ میں تھوڑی دیر کے لئے انکا کو بھی بھول گیا تھا۔

"کلن خاں کے بیان کے بعد بھی میں تمہیں ایک عام قیدی سمجھنے پر مجبور ہوں تاوقتیکہ تمہاری بیوی کی دائر کردہ اپیل کا فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ بہرحال میں تمہارے ساتھ یہ رعایت ضرور کر سکتا ہوں کہ کل سے تمہیں کوئی سخت کام نہ دیا جائے۔"

"میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں جناب۔"

"ٹھیک ہے۔ تم اب جا سکتے ہو۔ میں آج ہی سنتریوں کو تمہارے سلسلے میں مزید ہدایت جاری کر دوں گا۔"

"شکریہ جناب۔" میں نے بڑے ادب سے جیلر کو سلام کیا اور الٹے قدموں باہر آ گیا۔

رات کو میں اپنی کال کوٹھری میں پہنچا تو میرا دل آنے والی خوشیوں سے سرشار تھا۔ مجھے یقین تھا کہ انکا مجھے قید سے ضرور نجات دلا دے گی۔ جس کے بعد میں نرگس کے ساتھ چین کی بنسری بجا سکوں گا مگر

جہاں مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ کلن خاں کا تحریری بیان مجھے باعزت طور پر رہائی دلا دے گا وہاں اس بات پر بھی بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا کہ آئندہ کے لئے مجھے انکا کے سلسلے میں کیا رویہ اختیار ہوگا اور میں کیوں کر اس سے نجات حاصل کر سکوں گا؟

بہر حال میں نے اس بات کا فیصلہ کر لیا تھا کہ قید خانے سے رہائی حاصل ہوتے ہی سب سے پہلے انکا کے وجود سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش ضرور کروں گا خواہ اس کا انجام کتنا ہی بھیانک کیوں نہ ہو!!

میں اپنی کال کوٹھری میں پتھریلے فرش پر لیٹا ان باتوں پر غور کر رہا تھا جو مجھے جیلر نے بتائی تھیں۔ بات تو مجھے بھی معلوم تھی کہ نرگس نے میری سزا کے خلاف اپیل دائر کردی ہے۔ اس کا تذکرہ مجھ سے نرگس پہلے ہی کر چکی تھی لیکن یہ بات کہ کلن خاں نے تحریری طور پر کملا کو قتل کرنے کا اعتراف کر لیا ہے میرے لئے واقعی تعجب خیز تھی اس لئے کہ کملا کو میں نے اپنے ہاتھوں سے چوپاٹی کے ویران ساحل پر بڑی بے دردی کے ساتھ گلا گھونٹ کر مارا تھا۔ ایک طرف تو میرا ذہن کلن خاں کے تحریری بیان میں الجھا ہوا تھا اور دوسری طرف مجھے اس بات کی خوشی بھی تھی کہ اب میں بہت جلد رہا ہو جاؤں گا لیکن دو باتوں کے علاوہ ایک تیسری فکر بھی میرے ذہن پر سوار تھی اور وہ تھی انکا کی پُراسرار شخصیت۔

انکا ایک پُراسرار وجود۔ ایک ایسا عجیب وغریب وجود جسے میں نہ دیکھ سکتا تھا اور نہ میں اسے سر سے بے دخل کر سکتا تھا۔ وہ وجود جو ایک خوبصورت نسوانی پیکر لئے میرے تصور میں ابھرتا تھا جس کے جسم کے نشیب وفراز میں اپنے سر پر محسوس کرتا تھا۔ اس پُراسرار ہستی نے میرے سر پر قبضہ کر کے مجھے بالکل بے بس کر دیا تھا۔ وہی انکا اب کئی پُراسرار تماشے دکھانے کے بعد ایک اور کھیل کھیل رہی تھی۔

میں نے انکا سے یہ وعدہ ضرور کر لیا تھا کہ میں اس کے وجود کو برقرار رکھنے کے لئے ہر چار ماہ بعد اسے ایک ہٹے کٹے انسان کا خون فراہم کروں گا لیکن سچ پوچھئے تو میں نے یہ وعدہ محض جیل سے گلو خلاصی حاصل کرنے اور نرگس کی پریشانیوں کے باعث کر لیا تھا ورنہ حقیقت بالکل اس کے برعکس تھی۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جیل سے رہائی حاصل کرتے ہی میں انکا کے پُراسرار وجود سے چھٹکارا حاصل کرنے کا کوئی نہ کوئی حل ضرور تلاش کروں گا۔ مجھے معلوم تھا کہ میری بدنیتی انکا سے مخفی نہ رہے گی لیکن مجھے اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے کسی طور تو سوچنا تھا۔ میں خود کو انکا کے رحم وکرم پر قطعاً نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

تمام رات یوں ہی ذہنی جمناسٹک کرتا رہا۔ مجھے کب نیند آئی اور کب میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوا مجھے اس کی کوئی خبر نہ تھی۔ صبح جب سنتری نے مجھے جگایا تو میرے سر میں ہلکا ہلکا درد ہو رہا تھا اور اس کی وجہ یہی تھی کہ میں رات دیر تک جاگتا رہا تھا لیکن سنتری کی خوفناک مونچھوں اور اس کے بھیانک چہرے پر

نظر پڑتے ہی میں تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ دوسری صورت میں ممکن تھا کہ وہ اپنے وزنی بوٹوں کی ٹھوکر سے میری خیریت دریافت کر بیٹھتا جیسا کہ وہ پہلے کئی بار میری کمر دوہری کر چکا تھا۔ خطرناک قسم کے قیدیوں کے ساتھ جیل خانے کے سنتریوں کا رویہ کچھ ایسا ہی ہوا کرتا تھا۔ اس سے پہلے کہ سنتری مجھے اٹھانے کے لئے جارحانہ قسم کے آزمودہ نسخے کا مظاہرہ کرتا میں خود اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''کیوں بے۔ کیا آج تیرا چائے پانی کو دل نہیں کر رہا۔'' سنتری نے اپنی مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے مجھے ٹیڑھی نظروں سے گھورا تو میری روح فنا ہو گئی۔ میں نے تھوک نگل کر جلدی سے کہا۔

''معاف کردو سنتری جی۔ آئندہ کبھی دیر سے نہیں اٹھوں گا۔''

''دیر سے اٹھے گا تو چمڑی نہ ادھیڑ کے رکھ دوں گا۔ سالے پندرہ سال ہو گئے مجھے تم جیسوں سے نمٹتے ہوئے۔ بڑے بڑے سورماؤں کو اٹینشن کر کے رکھ دیا ہے...... تو کیا بیچتا ہے۔''

''غلطی ہو گئی سنتری صاحب۔'' میں سہمی ہوئی آواز میں بولا۔ ''رات آنکھ دیر سے لگی تھی اس لئے......''

''بند کر بکواس۔'' سنتری میرا جملہ درمیان سے اچک کر غرایا۔ ''استادوں سے داؤ کر رہا ہے۔ چل...... سیدھی طرح اگل دے کہ تو کل اپنے جیلر صاحب سے کیوں ملا تھا۔''

''میں ان سے خود نہیں ملا بلکہ جیلر صاحب نے مجھے ایک اشد ضروری کام سے بلایا تھا۔'' میں نے کچھ سوچ کر جواب دیا۔ ظاہر ہے کہ کلن خاں کے تحریری بیان کے سلسلے میں میرا کسی اور سے کچھ کہنا دانش مندی کے منافی تھا۔ اس لئے میں نے سنتری کو گول مول جواب دیا۔ مگر میرا جواب سن کر اس ظالم نے مجھے جن خونخوار نظروں سے گھورا اس میں رحم کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ چند لمحوں تک وہ مجھے بے رحم نظروں سے گھورتا رہا پھر خشک لہجے میں بولا۔

''سیدھی طرح نہیں بتاؤ گے خاں صاحب! تم گئے تھے یا جیلر صاحب نے بلایا تھا۔''

''یہ بات نہیں ہے سنتری جی۔ مجھے جیلر صاحب نے ہی بلایا تھا۔'' میں نے جلدی سے بات بنائی۔ ''جیلر صاحب نے مجھے منع کیا تھا کہ جو باتیں میرے اور ان کے درمیان ہوئی ہیں ان کا تذکرہ کسی اور سے نہ کروں۔''

''مجھے سب خبر ہے۔'' سنتری نے مجھے ایک گندی سی گالی بکتے ہوئے کہا۔ ''تو نے ضرور اپنے باپ سے یہی کہا ہوگا کہ ہم تجھے پورا چائے پانی نہیں دیتے۔ کیوں ہے نا...... یہی بات۔''

''خدا کی قسم سنتری جی ایسی کوئی بات نہیں ہے۔''

''پھر سوچ لو خاں صاحب!'' سنتری کرخت آواز میں بولا۔ ''اگر یہ سچ ہے تو ہم تمہاری ساری خان صاحبی نکال کر رکھ دیں گے۔''

میرے پاس اب اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تھا کہ میں سنتری کو وہ تمام باتیں بتا دوں جو میرے اور جیلر کے درمیان ہوئی تھیں۔ جتنی دیر میں اسے تفصیل بتاتا رہا وہ اپنی خونخوار نظروں سے مجھے بر گھورتا رہا جیسے میرے بیان کی صداقت کو اپنی آنکھوں میں تیرتی ہوئی سرخی سے جانچ رہا ہو۔ پھر جب خاموش ہوا تو وہ کچھ دیر بعد مسکرا کر بولا۔

''مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ شہباز علی کی شکایت کرنے والا اس دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا۔''

میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ سنتری شہباز علی یہی اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ میں جیلر سے کس سلسلے میں ملا تھا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے مجبوراً اس ناشتے کو زہر مار کیا جو معمول کے مطابق جنگلوں کے ذریعے اندر زمین پر رکھ دیا جاتا تھا۔ میں ابھی تک انکا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ابھی میں ناشتے سے فارغ بھی نہ ہونے پایا تھا کہ دوسرا سنتری آیا جو مجھے جانوروں کی طرح دوسرے قیدیوں کے ساتھ ہانک کر اس کھلے میدان میں لے آیا جہاں بڑے بڑے پتھروں کو توڑنے کا کام ہمارے سپرد تھا۔ یہاں سپاہیوں کا مسلح دستہ ہر وقت ہمارے سروں پر مسلط رہتا تھا۔ میں نے میدان میں آ کر خاموشی سے ایک ہتھوڑا اٹھایا اور ایک طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ تین فیتے والے ایک سپاہی نے میرے قریب آ کر نفرت سے کہا۔

''آج تم سے پتھر توڑنے کا کام نہیں لیا جائے گا۔''

''پھر!''

''تم آج باقی حرام خوروں کی نگرانی کرو گے۔ جیلر صاحب کا حکم ہے۔''

جس انداز میں مجھے اس رعایت کا حکم سنایا گیا تھا وہ بہت تحقیر آمیز تھا لیکن کرتا تو کیا کرتا۔ خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا اور قیدیوں کی نگرانی کرنے لگا جو پتھر توڑنے میں مصروف تھے۔

دو روز اسی طرح گزر گئے۔ اس عرصے میں نہ تو نرگس ہی مجھ سے ملنے آئی اور نہ ہی انکا واپس لوٹی تھی۔ ان دونوں کی راہ تکتے تکتے میرے دل کی جو حالت تھی اس کا اندازہ کچھ میں ہی کر سکتا تھا لیکن تیسرے روز مجھے انتظار کا کرب نہیں جھیلنا پڑا۔ نرگس مجھ سے ملنے آ گئی تھی۔ جب میں اس سے ملنے کے لئے ملاقات کرنے والے کمرے میں گیا تو وہ بڑی مضطرب حالت میں ٹہل رہی تھی مجھے دیکھتے ہی اس کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔ وہ تیزی سے لپکتی ہوئی آہنی سلاخوں کی دوسری جانب میرے قریب آ گئی۔ اس کی پلکوں سے آنسوؤں کے قطرے جھلملا رہے تھے مگر میں جانتا تھا کہ وہ کون سے آنسو ہیں۔

''جمیل خدا نے ہماری سن لی۔ اب ہماری پریشانی کے دن بہت جلد ختم ہونے والے ہیں۔'' نرگس کی آواز خوشی کے جذبے سے کانپ رہی تھی۔

''مجھے معلوم ہے کلن خاں نے کیا بیان دیا ہے۔''

''آپ کو کیسے معلوم ہوا......؟''

''مجھے جیلر نے سب کچھ بتا دیا ہے۔'' میں نے تفصیل دہراتے ہوئے کہا۔ ''اپیل کی تاریخ کب پڑ رہی ہے......؟''

''پرسوں۔'' نرگس سرشار لہجے میں بولی۔ ''خدا نے چاہا تو آپ پہلی دوسری پیشی پر ہی چھوٹ جائیں گے۔''

''یہ سب تمہاری دعاؤں کا اثر ہے نرگس، مگر جانتی ہو کہ کلن خاں نے کملا کا جرم اپنے سر کیوں لے لیا......؟''

''میں تو اسے بھی خداوند کریم کی مہربانی سمجھتی ہوں جس نے اس سنگ دل کا دماغ پلٹ دیا ورنہ اپنی دانست میں تو اس نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ حیرت ہے اتنی جلدی یہ سب ہو گیا۔''

''یہ سب انکا [illegible] ہے نرگس۔'' میں نے کہا۔

''انکا کا کرم! کیا مطلب؟'' نرگس نے چونک کر پوچھا۔ پھر میرے چہرے کو حیرت سے گھورتے ہوئے بولی۔ ''کیا انکا پھر آپ کے سر پر آ گئی ہے۔''

''میں نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ حالات سے مجبور ہو کر کیا ہے۔'' میں نے پیار سے نرگس کی خوبصورت آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ پھر وہ تمام باتیں نرگس کو بتا دیں جو میرے اور انکا کے درمیان ہو چکی تھیں۔

''تو کیا آپ پھر اسی مصیبت میں گرفتار ہونے کا فیصلہ کر چکے ہیں؟'' نرگس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''نہیں میری نرگس۔ ایسا بالکل نہیں ہے۔'' میں نے اسے سمجھاتے ہوئے جواب دیا۔ ''انکا سے میں یہاں سے گلو خلاصی کے لئے کچھ نہ کچھ وعدہ تو ضرور کرتا۔ پہلے یہاں سے چھٹکارا ملے اس کے بعد انکا کے بارے میں غور کریں گے۔''

''لیکن آخر اس سے چھٹکارے کی کیا صورت ہو گی۔''

''فی الحال میرے ذہن میں کوئی اسکیم نہیں ہے لیکن رہائی کے بعد کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہو گا۔''

''کیا آپ کے خیال میں کلن خاں نے انکا کی پُراسرار قوت کی وجہ سے وہ بیان دیا ہے۔''

''ہاں۔'' میں نے سرگوشی میں کہا۔ ''وہ حیرت انگیز قوتوں کی مالک ہے۔''

نرگس انکا کا ذکر سن کر اداس ہو گئی۔ انکا کے تذکرے نے اس کے چہرے کی ساری شادابی جیسے چھین لی تھی۔ کچھ دیر تک وہ کسی سوچ میں غرق رہی پھر بولی۔

''میرے بس میں ہوتا تو میں اپنی جان دے کر آپ کو انکا کے ناپاک وجود سے نجات دلاتی۔''

"خدارا ایسی باتیں مت کرو نرگس۔" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

ملاقات کا وقت ختم ہو چکا تھا۔ ہمارے درمیان زیادہ باتیں نہ ہو سکیں لیکن نرگس نے چلتے چلتے کہا کہ وہ اپنی سی کوشش کر کے میرے لئے ضرور کسی بزرگ سے تعویذ حاصل کرے گی۔ جب تک نرگس میری نظروں سے اوجھل نہ ہوگئی میں کٹہرے سے لگا کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ اس کے بعد تھکے تھکے قدم اٹھاتا ملاقاتی کمرے سے باہر آیا اور اپنی ڈیوٹی میں مصروف ہوگیا۔

نرگس سے ملاقات کے بعد میرے اضطراب میں مزید اضافہ ہوگیا تھا۔ میں ہمہ وقت نرگس کے بارے میں سوچتا رہتا جو محض میری خاطر تنہا، اتنی ساری پریشانیاں جھیل رہی تھی۔ اگر وہ نہ ہوتی تو شاید میں اس جیل سے باہر جانا خود بھی پسند نہیں کرتا۔ میرے اضطراب کی دوسری وجہ انکا کی پُراسرار ذات تھی جو کسی جونک کی طرح مجھ سے چمٹ کر رہ گئی تھی۔ جس نے میری زندگی کو اتنی اذیتوں سے دوچار کیا تھا۔ میری حالت منجدھار میں پھنسے ہوئے اس شخص سے مختلف نہ تھی جسے موجوں کے تھپیڑے کنارے تک بھی پہنچا سکتے تھے اور بادِ مخالف کے جھونکے غرقِ آب بھی کر سکتے تھے۔

اگلے روز میں اسی امید و بیم کی کیفیت سے دوچار رہا لیکن دوسرے روز جب مجھے یہ پتا چلا کہ مجھے آج نرگس کی دائر کردہ اپیل کے سلسلے میں حاضرِ عدالت ہونا ہے تو میری خوشی کی انتہا نہ رہی۔ جب میں جیل کی گاڑی میں بیٹھ کر عدالت میں پہنچا تو میری وفا شعار بیوی وہاں پہلے ہی سے اپنے وکیل کے ساتھ موجود تھی۔

گاڑی سے اترتے وقت اس نے دور ہی سے مجھے مسکراتی نظروں سے خوش آمدید کہا تو میری ساری تکان دور ہوگئی۔

عدالت میں کلن خاں بھی موجود تھا۔ دوپہر کے بعد ہمارا کیس پیش ہوا۔ پہلے میرے وکیل نے جج کو مخاطب کر کے مختصراً کیس کی نوعیت بتائی پھر پولیس کے گواہ پیش ہوئے اور ان کے بعد کلن خاں کو کٹہرے میں طلب کیا گیا۔ کلن خاں کو میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا لیکن آج وہ کروفر مجھے اس کے چہرے پر نظر نہ آیا جو پہلی بار میں نے اس کے خطرناک چہرے پر پایا تھا۔ آج وہ بھیگی بلی بنا ہوا تھا۔ پولیس کی طرف سے وہ بیان پیش کیا گیا جس میں کلن خاں نے تحریری طور پر اس بات کا اقرار کیا تھا کہ کملا اور رحمت علی دونوں کو اسی نے قتل کیا ہے۔

ایک سوال کے جواب میں اس نے عدالت کو بتایا کہ ان دونوں کے قتل کے سلسلے میں اس نے میرا نام پرانی عداوت کی بناء پر لیا تھا۔ سرکاری وکیل اور وکیل صفائی دونوں اس سے دیر تک جرح کرتے رہے لیکن کلن خاں اپنے بیان پر قائم رہا۔ ممکن تھا کہ عدالت اپنا فیصلہ اسی روز سنا دیتی لیکن وقت ختم ہو جانے کی وجہ سے کارروائی دوسرے روز پر ٹل گئی۔ چنانچہ مجھے وہ رات بھی جیل میں گزارنی پڑی۔ کلن خاں کے

عدالتی بیان کے پس پردہ انکا کی پُراسرار قوت کارفرما تھی کیونکہ رحمت علی کے قتل سے پیشتر نہ تو میں نے کبھی کلن خاں کا نام سنا تھا اور نہ ہی اس کی صورت دیکھی تھی۔ چنانچہ پرانی عداوت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

جیل کی وہ رات میں نے بڑی بے چینی سے گزاری۔ صبح ہوئی تو مجھے دوبارہ عدالت لے جایا گیا۔ جہاں کلن خاں کے اقبالی بیان کے پیش نظر مجھے باعزت طور پر رہا کر دیا گیا اور کلن خاں کے فیصلے کی تاریخ پڑ گئی۔ رہائی کا حکم سنتے ہی مجھ پر کچھ دیر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ میں بھری عدالت میں خدا کے حضور سجدہ ریز ہوگیا۔ نرگس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔

گھر پہنچ کر میں نے غسل کر کے کپڑے تبدیل کئے پھر نرگس کے کہنے پر دو رکعت شکرانے کی نماز ادا کی۔ اس کے بعد میرے دفتر والوں کی آمد و رفت کا تانتا بندھ گیا۔ میرا دل تو نہیں چاہتا تھا کہ ایک لمحے کے لئے بھی نرگس سے دور رہوں لیکن اخلاقی طور پر مجھے دفتر کے عملے سے ملنا پڑا اور قریبی واقف کاروں کو بھی وقت دینا پڑا۔ اسی شام نرگس نے ایک پُرتکلف دعوت کا اہتمام کیا چنانچہ رات گئے تک ہم دونوں اس میں الجھے رہے۔

بڑی مشکل سے مہمان ٹلے۔ نرگس سے بات کرنے کا وقت ہی نہیں مل رہا تھا۔ خدا خدا کر کے وہ وقت آیا جب میں اور نرگس تنہا رہ گئے۔ رات گئے تک ہم دونوں ایک دوسرے سے گفتگو کرتے رہے۔ وہی ہجر کے صدمے اور تنہائی کی اذیتیں مگر جلد ہی انکا کی پُراسرار ذات ہماری گفتگو کا موضوع بن گئی۔ نرگس اس سلسلے میں مجھ سے زیادہ پریشان تھی۔ کہنے لگی۔

"جمیل۔ کیا یہ انکا آپ کے سر پر موجود ہے؟"

"نہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "فی الحال دانش مندی کا تقاضا یہی ہے کہ ہم انکا کے آنے کے بعد بھی اس سے کوئی جھگڑا مول نہ لیں اور اس وقت تک خاموش رہیں جب تک چھٹکارے کی کوئی صورت نہ پیدا ہو۔"

"جمیل۔ میں بھی آپ سے یہی کہنا چاہتی تھی۔" نرگس نے بڑے پیار سے کہا۔ "خدا نے چاہا تو آپ کو اب اس مصیبت سے بھی بہت جلد چھٹکارا مل جائے گا۔"

"خدا تمہاری زبان مبارک کرے۔ کیا تم نے اس کا کوئی تدارک سوچا ہے۔ میرا مطلب ہے تمہارے ذہن میں کیا کوئی ترکیب آگئی ہے؟"

"نہیں، لیکن میں نے ایک بزرگ کا پتا چلا لیا ہے جو شولا پور میں رہتے ہیں۔ اب آپ آگئے ہیں تو میں ان بزرگ سے ملنے جاؤں گی۔ خدا کو منظور ہوا تو یہ پریشانی بھی دور ہو جائے گی۔"

خاصی دیر تک ہمارے درمیان اسی مسئلے پر باتیں ہوتی رہیں۔ میں نے نرگس کو یہ بات اچھی طرح

سمجھادی تھی کہ انکا کے آجانے کے بعد وہ خود کو قابو میں رکھے اور کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جس سے انکا کی ناراضگی کا احتمال ہو اور ہم پھر کسی مصیبت سے دوچار ہو جائیں۔ نرگس نے مجھ سے وعدہ کر لیا تھا کہ وہ کوئی ایسی حرکت نہیں کرے گی۔ اس کے بعد کچھ دیر تک ہم جاگتے رہے پھر نہ جانے کب بے سدھ ہو کر سو گئے۔

دوسری صبح میری آنکھ کھلی تو دن خاصا چڑھ آیا تھا۔ کافی دنوں بعد مجھے آرام دہ بستر ملا تھا۔ مجھے وقت کا احساس ہی نہ ہو سکا۔ نرگس نے مجھے جگانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ بستر سے نکل کر میں نے جلدی جلدی منہ ہاتھ دھویا' کپڑے تبدیل کئے پھر ناشتے کی میز پر آ گیا جہاں نرگس اپنے دل آویز تبسم کے ساتھ پہلے سے موجود تھی۔ ناشتہ کر کے میں اٹھا ہی تھا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے انکا میرے سر پر موجود ہے۔ میں نے غور کیا تو میرا اندازہ ٹھیک نکلا۔ میں عالم تصور میں دیکھ رہا تھا کہ انکا ہاتھ پاؤں پھیلائے میرے سر پر محو خواب ہے۔ اس کے چہرے پر تھکن کے اثرات نظر آ رہے تھے۔ سونے کا انداز بتا رہا تھا کہ جیسے وہ کئی راتوں کے بعد تھک کر بے خبری کی نیند سوئی ہے۔ مجھے انکا کے چہرے پر سرخی کے بجائے آج کچھ زردی محسوس ہو رہی تھی۔ ابھی میں انکا کو اپنے سر پر محسوس کر ہی رہا تھا کہ نرگس نے پوچھا۔

''خیریت تو ہے۔ یہ آپ بت بنے کھڑے کیا سوچ رہے ہیں؟''

''شش۔'' میں نے نرگس کو چپ رہنے کی تلقین کی پھر اسے اشارے سے بتایا کہ انکا میرے سر پر موجود ہے اور سو رہی ہے۔ نرگس کے چہرے کی رنگت ایک لمحے کے لئے بدل گئی۔ اس کے ہونٹوں پر کچھ کہنے کے لئے ایک کھنچاؤ سا پیدا ہوا۔ میں سمجھ رہا تھا کہ اس وقت اچانک انکا کی میرے سر پر آمد کی خبر پا کر اسے تشویش ہوئی ہے۔ بہر حال اس خیال سے کہیں وہ کچھ کہہ نہ بیٹھے میں نے ایک بار پھر اسے خود پر قابو رکھنے کا اشرہ کیا۔ پھر اونچی آواز میں بولا۔

''میں ذرا آفس تک جا رہا ہوں۔ دو تین گھنٹے میں واپس لوٹ آؤں گا۔''

''شولا پور کے بارے میں کیا سوچا ہے آپ نے؟'' نرگس نے پوچھا۔

''ہو آنا۔ اتنی جلدی بھی کیا ہے۔''

''میں چاہتی ہوں کہ آج رات ہی کی گاڑی سے روانہ ہو جاؤں۔'' نرگس نے سنجیدگی سے کہا۔

''ملازم کے بجائے اگر تم منیجر کو ساتھ لے جاؤ تو زیادہ مناسب رہے گا۔ وہ جہاندیدہ شخص ہے۔'' میں نے تجویز پیش کی۔

''ٹھیک ہے۔ آپ دفتر جا رہے ہیں تو پھر رات کی گاڑی کے لئے دو سیٹیں بک کرا دیجئے گا۔''

''ہاں ٹھیک ہے۔'' میں نرگس کو جواب دیتا ہوا باہر آ گیا جہاں ڈرائیور گاڑی لئے تیار کھڑا تھا۔

راستے بھر میں انکا کے خیال میں الجھا رہا۔ دفتر پہنچ کر میں نے منیجر کو اپنے کمرے میں بلایا اور

ہدایت کی کہ اسے نرگس کے ساتھ شولا پور تک جانا ہے۔ اسے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ میری ہدایت پر وہ سیٹیں بک کرانے کے لئے اسٹیشن چلا گیا تو میں دفتری کاموں میں مصروف ہو گیا۔ مجھے فائلوں میں سر کھپاتے ابھی زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ انکا کروٹ لے کر بیدار ہو گئی پھر ایک طویل جماہی لیتی ہوئی اٹھ بیٹھی۔ مجھے محسوس ہوا کہ اس کے چہرے پر اب بھی تھکن کے آثار نمایاں ہیں۔

تھوڑی دیر تک وہ کچھ خاموش سی میرے سر پر بیٹھی رہی پھر ایک توبہ شکن انگڑائی لے کر کھڑی ہو گئی اور میرے سر پر چہل قدمی کرنے لگی۔ میں خاموش بیٹھا اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کے جسمانی نشیب و فراز نہ جانے کیوں آج بے حد دلکش نظر آ رہے تھے۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ میں نے بہت دنوں بعد آج اسے اطمینان سے دیکھا تھا۔ تھوڑی دیر تک انکا محو خرام رہی پھر وہ مجھ سے مخاطب ہو کر بولی۔

''جمیل صاحب۔ کہئے اب کیا حال ہے۔ تم نے تو میرا شکریہ بھی ادا نہیں کیا۔ جانتے ہو تمہیں جیل سے رہائی دلانے کے لئے مجھے کئی راتیں جاگنا پڑا ہے۔''

''میں حقیقتاً تمہارا احسان مند ہوں انکا۔'' میں نے جلدی سے کہا۔ ''اگر تم میری مدد نہ کرتیں تو نہ جانے کب تک مجھے اس گندی کال کوٹھری میں رہنا پڑتا۔ تم نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے اسے میں تمام عمر نہیں بھول سکتا۔''

''چھوڑو جمیل صاحب۔ میں نے جو کچھ کیا وہ ایک دوست کی حیثیت سے کیا اور دوستوں کے حساب ہمیشہ دل میں ہوا کرتے ہیں۔'' انکا نے معنی خیز مسکراہٹ اپنے نازک ہونٹوں پر بکھیرتے ہوئے کہا۔ ''آخر تم نے بھی تو میرے لئے اتنی مصیبتیں جھیلی ہیں۔''

''مگر تم اتنے دنوں تک غائب کہاں تھیں؟'' میں نے دیدہ دانستہ اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

''اب تم یہ بھی پوچھ رہے ہو۔'' انکا بڑی ادا سے بولی۔ ''کیا تمہیں اس بات پر حیرت نہیں ہے کہ کلن خاں نے کملا کے قتل کے الزام کو بھی اپنے سر لے لیا ہے۔''

''مجھے معلوم ہے کہ یہ سب تمہاری پُراسرار قوت کا کرشمہ ہے۔''

''ہاں میں اس وقت کلن خاں کے سر پر ہی موجود تھی جب وہ بیان دے رہا تھا۔''

''کیا اب وہ اپنے بیان سے منحرف نہیں ہو سکتا؟'' میں نے سوچ کر کہا۔ ''ظاہر ہے کہ جب تم اس کے سر پر نہیں ہو تو اس کا دماغ اپنی مرضی کے مطابق کام کرے گا۔''

''یہ سب تم مجھ پر چھوڑ دو۔ میں آج ہی کسی وقت پھر واپس چلی جاؤں گی اور پھر مجھے اس سے ایک ضروری کام بھی لینا ہے جس کے بعد ہو سکتا ہے کہ اسے پھانسی کی سزا ہو جائے۔'' میں نے محسوس کیا کہ

انکا کے ہونٹوں پر بڑا معنی خیز تبسم پھیلا ہوا ہے۔

''میں سمجھا نہیں۔''

''اس سے پہلے بھی تو بہت سی باتیں تم نہیں سمجھے تھے۔اتنی بے چینی بھی کیا ہے۔رفتہ رفتہ سب با
تمہاری سمجھ میں آ جائیں گی۔'' انکا نے بڑے پُراسرار انداز میں جواب دیا پھر پوچھا۔''کیا نرگس کو تم
میرے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے؟''

''ہاں۔'' میں نے مردہ سی آواز میں جواب دیا۔

''میرا خیال ہے تمہارے دل میں ابھی تک میری طرف سے بدگمانی ہے۔''

''یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟'' میں گڑبڑا گیا تھا۔اس لئے جلدی سے سنبھل کر کہا۔''اگر مجھے دوستی نہ
ہوتی تو تم مجھے مجبور تو نہیں کر رہی تھیں۔''

''ہونہہ۔تو یہ بات ہے جمیل صاحب ایک بات کہوں۔کہہ دوں۔''

''کہو۔کیا بات ہے؟'' میں نے اپنے دھڑکتے ہوئے دل پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔انکا نے
معنی خیز انداز میں مجھ سے کچھ کہنے کی اجازت چاہی تھی وہ بے حد پُراسرار تھا۔

''کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم نے حالات سے مجبور ہو کر میرے ساتھ ایک عارضی معاہدہ کر لیا ہو۔''

''تم نے یہ کیسے سوچ لیا کہ میں نے محض مصلحتاً تمہارے ساتھ دوستی کی ہے۔ویسے تم سے کوئی
چھپی ہوئی بھی نہیں ہے۔''

''میری بات چھوڑو۔تم اپنے دل کی کہو۔''

''وہم کا علاج تو حکیم لقمان کے پاس بھی نہیں تھا۔'' میں نے انکا کو وفاداری کا یقین دلانے کی
بڑے زوردار انداز میں جواب دیا۔

انکا پر میری بات کا کیا اثر ہوا' اس کا علم تو میرے فرشتوں کو بھی نہیں تھا لیکن میں نے اتنا ضرور
کیا تھا کہ انکا میرا جواب سن کر کسی سوچ میں کھو گئی تھی۔اس کی سرخ سرخ آنکھیں بدستور میرے چہ
پر مرکوز تھیں۔چند ثانیے تک وہ ٹکٹکی باندھے مجھے گھورتی رہی پھر مسکرا کر بولی۔

''وہم کا علاج لقمان کے پاس تھا یا نہیں مجھے اس سے کوئی غرض نہیں' لیکن میں تمہیں اتنا
بتا دوں گی کہ میرے پاس ہر مرض کا علاج موجود ہے۔اگر تم نے اب کی بار وعدہ خلافی کی تو اس کے
تمہیں تمام عمر پچھتانا پڑے گا۔''

''لعنت ہے تمہارے اوپر جو تم میرے اوپر شبہ کر رہی ہو۔'' میں مصنوعی غصے سے بولا تو انکا بے
کھل کھلا کر ہنس دی پھر مجھے بڑی پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

''آج تم نے پہلی بار مجھ پر غصہ کیا ہے جمیل۔غصے میں بھی تم کچھ کم اچھے نہیں لگتے۔''

''یقین کرو۔تم نے میرے اوپر شبہ کر کے میرے احساسات کو ٹھیس پہنچائی ہے۔'' میں بڑی سنجیدگی
سے بولا۔

''ناراض ہو گئے مجھ سے۔کیوں؟'' انکا نے شوخی سے کہا۔

''تم نے بات ہی ایسی کی تھی۔''

''اچھا جانے بھی دو۔آگے جو ہو گا وہ تم بھی دیکھو گے اور میں بھی۔''

انکا مجھ سے بڑے محبوبانہ انداز میں مخاطب تھی کہ میرا منیجر اسٹیشن سے سیٹیں بک کرا کے واپس
آ گیا۔میں جتنی دیر منیجر سے بات کرتا رہا' انکا خاموش کھڑی سنتی رہی پھر جب منیجر چلا گیا تو انکا نے
پوچھا۔

''جمیل' یہ شولا پور جانے کی ضرورت کیسے پڑ گئی؟''

''منیجر کو۔'' میں نے مختصر کہا۔

''دوسرا ٹکٹ کس کا ہے۔؟''

میرے پاس اس کے سوائے اس کے کوئی راستہ نہ تھا کہ میں نرگس کے شولا پور جانے کے پروگرام کو
ظاہر کر دوں' دوسری صورت میں ممکن تھا کہ انکا اس وقت میری طرف سے مشکوک ہو جاتی جب وہ نرگس کو
گھر پر نہ پاتی۔چنانچہ میں نے بڑی خوبصورتی سے انکا سے کہا۔

''نرگس کے ایک دور کے عزیز شولا پور میں رہتے ہیں۔وہ اپنے انہی عزیز سے ملنے جا رہی ہے۔''

''نرگس کے عزیز!اچھا ہوں گے مگر کیا تم اس کے ساتھ نہیں جا سکتے جو منیجر کو بھیج رہے ہو۔''

''جن حالات میں میری اور نرگس کی شادی ہوئی ہے وہ تم سے پوشیدہ نہیں۔اس لئے میں نے نرگس
کے ساتھ جانا مناسب نہیں سمجھا۔وہاں اگر اس نے بعد میں مجھے بلایا تو ہو آؤں گا۔''

انکا مجھ سے کرید کرید کر نرگس کی روانگی کے بارے میں مختلف سوالات کرتی رہی اور میں بڑی بے
پروائی سے جواب دیتا رہا۔اچانک وہ مجھ سے ایک عجیب سوال کر بیٹھی۔

جمیل۔یہ شہباز علی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

''کیوں؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔''تمہیں اچانک شہباز علی کا خیال کیسے آ گیا؟''

''میں نے سنا ہے کہ اس کا شمار بڑے ظالم قسم کے سنتریوں میں ہوتا ہے۔تمہاری کمر بھی تو اس نے
اپنے جوتوں کی ٹھوکروں سے کئی بار دہری کی تھی۔آدمی ہے سرخ و سفید۔''

شہباز علی کا ذکر چھڑا تو مجھے اس ہٹے کٹے سنتری کی ٹھوکریں یاد آ گئیں جن سے مجھے سابقہ پڑ چکا تھا اور
جو عام طور پر وہ دیر سے اٹھنے والے قیدیوں کی ریڑھ کی ہڈی پر رسید کرتا تھا۔وہ بے حد خوفناک صورت کا
مالک تھا لیکن صورتاً ہی نہیں' طبعاً بھی بڑا ظالم اور سخت آدمی تھا۔خطرناک قسم کے مجرم بھی اس سے پناہ

مانگتے تھے۔ جب وہ اپنے بھاری بھرکم جوتوں کی ٹھوکروں سے قیدیوں کو مارتا تو وہ تکلیف سے
اٹھتے۔ مجھے یاد ہے کہ کئی قیدی اس کی ٹھوکروں سے بے ہوش ہو گئے تھے۔ خود میری حالت بھی ایک
غیر ہو گئی تھی۔ مجھے شہباز علی کے نام سے ہی خوف آتا تھا مگر میں نے جان بوجھ کر انکا کو اس کی تفصیل
بتائی اور ٹالنے کی خاطر کہا۔

''ایک شہباز علی پر ہی کیا منحصر ہے' جیل کے تو سارے سنتری ہی ظالم ہوتے ہیں لیکن تم نے
وقت خاص طور پر شہباز کا نام کیوں لیا؟''

''یوں ہی ذرا خیال آ گیا'' انکا نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

میں شہباز کا ذکر کر کے اپنے زخموں پر نمک چھڑکنا نہیں چاہتا تھا۔ میں نے اس ذکر سے پہلو تہی
اور پھر انکا نے بھی اس کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کی۔

دو تین گھنٹے دفتر میں کام کر کے جب میں گھر واپس گیا تو نرگس سفری سامان تیار کر چکی تھی۔ اس
حسب معمول بڑے پیار سے میرا خیر مقدم کیا۔ انکا میرے سر پر سوار ہی تھی اس لئے میں نے نرگس کو اِد
اُدھر کی باتوں میں الجھائے رکھا۔ پھر اشاروں کنایوں میں اسے بتا دیا کہ شولا پور کے لئے اس کی سیٹ
بک ہو چکی ہے۔

شام کی چائے پینے کے بعد میں نرگس کے ساتھ باہر لان میں بیٹھا گفتگو میں مصروف تھا کہ انکا
سر سے رینگ کر میرے شانوں پر آتے ہوئے کہا۔

''جمیل ایک بات مانو گے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں کچھ دیر کے لئے نرگس کے سر پر چلی جاؤں۔''
یہ سن کر میں ایک دم سن ہو گیا۔ ''قطعاً نہیں۔ میں تمہیں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔''

''یہ آپ کس اجازت کے بارے میں کہہ رہے ہیں؟'' نرگس نے مجھے حیرت سے گھورتے ہوئے
سوال کیا۔

''کچھ نہیں۔'' میں ٹپٹا کر بولا۔ ''میں دراصل انکا کی ایک بات کا جواب دے رہا تھا۔''

''اوہ'' نرگس منہ بنا کر خاموش ہو گئی تو انکا نے پھر مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا۔

''جمیل تم واقعی خوش قسمت ہو جو نرگس جیسی خوبصورت اور وفادار بیوی مل گئی۔ نرگس مجھے بھی بے
پی لگتی ہے کتنی اچھی ہے وہ۔''

میں ہوں ہاں کر کے انکا کی باتوں کا جواب دیتا رہا۔ نرگس خاموش بیٹھی نٹنگ (KNITTING)
کرتی رہی۔ اس کا چہرہ کسی قسم کے جذبات سے عاری تھا مگر جس تیزی سے وہ اون کو جھٹک جھٹک
سلائیاں چلا رہی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ دل ہی دل میں ضرور کڑھ رہی ہے۔ میری حالت
اس وقت اس سے کچھ مختلف نہیں تھی۔ انکا نے آج پہلی بار نرگس کے سر پر جانے کی اجازت چاہی تھی۔

اس کے بارے میں محبت بھری باتیں کی تھیں۔ میں اس سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتا تھا کہ وہ مجھے چھیڑنے کی
خاطر ایسا کہہ رہی ہے لیکن میرے دل میں سابقہ تجربوں کی بنیاد پر ان گنت وسوسے پیدا ہو رہے تھے۔

''کیا سوچ رہے ہو جمیل۔ کوئی خاص بات ہے کیا.....؟''

''کچھ نہیں۔'' میں نے جھنجھلاتے ہوئے سرگوشی کی۔

''مجھے معلوم ہے۔'' انکا نے اٹھلا کر کہا۔ ''تمہیں میری یہی بات بری لگی ہے کہ میں نے نرگس کے سر
پر جانے کا خیال کیوں ظاہر کیا تھا۔''

''ہوں۔'' میں بڑی آہستگی سے بولا۔

''وہ بات تو میں نے یونہی کہہ دی تھی۔ تمہیں پریشان کرنے میں جو مزہ آتا ہے۔'' انکا زیر لب مسکرا
کر بولی۔ ''میں تمہاری بیوی کو اپنا دشمن کیسے سمجھ سکتی ہوں۔ وہ تو بہت معصوم ہے۔''

میں نے جبراً سر ہلایا۔ انکا کچھ دیر تک مجھ سے باتیں کرتی رہی اور جب میں اونگھنے لگا تو اس نے کلن
خاں کے سر پر جانے کا ارادہ ظاہر کیا اور لمحوں میں رینگتی ہوئی میرے سے اتر گئی۔ انکا کے جانے کے بعد
بھی میں بہت دیر تک چپ چاپ بیٹھا رہا پھر نرگس کے ساتھ اٹھ کر اندر آ گیا۔

رات کو جب نرگس شولا پور کے لئے جانے لگی تو اس وقت اس نے مجھ سے انکا کے بارے میں کچھ
کہنا چاہا لیکن میں نے اسے فوری طور پر منع کر دیا۔ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں انکا کا پُراسرار وجود ان باتوں
سے واقف نہ ہو جائے۔ حالانکہ یہ میری خام خیالی تھی۔ انکا کو ہر بات کا علم رہتا تھا مگر کوئی نہ کوئی تدبیر تو
اس صورت حال کے باوجود کی جاتی۔ نرگس کے چہرے پر اس وقت الجھن اور اضطراب کے جو تاثرات
نظر آ رہے تھے وہ کچھ میرا ہی دل جانتا ہے۔ بہرحال میں ضبط کر گیا اور ٹرین کی روانگی کے بعد واپس گھر
آ گیا۔ اس روز تمام رات میں نرگس کی کامیابی اور سلامتی کے ساتھ واپسی کی دعائیں مانگتا رہا۔ کیا میں
انکا کے پُراسرار وجود سے کبھی نجات پا بھی سکوں گا یا نہیں۔ میں ساری رات اسی کشمکش میں الجھا رہا۔

صبح میں نے نیم گرم پانی سے غسل کیا تو ذہن پر چھائی ہوئی کسلمندی کچھ کم ہوئی لیکن ناشتے کی میز پر
پہنچ کر جیسے ہی میری نظر اخبار پر پڑی میں مارے حیرت کے اچھل پڑا اور جلدی جلدی ایک خبر پڑھنے لگا
جس کی سرخی ہی میرے لئے بڑی چونکا دینے والی تھی۔

جیل کے احاطے میں مسلح سنتری کی دردناک موت قاتل نے مقتول کے جسم کا سارا خون پی ڈالا۔

منگل..... (اسٹاف رپورٹر) گزشتہ شب سینٹرل جیل میں قتل کی ایک ہولناک واردات ہوئی جس
نے پولیس اور جیل کی انتظامیہ کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ پولیس کی ابتدائی رپورٹ کے مطابق کلن خاں نامی
ایک شخص نے جو پہلے سے دہرے قتل کے جرم میں گرفتار ہے کل رات بارہ بجے کے قریب جیل کے
سنتری شہباز کو قتل کر دیا۔ قتل کے اصل اسباب کا ہنوز پتا نہیں چل سکا۔ واقعات کے مطابق کل رات کو

کلن خاں کی چیخیں سنائی دیں تو شہباز علی سنتری جو دوسرے سنتری کے ساتھ ڈیوٹی پر موجود تھا، سن کر اس کی کوٹھری کی طرف گیا۔ جب وہ دیر تک واپس نہیں آیا تو ایک دوسرا سنتری شہباز علی کو تلا ہوا کلن خاں کی کوٹھری پر پہنچا تو اس نے ایک ہولناک منظر دیکھا۔ کوٹھری کا دروازہ کھلا ہوا تھا تالے میں لگی ہوئی تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ کوٹھری کے فرش پر سنتری شہباز علی کی لاش پڑی ہوئی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کے جسم کا سارا خون نچوڑ لیا گیا ہو۔ مقتول شہباز علی کے برابر کلن خا سدھ پڑا خراٹے لے رہا تھا۔ دوسرا سنتری یہ منظر دیکھ کر اپنے حواس پر قابو نہ رکھ سکا اور چیختا چلاتا ج پاس پہنچا اور سارا واقعہ اسے بتایا۔

جیلر جب موقعۂ واردات پر پہنچا اور اس نے کلن خاں کو جگا کر اس خونیں واقعے کے بار پوچھ گچھ کی تو اس نے شہباز علی کے قتل سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ پولیس کے حلقوں میں اس با حیرت کا اظہار کیا جارہا ہے کہ کلن خاں اگر قاتل تھا تو پھر اس نے فرار ہونے کی کوشش کیوں نہیں اگر کلن خاں قاتل نہیں ہے تو پھر قتل کس نے کیا......؟ پوسٹ مارٹم رپورٹ اور مزید تفصیلات کا ہے۔

شہباز علی کے قتل کی سنسنی خیز خبر پڑھ کر میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ میں سمجھ گیا کہ انکا کی کارستانی ہے۔ کل اس نے مجھ سے خاص طور پر شہباز کے بارے میں دریافت کیا تھا اور تھا کہ اسے کلن خاں سے ایک ضروری کام لینا ہے جس کے بعد اسے پھانسی کی سزا بھی ہو سکتی شہباز کے جسم سے خون غائب ہونے کا مسئلہ تو وہ اوروں کے لئے یقیناً حیرت انگیز تھا مگر میر نہیں۔ میں جانتا تھا کہ شہباز کا خون کس نے پیا ہے۔

میں اب یہ بھی سمجھ گیا تھا کہ انکا نے مجھ سے چار ماہ میں ایک انسانی جسم کے خون کا وعدہ کیو جبکہ اسے ہر ماہ ڈیڑھ ماہ بعد اپنے پُراسرار وجود کو زندہ رکھنے کے لئے کسی انسان کے تازہ ضرورت پیش آتی ہے۔ شہباز علی کے قتل نے یہ بات واضح کردی تھی کہ انکا چار ماہ میں ایک انسا میرے ذریعے حاصل کرے گی اور باقی بندوبست دوسرے ذرائع سے کرے گی۔ اچانک میرا پریشان ہوگیا کہ انکا نے مجھ سے نرگس کے سر پر جانے کی اجازت کیوں مانگی تھی؟ کیا اس بات مذاق میں کہی تھی یا اس بات سے اس کا کوئی خاص مطلب تھا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ میرے وہ نرگس کو بھی اپنا معمول بنانے کی خواہش مند ہے جو اسے کسی انسان کا گاڑھا گاڑھا خون پلا دے سکے۔

آخری خیال جو میرے ذہن میں ابھرا، اس سے میری الجھن میں اضافہ ہوگیا۔ نرگس اگر میرے پاس ہوتی تو میں اسے اپنے پریشان کن خیالات سے ضرور آگاہ کر دیتا۔ اس کی عدم موجو

برے برے واہمے مجھے پریشان کرر ہے تھے۔ میں سوچ رہا تھا کہ کہیں انکا نرگس کی واپسی سے پیشتر ہی اپنی گندی خواہشات کا نشانہ نہ بنا ڈالے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ اب میں اپنی نرگس کو دوبارہ کبھی ہنستا بولتا نہ دیکھ سکوں۔

نرگس کی دوری نے مجھے بری طرح تڑپا دیا تھا۔ میرا بس چلتا تو میں اڑ کر نرگس کے پاس پہنچ جاتا اور اسے انکا کے منحوس وجود سے نجات دلانے کے لئے کہیں دور لے جاتا لیکن یہ بات میرے بس میں نہ تھی پھر ایک خیال سے مجھے سکون ملا۔ ایک انسان کے جسم کا خون پی لینے کے بعد انکا کو پچیس تیس روز کی چھٹی ہو جاتی ہے۔ اخبار میں شائع ہونے والی اطلاع کے مطابق وہ گزشتہ شب شہباز علی کا خون پی چکی تھی اور اب وہ کم از کم ایک ماہ تک پُرسکون رہے گی جبکہ نرگس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ شولا پور میں زیادہ وقت نہیں گزارے گی اور بزرگ سے تعویذ حاصل کرتے ہی واپسی کے لئے روانہ ہو جائے گی۔ غرضیکہ وہ پورا دن میں نے کس کرب کے عالم میں گزارا یہ کچھ میرا ہی دل جانتا ہے۔ یا تو مجھے انکا کے نام سے ہی ہول اٹھتی تھی یا تمام دن میں اس بات کی دعائیں مانگتا رہا کہ وہ جلد از جلد میرے سر پر دوبارہ آجائے تا کہ میں نرگس کی طرف سے مطمئن ہوسکوں۔

رات کیا آئی کہ میری الجھنوں میں اور اضافہ ہوگیا۔ گھر جیسے مجھے کاٹنے کو دوڑ رہا تھا۔ اپنی اس دہشت سے چھٹکارا پانے کے لئے میں نے کپڑے تبدیل کئے اور ڈرائیور کو گاڑی نکالنے کو کہا تا کہ کچھ دیر کے لئے کسی دوست کے پاس ہو آؤں لیکن گاڑی میں بیٹھتے ہی مجھے محسوس ہوا کہ انکا میرے سر پر واپس آگئی ہے۔ وہ اس وقت میرے سر پر چہل قدمی کر رہی تھی۔ میری ساری پریشانی دور ہوگئی اور میں نے گاڑی سے باہر نکل کر دروازہ بند کر دیا۔

”نہیں۔ تم گاڑی گیراج میں بند کر کے آرام کرو۔“ میں نے ڈرائیور سے کہا اور واپس ڈرائنگ روم میں آگیا۔

انکا بدستور میرے سر پر چہل قدمی کر رہی تھی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ کولھوں پر رکھے ہوئے تھے اور یوں پھدک پھدک کر چل رہی تھی جیسے بہت زیادہ مسرور ہو۔ اس کے چہرے پر بہت اطمینان جھلک رہا تھا۔ آنکھوں سے خمار ٹپک رہا تھا۔ اس کا چہرہ جو کل شام تک زردی مائل تھا اس وقت قندھاری انار کے مانند سرخ ہورہا تھا۔ گلابی ہونٹ گلاب کی پنکھڑیوں کی طرح ایک دوسرے پر جمے ہوئے تھے۔ میں عالم تصور میں انکا کے پُرسکون چہرے کو دیکھتا رہا۔ اس عالم میں وہ مجھے بہت اچھی لگی۔

”کچھ سنا تم نے۔ کلن خاں نے کل رات شہباز نامی سنتری کو قتل کر کے اس کے جسم کا سارا خون پی لیا۔“ میں نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔“ انکا مسکرا کر بولی۔ ”میں نے یہ سب تمہارے لئے کیا ہے۔ اب وہ کسی طرح نہیں بچ

سکتا۔''

''میں جانتا ہوں تم نے یہ سب کچھ مجھے بچانے کے لئے کیا ہے۔''

وہ میرے سر پر پاؤں پسار کر بیٹھتے ہوئے بولی۔''اگر میں ایسا نہ کرتی تو تمہارے لئے مشکلات تھیں۔''

''کیا مطلب''میں نے چونک کر پوچھا۔

''جمیل صاحب اگر میں کلن خاں کو سنتری کے قتل کے کیس میں نہ الجھا دیتی تو مجھے اس وقت تک کے سر پر ہی رہنا پڑتا جب تک عدالت کملا اور رحمت کے قتل کے سلسلے میں اپنا فیصلہ نہ سنا دیتی اور میں نہ جانے کتنے دن لگ جاتے۔اس لئے میں نے کلن خاں کا قصہ ہی پاک کر دیا۔''انکا نے مجھے حالات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔''کہو۔اب تو تم خوش ہو۔''

''ایک پنتھ اور دو کاج اسی کو کہتے ہیں۔''میں نے معنی خیز لہجے میں جواب دیا۔''تمہارا یہ اقدام بہت مناسب تھا۔اس طرح نہ صرف یہ کہ کلن خاں سے مجھے چھٹکارا مل گیا بلکہ تمہیں اپنی غذا بھی ہو گئی۔''

''خوب۔اب تو تم بھی کچھ عقلمندوں کی سی باتیں کرنے لگے ہو۔''انکا نے شوخی سے کہا۔

''لیکن ایک بات کا خدشہ ابھی باقی ہے۔''میں کچھ سوچ کر بولا۔''کیا اب کلن خاں اپنے بیان سے منحرف ہونے کی کوشش نہیں کرے گا۔''

''کرتا ہے تو کرنے دو۔''انکا بے پروائی سے بولی۔''اب اس قدر خوفزدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔اس کی بات اب سنے گا ہی کون اور اگر وہ کملا اور رحمت علی کے معاملے میں بچ بھی گیا تو شہا قتل کے سلسلے میں پھنس جائے گا۔''

میں بڑی دیر تک انکا سے باتیں کرتا رہا پھر میں نے کپڑے تبدیل کر کے کھانا کھایا اور سونے کے ارادے سے اپنی خواب گاہ میں چلا گیا۔اس وقت انکا میرے سر پر بائیں کروٹ لیٹی لمبے لمبے لے رہی تھی۔خون پی لینے کے بعد وہ ہمیشہ لمبی نیند لینے کی عادی تھی۔اس لئے میں نے بھی اسے مناسب نہیں سمجھا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔کتنی دیر تک میں سوتا رہا' مجھے کچھ یاد نہیں لیکن دوبارہ آنکھ اس وقت کھلی تھی جب میں نے اپنے سر میں باریک باریک پنجوں کی تیز چبھن محسوس کی۔میں کر اٹھ بیٹھا۔میری خواب گاہ میں اس وقت ہلکی روشنی کا بلب جل رہا تھا۔میں جلد ہی سمجھ گیا کہ چبھن کی وجہ سے ہے۔انکا جب بھی غصے کے عالم میں ہوتی تو مجھے ایسا محسوس ہوتا جیسے اس کے پنجے میرے گڑ رہے ہوں۔میں سمجھ گیا کہ انکا یقیناً مشتعل ہے اسے یقیناً کسی بات کا پتہ چل گیا ہے۔میرا درست ثابت ہوا۔وہ اس وقت میرے سر پر کھڑی ہوئی مجھے خطرناک نظروں سے گھور رہی تھی۔

آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک موجود تھی۔ایسی چمک جس سے الجھن مترشح تھی۔اس کے چہرے پر بھی مجھے کچھ ایسے تاثرات نظر آئے۔

''کیوں خیریت تو ہے؟''میں نے اسے مخاطب کیا۔

''جمیل!''انکا نے خشک لہجے میں پوچھا۔''نرگس شولا پور کس لئے گئی ہے؟''

''کیا مطلب۔''انکا کے اس غیر متوقع سوال پر میں چونک پڑا لیکن پھر فوراً ہی خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔''میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ اپنے ایک عزیز سے ملنے گئی ہے لیکن اس وقت تمہیں نرگس کا خیال کیسے آیا؟''

''تم جھوٹ بول رہے ہو جمیل صاحب!''

انکا نے تیزی سے کہا۔''نرگس اپنے کسی عزیز سے ملنے نہیں گئی ہے۔حیرت ہے کہ تم مجھ سے چھپاتے ہو جسے سب معلوم رہتا ہے۔''

''پھر تمہارا کیا خیال ہے؟''میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں اور میں حواس باختہ سا ہو گیا۔

''بہتر ہے کہ تم ہی بتا دو کہ وہ کس کام سے گئی ہے کیونکہ جو وجہ تم نے بتائی ہے وہ غلط ہے۔''انکا الجھے ہوئے لہجے میں بولی۔

''ان باتوں سے آخر تمہارا مقصد کیا ہے؟''میں نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''میں تمہارے منہ سے یہ سننا چاہتی ہوں کہ تم نے اسے شولا پور کیوں بھیجا ہے۔''

''ہو سکتا ہے کہ اسے شولا پور میں اور بھی کوئی کام ہو لیکن کم از کم مجھ سے اس نے یہی کہا تھا کہ وہ اپنے عزیز سے ملنے جا رہی ہے۔''میں نے الجھتے ہوئے جواب دیا۔

''جمیل صاحب۔''انکا بگڑے ہوئے تیور سے بولی۔''اگر تم نہیں بتانا چاہتے تو پھر مجھ سے سنو۔نرگس شولا پور میں ایک بزرگ کے پاس گئی ہے تاکہ کوئی ایسا تعویذ حاصل کر سکے جو تمہیں مجھ سے نجات دلا سکے' لیکن تم اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔مشکل یہ ہے کہ تم نے ابھی مجھے پہچانا نہیں۔بہرحال پہچان جاؤ گے۔اب مجھے کچھ کرنا ہی پڑے گا۔''

میرا ذہن انکا کی بات سن کر بارود کی طرح بھک سے اڑ گیا۔میری عقل گنگ ہو کر رہ گئی۔انکا کے فیصلہ کن لہجے نے مجھے پریشان کر دیا تھا اور اس سے پہلے کہ میں اپنے حواس پر قابو پاتا اور انکا سے کوئی صفائی پیش کر سکتا وہ کسی چھلاوے کی طرح پھدک کر میرے سر سے اتر گئی۔

اب کیا ہوگا؟ میرا دماغ گھوم گیا۔انکا اب شولا پور پہنچ کر نرگس سے کوئی خطرناک انتقام لے گی؟ میرے دل و دماغ میں عجیب ہیجان بپا تھا۔فوری طور پر میں یہی فیصلہ کر سکا کہ مجھے اب وقت ضائع کئے بغیر شولا پور کے لئے روانہ ہو جانا چاہئے۔چنانچہ میں نے جلدی سے اٹھ کر اسٹیشن فون کیا جہاں سے یہ

جواب ملا کہ شولا پور کے لئے اگلی گاڑی صبح سات بجے روانہ ہوگی۔ میں نے فون بند کر کے گھڑی پر نظر ڈالی۔ اس وقت رات کے دو کا عمل تھا۔ وقت گزاری کے لئے میں نے سگریٹ پھونکنے شروع کر دیئے اور صرف یہی سوچتا رہا کہ اب انکا نرگس پر کیا ظلم ڈھائے گی۔ خدا خدا کر کے رات گزری تو میں نے اپنا کیس لیا اور باہر آگیا۔ ملازم کے اصرار پر میں نے ایک کپ چائے زہر مار کی۔ ناشتے کی مجھے قطعاً کوئی خواہش نہیں تھی اور ہوتی بھی کیسے جبکہ میرا ذہن نرگس میں بری طرح الجھا ہوا تھا۔

ابھی میں چائے ختم نہ کر پایا تھا کہ ملازم نے اخبارات لا کر میرے سامنے رکھ دیئے۔ میں نے جیسے ہی اخبار پر نظر ڈالی میرا ذہن چکرا کر رہ گیا۔

"کلن خاں جس نے دوہرے قتل کا اعتراف کر لیا تھا اب اپنے سابقہ بیان سے منحرف ہو گیا"

"قتل کی ان ہولناک وارداتوں میں ایک پُراسرار عورت کا ہاتھ ہے۔"

سرخی کے نیچے کیا تفصیل درج تھی' اسے پڑھنے کے لئے نہ تو میرے پاس وقت تھا اور نہ ہی میری ہمت ہو رہی تھی کہ میں اسے پڑھوں۔ میں نے اخبار کو لپیٹ کر ہاتھ میں لیا اور اٹیچی اٹھا کر تیزی سے باہر آگیا۔

اب مجھے جلد سے جلد بمبئی چھوڑ دینا چاہئے۔ پولیس اس سلسلے میں مجھے ضرور الجھائے گی۔ اس کا مجھے یقین تھا اور ادھر مجھے نرگس کی پڑی ہوئی تھی جو کسی وقت بھی انکا کے عتاب کا نشانہ بن سکتی تھی۔ میں عجیب الجھن میں گھر گیا تھا۔

اخبار میں یہ خبر پڑھتے ہی کہ کلن خاں اپنے سابقہ بیان سے منحرف ہو گیا ہے' میرے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔ اب مجھے یہ خطرہ لاحق تھا کہ کہیں پولیس دوبارہ مجھے حراست میں نہ لے لے دوسری طرف یہ فکر بھی دامن گیر تھی کہ کہیں انکا کا پُراسرار وجود نرگس کو اپنے عتاب کا نشانہ بنا دے۔ تھوڑی دیر کے لئے تو میرا ذہن بالکل ماؤف ہو کر رہ گیا جیسے اس پر برف جم گئی ہو۔ پھر میں ہڑبڑا کر اٹھا اور ملازم کو سامان گاڑی میں رکھنے کی ہدایت کی اور اسٹیشن کے لئے روانہ ہو گیا۔

راستے بھر میری جو حالت رہی وہ میں ہی جانتا ہوں۔ اس کا اندازہ لگانا دوسرے کے بس کی بات نہیں۔ ہر چوراہے پر جہاں بھی مجھے کوئی سنتری کھڑا نظر آتا میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتیں اور میں گاڑی کی رفتار تیز کر دیتا۔ حالانکہ عدالت نے مجھے باعزت طور پر بری کر دیا تھا لیکن اس کے باوجود وقت میری حالت اس مجرم جیسی تھی جو کسی خطرناک جرم کا ارتکاب کرنے کے بعد ہر شخص کی نگاہوں سے بچتا پھر رہا ہو۔ غرضیکہ میں کسی نہ کسی طرح اسٹیشن پہنچ گیا۔ گاڑی پلیٹ فارم پر آچکی تھی۔ میں نے قلی ذریعے سامان اتروا کر فرسٹ کلاس کے کمپارٹمنٹ میں رکھوایا۔ پھر ملازم کو ضروری ہدایت دے کر رخصت کیا اور جلدی سے کمپارٹمنٹ میں داخل ہو کر پلیٹ فارم کی جانب کی کھڑکیوں کے

گرا دیئے۔ حسن اتفاق سے میں اس کمپارٹمنٹ میں تنہا ہی تھا۔ کوئی دوسرا ہم سفر ہوتا تو یقیناً میری اس وحشت کو محسوس کر لیتا۔

میری نظریں بار بار اپنی دستی گھڑی پر پڑ رہی تھیں۔ گاڑی کی روانگی کا وقت سات بجے تھا جس میں صرف پانچ منٹ باقی تھے لیکن یہ پانچ منٹ گزارنا میرے لئے وبال جان بن گیا تھا۔

ایک ایک سیکنڈ میرے اوپر بھاری ہو رہا تھا۔ کمپارٹمنٹ کے دروازے پر معمولی سا کھٹکا بھی ہوتا تو خوف کے مارے میں کانپ اٹھتا۔ بہرحال یہ پانچ منٹ بھی گزر ہی گئے۔ آخری سیٹی کے بعد گاڑی حرکت میں آئی تو میں نے سکون کا ایک لمبا سانس لیا اور اپنی سیٹ پر نیم دراز ہو کر پُراسرار انکا کے بارے میں سوچنے لگا۔ انکا ایک پُراسرار وجود۔ ایک ایسا عجیب و غریب وجود جسے میں نہ دیکھ سکتا تھا اور نہ اپنے سر سے بے دخل کر سکتا تھا۔ وہ وجود جو ایک خوبصورت انسانی پیکر لئے میرے تصور میں ابھرا تھا۔ جس کے جسم کے تمام نشیب و فراز میں اپنے سر پر محسوس کرتا تھا۔

انکا نے میری زندگی اجیرن کر دی تھی۔ اس کی پُراسرار طاقتوں کے سبب میں نے عزت و دولت حاصل کی تھی۔ انکا نے مجھے خوشیوں سے سرشار کیا تھا تو دوسری طرف مجھ سے میرا ذہنی سکون چھین لیا تھا۔ انکا جس سے چھٹکارا پانے کی ہر کوشش ناکام ہو چکی تھی۔ اس نے میرے سر پر اپنا تسلط قائم رکھنے کے لئے مجھے ایسے جال میں پھنسایا تھا کہ میں اب اس کا غلام بن کر رہ گیا تھا۔ میرا اپنا کوئی ارادہ اور کوئی حیثیت نہ تھی۔

نرگس کو شولا پور روانہ کرنے کے بعد میرے دل کو ڈھارس بندھ گئی تھی۔ مجھے امید تھی کہ شولا پور والے بزرگ کی دعا سے میری پریشانیوں میں ضرور کمی ہو جائے گی اور ممکن ہے انکا سے چھٹکارا مل جائے۔ اس بات کا مجھے قطعی اندیشہ نہ تھا کہ انکا نرگس کے پروگرام سے واقف ہو چکی تھی لیکن انکا نے جب خود مجھے اپنی پُراسرار قوت کے ذریعے بتا دیا کہ نرگس کے شولا پور جانے کا اصل مقصد کیا ہے تو اس خیال ہی سے کہ وہ نرگس کے سفر کا راز جان چکی ہے' میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور پھر قبل اس کے کہ میں انکا سے کچھ کہتا یا کوئی صفائی پیش کرتا' وہ کسی چھلاوے کی طرح پھدک کر میرے سر سے اتر گئی تھی۔ جاتے وقت اس نے مجھ سے دھمکی آمیز لہجے میں کہا تھا...... کہ اب اسے کچھ کرنا ہی پڑے گا۔

انکا کے آخری جملے میرے ذہن میں شدید دھماکے پیدا کر رہے تھے۔ "کچھ کرنا پڑے گا۔" سے اس کا کیا مقصد تھا' اس سے میں قطعی لاعلم تھا۔ بہرحال یہ بات طے ہو چکی تھی کہ انکا اس بار مجھ سے کچھ زیادہ ہی دل برداشتہ ہو گئی ہے اور یہ بات بڑی خطرناک تھی۔ اس کی ناراضگی کا تماشا میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا لیکن اس وقت معاملہ دوسرا تھا۔ میری نرگس انکا کے عتاب کا نشانہ بننے والی تھی۔ اس لئے میں صرف اس کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ الٰہی کیا ہوگا۔ یہ انکا کیا قیامت ڈھائے گی۔ اگر انکا کی ناراضگی کا تعلق

صرف میری ذات سے ہوتا تو مجھے اس درجہ تشویش نہ ہوتی' میں ہر مصیبت جھیل جاتا مگر یہ تصور میر لئے بڑا روح فرسا تھا کہ انکا اب نرگس سے انتقام لے گی اور بے چاری نرگس کو صرف میری وجہ سے کے مظالم سہنا پڑیں گے۔

گاڑی کے ساتھ ساتھ میرا ذہن بھی اڑا چلا جا رہا تھا۔ طرح طرح کے خیالات اور توہمات مجھ پریشان کر رہے تھے۔ مجھے اس تصور ہی سے ہول اٹھنے لگتا تھا کہ کہیں انکا اس بار نرگس کو اپنی بھوک لئے منتخب نہ کر لے۔ میری الجھن سوا ہوتی جا رہی تھی۔ جیل سے رہائی کے بعد میں نے یہ مصمم ارادہ کر تھا کہ خواہ حالات کیسے بھی ہوں' میں انکا کی رکیک خواہشات پوری نہ کروں گا مگر انکا کے سامنے میر ارادے کی کیا وقعت تھی۔ اب جبکہ نرگس زد پر تھی' میں سوچ رہا تھا کہ اسے بچانے کے لئے مجھے انکا خواہشات پر سر جھکانا ہی ہوگا۔ کچھ بھی ہو میں نرگس کے لئے بے قصور اور بے گناہ لوگوں کا خون بہا سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔ مجھے انکا سے سودا کرنا ہی پڑے گا۔ مجھے نرگس کی زندگی خود سے زیادہ عز تھی۔

بمبئی سے شولا پور تک کے سفر کا ایک ایک لمحہ میرے لئے بڑا جان لیوا ثابت ہوا۔ خدا خدا کر گاڑی منزل مقصود پر پہنچی تو میں تیزی سے نیچے اترا۔ ایک قلی کے ذریعے اپنا مختصر سا سامان رکشا رکھوایا پھر قلی کو پیسے دے کر رکشے میں بیٹھ گیا۔

''کہاں چلو جناب؟'' رکشا والے نے دریافت کیا تو میری سمجھ میں نہیں آیا کہ کون سی جگ بتاؤں۔ میں شولا پور کے گلی کوچوں سے بالکل ناواقف تھا۔ نرگس شولا پور میں کہاں ٹھہری ہوگی یہ با جاننا خاصا دشوار تھا۔ چنانچہ ایک لمحے کے لئے میں گنگ سا ہو گیا پھر فوراً ہی میرا خیال آیا کہ نرگس نے شو پور میں اپنے قیام کے لئے یقیناً کسی اچھے ہوٹل کا ہی انتخاب کیا ہوگا۔ میں نے رکشا والے سے پوچھا۔

''یہاں کا سب سے اچھا ہوٹل کون سا ہے۔''

''اپنی اپنی پسند کی بات ہے جناب۔ ویسے یہاں تین چار اچھے ہوٹل موجود ہیں۔''

''ٹھیک ہے تم مجھے ان ہوٹلوں پر لے چلو جو بھی مجھے پسند آیا وہاں قیام کروں گا۔'' میں نے جلد سے کہا پھر اسے مطمئن کرنے کے لئے بولا۔ ''فکر مت کرو۔ میں تمہیں کرائے کے علاوہ انعام بھی دو گا۔''

''آپ ہی لوگوں کا خادم ہوں جناب۔'' رکشہ والے نے کہا پھر رکشا آگے بڑھا دیا۔

رکشا مختلف سڑکوں سے گزرتا رہا مجھے کچھ نہیں معلوم کہ وہ سڑکیں کیسی تھیں اور شولا پور کس طرح کا تھا۔ مجھے تو جلد سے جلد نرگس سے ملنے کی بے چینی ہو رہی تھی۔ دو بڑے ہوٹلوں میں نرگس کا پتا نہ چ میں تیسرے ہوٹل پر پہنچا۔ جب وہاں سے بھی مایوسی ہوئی تو میرا دل ڈوبنے لگا۔ میں ہوٹل سے باہر آ

اس بار رکشے والے نے مجھے خاص نظروں سے دیکھا۔

''کیا رہا جناب۔ کیا یہ ہوٹل بھی پسند نہیں آیا۔؟''

''نہیں۔'' میں رکشے میں بیٹھتے ہوئے پژمردگی سے بولا۔ ''کسی دوسرے ہوٹل لے چلو۔''

''اب تو بڑے ہوٹلوں میں صرف ایک ہی ہوٹل رہ گیا ہے جناب!''

''چلو اسے بھی دیکھ لیتے ہیں۔'' میں نے مردہ سی آواز میں کہا۔ رکشا دوبارہ حرکت میں آ گیا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی پھر رکشے والے نے کچھ پیشہ ورانہ انداز میں مجھے مخاطب کیا۔

''صاحب۔ ایک بات پوچھوں۔''

''کیا؟'' میں بے دلی سے بولا۔

''کہیں آپ کو کسی خاص قسم کے ہوٹل کی تلاش تو نہیں ہے۔''

کیا مطلب؟'' میں نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔

''بڑے اور چھوٹے ہوٹلوں پر چونکہ آئے دن پولیس کے چھاپے پڑتے رہتے ہیں اس لئے خفیہ دھندا اب صرف درمیانے درجے......''

''بکومت۔'' میں اس کا مفہوم بھانپ کر تلملا گیا پھر غصہ ضبط کر کے بولا۔ ''تم نے میرے بارے میں جو اندازہ لگایا ہے وہ بالکل غلط ہے۔ میں اس ٹائپ کے لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ تم بہت بے ہودہ ہو۔''

رکشے والے نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ میرے رویے سے ناراض ہو گیا ہے۔ بہرحال اس بات کا فیصلہ میں نے کر لیا تھا کہ چوتھے ہوٹل پر پہنچ کر میں اس رکشے کو چھوڑ دوں گا۔ اگر نرگس مل جاتی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اسے تلاش کرنے کی خاطر اور کوئی سواری پکڑوں گا۔ جب چوتھے ہوٹل پر جا کر رکشا رکا تو میں نے اپنا سامان نیچے اتار لیا اور رکشے والے کو کرائے کے علاوہ مزید دس روپے بطور انعام دے کر رخصت کر دیا۔ بعد ازاں ہوٹل کے ایک ملازم کو سامان کے قریب چھوڑ کر میں دھڑکتے ہوئے دل سے اندر گیا تا کہ نرگس کے بارے میں معلوم کر سکوں۔ میں سوچ رہا تھا کہ نرگس اگر اس ہوٹل میں بھی نہ ملی تو پھر کیا ہوگا۔ میں اسے شولا پور میں کہاں کہاں تلاش کرتا پھروں گا لیکن میری یہ پریشانی زیادہ دیر نہ رہی۔ ہوٹل کا رجسٹر دیکھتے ہوئے مجھے بتایا گیا کہ نرگس جمیل صاحبہ اسی ہوٹل کے کمرہ نمبر چوبیس اور پچیس میں مقیم ہیں لیکن اس وقت وہ کہیں باہر گئی ہوئی ہیں۔ یہ سن کر کہ نرگس اسی ہوٹل میں ہے' میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میں نے جب مینجر سے مل کر بتایا کہ میں نرگس کا شوہر ہوں تو اس نے بڑی گرم جوشی سے میرا استقبال کیا اور اپنا اطمینان کرنے کے بعد مجھے نہ صرف اس بات کی اجازت دے دی کہ میں نرگس کے ساتھ ایک ہی کمرے میں ٹھہر سکتا ہوں بلکہ ہوٹل کے ایک

ملازم کو بلا کر ہدایت کی کہ میرا سامان اوپر پہنچا دیا جائے۔ ملازم سامان لینے باہر گیا تو مینجر خود مجھے مطلو
کمرے تک چھوڑنے آیا۔ کمرے کا قفل اس نے ڈپلی کیٹ چابی سے کھول دیا تھا۔

سامان کمرے میں رکھوا کر میں کچھ دیر تک نرگس کا انتظار کرتا رہا پھر نیچے جا کر استقبالیہ کلرک
پوچھا۔

''کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ نرگس کتنی دیر سے باہر گئی ہوئی ہیں؟''

''میں نے وقت تو نوٹ نہیں کیا تھا جناب' ویسے میرا اندازہ ہے کہ انہیں گئے ہوئے دو گھنٹے
زیادہ ہو چکے ہیں۔''

''کیا ان کے ساتھ میرا مینجر بھی تھا؟'' میں نے اپنی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے سوال کیا جو اس وق
شام کے پانچ بجا رہی تھی۔

''ایک صاحب تھے تو ان کے ساتھ۔'' استقبالیہ کلرک نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے مدھم آواز م
جواب دیا۔

''جاتے وقت انہوں نے کچھ کہا تو نہیں تھا؟'' میں نے بے چینی سے پوچھا۔

''نہیں'' کلرک نے جواب دیا۔

استقبالیہ کلرک سے گفتگو کرنے کے بعد میں باہر آ کر بڑی دیر تک ہوٹل کے لان پر ٹہلتا رہا۔ جب ک
کوئی ٹیکسی ہوٹل میں داخل ہوتی تو میرا دل دھڑکنے لگتا۔ میرے ذہن میں قسم قسم کے وسوسے پیدا ہو ر
تھے۔ میں بڑی شدت سے نرگس کی واپسی کی راہ دیکھ رہا تھا۔ جب آٹھ بجے تک وہ واپس نہ لوٹی تو میر
پریشانی تشویشناک حد تک بڑھ گئی۔ میں دوبارہ اوپر کمرے میں آ کر ٹہلنے لگا۔ ایک ایک منٹ مجھے ایک
ایک سال کی طرح لگ رہا تھا۔ میرے اوپر کرب کی کیفیت طاری تھی۔ بیرونی راہداری میں جب بھی ک
کے قدموں کی آواز ابھرتی' میں لپک کر دروازے پر آ جاتا پھر مایوس ہو کر دوبارہ ٹہلنے لگتا۔ ساڑھے آٹھ
بجے تک میں پریشانی کے عالم میں مبتلا رہا۔ پھر اچانک دروازے پر ابھرنے والے قدموں کی چاپ
مجھے چونکا دیا۔ میں نے گھوم کر دیکھا تو نرگس میری روح' میری زندگی' دروازے پر کھڑی مجھے تعجب خ
نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میرا اندازہ تھا کہ خلاف توقع مجھے یہاں موجود پا کر حیرت زدہ ہو گی۔

نرگس کو صحیح سلامت دیکھ کر ایسا معلوم ہوا مجھے میری جنت گم گشتہ مل گئی ہو۔ میں نے لپک کر ا
وارفتگی میں اسے اپنی آغوش میں سمیٹ لیا۔

''تم خیریت سے تو ہو؟'' میں نے اسے تذبذب میں مبتلا دیکھ کر پوچھا۔

''آپ کب آئے؟'' اس نے میری بات نظر انداز کرتے ہوئے شکستہ لہجے میں کہا۔

''میں آج دوپہر کی گاڑی سے پہنچا ہوں۔ بڑی تگ و دو کے بعد اس ہوٹل تک پہنچ سکا ہوں۔'' نر

نے تیزی سے کہا پھر دوبارہ سوال کیا۔ ''یہاں تمہیں کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی' تم کچھ گھبرائی گھبرائی سی
دکھائی دے رہی ہو۔''

''آپ کے اچانک یہاں آنے کی وجہ کیا ہے؟'' نرگس نے میرے سوال کا جواب دینے کے بجائے
ایک غیر متوقع انداز اختیار کیا۔

''کیا تمہیں مجھے یہاں دیکھ کر خوشی نہیں ہوئی۔'' میں نے جھنجلاتے ہوئے کہا۔

''نہیں' یہ بات نہیں ہے۔'' نرگس اس بار خوفزدہ انداز میں مجھ سے لپٹ گئی پھر سسکتے ہوئے بولی۔
''جمیل' خدا کے لئے مجھے بچا لیجئے۔ یہاں سے جتنی جلدی ممکن ہو کہیں اور بھاگ چلئے۔''

''کیوں؟'' میں نے گھبرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ ''تم اتنی خوفزدہ کیوں ہو۔ کیا ہو گیا؟''

''وقت مت ضائع کیجئے جمیل۔ وہ' وہ نوازش......'' نرگس اپنا جملہ ادھورا چھوڑ کر پھر سسکنے لگی۔ کسی
خوفزدہ بچے کی طرح وہ میرے سینے سے چمٹی ہوئی تھی۔ اس کا سارا بدن لرز رہا تھا۔

نوازش میرے مینجر کا نام تھا۔ نرگس جب صرف نوازش کہہ کر خاموش ہو گئی تو میرے ذہن میں ایک
پل کے اندر لاتعداد خیالات ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہو گئے۔ میں نے جلدی سے پوچھا۔

''نوازش کہاں ہے؟ مجھے استقبالیہ کلرک نے بتایا تھا کہ تم اس کے ساتھ باہر گئی تھیں۔''

''ہاں۔'' نرگس بمشکل ہاں کہہ کر دوبارہ سسکنے لگی تو میں نے پریشانی اور الجھن کے ملے جلے لہجے میں
سوال کیا۔

''خدا کے لئے کچھ بتاؤ تو سہی۔ آخر تم اس درجہ خوف زدہ کیوں ہو؟''

''جمیل۔'' نرگس نے ڈبڈبائی ہوئی نظریں میرے چہرے پر جماتے ہوئے بڑے معصوم انداز میں
کہا۔ ''میں بے گناہ ہوں...... مجھے بچا لیں جمیل...... میں نے نوازش کو...... گگ...... گولی مار کر......
ہلاک کر دیا ہے۔''

''تم نے نوازش کو گولی مار کر ہلاک کر دیا! مگر کیوں......؟'' میں نے گھبرائی ہوئی آواز میں پوچھا تو
نرگس رک رک کر بولی۔

''وہ......وہ...... میری عزت لوٹنا چاہتا تھا۔''

نرگس کا جواب سن کر میں سکتے میں رہ گیا۔ میں بالکل چکرا کر رہ گیا لیکن دوسرے ہی لمحے حالات
کے پیش نظر میں نے ایک نتیجہ اخذ کر لیا۔ نرگس نے جو کچھ کہا تھا وہ یقیناً اپنی جگہ درست تھا اس لئے کہ اس
میں سو فیصد انکا کے پُراسرار وجود کی شرارت نظر آ رہی تھی۔ نوازش کو میں بہت اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ
انتہائی شریف' دیانت دار اور فرشتہ صفت آدمی تھا۔ اس سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ اس نے نرگس پر
بری نظر ڈالی ہو۔ یقیناً اسے انکا نے اس بدنگاہی پر آمادہ کیا تھا۔ اگر نوازش کے اوپر مجھے اعتماد نہ ہوتا تو میں

نرگس کو اس کے ساتھ شولا پور کیوں بھیجتا۔

گویا اب انکا نے اس طرح انتقام لیا ہے۔ ساری بات واضح تھی۔ اسی نے نوازش کے سر پر سو
کر اسے نرگس کی آبرو لوٹنے کے گھناؤنے جرم پر اکسایا ہوگا۔ پھر ظاہر ہے کہ نرگس نے اپنی عزت بچ
کی خاطر اسے شوٹ کر دیا ہوگا۔ میں ابھی انہی باتوں پر غور کر رہا تھا کہ نرگس نے دوبارہ کہا۔

''جمیل۔ خدا گواہ ہے کہ میں نے حالات سے مجبور ہو کر نوازش کو گولی ماری تھی۔ اس میں میر
ارادے کو کوئی دخل نہ تھا۔''

''مجھے یقین ہے نرگس کہ تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔'' میں نے نرگس کو تسلی دی تو وہ بے اختیار پ
پڑی۔ پھر مجھے التجا آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

''خدارا یہاں سے کہیں بھاگ چلیں جمیل ورنہ پولیس مجھے گرفتار کر لے گی مجھے پھانسی ہو جائے
میں موت سے نہیں ڈرتی لیکن آپ سے جدائی کا تصور بھی میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔ اس
بہتر ہے کہ آپ مجھے اپنے ہاتھوں سے مار ڈالیں۔ اس طرح میری روح کو سکون تو مل جائے گا۔''

''گھبراؤ نہیں نرگس۔ میں تمہیں ہر قیمت پر بچا لوں گا۔ خدا کے لئے حوصلہ رکھو۔''

میں نرگس کو تسلیاں دینے لگا لیکن خود میرا ذہن اس وقت کام نہیں کر رہا تھا۔ شولا پور میں مزید رکنا
خطرے کی بات تھی چنانچہ میں نرگس کو سمجھا بجھا کر نیچے آ گیا۔ ہوٹل کا بل ادا کیا پھر اوپر آ کر جلدی جلد
سامان باندھا اور نرگس کو ساتھ لے کر سیدھا اسٹیشن کی طرف چل دیا۔ قسمت اچھی تھی جو مجھے اسٹیشن پہنچ
بمبئی جانے والی گاڑی مل گئی۔ میں نے دو ٹکٹ خریدے اور گاڑی میں بیٹھ کر دوبارہ بمبئی کے لئے
ہو گیا۔ اس وقت بمبئی جانا میرے لئے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔ بہت ممکن تھا کہ کلن خاں کے بیان
بعد پولیس میری تلاش میں سرگرداں ہو لیکن بمبئی جائے بغیر میں کہیں اور جا بھی تو نہیں جا سکتا تھا۔

نرگس بری طرح سہمی ہوئی تھی۔ کمپارٹمنٹ میں ہمارے علاوہ ایک مدراسی جوڑا تھا اس لئے
نرگس سے کوئی بات نہ کر سکا لیکن دو اسٹیشنوں کے بعد وہ جوڑا اتر گیا تو ہم تنہا رہ گئے۔ نرگس کی حا
بدستور غیر ہو رہی تھی۔ اس کے چہرے کی رنگت زرد پڑ چکی تھی۔ بار بار وہ مجھے سہمی ہوئی نظروں
گھورنے لگتی۔ میں اس کی حالت دیکھ دیکھ کر دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ انکا کے پراسرار
نے مجھے جس کیفیت سے دوچار کر دیا تھا اس سے بچاؤ کا بظاہر کوئی حل مجھے نظر نہیں آ رہا تھا پھر بھی
نے خود پر قابو پا کر نرگس کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ اب آئندہ جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔ تم مفت میں اپنی جان کیوں ہلکا
رہی ہو۔''

''جمیل۔'' نرگس نے بے اختیار مجھ سے لپٹتے ہوئے کہا۔ ''وعدہ کریں کہ آپ میری گرفتاری

پہلے ہی مجھے اپنے ہاتھوں سے مار ڈالیں گے۔''

''اس کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔'' میں نے اسے محبت بھرے لہجے میں مخاطب کیا۔ ''تمہارے
بچاؤ کی خاطر میں سب کچھ کر گزروں گا لیکن شرط یہی ہے کہ تم خود پر قابو رکھو۔''

نرگس دیر تک مجھ سے لپٹی رہی۔ میں اسے تسلیاں دیتا رہا تو اس کی حالت قدرے سنبھل گئی۔ میں
نے دیدہ دانستہ ابھی تک اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ میرے اچانک شولا پور پہنچنے کی وجہ کیا تھی لیکن جب
نرگس نے بار بار اصرار کیا تو میں نے اس خیال سے کہ کہیں وہ اپنی لاعلمی میں انکا کی شیطانی قوت کا
دوبارہ شکار نہ ہو جائے اسے مکمل حالات سے آگاہ کر دیا۔

''تو کیا نوازش کی اس حرکت کی ذمہ داری انکا پر عائد ہوتی ہے۔'' اس نے پوری بات سننے کے بعد
تعجب سے کہا۔

''ہاں۔ میرا یہی خیال ہے۔''

''پھر اب کیا ہوگا؟''

''میرا خیال ہے کہ ہمیں اب بمبئی سے بھی کہیں دور چلا جانا چاہئے۔'' میں نے جواب دیا۔ ''میرے
خلاف چونکہ وہاں ایک کیس پہلے بن چکا ہے اس لئے اب ہمارا وہاں رہنا خطرے سے خالی نہیں۔''

نرگس خاموشی سے کچھ سوچتی رہی پھر وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ میں نے پوچھا۔

''کیا تم نے ان بزرگ سے ملاقات کی تھی جن سے ملنے شولا پور آئی تھیں؟''

''میں نوازش کو ساتھ لے کر ان ہی بزرگ سے ملنے کے ارادے سے نکلی تھی لیکن......''

''نوازش کو گولی تم نے کہاں ماری تھی؟'' میں نے اچانک کچھ سوچ کر نرگس کی بات کاٹ کر دریافت
کیا۔

''غالباً وہ کوئی پارک تھا۔ نوازش جس وقت ہوٹل سے چلا تھا اس وقت بالکل پرسکون تھا لیکن راستے
میں اچانک اس نے گاڑی پارک کے قریب رکوالی اور مجھے ساتھ لئے ایک سنسان جگہ کی طرف لے
چلا۔ میں سمجھی کہ وہ بزرگ ادھر کہیں رہتے ہوں گے مگر ایک ویران جگہ پر جا کر اس نے بالکل اچانک مجھ
سے دست درازی شروع کر دی۔ میں نے اپنے پرس سے ریوالور نکالا اور......'' نرگس اتنا کہہ کر پھوٹ
پھوٹ کر رونے لگی۔

''تمہارا ریوالور کہاں ہے؟''

''وہ وہ میں وہیں پھینک آئی تھی۔'' نرگس نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا تو میرا دل دھک سے رہ
گیا۔ ریوالور کا جائے واردات پر پایا جانا یقیناً نرگس کو پھانسی کے پھندے تک لے جا سکتا تھا۔ ابھی اس
گتھی کو سلجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ نرگس نے دوبارہ مجھے مخاطب کیا۔

''جمیل.....کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ پھانسی کے پھندے سے مجھے بچالیں گے۔'' اس کی آ
میں بلا کا درد تھا۔

''کیوں نہیں.....'' میں نے جلدی سے کہا۔''دولت کی طاقت کے آگے دنیا کی کوئی طاقت نہ
ٹھہر سکتی۔تم قطعی پریشان نہ ہو۔سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔''

خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ نرگس میرا جواب سن کر مطمئن ہوئی تھی یا نہیں لیکن میں نے اس کی خام
سے یہی اندازہ لگایا کہ وہ قدرے سکون محسوس کر رہی ہے۔بمبئی تک پھر ہمارے درمیان اور کوئی گف
نہیں ہوئی۔راستے بھر مجھے یہی کھٹکا رہا کہ کہیں انکا دوبارہ کوئی وار نہ کر بیٹھے۔میں نے نرگس کو بھی سمج
تھا کہ وہ انکا کے پُراسرار وجود سے آئندہ بہت محتاط رہے اور اگر وہ اسے اپنے سر پر محسوس کرے تو فو
طور پر ایک مخصوص اشارے سے مجھے بتادے۔

بمبئی پہنچ کر وہ رات ہم نے جس پریشانی اور الجھن میں گزاری وہ کچھ ہم ہی بہتر جانتے ہیں۔ا
صبح ہوتے ہی میں نے اور نرگس نے مل کر تین سوٹ کیسوں میں ضروری کپڑے اور قیمتی زیورا
رکھے۔ایک بستر بند میں دو بستر لپیٹے اور ایک ائیر بیگ میں دوسری ضروری اشیا رکھیں۔ان کاموں
فارغ ہو کر میں گاڑی لے کر ڈرتے ڈرتے باہر نکلا اور ان تمام بینکوں سے اپنی جمع شدہ دولت کا بڑا ح
نکلوالایا جن میں میرا حساب تھا۔دہلی کے لئے دو سیٹیں میں نے گزشتہ رات ہی محفوظ کرالی تھیں۔گھر
کر میں نے تھوڑی بہت تیاری جو باقی رہ گئی تھی' پوری کی اور جب جہاز کی روانگی میں ایک گھنٹا باقی رہ
تو میں نرگس کو ساتھ لے کر سانتا کروز کے ہوائی اڈے کی طرف روانہ ہو گیا۔

صبح سے اب تک میں نے کسی اخبار پر نظر نہیں ڈالی تھی لیکن ائرپورٹ پہنچ کر میں نے احتیاطاً ا
اخبار خرید لیا۔نرگس کے چہرے پر بدستور فکر و پریشانی کے تاثرات موجود تھے۔اس نے نوازش کی مو
کا اور آئندہ پیش آنے والے نتائج کا اتنا گہرا اثر لیا تھا کہ وہ برسوں کی بیمار معلوم ہوتی تھی۔جب تک
جہاز نے پرواز نہیں کی وہ گنگ بیٹھی رہی مگر جہاز کے پرواز کرتے ہی اس نے یوں ایک طویل سرد سانس
کھینچی جیسے کسی بڑی پریشانی سے نجات مل گئی ہو۔

میں نے ایک بار پھر سرگوشی کے انداز میں اسے پُرسکون رہنے کی تلقین کی پھر اخبار جسے اب تک
نے لپیٹ کر ہاتھ میں دبا رکھا تھا' کھولا اور جلدی جلدی سرخیوں پر نظر دوڑانے لگا۔پہلے اور دوسرے
پر مجھے کچھ نظر نہ آیا لیکن تیسرے صفحے پر مجھے وہ خبر مل گئی جس کی مجھے تلاش تھی۔میں نے خوفزدہ نظر
سے خبر کی تفصیل پڑھی تو میری عقل چکرا کر رہ گئی۔

نرگس کا بیان تھا کہ اس نے نوازش کو کسی پارک کے قریب ویرانے میں گولی مار کر ہلاک کیا تھا او
ریوالور بھی وہیں پھینک آئی تھی لیکن اخبار میں آنے والی اطلاع اس بیان سے قطعی مختلف تھی۔اخبا

اطلاع کے مطابق نوازش علی کی لاش شولا پور میں ایک پارک کے قریب سڑک پر کچلی ہوئی حالت میں ملی
تھی۔پولیس کا خیال تھا کہ نوازش علی کسی بھاری بس یا ٹرک کے نیچے آکر ہلاک ہوا ہے۔حادثہ اتنا شدید
تھا کہ مقتول کی پسلیوں کی تمام ہڈیاں چور ہو گئی تھیں اور جسم کا بیشتر حصہ پس گیا تھا۔اگر چہرہ محفوظ نہ رہتا تو
اس کی شناخت بھی ناممکن ہو جاتی۔آخر میں اخبار نے اپنے نمائندے کے حوالے سے یہ بھی لکھا تھا کہ
تادم تحریر پولیس اس بس یا ٹرک کو تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی تھی جس نے نوازش کو بے دردی
سے کچلا تھا۔

اس خبر کو پڑھ کر مجھے سکون تو ضرور ہوا لیکن میں بخوبی جانتا تھا کہ یہ سب کچھ انکا نے کسی خاص
مصلحت کی بنا پر ہی کیا ہوگا۔بہر حال مجھے وقتی طور پر اس بات کی خوشی یقیناً ہوئی تھی کہ نوازش کے قتل کے
سلسلے میں نرگس کا نام نہیں آیا۔رہا نوازش کا شولا پور جانے کا مسئلہ تو یہ راز میرے اور نوازش کے سوا کسی
اور کو نہیں معلوم تھا لیکن جس ہوٹل میں نوازش مقیم تھا اس میں یقیناً اس کا نام درج تھا۔ہوٹل والوں نے
پولیس کو نوازش' نرگس اور میری آمد کے بارے میں ضرور بتایا ہوگا لیکن اس سے بھی کوئی خاص فرق نہیں
پڑتا تھا۔حادثے کے وقت میں ہوٹل میں موجود تھا اور نرگس دریافت کرنے پر یہ بتا سکتی ہے کہ ٹیکسی سے
اترنے کے بعد نوازش اس سے علیحدہ ہو گیا تھا جب وہ اسے نہیں ملا تو وہ تنہا ہوٹل واپس چلی آئی، بہر حال
پولیس نے اس واقعے کو..... ایکسیڈنٹ قرار دے دیا تھا اور ہماری نجات کے کافی امکانات موجود تھے پھر
بھی سچ تو یہ ہے کہ شولا پور سے چلتے وقت ہم سے کچھ غلطیاں ضرور ہو گئی تھیں جن کے سبب پولیس ہمیں
پریشان کر سکتی تھی لیکن کیا کیا جاتا۔شولا پور میں ہماری نظر میں یہ قتل کا کیس تھا۔وہاں سے فرار ضروری تھا
اور بمبئی میں رہنا بھی مناسب نہیں تھا۔بمبئی سے روانگی سے قبل میں نے فون پر اپنے دفتر کے ایک آدمی کو
یہ اطلاع دے دی تھی کہ میں چند ضروری کاموں کے سلسلے میں باہر جا رہا ہوں۔

نرگس چونکہ اپنے خیالات میں محو تھی اس لئے اس نے اخبار کی اس خبر کی طرف کوئی توجہ نہیں دی
تھی۔کچھ دیر تک میں اس بات پر غور کرتا رہا کہ آخر نوازش کی لاش کو غلط انداز سے سامنے لا کر انکا کا کیا
ارادہ ہے۔پھر جب اس کی کوئی خاص وجہ میری سمجھ میں نہ آسکی تو میں نے نرگس کو آہستہ سے مخاطب کیا۔

''کس سوچ میں غرق ہو؟''

''جی۔'' وہ میرے سوال پر چونکی۔پھر میری طرف دیکھ کر کہا۔''یوں ہی خاموش تھی۔''

''پُرسکون رہنے کی کوشش کرو میری جان اور جو بات تمہارے ذہن کو پریشان کر رہی ہے اسے بھول
جاؤ۔اس لئے کہ اب تمہارے اوپر کوئی الزام عائد نہیں ہو سکے گا۔''

''کیا مطلب؟ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟''

جواب میں' میں نے اخبار کا وہ صفحہ نرگس کے سامنے کر دیا جس میں اس حادثے کی خبر شائع ہوئی

تھی۔ اخبار کی سرخی دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لئے تو بری طرح بوکھلا گئی لیکن پھر اس کی بوکھلاہٹ آہستہ الجھن میں تبدیل ہوتی چلی گئی۔ نوازش کے بارے میں پوری تفصیل پڑھنے کے بعد اس نے نظروں سے میری طرف دیکھا ان میں لاتعداد سوالات پنہاں تھے۔ میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے

''ذہن پر زیادہ بوجھ نہ دو۔ یہ سب اسی کی شرارت ہے۔''

''لیکن میں نے تو اسے......''

''جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔ فی الحال کوئی اور بات کرو۔''

نرگس بدستور میرے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے تھی غالباً اس کے ذہن کو بھی وہی سوال پریشان کر رہے تھے جنہوں نے مجھے الجھا رکھا تھا۔ چند ثانیئے تک وہ ٹکٹکی باندھے میرے چہرے رہی پھر سپاٹ آواز میں بولی۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا۔ آخر یہ سب کیا ہے؟''

''سب ٹھیک ہو جائے گا' تم پریشان مت ہو۔'' میں نے جان بوجھ کر بڑی بے پروائی سے کہی اور اس کے ہاتھ سے اخبار لے کر مطمئن انداز میں دوسری خبریں دیکھنے لگا۔

دہلی پہنچ کر مجھے قیام کے سلسلے میں کسی دشواری کا سامنا نہیں ہوا۔ اس لئے کہ میں شادی سے پہلے دو تین بار یہاں آ چکا تھا پہلے بھی میرا قیام یہاں کے سب سے بڑے ہوٹل اشوکا میں ہوا تھا جو چانکیا میں واقع ہے چنانچہ اس بار بھی پالم کے ہوائی اڈے سے ٹیکسی پکڑ کر میں سیدھا اشوکا پہنچا اور ایک روم اپنے لئے حاصل کر لیا۔

میں دہلی کسی خاص منصوبے کے تحت نہیں آیا تھا محض نرگس کے اصرار پر میں بمبئی چھوڑنے پر ہو گیا تھا۔ بذات خود بھی میں یہی چاہتا تھا کہ کچھ روز بمبئی سے دور رہ کر حالات کا جائزہ لیا جائے اب جبکہ میں دہلی میں مقیم تھا تو اچانک میرے ذہن میں یہ خیال ابھرا کہ کیوں نہ میں یہاں کسی درگا حاضری دے کر انکا سے چھٹکارے کے لئے دعا مانگوں۔ اس خیال کا اظہار میں نے نرگس پر کیا تو نے بھی میری تائید کی اور کہا کہ نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہئے اور اسی وقت درگاہ پر حاضری چلو۔ نرگس کے چہرے پر اب قدرے سکون تھا۔ شاید اس لئے کہ اسے یقین تھا کہ درگاہ پر حاضری ہی ہماری مصیبت کی گھڑیاں ضرور ختم ہو جائیں گی۔''

دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد ہم دونوں سونے کے ارادے سے لیٹ گئے۔ نرگس کو اب سکون تھا۔ اس لئے بستر پر لیٹتے ہی سو گئی لیکن مجھے نیند نہ آ سکی۔ میں یونہی سوچتا رہا۔ سوچتا رہا اور پھر میری لگ گئی۔

شام کو پانچ بجے میں بیدار ہو گیا لیکن نرگس ابھی تک خواب خرگوش میں محو تھی۔ سوتے میں بھی

کے معصوم چہرے پر کرب کے تاثرات موجود تھے۔ میرے ذہن کو نرگس کی کیفیت محسوس کر کے جھٹکا لگا۔ اس بے چاری کی حالت کا ذمے دار صرف میں تھا۔ شادی کے بعد سے اب تک میں اسے کوئی سکون نہ دے سکا تھا۔ اس کے برعکس نرگس کو میرے لئے ان گنت پریشانیاں اٹھانی پڑی تھیں۔ مجھے جیل سے رہا کرانے میں اس نے دن رات ایک کر دیئے تھے۔ شولا پور بھی وہ میری خاطر گئی تھی جہاں ایک نئی مصیبت سے دوچار ہو گئی تھی۔

خاصی دیر تک میں نرگس کے معصوم چہرے کو تکتا رہا۔ میرا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ اس کی پُرسکون نیند میں خلل ڈالوں لیکن چونکہ ہمارا درگاہ پر حاضری دینا ضروری تھا اس لئے میں نے ہمت کر کے اسے جگا دیا وہ خوف و دہشت کے تاثرات چہرے پر سمیٹے ہڑبڑا کر اٹھی اسے دیکھ کر میرا دل تڑپ اٹھا مگر میں نے بڑے ضبط سے کام لیتے ہوئے کہا۔

''اٹھ کر جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ میں ناشتے کے لئے فون کرتا ہوں۔ اس کے بعد ہم درگاہ پر حاضری دینے چلیں گے۔''

نرگس نے اثبات میں سر کو جنبش دی پھر جلدی سے اٹھ کر باتھ روم میں چلی گئی۔ میں نے فون پر ناشتے کا آرڈر دے دیا۔ نرگس نے تیار ہونے میں حیرت انگیز جلدی کا مظاہرہ کیا۔ چنانچہ آدھے گھنٹے بعد ہم نے اشوکا سے باہر نکل کر ایک ٹیکسی پکڑی اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی درگاہ کی طرف چل پڑے۔ مجھے اس بات پر خاصی ندامت محسوس ہو رہی تھی کہ پہلے جب بھی دہلی آیا تو کاروباری ارادے سے آیا یا پھر عیاشی کے لئے آیا مگر پہلے کبھی میرے دل میں کسی درگاہ پر حاضری دینے کا خیال تک نہیں آیا تھا۔ آج جب حالات نے مجھے چاروں طرف سے اپنے نرغے میں لے رکھا تھا میں درگاہ پر حاضری دینے پر آمادہ ہو گیا۔

ابھی میں ندامت کے اس احساس سے دوچار ہی تھا کہ یکلخت چونک پڑا۔ اچانک میں نے یوں محسوس کیا جیسے میرے سر پر کوئی دھماکا ہو گیا ہو۔

انکا میرے سر پر موجود تھی۔ جب میں نے عالم تصور میں اسے سر پر دوبارہ مسلط پایا تو میں بری طرح حواس باختہ ہو گیا۔ میں پھٹی پھٹی نظروں سے انکا کے پُراسرار وجود کو دیکھ رہا تھا جو میرے سر پر کھڑی کینہ توز نظروں سے مجھے گھورے جا رہی تھی۔ اس کی خوفناک آنکھوں سے نفرت اور غصے کا اظہار ہو رہا تھا۔ وہ بہت مشتعل اور برافروختہ معلوم ہوتی تھی۔ میں اسے دیکھ کر بہت شکستہ ہوا۔ انکا سے کبھی میں نجات نہیں پا سکوں گا۔ ساری زندگی مجھے اس کی غلامی میں بسر کرنا پڑے گی۔ تمام عمر میں اسی کرب میں مبتلا رہوں گا۔ کاش انکا مجھے اپنی غذا کے طور پر قبول کر لیتی۔ میں روہانسا ہو گیا۔

میری آنکھیں بھر آئیں۔ کاش میں اس دن رام دیال کی ماں کی ارتھی کے ساتھ شمشان گھاٹ نہ

جاتا۔ اف میرے خدا۔ میں کس عذاب میں گھر گیا ہوں۔

خواجہ کی درگاہ اب بمشکل ایک میل رہ گئی تھی لیکن قبل اس کے کہ میں وہاں پہنچ سکتا۔ انکا نے میرے کانوں میں بڑی ڈراؤنی آواز میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

''جمیل۔ گاڑی رکوالو۔'' میں خاموش رہا۔

''وقت ضائع مت کرو جمیل۔ میری بات مانو اگر تم نے میرے کہنے پر عمل نہ کیا تو پھر سوچ لو کہ اس بار تمہیں نرگس سے ہی ہاتھ نہ دھونے پڑ جائیں۔''

انکا کی یہ دھمکی کام کر گئی۔ میں نے جلدی سے آنکھیں کھول دیں اور ٹیکسی ڈرائیور کو حکم دیا کہ وہ ایک طرف کھڑی کر دے۔

''کیوں؟'' نرگس نے چونکتے ہوئے سوال کیا تو میں نے اسے ٹالتے ہوئے کہا۔

''جلدی میں، میں کمرے کو قفل لگانا بھول گیا تھا ممکن ہے درگاہ پر دیر لگے اس لئے تم ٹیکسی میں بیٹھو میں ہوٹل کے منیجر کو فون کر کے ابھی آتا ہوں۔''

ٹیکسی میری ہدایت پر سڑک کے کنارے روک دی گئی تھی۔ چنانچہ نرگس کے سوالات سے بچنے کے لئے میں نے جلدی سے دروازہ کھولا اور نیچے اتر کر ایک سمت ہولیا۔ نرگس کو یہ باور کرانے کے لئے کہ میں سچ مچ ہوٹل کو فون کرنے کے ارادے سے نیچے اترا ہوں، میں نے یونہی ایک راہ گیر سے وقت پوچھا پھر قدم بڑھاتا ایک دوسری سڑک پر گھوم گیا۔

انکا بدستور میرے سر پر کھڑی اپنے دونوں ہاتھ کولھوں پر رکھے مجھے غضبناک نظروں سے گھور رہی تھی۔ جیسے ہی میں دوسری سڑک پر آیا اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے خشک لہجے میں پوچھا۔

''تم اس وقت نرگس کے ساتھ کہاں جا رہے تھے؟''

''میں...... وہ...... ذرا نرگس کی طبیعت خراب تھی اس لئے......''

''اس لئے تم اسے کسی ڈاکٹر کے پاس لے جا رہے تھے۔ کیوں۔'' انکا نے میری بات کاٹ کر کہا۔

''ہاں۔ ہاں۔ یہی بات تھی۔''

''جمیل۔'' اچانک انکا کا لہجہ بے حد خونخوار ہو گیا۔ ''تم پھر مجھ سے جھوٹ بول رہے ہو۔ مجھے معلوم ہے کہ تم اس وقت نرگس کے ساتھ ایک بزرگ کی چوکھٹ پر اس لئے جا رہے تھے کہ مجھ سے چھٹکارا حاصل کر سکو۔''

''ہاں۔'' میں نے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔ ''تم سچ کہتی ہو۔''

''کیا تمہیں یقین ہے کہ تم مجھ سے اتنی آسانی کے ساتھ بغیر میری مرضی کے نجات پالو گے؟''

میں تھکے تھکے قدم بڑھاتا رہا۔ انکا کے سوال کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ انکا کی ہر بات

تھی۔ میں خاموش رہا تو انکا نے تحکمانہ انداز میں مجھ سے کہا۔

''واپس چلو جمیل صاحب۔ اب تم بزرگ کی چوکھٹ پر نہیں جاؤ گے۔ میرے حکم پر تمہیں واپس ہوٹل چلنا ہو گا جہاں آج تم سے آخری فیصلہ کیا جائے گا۔''

انکا کے حکم کو نہ ماننے کی صورت میں مجھے نرگس کی زندگی سے ہاتھ دھونے پڑتے۔ انکا نے مجھے دھمکی بھی یہی دی تھی۔ لہٰذا میں اس کے حکم پر خاموشی سے پلٹا اور دوبارہ ٹیکسی کی سمت قدم بڑھانے لگا۔ انکا غیظ و غضب کی کیفیت میں میرے سر پر ٹہل رہی تھی۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ کسی گہری سوچ میں غرق تھی۔ میں اس کے اشتعال کے اس عالم سے واقف تھا، اور اسی لئے بہت خوفزدہ تھا۔

میں جب دوبارہ ٹیکسی میں بیٹھا تو نرگس نے میرے پریشان چہرے کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔

''کر آئے فون......؟''

''ہاں۔ لیکن منیجر نے مجھے ہدایت کی ہے کہ میں خود جا کر کمرے کو مقفل کر دوں۔''

''پھر؟''

''مجبوری ہے۔'' میں نے تیزی سے کہا۔ ''کمرے کو مقفل کرنا بھی بے حد ضروری ہے۔ ہم دوبارہ واپس آ جائیں گے۔''

میری ہدایت پر ٹیکسی واپس ہوٹل کی جانب روانہ ہو گئی۔ میں گم صم بیٹھا سوچ رہا تھا کہ انکا کی قوت واقعی بڑی لامحدود ہے اسے اپنی پُراسرار قوت کی بنا پر یہ معلوم ہو گیا تھا کہ ہم خواجہ کی چوکھٹ پر حاضری دینے جا رہے ہیں اور کیوں جا رہے ہیں چنانچہ وہ فوری طور پر میرے سر پر آ گئی اور پھر اس نے جو دھمکی مجھے دی وہ اس قدر مؤثر ثابت ہوئی کہ میرے لئے اس کا حکم ماننے سے انکار ممکن نہ تھا۔

میں اپنی سوچ میں غرق تھا۔ نرگس منہ دوسری طرف کئے باہر کے مناظر دیکھنے میں محو تھی اور انکا میرے سر پر غصے کی حالت میں ٹہل رہی تھی، اس کے تیور بے حد خطرناک ہوتے جا رہے تھے۔

اشوکا پہنچ کر میں نے ٹیکسی چھوڑ دی اور نرگس کو ساتھ لئے اپنے کمرے میں جا کر اندر سے دروازہ بند کر لیا تو نرگس نے حیرت سے کہا۔ ''کیا واپس چلنے کا ارادہ نہیں ہے؟''

''نہیں۔'' میں نے مردہ آواز میں جواب دیا۔

''کیوں۔ کیا کوئی خاص بات ہے۔''

میں نرگس کی بات کا کوئی جواب دینے ہی والا تھا کہ انکا نے کہا۔ ''جمیل۔ تم نرگس کو اگر چاہو تو بتا دو کہ میں دوبارہ تمہارے سر پر آ گئی ہوں لیکن میری اور تمہاری گفتگو تنہائی میں ہو گی۔''

نرگس کے معصوم چہرے پر موجود الجھن میرے دل پر کچوکے لگا رہی تھی۔ میں خود بھی یہی چاہتا تھا کہ اسے انکا کی موجودگی سے باخبر کر دوں لہٰذا جب انکا نے مجھے اس کی اجازت دے دی تو میں نے

نرگس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''نرگس' تم کچھ دیر کے لئے برابر والے کمرے میں چلی جاؤ' مجھے انکا سے کچھ ضروری باتیں ہیں۔''

''انکا سے......؟'' نرگس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔

''ہاں۔ انکا میرے سر پر دوبارہ آگئی ہے۔'' میں نے بجھی ہوئی آواز میں کہا۔ ''اسی کے کہنے پر واپس یہاں آیا ہوں۔''

نرگس کا چہرہ خوف سے زرد پڑ گیا۔ اس کی غزالی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ چند ثانیے تک مجھے ٹکٹکی باندھے دیکھتی رہی پھر اپنی اداس نظریں نیچی کر کے قدم بڑھاتی دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ میں کسی ہارے ہوئے جواری اور تھکے ہوئے مسافر کی طرح آگے بڑھ کر آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔

''جمیل۔'' انکا نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ ''پہلے تم نے نرگس کے سلسلے میں مجھ سے جھوٹ بولا اور آج تم نے پھر مجھ سے جھوٹ بولنے کی کوشش کی۔ تم ایسا کیوں کرتے ہو جبکہ تم انکا سے اچھی طرح واقف ہو۔''

''میں نے یہ سب کچھ نرگس کو مطمئن کرنے کی خاطر اس کے ایما پر کیا تھا۔'' میں نے مردہ آواز میں جواب دیا تو انکا چراغ پا ہو کر بولی۔

''تم پھر جھوٹ بول رہے ہو۔ تم نے جیل سے رہائی حاصل کرنے کے لئے بھی مجھ سے جھوٹ بولا تھا۔''

میں خاموش رہا تو انکا سر سے پھدک کر میرے بائیں شانے پر آگئی اور کرخت آواز میں بولی۔

''سنو جمیل صاحب۔ جب تک میں خود تمہیں نہ چھوڑوں' تم مجھ سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکتے۔ کان کھول کر سن لو کہ اگر تم نے کسی بزرگ کے مزار پر جانے کا ارادہ کیا تو میں نرگس کو مار ڈالوں گی۔ اس کا خون بہت لذیذ ہوگا۔ بولو کیا ارادہ ہے تمہارا؟''

''نہیں۔'' میں نرگس کی جدائی کے تصور ہی سے تڑپ اٹھا۔ ''میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی تم سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ مجھے تمہاری ہر شرط منظور ہے۔''

''اپنے دل کو پھر ٹٹولو جمیل۔ کہیں پھر تم مجھے دھوکا دینے کی کوشش تو نہیں کر رہے ہو۔''

''نہیں۔ میں سچے دل سے وعدہ کرتا ہوں کہ تم جو کہو گی' میں وہی کروں گا۔''

''کیا تم پہلے کی طرح ہر ماہ میرے لئے ایک انسانی جسم کا خون مہیا کرنے پر تیار ہو؟'' انکا نے بار بار زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔

''میں تمہاری ہر بات ماننے کو تیار ہوں لیکن صرف اس شرط پر کہ تم نرگس کو کوئی گزند نہیں پہنچاؤ گی

''نرگس تمہیں بہت زیادہ عزیز ہے۔ کیوں!'' انکا کے گلابی ہونٹوں پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ کھیل رہی تھی اور اس کا لہجہ بدل گیا تھا۔

''ہاں۔ میں اس کی خاطر اپنی جان کی قربانی بھی دے سکتا ہوں۔'' میں نے جذباتی لہجے میں کہا تو انکا مسکرا کر بولی۔

''مجھے معلوم ہے کہ تم نرگس سے کتنی محبت کرتے ہو۔ اسی وجہ سے میں نے نوازش کی موت کے سبب کو بدل ڈالا۔ اب نرگس پر کوئی آنچ نہیں آسکتی۔''

''مگر وہ ریوالور کیا ہوا جو نرگس وہاں پھینک آئی تھی؟'' میں نے تھوک نگلتے ہوئے پوچھا۔

''اس کی فکر مت کرو۔ جب تک تم مجھ سے وفادار رہو گے' تم پر اور نرگس پر کوئی آنچ نہیں آئے گی لیکن یاد رکھو...... یہ آخری موقع ہے آئندہ رعایت کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔''

میری کیفیت اس وقت ایسی تھی جیسے عمل تنویم کر کے مجھے کسی عامل نے اپنے قبضے میں کر لیا ہو لیکن میں نرگس کی زندگی کے لئے ہر سودا کرنے کو تیار تھا۔ چنانچہ اس وقت انکا نے جو بھی کہا میں نے خلوص دل سے مان لیا۔ میری اس سعادت مندی سے خوش ہو کر وہ دوبارہ رینگتی ہوئی میرے سر پر چلی گئی۔ اس کے ہونٹوں پر اب بڑی شوخ مسکراہٹ نظر آرہی تھی۔ میرے سر پر کھڑی کچھ دیر تک وہ مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھتی رہی پھر ایک توبہ شکن انگڑائی لے کر میرے گھنے بالوں پر اس طرح اوندھی لیٹ گئی کہ اس کے دونوں ہاتھ میری پیشانی پر تھے اور خوابیدہ نظریں نیم وا تھیں۔ میں اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا اور دل ہی دل میں کھول رہا تھا کہ کچھ توقف کے بعد انکا نے مجھے پھر مخاطب کیا۔

''جمیل۔ تمہیں ستانے میں مزہ آتا ہے۔ تم وہ پہلے شخص ہو جسے میں نے سب سے زیادہ پسند کیا ہے۔ یقین جانو اگر میں حقیقت کے روپ میں آسکتی تو نرگس کی جگہ میں ہوتی۔ تمہاری باتیں مجھے بڑی پیاری لگتی ہیں۔ اسی وجہ سے میں تمہیں ہر بار معاف کر دیتی ہوں۔ بمبئی سے روانگی کے وقت میں نے سوچا تھا کہ شولا پور پہنچ کر نرگس کو ٹھکانے لگا دوں گی لیکن پھر مجھے تمہارے اوپر ترس آگیا۔ دل کی باتیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔''

میں انکا کی گفتگو کو غور سے سنتا رہا۔ نرگس کے سلسلے میں اس کی جارحانہ باتیں سن کر مجھے بڑا تاؤ آیا لیکن میں دھیمے لہجے میں بولا۔

''ایک بیوی کی حیثیت سے نرگس کا فرض ہے کہ میری پریشانیوں میں برابر کی شریک رہے۔ وہ شولا پور بھی اسی مقصد سے گئی تھی کہ مجھے تم سے چھٹکارا دلا سکے۔''

''مجھ سے۔'' انکا نے سنجیدگی سے کہا۔ ''جمیل تم بڑے ناشکرے ہو۔ اب تک میں نے تمہارے اوپر جو کچھ احسانات کئے تم وہ سب فراموش کر بیٹھے حالانکہ تم کو اپنی قسمت پر ناز کرنا چاہئے تھا کہ میں خود

تمہارے سر پر آ گئی۔ مجھے قبضے میں کرنے کے لئے اب تک نہ جانے کتنے سر پھرے الٹے سیدھے
کر کے یا تو پاگل ہو چکے ہیں یا پھر اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ تمہیں نہیں معلوم کہ رام دیال
ماں بھی مجھے پانے کے لئے اپنی جان گنوا بیٹھی تھی۔"

"میں تمہاری پُراسرار قوت کا قائل بھی ہوں اور احسان مند بھی لیکن......"

"تم جھوٹ بکتے ہو۔" انکا نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "جب تک نرگس تمہاری زندگی
میں نہیں آئی تھی، تم صرف میرے تھے۔ مگر اب تم بدلتے جا رہے ہو۔ میں اگر چاہوں تو تم کو اپنی
سے قبضے میں لا سکتی ہوں مگر نہ جانے کیوں ہر بار مجھے تمہاری پیاری باتوں پر رحم آ جاتا ہے۔"

"یہ تمہارا خیال ہے ورنہ میں اب بھی تمہارے خلاف نہیں ہوں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ میں کسی بے
کا خون کرتے ہوئے گھبراتا ہوں۔" میں نے انکا کو برہم دیکھا تو نرمی سے جواب دیا۔

"بس رہنے بھی دو جمیل صاحب۔ میں خوب جانتی ہوں کہ تم کتنے پانی میں ہو۔" انکا نے بڑے
غصے سے کہا۔ "رہا میری پُراسرار قوت کا معاملہ تو تم تمام عمر اس کا بھید نہیں پا سکتے۔ ابھی تم پوری طرح
قائل ہی کہاں ہوئے ہو۔ تم نے دیکھا ہی کیا ہے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموش بیٹھا سوچتا رہا کہ انکا کو کس طرح رام کیا جائے۔ حالات
پیش نظر انکا کی خوشنودی حاصل کرنا میرے لئے ضروری تھا۔ میں اپنے خیال میں محو تھا اور ادھر انکا
کھڑے ہو کر میرے سر پر غصے کے عالم میں چہل قدمی شروع کر دی۔ خاصی دیر تک ہم دونوں ا
اپنے خیالات میں گم رہے پھر اچانک میں نے انکا کو چونکتے ہوئے دیکھا۔ یوں جیسے اسے کوئی اہم با
یاد آ گئی ہو۔ اس کی آنکھیں میرے چہرے پر مرکوز ہو گئیں۔ وہ منہ سے جھاگ اڑاتے ہوئے بولی۔

"جمیل۔ میں تم سے وعدہ ضرور کر چکی ہوں کہ نرگس کو جان سے نہیں ماروں گی لیکن اب اسے ا
حرکت پر ضرور پچھتانا پڑے گا۔ اسے اپنی حرکتوں کا خمیازہ بھگتنا ہی پڑے گا۔"

"لل...... لیکن نرگس نے اب کیا کیا ہے؟" میں نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"اس کا علم تمہیں خود ہو جائے گا۔" انکا نے چوٹ کھائی ہوئی ناگن کی طرح بل کھا کر کہا پھر
پھرتی کے ساتھ رینگتی ہوئی میرے سر سے اتر گئی۔

"انکا کے آخری جملے کا مطلب کیا ہے؟" اس کے جانے کے بعد بھی میں چند لمحوں تک اپنی جگہ
پتھر کی مورتی کی طرح کھڑا سوچتا رہا پھر تیزی سے لپکتا ہوا ملحقہ کمرے میں گیا تا کہ نرگس کو انکا کے
بارے میں تفصیل سے سمجھا کر محتاط رہنے کا مشورہ دے سکوں لیکن دوسرے کمرے میں قدم رکھتے ہی
ایک دم ٹھٹک کر رک گیا۔ میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ میرے اعصاب جواب دے گئے۔ کمرے
کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور نرگس کمرے میں موجود نہیں تھی۔

☆==========☆==========☆

نرگس کے کمرے کا دروازہ کھلا دیکھ کر میں بوکھلا گیا۔ میرے اعصاب جواب دے گئے۔ میں پتھر
کے کسی بے جان مجسمے کی طرح کھڑا خالی کمرے کو دیکھتا رہا۔ ہر شے مجھے گھومتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ مجھے
ایسا لگ رہا تھا جیسے بھرے بازار میں کسی نے میری جیب کتر لی ہو۔ نرگس میری زندگی کا سب سے قیمتی
سرمایہ تھی۔ اس کی اچانک غیر موجودگی نے میرے سوچنے سمجھنے کی تمام قوتوں کو سلب کر لیا تھا۔ وہ اچانک
کہاں چلی گئی؟ کیوں چلی گئی؟ کس نے اسے جانے پر مجبور کیا تھا؟...... متعدد سوالات میرے ذہن میں
گڈمڈ ہو رہے تھے۔

چند ثانیے تک میں بے حس و حرکت کھڑا نرگس کے بارے میں غور کرتا رہا پھر انکا کے آخری جملے
میرے ذہن میں ابھر آئے۔ اس نے روانگی سے قبل کہا تھا کہ نرگس کو اپنی حرکتوں کا خمیازہ بھگتنا ہی پڑے
گا۔ پھر اچانک ہی یہ خیال آیا کہ کہیں نرگس مجھے انکا کے ساتھ مصروف گفتگو دیکھ کر دوبارہ خواجہ نظام
الدین اولیاؒ...... کی درگاہ کی طرف نہ چلی گئی ہو' یقیناً ایسا ہی ہوا ہوگا۔ میرے دل نے گواہی دی۔ میں
نے لپک کر نرگس کے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کیا پھر دوڑتا ہوا دوسرے کمرے میں آیا اور اسے باہر
سے مقفل کر کے تیزی سے نیچے آ گیا۔

ہوٹل سے باہر آ کر میں نے ٹیکسی پکڑی اور خواجہ کی درگاہ کی سمت چل دیا۔ جوں جوں درگاہ نزدیک
آتی جا رہی تھی' میری وحشتوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ میں نرگس کو جلد از جلد پا لینے کے لئے بے چین تھا
اور نہ جانے کیا کیا دعائیں مانگ رہا تھا۔ انکا کے عہد کے مطابق مجھے اس بات کا تو کسی حد تک یقین تھا
کہ وہ نرگس کو جان سے نہیں مارے گی مگر یہ خیال بھی ستا رہا تھا کہ خدا جانے وہ نرگس کو کس مصیبت میں
الجھا دے۔ ہوٹل کے کمرے میں میرے سر سے اترتے وقت انکا کے تیور بے حد خطرناک تھے اور جب
انکا کے تیور خراب ہوتے تھے اس وقت کیا کیا قیامتیں نازل ہو جاتی تھیں' اس کا مجھے پورا اندازہ تھا۔

"اور تیز چلاؤ دوست۔ مجھے بے حد ضروری کام ہے۔" میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے کہا تو وہ خشک لہجے
میں بولا۔

"اگر آپ کو بہت زیادہ جلدی ہے تو کوئی اور ٹیکسی پکڑ لیں۔ میں چالیس کی رفتار سے زیادہ چلانے کا
عادی نہیں ہوں۔"

ٹیکسی ڈرائیور کا جواب سن کر مجھے طیش آیا لیکن اس وقت ایک ٹیکسی کو چھوڑ کر دوسری پکڑنے میں
چونکہ وقت ضائع ہونے کا مسئلہ درپیش تھا اس لئے میں خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو رہا اور پھر۔ پھر دس
منٹ بعد میں خوشی سے یوں اچھلا جیسے مجھے قارون کا خزانہ مل گیا ہو۔ نرگس میرے لئے قارون کے
خزانے سے کسی طرح کم نہ تھی۔ جب میری نظر اچانک اس پر پڑی تو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے مردہ

تن میں زندگی کی لہر آگئی ہو۔

''بس۔ یہیں روک لو۔'' میں نے ڈرائیور کا شانہ پکڑ کر تیزی سے کہا۔

ٹیکسی ڈرائیور نے بیزاری اور نفرت سے مجھے دیکھا اور ٹیکسی روک لی۔ ٹیکسی رکتے ہی دروازہ کھو کر میں جلدی سے نیچے اترا' جیب سے دس کا نوٹ نکال کر ڈرائیور کی گود میں پھینکا اور بقیہ رقم لیے بغ نرگس کی طرف بڑھنے لگا جو فٹ پاتھ پر مجھ سے کوئی تیس چالیس قدم آگے چل رہی تھی۔ میں نے لپک اسے جالیا اور محبت بھرے لہجے میں کہا۔

''خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تم مل گئیں۔''

''جی۔'' نرگس نے رک کر مجھے دیکھا پھر مسکرا دی۔

''تمہیں مجھ سے پوچھے بغیر اس طرح ہوٹل سے نہیں آنا چاہیے تھا۔'' میں نے اطمینان کا ایک طو سانس لے کر کہا۔ ''اتنی دیر میری جو کیفیت ہوئی ہے وہ کچھ میرا دل ہی جانتا ہے۔''

''میں سمجھ رہی ہوں آپ کا مقصد۔'' نرگس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ وہ میرے قریب پہنچ ہی رک چکی تھی۔

''یقین مانو نرگس۔ تمہیں صحیح سلامت پا کر مجھے اس قدر خوشی ہوئی ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔''

''اچھا'' نرگس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جواب دیا۔

''کیوں۔ کیا تمہیں میری بات پر یقین نہیں آیا؟'' میں نے قدرے سنجیدگی سے پوچھا۔

''ابھی آپ نے مجھے نرگس کہہ کر مخاطب کیا تھا۔'' اس بار نرگس نے کچھ ایسی اجنبیت سے یہ جملہ کہ میں ایک لمحے کے لئے سٹپٹا کر رہ گیا پھر اس خیال سے کہ ممکن ہے اس نے ازراہ مذاق ایسا کیا ہو' م نے ہنس کر کہا۔

''آؤ ہوٹل واپس چلتے ہیں۔ یہاں سڑک پر کھڑے کھڑے باتیں کرنا مناسب نہیں۔''

''صورت شکل سے تو تم مجھے کسی شریف خاندان کے فرد نظر آتے ہو۔'' نرگس کچھ اور زیادہ سنجید ہو گئی۔

''بہت خوب۔'' میں بے اختیار ہنس کر بولا۔ ''گویا تمہیں بھی مذاق کے لئے یہی موقع ملا ہے۔'' م کھسیانا سا ہو گیا۔

قریب سے ایک خالی ٹیکسی گزر رہی تھی۔ میں نے نرگس کا جواب سننے کے بجائے آگے بڑھ کر ا ہاتھ کے اشارے سے روک لیا نرگس سے کہا۔ ''آؤ بیٹھو۔''

''اے مسٹر۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم اس وقت ہوش میں نہیں ہو۔'' نرگس کا لہجہ اس بار تلخ تھا۔

''پلیز نرگس۔ اس وقت میں ویسے ہی پریشان ہوں' مجھے زیادہ بور مت کرو۔''

میں اتنا کہہ کر نرگس کا ہاتھ تھامنے کی کوشش کی تو وہ ایک دم آگ بگولا ہو گئی۔ ایک جھٹکے سے اس نے اپنا ہاتھ چھڑایا پھر دوسرے ہی لمحے اس نے ایسا زناٹے دار طمانچہ میرے گال پر رسید کیا کہ میں چکرا کر رہ گیا اور اس سے پیشتر کہ میں نرگس کے رویے کی اس حیرت انگیز تبدیلی پر کچھ سوچ سکتا' وہ غصے میں سرخ ہو کر غرائی۔

''کمینے۔ کیا تو نے مجھے کوئی بازاری عورت سمجھا ہے۔''

''نرگس...... نرگس...... خدا کے لئے......''

''بکواس مت کر۔ شہدے!...... بدمعاش آوارہ۔'' نرگس نے چیخ کر کہا تو میرے اوسان بھی خطا ہو گئے۔

میں نرگس کو تعجب خیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر پیدا ہونے والی کرختگی میرے لئے حیرت انگیز تھی۔ اس کی نظروں میں میرے لئے شدید نفرت نمایاں تھی۔ غصے کے مارے اس کے جسم کا سارا خون اس کی آنکھوں اور اس کے چہرے پر سمٹ آیا تھا۔ ابھی میں حیران ہی ہو رہا تھا کہ دو چار راہ گیر جنہوں نے نرگس کو مجھے طمانچہ مارتے دیکھ لیا تھا' ہمارے گرد جمع ہو گئے۔ ٹیکسی ڈرائیور بھی اتر کر میرے قریب آ گیا۔ حالات کچھ ایسی نازک صورت اختیار کر گئے تھے کہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں اور کیا نہ کروں۔ اسی شش و پنج میں مبتلا تھا کہ نرگس تڑپ کر بولی۔

''حرام زادے۔ میری شکل کیا گھور رہا ہے۔ دفع ہو جا یہاں سے ورنہ پولیس کے حوالے کر دوں گی۔''

اچانک میری چھٹی حس بیدار ہو گئی۔ میرے ذہن میں انکا کا پُراسرار تصور ابھر آیا۔ یقیناً اس وقت میرے ساتھ جو سانحہ پیش آیا ہے اس میں انکا کی پُراسرار شخصیت کا دخل ہے۔ اب وہ نرگس کے سر پر مسلط ہو چکی ہے۔ یہ سوچ کر میں نے یہی مناسب خیال کیا کہ اس وقت وہاں سے کھسک جاؤں' کہیں بات اور خراب نہ ہو جائے۔ چنانچہ میں نے نرگس پر ایک اداس نظر ڈالی اور واپسی کے ارادے سے پلٹنے لگا مگر ایک صاحب نے جو مجھے بڑی کینہ توز نظروں سے گھور رہے تھے' آگے بڑھ کر میرا بازو تھام لیا اور بگڑے ہوئے لہجے میں بولے۔

''شرم نہیں آتی تم کو شارع عام پر یہ بے ہودگی کرتے ہوئے۔''

اس تضحیک کی کون تاب لا سکتا تھا۔ مجھے نرگس سے کوئی گلہ نہیں تھا اس لیے کہ اس نے جو کچھ کیا وہ انکا کے پُراسرار وجود کی حیرت انگیز اور لامحدود قوتوں کے زیر اثر کیا لیکن کسی تیسرے شخص کا شوہر و بیوی کے ذاتی معاملات میں یوں دخل انداز ہونا میرے لئے ناقابل برداشت تھا۔ میرے جی میں تو آئی تھی کہ جس شخص نے میرا بازو تھاما تھا' اسے ایسی سزا دوں کہ وہ تمام عمر یاد رکھے لیکن مجھے بڑے ضبط سے کام لینا

پڑا۔ میں نے ان صاحب کو گھورتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔

''آپ غلط سمجھ رہے ہیں جناب۔ یہ عورت میری بیوی ہے لیکن ذہنی توازن خراب ہونے کے
مجھے نہیں پہچان رہی ہے۔''

اجنبی میرے جواب پر کچھ نرم پڑ گیا لیکن جب اس نے میرے بیان کی تصدیق کی خاطر نرگ
طرف دیکھا تو وہ غصے سے بولی۔

''یہ شخص سراسر جھوٹ بول رہا ہے۔ اتنے بہت سے آدمیوں کو دیکھ کر اس نے پینترا بدلا
ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج سے پیشتر میں نے اس کی منحوس صورت تک نہیں دیکھی ہے۔'' نرگس کا جوا
سن کر دو چار افراد بھی اس کی حمایت میں پنجے جھاڑ کر میرے پیچھے پڑ گئے۔ میرے پاس اب سوائے ا
کے اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں خاموشی اور تحمل سے کام لوں۔ یوں بھی میں اپنے ساتھ نرگس کو ہجوم
لئے تماشا بنتے نہیں دیکھ سکتا تھا پھر میں نے نرگس کے جواب میں کوئی صفائی نہیں پیش کی۔

مجھے اس خاموشی کی کیا سزا ملی' اسے لکھتے ہوئے قلم لرزتا ہے۔ بہر حال مختصراً اتنا ضرور بتا دوں ک
گیروں نے نرگس کی حمایت میں دل کھول کر مجھے زدوکوب کیا پھر مجھے پکڑ کر تھانے تک پہنچا دیا جہا
پولیس والوں نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی غرضیکہ وہ رات مجھے آہنی سلاخوں کے پیچھے گزا
پڑی۔ دوسری صبح میں نے تھانے دار کے سامنے ہاتھ پاؤں جوڑ کر بمشکل گلوخلاصی پائی۔ اس گلوخلا
کے عوض مجھے تھانے دار کو ایک لمبی رقم دینی پڑی۔ نرگس کی غیر موجودگی میں یوں بھی تھانے دار کے پا
مجھے زیادہ دیر تک حوالات میں بند رکھنے کا کوئی جواز نہیں تھا اس لئے وہ منہ مانگی رقم مل جانے کے ب
بخوشی مجھے رہا کرنے پر آمادہ ہو گیا۔ روزنامچے میں اس نے کیا اندراج کیا' اس کا مجھے پتا نہیں۔

پولیس کے چنگل سے چھٹکارا پا کر میں سیدھا اپنے ہوٹل واپس آیا۔ میرا حلیہ بری طرح خراب ہو
تھا۔ میں نے غسل کر کے کپڑے تبدیل کئے پھر مردوں کی طرح اپنے بستر پر ڈھیر ہو گیا اور نرگس
بارے میں سوچنے لگا۔ نہ جانے اس نے رات کہاں گزاری ہوگی؟ انکا نے اسے نہ جانے کن مصا
سے دوچار کیا ہوگا؟

میں انکا کے پُراسرار وجود کے بارے میں الجھتا رہا۔ انکا جو میرے لئے اب ایک مسئلہ بنتی جا
تھی۔ ایسا مسئلہ جس کا میرے پاس کوئی حل نہیں تھا۔ اگر بات صرف میری ذات تک محدود رہتی تو
اسے درگزر کر جاتا لیکن یہ تصور ہی میرے لئے سوہان روح تھا کہ انکا اب نرگس کے سر پر مسلط ہو
ہے۔ نرگس نے جس اجنبیت سے بھری پُری سڑک پر مجھے تھپڑ مارا تھا اس میں یقیناً انکا کی شرارت کا
تھا۔ میں اپنی اس بے عزتی کو بھی درگزر کرنے کو تیار تھا بشرطیکہ نرگس میرے ساتھ چلی آتی۔ لیکن وہ ا
ہوش وحواس میں کہاں تھی۔ اس کے معصوم ذہن پر تو انکا کا قبضہ ہو چکا تھا۔ انکا جس نے نرگس کو نہ جا

رات کہاں اور کس عالم میں گزارنے پر مجبور کیا ہوگا۔

''میری معصوم اور بے گناہ نرگس۔'' میرا دل تڑپ اٹھا۔ ہزاروں وسوسوں اور پریشان خیالات نے
مجھے گھیر لیا تھا۔

میں اب نرگس کو کہاں تلاش کروں اور کس طرح لوگوں کو بتاؤں کہ میرے ساتھ قدرت نے کیسے
ہولناک مذاق کئے ہیں۔ میں کتنا بے بس اور مجبور انسان ہوں۔ میں انکا سے مل بھی نہیں سکتا تھا کہ اس
سے رحم کی بھیک مانگ لیتا۔ انکا تو اپنی مرضی کی مالک تھی۔ یہ اس کی مرضی پر منحصر تھا کہ کب وہ میرے سر
پر مسلط ہو جائے۔ کب نہیں۔ میری بے بسی کا اندازہ کیجئے۔ دنیا میں اتنے عجیب حالات سے بہت کم
لوگوں کا سابقہ پڑا ہوگا۔ میں تو اپنا دکھ کسی سے کہہ بھی نہیں سکتا تھا۔ کس کو معلوم تھا کہ میں ایک قیدی
ہوں۔ انکا کا قیدی۔ بظاہر آزاد۔ بباطن غلاموں سے بدتر۔ میں اپنی نرگس کو کہاں تلاش کروں۔ میری
بیوی میری موجودگی میں غیروں کے ساتھ ہے۔ میں کس طرح اسے اس عذاب سے نجات دلاؤں جس
میں وہ میری ہی وجہ سے مبتلا تھی۔ میرا دل نرگس کی جدائی پر خون کے آنسو رو رہا تھا۔ نرگس جس نے
میرے ساتھ کبھی سکھ کے دن نہیں گزارے تھے اور اب محض انکا سے نجات دلانے کی خاطر خود ایک بھنور
میں پھنس گئی تھی۔ دہلی جیسے شہر میں نرگس کو تلاش کرنا کم از کم میرے لئے جوئے شیر لانے کے مترادف
تھا۔

دیر تک میں کرب کی حالت سے دوچار رہا پھر دل نہ مانا تو ہوٹل سے دوبارہ نکلا۔ ایک ٹیکسی پکڑی اور
نرگس کی تلاش میں دہلی کی سڑکوں پر گھومنے لگا۔ ٹیکسی ڈرائیور مجھے معنی خیز نظروں سے دیکھتا رہا لیکن مجھے
اس کی کوئی پروا نہ تھی۔ ہوتی بھی کیوں جبکہ اس وقت میں صرف نرگس کی بازیابی کے مسئلے میں الجھا ہوا
تھا۔ میں آنکھیں پھاڑے سڑک پر جانے والی ہر لڑکی کو گھور رہا تھا' کبھی دائیں اور کبھی بائیں۔

''صاحب......! آپ کو جانا کہاں ہے؟''

''جہنم میں۔'' تیسری بار جب ٹیکسی ڈرائیور نے ایک ہی سوال دہرایا تو میں تلملا گیا۔

''آپ کوئی دوسری ٹیکسی پکڑ لیں۔'' ڈرائیور نے مجھے خونخوار نظروں سے گھورا پھر ٹیکسی روک لی۔

میں نے دوسری ٹیکسی لے لی۔ غرضیکہ میں سارا دن دیوانوں کی طرح دہلی کی سڑکوں پر نرگس کو تلاش
کرتا رہا۔ میری وحشت ہر لمحے بڑھتی جا رہی تھی۔ میرا دل اندر ہی اندر رو رہا تھا۔ رہ رہ کر مجھے یہی خیال
آتا کہ خدا جانے نرگس کس عذاب میں مبتلا ہوگی اور انکا نے اسے کس مصیبت سے دوچار کر رکھا ہوگا۔

''کہیں انکا نے اسے اپنی منحوس ہستی کو برقرار رکھنے کے لئے مار نہ ڈالا ہو۔''

میری نظروں کے سامنے دھند سی پھیل گئی اور مجھے یوں محسوس ہونے لگا جیسے نرگس...... میری وفادار،
اطاعت گزار نرگس مردہ پڑی ہے اور انکا اس کے جسم سے لہو کا ایک ایک قطرہ اپنے وجود میں منتقل کر رہی

ہے۔جیسے نرگس کا جسم زرد ہو رہا ہو۔جیسے اس کی کھال سوکھ کر اس کی ہڈیوں سے چمٹ گئی ہو۔ بھیانک تصورات نے مجھ پر اور رقت طاری کردی۔میں بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگا۔ ڈرائیور نے میرے رونے کی وجہ پوچھی تو میں نے اپنے ایک عزیز کی موت کا بہانہ بنا کر اسے ٹال دیا۔

رات دس بجے میں تھکا ہارا کس لٹے ہوئے مسافر کی طرح ہوٹل پہنچا تو میرا سارا جسم پھوڑے کے مانند دکھ رہا تھا۔روتے روتے میری آنکھیں سوج گئی تھیں۔بے سدھ ہو کر میں اپنے بستر پر گر پڑا۔ نرگس کی بازیابی پر غور کرتا رہا۔دن بھر کی مسلسل مایوسی اور طرح طرح کے پریشان کن خیالات نے میرے ذہن کو ماؤف کر دیا تھا۔کب میرے اوپر غنودگی طاری ہوئی اور کب میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوا' مجھے کچھ یاد نہیں۔جب میری آنکھ کھلی تو میرے سر پر شدید چبھن ہو رہی تھی۔میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔دیوار گیر کلاک پر نظر ڈالی تو اس وقت رات کے دو بجے کا عمل تھا۔نرگس کی غیر موجودگی نے مجھے ایک بار پھر تڑپا دیا۔میری آنکھیں ڈبڈبانے لگیں۔سر میں چبھن کا احساس شدید ہوتا جا رہا تھا جسے فوری طور پر میں اپنے منتشر ذہن کا سبب سمجھ کر فراموش کر گیا لیکن پھر یک لخت میں چونک پڑا۔غصے کے مارے میرے تنفس کی رفتار تیز ہو گئی۔ہاتھوں کی انگلیاں بھنچ گئیں جیسے میں کسی کا گلا گھونٹنا چاہتا تھا۔میری کیفیت میں یہ تغیر انکا کی وجہ سے ہوا تھا۔

انکا۔جو اس وقت دوبارہ میرے سر پر آ چکی تھی۔میں عالم تصور میں اسے اپنے سر پر چہل قدمی کرتے دیکھ رہا تھا۔اس کے ہونٹوں پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔وہ بار بار مجھے کن انکھیوں سے دیکھتی پھر نظریں پھیر کر مٹک مٹک کر چہل قدمی شروع کر دیتی۔یوں جیسے اسے میری بے چینی' میرے کرب میری تڑپ سے کوئی خاص لذت حاصل ہو رہی ہو۔وہ میری پریشانی پر خوش تھی۔

''تم......تم......''میں نے غصے سے دیوانہ ہو کر انکا کو غضب ناک انداز میں مخاطب کیا لیکن اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔الفاظ حلق میں پھنس کر رہ گئے تھے۔

''کہو جمیل' تم کچھ کہتے کہتے رک کیوں گئے؟''انکا نے زہرخند سے پوچھا تو میں چیخ اٹھا۔

''انکا' تم ظالم ہو۔ناگن ہو۔چڑیل ہو۔''

میں غصے میں اسے نہ جانے کن ناموں سے موسوم کرتا رہا لیکن وہ بڑی آسودگی سے مسکراتی رہی۔ جب میں خاموش ہوا تو اس نے بڑے ناز و ادا سے اپنے کولھوں پر ہاتھ رکھ کر اوپر کی سمت دیکھتے ہوئے کہا۔

''خاموش کیوں ہو گئے؟ بولتے رہو۔غصہ تم پر اچھا لگتا ہے۔''

''کمبخت۔جادوگرنی۔بتا مجھے کہ نرگس کہاں ہے۔''میں دوبارہ چلایا۔

''آہستہ بولو جمیل۔اگر ہوٹل کے منتظمین نے تمہاری چیخ و پکار سن لی تو تمہیں پاگل سمجھ کر ہوٹل سے

باہر نکال دیں گے۔''

''نرگس کہاں ہے؟ خدا کے لئے مجھے نرگس کا پتا بتا دو۔''میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنے بال نوچتے ہوئے کہا لیکن اس بار میں چیخا نہیں تھا۔میرے لہجے میں التجا تھی۔

''گھبرا گئے! فکر کی کیا بات ہے۔وہ بہت آرام سے ہے۔''انکا نے مجھے بچوں کی طرح چمکارتے ہوئے جواب دیا۔''میں جس وقت اس کے سر سے اتری تھی اس وقت وہ نرم نرم گدیلے پر بڑے آرام کی نیند سو رہی تھی۔''

''مگر وہ ہے کہاں؟''میں نے رقت بھرے لہجے میں سوال کیا۔

''وہ بہت یاد آ رہی ہے کیا۔''انکا نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کر چٹخارا لیتے ہوئے کہا۔''اسے میں اس کے اصلی شوہر کے پاس چھوڑ آئی ہوں۔''

''کیا مطلب؟ کیا کہا تم نے؟''میرا ذہن چکرا کر رہ گیا۔انکا کے الفاظ پگھلے ہوئے سیسے کے مانند میرے کانوں میں اترتے چلے گئے تھے۔''یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔انکا، کیوں میرے صبر اور برداشت کا امتحان لے رہی ہو۔''میں نے روتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''یقین کرو جمیل۔وہ اپنے اصلی شوہر کے ساتھ بے حد خوش ہے اور کل رات انہوں نے اپنی سہاگ رات بڑی دھوم دھام کے ساتھ......''

''انکا!''میں اتنی زور سے چلایا کہ میری آواز بیٹھ گئی۔حلق میں جیسے گرہ لگ گئی ہو۔اگر میرے امکان میں ہوتا تو میں انکا کو اس وقت بڑی بے دردی سے ذبح کر ڈالتا۔اس کے جسم کو لاکھوں ٹکڑوں میں تبدیل کر دیتا لیکن انکا کے سامنے میں لاچار تھا۔انکا کے پُراسرار وجود کو صرف محسوس کیا جا سکتا تھا' چھوا نہیں جا سکتا تھا۔میں اپنی بے بسی پر تڑپ اٹھا لیکن انکا کی مسکراہٹ میں کوئی کمی نہیں آئی۔

زیادہ زور سے چلانے کے سبب مجھ پر کھانسی کا دورہ پڑ گیا۔مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میرا کلیجا پھٹ جائے گا مگر انکا کو میری کیفیت سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔کھانسی کی شدت میں کمی آئی تو انکا نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بڑے رومان انگیز انداز میں ایک طویل انگڑائی لے کر کہا۔

''جمیل' کاش تم بھی دیکھ سکتے کہ کل رات نرگس اپنے نئے ساتھی کے ساتھ کس قدر مسرور تھی۔دونوں ایک دوسرے میں مدغم ہوئے جا رہے تھے جیسے...... جیسے میں نے پہلی بار تمہیں اور کملا کو دیکھا تھا۔بڑا ہی جذباتی منظر تھا وہ۔''

''انکا' خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو۔''میں سسک پڑا پھر کسی بھکاری کی طرح انکا کے سامنے جھولی پھیلا کر بولا۔''میں وعدہ کرتا ہوں کہ تا زندگی تمہارا بے دام غلام بنا رہوں گا۔جو تم کہو گی وہی کروں گا لیکن خدارا نرگس کو (......)۔اسے مجھ سے ملا دو نہیں تو میں پاگل ہو جاؤں گا۔''

انکا میرا جواب سن کر فلک شگاف قہقہے لگانے لگی۔ اس کی آواز مجھے بہت پُراسرار لگی پھر ایک سنجیدگی اختیار کر کے بولی۔

''سنو جمیل صاحب۔ میں اگر نرگس کو واپس نہ لاؤں تب بھی تم میرے غلام بنے رہو گے۔ میری مرضی کے بغیر تم سانس لینے کی جرأت بھی نہیں کر سکتے۔ یہ اور بات ہے کہ تم پر ظلم کرتے ہوئے مجھے خیال آجاتا ہے ورنہ تم نے میری لامحدود قوتیں آنکھوں سے کئی بار دیکھی ہیں۔ تم نے دیکھ ہی لیا کہ کس طرح اپنی یادداشت کو یکسر بھول چکی ہے......اور کیا دیکھنا چاہتے ہو؟''

''میں سب کچھ مانتا ہوں لیکن نرگس......''

''نرگس کو کچھ دنوں تک اپنے کیے کا خمیازہ بھگتنا ہی ہوگا۔'' انکا نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ''اس نے مجھے تم سے جدا کرنے کے لئے بزرگ کی درگاہ کا رخ کر کے مجھے دکھ پہنچانے کی کوشش کی تھی۔ مجھے بروقت اس کا دھیان آگیا اور میں نے اس کو راستے میں ہی جا لیا۔''

''انکا!'' میں بڑی لجاجت سے بولا۔ ''کیا تم میری خاطر بھی نرگس کی غلطی کو معاف نہیں کرو گی۔''

''تمہاری خاطر اب تک میں نے کیا کچھ نہیں کیا مگر تم نے اس کا کیا بدلہ دیا۔'' انکا نے مجھے خونی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ ''نرگس کی قسمت اچھی ہے جو میں تم سے کچھ وعدے کر چکی تھی ورنہ میں اس کا خون پینے سے بھی دریغ نہ کرتی۔''

میں اندر ہی اندر کھولتا رہا۔ انکا کہتی رہی۔

''اب مجھے نرگس کو یہ باور کرانے دو کہ وہ کیا ہے اور میں کیا ہوں۔''

''[illegible] انکا۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں۔'' میں نے رحم طلب نظروں سے انکا کو دیکھ کر گڑگڑانے والے انداز میں کہا۔

وہ کچھ نرم آواز میں بولی۔ ''سچے دل سے کہہ رہے ہو؟''

''یقین کرو انکا۔ خدا کے لئے مجھے معاف کردو۔''

''نہیں۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔'' انکا نے اٹھلا کر کہا۔

''میں اس وقت جھوٹ نہیں بول سکتا۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں نرگس کے سلسلے میں کس قدر [illegible] ہوں۔''

''ہاں وہ تو مجھے معلوم ہے۔ اچھا میں تمہیں ایک شرط پر نرگس کا پتا بتا سکتی ہوں۔''

''مجھے تمہاری تمام شرطیں منظور ہیں۔'' میں جلدی سے بولا۔

''تم بے صبری کا مظاہرہ نہیں کرو گے۔''

''ہرگز نہیں۔ تم جیسا کہو گی میں ویسا ہی کروں گا۔''

''اچھا تو سنو۔'' انکا نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ ''تم کل رات ٹھیک بارہ بجے [illegible] پارک کے مشرقی دروازے پر آجانا۔ نرگس تمہیں وہیں مل جائے گی لیکن اتنا خیال رکھنا کہ تم وقت سے پہلے وہاں نہیں پہنچو گے۔''

''مجھے منظور ہے۔'' میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے جواب دیا۔

''دوسری بات یہ کہ تم اس بار نرگس کو سمجھا دینا کہ وہ آئندہ میرے معاملے میں دخل اندازی نہ کرے ورنہ ممکن ہے کہ میں اپنے تمام وعدے بھول کر اسے ٹھکانے لگا دوں۔''

''تم مطمئن رہو، میں اسے سب کچھ سمجھا دوں گا۔''

''ٹھیک ہے۔ تم اب آرام کرو۔ میں واپس نرگس کے سر پر جا رہی ہوں۔ اگر میری عدم موجودگی میں اس کی آنکھ کھل گئی تو حالات بگڑ جانے کا اندیشہ ہے۔''

''انکا!'' میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ ''کیا تم کل رات کے بجائے دوپہر میں مجھے نرگس سے ملنے کی اجازت نہیں دے سکتیں۔''

''رات کا وقت زیادہ مناسب ہے جمیل۔'' انکا نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ ''تم سے جیسے کہہ دیا' ٹھیک ہے۔ اس میں ایک خاص بات ہے۔ بعد میں تمہیں پتا چل ہی جائے گا۔''

انکا سے بحث کرنا فضول تھا۔ دل پر جبر کر کے چپ ہو رہا۔ یوں بھی انکا مجھے نرگس سے ملوانے کا وعدہ کر چکی تھی اس لیے میں نے زیادہ اصرار نہیں کیا۔ کہیں وہ ناراض ہو کر اپنے وعدے سے منحرف نہ ہو جائے۔

کچھ دیر بعد انکا رینگتی ہوئی میرے سر سے اتر گئی تو میرا ذہن پھر نرگس میں الجھ گیا۔ انکا نے نرگس کے بارے میں مجھے جو باتیں بتائی تھیں' اسے یاد کر کے میرا خون کھول اٹھا۔ میں کانٹوں پر لوٹ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ نرگس کی بازیابی کے بعد اس شخص کو ضرور بہ ضرور صفحۂ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دوں گا جس نے انکا کے پیدا کردہ حالات سے فائدہ اٹھا کر میری نرگس کے جسم کو پامال کیا ہے......آہ نرگس۔ وہ بری طرح بے بس تھی۔ جو کچھ اس کے ساتھ ہو رہا تھا' اسے اس کی کوئی خبر نہ تھی۔ انکا کی پُراسرار حیرت انگیز قوتوں نے ذہنی طور پر اسے بالکل معطل کر دیا تھا جس کا تماشا میں خود اپنی نظروں سے دیکھ چکا تھا۔

رات کا باقی حصہ میں نے جاگ کر گزارا۔ صبح ضروریات سے فراغت پا کر میں پھر اپنے خیالات میں گم ہو گیا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ وقت کو پر لگ جائیں اور وہ گھڑی جلدی آجائے جب مجھے نرگس کے حصول کے لئے جانا تھا مگر آج تو جیسے وقت تھم تھم کر بڑی سُست رفتاری سے گزر رہا تھا۔ میرے لئے ایک ایک پل کاٹنا دوبھر ہو رہا تھا۔ انکا نے نرگس کو مجھ سے دور کر کے اس بات کا احساس دلایا تھا کہ میرے لئے نرگس کے بغیر ایک لمحہ بھی گزارنا کس قدر اذیت ناک تھا۔

نرگس کی جدائی میرے لئے نا قابل برداشت تھی لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں انکا کے بارے بھی سوچ رہا تھا۔ انکا کے بارے میں اب کچھ سوچنا اور غور کرنا فضول تھا۔ یہ مجھے یقین ہو چکا تھا کہ کوئی طاقت اسے شکست نہیں دے سکتی تھی۔ اس میں تمام بدروحیں سماگئی ہیں۔ وہ کوئی بہت بڑی ہے۔ وہ ایک ایسا طلسم ہے جس کا توڑ نہیں۔ اس نے مجھے ایسی دلدل میں دھکیل دیا تھا جس میں چارگی سے ہاتھ پاؤں مارنے کے سوا میں اور کچھ نہ کرسکتا تھا۔ میں اس کی خواہش کی تکمیل کے لئے تھا۔ انکا سے نجات پانے کی ہر کوشش بیکار ہو چکی تھی۔ وہ بڑے بھرپور انداز میں مجھ پر اپنا تسلط قائم تھی۔ نرگس کے ساتھ پیش آنے والے حادثے نے تو میرے رہے سہے اوسطان بھی خطا کردیے تھے۔

شام آئی تو میری بے چینی میں اضافہ ہوگیا۔ میں نے کس طرح تڑپ تڑپ کر وقت کاٹا' یہ کچھ میرا دل جانتا ہے۔ بہرحال جب رات کے ساڑھے گیارہ بجے تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوگئیں۔ میں نے ہوٹل سے باہر آکر ایڈورڈ پارک کے لئے ایک ٹیکسی پکڑی اور اپنی منزل مقصود کی طرف چل پڑا۔ ٹیکسی ڈرائیور کو میں نے ایڈورڈ پارک کا حوالہ اس لیے نہیں دیا تھا کہ نہ جانے وہ میرے بارے میں کیا خیال کرے۔ اسی خیال کے پیش نظر میں نے اسے ایڈورڈ پارک سے ایک فرلانگ پہلے چھوڑ دیا اور خود پیدل چل پڑا۔ بارہ بجنے میں ابھی پندرہ منٹ باقی تھے۔ میں نے یہ پندرہ منٹ بھی کسی نہ کسی طرح گزار دیے پھر ٹھیک بارہ بجے مشرقی دروازے سے پارک کے اندر داخل ہو گیا۔

اس وقت ایڈورڈ پارک گھپ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ ہر سمت سناٹا اور پُر اسرار خاموشی طاری تھی۔ چند لمحوں تک میں ایک جگہ رک کر ادھر ادھر کی آہٹ لیتا رہا۔ اس خاموشی کو دیکھ کر مجھے گمان ہوا کہیں انکا نے مجھے فریب نہ دیا ہو۔ اتنی رات گئے بھلا ایڈورڈ پارک میں نرگس کی موجودگی کیا معنی رکھتی تھی۔

مگر میں انکا کے ستم کے اس نئے پہلو پر غور کر ہی رہا تھا کہ اچانک خاموش فضا میں ارتعاش ہوا۔ مجھے کسی عورت کی سسکیوں کی آواز سنائی دی جو میرے بائیں جانب والی جھاڑیوں سے ابھری تھی۔ میں چونک کر اسی سمت دیکھنے لگا۔ وہ نرگس تھی۔ میں اس آواز کو نہ پہچانتا تو اور کون پہچانتا۔

''چھوڑو۔ خدا کے لئے مجھے چھوڑ دو۔ ظالم۔ آہ...... آہ بچاؤ۔'' وہ آہ وزاری کر رہی تھی۔

''خاموش۔'' کسی مرد کی خطرناک سرگوشی سنائی دی۔ ''شور مچانے کی کوشش کی تو قتل کردی جاؤ گی۔''

مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے سربازار کسی نے مجھے ننگا کر دیا ہو۔ ان آوازوں کو سننے کے بعد میرے اوپر دیوانگی طاری ہوگئی پھر بھی میں محتاط انداز میں لپکتا ہوا ان جھاڑیوں تک پہنچ گیا اور پھر...... پھر میری نگاہوں نے جو منظر دیکھا وہ میرے لئے نا قابل برداشت تھا۔ میرے اوپر خون سوار ہوگیا۔ دوسرے لمحے میں نے غضب ناک انداز میں آگے بڑھ کر اس شخص کو دبوچ لیا جو میری نرگس کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا رہا تھا۔ میں نے ایک ہی جھٹکے میں اس کو اٹھا کر ایک سمت گرا دیا پھر اچک کر اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ کچھ دیر تک تو میں مشینی انداز میں اس کے چہرے پر مکے مارتا رہا پھر میں نے اس کا گلا دبوچ لیا اور اسے پوری قوت سے دبانے لگا اور اس وقت تک اپنی گرفت کو تنگ کرتا رہا جب تک اجنبی نے میرے نیچے تڑپ تڑپ کر دم نہیں توڑ دیا۔ اس کے بعد میں اٹھا اور ایک بھرپور ٹھوکر اس کی لاش پر مار کر نرگس کی طرف لپکا جو اب تک سہمی سمٹی نیچے پڑی تھی۔

''تت...... تم...... کک...... کون ہو؟'' نرگس نے مجھے قریب آتے دیکھا تو ہکلا کر بولی۔

''ڈرو نہیں نرگس میں ہوں تمہارا جمیل۔''

''جمیل۔'' نرگس میری آواز پہچان کر جھپٹ کر اٹھی اور میرے کشادہ سینے سے لپٹ کر سسکنے لگی۔ میں اس کے معصوم دل کی سہمی سہمی دھڑکنوں کو محسوس کر رہا تھا۔

''پریشان مت ہو نرگس۔ میری روح۔'' میں نے نرگس کو اپنی آغوش میں لے کر دلاسا دیتے ہوئے کہا۔ ''میں نے اس بے غیرت انسان کو مار ڈالا ہے۔ اب وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔''

نرگس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بدستور میرے سینے سے لپٹی ہوئی سسک رہی تھی۔ میرا اب وہاں رکنا کسی طرح بھی مناسب نہیں تھا۔ میں نے اس کے لباس کو درست کیا اور اسے لے کر پارک سے باہر آگیا اور ہوٹل کی طرف چل پڑا۔ راستے بھر نرگس میرے سمجھانے بجھانے کے باوجود سسکیاں لیتی رہی۔ اس نے میری کسی بات کا کوئی جواب بھی نہیں دیا۔

ہوٹل پہنچ کر میں نے بمشکل نرگس کو منہ ہاتھ دھو کر کپڑے تبدیل کرنے پر آمادہ کیا۔ اس نے میرا کہا تو مان لیا لیکن وہ ابھی تک سکتے کی کیفیت سے دوچار تھی۔ میں اس کی حالت کو محسوس کر رہا تھا اس لیے میں نے بڑی نرمی سے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''نرگس۔ میری جان! جو کچھ ہو چکا ہے اسے بھول جاؤ۔ خدا گواہ ہے کہ میں تم سے بالکل ناراض نہیں ہوں اور پھر اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے۔''

''جمیل۔'' نرگس نے ڈبڈبائی ہوئی حسرت بھری نظروں سے مجھے دیکھا پھر دوبارہ مجھ سے لپٹ کر سسکنا شروع کر دیا۔

نرگس کی سسکیاں میرے دل کو چھلنی کیے دیتی تھیں۔ وہ اس وقت جس صدمے سے دوچار تھی وہ میں جانتا تھا۔ ممکن تھا کہ میری ہمدردی بھی اس وقت اس کے دکھے ہوئے دل پر گراں گزرتی۔ میں نے اس سے مزید کوئی بات نہیں کی اور اسے اپنی آغوش میں چھپا کر لیٹ گیا۔

صبح نرگس بیدار ہوئی تو کسی حد تک اس کی رات والی کیفیت کم ہو چکی تھی۔ میں نے بڑی محبت بھری مسکراہٹ سے اس کی پذیرائی کی اور یوں ہنسنے بولنے لگا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ حتیٰ الامکان میری یہی

کوشش تھی کہ نرگس ان باتوں کو بھول جائے مگر میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ ذہنی طور پر کسی الجھن میں مبتلا ہے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد ہم آرام کی غرض سے لیٹے تو نرگس نے مجھ سے پوچھ ہی لیا۔

''جمیل۔ کل رات میں ایڈورڈ پارک کیسے پہنچ گئی تھی اور وہ شخص......''

''غلطی میری تھی جو میں اس پر اعتماد کر بیٹھا۔'' میں نے جلدی سے نرگس کی بات کاٹ کر کہا۔ ''رات تم میرے ہی ساتھ وہاں گئی تھیں۔ کیا تمہیں کچھ یاد نہیں۔''

''نہیں۔'' نرگس نے ایک آہ سرد بھر کر جواب دیا۔ ''مجھے کچھ یاد نہیں۔ کچھ بھی یاد نہیں کہ میں کس کے ساتھ کہاں گئی تھی۔ لیکن میرا خیال ہے کہ میں شام کو درگاہ جانے کے ارادے سے نکلی تھی۔ اس رات آپ دوسرے کمرے میں تھے اور میں نے......''

''خدارا اپنے ذہن کو پریشان مت کرو۔'' میں نے نرگس کو بڑے پیار سے سمجھایا۔ ''جو کچھ ہو چکا اسے بھول جاؤ۔''

نرگس میرے سمجھانے بجھانے پر خاموش ہو گئی لیکن اس کے چہرے پر الجھن کے تاثرات ہنوز باقی تھے۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اس وقت وہ کیا یاد کرنے کی سعی کر رہی ہے۔ انکا کی پُراسرار قوت نے اس کی یادداشت کو درمیان سے منقطع کر کے واقعات کے تسلسل میں خلا پیدا کر دیا تھا۔ وہ ان ٹوٹی ہوئی کڑیوں کو جوڑنے میں بری طرح ناکام رہی تھی اور یہی ناکامی اس کی الجھن کا سبب بن گئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیوں کر تسلی دوں۔ ان حالات نے مجھے بھی پریشان کر دیا تھا۔ رات جو کچھ میں نے نظروں سے دیکھا تھا اسے فراموش کر دینا میرے بس میں بھی نہیں تھا۔ انکا کے لئے میرے دل و دماغ میں شدید نفرت کا طوفان بپا تھا۔ اس کے ساتھ ہی نرگس کی کیفیت بھی میرے لئے پریشان کن تھی۔ چنانچہ میں نے فوری طور پر یہی فیصلہ کیا کہ نرگس کو لے کر دہلی سے چلا جاؤں۔ شولا پور کے واقعات کی تفصیل اخبارات میں پڑھ کر میں مطمئن ہو چکا تھا کہ منیجر کے قتل کی ذمہ داری کسی طرح بھی نرگس پر نہیں ہو سکتی' اور نہ ہی کلن خاں کے منحرف بیان پر اخبارات نے کوئی ہنگامہ مچایا تھا۔ اس لیے بظاہر دہلی میں مزید قیام کی کوئی ضرورت بھی نہ تھی۔ بمبئی پہنچ کر مجھے منیجر کی موت کے سلسلے میں اپنے اسٹاف کو بھی مطمئن کرنا تھا۔ میں نے نرگس سے واپس جانے کے بارے میں پوچھا تو وہ فوراً ہی آمادہ ہو گئی۔

اگلے روز میں نے پروگرام کے مطابق جہاز کی دو سیٹیں حاصل کیں اور نرگس کے ساتھ واپس آ گیا۔ دفتر پہنچا تو منیجر کی موت کے سلسلے میں چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں۔ میں نے تعزیت کر کے اسٹاف کو مطمئن کرنے کی خاطر دو روز کی چھٹی کا اعلان کر دیا۔ بعد میں منیجر کے گھر والوں سے مل کر میں نے دلی صدمے کا اظہار کیا اور منیجر کی خدمات کے عوض انہیں ایک لمبی رقم پیش کی جسے تھوڑے پس و پیش کے بعد منیجر کے بوڑھے باپ نے قبول کر لیا۔

اس تمام عرصے میں ایک لمحے کے لئے بھی میں انکا کو فراموش نہیں کر سکا۔ اس کا خوفناک تصور مجھے ہراساں کئے ہوئے تھا۔ اس نے ایڈورڈ پارک میں مجھے اور نرگس کو اپنی طاقت کے بارے میں ایک بار پھر باور کرا دیا تھا کہ اس کے معاملات میں دخل دینے کی سزا کتنی شدید ہو سکتی ہے! جو برتاؤ اس نے نرگس کے ساتھ کیا اسے کوئی غیرت مند شوہر برداشت نہیں کر سکتا۔

جس وقت میں منیجر کے گھر سے واپس ہوا اس وقت بھی میرا ذہن انکا کے پُراسرار وجود میں الجھا ہوا تھا۔ ایڈورڈ پارک میں پیش آنے والے حادثے کو دو روز گزر چکے تھے لیکن انکا کا کوئی پتا نہیں تھا۔ اس واقعے سے پیشتر وہ اتنی دیر تک کبھی میرے سر سے دور نہیں رہی تھی۔ جہاں تک ایڈورڈ پارک میں پیش آنے والے حادثے کا تعلق تھا' مجھے یقین تھا انکا نے وہ ڈرامہ محض اس لیے کھیلا تھا کہ میں جذبات میں بہہ کر اس اجنبی کا خون کر دوں تا کہ اسے اپنے وجود کو تقویت بخشنے کی خاطر انسانی خون حاصل ہو سکے۔ گویا میرے ہاتھوں ایک اور قتل ہو چکا تھا۔ قتل کے اوپر قتل۔ ایک کبھی نہ ختم ہونے والا خونیں سلسلہ۔ معصوم انسانوں کی جانیں لینا اور انکا کی خوشنودی حاصل کرنا میرا فرض تھا جس سے کوتاہی یا غفلت کی سزا دہشت انگیز' بے رحم اور غیر انسانی ہو سکتی تھی۔ مجھے معلوم تھا اس بار بھی انکا کو اپنے ناپاک مقصد میں مایوسی نہیں ہوئی تھی مگر اب اس کی طویل غیر موجودگی میرے لئے قابل غور تھی میں سوچ رہا تھا کہ کہیں وہ مجھے یا نرگس کو کسی نئی مصیبت سے دوچار کرنے کی فکر میں تو نہیں ہے۔

میں انہی وسوسوں اور الجھنوں میں مبتلا تھا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے انکا میرے سر پر آ گئی ہے۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ میں عالم تصور میں انکا کے منحوس وجود کو اپنے سر پر دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے کی شگفتگی اور ہونٹوں کی سرخی اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ اس نے انسانی خون خوب سیر ہو کر پیا ہے۔ پہلے بھی میں اسے خون پینے کے بعد اسی حالت میں دیکھ چکا تھا لیکن...... آج وہ جن نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی ان میں شوخی اور شرارت کے ساتھ ساتھ طنز بھی تھا جسے محسوس کر کے میرے خون کی گردش تھم کر رہ گئی۔ دوسری طرف انکا بدستور مجھے زہر خند سے گھور رہی تھی۔ چند ثانئے تک وہ مجھے ٹکٹکی باندھے دیکھتی رہی پھر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی اور ایک طویل جماہی لے کر بولی۔

''جمیل' مجھے معلوم ہے کہ تم مجھ سے بہت زیادہ ناراض ہو۔''

میں مہر بلب رہا تو اس نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔ ''میں جانتی ہوں کہ تمہارے دل پر کیا گزر رہی ہے مگر میں نے جو کچھ کیا وہ ضروری تھا۔ نرگس اب آئندہ کبھی میرے اور تمہارے درمیان آنے کی حماقت نہیں کرے گی۔ تم بھی اتنے بے غیرت نہیں ہو کہ دوبارہ اس منظر کو دیکھنے کی خواہش کرو۔ یوں بھی تم عہد کر چکے ہو کہ میری مرضی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے۔ یاد ہے تم نے ہوٹل میں گڑگڑا کر مجھ سے معافی مانگی تھی۔''

میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ غصے کے مارے میرا برا حال تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا جیسے میرے
جسم کا تمام خون سمٹ کر میرے چہرے پر آ گیا ہو۔ انکا کے جملے میں چھپے ہوئے تیر و نشتر میرا کلیجہ
کر رہے تھے لیکن میں بہت کچھ چاہنے کے باوجود صبر کرنے پر مجبور تھا۔ انکا نے میری کیفیت کو محسوس
تو بڑے چبھتے ہوئے لہجے میں بولی۔

"جمیل...... نرگس سے شادی کرنے سے پہلے تم نے بھی تو بہت ساری لڑکیوں کو برباد کیا تھا۔ تمہاری شرارتوں کا علم ان میں سے کسی کے شوہر کو ہو جائے تو اس کے دل پر کیا گزرے گی؟"

"انکا!" میرے صبر کا پیمانہ چھلک پڑا۔ "تم نرگس کو بازاری عورتوں سے وابستہ کر رہی ہو۔ میں نے اب تک ہمیشہ ضبط کیا۔ اگر تم نے دوبارہ اس قسم کی کوشش کی تو خون خرابا ہو جائے گا۔"

"خون خرابا تو ہو چکا۔" انکا نے شوخی سے کہا۔ "تم سے بہت سی باتیں کرنے کو جی چاہتا ہے لیکن اس وقت میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتی ہوں۔" انکا نے بے پروائی سے جواب دیا پھر پاؤں پھیلا کر کروٹ کر لی۔

"سنو انکا...... آج میں تم سے ایک آخری فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"مجھے کچھ دیر آرام کر لینے دو جمیل...... پھر اطمینان سے باتیں ہوں گی۔" انکا نے اپنی چمکیلی آنکھوں سے مجھے گھورتے ہوئے جواب دیا تو میں چیخ اٹھا۔

"یہ ناممکن ہے۔ مجھے روحانی اذیتوں میں مبتلا کر کے تم آرام نہیں کر سکتیں۔"

"جمیل......" انکا کے تیور بدل گئے۔ "میں اپنے آرام میں کسی قسم کی خلل اندازی پسند نہیں کرتی۔ مجھے اس وقت پرسکون نیند کی ضرورت ہے۔ تم کچھ بڑھ رہے ہو۔"

"میرا سکون برباد کر کے تمہیں بھی آرام کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔" انکا کے موجودہ رویے نے مجھے ایسی ٹھیس پہنچائی تھی کہ میں مصلحت کو بالائے طاق رکھ کر اس سے ایک حتمی فیصلہ کرنے کا تہیہ کر چکا تھا۔

"جمیل...... کیا تم اس وقت ہوش میں نہیں ہو؟" انکا نے بڑے تلخ انداز میں مجھ سے سوال کیا اور اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر مجھے کسی گہرے سمندر کا ایسا ٹھہراؤ نظر آ رہا تھا جس کے اندر ہزاروں اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اس کی آنکھوں پر اچانک ابھرنے والی سرخی بھی کسی آنے والے طوفان کا پیش خیمہ تھی مگر میں اس وقت اپنے آپے میں نہیں تھا۔ انکا کے چہرے پر غصے کی علامتوں کو نظر انداز کر کے بولا۔

"تمہیں آج مجھ سے یہ عہد کرنا ہو گا کہ آئندہ کبھی تم نرگس کو کسی معاملے میں تنگ نہیں کرو گی۔"

"یہ صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ تم نرگس کو سختی سے منع کر دو کہ وہ میرے اور تمہارے درمیان کوئی رکاوٹ پیدا کرنے کی حماقت نہ کرے۔"

"نرگس میری بیوی ہے۔" میں نے تلملا کر کہا۔ "میں اختیارات کے سلسلے میں اس کی حق تلفی نہیں کروں گا۔"

"اور میں تمہاری محسن ہوں۔" انکا نے مجھے قہر آلود نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تمہیں اس بات کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے کہ اگر میں نے تمہیں دولت مند نہ بنایا ہوتا تو تم کبھی نرگس کو حاصل نہیں کر سکتے تھے۔"

"تم چاہو تو اپنی دولت واپس لے سکتی ہو۔" میں بھنا کر بولا۔ "میں غریب مگر خوش رہنا چاہتا ہوں۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ بشرطیکہ دولت کے ساتھ ساتھ تم نرگس کو بھی مجھے واپس کر دو۔"

"یہ ناممکن ہے۔" میں پوری قوت سے چلایا۔ "تم نرگس کو مجھ سے کبھی نہیں چھین سکتیں۔"

"جمیل۔" اس بار انکا کا لہجہ بہت زہریلا تھا۔ "شاید ابھی تمہیں کچھ اور بتانا پڑے گا۔ تم بار بار معافی مانگتے ہو اور اپنے عہد سے پھر جاتے ہو۔ تم یہ کیوں کرتے ہو جمیل۔ نجانے کیوں تمہیں پچھلی اذیتیں یاد نہیں رہتیں۔ تم یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ تم کس سے ایسی باتیں کرتے ہو۔"

"میں جانتا ہوں کہ میں کس بلا سے ایسی باتیں کرتا ہوں مگر برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ تم نے میری زندگی میں سکھ سے زیادہ دکھ دیئے ہیں۔ مجھے یہ سودا منظور نہیں اور میں اپنی بربادی دیکھ سکتا ہوں لیکن نرگس......"

"جمیل......" انکا نے غضب ناک لہجے میں میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "مجھے اس بات پر مجبور مت کرو کہ میں تمہیں راہ راست پر لانے کے لئے پھر کوئی تماشا دکھاؤں۔ بہتر ہے کہ خاموش رہو۔ خاموش رہو اور جیسے میں کہتی ہوں، کرتے جاؤ۔ نتائج کی ذمے داری مجھ پر چھوڑ دو۔ گناہ سارے میرے ذمے کر دو۔ خود عیش کی زندگی بسر کرو۔"

انکا کا لہجہ اس قدر خطرناک تھا کہ ایک ثانیئے کے لئے میں گنگ ہو گیا لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی۔ انکا نے نرگس کی پاکیزگی کو داغ دار بنانے کے لئے جو شرمناک ڈراما اسٹیج کیا تھا اس کے ایک ایک منظر نے میرے ذہن میں ہیجان برپا کر دیا تھا۔ میں اپنی موت کو گوارا کر سکتا تھا لیکن یہ کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ نرگس پھر کبھی اس دلآزار صورت حال سے دوچار ہو۔ چنانچہ میں نے فوری طور پر ایک فیصلہ کر کے کہا۔

"انکا سنو۔ میرا خیال ہے یہ فیصلہ کر ہی لو۔ تم مجھے جان سے مار ڈالو لیکن میں کسی قیمت پر بھی آئندہ

نرگس کے معاملات میں دخل اندازی کی اجازت نہیں دے سکتا۔"
"تم...... اور مجھے کسی بات سے روک سکو گے!" انکا بے اختیار ہنس دی پھر دوبارہ سنجیدگی
کر کے بولی۔ "سنو جمیل صاحب۔ تمہاری حیثیت کیا ہے، یہ تمہیں معلوم ہے؟ تمہیں میرے ہر حکم
کرنی پڑے گی۔ رہا نرگس کا معاملہ تو بہتر ہے کہ تم اس سلسلے میں اپنی زبان بند رکھو ورنہ ایڈورڈ پارک
جو کچھ پیش آچکا ہے، میں تمہیں اس سے زیادہ گھناؤنے حالات سے دوچار کردوں گی۔"
"اگر تم نے ایسا کیا تو میں تمہارے گندے وجود کو کسی حقیر کیڑے کی طرح کچل ڈالوں گا۔"
غصے کی شدت نے میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو زائل کر دیا تھا۔ میں اپنے دل کے بخار
نکالتا رہا اور جو منہ میں آیا کہتا رہا۔ نہ جانے کیا کیا بکتا رہا۔
انکا تعجب خیز نظروں سے میرے وحشیانہ انداز اور بدلے ہوئے طرز عمل کو دیکھ رہی تھی۔ جب
میں بولتا رہا، وہ خاموش رہی پھر چپ ہوا تو اس نے آہستگی سے کہا۔
"جمیل، مجھے تم سے ہمدردی ہے مگر اس کے باوجود میں تمہیں ہوش میں لانے کے لئے مجبور ہوں"
میں کوئی جواب دینا ہی چاہتا تھا لیکن سر میں اچانک ہونے والی شدید چبھن نے مجھے تڑپا دیا۔
بڑی تیزی سے اٹھ کر کھڑی ہو چکی تھی اور اب وہ اپنے نکیلے پنجے میرے سر میں چبھو رہی تھی جس کی
ہر لمحے بڑھتی گئی۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا پھیلنے لگا۔ اسٹیئرنگ پر میرے ہاتھ کانپ
تھے۔ میں نے چاہا کہ گاڑی روک دوں لیکن کوئی پُراسرار قوت مجھے ڈرائیونگ جاری رکھنے پر
تھی۔ سڑک پر ٹریفک کا خاصا ہجوم تھا۔ اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کہ شاید سڑک پر دوڑنے
والی موٹریں میرا مذاق اڑا رہی ہیں۔ میں نے نہ جانے کس جذبے کے تحت اپنی گاڑی کی
کردی۔ اور تیز...... اور تیز...... اور پھر اچانک سامنے سے آنے والی ایک گاڑی سے میرا...... ایکسیڈنٹ
ہو گیا۔

☆==========☆==========☆

فضا میں ایک ہولناک دھماکے کی آواز بلند ہوئی جس کے ساتھ ہی میرا ذہن اندھیروں میں
گیا۔
واقعات کا دھندلا دھندلا سا عکس میرے ذہن کو اور پریشان کر رہا تھا مجھے ہوش نہیں تھا۔ صرف
تھا کہ نرگس کے سلسلے میں انکا سے میری تلخ بحث ہوگئی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر میں
زبان بند نہ رکھی تو ایڈورڈ پارک میں جو کچھ پیش آچکا تھا وہ مجھے اس سے کہیں زیادہ گھناؤنے حالات
دوچار کردے گی۔ جواب میں، میں نے اسے دھمکی دی تھی کہ میں اس کا وجود کسی حقیر کیڑے کی طرح
ڈالوں گا۔ انکا کے تیور اچانک خراب ہوتے چلے گئے تھے اور پھر میری گاڑی کا...... ایکسیڈنٹ

لیکن اس کے بعد کیا ہوا مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔
میرا جوڑ جوڑ پھوڑے کی مانند دکھ رہا تھا۔ بستر پر چت پڑا میں واقعات کی بکھری ہوئی کڑیوں کو ملانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ دیر تک میں یونہی اندھیروں میں ہاتھ پاؤں مارتا رہا پھر میں نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔ میری نظر پھر اسی چھت کے پنکھے پر پڑی جو میرے سر کے عین اوپر تیزی سے چل رہا تھا۔ مجھے وحشت سی ہونے لگی۔ قریب تھا کہ میں چیخ اٹھوں لیکن نرگس کی مترنم آواز نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے آہستہ سے گردن گھما کر داہنی جانب دیکھا تو میری آنکھوں میں ٹھنڈک آگئی۔ میری نرگس میرے سامنے کھڑی مسکراتی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔
"خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ ہوش میں آگئے۔" اس کی نگاہوں میں چمک تھی اور لہجے میں اشتیاق۔
"نرگس، میں اس وقت کہاں ہوں؟" میں نے آہستہ سے پوچھا۔
"آپ۔" نرگس۔ ایک پل کے لئے ہچکچائی پھر میرے قریب بیٹھ کر میری پیشانی پر اپنی نرم و نازک انگلیوں سے سہلاتے ہوئے بولی۔ "آپ اس وقت ہسپتال میں ہیں۔"
"مجھے بس اتنا یاد ہے کہ میری گاڑی......"
"جمیل۔" نرگس نے محبت آمیز انداز میں میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "آپ کو میری قسم...... کچھ مت سوچئے۔ ڈاکٹر نے بات چیت کرنے کو منع کیا ہے۔ خدا نے چاہا تو اب آپ ایک دو روز میں بالکل تندرست ہو جائیں گے۔"
میں اس وقت پوری طرح ہوش و حواس میں تھا اس لیے نرگس کی آنکھوں میں آنسوؤں کے شبنمی قطرے تیرتے دیکھ کر تڑپ اٹھا۔ مگر قبل اس کے کہ میں اپنی وفا شعار اور خدمت گزار بیوی سے کچھ دریافت کرسکتا، ایک نرس جو غالباً میرے سرہانے پہلے سے موجود تھی، مسکراتے ہوئے میرے سامنے آگئی۔
"گھبرایئے نہیں مسٹر جمیل۔ اب آپ بہت جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔" نرس نے بڑی شفقت سے مجھے مخاطب کیا۔ اس کے بعد اس نے میرے دائیں بازو میں انجکشن لگایا اور مسکراتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھتی کمرے سے باہر چلی گئی۔
میری نظریں نرگس کے معصوم چہرے پر مرکوز تھیں۔ نرس کے جانے کے بعد میں نے نرگس سے باتیں کرنی چاہیں لیکن میرے ذہن پر غنودگی طاری ہونے لگی۔ میری پلکیں بوجھل ہو رہی تھیں۔
"نرگس۔" میں بمشکل تمام اتنا ہی کہہ سکا۔ نیند کا غلبہ پوری طرح مجھے اپنی آغوش میں لے چکا تھا۔ میں ایک بار پھر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔

مجھے کئی دنوں تک خواب آور دواؤں اور انجکشنوں کے ذریعے بے ہوش رکھا گیا۔ جب مجھے دوبارہ ہوش آیا تو میں اپنے گھر پر تھا۔ نرگس غالباً ڈاکٹروں سے درخواست کر کے مجھے گھر لے آئی تھی جہاں ایک ڈاکٹر اور دو نرسیں مستقل طور پر ہر وقت میرے ساتھ موجود رہتیں۔ اس عالم بے ہوشی کی کوئی اور بات میری یادداشت میں محفوظ نہیں۔

میری ذہنی حالت پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ بہتر ہو چکی تھی ہر چند کہ خواب آور دواؤں کا ہلکا ہلکا اثر باقی تھا لیکن میں خود کو پہلے سے بہت بہتر محسوس کر رہا تھا۔ چنانچہ دوبارہ ہوش میں آنے پر کچھ دیر تک میں خاموش لیٹا نرگس کو دیکھتا رہا جو میرے سرہانے موجود تھی۔ میں نے اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

"مجھے گھر کب لایا گیا؟"

"دو روز ہو گئے۔" نرگس نے جلدی سے پیار بھرے لہجے میں کہا۔ "آپ اب تندرست ہو چکے ہیں جمیل۔ خدا نے میرے اوپر رحم کیا۔"

میں چند ساعت تک نرگس کے چہرے کے تاثرات دیکھتا رہا پھر بولا۔

"یہ سب تمہاری دعاؤں کا نتیجہ ہے ورنہ وہ ایکسیڈنٹ ......"

"اس ...... ایکسیڈنٹ کو بھول جائیے جمیل ......" نرگس نے میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "خدا کو جو منظور تھا وہ پورا ہو گیا۔ ہمیں ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے۔"

میں محسوس کر رہا تھا کہ نرگس کچھ پریشان پریشان سی ہے۔ اس کی پریشانی کا سبب کیا تھا' میں یہ جاننے کے لئے بے چین تھا۔ ایک کروٹ لینے کی خاطر بایاں ہاتھ ہلانے کی کوشش کی تو اس اچانک انکشاف پر تڑپ اٹھا کہ میرا بایاں ہاتھ جو ...... ایکسیڈنٹ کی وجہ سے کچل گیا تھا' کہنی سے کاٹ کر علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ اگر ہاتھ نہ کاٹا گیا تو باقی جسم میں بھی زہر پھیل جانے کا خطرہ ہے۔ نرگس کا خیال اور اس کی دلائی ہوئی قسمیں اگر مانع نہ ہوتیں تو میں یقیناً خودکشی کر لیتا لیکن مجھے اپنی نرگس کی خاطر زندہ رہنا پڑا۔ دو چار روز تک میں اندر ہی اندر سلگتا رہا پھر یہ حالت سنبھل گئی۔ انکا نے مجھے اس حالت پر پہنچا دیا تھا۔ اس بار اس نے میری زبان درازیوں کی بڑی خوفناک سزا مجھے دی تھی۔ میں اپنے ایک ہاتھ سے محروم ہو گیا۔ میرا ہاتھ جو انکا کی طاقت بھی واپس نہیں لا سکتی تھی۔ میں ٹھیک تو ہو گیا لیکن کچھ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے میرے دل کا چراغ بجھ گیا ہے۔ مجھ پر مایوسیوں کے دورے پڑتے رہے۔ ڈاکٹر اور دونوں نرسیں برابر میری خدمت کر رہے تھے۔ نرگس دن رات میرے ساتھ لگی بیٹھی رہتی اور مجھے خوش رکھنے کی حتی الامکان کوشش کرتی رہتی۔ ایک روز شام کا ذکر ہے کہ میں اپنے مکان کے باہر برآمدے میں بیٹھا نرگس سے باتیں کر رہا تھا کہ ڈاکٹر اخلاق نے' جن کا مستقل قیام میری کوٹھی پر تھا' میرے پاس آ کر کہا۔

"مسٹر جمیل۔ میرا خیال ہے کہ اب آپ مکمل طور پر صحت یاب ہو چکے ہیں۔"

"یہ سب تمہاری محنت اور کوششوں کا نتیجہ ہے ڈاکٹر۔" میں نے جواب دیا۔

ڈاکٹر کچھ دیر تک بیٹھا ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا پھر آہستگی سے بولا۔

"مجھے افسوس ہے مسٹر جمیل کہ اب میں زیادہ عرصے تک آپ کو پولیس کی دسترس سے دور رکھنے کی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا پھر نرگس کی طرف دیکھا تو اس کے چہرے پر بھی فکر اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات موجود تھے۔ میں نے اصرار کیا تو نرگس نے غمناک لہجے میں کہا۔

"جمیل۔ میں نے آج تک ڈاکٹر کے مشورے پر آپ کو حقیقت حال سے آگاہ نہیں کیا تھا لیکن اب کچھ پوشیدہ نہیں رکھا جا سکتا۔ جس گاڑی سے آپ کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا اس کے تینوں مسافر جاں بحق ہو گئے۔ پولیس نے کیس رجسٹر کر لیا ہے۔ اب تک ڈاکٹر اخلاق نے پولیس کو آپ کی بیماری کے پیش نظر پوچھ گچھ کی اجازت نہیں دی تھی۔"

"ایس پی ٹریفک آج آپ سے ملنے آ رہا ہے۔" ڈاکٹر نے نرگس کے خاموش ہونے پر کہا۔ "ابھی کچھ دیر پیشتر اس کا فون آیا تھا۔ میں نے اسے آپ سے ملنے کی اجازت دے دی ہے۔"

میں نے ایک نظر نرگس کے چہرے پر ڈالی پھر ایک سرد آہ بھر کر خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ٹریفک کا ایس پی اپنے ایک ماتحت انسپکٹر کے ساتھ آ گیا۔ ملازم نے اطلاع دی تو میں نرگس اور ڈاکٹر اخلاق کے ساتھ اٹھ کر اپنے ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ اس وقت میرے ذہن میں انکا کا تصور اچانک ابھر آیا۔ انکا کے پُراسرار وجود نے مجھے کہیں کا نہ رکھا تھا۔ میں نے عالم تصور میں انکا کو دیکھنا چاہا لیکن وہ اس وقت میرے سر پر موجود نہیں تھی۔

ایس پی نے مجھ پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی تھی۔ میں اپنی یادداشت کرید کرید کر جواب دیتا رہا لیکن وہ میرے جوابات سے مطمئن نظر نہیں آتا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"مسٹر جمیل۔ آپ نے جو حالات بتائے ہیں' ان پر یقین کرنے کو میں تیار نہیں' ہو سکتا ہے کہ آپ کے کسی وکیل یا بیرسٹر نے آپ کو یقین دلایا ہو کہ انکا نامی کسی پُراسرار وجود کی آڑ لے کر آپ خود کو سزا سے بچا سکتے ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ عدالت ان باتوں کو بے ہودہ اور لغو قرار دے گی۔"

"میں آپ کو قانونی چارہ جوئی کرنے سے باز نہیں رکھ سکتا مگر جو کچھ میں نے انکا کے بارے میں کہا وہ بھی غلط نہیں ہے۔" میں نے ایس پی کو گھورتے ہوئے بے پروائی سے کہا تو وہ یکلخت کھڑا ہوا اور انسپکٹر کو مخاطب کر کے بولا۔

"مسٹر ساجد۔ مسٹر جمیل کو حراست میں لے لو۔"

انسپکٹر جو اب تک خاموش بیٹھا ہماری گفتگو سن رہا تھا' اچانک یوں پھٹ پڑا جیسے اس کا ذہنی توازن خراب ہو گیا ہو۔ اس نے ایس پی ٹریفک کو جس کا نام منوہر لال تھا' خشمگیں نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

"مجھے افسوس ہے جناب کہ میں اس سازش میں آپ کا شریک نہیں بن سکتا۔"

"وہاٹ؟" ایس پی نے چنگھاڑتی ہوئی آواز میں کہا پھر انسپکٹر کو قہر آلود نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "کہیں تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا۔ جانتے ہو تم اس وقت کس سے مخاطب ہو؟"

"مجھے پتا ہے کہ اس وقت میں ایک ایسے ہندو آفیسر سے ہمکلام ہوں جو چند ماہ پیشتر بھی ایک مسلمان معزز شہری کو تعصب کا نشانہ بنا چکا ہے۔" انسپکٹر نے بگڑے ہوئے تیور سے جواب دیا۔ "اس وقت تم اپنے اثر و رسوخ کی وجہ سے بچ گئے تھے لیکن اس بار میں تمہارے خلاف گواہی دوں گا کہ تم نے میری موجودگی میں مسٹر جمیل سے پچاس ہزار کی رشوت طلب کر کے اپنی مجرمانہ ذہنیت کا ثبوت دیا ہے۔"

انسپکٹر کے اس جملے پر ایس پی منوہر لال کے علاوہ میں اور نرگس بھی چونکے بغیر نہ رہ سکے۔ ڈاکٹر اخلاق بھی حیرت سے آنکھیں پھاڑے انسپکٹر کو گھور رہا تھا۔ منوہر لال نے مجھ سے رشوت کی کوئی بات نہیں کی تھی۔ بہرحال ایس پی کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا۔ اس نے غضب ناک تیوروں سے انسپکٹر کو گھورا۔

"کیا تم میرے حکم کی تکمیل کرنے سے انکا کی جرأت کر سکو گے؟"

ایس پی منوہر لال کا آپے سے باہر ہونا قدرتی بات تھی۔ وہ اٹھا اور انسپکٹر کو آنکھیں دکھاتا ہوا باہر گیا۔ دوبارہ اندر آیا تو اس کے ساتھ تین مسلح سپاہی تھے۔ انسپکٹر نے اپنا دفاع کرنے کی خاطر ریوالور نکال لیا تھا لیکن اس سے پیشتر کہ منوہر لال پر فائر کرتا' مسلح سپاہیوں نے اسے جکڑ لیا۔ بعد میں مجھے گرفتار کر لیا گیا۔ نرگس میری گرفتاری پر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ ڈاکٹر اخلاق بدستور حیران کھڑا موقع کی نزاکت پر غور کر رہا تھا۔ میں نے نرگس کو مناسب الفاظ میں صبر کرنے کی تلقین کی اور خاموشی سے باہر آ کر پولیس کی جیپ میں بیٹھ گیا۔

مجھے خود بھی حیرت تھی کہ انسپکٹر نے مجھے بچانے کی خاطر منوہر لال پر ایک ایسا الزام تراشنے کی کوشش کیوں کی جو قطعی بے بنیاد تھا اور ایسی صورت میں جبکہ میری اس سے کوئی شناسائی نہیں تھی۔ بہرحال حالات نے مجھے گنگ کر رکھا تھا۔ منوہر لال راستے بھر مجھے اشتعال انگیز انداز میں دیکھتا رہا۔ پولیس کوارٹر پہنچ کر پہلے اس نے رپورٹ مرتب کی پھر اسی وقت ہمیں ایک مجسٹریٹ کے گھر پہنچایا گیا۔ جہاں ہمارے بیانات لئے گئے۔ میں نے مجسٹریٹ کے روبرو وہی بیان دیا جو ایس پی کو دیا تھا۔ مجسٹریٹ نے مجھے یوں دیکھا جیسے اسے میری ذہنی حالت پر شبہ ہو۔

"میرا خیال ہے کہ تم ایک بار پہلے بھی کسی کیس میں انکا کے پُراسرار وجود کا حوالہ دے چکے ہو۔"

"جی جناب لیکن میری بیوی کی اپیل پر عدالت نے مجھے باعزت طور پر بری کر دیا تھا۔"

"کیا تم انکا کے وجود کو ثابت کر سکتے ہو؟"

"اگر یہ بات میرے بس میں ہوتی تو مجھے اتنی پریشانیوں کا سامنا کیوں کرنا پڑتا۔" میں نے بے بسی سے جواب دیا۔

"کیا...... ایکسیڈنٹ کرنے پر بھی تمہیں انکا نے اکسایا تھا؟" مجسٹریٹ نے زہر خند سے پوچھا تو میں تلملا کر بولا۔

"مجھے کچھ یاد نہیں جناب کہ میرے ساتھ کیا حادثہ پیش آیا تھا۔"

"کیا مطلب؟" مجسٹریٹ نے مجھے سخت لہجے میں مخاطب کیا۔ "کیا تمہارے خیال میں پولیس نے تمہارے اوپر جو الزامات عائد کئے ہیں وہ جھوٹے ہیں؟"

"مجھے نہیں معلوم کہ کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ۔" میں نے جھلا کر جواب دیا۔ "اگر پولیس کے پاس معقول ثبوت موجود ہوئے تو عدالت یقیناً مجھے سزا کا مستحق سمجھے گی۔"

"تم۔ مجھے تم صورت ہی سے کوئی شاطر مجرم دکھائی دیتے ہو۔" مجسٹریٹ غصیلے لہجے میں بولا پھر کچھ لکھنے لگا۔

...... میں خاموش کھڑا تمام کارروائی دیکھتا رہا۔ میرے بعد انسپکٹر پولیس اور تینوں پولیس والوں کے بیانات ہوئے۔ ان لوگوں نے کیا بیان دیا' مجھے کچھ نہیں معلوم۔ جب تمام بیانات ہو چکے تو مجھے اور انسپکٹر کو لے جا کر حوالات میں بند کر دیا گیا۔ میں پوری رات جاگتا رہا۔ ماضی کی تلخ یادیں میرے ذہن کو کچوکے لگاتی رہیں۔ کاش میں خودکشی کر سکتا۔ کاش نرگس میری بیوی نہ ہوتی مگر قسمت میں جو لکھا تھا وہ تو ہونا ہی تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ جب قدرت کی طرف سے ایسے انتظام ہو چکے ہیں کہ ایک پولیس انسپکٹر میری طرفداری کر رہا ہے تو میں اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کروں گا۔ اس فیصلے کے بعد میرے ذہن کو قدرے سکون ملا تو میں چاروناچار حوالات کے پختہ فرش پر لیٹ رہا۔

ایک ہفتے تک مجھے اور پولیس انسپکٹر کو حوالات میں رکھا گیا۔ اس دوران میں متعدد بار مجھ سے سوالات کئے گئے لیکن ہر بار میں نے یہی کہا کہ مجھے کچھ یاد نہیں۔ میں نے کچھ ایسا تاثر دینے کی کوشش کی جیسے میری یادداشت خراب ہو گئی ہو۔ انسپکٹر بدستور اپنے بیان پر اڑا رہا کہ منوہر لال نے مجھ سے پچاس ہزار کی رشوت طلب کی تھی اور دھمکی دی تھی کہ اگر رقم اسے نہ ملی تو وہ مجھے سزا کرا دے گا۔ انسپکٹر کے پاس کیا ثبوت تھا جس کی بنا پر وہ ایک ذمے دار آفیسر پر رشوت خوری کا الزام لگا رہا تھا' میری عقل میں یہ بات نہیں آتی تھی۔

ایک ہفتے بعد ہمیں عدالت کے سامنے پیش کیا گیا جہاں صورت حال عجیب و غریب رخ اختیار

کر گئی۔ پہلی پیشی پر منوہر لال کا بیان ہوا۔ دوسری پر ڈاکٹر اخلاق کو گواہ پیش ہونا پڑا۔ ڈاکٹر نے بیان میں صرف اتنا کہا کہ مجھے منوہر لال نے زخمی حالت میں اسپتال میں داخل کرایا تھا۔ ایسا معلوم تھا جیسے واقعی کوئی خطرناک ایکسیڈنٹ ہو مگر اور بات بھی ممکن ہو سکتی ہے۔ کسی ایکسیڈنٹ کے بارے میں وہ بھی کچھ نہیں جانتے تھے۔ نرگس کو عدالت میں طلب کیا گیا تو اس نے بھی یہی بیان دیا کہ کسی حادثے کی اطلاع اسے ایس پی منوہر لال کی طرف سے ملی تھی جس کے بعد وہ اسپتال آئی تھی۔ ایکسیڈنٹ کے بارے میں اسے بھی کوئی علم نہ تھا۔

دو ماہ تک عدالت میں مختلف شہادتیں پیش ہوتی رہی۔ ایس پی ٹریفک نے موقع واردات کے عدالت میں پیش کیے جن میں میری گاڑی چکنا چور حالت میں نظر آ رہی تھی۔ گاڑی کی نمبر پلیٹ آ رہی تھی۔ دوسری گاڑی میں سفر کرنے والے مرحومین کے عزیزوں نے عدالت کے روبرو بیان انہوں نے مجھے موقعۂ واردات پر نہیں دیکھا تھا لیکن میری گاڑی وہاں ضرور موجود تھی اور اس پر پلیٹ موجود تھی جسے عدالت میں پیش کیا گیا۔ کیدار ناتھ نے پولیس کی طرف سے پیش کیے جانے گواہوں پر شدید جرح کی۔ ایک بیرسٹر کی حیثیت سے اس کے پیشے کا تقاضا بھی یہی تھا کہ وہ مجھے کی مکھی کی طرح اس جرم سے علیحدہ کرتا جو مجھ سے سرزد ہو چکا تھا۔

سب سے آخر میں انسپکٹر ساجد کو عدالت کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس پر دو جرم عائد کیے گئے ایک تو یہ کہ اس نے اپنے افسر کے حکم کی تعمیل کرنے سے انکار کرتے ہوئے اس پر ریوالور تان لیا دوسرے یہ کہ اس نے ایک مجرم کی طرف داری کرنے کی کوشش کی تھی جس نے مذکورہ حادثے میں انسانی زندگیوں کا خون کیا تھا۔ جس وقت انسپکٹر کو فرد جرم پڑھ کر سنائی جا رہی تھی وہ گواہوں کے کٹہرے میں سینہ تانے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ یوں جیسے اسے کامیابی کا یقین رہا ہو۔ بعد میں جب اس نے عدالت مخاطب کر کے اپنا پچھلا بیان دہرایا اور میری بے گناہی کے ساتھ ساتھ منوہر لال پر رشوت طلب کر الزام عائد کیا تو حاضرین دم بخود رہ گئے۔ منوہر لال کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا تو ایک تھا۔ اپنی جگہ چپ کھڑا وہ اپنے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔

انسپکٹر کا بیان ختم ہوا تو کچھ دیر تک عدالت میں سناٹا طاری رہا پھر کیدار ناتھ نے اس سے سوال کیے جن کا جواب اس سے حسب منشا ملتا رہا۔ کیدار ناتھ کے بعد وکیل سرکار نے اس پر جرح کی لیکن کسی آہنی چٹان کی طرح اپنی جگہ ڈٹا کھڑا رہا اور مسکرا مسکرا کر جواب دیتا رہا۔

"تمہارے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ منوہر لال نے ملزم جمیل احمد خان کو اس حادثے پھانسنے کی کوشش کی ہے جبکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ...... ایکسیڈنٹ ملزم کی کار سے ہوا ہے فوٹو عدالت کی فائل میں موجود ہیں؟" وکیل سرکار نے سوال کیا تو انسپکٹر نے اسے مسکراتی ہوئی

سے دیکھا پھر سنجیدگی اختیار کر کے براہ راست عدالت سے کہا۔

"مائی لارڈ۔ میرے پاس ایسا ثبوت موجود ہے جو نہ صرف میرے بیان کو سچا ثابت کر دے گا بلکہ عدالت پر یہ بات بھی آشکار ہو جائے گی کہ ایس پی منوہر لال نے محض تعصب کی بنا پر جمیل احمد خان کو پھانسنے کی خاطر شہادتوں کو مسخ کر کے اور واقعات کو اپنی مرضی کے سانچے میں ڈھال کر عدالت کو بھی دھوکا دینے کی کوشش کی ہے لیکن مائی لارڈ۔ قبل اس کے کہ میں اپنا ثبوت پیش کروں، عدالت سے اس بات کی پُرزور درخواست کروں گا کہ جو کچھ میں کہوں اس کی تصدیق بغیر کسی تاخیر کے فوری طور پر کر لی جائے، مبادا منوہر لال اس ثبوت کو بھی درمیان سے ہٹانے کی کوشش کرے۔"

"تم اپنا ثبوت پیش کرو۔ اگر عدالت نے اس کی اہمیت کو محسوس کیا تو اس کی تصدیق میں یقیناً کسی تاخیر سے کام نہیں لیا جائے گا۔"

عدالت میں موجود ہر شخص کی نگاہیں انسپکٹر ساجد پر جمی ہوئی تھیں۔ جج کی یقین دہانی کے بعد انسپکٹر نے ایک نظر منوہر لال پر ڈالی، پھر اس نے بیان دینا شروع کیا۔

"مائی لارڈ۔ وقوعے والے روز منوہر لال اور میں دونوں ساتھ ساتھ تھے...... ایکسیڈنٹ جمیل احمد خان کی گاڑی سے نہیں بلکہ نرنجن لال نامی ایک شخص کی کار سے ہوا تھا، جو موقع پر ہی جاں بحق ہو گیا۔ واقعات سے پتا چلتا ہے کہ نرنجن لال ان تین مرنے والوں میں شامل تھا جو جمیل احمد خان کی گاڑی سے ہلاک ہوئے مگر اصل میں یہ بات نہیں ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ نرنجن لال کی گاڑی سے ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ نرنجن لال اپنی اور دوسری کار میں بیٹھنے والے اپنے دوستوں کی موت کا سبب بنا۔ منوہر لال حادثے کی اطلاع ملنے پر مجھے اپنے ساتھ لے کر گیا تھا۔" انسپکٹر نے تفصیل کے ساتھ سب کچھ بتاتے ہوئے کہا۔ "نرنجن لال چونکہ ایس پی صاحب کا دوست تھا اس لیے اسے خاموشی سے چتا کی آگ کے حوالے کر دیا گیا۔ جمیل احمد خان اور نرنجن لال کی گاڑیاں ایک ہی ماڈل کی تھیں اس لیے منوہر لال نے اپنی سابقہ معلومات کی بنا پر جمیل احمد خان کو پھانسنے کا شرمناک منصوبہ بنایا۔ جمیل احمد خان کو گاڑی سمیت بلا کر اس کی نمبر پلیٹ نرنجن لال کی گاڑی پر لگا دی اور اس کی گاڑی کو اپنے گیراج میں چھپا دیا۔ ایس پی صاحب کا خیال تھا کہ جمیل احمد خان کو سزا ملنے کے بعد اس کی گاڑی فروخت کر دی جائے گی۔ جمیل احمد خان کو حادثے کا مجرم قرار دینے کی خاطر منوہر لال نے اسے کرائے کے غنڈوں سے اس حد تک زدوکوب کرایا کہ اسے اپنا ایک ہاتھ بھی گنوانا پڑا پھر بے ہوشی کی حالت میں اسے اسپتال میں داخل کرا دیا گیا۔"

انسپکٹر ساجد نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"منوہر لال نے یہ تمام ڈراما اس خوبصورتی سے اسٹیج کیا کہ کسی کو ذرہ برابر شبہ بھی نہ ہو سکا۔ مجھے اس

بات کی دھمکی دی گئی کہ اگر میں نے زبان کھولنے کی کوشش کی تو مجھے بھی کسی جھوٹے مقدمے میں ملو
کر دیا جائے گا۔ میں خاموش رہا مگر جب ایس پی منوہر لال نے پچاس ہزار کی رقم بے گناہ جمیل
طلب کی تو میں چپ نہ رہ سکا۔"

انسپکٹر کے بیان سے حاضرین میں کانا پھوسی شروع ہو گئی تھی۔ منوہر لال غصے میں کھڑا دانت پیس
تھا۔ وکیل سرکار نے ایک اچٹتی ہوئی نظر منوہر لال پر ڈالی پھر انسپکٹر کو مخاطب کر کے پوچھا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ ملزم کی کار اس وقت بھی صحیح سالم حالت میں منوہر لال کے گیراج میں مو
ہو گی؟"

"مائی لارڈ۔" انسپکٹر نے براہ راست جج سے کہا۔ "میں نے اتنے دنوں تک اپنی زبان محض اس لیے
بند رکھی تھی کہ منوہر لال نے پیش آنے والے حادثے کے دوسرے ہی روز جمیل احمد خان کی کار کو اپنے
گیراج سے ہٹا کر کسی ویران جگہ منتقل کر دیا تھا۔ جس روز میرے مخبروں نے مجھے اطلاع دی تھی کہ کار
نرنجن لال کے گیراج میں پہنچا دیا گیا ہے۔ اگر میری اطلاعات غلط نہیں ہیں تو وہ کار آج بھی نرنجن لال کی
کوٹھی سے برآمد کی جا سکتی ہے۔ میں عدالت سے اپیل کروں گا کہ آج کی کارروائی ختم ہونے سے پہلے
نرنجن لال کی کوٹھی کی تلاشی لی جائے ورنہ منوہر لال یقیناً اس اہم ثبوت کو بھی تباہ کر ڈالے گا۔"

میں پولیس کی حراست میں کھڑا حیرت سے پلکیں جھپکا رہا تھا۔ انسپکٹر کا بیان میرے لیے ناقا
یقین تھا اس لیے کہ یہ بات مجھے بخوبی یاد تھی کہ وہ ہولناک حادثہ میری ہی کار سے رونما ہوا تھا لیکن میں
نے اس موقع پر اپنی زبان بند ہی رکھی۔ جج نے کچھ دیر غور و خوض کرنے کے بعد عدالت برخاست کر دی
اور میرے وکیل کے اصرار پر خود پولیس کی جماعت کے ساتھ نرنجن لال کی کوٹھی پر گیا' جہاں گیراج سے
ایک ایسی کار برآمد ہو گئی جو رنگ اور ماڈل کے اعتبار سے میری کار جیسی تھی لیکن اس پر جو نمبر پلیٹ مو
تھی وہ نرنجن لال کی کار کی تھی۔ جج نے کار کو تفتیش کی غرض سے ایک دوسرے ایس پی کے حوالے کیا
مقدمے کی کارروائی اگلی پیشی تک ملتوی کرا دی۔ پندرہ روز تک مجھے کسی بات کا علم نہ ہو سکا۔ سولہویں
جب مقدمہ دوبارہ پیش ہوا تو مجھے باعزت طور پر بری کر دیا گیا۔ ایس پی منوہر لال کو اپنی پوزیشن کا نا
استعمال اور عدالت کو دھوکا دینے کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ انسپکٹر ساجد کو عدالت کی جانب سے ان
کا مستحق قرار دیا گیا۔ نرگس نے میری رہائی کے احکام سنے تو خوشی سے بے تاب ہو کر بھری عدالت
مجھ سے لپٹ گئی۔ میں نے انسپکٹر کا شکریہ ادا کیا پھر حیران و پریشان عدالت سے باہر نکل آیا۔ نرگس
مقدمے کی کارروائی سے زیادہ میری رہائی کی خوشی تھی لیکن میں سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ آخر یہ
کیوں کر ممکن ہو گیا؟ وہ کون سی قوت تھی جس نے ناممکنات کو ممکن کر دکھایا؟

"انکا۔"

اچانک میرے ذہن میں انکا کا پُراسرار تصور ابھر آیا "انکا" جو حیرت انگیز اور ناقابل یقین قوتوں کی
مالک تھی اس کے لیے کوئی چیز ناممکن نہیں تھی۔ حادثے سے قبل اس نے مجھ سے کہا بھی تھا۔ "جمیل تمہیں
ہوش میں لانے کے لیے نہ جانے کتنے تماشے مجھے اور دکھانے پڑیں۔"

انکا کا تصور آتے ہی واقعات کی الجھی ہوئی گرہیں آپ سے آپ کھلتی چلی گئیں۔ مجھے یقین تھا کہ یہ
سب انکا کی پُراسرار شخصیت کا کیا دھرا ہے۔ اسی نے مجھے پہلے ایک حادثے سے دوچار کیا پھر اسی کی وجہ
سے مجھے ایک ہاتھ سے ہاتھ دھونا پڑا اور اب اسی کی پُراسرار قوت کا نتیجہ تھا کہ میں کسی یقینی سزا سے
گلو خلاصی حاصل کر کے واپس اپنے گھر جا رہا تھا! انکا کے منحوس وجود نے مجھے کہیں کا نہ رکھا تھا۔ میں نے
عالم تصور میں ایک بار پھر انکا کو دیکھنا چاہا لیکن وہ میرے سر پر موجود نہیں تھی۔ غالباً ابھی تک وہ انسپکٹر
ساجد کے سر پر اپنا تسلط جمائے ہوئے تھی۔ گھر پہنچ کر نرگس نذر و نیاز کے معاملوں میں الجھ گئی۔ میں آرام
کرنے کی غرض سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ دو روز تک کوئی قابل ذکر بات پیش نہیں آئی۔ سوائے اس
کے کہ میرے مقدمے کی کارروائی اور منوہر لال کی گرفتاری کی خبریں روزنامہ اخباروں میں جلی سرخیوں
میں شائع ہو رہی تھیں۔ میرے دفتر کے لوگ اور دوسرے واقف کار صبح سے شام تک میری مزاج پرسی کی
خاطر آتے رہتے لیکن نرگس میری ہدایت پر انہیں بڑی خوب صورتی سے ٹالتی رہتی۔ میں اپنا کٹا ہوا ہاتھ
لے کر لوگوں کے سامنے آنے سے کترانے لگا تھا۔ تیسرے روز بھی میں حسب معمول صبح کی ضروریات
سے فارغ ہو کر اپنے بستر پر لیٹا اخبار دیکھ رہا تھا کہ نرگس مسکراتی ہوئی میرے پاس آئی۔ اس کے ہاتھ
میں بادامی رنگ کا کوئی لفافہ موجود تھا۔ چہرہ تازہ گلاب کی طرح کھلا ہوا تھا۔

"کیا کوئی خاص بات ہے؟" میں نے اخبار سے نظر ہٹا کر پوچھا۔ "بہت زیادہ خوش نظر آ رہی ہو۔"

"ہاں جمیل۔ خدا نے میری دعا سن لی ہے۔"

"بات کیا ہے؟"

"آپ بتائیے کہ ایسی کیا بات ہو سکتی ہے؟" نرگس نے میرے برابر بیٹھ کر بڑے پیار سے پوچھا۔

"کیا پولیس نے میری گاڑی واپس کر دی ہے؟" میں نے دریافت کیا۔

"جی نہیں۔ اس سے بھی کہیں زیادہ خوشی کی بات ہے۔"

"چلو میں اپنی ہار تسلیم کرتا ہوں۔ تم ہی بتا دو۔" میں نے نرگس کے خوب صورت بالوں کو سہلاتے
ہوئے کہا تو وہ فوراً جذبات سے مغلوب ہو کر مجھ سے لپٹ گئی پھر بولی۔

"جمیل۔ ڈیڈی ہمیں لینے آ رہے ہیں۔"

"کیا انہوں نے تمہاری اور میری خطائیں معاف کر دی ہیں؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"ہاں۔" نرگس نے میرے سینے سے سر اٹھا کر میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جواب دیا۔ "ڈیڈی

نے اخبارات میں ہمارے حالات پڑھ کر ہمیں معاف کر دیا ہے۔انہوں نے ہمیں تیار رہنے
ہے۔پرسوں وہ بمبئی پہنچ رہے ہیں۔اب ہماری پریشانیوں کے دن ضرور ختم ہو جائیں گے۔"

"خدا تمہاری زبان مبارک کرے۔" میں نے آہستہ سے کہا پھر اپنے کٹے ہوئے بازو
حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔نرگس میرے چہرے کے تاثرات بھانپ کر بولی۔

"جمیل۔خدا کے لئے ان باتوں کو بھول جایئے۔جب میں آپ کا بازو موجود ہوں تو پھر
کیوں؟"

"نرگس میری زندگی۔" میں نے نرگس کے لہجے میں سچے پیار کی جھلک دیکھی تو بے اختیار
کر پیار کرنے لگا۔میں اس کی خوشیوں میں برابر کا شریک ہونے کا اظہار کرنا چاہتا تھا۔

نرگس دن بھر ضروری سامان کی پیکنگ کرانے میں مصروف رہی۔وہ بے حد خوش تھی۔میں دیکھ
کہ وہ کم از کم دو چار ماہ کے لئے اپنے والد کے ہاں قیام کرنے کا ارادہ رکھتی ہے ورنہ اتنے سامان
کیا ضرورت تھی۔بمبئی سے میرا دل اچاٹ ہو چکا تھا اس لیے میں نے نرگس سے کوئی سوال نہیں کیا
خوشی تھی کہ مسٹر اصفہانی کی نرگس سے ناراضی ختم ہو چکی ہے۔اب کم از کم نرگس کے لئے میرے
سہارا پیدا ہو گیا تھا۔مجھے یقین تھا کہ اب میں قدرے سکون کا سانس لے سکوں گا۔ذاتی طور پر مجھے
کے والد کی خوشی یا ناراضی کا کوئی خیال نہیں تھا۔

نرگس چونکہ دن بھر کی تھکی ماندی تھی اس لیے رات کا کھانا کھاتے ہی سو گئی۔میں نے حسب
بستر پر لیٹ کر کتاب کی ورق گردانی شروع کر دی۔کبھی کبھار میں نظر گھما کر نرگس کو بھی دیکھ لیتا تھا
کے چہرے پر آج سوتے میں بھی بھرپور مسرت کے تاثرات اجاگر تھے۔

خاصی دیر تک میں کتاب کی ورق گردانی کرتا رہا پھر معاً مجھے انکا کا خیال آیا۔انکا نے اب
میرے ساتھ جو کچھ کیا تھا اس کا ایک ایک نقش میرے ذہن میں محفوظ تھا۔اس نے مجھے بے حساب
دی تھی۔مجھے فرش سے اٹھا کر عرش تک پہنچا دیا تھا۔میرے عیش و آرام کے لئے دنیا کا ہر سامان
تھا۔اس نے میرے بڑا آدمی بننے کے اس خواب کو پورا کیا تھا جو میں ہوش سنبھالنے کے بعد
دیکھا کرتا تھا۔اس کے باوجود میں اس سے شدید نفرت کرنے پر مجبور تھا۔

جہاں تک انکا کے پُراسرار وجود کو برقرار رکھنے کے لئے انسانی خون کی فراہمی کا سوال تھا
لئے میں نرگس سے شادی کے بعد بھی تیار ہو گیا تھا لیکن انکا نے نرگس کو جن گھناؤنے حالات سے
کیا تھا وہ میرے لئے ناقابل برداشت تھا۔میں نے اپنی نگاہوں سے بے گناہ اور معصوم نرگس کو
پُراسرار قوت کے زیر اثر ایک غیر مرد کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھا تھا۔میں نے خون
گھونٹ پی کر دل پہ جبر کیا لیکن انکا کی زیادتیاں اب بڑھتی جا رہی تھیں۔نرگس کے سلسلے میں

بختی سے غیر جانب دار رہنے کو کہا تو اس کے ناپاک وجود نے مجھے ایک ایسے حادثے سے دوچار کیا
جس کی بدولت میرا ایک ہاتھ ضائع ہو گیا۔گو انکا نے اپنی حیرت انگیز قوت کے ذریعے مجھے باعزت طور
پر بری کرا دیا تھا لیکن مجھے اس قابل نہیں چھوڑا تھا کہ میں باہر نکل کر لوگوں کو اپنی شکل دکھا سکوں۔آئندہ
وہ مجھے لنگڑا اور اندھا بھی کر سکتی تھی۔میرا ذہن انکا کے خیالی تصور سے الجھتا رہا۔میں نے طے کر لیا کہ اب
جبکہ نرگس کے باپ نے اسے معاف کر دیا ہے اور وہ میری غیر موجودگی میں بھی اپنے باپ کے پاس رہ
سکتی ہے، میں انکا کی زیادتیوں کا انتقام اس سے ضرور لوں گا خواہ مجھے اس کے عوض اپنی زندگی ہی سے
ہاتھ کیوں نہ دھونے پڑیں۔میں نہ جانے کب تک اپنے خیالات میں گم رہا پھر اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا
جیسے انکا میرے سر پر آ گئی ہو۔میں نے عالم تصور میں اپنے بکھرے ہوئے بالوں پر نظر ڈالی تو میرے
خون کی گردش تیز ہو گئی۔

انکا میرے سر پر دوبارہ آ گئی تھی۔اس کے چہرے پر تھکن کے تاثرات موجود تھے۔اس کی کنول جیسی
آنکھوں میں پہلی بار میں نے تفکرات کی جھلکیاں دیکھی تھیں۔وہ میرے سر پر چت لیٹی کسی گہری سوچ
میں غرق تھی۔اس نے اپنے دونوں ہاتھوں کا اپنے سر کے نیچے تکیہ بنا رکھا تھا اور خلا میں گھورے جا رہی
تھی۔کبھی کبھی وہ اپنے ہونٹ بھی کاٹنے لگتی۔نہ جانے وہ اس وقت کس سوچ میں غرق تھی۔

میں نفرت بھری نظروں سے اس ننھی مگر خطرناک عورت کو گھورتا رہا جو حیرت انگیز قوتوں کی مالک
تھی۔مجھے اس کو تفکرات میں ڈوبا دیکھ کر تعجب ہوا۔میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ وہ دنیا کی ہر ناممکن بات
پلک جھپکنے میں ممکن بنا سکتی تھی تو پھر یہ غور و فکر کس لئے؟ آخر وہ ایسی کون سی انہونی بات تھی جس نے انکا کو
بھی سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔آج سے قبل میں نے اسے کبھی اس طرح مضطرب نہیں محسوس کیا تھا۔شاید
وہ کسی اندرونی کرب سے دوچار تھی مگر مجھے کیا پڑی تھی کہ اس کے بارے میں سوچتا! میں نے اپنی آنکھیں
بند کر لیں اور سونے کی کوشش کرنے لگا مگر عین اس عالم میں کہ میں غنودگی کی کیفیت میں تھا، انکا کے نکیلے
پنجوں کی چبھن اپنے سر پر محسوس کر کے میں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔انکا سر پر کھڑی مجھے اپنی
خونخوار نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"جمیل!" مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر اس نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔"تم نے مجھے پریشان محسوس
کر کے آنکھیں کیوں بند کر لی تھیں؟"

"تم...... اور پریشان! بہت خوب۔" میں نے حقارت سے کہا۔" کیا پریشانی لاحق ہو گئی ہے
تمہیں۔"

"حیرت ہے کہ تم اب بھی مجھ سے ناراض ہو۔کاش تم جانتے۔"
انکا اپنا جملہ نامکمل چھوڑ کر خلا میں گھورنے لگی تو میں نے تیزی سے کہا۔

"اب تم میرے پاس کیا لینے آئی ہو انکا۔ اب تو میں اس قابل بھی نہیں رہا کہ کسی بے گناہ کا گلا
کر تمہارے وجود کے لئے غذا فراہم کر سکوں۔"

"کیوں۔" انکا کے چہرے پر اچانک مسکراہٹ پھیل گئی۔ مجھے شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے معصومیت سے بولی۔ "کیا تم ایک ہاتھ سے کسی کو خنجر یا گولی نہیں مار سکتے۔"

"انکا!" میں نے بگڑے ہوئے تیور سے جواب دیا۔ "تم نے دیکھ لیا ہوگا کہ میں اپنی ہٹ کا کتنا پکا ہوں۔ اب اس خیال کو ذہن سے نکال دو کہ میں تمہارے لئے کوئی جرم کروں گا۔ ہاتھ جانے کے بعد مجھے اب زندگی سے کوئی لگاؤ نہیں۔ بہتر یہی ہے کہ تم میرے سر سے دفع ہو جاؤ۔"

انکا کے چہرے پر ابھرنے والی مسکراہٹ فوری طور پر ختم ہوگئی۔ ایک لمحے تک وہ مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھتی رہی پھر کسی گہری سوچ میں غرق ہوگئی۔ مجھے انکا کے آج کے رویے پر تعجب تھا۔ نہ جانے آج وہ بار بار کس سوچ میں ڈوب جاتی تھی۔

چند ساعت تک وہ اپنے خیالوں میں محو رہی پھر میری سمت دیکھ کر نرمی سے بولی۔

"جمیل! تم میرے بہت اچھے دوست ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ تمہاری حماقت نے مجھے سزا دینے پر مجبور کر دیا مگر تمہیں ایک ہاتھ کٹ جانے کا ملال نہیں ہونا چاہئے۔ میں تمہارا ہاتھ ہوں۔ تم مجھے ز
طرح اپنا کیوں نہیں سمجھتے۔ میں کسی موقع پر ضرور تمہارے ہاتھ کی کسر نکال دوں گی۔ دوستوں کے د[ل] ہمیشہ دل میں رہنے چاہئیں۔"

"بس کرو انکا۔" میں دانت پیس کر بولا۔ "اگر کبھی وقت آیا تو میں تمہارے سارے حساب چکا[ؤں] گا۔"

"تم وہی احسان فراموشی کی باتیں کر رہے ہو۔" انکا نے برہمی سے جواب دیا۔ "مجھے اندازہ
میری وجہ سے تمہیں اپنے ایک ہاتھ سے محروم ہونا پڑا لیکن تمہیں یہ سزا دینی ضروری تھی۔ میرا خیال
جب بھی تم میرے خلاف کوئی قدم اٹھاؤ گے یہ ہاتھ تمہیں میری طاقت کا اندازہ دلاتا رہے گا۔ ہا[تھ]
گیا تو کیا ہوا، میں نے تمہیں اس کے مقابلے میں ایک بڑی مصیبت سے نجات نہیں دلائی؟ اگر
انسپکٹر کے سر پر مسلط ہو کر اسے تمہاری طرف داری پر نہ اکساتی تو کیا ہوتا؟ تم پوری زندگی جیل
گزارنے پر مجبور ہو جاتے۔ تمہیں ایک ہاتھ سے چکی بھی پیسنی پڑتی۔ کیا میں نے تمہیں عمر قید سے
دلا کر دوستی کا حق نہیں ادا کیا؟ تم نے نہیں دیکھا کہ میں نے تمہیں بچانے کے لئے واقعات کا کیا
بنا کہ عدالت بھی چکر کھا گئی۔ حالانکہ اس مقدمے پر اگر دوبارہ غور کیا جائے تو سچی بات پتا چلنے میں
دیر نہیں لگے گی۔ نرنجن لال کی موت، اس کے گھر والوں کی شہادتیں، اس رات اس کی مصروفیت وغیرہ
بارے میں آسانی سے سچی معلومات فراہم کی جاسکتی ہیں مگر میں نے عدالت پر سحر طاری کر دیا

میری وجہ سے بچ گئے۔"

"جہاں تم نے اتنے سارے احسانات کئے ہیں وہاں ایک احسان اور کرو۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "یا تو مجھے ایک ہی بار موت کے منہ میں جھونک دو یا ہمیشہ کے لئے میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

"نہیں جمیل۔ ایسی باتیں کیوں کرتے ہو...... ابھی ہماری دوستی اتنی جلدی ختم نہیں ہوسکتی۔ ہاں! ایک وعدہ میں تم سے ضرور کرسکتی ہوں۔ اطمینان رکھو، آئندہ میں نرگس کے سلسلے میں کوئی ٹانگ نہیں اڑاؤں گی۔ تم یہی چاہتے ہو نا؟"

میں نے اس بار انکا کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے اس کے چہرے کو تکتا رہا اور اس بات کا اندازہ لگاتا رہا کہ اس کے رویے میں تبدیلی کیوں ہے اور اس کی باتوں میں کہاں تک صداقت ہوسکتی ہے۔

"تم نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا جمیل۔" انکا نے آلتی پالتی مار کر میرے سر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں اس بات پر شبہ ہے کہ میں بعد میں اپنے وعدے سے مکر جاؤں گی؟ کیا پہلے کبھی میں نے ایسا کیا ہے؟ ہاں تم ضرور مجھے بھول جاتے ہو۔ مجھے بھی اور اپنے وعدوں کو بھی۔"

"نرگس میری بیوی ہے۔ اس نے میرے لیے بڑی مصیبتیں جھیلی ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ اب وہ کوئی دکھ اٹھائے۔"

میرے دل نے مجھے یہی مشورہ دیا تھا کہ حالات کے پیش نظر میں انکا کے پُراسرار وجود سے مصالحت کرلوں، دوسری صورت میں اگر وہ اپنی تریا ہٹ پر اتر آتی تو مجھے اندھے کنوئیں میں آنکھ بند کر کے چھلانگ لگانے پر مجبور کرسکتی تھی۔ اس کی حیرت انگیز قوت کے لئے کوئی بات ناممکن نہیں تھی۔ میں اس سے بہت خوف زدہ ہوگیا تھا۔

"میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ نرگس اب کسی حادثے سے دوچار نہیں ہوگی۔" انکا نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔ "اور کچھ...... اور کوئی فرمائش؟"

"تم نرگس کے کسی معاملے میں ٹانگ الجھانے کی کوشش نہیں کرو گی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"مجھے منظور ہے۔" انکا نے ہامی بھر لی۔

"ہوسکتا ہے کہ کبھی وہ تمہارے وجود کو میرے سر پر محسوس کر کے آپے سے باہر ہو جائے۔"

"میں اس کی کسی بات کا برا نہیں مانوں گی۔"

"ممکن ہے وہ مجھے تمہارے چنگل سے نجات دلانے کی خاطر کوئی اقدام بھی کر گزرے۔"

"اب وہ ایسا نہیں کرے گی۔" انکا نے وثوق سے جواب دیا پھر مسکرا کر بولی۔ "ابھی اسے حالات کا علم نہیں ہے لیکن جس روز اسے یہ بات معلوم ہوگئی کہ میری ہی قوت نے اس کے اور اس کے باپ کے

درمیان نفرت کی خلیج پُر کی ہے تو وہ مجھے اپنا محسن سمجھے گی۔"

"تو کیا نرگس کے والد نے وہ تار تمہارے ایما پر دیا تھا؟"

"ہاں جمیل۔" انکا نے بڑے دلآویز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "بمبئی میں تمہارا اور نرگس کا یوں بھی اب مناسب نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم دونوں کچھ عرصے کے لئے یہاں سے ہٹ جاؤ۔"

معاً میرے ذہن میں ایک خیال نے بڑی سرعت سے پر ابھارا۔ انکا مجھے بمبئی سے دور رہنے کا مشورہ کیوں دے رہی ہے؟ کیا اس میں کوئی خاص مصلحت ہے؟ کیا وہ مجھے کسی پیش آنے والے حادثے سے بچانا چاہتی ہے یا پھر اس مشورے کے پیچھے انکا کی کوئی اور سازش کارفرما ہے۔ میں سنجیدگی سے سوچنے لگا کہ انکا جب پُراسرار حیرت انگیز قوتوں کی مالک ہے تو پھر آخر وہ کون سا خطرہ ہو سکتا ہے جس سے نمٹنا کے بس سے باہر ہے۔ دوسری طرف یہ خیال بھی مجھے نہ جانے کیوں پریشان کر رہا تھا کہ انکا نے اچانک نرگس اور اس کے باپ کے درمیان مصالحت کرانے کی اسکیم کیوں مرتب کر ڈالی؟ کیا اس میں کوئی پوشیدہ ہے؟

کچھ دیر تک میں ذہن میں گڈمڈ ہونے والے ان سوالات پر غور کرتا رہا پھر میں نے انکا کی طرف دیکھا۔ وہ اب میرے سر پر اوندھی لیٹی تھی۔ اس نے دونوں کہنیاں میرے سر پر ٹیک رکھی تھیں اور ہتھیلیوں پر ٹھوڑی ٹکائے مجھے مسکراتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں کسی سازش کے بجائے میرے لئے پیار جھلک رہا تھا۔ ایک لمحے کے لئے میں گڑبڑا گیا لیکن پھر میں نے بڑے محتاط انداز میں سوال کیا۔

"کیا بمبئی میں میرے اور نرگس کے لئے کوئی خطرہ درپیش ہے؟"

"میرے ہوتے ہوئے تمہیں یا نرگس کو کبھی کوئی خطرہ پیش نہیں آ سکتا۔ جب تک میں تم دونوں پر مہربان ہوں، تمہیں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ تم غیر ضروری باتیں کیوں سوچ رہے ہو جمیل؟"

"پھر تم ہمیں بمبئی چھوڑنے کا مشورہ کیوں دے رہی ہو؟ کیا اس میں کوئی خاص مصلحت ہے؟"

"ہاں۔" انکا یک لخت سنجیدگی سے بولی پھر اٹھ کر دوبارہ میرے سر پر یوں ٹہلنے لگی جیسے وہ کسی غم سے دوچار ہو۔ کوئی خیال اسے اندر ہی اندر ستا رہا ہو۔ میں خاموشی سے اس کی کیفیت کا اندازہ لگاتا رہا۔ چند ساعت تک چہل قدمی کرتی رہی پھر پلٹ کر مجھ سے بولی۔

"جمیل! کیا تمہیں اس بات کی خوشی نہیں ہے کہ نرگس کے باپ نے تم دونوں کو سچے دل سے کر دیا ہے اور اب خود وہ تمہیں لینے آ رہا ہے؟"

"اس سے زیادہ خوشی مجھے اس بات کی ہے کہ نرگس خوش ہے۔" میں نے جلدی سے بولا۔ "مگر میرے بمبئی میں قیام کرنے میں کیا حرج ہے؟"

انکا نے میرے سوال پر مجھے یوں گھور کر دیکھا جیسے میرے خیالات پڑھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ اس وقت اس کی آنکھوں میں ایک پُراسرار کشش موجود تھی۔ اس نے تھوڑے توقف کے بعد کہا۔

"سنو جمیل۔ تمہارے دل میں جو وسوسے اٹھ رہے ہیں انہیں اپنے ذہن سے نکال دو۔ میرا نام انکا ہے۔ بہت سی پُراسرار قوتیں مل کر بھی مجھے کوئی گزند نہیں پہنچا سکتیں۔ مجھے ناممکن کو ممکن بنانا آتا ہے۔ تم اگر فی الحال بمبئی میں رہنا چاہتے ہو تو بڑے شوق سے رہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ جب وقت آئے گا میں تمہیں ان حالات سے باخبر کر دوں گی جس کے پیش نظر میں نے تمہیں بمبئی چھوڑنے کا مشورہ دیا تھا۔" انکا ایک ہی سانس میں کہہ گئی، پھر بولی۔ "جب میں نے تم کو بڑی بڑی مصیبتوں سے نجات دلائی ہے تو میرے کسی آڑے وقت پر تم کیسے انکار کر سکتے ہو؟"

"کیا مطلب؟" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم مجھے اپنی کسی ضرورت کے تحت یہاں سے ہٹانا چاہتی ہو؟"

"ہاں۔ لیکن مطمئن رہو...... وہ ضرورت انسانی خون کی نہیں ہے۔"

"پھر؟" میں نے انکا کی آنکھوں میں بدستور جھانکتے ہوئے کہا۔

"جمیل۔ میں قبل از وقت تمہیں پوری تفصیل ہرگز نہیں بتاؤں گی۔ بس اتنا سمجھ لو کہ اگر اس موقع پر تم میرے کام آ گئے تو پھر تمام زندگی عیش کرو گے۔ میں تمہیں کبھی کسی بات کے لئے مجبور نہیں کروں گی۔ تم جو کہو گے، وہی کروں گی۔ یہ میرا وعدہ ہے۔"

انکا کی باتوں کا مقصد میں نہ جان سکا۔ بہرحال اس بات کا مجھے یقین تھا کہ وہ اس وقت مجھ سے جو کچھ کہہ رہی ہے وہ ضرور پورا کرے گی۔ میں کچھ دیر تک خالی نظروں سے انکا کو تکتا رہا۔ خلاف توقع وہ آج کچھ زیادہ ہی شرافت کی جون میں نظر آ رہی تھی۔ میں نے کچھ سوچ کر کہا۔

"کیا میں نرگس کو بتا دوں کہ تم دوبارہ میرے سر پر آ گئی ہو؟"

"تم جانو۔" انکا نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ویسے میری مانو تو نرگس سے کچھ نہ کہو۔ بمبئی سے روانگی کے بعد اگر تم اچانک نرگس کو صورت حال سے آگاہ کرو تو زیادہ مناسب ہے۔"

میں نے انکا کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے نرگس کو دوسرے دن بھی یہ بات نہیں بتائی کہ انکا دوبارہ میرے سر پر مسلط ہو چکی ہے۔ تیسرے دن پروگرام کے مطابق نرگس کے والدین بمبئی پہنچ گئے۔ نرگس اپنے والدین کو دوبارہ پا کر خوشی سے دیوانی ہوئی جا رہی تھی۔ میں نے بھی اس کے والدین کا تپاک خیر مقدم کیا۔ گو مجھے اس بات کا شدت سے احساس تھا کہ میں اپنا ایک ہاتھ گنوا چکا ہوں لیکن ان لوگوں کو چونکہ اصل واقعات کا علم نہیں تھا اس لیے مجھے کچھ زیادہ تردد نہ ہوا۔

دو روز تک گھر میں ہنگامہ اور جشن کا عالم رہا۔ تیسرے روز ہم اپنا رخت سفر جو پہلے ہی سے تیار تھا،

لے کر بمبئی سے روانہ ہو گئے۔ میں نے یہی سوچا تھا کہ دوران سفر موقع نکال کر نرگس کو بتا دوں گا کہ خوشی کے یہ اسباب انکا کے پیدا کردہ ہیں لیکن مجھے اس کا موقع نہ ملا۔ نرگس زیادہ تر اپنی ماں کے رہی۔ میں اس کے والد سے گفتگو میں مصروف رہا۔ بہرحال میرے لیے یہ بڑی مسرت کی بات نرگس کے والدین مجھے معاف کر چکے ہیں۔ ان کا برتاؤ میرے ساتھ ویسا ہی تھا جیسے شریف گھرانو داماد کے ساتھ ہوتا ہے۔

نرگس کے گھر پہنچ کر جب میں نے اسے بتایا کہ انکا میرے سر پر آ گئی ہے تو وہ اداس ہو گئی لیکن میں نے اسے تفصیل سے بتایا تو اس کے دل کا غبار چھٹ گیا۔ وہ سچ مچ انکا کو اپنا محسن سمجھ رہی تھی۔ میں نے اسے یقین دلایا تھا کہ انکا اب ہمارے معاملات میں دخل انداز نہیں ہو گی۔ نہ ہی وہ آئندہ مجھے بے گناہ کے قتل پر مجھے مجبور کرے گی۔ نرگس نے ایک بیوی کی حیثیت سے میری بات پر یقین کر لیا میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ انکا کی میرے سر پر موجودگی سے کچھ زیادہ خوش نہیں ہے۔

مجھے نرگس کے ہاں دو ماہ گزر چکے تھے۔ اس عرصے میں انکا کے اندر میں حیرت انگیز تبدیلی ہو رہا تھا۔ وہ ہمہ وقت میرے سر پر لیٹی کسی خیال میں کھوئی سی رہتی۔ کبھی دو ایک دن کے لئے بغیر چلی جاتی پھر دوبارہ خاموشی سے واپس لوٹ آتی۔ کوئی فکر اسے جیسے اندر ہی اندر گھلائے دے رہی تھی کچھ بیمار سی نظر آنے لگی تھی۔ میں نے اس سے پوچھنا چاہا مگر پھر خیال آیا کہ مجھے انکا سے زیادہ نہیں بڑھانا چاہیے لیکن وہ اداس ہی رہی اور مجھ سے اپنے دل پر جبر نہ ہو سکا۔ انکا نے مجھے شدید صدموں سے دوچار کیا تھا مگر اس کے احسانات بھی مجھ پر کم نہیں تھے۔ دو ماہ تک تو میں نے اس نہیں کہا لیکن ایک دن میں نے اس سے پوچھ ہی لیا۔

"میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے چہرے کی شگفتگی روز بروز کم ہوتی جا رہی ہے۔"

انکا میرے سوال پر گلاب کے پھول کے مانند کھل اٹھی۔ تشکرانہ نظروں سے میری طرف بولی۔

"جمیل۔ مجھے حیرت ہے تمہیں میرا خیال کیوں آ گیا۔ میں سمجھ رہی تھی کہ تم میری پریشانی ہو گئے!"

"انکا۔ تم نے بمبئی سے چلتے وقت کہا تھا کہ غالباً تم پر کوئی افتاد پڑی ہے لیکن تم نے تفصیل نہ تھی۔" میں نے بڑے خلوص سے پوچھا۔

"مجھے یاد ہے۔ انکا ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "جمیل، میں تمہیں ایک راز کی بات بتاؤں۔ تم آج دل سے پکارا ہے۔ سنو، دنیا کی تمام شیطانی طاقتیں اگر مل کر بھی مجھے پریشان کرنا چاہیں ان کا مقابلہ کر سکتی ہوں لیکن ایک طاقت ایسی ہے جس کے آگے میرا کوئی زور نہیں چل سکتا۔"

"وہ بھلا کون سی طاقت ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"تمہیں اپنے پرانے دوست رام دیال کی ماں یاد ہے، اس نے تمہیں مشورہ بھی دیا تھا کہ اگر تم ایک منتر پڑھ ڈالو تو مجھے قبضے میں کر سکتے ہو لیکن تم نے انکار کر دیا تھا۔ سچ پوچھو تو مجھے تمہاری یہی بات اچھی لگی تھی۔ اس لیے میں از خود تمہارے سر پر آ گئی۔ دوسری صورت میں مجھے قبضے میں کرنے کے لئے تمہیں رام دیال کی ماں کا بتایا ہوا منتر جاپ کرنا پڑتا جس کے لئے بڑی ریاضت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر کس و ناکس اس میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ بڑے بڑے مہان پنڈت اور پجاری بھی مجھے قبضے میں کرنے سے گھبراتے ہیں۔ اگر ان کے جاپ میں ذرا بھی بھول چوک ہو جاتی ہے تو وہ میری غذا بن جاتے ہیں۔"

میں بڑی خاموشی اور تعجب سے انکا کی گفتگو سنتا رہا پھر جب وہ خاموش ہوئی تو میں نے نہ جانے کیوں دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"انکا۔ کیا آج کل کوئی پنڈت یا پجاری تمہیں قبضے میں کرنے کے لئے جاپ کر رہا ہے؟"

"ہاں۔" انکا نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ "مجھے حاصل کرنے کے لئے اسے ایک سو ایک دن تک اس منتر کا جاپ کرنا ہے جس میں سے ستر سے زیادہ دن گزر چکے ہیں۔"

"ابھی تک اس سے کوئی بھول نہیں ہوئی؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"نہیں۔" انکا نے پُر خیال انداز میں جواب دیا' پھر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔ "اتفاق ہی سمجھو جمیل جو میں اس پنڈت کے اس خیال سے بروقت آگاہ نہ ہو سکی کہ وہ مجھے قبضے میں کرنے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ ان دنوں میں انسپکٹر ساجد کے سر پر مسلط تھی۔ میں تمہیں اس حادثے کے الزام سے بچانے میں منہمک تھی۔ بس ان ہی دنوں وہ اپنے منڈل (دائرۂ حصار) میں چلا گیا۔"

"کیا اب تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں؟"

"جب تک وہ منڈل کے اندر ہے میں کچھ نہیں کر سکتی۔ ہاں اگر اس سے کوئی بھول ہو جائے تو میں پلک جھپکتے میں اس کی سانس باہر نکال سکتی ہوں۔"

"اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تو؟" میں نے قدرے بے چین ہو کر سوال کیا۔

"اگر وہ کامیاب ہو گیا جمیل تو مجھے اس کا غلام بن جانا پڑے گا اور پھر اس وقت تک اس کے ہر حکم کی بجا آوری میرا فرض ہو گا جب تک وہ مر نہیں جاتا۔"

انکا نے یہ جملہ کہتے وقت مجھے ایسی حسرت بھری نظروں سے دیکھا کہ میں تڑپ اٹھا۔ اس کی نظروں میں التجا تھی' ایک درخواست جسے میں رد نہ کر سکا۔ نہ جانے کیوں اب مجھے اس تصور ہی سے ہول آنے لگا کہ انکا مجھ سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو جائے گی۔ اس نے میرے لیے بے شمار قربانیاں دی تھیں۔ اُن گنت احسانات کئے تھے۔ مجھے اس سے انس ہو گیا تھا۔ ایسا انس جس کو میں کوئی نام نہیں دے سکتا،

صرف محسوس کرسکتا تھا۔اس وقت انکا کے سلسلے میں' میں اس جذباتی کیفیت پر خود بھی حیران تھا۔ا
عرصے سے میرے سر پر مسلط رہی تھی اور اس نے مجھے دنیا کے تمام انسانوں سے علیحدہ ایک عجیب
وغریب زندگی گزارنے پر مجبور کردیا تھا۔اب طویل رفاقت کے بعد مجھے اس سے ایک قلبی لگاؤ محسوس
رہا تھا۔وہ مجھے اداس اور دل گیر نظر آئی تو میرا جی اسے سینے سے لگانے کو چاہا۔اس کے جسم کے نشیب
فراز اپنے سر پر محسوس کرنے کے بعد پہلی بار مجھے احساس ہوا جیسے انکا کے جسم میں بڑی کشش ہو۔ ہو
میں نے اس کے حسین جسم کا استحصال نہ کر کے کوئی غلطی کی ہو۔

مجھے یہ بھی خیال ہو رہا تھا کہ اگر میں اس آڑے وقت میں انکا کے کام آ گیا اور اسے بچانے میں
کامیاب ہو گیا تو پھر یقیناً وہ میری بے دام کنیز بن کر رہے گی۔میں جو چاہوں گا وہ کروں گا۔انکا سے جو
مانگوں گا وہ مجھے مل جائے گا۔ہر چند کہ خدا کا دیا ہوا میرے پاس سب کچھ موجود تھا لیکن مزید دولت کی
ہوس کسے نہیں ہوتی۔انسانی فطرت یہی ہے کہ آدمی خواہ کتنا ہی دولت مند کیوں نہ ہو جائے اسے مزید
دولت مند بننے کی خواہش بے چین کیے رہتی ہے۔میری کیفیت بھی اس وقت کچھ ایسی ہی تھی۔میں نے
دھڑکتے ہوئے دل سے کہا۔

''انکا۔کیا میں تمہارے کسی کام آ سکتا ہوں؟''

''جمیل۔میں تم پر واری جاؤں۔تم اس وقت جو سوچ رہے ہو کاش تم پہلے سوچتے۔کاش تم نے مجھے
نرگس کی طرح محسوس کیا ہوتا۔'' انکا نے وارفتگی سے کہا۔

''انکا مجھے بتاؤ میں تمہارے کیا کام آ سکتا ہوں؟'' میں نے بھی اسی لہجے میں جواب دیا۔

''جمیل۔مجھے یقین ہے تم اگر چاہو تو مجھے بچا سکتے ہو۔اس کے عوض میں تمہاری باندی بننے کو بھی تیار
ہوں۔''

''میں تمہیں ہر قیمت پر اس پنڈت کے ناپاک منصوبے سے نجات دلا کر دم لوں گا۔'' میں نے
فیصلہ کن لہجے میں کہا تو انکا کھل اٹھی۔مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

''جمیل۔میں نے تمہارا انتخاب غلط نہیں کیا۔تم بہت اچھے ہو مگر اب اپنے دل میں میرے لئے
برائی نہ لانا۔''

''مجھے بتاؤ کہ اب مجھے اس پنڈت کے لئے کیا کرنا چاہیے؟'' میں نے جذباتی ہو کر پوچھا۔

''اتنی جلدی کی ضرورت نہیں جمیل۔کچھ دن اور رک جاؤ پھر میں تم کو اس پنڈت کے بارے میں
سب باتیں تفصیل سے بتا دوں گی۔''

اس رات میں نے انکا کو ایک عرصے بعد پُرسکون نیند میں محو پایا تھا۔وہ خراٹے لے رہی تھی اور
بری معلوم ہو رہی تھی۔نیند میں اس کے چہرے پر عجیب معصومیت تھی۔میں نے انکا کے سراپا کو دیکھا

مجھے اس پر بے اختیار پیار آ گیا۔میں اسے سوتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ایک حسین وجمیل ننھی عورت کو،
میرے سامنے میرے مستقبل کے حسین خواب تھے۔میرے پاس انکا تھی۔پُراسرار قوتوں کی مالک۔

☆==========☆==========☆

مجھے نرگس کے ہاں آئے ہوئے ڈھائی مہینے گزر چکے تھے۔نرگس کے والدین ہمہ وقت میری تواضع
میں لگے رہتے۔مجھے یہاں ہر قسم کا سکون اور آرام نصیب تھا لیکن جب سے مجھے یہ معلوم ہوا تھا کہ کسی
پنڈت نے انکا کو اپنے قبضے میں کرنے کے لئے کوئی جاپ شروع کر دیا ہے' مجھے ہر وقت بے چینی سی
رہتی۔میں اکثر سوچتا۔انکا اگر مجھے چھوڑنے پر مجبور ہوگئی تو میرا کیا بنے گا۔میں جو ایک عرصے سے انکا کو
اپنے سر پر برداشت کیے ہوئے تھا' کیا اب اس کی فرقت برداشت کر سکوں گا؟

انکا میری ناتوانی کا سہارا بن گئی تھی۔یہ سہارا مجھ سے چھن گیا تو میرا کیا حشر ہو گا۔صورت حال نے
دوسرا رخ اختیار کر لیا تھا۔انکا نے اپنے رویے میں ترمیم کر لی تھی۔اب وہ میرے لئے بے ضرر تھی اور
مجھے اس سے کچھ عشق سا ہو چلا تھا۔اس نے بہت دنوں سے مجھ سے کوئی فرمائش یا مطالبہ نہیں کیا تھا' ہر
وقت چپ چاپ لیٹی اپنی سوچوں میں گم رہتی۔اداس اداس انکا کو دیکھ کر مجھے اس پر ترس آنے لگتا اور
اسے آزردہ خاطر دیکھ کر مجھ پر بھی اداسی چھا جاتی۔

انکا کے چہرے پر اب وہ پہلے جیسی تازگی اور شگفتگی بھی نہ رہی تھی۔شاید اس لیے کہ اس نے ڈیڑھ
دو ماہ سے خون کا ایک قطرہ بھی نہیں چکھا تھا۔انسانی خون جو انکا کے پُراسرار وجود کو زندہ رکھنے کے لئے
اس کی واحد غذا تھی۔اس کی رنگت زرد پڑتی جا رہی تھی' وہ ہر وقت مضمحل سی نظر آتی' اس کی شوخ آنکھوں
کی مخصوص چمک بھی رخصت ہو گئی تھی۔اس کا حسن جو کبھی ادھ کھلے گلاب کے پھول کے مانند شگفتہ
اور شاداب نظر آتا تھا آہستہ آہستہ خزاں زدہ پنکھڑیوں کی طرح مرجھاتا جا رہا تھا۔

ایک روز جب میں نرگس کے والد کے عالی شان بنگلے کے پائیں باغ میں بیٹھا ہوا عالم تصور میں انکا
کی بے چارگی پر غور کر رہا تھا کہ ایک خیال سے میرے ذہن میں ابھرا۔کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ انکا جان
بوجھ کر اپنی زندگی ختم کرنے کے درپے ہو گئی...... ہو سکتا ہے میری طرح وہ بھی آنے والے لمحات کو محسوس
کر کے ہراساں ہو گئی ہو اور اس نے قید و بند کی زندگی پر موت کو ترجیح دینے کی ٹھان لی ہو اور دیدہ دانستہ
انسانی خون سے منہ موڑ لیا ہو...... اگر یہ صورت برقرار رہی تو انکا مر جائے گی...... اس کا وجود ہمیشہ کے
لئے ختم ہو جائے گا۔اس کا حسن' اس کی شوخ اور چنچل مسکراہٹ' اس کی دلکش معصوم باتیں اور اس کی
پُراسرار قوتیں سب خاک میں مل جائیں گی اور یہ سب کچھ میری وجہ سے ہو گا۔انکا نے مجھے بتایا تھا کہ ان
دنوں وہ انسپکٹر ساجد کے سر پر مسلط تھی اور مجھے گاڑی والے حادثے کے سنگین الزام سے بچانے میں اس
قدر منہمک تھی کہ اسے علم ہی نہ ہو سکا کہ وہ پنڈت کب اپنے منڈل (دائرہ' حصار) میں چلا گیا جو اپنا

جاپ پورا کر کے انکا کے پُر اسرار وجود کو اپنا غلام بنانا چاہتا تھا۔

اب انکا کی جدائی مجھے کسی طرح منظور نہیں تھی۔ میں اسی کشمکش و پیچ میں مبتلا تھا۔ کوئی بات سمجھ میں آتی تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ اس وقت بھی میرے سر پر بے سدھ پڑی ہے اور لمبی لمبی سانسیں لے رہی ہے۔ یوں جیسے اب وہ واقعی اپنی زندگی سے اکتا گئی ہو۔ میں اسے دیوانہ وار دیکھتا رہا پھر اچانک میں نے سر کو زور سے جھٹکا دیا۔ مجھے اپنے ارادے میں مایوسی نہیں ہوئی۔ انکا یوں چونک کر جاگی جیسے کوئی بھیانک خواب دیکھ کر ڈر گئی ہو۔ اس کے مرجھائے ہوئے رخساروں اور مضمحل نظروں میں مجھے زندگی کی ہوئی محسوس ہوئی۔ میرا اضطراب اب سوا ہو گیا اور میں نے اسے مخاطب کر کے بڑے جذباتی لہجے میں کہا۔

''انکا........تم میری زندگی ہو۔ مجھے تمہاری یہ اداسی کھائے جا رہی ہے۔ میری جان میرے لیے زندہ رہو۔''

''جمیل۔'' انکا نے مجھے ڈبڈبائی نظروں سے دیکھا پھر سرد لہجے میں بولی ''میں جانتی ہوں تم میری ساری خطاؤں کو معاف کر چکے ہو۔ ہاں اب تم مجھ سے سچی محبت کرنے لگے ہو۔ اسی لیے تو میں چاہتی ہوں کہ اس منحوس گھڑی کے آنے سے پہلے اس وجود کو ختم کر دوں جب کوئی دوسرا میرا حاکم بن جائے اور میں تمہارے پاس دو گھڑی آنے سے بھی مجبور ہو جاؤں۔''

''خدارا ایسا مت کہو انکا۔ اب بات وہ نہیں رہی جو پہلے تھی اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو میں بھی زندہ نہ رہ سکوں گا۔'' میں نے تیزی سے کہا ''میں تمہاری زندگی اور آزادی کے لیے سب کچھ کر گزروں گا۔ تمہیں اگر انسانی خون کی ضرورت ہے تو وہ بھی میں تمہیں فراہم کرنے کو تیار ہوں۔ میں اس پنڈت کو بھی جہنم رسید کر دوں گا جو تمہیں مجھ سے چھین لینے کے خواب دیکھ رہا ہے۔ مجھے بتاؤ انکا کہ وہ کہاں بیٹھا اپنا ناپاک عمل کر رہا ہے۔ تمہارے لیے میں موت سے بھی ٹکرانے کو تیار ہوں۔''

''جمیل۔ مجھے معلوم ہے۔'' انکا کے پھیکے ہونٹوں پر بڑا دل آویز تبسم ابھرا۔ وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی ''تمہیں میرا کس قدر خیال ہے۔ کاش ایسا ہوتا کہ ہم مدتوں ایک ساتھ رہ سکتے۔''

''ہم ہمیشہ ایک دوسرے کے لیے زندہ رہیں گے انکا۔ تم مجھے اس مردود پنڈت کا پتا بتا دو اس کے بعد میں سب کچھ ٹھیک کر لوں گا۔''

''جمیل۔ مجھے تمہارے اوپر پورا یقین ہے۔ اس کے باوجود میں فی الحال پنڈت کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتی۔''

''کیوں! کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں کہ وہ کس جگہ بیٹھا اپنا منحوس جاپ پورا کر رہا ہے؟''

''مجھے سب کچھ معلوم ہے لیکن جب تک پنڈت اپنے منڈل میں ہے، تم بھی اس کا بال بھی بیکا نہیں

کر سکتے۔ میں جان بوجھ کر تمہیں خطرات میں نہیں ڈال سکتی۔''

''پھر......اس کا تدارک کیونکر ہو گا؟''

''صبر سے کام لو جمیل۔ ابھی سترہ اٹھارہ روز اور باقی ہیں۔ اس عرصے میں کچھ نہ کچھ تدبیر تو بہر حال کرنی ہو گی۔'' انکا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا پھر دلنشین لہجے میں بولی۔ ''تم میرا اتنا خیال رکھتے ہو میرے لیے اتنا ہی کافی ہے۔''

میں انکا سے گفتگو کر رہا تھا کہ نرگس باہر آ گئی۔ میں اب نرگس کی موجودگی میں اکثر انکا سے باتیں کر لیا کرتا تھا لیکن اس وقت معاملہ چونکہ دوسرا تھا اس لیے میں نے چپ سادھ لی۔ نرگس اس وقت خلاف توقع مجھے کچھ سنجیدہ نظر آ رہی تھی ورنہ جب سے وہ یہاں آئی تھی، ہر وقت مسکراتی رہتی تھی۔

''کیا کوئی خاص بات ہے؟'' میں نے نرگس کے قریب آنے پر اس کی سنجیدگی کی وجہ دریافت کی۔

''جمیل........میں آپ سے اس وقت ایک خاص مسئلے پر بات کرنا چاہتی ہوں؟''

''مجھے بتاؤ۔ آخر معاملہ کیا ہے؟''

''ڈیڈی آج کل بہت پریشان ہیں۔'' نرگس نے آہستہ سے کہا۔ ''بہت دنوں سے وہ ایک ٹھیکے کے چکر میں پڑے ہوئے تھے۔ ہزاروں روپے ان افراد کو کھلا چکے ہیں جنہوں نے وعدہ کیا تھا کہ ٹینڈر ان کے نام کھولا جائے گا لیکن اب کوئی دوسری پارٹی مقابلے پر آ گئی ہے۔''

''گویا تمہارے ڈیڈی کو یہ خسارہ منظور نہیں۔''

''یہ بات نہیں ہے۔'' نرگس نے تیزی سے کہا۔ ''دراصل ڈیڈی اور اس پارٹی کے درمیان بہت دنوں سے کشمکش جاری ہے اس لیے ڈیڈی نے اس معاملے کو اپنی عزت کا مسئلہ بنا لیا ہے۔''

''تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟'' میں نے نرگس کا مفہوم نہ سمجھتے ہوئے دریافت کیا۔ کاروباری معاملات اور پھر نرگس کے والد کے اندرونی معاملات میں، میں نے کبھی دخل نہیں دیا تھا اس لیے میں فوری طور پر یہ نہ سمجھ سکا کہ نرگس اس سلسلے میں مجھ سے کیا چاہتی ہے۔

میرا جواب سن کر نرگس ایک لمحے کے لیے چپ رہی پھر رازداری سے بولی۔

''جمیل........یہ ڈیڈی کی عزت کا معاملہ ہے اس لیے میں چاہتی ہوں کہ آپ انکا سے مدد کرنے کو کہیں۔''

انکا جواب تک خاموش بیٹھی میری اور نرگس کی گفتگو سن رہی تھی، ایک دم اٹھ کر کھڑی ہو گئی پھر اس سے پیشتر کہ میں نرگس کی بات کا کوئی جواب دیتا، انکا نے سرگوشی کی۔

''جمیل۔ میں معاملے کی تہ تک پہنچ گئی ہوں۔ اصل معاملہ کیا ہے، اس کا علم نرگس اور اس کے باپ کو بھی نہیں ہے۔ تم نرگس سے کہہ دو کہ ٹینڈر اسی کے والد کے نام کھلے گا۔''

میں نے نرگس کو انکا کا جواب سنایا تو وہ خوشی سے کھل اٹھی۔ مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں وہ قبل از وقت اپنے والد سے کچھ نہ کہہ دے اس لیے میں نے اسے سمجھا دیا کہ فی الحال وہ انکا کے جواب کو راز میں رکھے اور اپنے والد سے صرف اتنا کہہ دے کہ میں اپنے ایک واقف کار کے ذریعے معاملات طے کرا دوں گا۔ نرگس پوری طرح مطمئن ہو کر چلی گئی تو انکا نے مجھے تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔

''جس شخص نے تمہارے سسر سے رقمیں کھائی ہیں' یہ سب اسی کی بدمعاشی ہے۔ دوسری پارٹی کو اس شخص مقابلے پر لایا ہے۔''

''پھر۔ اب تم کیا کرو گی؟''

''تم میرے دوست ہو جمیل۔ کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑے گا۔ تمہیں صرف مجھے اس شخص کے گھر تک لے چلنا ہوگا۔'' انکا نے آخری جملہ بڑی اداسی سے کہا پھر ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ ''میں تمہیں تکلیف نہ دیتی جمیل لیکن نقاہت کی وجہ سے مجھ سے ہلا بھی نہیں جاتا۔''

میں نے انکا کے خزاں زدہ چہرے کو دیکھا تو مجھے ایک دھچکا سا لگا۔ مصلحتاً میں اس وقت چپ رہا۔ رات کھانے سے فارغ ہو کر میں حسب معمول ٹہلنے کے بہانے باہر نکلا اور اس شخص کے گھر کی سمت چل پڑا جس نے نرگس کے والد سے ٹینڈر کے سلسلے میں دھوکے بازی کی تھی۔ انکا میری رہبری کر رہی تھی۔ ایک خوب صورت بنگلہ نما مکان تھا۔ انکا کے کہنے پر میں بے دھڑک مکان کے اندر داخل ہو گیا۔ انکا نے مجھے بتایا تھا کہ مطلوبہ شخص اس وقت گھر پر رہتا ہے اور اس کے بیوی بچے کسی تقریب میں گئے ہوئے ہیں۔ میں نے دروازے پر پہنچ کر گھنٹی بجائی تو ایک ناٹے قد اور دوہرے بدن کا آدمی باہر نکلا۔ اس وقت وہ ریشمی ڈریسنگ گاؤن میں ملبوس تھا۔ چہرے سے انتہائی مکار نظر آ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر بڑے خشک لہجے میں بولا۔

''کون ہو تم اور اتنی رات گئے یہاں کس لیے آئے ہو؟''

میں نے اسے سرتاپا گھور کر ایک نظر دیکھا۔ ''محترم' میں ایک خاص ضرورت کے سلسلے میں حاضر ہوں۔ بات تفصیل طلب ہے اس لیے کیا آپ مجھ سے بیٹھنے کو بھی نہیں کہیں گے؟''

''کس سلسلے میں گفتگو کرنا چاہتے ہو؟''

''مسٹر اصفہانی کے ٹینڈر کے سلسلے میں۔'' میں نے قدرے ناگوار انداز میں جواب دیا۔

''گیٹ آؤٹ۔'' وہ شدید نفرت سے بولا۔ ''میں اصفہانی کے سلسلے میں......''

لیکن قبل اس کے کہ وہ اپنا جملہ مکمل کرتا' باقی کام میں نے اس طرح انجام دیا جیسے کوئی کمپیوٹر اپنے فرائض انجام دے۔ میں اس کمپیوٹر کی طرح جس کا بٹن انکا کے ہاتھ میں تھا' تیزی سے اپنا کام کرنے لگا۔ میں نے اسے سنبھلنے کا موقع ہی نہیں دیا۔

دوسرے ہی لمحے میں نے اس کی چھاتی پر سوار ہو کر اس کی گردن پر اپنی گرفت جمائی اور اپنے اکلوتے ہاتھ کے حلقے کو تنگ کرتا چلا گیا۔ کچھ دیر تک وہ ماہی بے آب کی طرح میرے جسم کے بوجھ تلے تڑپا پھر ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیے۔ اس کی حلقوں سے ابلی ہوئی خوفناک آنکھیں اس بات کی غمازی کر رہی تھیں کہ اب وہ ایک دو گھڑی کا مہمان ہے۔ اس کی سانس اکھڑ چکی تھی۔

میں نے اسے عالم وحشت اور کیفیت غضب میں ایک بار پھر ضرب پہنچائی لیکن پھر اس خیال سے کہ میں اس وقت بہت نازک صورت حال سے دوچار ہو چکا ہوں' پکڑا بھی جا سکتا ہوں' میرا دل دھڑکنے لگا۔ میں بوکھلا کر واپسی کے ارادے سے پلٹا ہی تھا کہ انکا کی سرگوشی میرے کانوں سے ٹکرائی۔

''جمیل۔ وہ مر رہا ہے' مرنے سے پہلے نہ جاؤ۔ میرے لیے ایک ٹھوکر مار کر اس کا سر پھاڑ دو۔ اس کا کام بھی تمام ہو جائے گا اور میں تمہاری خاطر اپنے وجود کو برقرار رکھ سکوں گی۔''

انکا کی آواز آئی تو میرے اوسان درست ہوئے۔ مجھے خیال ہوا کہ شاید میں نے انکا کی محبت میں لاشعوری طور پر یہ سب کچھ کیا ہے۔ میں نے نفرت سے ایک بھرپور ٹھوکر جان بلب شخص کے سر پر ماری تو خون کی دھار پھوٹ پڑی۔ اس کے بعد میں نے انکا کو سرشار نظروں سے دیکھا جو میرے سر پر کھڑی اپنی زبان ہونٹوں پر پھیر رہی تھی۔ تازہ اور گاڑھا گاڑھا خون دیکھ کر اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ وہ کہنے لگی۔

''جمیل۔ تم اب یہاں سے فوراً کھسک لو ورنہ پکڑے جاؤ گے۔ سیدھے گھر جانا۔ کیا سمجھے۔''

''لیکن اس کے بیوی بچوں کا کیا بنے گا؟'' میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

''ان کی فکر مت کرو۔ میں ابھی زندہ ہوں۔''

مردہ شخص پر ایک نظر ڈال کر واپسی کے ارادے سے میں گھوما تو انکا نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

''سنو جمیل۔ تم گھر جاتے ہوئے اس ٹھیکیدار کو فون کر کے یہاں پہنچنے کی ہدایت کر دو جس نے تمہارے سسر کے معاملے میں ٹانگ پھنسانے کی کوشش کی تھی۔ باقی کام میں کر لوں گی۔ تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔''

میں انکا کی ہدایت ذہن نشین کرتا ہوا باہر آ گیا۔ راستے میں ایک بوتھ سے میں نے دوسرے ٹھیکیدار کے نمبر پر فون کر کے اسے بدلی ہوئی آواز میں مقتول کے گھر پہنچنے کی ہدایت کی پھر سیدھا گھر آ گیا۔ نرگس اپنے والد اور والدہ کے ساتھ دوسرے کمرے میں موجود تھی۔ چنانچہ میں خاموشی سے اپنی خواب گاہ میں جا کر لیٹ رہا۔ میرا خیال تھا کہ نرگس آئے گی تو اسے حالات سے مطلع کر دوں گا لیکن نہ جانے کب میری آنکھ لگ گئی اور میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔ صبح اس وقت میری آنکھ کھلی جب نرگس نے مجھے جھنجھوڑ کر بیدار کیا۔ اس کے چہرے پر تشویش اور فکر کے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ ہاتھ میں تازہ

اخبار لیے وہ مجھے عجب سراسیمہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ رات جو کچھ ہوا تھا' میں اسے یکسر فراموش
تھا۔ یوں بھی مجھے جس انداز میں جگایا گیا تھا اس نے میری تمام تر توجہ نرگس کی سمت مبذول
تھی۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

''کیا بات ہے۔ تم کچھ پریشان نظر آ رہی ہو؟''

''پہلے یہ بتائیے جمیل کہ انکا اس وقت آپ کے سر پر موجود ہے یا نہیں؟''

نرگس نے انکا کا حوالہ دیا تو رات والا حادثہ مجھے اچانک یاد آ گیا۔ میرا دل چاہا کہ نرگس کو واقعہ
سے باخبر کر دوں لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے گمان ہوا' ممکن ہے وہ پریشان ہو جائے۔ میں نے اپنا
تبدیل کر دیا۔ عالم تصور میں سر کی جانب دیکھا تو انکا کو محو خواب پایا۔ اس کے چہرے پر اب
رقصاں تھی۔ سوکھے مرجھائے ہوئے گالوں پر سرخی موجود تھی۔ یقیناً یہ تمام علامتیں اس بات کا ثبوت
کہ رات اس نے اپنے وجود کو انسانی خون سے جی بھر کر سیراب کیا ہے۔ انکا کے چہرے پر مسرتیں
مجھے نہ جانے کیوں ایک عجیب روحانی خوشی کا احساس ہوا لیکن میں نے اسے اپنے چہرے سے عیاں
ہونے دیا اور بدستور اپنے تجسس کو برقرار رکھتے ہوئے کہا۔

''انکا تو موجود ہے...... لیکن آخر بات کیا ہے۔ تم اس قدر پریشان کیوں نظر آ رہی ہو؟''

''جمیل۔ جس شخص نے ڈیڈی سے لمبی لمبی رقمیں کھائی تھیں اور جس ٹھیکیدار نے ٹینڈر کے سلسلے
درمیان میں حائل ہونے کی کوشش کی تھی وہ دونوں حیرت انگیز طور پر حادثے کا شکار ہو گئے۔ یہ دیکھو۔
نرگس نے اخبار میرے سامنے کر دیا۔ میں نے اخبار نرگس کے ہاتھوں سے لے کر پڑھنا
کر دیا۔ پہلے ہی صفحے پر جلی سرخیوں کے ساتھ قاتل اور مقتول کے بارے میں پوری تفصیل درج
پولیس رپورٹ کے مطابق ٹھیکیدار کو رنگے ہاتھوں جائے وقوعہ سے گرفتار کیا گیا تھا۔ قاتل کا بیان
صاف تھا' اس نے پولیس کو یہی بیان دیا تھا کہ مقتول نے اسے ٹھیکہ دلانے کے بہانے بڑی بڑی
کھائیں پھر بعد میں منکر ہو گیا۔ اس نے طیش میں آ کر اسے ہلاک کر دیا۔ کیس بظاہر بالکل صاف
لیکن پولیس کے حلقوں میں یہ بات موضوع بحث بنی ہوئی تھی کہ مقتول کے جسم کا سارا خون کیونکر
ہو گیا۔ ٹھیکیدار نے اس ضمن میں لاعلمی کا اظہار کیا تھا۔

اخبار پڑھ کر میں نے نرگس کی طرف دیکھا جو مجھے اب بھی حیرت آمیز نظروں سے دیکھ
تھی۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر اس نے تیزی سے کہا۔

''جمیل۔ کیا آپ کو اس واردات میں انکا کا ہاتھ نظر نہیں آ رہا؟''

''مجھے کچھ نہیں معلوم۔ بہر حال اب تمہارے ڈیڈی کے لیے میدان صاف ہو گیا ہے۔''
بات کا رخ بدلتے ہوئے پوچھا۔ ''ان کا کیا خیال ہے اس بارے میں؟''

''ڈیڈی نے اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا مگر میرا اندازہ یہی ہے کہ آج کا اخبار پڑھ کر انہیں خوشی ہوئی ہے۔''

''یقیناً ہوئی ہو گی۔'' میں نے کہا۔ ''دنیا کا عجب دستور ہے نرگس۔ ایک کا غم دوسرے کی خوشی کا سبب
بنتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو دنیا کا کوئی انسان کبھی ہنستا بولتا نظر نہ آئے۔''

''آپ کا کہنا ٹھیک ہے لیکن مجھے اس خبر کو پڑھ کر دکھ ہوا ہے۔ میں اس حد تک نہیں چاہتی تھی کہ بات
بڑھے۔''

میں نرگس کی بات کا جواب دینے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اس کے ڈیڈی کمرے میں داخل
ہوئے۔ نرگس جلدی سے اٹھ کر مجھ سے دور ہو گئی۔ میں نے بڑے ادب سے سلام کیا تو انہوں نے
دعائیں دینی شروع کر دیں۔ کچھ دیر بیٹھے ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے پھر کہا۔

''جمیل بیٹے۔ تم نے آج کا اخبار دیکھا؟''

''جی ہاں۔'' میں نے نیازمندی سے جواب دیا۔ ''اللہ کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے جو جیسا کرتا ہے
ویسا ہی بھرتا ہے۔''

''ڈیڈی۔'' نرگس نے درمیان میں بولتے ہوئے پوچھا۔ ''مقتول کی بیوی اور بچوں کا اب کیا بنے
گا؟''

''بیٹی جو کچھ مجھ سے ہو سکے گا' ضرور کروں گا۔''

باپ بیٹی کے درمیان خاصی دیر تک اس مسئلے پر بات ہوتی رہی۔ نرگس کے والد مقتول کے گھر والوں
کے سلسلے میں اپنی ہمدردی کا اظہار کر رہے تھے لیکن میں دیکھ رہا تھا کہ ان کے چہرے پر خوشی دمک رہی
تھی۔ مقتول کے ورثاء یا قاتل کی گرفتاری سے انہیں کوئی سروکار نہیں تھا۔ انہیں تو بس اس بات کی خوشی تھی
کہ اب ٹینڈر انہی کے نام کھلے گا۔ اس ٹھیکے میں نرگس کے والد کو ڈھائی لاکھ کی آمدنی متوقع تھی۔

کچھ دیر بعد نرگس اور اس کے ڈیڈی اٹھ کر چلے گئے تو میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اخبارات میں
واردات کی مکمل تفصیل پڑھ لینے کے بعد مجھے اطمینان ہو گیا تھا کہ اب مجھ پر کسی قسم کا شبہ نہیں کیا جا سکتا
تھا۔ انکا کی قوتیں واقعی لامحدود تھیں۔ اس نے خوبصورتی سے حالات پر اپنی گرفت جمائی تھی۔ مجھے انکا
میں رونما ہونے والی تبدیلی پر بھی بے حد مسرت تھی۔ اس وقت وہ بڑے خوب صورت انداز میں میرے
سر پر سوار تھی۔ اس کے پتلے پتلے اور نازک نازک ہونٹوں پر زندگی مسکرا رہی تھی۔ جن رخساروں پر کل
تک خزاں کا تسلط تھا وہاں اب شفق کی سرخی پھیلی نظر آ رہی تھی۔ میں عالم تصور میں نہ جانے کب تک انکا کو
محو خواب دیکھتا رہا اور اپنے مستقبل کے بارے میں سوچتا رہا۔ انکا نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ اگر میں نے
اسے پنڈت کی غلامی میں جانے سے بچا لیا تو وہ ہمیشہ میری باندی بن کر رہے گی۔ کبھی میرے کسی حکم

سے انکا نہیں کرے گی...... آنے والے خوش آئند مستقبل کے حسین خواب میری روح کو تازگی بخش رہے تھے۔ میں اپنے خیالوں کی دنیا میں گم تھا کہ انکا ایک توبہ شکن انگڑائی لے کر بیدار ہوگئی۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پایا تو ہونٹوں پر ایک شوخ مسکراہٹ بکھیر کر بولی۔

"کیسے ہو جمیل۔ رات کیسی گزری؟"

"خوب نیند آئی۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا پھر اسے اخبار میں شائع ہونے والی تفصیل کے بارے میں بتانے لگا۔ انکا گھٹنوں پر سر ٹکائے میری باتیں سنتی رہی۔ میں چپ ہوا تو اس نے اظہار ہوئے کہا۔

"جمیل۔ تمہارا حکم جو تھا اس لیے میں نے حالات کو تمہارے سسر کے حق میں کر دیا لیکن تمہارے اصفہانی صاحب بھی بہت گہرے آدمی ہیں۔ جو کچھ اوپر سے نظر آتے ہیں وہ اندر سے نہیں ہیں۔ کیا نے اس کے بارے میں غور کیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"مطلب بہت صاف ہے جمیل۔" انکا نے طنزیہ مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیرتے ہوئے کہا۔ "تمہیں معلوم ہے کہ اصفہانی صاحب کروڑوں کی جائیداد کے مالک ہیں۔ چار پانچ بینکوں میں اکاؤنٹ ہیں۔ ایسی صورت میں انہیں لاکھ دو لاکھ کے نقصان کی بھلا کیا پرواہ ہو سکتی ہے...... مگر کل رات مجھے معلوم ہوا کہ اصل چکر کیا ہے۔ معاملات کچھ اور ہی ہیں۔"

"صاف صاف بتاؤ مجھے کہ معاملہ کیا ہے؟" میں نے بے چینی سے پوچھا تو انکا نے سنجیدگی سے شروع کیا۔

"میرا خیال ہے تم سے کچھ چھپانا مناسب نہیں مگر ہاں جو کچھ میں کہوں، نرگس سے ان باتوں کا تذ نہ کرنا ورنہ اسے صدمہ ہوگا۔ بات دراصل یہ ہے کہ تمہارے سسر نے ایک دوسری عورت بھی کر رکھی جس کا علم نرگس یا اس کی ماں کو نہیں ہے۔ عورت حسین ہونے کے ساتھ ساتھ بلا کی ہوشیار ہے۔ اس تمہارے سسر کو اپنے ناز نخروں کے حسین جال میں پوری پوری طرح پھانس رکھا ہے اور دونوں ہاتھوں بے لوٹ رہی ہے۔ اصفہانی صاحب جو یہ کاروباری مصروفیات کا بہانہ کر کے رات کو دیر تک غائب رہتے ہیں یہ سب بکواس ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نازلی نے انہیں پوری طرح اپنے قبضے میں کر رکھا ہے

"کیا نازلی اس عورت کا نام ہے؟" میں نے حیرت سے دریافت کیا۔ انکا کی زبانی یہ انکشاف میری عقل دنگ رہ گئی میں کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ اصفہانی صاحب جو بظاہر انتہائی نیک خصلت اور نیک نفس نظر آتے ہیں، بباطن اس قدر گہرے اور چھپے رستم بھی ہو سکتے ہیں۔

انکا میرا سوال سن کر مسکراتی ہوئی کھڑی ہوگئی اور کمر پر ہاتھ رکھ کر محبوبانہ انداز میں بولی۔

"ہاں جمیل۔ نازلی اس عورت کا نام ہے جو گزشتہ دو برس سے تمہارے سسر کی آغوش گرم کیے ہوئے ہے۔ بڑی ہی حسین اور صحت مند ہے۔ اصفہانی صاحب کے پاس آنے سے پیشتر وہ ایک مقامی مجسٹریٹ کی داشتہ رہ چکی ہے۔ اسی مجسٹریٹ نے نازلی کو اصفہانی صاحب سے ملایا تھا۔ بعد میں تمہارے سسر نے اپنی بے پناہ دولت کا مظاہرہ کیا تو نازلی پکے ہوئے آم کی طرح ان کی آغوش میں آ گئی۔ اصفہانی صاحب نے اسے پوشیدہ طور پر یہیں ایک خوب صورت بنگلے میں چھپا رکھا ہے جس کا علم مجسٹریٹ کو نہیں۔ جس روز بھی اسے پتا چل گیا کہ تمہارے سسر نے دوستی کی آڑ میں شکار کھیلا ہے اسی روز دونوں میں ٹھن جائے گی۔ ان کی یہ کمزوری ٹھیکیدار کو بھی معلوم ہوگئی تھی۔

"ویسے یہ حقیقت ہے کہ نازلی بڑی جاندار عورت ہے۔ سچ کہتی ہوں جمیل اگر تم بھی اسے ایک بار دیکھ لو تو ریشہ خطمی ہو جاؤ۔ تمہیں اپنی کملا تو یاد ہے نا۔ وہی جس نے تمہارے ساتھ ایک رات گزاری تھی پھر میرے کہنے پر تم نے اسے چوپاٹی لے جا کر مار ڈالا تھا! تمہیں کملا بہت پسند تھی نا! اگر تم نازلی کو دیکھ لو تو کملا کا مدھم سا تصور بھی کبھی تمہارے قریب نہیں پھٹک سکتا...... کیا خیال ہے جمیل...... ملو گے نازلی سے؟"

کوئی اور موقع ہوتا تو ممکن تھا انکا کی زبانی نازلی کی خوب صورتی کی تعریف سن کر میں متزلزل ہو جاتا لیکن یہاں معاملہ نرگس کے ڈیڈی کا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ نرگس یا اس کی والدہ کو حالات کا پتا چل جاتا تو ایک قیامت آ جاتی۔ ان کے گھر کا سکون درہم برہم ہو جاتا میں دیر تک حالات کے نئے رخ پر غور کرتا رہا پھر بولا۔

"انکا۔ کیا تم کوئی ایسا چکر نہیں چلا سکتیں کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔"

"تم کوئی بات کہو اور میں نہ مانوں، بھلا یہ کیسے ممکن ہے لیکن میری مانو تو کچھ دنوں اس چکر کو اور چلنے دو۔ مجھے یقین ہے نازلی زیادہ دنوں تک تمہارے سسر پر اکتفا نہیں کر سکتی۔ جس روز اسے اصفہانی صاحب سے زیادہ موٹی اسامی مل گئی وہ اس کے ساتھ چھومنتر ہو جائے گی۔"

"لیکن اس عرصے میں تو وہ نرگس کے والد سے لاکھوں کی رقم اور ہتھیا لے گی۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"تمہیں اس کا غم کیوں ہے۔" انکا نے شوخی سے کہا۔ "تمہارے سسر نے اتنی ساری دولت بھلا کون کی ایمانداری سے جمع کی ہے۔ تم جو یہ ٹھاٹ باٹ دیکھ رہے ہو، یہ سب دھوکے اور فریب سے بٹوری ہوئی دولت کا کرشمہ ہے۔ اگر نازلی اس میں سے کچھ لے لیتی ہے تو کیا حرج ہے! کبھی تم بھی عورتوں پر پانی کی طرح بے دریغ......"

"ان باتوں کو چھوڑو۔" میں نے جلدی سے انکا کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "یہاں معاملہ نرگس اور

اس کی ماں کا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ نازلی کا کانٹا درمیان سے جتنی جلدی نکل جائے اتنا ہی اچھا

''اف...... تم تو بہت ڈرتے ہو۔ میں اس مجسٹریٹ کو حقیقت حال سے آگاہ کر دوں گی۔ بعد
خود ہی تمہارے سسر سے نمٹ لے گا۔''

''لیکن اس طرح تو بات بڑھ جانے کا اندیشہ ہے۔''

''اس سے بھی آسان کوئی طریقہ بتاؤں۔'' انکا نے زیر لب مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم نازلی
دوستی کیوں نہیں کر لیتے۔ لڑکی بڑی شاداب ہے پھر میں ایسے حالات پیدا کر دوں گی کہ وہ تمہارے
سے دل برداشتہ ہو کر تمہاری طرف راغب ہو جائے گی۔''

''کیا تم سنجیدگی سے اس مسئلے کا کوئی حل نہیں تلاش کر سکتیں۔'' میں نے انکا کو شرارت پر
پایا تو برہمی سے کہا۔

''بس تمہاری یہ عادت ہی تو مجھے بھاتی ہے۔ اتنی جلدی برا مان گئے جمیل۔'' انکا نے اس بار
سے کہا۔ ''تمہیں چھیڑنے میں بڑا لطف آتا ہے۔''

''یہ دل لگی کی بات نہیں ہے انکا بلکہ نرگس کی ماں کے مستقبل اور اس گھر کے سکون کا سوال ہے۔''

''ٹھیک ہے جمیل۔'' انکا بولی۔ ''مجھے نرگس اور اس کی ماں سے ہمدردی ہے اسی لیے تو
تمہارے سسر کا یہ راز تمہیں بتا دیا۔ تم اگر چاہو تو میں نازلی کا چکر ختم کرا سکتی ہوں لیکن کیا یہ مناسب
کہ تمہارے سسر کو اپنے کئے کی تھوڑی بہت سزا بھی مل جائے۔ اس طرح وہ آئندہ اپنی بیوی کی حق
نہیں کر سکیں گے۔''

''نہیں۔ یہ مناسب نہیں۔'' میں نے کہا۔ ''کوئی ایسی تدبیر کرو کہ سب کچھ آسانی سے ختم ہو جائے۔''

''اگر یہ تمہارا حکم ہے تو میں ایسا ہی کروں گی لیکن مجھے اتنی اجازت دے دو کہ میں کم از کم
سسر کو ڈرا ضرور دوں۔ کچھ احساس شرمندگی تو ہونے دو انہیں۔ یقین کرو میں انہیں کوئی نقصان
پہنچاؤں گی نہ ہی کسی کو اصل حالات کا علم ہو سکے گا۔''

''میں تمہیں اس کی اجازت بھی اس شرط پر دے رہا ہوں کہ بات طشت از بام نہ ہونے پائے۔''

انکا کو سمجھانے بجھانے کے بعد میں نے اٹھ کر منہ ہاتھ دھویا پھر ناشتے کے لیے باہر آ گیا۔
کے دیگر افراد بھی موجود تھے۔ نرگس ہنوز صبح والی اطلاع سے کچھ اداس نظر آ رہی تھی۔ اس کی
سپاٹ تھا لیکن میرے سسر کے چہرے پر اس وقت بھی خوشی کے تاثرات جھلک رہے تھے۔ انکا
کردہ اطلاعات کی روشنی میں اپنے سسر کو میں نے بغور دیکھا تو نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس
بے حد گہرا آدمی ہے۔ بہر حال میں نے جیسے تیسے ناشتا کیا پھر اٹھ کر دوبارہ اپنے
آ گیا۔ تھوڑی دیر بعد نرگس بھی آ گئی۔ آتے ہی اس نے پھر مجھ سے اخبار والی اطلاع کے سلسلے

شروع کر دی۔

''جمیل...... کیا آپ نے انکا سے اس سلسلے میں دریافت کیا......؟''

''ہاں۔'' میں نے جھوٹ بولا۔ ''اسے اس ضمن میں کچھ نہیں معلوم۔''

''مجھے رہ رہ کر مقتول کے بیوی بچوں کا خیال ستا رہا ہے۔ نہ جانے ان بے چاروں کا کیا ہوگا؟''

''میرا خیال ہے تمہارے ڈیڈی ان کی ضرور مدد کریں گے۔''

''دولت سے کیا ہوگا۔ وہ دوبارہ زندہ تو نہیں ہو سکے گا۔''

نرگس ابھی تک متفکر نظر آ رہی تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ اچھا ہوا میں نے اسے حالات سے باخبر نہیں کیا ورنہ ممکن تھا کہ وہ مجھ سے بھی متنفر ہو جاتی۔ میں نے گفتگو کا رخ بدلنے کی خاطر واپس بمبئی چلنے کا ذکر چھیڑ دیا۔ نرگس نے واپسی کا نام سنا تو بڑے پیار سے میری گردن میں بانہیں ڈال کر بولی۔

''کیا یہ نہیں ہو سکتا جمیل کہ اب ہم یہیں رہیں؟''

''مگر بمبئی کے کاروبار کا کیا ہوگا؟''

''وہاں ہم اپنا کوئی دوسرا آدمی تعینات کر دیں گے؟''

''ہو تو سکتا ہے مگر میں یہاں پڑے رہنا بھی مناسب نہیں سمجھتا۔''

''میں ڈیڈی سے اس سلسلے میں بات کر چکی ہوں۔'' نرگس نے میرے اور قریب ہوتے ہوئے کہا۔ ''ڈیڈی کا کہنا ہے کہ وہ آپ کو یہیں کاروبار کرا دیں گے اور ہاں...... ان کا خیال ہے کہ پلاسٹک سرجری کے بعد آپ کے ہاتھ کی بدنمائی بھی بہ آسانی دور ہو جائے گی۔''

ذاتی طور پر میرا بھی یہی خیال تھا کہ ابھی کچھ دن اور نرگس کے ہاں قیام کیا جائے اس لئے کہ ابھی مجھے اس پنڈت سے بھی دو دو ہاتھ کرنے تھے جو میری انکا کو غلام بنانا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے نرگس کو خوش کرنے کے لئے کہہ دیا کہ میں اس کی رائے سے متفق ہوں بشرطیکہ میرا کاروبار علیحدہ ہو جائے۔ نرگس مسرت میں جھومتی ہوئی اٹھ کر باہر چلی گئی۔ غالباً وہ اپنے والدین کو میرے فیصلے سے آگاہ کرنے گئی تھی۔

دن کا کھانا کھانے کے بعد میں آرام کی غرض سے لیٹ رہا۔ شام کو پانچ بجے جاگا تو موسم بہت خوش گوار ہو رہا تھا۔ نرگس نے مسکراتی ہوئی نظروں سے میرے بیدار ہونے کا خیر مقدم کیا۔ مجھے خوشی تھی کہ نرگس اب صحت مند ہوتی جا رہی تھی اور انکا کے سلسلے میں اب اس کی تشویش بھی جاتی رہی تھی۔

انکا کا تصور ذہن میں ابھرا تو میں نے کن انکھیوں سے اپنے سر کی جانب دیکھا لیکن میرا دل دھک سے رہ گیا۔ انکا اس وقت میرے سر پر موجود نہیں تھی۔ میری پریشانی بڑھنے لگی۔ میرے دل میں ہزاروں وسوسے جاگ اٹھے۔ عام حالات میں اگر وہ غیر موجود ہوتی تو مجھے اتنی فکر لاحق نہ ہوتی لیکن موجودہ

صورت حال میرے لیے بے حد پریشان کن تھی۔

انکا نے مجھے بتایا تھا کہ جو پنڈت اسے غلام بنانے کے چکر میں ہے اسے اپنے مقصد میں ہونے کے لئے ایک سو ایک دن تک جاپ کرنا ہوگا۔ میں نے انکا کے بیان کی روشنی میں جو حساب اس اعتبار سے ابھی پنڈت کے جاپ کو پورا ہونے میں چودہ پندرہ دن باقی تھے مگر انکا کی غیر حاضری مجھے مضطرب کر دیا۔ میں سوچنے لگا کہیں میرا حساب غلط تو نہیں ہے..... ممکن ہے خود انکا نے لگانے میں غلطی کی ہو..... کہیں پنڈت اپنے منصوبے میں کامیاب تو نہیں ہوگیا؟ کہیں انکا پنڈت قبضے میں تو نہیں چلی گئی..... اگر ایسا ہوا تو یہ بہت برا ہوگا۔ انکا نے مجھے پنڈت کے بارے میں حماقت کی تھی۔ نہ جانے اب وہ کس حال میں ہوگی؟ مجھ سے کبھی مل بھی سکے گی یا نہیں؟

میرا ذہن بری طرح الجھ رہا تھا۔ مجھے انکا پر شدید تاؤ آ رہا تھا۔ وہ اگر چاہتی تو جانے سے پہلے آگاہ بھی کر سکتی تھی پھر اس نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ نرگس نے میرے چہرے کی کیفیت کو اچانک ہوتے دیکھا تو حیران ہو کر بولی۔

''کیا بات ہے جمیل۔ آپ اچانک سنجیدہ کیوں ہو گئے؟''

''کچھ نہیں۔'' میں نے جلدی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ ''یوں ہی ذرا اپنے کاروبار کے میں سوچ رہا تھا۔''

نرگس کے ساتھ کھانے کے کمرے میں جا کر میں نے شام کی چائے پی۔ میز پر نرگس کے بھی موجود تھے۔ ادھر ادھر کی رسمی گفتگو کا سلسلہ بھی جاری رہا تھا لیکن میں بس ہوں ہاں کر کے رہا تھا۔ حقیقت میں میرا ذہن اس وقت بھی انکا کی گمشدگی سے پریشان ہو رہا تھا۔ چائے پی کر مرہ کے معمول کے مطابق پائیں باغ جانے کے بجائے دوبارہ اپنی خواب گاہ میں آ گیا۔ نرگس کے ساتھ پڑوس میں چلی گئی تھی۔

رات کے آٹھ بجے تو میری تشویش دوچند ہوگئی۔ میری کیفیت اس اختلاجی مریض سے مختلف جسے کھلی ہوا میں رکھنے کے بجائے بند کمرے میں بند کر دیا گیا ہو۔ انکا کی غیر حاضری کو بہر حال سے زیادہ ہو چکے تھے۔ نرگس بھی پڑوس سے اب تک واپس نہیں آئی تھی۔ میں نے اٹھ کر کمرے شروع کر دیا لیکن ابھی مجھے ٹہلتے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ مجھے معاً یہ خیال گزرا کہ انکا پر دوبارہ آ گئی ہے

''تم کہاں غائب ہو گئی تھیں۔ تمہاری غیر حاضری نے مجھے شدید الجھن میں مبتلا کر دیا تھا رہی ہو..... بغیر کچھ کہے سنے کہاں چلی گئی تھیں؟''

''مجھے افسوس ہے جمیل کہ تمہیں میری خاطر پریشان ہونا پڑا۔'' انکا نے بڑے انداز سے

پورا نے کانوں کو چھو کر کہا۔ ''لو..... وعدہ کرتی ہوں کہ آئندہ تم سے کہے بغیر کہیں نہیں جاؤں گی۔''

''مگر تم اب تک کہاں تھیں؟'' میں نے قدرے نرمی سے دریافت کیا۔

''میں ذرا نازلی کے سر پر چلی گئی تھی اور اب پھر جا رہی ہوں۔ تمہاری پریشانی کے خیال سے واپس آ گئی تھی۔''

''تم نے ابھی تک مجھے اس پنڈت کے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟''

''اس کا جاپ مکمل ہونے میں ابھی چودہ دن باقی ہیں اس لیے تم پریشان مت ہو۔'' انکا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''آج میں تمہیں ایک بڑا دلچسپ ڈراما دکھانا چاہتی ہوں۔ تم نو بجے تیار ہو کر ڈرائنگ روم میں پہنچ جانا۔ وہاں تمہارے سسر اور وہ مجسٹریٹ صاحب بھی موجود ہوں گے جو ابھی تک نازلی کے سلسلے میں ٹھنڈی آہیں بھرتے رہتے ہیں۔''

''انکا۔'' میں نے کچھ سوچتے ہوئے تیزی سے کہا۔ ''تم مجھ سے وعدہ کر چکی ہو کہ کوئی ایسی بات نہیں ہوگی جس سے نرگس کے والدین پر کوئی حرف آ سکے۔''

''میں اپنے وعدے پر قائم رہوں گی جمیل لیکن فی الحال تم اس سے زیادہ اور کچھ نہ پوچھنا ورنہ تماشے کا سارا مزہ جاتا رہے گا۔ اچھا! اب میں جا رہی ہوں۔ تم نو بجے تک ڈرائنگ روم میں ضرور پہنچ جانا۔''

پھر اس سے پیشتر کہ میں انکا سے کچھ دریافت کرتا' وہ کسی چھلاوے کی طرح پھدک کر میرے سے اتر گئی۔ میں نے گھڑی پر نظر ڈالی تو سوا آٹھ بج رہے تھے۔ ایک بار پھر مجھے انکا پر تاؤ آنے لگا۔ وہ مجھے پیش آنے والے حالات کے بارے میں کچھ بتائے بغیر منٹوں میں اڑن چھو ہو گئی تھی۔ گو مجھے اس بات کا مکمل یقین تھا کہ انکا اپنے وعدے سے منحرف نہیں ہوگی تاہم مجھے فکر لاحق تھی کہ دیکھیں وہ نازلی کے سلسلے میں کیا گل کھلاتی ہے۔ مجسٹریٹ صاحب جن کا نام صابر علی تھا' نرگس کے والد کے پرانے دوستوں میں سے تھے۔ اکثر وہ میرے سسر سے ملنے آتے رہتے تھے لیکن یہ بات شاید ان کے فرشتوں کو بھی نہیں معلوم تھی کہ اصفہانی صاحب نے دوستی اور دولت کی آڑ لے کر ان کی منظور نظر نازلی بیگم کو اپنے قبضے میں کر رکھا ہے۔

آدھے گھنٹے تک میں اپنی خواب گاہ میں ہی رہا پھر کپڑے تبدیل کر کے ڈرائنگ روم میں آ گیا جہاں میرے سسر اور نرگس کے علاوہ صابر علی بھی براجمان تھے۔ میں نے دل پر جبر کر کے انہیں سلام کیا پھر نرگس کے برابر والے صوفے پر بیٹھ گیا۔ صابر علی دھواں دھار تقریر میں مصروف تھے کہ گھڑیال نے نو بجائے اور ٹھیک اسی وقت باہر کسی گاڑی کے رکنے کی آواز سن کر نہ جانے کیوں میرا دل دھڑکنے لگا۔

''باہر کوئی مہمان آیا ہے شاید.....'' میری ساس نے کہا۔

''میں دیکھتی ہوں جا کر۔'' نرگس یہ کہتے ہوئے اٹھی ہی تھی کہ مجھے ڈرائنگ روم کے دروازے پر اتنی

حسین عورت نظر آئی کہ میں چند لمحوں کے لئے اس کے حسن کی رعنائیوں میں گم ہو کر رہ گیا پھر جو نظر گھما کر اپنے سسر اور صابر علی کے چہرے پر نظر ڈالی تو ان دونوں کے چہرے دھواں ہو تھے۔ نرگس اور اس کی والدہ بھی دروازے پر کھڑی ہوئی آنے والی عورت کو تعجب خیز نگاہوں سے تھیں۔ مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی کہ وہ عورت نازلی کے سوا کوئی دوسری ہو سکتی۔ دروازے کے بیچ کھڑی وہ صابر علی کو خون خوار نظروں سے گھورے جا رہی تھی۔

''فرمایئے بہن۔ آپ کو کس سے ملنا ہے؟'' میری ساس نے صوفے سے اٹھتے ہوئے مہذب لہجے میں پوچھا لیکن اس کا جواب جس غیر مہذب انداز میں ملا وہ میرے لئے بھی غیر متوقع

''شٹ اپ۔ میں تم سے بات کرنا اپنی توہین سمجھتی ہوں۔'' نازلی نے میری ساس سے کہا پھر صابر علی کو خطرناک نظروں سے دیکھنے لگی جن کی گنجی ٹانٹ پر پسینے کے بے شمار قطرے روشنی میں چمک آ رہے تھے۔

میں نے اپنے سسر کی طرف دیکھا۔ ان کی حالت بھی غیر ہو رہی تھی۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ تھیں۔ نرگس حیران تھی کہ وہ عورت کون ہے۔ ایک بار نازلی نے میرے سسر کی طرف دیکھا تو انہوں اس طرح ہاتھ جوڑ لیے جیسے یہ کہنا چاہ رہے ہوں۔

''نازلی...... تمہیں خدا کا واسطہ میری عزت کا خیال رکھنا'' میں اس پچویشن پر دل ہی دل میں رہا تھا کہ نازلی نے بگڑے ہوئے تیور سے صابر علی کو مخاطب کیا۔

''ندیدوں کی طرح آنکھیں پھاڑے میری صورت کیا دیکھ رہا ہے دھوکے باز! مجھے پتا چل گیا آج کل تو سلطانہ کے چکر میں ہے۔ اسی لیے تو نے مجھے ٹھکرا دیا ہے لیکن میرا نام بھی نازلی ہے۔ تم تک غیرت دار عورتوں سے واسطہ نہیں پڑا۔ میں تجھے بتاؤں گی کہ غیرت کیا چیز ہوتی ہے۔''

''کک...... کیا مطلب...... مم...... میں...... نہیں جانتا...... کہ کہ...... تت...... تم کون ہو۔'' صابر نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔ ان کی حالت دیکھنے کے قابل تھی۔

''خاتون...... میرا خیال ہے آپ کسی غلط جگہ پر تشریف لے آئی ہیں۔'' میرے سسر نے لہجے میں نازلی کو مخاطب کیا۔ ان کے دونوں ہاتھ اب بھی ایک دوسرے سے چپکے ہوئے تھے۔ انداز ہی تھا جیسے وہ ہاتھ جوڑ کر نازلی سے اپنی عزت کا بھرم قائم رکھنے کی التجا کر رہے ہوں۔

نازلی نے میرے سسر کی بات سنی تو آگ بگولہ ہو کر بولی۔

''خاتون کے بچے اگر تو درمیان میں آیا تو میں تیری عزت بھی خاک میں ملا کر رکھ دوں گی۔ بہتر اپنی زبان بند رکھ۔ کیا تیرے پاس بھی کچھ کہنے کو ہے۔''

میرے سسر نازلی کا جواب سن کر بھیگی بلی کی طرح اپنی جگہ دبک کر رہ گئے۔ صابر علی بدستور

جھگڑنے میں مصروف تھے۔ نرگس اور اس کی ماں پر تو جیسے حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔ دونوں اپنی اپنی جگہ دم بخود نظر آ رہی تھیں۔ مجھے شرارت سوجھی تو میں نے صابر علی کو مخاطب کر کے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

''قبلہ...... یہ آخر چکر کیا ہے۔ ایک اجنبی عورت آپ کو کھری کھری برا بھلا کہہ رہی ہے لیکن آپ کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔''

صابر علی کی غیرت کو جوش آ گیا۔ ایک دم اٹھ کھڑے ہوئے اور کڑک کر بولے۔

''خبردار عورت! اب تو نے الٹی سیدھی بکواس کی تو بند کرا دوں گا۔''

''بند کرائے گا...... تو......'' نازلی یک لخت ہتھے سے اکھڑ گئی۔ آگے بڑھ کر اس نے صابر علی کو گریبان سے تھاما پھر ایک سینڈل اتاری اور شروع ہو گئی۔

موقع کی نزاکت محسوس کر کے سب ہی بوکھلا گئے میرے سسر نے اٹھ کر بیچ بچاؤ کرانے کی کوشش کی تو نازلی نے دو چار ہاتھ انہیں بھی جھاڑ دیے۔ صابر علی کی تو اس نے اچھی خاصی درگت بنا دی تھی۔ کچھ دیر تک میں دور کھڑا یہ تماشا دیکھتا رہا پھر آگے بڑھ کر میں نے نازلی کا ہاتھ تھام لیا۔ نازلی نے ایک لمحے کے لیے مجھے بھی کھا جانے والی نظروں سے دیکھا پھر قدرے نرم لہجے میں بولی۔ ''تم میرے راستے میں حائل ہونے کی کوشش نہ کرو۔ یہ زندگیوں کا معاملہ ہے سمجھے۔''

''بری بات ہے محترمہ۔'' میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''اگر آپ کو صابر علی صاحب سے کوئی شکایت ہے تو اسے دور کرنے کے اور بھی بہت سارے طریقے ہیں۔ عورت ہو کر یوں دست و گریباں ہونا آپ کو کچھ زیب نہیں دیتا۔''

''ٹھیک ہے۔'' نازلی نے نفرت سے کہا پھر صابر علی کو حقارت سے دیکھ کر بولی۔ ''اس وقت تو میں جا رہی ہوں لیکن اتنا یاد رکھنا کہ میں تجھے عزت کے ساتھ زندہ نہیں رہنے دوں گی۔ ساری مجسٹریٹی اگر جھاڑ کر نہ رکھ دوں تو نازلی مت کہنا۔''

نازلی کے جانے کے کچھ دیر بعد صابر علی بھی کپڑوں کی گرد جھاڑتے ہوئے نازلی کو پاگل گردانتے ہوئے رخصت ہو گئے۔ میرے سسر کی حالت قابل رحم تھی۔ یہ بات ان کے فرشتوں کی سمجھ میں بھی نہیں آ رہی تھی کہ حالات نے ایک دم کیونکر پلٹا کھا لیا۔ بیوی کے ساتھ اپنی سوچوں میں گم جب وہ اپنی خواب گاہ میں چلے گئے تو میں نرگس کے ساتھ اپنے کمرے میں چلا آیا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ خوب زور زور سے حلق پھاڑ کر ہنسوں لیکن نرگس کے خیال سے خاموش رہا۔

دوسری صبح میری آنکھ کھلی تو انکا میرے سر پر موجود تھی۔ نرگس کمرے میں نہیں تھی اس لیے میں نے انکا کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

"نازلی کو تم نے کہاں چھوڑا؟ میرا مطلب ہے کیا اب وہ ہوش میں آ جانے کے بعد میرے سر
اپنے تعلقات ختم کر لے گی؟"

"ہاں۔ میں نے اس کے ذہن میں یہ بات اچھی طرح بٹھا دی ہے کہ اصفہانی صاحب اسے
لمبے چکر میں پھنسوا دینا چاہتے ہیں لہٰذا ان سے دور ہی رہنا چاہیے۔"

"کہیں صابر علی اسے پریشان نہ کرے۔" میں نے کہا۔ "ایک مجسٹریٹ کی حیثیت سے وہ اگر چاہے
تو نازلی کو سینکڑوں الٹے سیدھے الزامات میں ملوث کرا سکتا ہے۔"

"جمیل......" انکا نے اس بات پر مجھے شوخ نظروں سے گھورتے ہوئے معنی خیز لہجے میں
پوچھا۔ "آخر تمہیں نازلی سے اچانک اتنی ہمدردی کیسے پیدا ہو گئی؟ مجھے تو دال میں کچھ کالا نظر آ رہا ہے۔"

"تمہارا اندازہ غلط نہیں ہے۔" میں نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر بڑی صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔
"میرا جی چاہتا ہے کہ ایک بار تنہائی میں نازلی سے ملا جائے۔ کیا تم میری خاطر اسے ہموار کر سکتی ہو؟"

"کیوں نہیں۔ آج رات ہی چلو میرے ساتھ۔ مجھے یقین ہے کہ تم اس کے قرب سے لطف اندوز
ہو گے۔"

نرگس مجھے ناشتے کے لیے بلانے آ گئی اس لیے میں خاموشی سے اٹھ کر اس کے ساتھ چلا گیا۔ نازلی
کے تصور ہی سے میرا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ دن بھر نازلی کے حسین خیالوں میں گم رہا۔ رات آئی تو میں
نے کپڑے تبدیل کیے اور جیب میں نوٹوں کی گڈیاں بھر کر نازلی سے ملنے روانہ ہو گیا۔ انکا میری بے چینی
دیکھ دیکھ کر مسکرا رہی تھی اور مجھے راستے بھر چھیڑتی رہی۔

میری توقع کے خلاف نازلی نے بڑے تپاک سے میرا خیر مقدم کیا۔ وہ شہر سے دور ایک خاموش اور
خوب صورت بنگلے میں مقیم تھی۔ گھر میں عیش و عشرت کا سارا سامان موجود تھا۔ اعلیٰ درجے کی عریاں
تصویریں دیواروں پر ٹنگی ہوئی تھیں۔ وہ کسی ملکہ کی طرح وہاں رہتی تھی۔ مجھے اپنے سر پر بڑا رشک
آیا۔ واقعی اس عشرت کدے کی بہار قائم رکھنے کے لئے دوسرے ذرائع سے دولت حاصل کرنے کی
جدوجہد کون نہ کرے گا۔ نازلی مسکرا کر مجھے اپنے ڈرائننگ روم میں لے گئی۔ میں نے کہا۔

"جب سے میں نے تمہیں دیکھا ہے' اپنے قابو سے باہر ہوں۔ مجھے ساری بات معلوم ہے لیکن میں
تمہارے وصال کے لیے اپنی ساری دولت قربان کر سکتا ہوں۔" وہ ایک ادا کے ساتھ اٹھی اور میرے
قریب آ کر بیٹھ گئی۔ ہم دونوں دیر تک باتیں کرتے رہے۔

میں اپنے طور پر یہی سمجھ رہا تھا کہ یہ سب انکا کی مہربانی کی وجہ سے ہو رہا ہے لیکن بعد میں مجھے پتا چلا
کہ نازلی کا اخلاق محض کاروباری نوعیت کا ہے۔ جب میں نے اسے دولت کی جھلک دکھائی تو وہ مجھ پر
ضرورت سے زیادہ مہربان ہو گئی۔ مجھے نازلی سے کوئی رشتہ نہیں کرنا تھا اس لیے میں نے اس کے ہاں

تقریباً تین گھنٹے قیام کیا اور اس کے وصال سے سرشار ہو کر واپس لوٹ آیا۔ راستے میں انکا نے مجھ سے
کہا۔

"تم نے میرے بارے میں کیا سوچا ہے جمیل؟"

"میں ہر قیمت پر تمہیں اس پنڈت سے نجات دلانے کو تیار ہوں۔ تم مجھے صرف وہ جگہ دکھا دو جہاں
بیٹھ کر وہ جاپ کر رہا ہے۔"

"لیکن تم منڈل میں داخل کیسے ہو گے؟"

"اس کی فکر مت کرو۔ تمہاری خاطر میں آگ میں بھی کود سکتا ہوں۔"

"جذباتی بننے سے کام نہیں چلے گا جمیل صاحب۔ ہمیں کوئی اور دوسرا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا۔"
انکا نے بدستور سنجیدگی سے کہا پھر کچھ توقف کے بعد بولی۔ "میری مانو تو پہلے تم اس سلسلے میں کسی بزرگ یا
پنڈت پجاریوں سے ملو۔ ممکن ہے ان کے پاس کوئی حل موجود ہو۔"

"کیا تم کسی پنڈت پجاری یا بزرگ کا پتا بتا سکتی ہو؟" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔

"میں ایک ملنگ سے واقف ہوں۔ اسی شہر میں پرانی بستی میں رہتا ہے۔ میرا خیال ہے جمیل کہ وہ
بہت پہنچا ہوا ہے۔ اگر وہ چاہے تو ہماری مدد کر سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کل ہی اس سے ملوں گا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

اس رات میں صرف انکا کو پنڈت سے نجات دلانے کے بارے میں سوچتا رہا جو بقول انکا کے ایک
مشکل ترین کام تھا۔ نرگس نے دیر سے گھر آنے کی وجہ پوچھی تو میں یہ کہہ کر ٹال گیا کہ ایک پرانے دوست
سے ملنے کے ارادے سے چلا گیا تھا۔ انکا بھی میری طرح رات بھر اپنی سوچوں میں گم رہی۔ دوسری صبح
میں نے سب کاموں سے فراغت پائی۔ کپڑے تبدیل کیے اور ملنگ سے ملنے کے ارادے سے چل
پڑا۔ پرانی بستی شہر سے تقریباً چھ میل دور تھی۔ یہاں زیادہ تر مزدور طبقے کے لوگ آباد تھے۔ مجھے ملنگ کا
مکان تلاش کرنے میں زیادہ دشواری پیش نہیں آئی۔ باہر سے وہ مکان کچھ سلیقے کا نظر آتا تھا لیکن جب
میں نے ملنگ کے کمرے میں قدم رکھا تو میرا جی متلانے لگا۔ وہاں اس وقت ملنگ کے علاوہ تین افراد
اور بھی موجود تھے جو اپنی ضرورت کے تحت ملنے آئے تھے۔ ملنگ ایک پھٹے پرانے کمبل پر آلتی پالتی
مارے بیٹھا ہاتھ میں دبی ہوئی چلم کے لمبے لمبے کش لگا رہا تھا۔ اس کے جسم پر جو کپڑے تھے وہ بھی حد درجہ
میلے تھے اور سینکڑوں پیوند لگے نظر آ رہے تھے۔ گلے میں اس نے خاصے موٹے دانوں والی مالا ڈال رکھی
تھی۔ سر پر ایک میلی کچیلی ٹوپی تھی۔ کمرے میں چرس کی ناگوار بو بسی ہوئی تھی۔ میں دل پر جبر کر کے ایک
طرف بیٹھ گیا۔

میں خاموش بیٹھا اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا تھا۔ ڈیڑھ گھنٹے بعد کمرا خالی ہوا تو اس نے

اپنی سرخ سرخ آنکھیں میرے چہرے پر گاڑ دیں پھر بڑے غیر مہذب لہجے میں بولا۔

"چل...... سامنے آ جا۔ اب تیری باری ہے۔"

چرس کی ناگوار بو سے میرا ذہن معطل ہو رہا تھا۔ ملنگ نے مجھے بے ہودگی سے مخاطب کیا تو میرے تیور بھی بگڑنے لگے لیکن قبل اس کے کہ میں آپے سے باہر ہوتا' انکا نے میرے کانوں میں ٹھنڈا رہنے کی ہدایت کی۔ میں آہستہ سے کھسک کے ملنگ کے قریب ہو گیا جو اب اپنے لیے نئی چلم بھرنے میں مصروف تھا۔ چلم سلگا کر دو تین لمبے لمبے دم لگانے کے بعد اس نے پھر میری طرف غور سے دیکھا اور نعرہ مستانہ لگا کر بولا۔

"اندھیری رات کا مسافر...... ٹھوکر...... تارے ٹمٹما رہے ہیں بیٹا۔"

"ملنگ بابا۔" میں نے دل پر جبر کر کے اسے مخاطب کیا "میں ایک ضروری کام کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔"

"غیر حاضر۔" ملنگ حلق پھاڑ کر ہنسا پھر بڑی راز داری سے بولا۔ "مچھلی پھانسنے کی ہنسی میں کیچوے نہ ہوں تو اونچا شکار نہیں مارا جا سکتا!...... چل کالی کلکتے والی میرا منتر جائے نہ خالی۔ الکھ نرنجن......"

ملنگ کی بے ہودہ بکواس سن کر میں دل برداشتہ ہونے لگا لیکن جبراً بیٹھا رہا۔ اس نے ایک دم اپنی سرخ سرخ آنکھوں کو نچاتے ہوئے بولا۔

"دم لگاؤ گے بیٹا؟"

"شکریہ۔" میں نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "مجھے چرس گانجے سے کوئی رغبت نہیں ہے۔"

"بکواس کر رہا ہے...... جو شے نظر نہ آئے وہ فانی ہے...... لپک سرخ جھنڈے والے اور سالے کو ڈبکی...... ہاہا...... ہاہا...... ہاہا۔"

"ملنگ بابا...... کیا تم میری مدد نہیں کر سکتے۔" میں نے پہلو بدل کر سوال کیا۔ میری قوت برداشت اب جواب دینے لگی تھی لیکن میں محض انکا کی خاطر وہاں رکا ہوا تھا۔

"مدد...... المدد...... رہے نام سائیں کا۔" ملنگ چلم کا ایک دم لگاتے ہوئے بولا۔ "سمندر خشک ہو جائے تو مچھلیاں درخت پر چڑھنے کے بجائے تڑپ تڑپ کر مر جاتی ہیں۔ کشتی کے پیندے میں سوراخ ہو جائے تو تم کیا کرو گے؟"

"کیا میں چلا جاؤں؟" میں نے اس بار قدرے درشت لہجے میں سوال کیا۔

ملنگ میرے سوال پر ہنسا پھر اچانک اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری ہو گئی۔ اس نے اپنی نظریں پورے کمرے میں اس انداز سے گھمائیں جیسے پُراسرار روحوں کو دیکھ رہا ہو پھر مجھے کرخت نظروں

سے دیکھ کر بولا۔

"کالے کالے بادل گھر آئیں تو سورج کی چمک ماند پڑ جاتی ہے۔ کیا سمجھے جان من...... لگے دم مٹے غم...... الکھ نرنجن۔"

میں اس سے زیادہ ضبط نہیں کر سکتا تھا۔ اول تو چرس کی بو سے میرا دماغ پھٹا جاتا تھا اس پر ملنگ کی الٹی سیدھی باتوں نے میرے ذہن کو پراگندہ کر دیا۔ میں تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا اور ملنگ کو نفرت سے دیکھ کر کہا۔

"میں نے جو کچھ سنا تھا تمہارے بارے میں وہ محض بکواس تھا۔ تم یقیناً کوئی رنگے سیار ہو۔"

"رنگا سیار۔ جوتوں کا ہار۔ کلیجے کے آر پار۔" ملنگ غضب ناک لہجے میں بولا۔ "جا۔ چلا جا۔ بھاگ سالے آندھی آ رہی ہے۔"

میں نے ملنگ پر آخری نظر ڈالی پھر دانت پیستا مکان سے باہر آ گیا۔ مجھے انکا پر شدید تاؤ آ رہا تھا جس نے مجھے اس بے ہودہ ملنگ سے ملنے کا مشورہ دیا تھا۔ کھلی ہوا میں آ کر میں نے اطمینان کا سانس لیا پھر عالم تصور میں انکا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"یہ تم نے مجھ کس نامعقول شخص سے ملنے کا مشورہ دیا تھا؟"

"جمیل۔ ملنگ نے جو باتیں کہی ہیں ان کے معنی ضرور ہیں مگر میں انہیں سمجھنے سے قاصر ہوں۔ میرا علم اس کے علم سے مختلف ہے۔ شاید ملنگ کو ہماری مدد نامنظور ہوا اور اس نے الٹی سیدھی باتیں کی ہوں۔"

"جہنم میں جھونکو ملنگ کو اور مجھے اب بتاؤ کہ وہ پنڈت مجھے کہاں ملے گا جو تمہیں اپنے قبضے میں کرنے کے خواب دیکھ رہا ہے۔"

"مگر تم اسے زیر نہیں کر سکو گے۔ یہ بہت مشکل ہے۔" انکا کے لہجے سے مایوسی جھلک رہی تھی۔

"ہر مشکل آسان ہو سکتی ہے۔ انسان کی لگن شرط ہے میں اس پر یقین رکھتا ہوں۔ مجھے اس پنڈت کا پتا بتا دو پھر دیکھو میں کیا کرتا ہوں۔"

میں اس وقت جذبات کی رو میں بہہ رہا تھا۔ انکا نے پہلے تو پنڈت کا پتا بتانے میں پس و پیش کیا مگر جب میں نے بہت اصرار کیا تو اس نے مجھے اس پنڈت کے بارے میں سب کچھ بتا دیا۔ میں نے سوچا کہ جو کل ہونا ہے وہ آج ہی کیوں نہ ہو جائے۔ میں مزید کچھ سوچے سمجھے بغیر سیدھا اس مرگھٹ کی طرف چل پڑا جہاں انکا کے بیان کے مطابق مطلوبہ پنڈت اپنے جاپ میں مصروف تھا۔

مگر میں دیکھ رہا تھا کہ انکا میری وحشت سے خوش نہیں ہے۔ اس کے حسین چہرے پر الجھنوں کی تہیں اور بھی دبیز ہو گئی تھیں۔ آنکھوں سے اس کی ناامیدی اور مایوسی مترشح تھی' انکا جیسی پُراسرار طاقت پنڈت کے اس خطرناک عمل سے خوف زدہ تھی۔ اس منڈل میں انکا بھی داخل نہیں ہو سکتی تھی تو پھر میں کیا تھا۔

میرے لیے تو یہ کام انتہائی جان جوکھم کا تھا مگر اس وقت میرے اوپر دیوانگی طاری تھی۔ میں ہر
پنڈت کو ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اب انکا سے جدائی کا تصور ہی بہت شاق گزرتا تھا۔

میں اور انکا دونوں اپنے اپنے خیالوں میں محو تھے' آبادی سے دور نکل کر جب میں مرگھٹ
ویران راستے پر پہنچا تو انکا نے ایک سرد آہ بھر کر مجھ سے کہا۔

''جمیل۔ میری بات مانو۔ یہیں سے واپس چلے چلو۔''

''کیوں؟'' میں نے ناراضی سے پوچھا۔ ''کیا تم اتنی ناامید ہو؟''

''ہاں! تم پنڈت کے منڈل میں نہیں داخل ہو سکتے اور جب تک وہ منڈل کے اندر ہے' کوئی
اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔''

''مگر مجھے کوشش تو کرنے دو۔ میں اس مردود کو منڈل سے باہر نکالنے کے لئے اپنی سی کوشش
کرلوں۔''

''بہت مشکل ہے جمیل۔'' انکا نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔ ''پنڈت کا جاپ پورا ہونے میں اب
آٹھ دس روز اور باقی رہ گئے ہیں۔ اب وہ اپنے منڈل سے نکلنے کی حماقت کبھی نہیں کر سکتا۔''

''خیر۔ جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔'' میں بے پروائی سے بولا۔

میں نے محسوس کیا کہ انکا ٹکٹکی باندھے مجھے والہانہ نظروں سے تک رہی ہے۔ پھر وہ اٹھ کر
ہو گئی اور میرے سر پر چہل قدمی کرنے لگی۔ جوں جوں مرگھٹ قریب آتا جارہا تھا' انکا کی پریشانی
جارہی تھی۔ جب میں مرگھٹ سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر پہنچا تو انکا نے ایک بار پھر مجھے باز رکھنے
کی کوشش کی۔

''جمیل' تم میرے لیے اپنی جان خطرے میں نہ ڈالو۔ میں یقین کے ساتھ تو کچھ نہیں کہہ سکتی
ضرور جانتی ہوں کہ اگر تم اپنے مقصد میں ناکام ہوئے اور پنڈت نے اپنا جاپ پورا کرلیا تو......!''

''تو کیا ہو گا؟'' انکا نے اپنا جملہ نامکمل چھوڑ دیا تھا اس لیے میں نے بے چینی سے دریافت کیا۔

''تو......!'' انکا نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر درد بھرے لہجے میں جواب دیا۔ ''تم
ہو سکتے ہو۔ تمہارے اوپر ایسی تباہی آسکتی ہے جس کا اندازہ تم اس وقت نہیں کر سکتے۔''

''مجھے سب کچھ منظور ہے انکا' لیکن اب میں تمہیں جدا کرنے کی ہمت اپنے اندر نہیں پاتا۔ تم
باتیں جانتی ہو اور تمہیں معلوم ہو گا یہ میں کسی لالچ میں نہیں کر رہا۔''

''میں جانتی ہوں جمیل۔ میرے جمیل۔'' انکا کی آنکھیں نمناک ہو گئیں۔ میں نے عالم تصور
دیکھا اس کی ڈبڈبائی نظروں میں محبت کی بے شمار قندیلیں روشن تھیں۔ وہ مجھے اس انداز سے دیکھ
پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

''جمیل میں سوچتی ہوں' میں نے تم پر بہت ظلم کیے ہیں۔ سچ پوچھو تو میں شرمندہ ہوں کہ میری وجہ
سے تمہیں ایک ہاتھ ضائع کرنا پڑا۔''

''کچھ مت سوچو میری جان۔'' میں نے تمام تر محبتوں سے کہا۔ ''تمہاری خاطر میں اپنی جان بھی
قربان کر سکتا ہوں۔''

''مگر پہلے تو تم ایسے نہ تھے۔ پہلے تو تم مجھ سے زیادہ تر ناراض رہا کرتے تھے۔ مجھ سے بولتے بھی
نہیں تھے۔ یہ تمہیں اچانک کیا ہو گیا۔''

''پہلے میں نے تمہیں سمجھا ہی نہ تھا لیکن اب...... اب انکا مجھے معلوم ہے کہ تم مجھ سے محبت کرتی
ہو۔ حالانکہ لوگ تمہاری طلب کے لیے تو کیا کیا نہ کرتے ہوں گے۔''

''اوہ جمیل۔ اتنی محبت کا اظہار نہ کرو۔'' انکا نے اپنی آنکھیں آہستہ سے بند کرلیں۔ اس کی بھیگی
پلکیں نہ جانے کیوں لرز رہی تھیں۔ ''کاش میں نرگس ہوتی اور بس تمہاری ہوتی اور کوئی میری طلب نہ
کرتا...... اور میں سب کچھ ہوتے ہوئے مجبور نہ ہوتی۔''

میں نے انکا کی دیگر باتیں سن کر مرگھٹ کی سمت اپنی رفتار تیز کر دی۔ راستہ میرا دیکھا بھالا تھا۔ رام
دیال کی ماں کے کریا کرم کے وقت میں اس طرف آچکا تھا' لیکن وہاں مجھے وہ مردود پنڈت کہیں نظر نہ
آیا۔ انکا بدستور الجھی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ میں مرگھٹ تک پہنچ گیا۔ میں نے پہلی بار انکا کے چہرے پر
خوف دیکھا۔

''یہاں تو کوئی پنڈت پجاری دور دور تک نظر نہیں آرہا۔'' میں نے انکا کو مخاطب کیا تو اس نے
آنکھیں کھول دیں۔ ایک لمحے تک مجھے حسرت بھری نگاہوں سے تکتی رہی پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

''جمیل۔ اب بھی وقت ہے۔ میرا کہا مانو تو......''

''ناممکن۔'' میں نے انکا کا جملہ درمیان سے اچکتے ہوئے ٹھوس آواز میں کہا۔ ''اب جو بھی ہو گا دیکھا
جائے گا' لیکن ایک بار قدم بڑھا کر پیچھے ہٹ جانا مردوں کی شان نہیں۔ تم مجھے پنڈت تک پہنچا دو پھر
میں اسے منڈل سے باہر نکالنے کا کوئی نہ کوئی راستہ ضرور تلاش کرلوں گا۔''

انکا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چند ثانیوں تک وہ خاموش رہی پھر انگلی سے ایک سمت اشارہ کر کے
بولی۔ ''وہ سامنے جو مندر نظر آرہا ہے اس کے پیچھے جھاڑیاں ہیں۔ ان جھاڑیوں کے پیچھے تمہیں وہ نامراد
بیٹھا ہوا مل جائے گا۔''

انکا کا اشارہ پا کر میں بائیں سمت چل پڑا۔ مندر بالکل ویران پڑا تھا۔ مندر سے کوئی بیس گز دور
خاردار جھاڑیاں موجود تھیں۔ میں قدم بڑھاتا جھاڑیوں کے قریب پہنچا پھر ایک لمبا چکر کاٹ کر دوسری
طرف پہنچ گیا اور پھر اچانک میری آنکھوں سے نفرت کی چنگاریاں اڑنے لگیں۔ میں جھاڑیوں کے

کنارے ٹھٹک کر رک گیا۔ میری نگاہیں اس پنڈت پر جم کر رہ گئیں جو برگد کے ایک تناور درخت کے آلتی پالتی مارے بیٹھا آنکھ بند کئے اپنے گیان دھیان میں مست تھا۔ پنڈت کے جسم پر سوائے لنگوٹی کے کوئی اور لباس نہ تھا۔ سر کے بال بے تحاشا بڑھے ہوئے تھے۔ الجھی ہوئی داڑھی کے بال سینے پر لہرا رہے تھے۔ جسامت کے اعتبار سے وہ خاصا ہٹا کٹا نظر آ رہا تھا۔ پورے جسم پر اس نے بھبھوت مل رکھا تھا۔ جس جگہ وہ بیٹھا جاپ کر رہا تھا وہاں سے چار گز کے فاصلے پر چاروں طرف چونے سے دائرہ کھینچا ہوا تھا۔ میں اپنی جگہ کھڑا پنڈت کو خونیں نظروں سے گھورتا رہا پھر میں نے عالم تصور میں انکا پر نظر ڈالی تو بے چین ہو گیا۔ انکا جو پہلے قندھاری انار کی طرح سرخ ہو رہی تھی، اس وقت بالکل نظر آ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ویرانی کا تسلط تھا اور چہرے سے وحشت برس رہی تھی۔ انکا میں تبدیلی کس طرح آ گئی، یہ بات میرے لیے حیران کن تھی۔ وہ اس وقت مجھے برسوں کی بیمار نظر آ رہی تھی اور پھٹی پھٹی نظروں سے پنڈت کو گھورے جا رہی تھی۔

''انکا سنو۔'' میں نے اسے آہستہ سے مخاطب کیا۔ ''کیا یہی وہ ذلیل پنڈت ہے جو تمہیں حاصل کرنے کے خواب دیکھ رہا ہے؟''

''ہاں!'' انکا نے چونکتے ہوئے جواب دیا پھر سہمے ہوئے لہجے میں بولی۔ ''واپس چلو جمیل۔ مجھے اندازہ ہے تم اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکو گے۔ مفت کی پریشانیاں تمہارا مقدر بن جائیں گی۔''

''انکا موت کی تلخی مجھے تمہاری جدائی سے زیادہ عزیز ہے۔'' میں نے پُرعزم لہجے میں جواب دیا قدم بڑھاتا پنڈت کی طرف گیا اور منڈل سے تھوڑے فاصلے پر رک گیا۔ پنڈت آنکھیں بند کئے اپنے جاپ میں مگن تھا۔ اسے غالباً وہاں میری موجودگی کا علم نہیں ہو سکا تھا۔ کچھ توقف کے بعد میں نے اسے دبنگ آواز میں للکارتے ہوئے کہا۔

''او نابکار! آنکھیں کھول اور دیکھ تیری موت تیرے سر پر کھڑی ہے۔''

پنڈت نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں جیسے کچی نیند میں کوئی بھیانک خواب دیکھ کر ڈر گیا ہو لیکن کی یہ کیفیت لمحوں میں بدل گئی۔ جلد ہی وہ مطمئن نظر آنے لگا۔ اس کے ہونٹ متحرک تھے۔ میں سمجھ گیا وہ اپنے منتر کے ورد میں لگا ہوا ہے۔ چنانچہ اس کے انہماک کو کسی طرح بھی توڑنے کی خاطر میں نے اسے دوبارہ نفرت سے مخاطب کیا۔

''مردود۔ کمینے! میری طرف آنکھیں پھاڑے کیا دیکھ رہا ہے۔ تو کیا کر رہا ہے۔ تو اس تپسیا میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ میں تجھے ابھی کشٹ دیتا ہوں۔''

پنڈت نے میری طرف سرخ سرخ نظروں سے دیکھا۔ اس بار بھی اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے ہونٹ تیزی سے ہل رہے تھے جیسے وہ میری مداخلت کے دفاع میں اپنے ذہن کا سارا

زور صرف کر رہا ہو اور میں کسی نہ کسی طرح اس کے ارتکاز میں رخنہ ڈالنا چاہتا تھا۔ میں کچھ دیر تک اس کے جواب کا انتظار کرتا رہا پھر ایک ترکیب میرے ذہن میں آئی۔ میں نے لپک کر زمین سے ایک بڑا پتھر اٹھایا اور ہاتھ میں تولتے ہوئے بگڑے ہوئے تیور سے بولا۔

''سیدھی طرح راہ راست پر آتا ہے یا پتھر مار کر تیرا سر پھاڑ دوں۔''

جواب میں پنڈت کی آنکھوں کی سرخی اور گہری ہو گئی۔ اس نے سیدھا ہاتھ اٹھا کر زور زور سے جھٹکنا شروع کر دیا۔ وہ ہاتھ جھٹک جھٹک کر مجھے وہاں سے بھاگ جانے کا اشارہ کر رہا تھا۔ مجھے اس کی حرکت گراں گزری۔ چنانچہ میں نے پتھر کو ہاتھ میں تولا اور پوری طاقت سے اسے پنڈت کے سر کا نشانہ لے کر پھینک مارا لیکن دوسرے ہی لمحے اس پتھر کا جو انجام ہوا اسے دیکھ کر میں ششدر رہ گیا۔ منڈل کے اندر داخل ہوتے ہی وزنی پتھر موم کی طرح پگھل کر پانی پانی ہو گیا۔ پنڈت کے ہونٹوں پر ابھرنے والی مسکراہٹ نے میرے جنون کو اور بھڑکا دیا۔ میں منڈل کے اندر داخل ہونے کے ارادے سے آگے بڑھا ہی تھا کہ انکا نے مجھے روکتے ہوئے کہا۔

''جمیل۔ اس نشان کو پار کرنے کی حماقت نہ کرنا ورنہ جل کر بھسم ہو جاؤ گے۔''

میں نے طے کر لیا تھا کہ منڈل میں داخل ہو کر پنڈت سے دو دو ہاتھ کر لوں گا، لیکن جیسے ہی میں نے منڈل میں پہلا قدم رکھا، مجھے ایسا لگا جیسے کسی نے مجھے پکڑ کر جھنجوڑ دیا ہو۔ میں اپنے شانوں اور گردن پر کسی ان دیکھی قوت کی گرفت محسوس کر رہا تھا پھر اچانک میرے کانوں سے بھیانک آوازیں ٹکرانے لگیں۔ یوں جیسے سینکڑوں درندے مجھ پر ٹوٹ پڑے ہوں۔ میں نے عالم تصور میں اپنے سر پر نظر ڈالی تو انکا وہاں موجود نہ تھی۔ شاید وہ منڈل میں مجھے داخل ہوتا دیکھ کر ہی میرے سر سے کود گئی تھی۔ بہر حال میں نے خود پر قابو پا لیا اور اچھل کر چونے کی لکیر سے باہر نکل آیا۔ دوسرے ہی لمحے غیر مرئی طاقت ور ہاتھ اور بھیانک آوازوں کا وجود ختم ہو گیا۔ میرا سارا وجود پسینے سے شرابور ہو رہا تھا۔ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے کھڑا اس پنڈت کو دیکھ رہا تھا جو اپنے جاپ میں پورے اعتماد اور سکون سے مصروف تھا۔ معاً مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے انکا دوبارہ میرے سر پر آ گئی ہو۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ میں انکا کو دوبارہ اپنے سر پر محسوس کر رہا تھا۔ اس وقت وہ بے حد گھبرائی گھبرائی نظر آ رہی تھی۔ اس کا ننھا وجود بید مجنوں کے مانند لرز رہا تھا۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ انکا کو پریشان دیکھ کر مجھے دوبارہ اس پنڈت پر تاؤ آ گیا جو مجھ سے میری انکا کو چھین لینا چاہتا تھا۔ ایک بار پھر مجھ پر جنون طاری ہو گیا۔ میں قریب پڑے ہوئے پتھروں کو اٹھا اٹھا کر پنڈت کی سمت پھینکنے لگا لیکن پنڈت میرے ہر وار سے محفوظ تھا۔ پتھر منڈل میں پہنچتے ہی پگھل کر گر جاتا۔ جب میں تھک کر ہانپنے لگا تو انکا نے مجھ سے کہا۔

''جمیل چھوڑو۔ اب گھر چلو۔ میں نے پہلے ہی منع کیا تھا لیکن تم نہ مانے۔ بیکار کیوں اپنی جان ہلکان

کررہے ہو۔ جب تک پنڈت اپنے منڈل کے اندر ہے' دنیا کی کوئی طاقت اس کا بال بھی
کرسکتی۔ اس لیے کہ اسے دن بہت گزر چکے ہیں اور بہت ہمت والے پجاری ہی مجھے حاصل
کے لیے ایسا خطرناک جاپ کرتے ہیں۔ یہ پجاری بہت پرانا اور تجربے کار ہے۔ اس میں برداشت
قوت بہت ہے۔ یہ جاپ میں مصروف رہے گا چاہے تم اسے کتنا ہی ورغلاؤ۔''

''لیکن اگر اس کم بخت کو منڈل سے باہر نہ نکالا گیا تو یہ ضرور اپنے ناپاک مقصد میں کا
ہوجائے گا۔'' میں نے جھلا کر کہا۔ ''کیا تم چاہتی ہو کہ میں تمہیں اس موذی کے قبضے میں چا
دوں۔''

''ایسی بات کیوں کررہے ہو جمیل۔'' انکا نے اداسی سے کہا۔ ''میں تو خود مجبور ہو کر رہ گئی ہوں۔''

''پھر...... تمہارا کیا مشورہ ہے؟'' میں نے نرم پڑتے ہوئے دریافت کیا تو انکا روہانسی ہو کر بولی

''جلد بازی سے کام نہ لو جمیل۔ ابھی اس کا جاپ مکمل ہونے میں آٹھ دن باقی ہیں۔ اس عرصے
کوئی ایسی ترکیب سوچو جو کارگر ثابت ہو۔''

''تمہارے کہنے پر تو میں اس بدحواس چرسی ملنگ سے بھی مل چکا ہوں لیکن کیا حاصل ہوا۔'' میں
افسردگی سے کہا۔

''فی الحال تم گھر چلو جمیل۔ اس بلا سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی ترکیب کر
پڑے گی۔''

میں نے انکا کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا لیکن حقیقت مجھ پر واضح ہوگئی تھی کہ جب تک پنڈت
اپنے حصار میں موجود ہے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچایا جاسکتا۔ حصار میں داخل ہونا موت کو دعوت
کے مترادف تھا۔ چنانچہ میں نے ہٹے کٹے پنڈت کو آخری بار نفرت سے دیکھا پھر ناکام و نامراد
جانب پلٹ پڑا۔ پنڈت کے مقابلے میں خود کو بے بس محسوس کر کے میں بڑی اذیت محسوس کر رہا تھا
دل ڈوبا جارہا تھا۔ میرے لیے ایک ایک لمحہ بڑا جاں گسل تھا لیکن خون کے گھونٹ پینے کے سوا میں
بھی کیا سکتا تھا۔

میں لمبے لمبے ڈگ بھرتا اور اندر ہی اندر سلگتا ہوا گھر کی طرف واپس لوٹ رہا تھا۔ انکا بڑے
انداز میں میرے سر پر بالوں کے درمیان خاموش بیٹھی نہ جانے کس سوچ میں غرق تھی۔ کوئی آدھے
تک ہمارے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی' اچانک میں نے انکا کو تیزی سے اٹھ کر کھڑے
دیکھا۔ اس کی ویران نگاہوں میں مجھے ایک عجیب چمک نظر آئی۔ میرے دریافت کرنے پر
نے کہا۔

''جمیل۔ ایک ترکیب سمجھ میں آئی ہے۔ تم اگر اس پر عمل کرو تو شاید ہمیں اس پنڈت

ہے۔''

''جلدی بتاؤ۔'' میں نے بہ عجلت تمام پوچھا۔ ''تمہیں پتا نہیں مجھ پر کیا گزر رہی ہے۔''

''تمہیں رام دیال کی ماں سے ملنے جلنے والے پنڈتوں میں سے ایک پنڈت بھگوان پرشاد سے ملنا
ہوگا۔ وہ اگر تمہاری مدد کرنے کو آمادہ ہو جائے تو تم اس پنڈت کو منڈل سے باہر نکال سکتے ہو۔ اس کے
بعد میں خود اسے ٹھکانے لگادوں گی۔''

''کیا تمہیں امید ہے کہ بھگوان پرشاد میری مدد پر آمادہ ہوجائے گا؟''

''کوشش کر دیکھنے میں کیا حرج ہے۔'' انکا بولی۔ ''ایک بار وہ بھی مجھے حاصل کرنے کے سپنے دیکھ چکا
ہے لیکن میں نے بروقت اس کا دماغ پلٹ دیا تھا۔''

''کیا اس کے پاس کوئی ایسی طاقت موجود ہے' جو پنڈت کو حصار سے باہر آنے پر مجبور کرسکتی ہے؟''

''میں یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتی جمیل لیکن ایک منتر کا توڑ کوئی دوسرا منتر ہی کرسکتا ہے۔ مجھے یہ
بات معلوم ہے کہ بھگوان پرشاد کالے جادو کا ماہر ہے۔ ممکن ہے وہ کوئی ایسا جادو کردے جو پنڈت کو بوکھلا
کر منڈل سے باہر آنے پر مجبور کردے۔''

انکا کے چہرے پر امید کی کرن دیکھ کر میں نے سوچا کہ پنڈت بھگوان پرشاد کو بھی آزمالیا
جائے۔ میں وقت ضائع کیے بغیر اسی وقت انکا کی رہبری میں اس کے گھر کی سمت روانہ ہوگیا۔ انکا کے
مشورے نے کسی حد تک میری پریشانی اور بے چینی کو کم ضرور کردیا تھا لیکن نہ جانے کیوں اس کی جدائی کا
خیال اب بھی میرے ذہن کو کچوکے لگا رہا تھا۔ گو انکا ہی کی بدولت میں اپنا ایک ہاتھ گنوا بیٹھا تھا لیکن اس
کے باوجود اگر میں چاہتا تو اس کے احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتا تھا۔ انکا میرے جسم کا جزو بن چکی تھی۔ وہ
میری ضرورت تھی۔

میں اپنے خیالات میں کھویا کھویا تیز تیز قدم اٹھاتا رہا۔ نصف گھنٹے بعد میں اپنی منزل پر پہنچ
گیا۔ ہندوؤں کی بستی میں بھگوان پرشاد کا مکان عین وسط میں واقع تھا۔ مکان کیا تھا' اچھی خاصی حویلی
تھی۔ میں نے دروازے پر دستک دی اور مضطرب نگاہوں سے کسی کی آمد کا منتظر رہا۔ دو منٹ بعد جس
شخص نے دروازہ کھولا وہ میرے خیال میں بھگوان پرشاد کے سوا کوئی اور نہیں ہوسکتا تھا۔ میں اسے ایک
بار رام دیال کی ماں کے ساتھ دیکھ چکا تھا پھر بھی اپنے خیال کی تصدیق کی خاطر میں نے اس سے
پوچھا۔

''مہاشے۔ کیا آپ ہی کا شبھ نام پنڈت بھگوان پرشاد ہے؟''

دوہرے بدن اور لانبے قد والے پنڈت نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ایک منٹ تک وہ
مجھے تیکھی نظروں سے گھورتا رہا پھر اس کے چہرے پر بکھری ہوئی کرختگی بتدریج کم ہونے لگی۔

"اگر میرا انداز غلط نہیں ہے تو میں تمہیں پہلے بھی دیکھ چکا ہوں۔" پنڈت نے بے نیازی سے کہا۔ "تم رام دیال کے متر (دوست) جمیل تو نہیں ہو۔"

"ہاں مہاراج' میں وہی ہوں۔" میں نے بھگوان پرشاد کو چڑھانے کی خاطر مہاراج کے خطاب سے نوازتے ہوئے کہا۔ وہ مسکرا کر بولا۔

"کیا میرے استھان پر آنے کا کوئی خاص کارن ہے؟"

"ہاں مہاراج! میں ضرورت کے تحت آپ کے چرنوں تک پہنچا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ نراش نہیں کریں گے۔"

"اندر آجاؤ۔"

میں پنڈت بھگوان پرشاد کے ساتھ حویلی میں داخل ہوگیا۔ بڑے کمرے میں پہنچ کر جہاں دیوتاؤں کے بت جگہ جگہ موجود تھے' بھگوان پرشاد ایک تخت پر بیٹھ گیا پھر مجھے بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں خاموشی سے ایک مونڈھے پر بیٹھ گیا۔ میرا دل دھڑک رہا تھا۔ میں خدا سے دعا کر رہا تھا کہ بھگوان میری مدد پر آمادہ ہوجائے۔ کچھ دیر تک کمرے میں سکوت طاری رہا۔ میں نے اپنی طرف سے پہل کی۔ پانچ منٹ بعد بھگوان پرشاد نے مہر سکوت توڑی۔

"تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ میں تمہاری کیا سہائتا کر سکتا ہوں؟" اس نے خالص ہندوانہ لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔

"مہاراج!" میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ "پہلے مجھے وچن دیجئے کہ آپ میری مدد ضرور کریں گے۔"

"یہ تو بچوں والی بات ہوئی میاں۔ پہلے مجھے بتاؤ کہ تم چاہتے کیا ہو! اگر میرے بس میں ہوا تو تمہاری ضرور مدد کروں گا۔"

میں نے ایک سہمی ہوئی نظر بھگوان پرشاد کے چہرے پر ڈالی پھر اپنے آنے کا مدعا بیان کردیا۔ اس بات کو میں نے پوشیدہ رکھا کہ میں اس پنڈت کو منڈل سے باہر کیوں نکالنا چاہتا ہوں۔ انکا کا ذکر بھی میں نے مناسب نہیں سمجھا۔ بھگوان پرشاد نے میری بات بڑے غور سے سنی۔ ایک ثانیے تک سمجھنے والے انداز میں میرے جسم کو تولتا رہا پھر کچھ جز بز ہو کر الجھے ہوئے لہجے میں اس نے پوچھا۔

"کیا تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گے کہ تم اس مہان پنڈت کو اس کے منڈل سے باہر کیوں لانا چاہتے ہو؟"

"یہ بڑی لمبی کہانی ہے مہاراج!" میں نے بات بنانے کی کوشش کی۔ "آپ بس اتنا جان لیں کہ مہان پنڈت مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہا ہے اور اگر وہ اپنا جاپ پورا کرنے میں کامیاب ہو گیا تو میں کہیں کا نہ رہوں گا۔"

بھگوان پرشاد ابھی تک میرے چہرے پر معنی خیز نظریں گاڑے ہوئے تھا۔ میرا جملہ ختم ہوا تو اس نے چھت کی طرف نظر اٹھائی پھر اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ دس منٹ تک وہ اسی طرح آنکھیں بند کئے بیٹھا رہا پھر جب اس نے آنکھیں کھولیں تو اس کے ہونٹوں پر پُراسرار مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ مجھے شرابی ہوئی نظروں سے دیکھ کر بولا۔

"بچہ! کیا تم جانتے ہو کہ تربینی (یہ اس پنڈت کا نام تھا جو انکا کو اپنے قبضے میں کرنا چاہتا تھا) کیسا جاپ کر رہا ہے؟"

"ہاں مہاراج!" میں نے جلدی سے کہا۔ "وہ میرے دل کا سکون برباد کرنا چاہتا ہے۔"

"تمہارے دل کا سکون؟" بھگوان پرشاد نے حیرت سے کہا۔ "تو کیا تم بھی انکا کے سپنے دیکھ رہے ہو؟"

میں کوئی جواب دینے ہی والا تھا کہ انکا نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

"جمیل۔ اب اس سے کچھ چھپانا بے کار ہے۔ تم اس سے سب کچھ صاف صاف کہہ دو۔ میرے سلسلے میں صرف اتنا ہی بتانا کہ میں کبھی کبھی اپنی مرضی سے تمہارے سر پر آجاتی ہوں اور تربینی کے بارے میں بھی تمہیں میری زبانی معلوم ہوا ہے۔"

انکا کے مشورے پر میں نے بھگوان پرشاد کو کھل کر صورت حال سے آگاہ کیا تو اس کے چہرے پر الجھن اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات نمایاں ہوگئے۔ اس کی آنکھوں میں بے یقینی مترشح تھی۔ وہ منہ پھاڑے مجھے دیکھ رہا تھا۔ تھوڑے وقفے کے بعد وہ بولا۔

"جمیل میاں! کیا تم سچ کہہ رہے ہو کہ انکا تمہارے سر پر آتی رہتی ہے۔ تم جانتے ہو کہ انکا کون ہے۔ کیوں مجھ سے مذاق کرتے ہو؟"

"میں آپ سے مذاق نہیں کر رہا مہاراج۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے آپ سچ سمجھیں اور میری مشکل کا کوئی حل ڈھونڈیں۔" میں نے کہا۔

"بالک انکا کا نام لیتے ہو۔ انکا کے بارے میں کچھ سنا بھی ہے۔ انکا کو حاصل کرنے والے بڑے بڑے جگرے والے ہوتے ہیں۔ انکا کی شکتی جانتے ہو۔" پنڈت نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

ٹھیک اسی وقت انکا نے میرے کان میں پھر ایک بات کہی چنانچہ میں نے بے دھڑک جواب دیا۔

"مہاراج' میری بات پر یقین کریں۔ میں سب کچھ جانتا ہوں۔ وشواش کریں' اس وقت بھی وہ میرے سر پر براجمان ہے۔"

"بالک' کیا تم اس کا کوئی ثبوت دے سکتے ہو۔ بتاؤ کیسی ہے انکا؟" بھگوان پرشاد نے قہقہے لگاتے ہوئے کہا مگر اس کی نگاہوں میں اب تک تجسس تھا۔

"آپ کو کس قسم کا ثبوت درکار ہے مہاراج؟" میں نے انکا کے اشارے پر پوچھا۔

"سنو میاں جمیل۔ انکا ایک ایسی پُراسرار مہان شکتی کا نام ہے جسے اپنانے کے لیے منش کو بڑے بیلنے پڑتے ہیں۔ تربینی بھی اسی شکتی کے کارن منڈل میں دھونی رمائے بیٹھا ہے پھر میں کیسے وشواش کرلوں کہ جو کچھ تم کہتے ہو وہ ٹھیک ہے۔"

"مہاراج' میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ حرف بحرف ٹھیک ہے۔" میں نے انکا کے کہے ہوئے بول دہراتے ہوئے کہا۔ "آپ کو اگر میری زبان پر وشواش نہیں تو آزما کر دیکھ لیجیے گا لیکن آپ کو اس بات کا وچن دینا ہوگا کہ اگر میں امتحان میں پورا اترا تو آپ تربینی کو اس کے منڈل سے باہر نکالنے میں میری مدد ضرور کریں گے۔"

"پہلے میرے ایک سوال کا جواب دو۔ مجھے بتاؤ کہ انکا کس روپ میں تمہارے سر پر ہے؟" بھگوان پرشاد نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیوں نہیں مہاراج!" اس بار میں نے مسکرا کر کہا۔ "انکا کا روپ سندر ناریوں جیسا ہے۔ وہ اپسراؤں سے سندر ہے...... وہ تو کوئی دیوی ہے۔"

"تم نے کبھی اسے بھوجن کرتے بھی دیکھا ہے؟"

"دیکھا ہے مہاراج!" میں بولا۔ "انکا اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے لیے انسانی خون پیتی ہے۔"

"اور...... اور اس سمے وہ تمہارے سر پر براجمان ہے۔" بھگوان پرشاد اب بہت سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"کیا اب بھی آپ کو میری بات کا وشواش نہیں ہے؟" میں نے چڑ کر کہا۔

"وشواش کا کیول ایک ہی طریقہ ہے جمیل احمد۔ اگر انکا کی شکتی سندر ناری کے روپ میں تمہارے سر پر موجود ہے تو اس سے کہو کہ وہ مجھے اپنی شکتی کا کوئی تماشا دکھائے۔"

میرے جواب دینے سے پیشتر ہی انکا کسی چھلاوے کی طرح اچھل کر میرے سر سے اتر گئی۔ بھگوان پرشاد مجھے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا جواب دوں۔ انکا کے سر سے اتر جانے کی وجہ سے میں کچھ پریشان ہو گیا تھا لیکن میری پریشانی زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی۔ بھگوان پرشاد کے رویے میں اچانک تبدیلی آ گئی تھی۔ وہ یوں مسرور نظر آنے لگا جیسے اسے قارون کا خزانہ مل گیا ہو۔ اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں...... الفاظ اس کے منہ سے ادا نہیں ہو رہے تھے۔ وہ ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں کہہ رہا تھا۔

"میاں جی جمیل۔ تم تو مہان ہو۔ میاں جی مجھے معاف کر دو۔ میں تمہیں غلط سمجھا۔ انکا تمہارے پاس آتی ہے' تم سب سے خوش قسمت آدمی ہو۔ میاں جی! مجھے بتاؤ میں تمہارا کیا کام کر سکتا ہوں' تمہیں میرا ایک کام کرنا ہوگا۔" بھگوان پرشاد کا لہجہ ایک دم بدل گیا۔

"وہ کیا؟"

"ابھی تم صرف مجھے زبان دے دو۔" بھگوان پرشاد نے مسکرا کر کہا۔ "جب تم اپنے کام میں سپھل ہو جاؤ گے پھر میں تمہیں اپنا کام بتاؤں گا۔"

"مجھے منظور ہے مہاراج۔" میں نے بغیر سوچے سمجھے وعدہ کر لیا۔

"تم یہیں پدھارو۔ میں ابھی واپس لوٹتا ہوں۔"

بھگوان پرشاد تیزی سے اٹھ کر اندر چلا گیا تو میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ انکا ابھی تک میرے سر پر واپس نہیں آئی تھی۔ میرا اندازہ یہی تھا کہ وہ اس وقت بھگوان پرشاد کے سر پر ہوگی اور اسی نے اسے میری مدد کرنے پر آمادہ کیا ہوگا۔ بہرحال اب مجھے امید کی کرن پھوٹتی نظر آ رہی تھی۔ میں اس دروازے پر نظریں جمائے بیٹھا رہا جس دروازے سے ہو کر بھگوان پرشاد اندر گیا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ دوبارہ بڑے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کا چہرہ اس وقت بھی کسی اندرونی خوشی کے جذبے کے تحت کندن کی طرح دمک رہا تھا۔ جس وقت وہ اپنے تخت پر بیٹھا ٹھیک اسی وقت انکا دوبارہ میرے سر پر واپس آ گئی۔ میں نے کنکھیوں سے انکا کی طرف دیکھا تو وہ بھی خوش دکھائی دے رہی تھی۔ شاید اسے بھی اپنے بچاؤ کی امید نظر آ گئی تھی۔ اسی کے اشارے پر میں نے بھگوان پرشاد کو مخاطب کیا۔

"مہاراج!" اگر تم تربینی کو اس کے منڈل سے نکالنے کا کوئی اُپائے کر دو تو میں تمام زندگی تمہارا احسان مند رہوں گا اور جو کچھ بھی مجھ سے ہو سکا' تمہارے لیے ضرور کروں گا۔"

"تم قسمت کے دھنی ہو میاں جمیل جو بغیر کسی جاپ کے انکا جیسی مہان شکتی کو پا گئے ہو۔" بھگوان پرشاد نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہاری مدد ضرور کروں گا۔ پرنتو اس کے لیے تمہیں ابھی ایک ہفتے اور انتظار کرنا ہوگا۔"

"ایک ہفتے۔" میں نے پریشان ہو کر کہا تو بھگوان پرشاد بولا۔ "کوئی چنتا نہ کرو میاں جمیل' مجھے خبر ہے کہ تربینی کا جاپ مکمل ہونے میں کیول آٹھ نو دن باقی رہ گئے ہیں۔ پرنتو میں تم کو جو چیز دان کرنا چاہتا ہوں اس کے لیے ابھی سے پورا نہیں ہے۔ تمہیں ایک ہفتے تک انتظار کرنا ہوگا۔"

"کیا کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے مہاراج کہ میں تربینی کو ایک دو روز میں منڈل سے باہر دیکھ سکوں؟"

"میں جانتا ہوں کہ تم انکا دیوی کی وجہ سے بہت بیاکل ہو لیکن دھیرج سے کام لو میاں جی۔"

"لیکن تربینی کو اس کے ارادوں سے باز رکھنے میں کامیاب ہو جاؤں گا؟"

"کل کیا ہونے والا ہے' یہ کیول پرماتما ہی جانتا ہے پر مجھے وشواش ہے کہ تم تربینی کو منڈل سے باہر نکالنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤ گے۔ پرنتو اگر ایسا نہ ہوا تو......"

بھگوان پرشاد اپنا جملہ نامکمل چھوڑ کر سراسیمہ ہو کر مجھے دیکھنے لگا۔ اس کے چہرے پر ایک رنگ آتا تھا

ایک جاتا تھا۔ وہ کسی کشمکش سے دوچار تھا اس لیے میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"اگر میں کامیاب نہ ہوا تو کیا ہوگا مہاراج؟"

"تمہارا کچھ نہیں ہوگا پر......" بھگوان پرشاد نے ایک بار پھر اپنا جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔ دوسر[ے]
لمحے وہ بات بدل کر بولا۔ "ابھی تم جاؤ میاں جی جمیل...... آج سے ٹھیک سات روز بعد پورنماشی [کی رات]
ہوگی۔ تم اس رات پورے بارہ بجے میرے پاس آجانا۔ میں تمہیں ایک ایسی چیز دوں گا، جس[سے]
تربنی کو اس کے منڈل سے اوش باہر گھسیٹ لائے گی۔"

بھگوان پرشاد نے جس وقت یہ کہا اس وقت بھی اس کی نظروں میں ایک نامعلوم سی الجھن طا[ری تھی]
لیکن میں نے دیدہ و دانستہ اسے چھیڑنا مناسب نہ سمجھا اور اٹھ کر خاموشی سے باہر آگیا۔ ہندوؤں
کو عبور کر کے جب میں اپنی رہائش گاہ کی طرف چلا تو انکا نے مجھ سے کہا۔

"جمیل بھگوان پرشاد تمہاری مدد ضرور کرے گا۔ ہوسکتا ہے کہ وہ جو چیز تمہیں دے وہ
پریشانیوں کے خاتمے کا سبب بن سکے۔"

"کیا تم میرے سر سے اتر کر اس کے سر پر چلی گئی تھیں؟"

"ہاں۔" انکا نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔ "جانتے ہو وہ تربنی کا معاملہ نمٹانے کے بعد
کام لینا چاہتا ہے؟"

"مجھے بھلا کیا علم؟"

"تم بھگوان پرشاد کو نہیں جانتے۔ بہت مکار اور عیار آدمی ہے۔ اس کا کاٹا ہوا پانی بھی نہ[یں مانگتا]
لیکن تم سے وہ کسی دھوکے سے کام نہیں لے گا۔ اس لیے کہ وہ ایک پرانے خزانے کا راز جانے
میں ہے۔ اسی وجہ سے اس نے مجھے بھی قبضے میں کرنے کے خواب دیکھے تھے۔"

"جہنم میں گیا خزانہ۔" میں نے بے دلی سے کہا۔ "تم یہ بتاؤ کہ بھگوان پرشاد کچھ کہتے کہتے
رک گیا تھا۔ اگر وہ حقیقتاً کالے جادو کا ماہر ہے تو پھر اسے فکر کس بات کی ہے۔"

"جلدی کیا ہے۔ پورنماشی کی رات آلینے دو۔ جو بات بھی ہوگی سامنے آجائے گی۔"

"کیا تمہیں بھی اس کا علم نہیں ہے؟" میں نے انکا سے چبھتا ہوا سوال کیا۔ نہ جانے کیوں
گمان ہو رہا تھا کہ انکا بھگوان پرشاد کی الجھن کی وجہ جانتی ہے لیکن مجھ سے اس وجہ کو پوشیدہ ر[کھنا چاہتی]
ہے۔

ایک دوبار جب میں نے اپنے سوال کو گھما پھرا کر پوچھا تو وہ مجھے ٹال گئی پھر جب میں
اصرار کیا تو انکا نے ملول ہو کر کہا۔

"سنو جمیل۔ اب جبکہ تم نہیں مانتے تو سنو۔ میں تم سے کچھ پوشیدہ نہیں رکھنا چاہتی۔ مجھے نہ[یں معلوم]

[تر]بنی کا انجام کیا ہوگا لیکن مجھے معلوم ہے کہ اگر بھگوان پرشاد کا جادو بھی منڈل کے اندر بیکار ثابت ہوا
[تو] بات بہت بگڑ جائے گی۔ تم سے دور رہنا ہی پڑے گا۔"

"بات بگڑنے سے تمہاری مراد کیا ہے؟ صاف صاف کہو۔"

"جمیل۔ میں نہیں چاہتی کہ تمہارے اوپر کوئی آنچ آئے لیکن کالے جادو کی یہ خاصیت ہے کہ وہ
[ناکام] ہونے کی صورت میں ضرور پلٹتا ہے اور یا تو جادو کرنے والے کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے یا پھر
[اس] شخص کی بربادی کا باعث بن جاتا ہے جو جادو کراتا ہے۔"

"گویا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تربنی کے بچ جانے کی صورت میں میرے یا بھگوان پرشاد میں سے کسی
ایک کی تباہی لازم ہے۔"

"ہاں!"

"کیوں؟"

"جمیل۔" انکا آبدیدہ ہو کر بولی۔ "کیا یہ ممکن نہیں کہ تم مجھے میرے حال پر چھوڑ دو اور خود کو ان
بکھیڑوں میں نہ ڈالو۔" میں نے محسوس کیا اس کی حسین آنکھوں میں آنسو ہیں۔ اس کا لہجہ کچھ اس قدر
دردانگیز تھا کہ میرا جی بھر آیا اور میں فیصلہ کن لہجے میں بولا۔

"انکا اگر تم مجھے اپنا سچا ہمدرد اور دوست سمجھتی ہو تو اب یہ بات زبان پر نہ لانا۔ اگر میری قسمت میں
بربادی درج ہے تو تربنی کی راہ چھوڑ دوں تب بھی نہیں بچ سکوں گا اور اگر قسمت میرے اوپر مہربان ہے تو
تربنی اور اس کے تمام دیوی دیوتا مل کر بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

انکا نے عقیدت مندانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا، ان نگاہوں میں اظہار تشکر کے علاوہ محبت کے بے
پناہ جذبات موجزن تھے۔ راستے بھر ہمارے درمیان پھر کوئی بات نہیں ہوئی۔ انکا آلتی پالتی مارے
افسردہ اور خاموش بیٹھی رہی۔ دوسری طرف میں نے اٹل فیصلہ کر لیا تھا کہ انکا کے پُراسرار وجود کو ہر قیمت
پر بنائے رکھوں گا۔ اپنے خیالوں میں الجھا الجھا میں گھر پہنچا تو نرگس نے مجھے ایک نئی اطلاع سنائی۔

"نازلی کے متعلق کچھ سنا آپ نے!"

"کیا ہوگیا؟" میں نے بے پروائی سے اپنے بستر پر نیم دراز ہوتے ہوئے پوچھا۔

"صابر علی صاحب نے اسے اسمگلنگ کے چکر میں پھنسوا دیا ہے۔ آج صبح پولیس نے نازلی کے گھر
پر چھاپہ مار کر اسے گرفتار کر لیا۔ بہت ساری اسمگل کی ہوئی اشیاء بھی ملی ہیں لیکن ڈیڈی کا خیال ہے کہ
صابر علی نے اپنی اس روز کی بے عزتی کا انتقام لینے کی خاطر نازلی کے گرد جال بنا ہے۔"

"تمہارے ڈیڈی کو آخر نازلی سے اس قدر ہمدردی کیوں ہے؟" میں جلدی میں کہہ گیا پھر مجھے خیال
آیا کہ مجھے ایسی بات نہیں کہنی چاہیے تھی۔ "میرا مطلب ہے کہ نازلی جانے اور صابر علی صاحب۔ ہمیں

کیا ضرورت پڑی ہے کہ دوسروں کے معاملے میں دخل دیں۔“

”کچھ بھی سہی لیکن صابر علی صاحب کو ایک عورت کے ساتھ ایسی اوچھی حرکت نہیں کرنی چاہیے تھی۔“ نرگس نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ ”میرا تو خیال ہے کہ اس روز بھی نازلی نے بلا وجہ ان پر کیچڑ نہیں اچھالی ہوگی۔ دال میں ضرور کچھ کالا رہا ہوگا۔“

”ہوسکتا ہے۔ ویسے مجھے تمہارا یہ مجسٹریٹ بھی کوئی اچھے قماش کا آدمی نہیں لگتا۔“ میں نے نرگس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے جواب دیا پھر راز داری کے انداز میں پوچھا۔ ”کیا تمہیں حقیقتاً نازلی سے بہت ہمدردی محسوس ہو رہی ہے؟“

”ہونی بھی چاہیے۔“ نرگس نے تیزی سے کہا۔ ”صابر علی صاحب نے اسے جس الزام میں پھنسانے کی کوشش کی ہے اگر وہ درست ثابت ہوگیا تو بے چاری کی زندگی برباد ہوجائے گی۔“

”اگر کہو تو میں نازلی کو بچانے کی کوشش کروں؟“

میں نے یہ جملہ نہ جانے کس لہجے میں کہا تھا کہ نرگس نے پلٹ کر میرے چہرے کو غور سے دیکھا پھر جیسے نازلی کے ساتھ اس کی تمام تر ہمدردیاں اچانک ختم ہوگئی ہوں۔ وہ بھویں چڑھا کر بولی۔

”آپ کو کیا ضرورت ہے اسے بچانے کی۔ وہ جانے اور صابر علی صاحب جانیں! آپ آرام سے کپڑے تبدیل کر کے لیٹئے۔ میں ابھی آپ کے لیے کافی بنا کر لاتی ہوں۔“

نرگس چلی گئی تو میں ایک بار پھر تربینی کے بارے میں سوچنے لگا جو انکا کو مجھ سے چھین لینے کی خاطر جاپ کر رہا تھا۔ انکا بھی اپنے خیالوں میں گم تھی اس لیے میں نے اسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ نرگس نے کافی لا کر دی تو میں نے اپنے بوجھل اعصاب کو سکون دینے کی خاطر جلدی جلدی دو چار لمبے گھونٹ لیے۔ پھر کافی ختم کر کے لیٹ رہا۔ نرگس کو میں نے تاکید کر دی تھی کہ اگر میں خود سے نہ جاگوں تو رات کے کھانے پر مجھے جگانے کی کوشش نہ کرے۔

☆==========☆==========☆

پنڈت بھگوان پرشاد سے ملے مجھے چار روز گزر چکے تھے۔ میں نے یہ چار دن بڑے کرب میں گزارے۔ انکا اس عرصے میں برابر میری ڈھارس بندھاتی رہی لیکن مجھے کسی پل چین نصیب نہ تھا۔ ہر لمحہ فکر لاحق رہتی کہ اگر تربینی اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا تو میرا کیا ہوگا۔ انکا کی جدائی کا وقت قریب آتا جا رہا تھا اور اس سے میری محبت روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ اکثر رات کو جب وہ میرے سرہانے محوِ خواب ہوتی تو میں جاگتا رہتا اور اسے حسرت بھری نظروں سے دیکھا کرتا۔ ان چار دنوں میں انکا بے حد جھٹک گئی تھی۔ خود میرا بھی یہی حال تھا کہ کسی کام میں دل نہ لگتا تھا۔ بھوک پیاس کا ہوش نہ رہتا۔ بس ہر وقت یہی فکر لاحق رہتی کہ دیکھیں آنے والے لمحات میرے حق میں کیا گل کھلاتے ہیں۔ میری عزیز

مجھ سے رخصت ہونے والی تھی۔

نرگس اور اس کے والدین سے اپنی کیفیت چھپانے کی خاطر میں صبح سویرے ہی صرف چائے پی کر دوستوں سے ملنے کا بہانہ کر کے چلا جاتا اور رات کے کھانے کے بعد لوٹتا۔ نرگس کے والدین کو تو کوئی خیال نہ ہوا کہ میرا پروگرام اچانک کیوں تبدیل ہوگیا۔ البتہ نرگس کے کان ضرور کھڑے ہوگئے۔ چار روز تک تو وہ چپ رہی لیکن پانچویں روز جب میں رات گئے واپس آیا اور اپنی خواب گاہ میں داخل ہوا تو نرگس میری منتظر تھی۔ جب تک میں کپڑے تبدیل کرتا رہا وہ مجھ سے ہنس ہنس کر باتیں کرتی رہی۔ مگر جب میں بستر پر دراز ہوگیا تو نرگس میرے قریب آگئی اور بڑے پیار سے بولی۔

”کیا بات ہے۔ آپ آج کل زیادہ تر گھر سے باہر ہی رہتے ہیں؟“

”کوئی خاص بات نہیں۔“ میں نے ٹالتے ہوئے جواب دیا۔ ”دوستوں سے ملنے چلا جاتا ہوں۔ وقت اچھا خاصا گزر جاتا ہے۔“

”ایسا بھی کیا کہ انسان منہ اندھیرے کا نکلا رات ڈھلے واپس لوٹے۔ نصیب دشمناں کہیں آپ کو کوئی پریشانی تو لاحق نہیں۔“

”پریشانی کیسی؟“

”کھائیے میرے سر کی قسم۔“

میں نے ہرچند نرگس کو ٹالنا چاہا لیکن جب وہ کسی طرح نہ مانی تو میں نے انکا کے اشارے پر اسے بھی مختصراً اپنی پریشانی کا احوال سنا دیا۔ نرگس میری باتیں سن کر رنجیدہ ہوگئی۔ جب تک میں اسے حالات بتاتا رہا وہ حیرت سے مجھے دیکھتی رہی۔ میں خاموش ہوا تو وہ بولی۔

”کیا آپ کو قوی امید ہے کہ آپ انکا کو اس پنڈت سے نجات دلانے میں کامیاب ہو جائیں گے؟“

”خیال تو ہے۔ آگے قسمت میں جو لکھا ہے وہی ہوگا۔“

”جادو وغیرہ کا کھیل بہت برا ہوتا ہے۔“ نرگس نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ”کہیں ایسا نہ ہو کہ انکا کو ایک مصیبت سے نجات دلاتے دلاتے آپ خود کسی بڑی مصیبت میں پھنس جائیں۔“

”سب کچھ ممکن ہے نرگس۔“ میں نے بظاہر بڑے عزم سے جواب دیا۔ ”لیکن اب خواہ کچھ ہو، میں انکا کو اس موذی پنڈت سے نجات دلا کر ہی دم لوں گا۔ چاہے مجھ پر کتنی ہی تباہیاں کیوں نہ نازل ہوں۔“

”کیا آپ کو میرا کوئی خیال نہیں ہے؟“

”ہے کیوں نہیں مگر انکا بھی میری محسن ہے۔ اس کے احسانوں کو فراموش بھی تو نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس نے میری مدد نہ کی ہوتی اور امیر کبیر نہ بنایا ہوتا تو میں تمہیں بھی حاصل نہیں کر سکتا تھا۔“

"مگر اکثر موقعوں پر اسی انکا نے آپ کے ساتھ ایسی حرکتیں بھی کی ہیں جو انتہائی اخلاق... تھیں۔" نرگس نے نظریں نیچی کیے کہا پھر یک لخت تیز ہو کر بولی۔ "آپ یہ کیوں بھول رہے ہیں کہ اسی انکا کی وجہ سے آپ کا ایک ہاتھ بھی ضائع ہوا ہے۔"

"مجھے سب معلوم ہے لیکن اس کے باوجود میں انکا کو ہر قیمت پر پنڈت کے چنگل سے بچانے کی کوشش کروں گا۔ خواہ اس کے لیے مجھے اپنی جان ہی کیوں نہ گنوانی پڑے۔"

"گویا انکا آپ کو مجھ سے زیادہ عزیز ہے۔" نرگس کے چہرے پر رقابت کی سرخی پھیل گئی۔

"حماقت کی باتیں کیوں کرتی ہو نرگس۔" میں جھلا کر بولا۔ "انکا محض ایک تصوراتی وجود ہے، جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ تمہیں اس کے سلسلے میں کسی غلط قسم کے خیال کو ذہن میں جگہ نہیں دینا چاہیے۔"

نرگس کو غالباً اس جواب کی توقع نہیں تھی۔ وہ ششدر سی میرا منہ دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔ اس کی غزالی آنکھوں میں شکایت بھری ہوئی تھی۔ مجھے امید نہیں تھی کہ نرگس انکا سے میری ہمدردی کو غلط رنگ دے گی اور مفت میں بیٹھے بٹھائے میری پریشانیوں میں اضافہ کرے گی۔ بہر حال جب میں نے اس کے تیور بدلے دیکھے تو اور برا لگا۔ میں خشک لہجے میں بولا۔

"میرا تو خیال تھا کہ تم پڑھی لکھی ہو۔ وسیع النظر بھی ہو گی، لیکن معلوم ہوا ہے کہ رقابت کے جذبے کا تعلیم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔"

"مجھے بھی اس بات کا احساس آج پہلی بار ستا رہا ہے کہ آپ میرے مقابلے پر کسی اور کو ترجیح دے سکتے ہیں۔" نرگس نے ہونٹ چباتے ہوئے جلے کٹے لہجے میں جواب دیا تو میں اور بھڑک کر بولا۔

"تم جو چاہو سوچتی رہو لیکن میں انکا کی ضرور مدد کروں گا۔"

نرگس نے بڑے غصے میں منہ کھولا۔ وہ جواب میں یقیناً کوئی سخت بات کہنا چاہتی تھی لیکن نہ جانے کس جذبے کے تحت اس نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لیے۔ مجھے اجنبی نظروں سے دیکھتی ہوئی تیزی سے اٹھی اور لمبے لمبے قدم اٹھاتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں نے اطمینان کا سانس لیا اور پھر انکا کے بارے میں سوچنے لگا۔ میں کچھ اس قدر انکا کی وجہ سے پریشان تھا کہ مجھے نرگس کی ناراضگی کا بھی کوئی خیال نہ ہوا لیکن نرگس کے بگڑ کر چلے جانے کے بعد انکا نے جو میری اور نرگس کی تمام گفتگو سن چکی تھی، مجھے مخاطب کر کے اداس لہجے میں کہا۔

"جمیل۔ تمہیں میری وجہ سے نرگس کو ناراض نہیں کرنا چاہیے تھا۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ وہ تم سے کس قدر محبت کرتی ہے۔"

"اگر اسے مجھ سے محبت ہوتی تو وہ تمہاری مدد کرنے سے مجھے کبھی منع نہیں کرتی۔" میں نے جھ...

"ارے اس قدر جذباتی نہ بنو جمیل۔ تمہیں نرگس کے جذبات کی قدر کرنی چاہیے۔"

انکا بڑی دیر تک مجھے سمجھاتی رہی اور نرگس کی وکالت کرتی رہی لیکن میں اپنی ہٹ پر اڑا رہا۔ شاید اس لیے کہ میں سوائے انکا کے اور کسی کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا اور اس کی وجہ بھی معقول تھی۔ تربینی کے جاپ کو مکمل ہونے میں اب صرف تین چار ہی دن باقی رہ گئے تھے۔ جب میں نے نرگس کی طرف کوئی دھیان نہ دیا تو انکا یہ کہہ کر میرے سر سے اتر گئی کہ اب وہ نرگس کے سر پر جا رہی ہے تاکہ حالات کی نوعیت سمجھا سکے اور اس کے ذہن میں میری جڑیں مضبوط کر سکے۔ میں نے انکا کی اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ جب وہ میرے سر سے اتر گئی تو میں کچھ دیر تک حالات کے الجھے ہوئے تانے بانے کو سلجھانے کے لیے ذہن میں مختلف اسکیمیں مرتب کرتا رہا پھر نہ جانے کب میری آنکھ لگ گئی۔

صبح میں حسب معمول جانے کے لیے تیار ہوا تو نرگس نے میرا راستہ روک لیا۔ اپنی رات کی باتوں پر شرمندگی کا اظہار کر کے اس نے انکا کی سلامتی کے سلسلے میں مجھ سے ہمدردی کا اظہار کیا تو میرے دل کا بوجھ کس قدر ہلکا ہو گیا۔ میں نے اسے سینے سے لگا لیا اور جلدی واپس آنے کا وعدہ کر کے گھر سے نکل گیا۔ انکا دوبارہ میرے سر پر آ چکی تھی لیکن آج اس کی آنکھوں میں نظر آنے والی الجھن کچھ زیادہ ہی دکھائی دے رہی تھی۔ میں دن بھر ادھر ادھر مارا مارا پھرا۔ شام کو مرگھٹ پر جا کر ایک نظر تربینی پر ڈالی جو ابھی تک بڑے آرام سے اپنے جاپ میں مصروف تھا۔ میں خون کے گھونٹ پیتا ہوا واپس گھر آ گیا۔ نرگس کل کے مقابلے میں زیادہ مہربان نظر آتی تھی۔ رات گئے تک وہ انکا کے بارے میں باتیں کرتی رہی۔

سات روز بعد میری وحشت میں جو اضافہ ہوا اسے تحریر میں لانا میرے بس کی بات نہیں۔ بہر حال اس روز تمام دن میرے اوپر کرب کی سی کیفیت طاری رہی۔ انکا تو اداسی کا مجسمہ بن کر رہ گئی تھی۔ دن بھر میں اسے دلاسا دیتا رہا اور بڑی بے چینی سے رات کا منتظر رہا۔ خدا خدا کر کے رات آئی اور گیارہ بجے تو میں پنڈت بھگوان پرشاد کے گھر کی سمت چل پڑا۔ آسمان پورنماشی کا چاند چمک رہا تھا۔ میں لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہندوؤں کی بستی میں داخل ہوا تو انکا نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔

"جمیل۔ آج کی رات مجھ پر بڑی بھاری ہے۔ میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا۔"

"صبر سے کام لو۔ خدا نے چاہا تو تربینی اپنے مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکے گا۔"

انکا نے حسرت بھری نظروں سے مجھے دیکھا۔ پھر میرے سر پر چمٹ کر پورنماشی کے چاند کو گھورنے

لگی۔ میں قدم بڑھاتا بھگوان پرشاد کی حویلی میں حاضر ہوا۔ وہ میرا ہی منتظر تھا۔ مجھے دیکھ کر بولا۔

''آؤ میاں جی جمیل۔ میں تمہاری ہی راہ تک رہا تھا۔ تم ٹھیک سمے پر آئے ہو۔''

''مہاراج۔ کیا آپ نے میری چیز تیار کر لی ہے؟''

''ہاں۔ آؤ میرے ساتھ۔''

میں بھگوان پرشاد کے اشارے پر اٹھ کر اس کے ساتھ ہو لیا۔ وہ مجھے ساتھ لے کر ایک دوسرے کمرے میں داخل ہوا جہاں نہ جانے کیا الم غلم بھرا ہوا تھا۔ اس کمرے میں داخل ہوتے ہی مجھے محسوس ہوا جیسے میں بے شمار بھوت پریت کے درمیان آ گیا ہوں۔ بظاہر وہاں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آ رہی تھی جس سے میں خوف زدہ ہوتا لیکن کوئی نہ کوئی ایسی بات ضرور تھی جس نے مجھے اختلاجی کیفیت سے دوچار کر دیا تھا۔

بھگوان پرشاد نے کمرے میں داخل ہو کر کوری مٹی کی ایک ہانڈی درمیان میں رکھی ہوئی میز سے اٹھائی پھر میرے قریب آ گیا۔ میں نے ہانڈی پر ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈالی۔ اس کا منہ مٹی کے کورے ڈھکنے سے بند تھا اور چاروں اطراف سوکھا ہوا آٹا لگا ہوا تھا۔ بھگوان پرشاد نے وہ ہانڈی میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''میاں جی۔ اسے سنبھالو اور جو کچھ میں کہتا ہوں اسے غور سے سنو۔ اس ہانڈی کو لے کر سیدھے مرگھٹ کی طرف جاؤ۔ راستے میں کسی دوسرے منش سے بات مت کرنا۔ جب تم تربنی کے منڈل کے قریب پہنچ جاؤ تو تربنی کو اس طرح مخاطب کرنا کہ اس کی نظریں اس ہانڈی پر پڑ جائیں۔ اس کے بعد کالی مائی کا شبھ نام لے کر اس کو تربنی کی طرف منڈل کے اندر پھینک دینا۔ دیوتاؤں نے چاہا تو تربنی جنتر منتر بھول کر منڈل سے نکل پڑے گا۔ آگے تم جانو اور تمہارا کام۔ پر میرا وعدہ یاد رکھنا۔''

''اس مٹی کی ہانڈی میں کیا بند ہے مہاراج!'' میں نے ہانڈی کو اپنے ایک ہاتھ پر سنبھالتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔

''اس میں ایک ایسی شکتی بند ہے جو تربنی کو جلا کر بھسم بھی کر سکتی ہے۔ پرنتو اس کا دھیان رکھنا کہ جب تک تربنی کی نظر ہانڈی پر نہ پڑے، تم اسے ہاتھ سے نہیں چھوڑو گے۔''

''مہاراج۔ کیا آپ کو وشواش ہے کہ تربنی اپنا جاپ پورا کیے بغیر منڈل سے باہر آ جائے گا۔''

''کالی مائی کی آگیا سے ایسا ہی ہو گا۔'' بھگوان پرشاد نے کچھ بے چینی سے کہا۔ ''اب سدھارو میاں جی۔ اگر سمے زیادہ بیت گیا تو کھیل بگڑ جائے گا۔''

میں نے جواب میں بھگوان پرشاد کا شکریہ ادا کیا اور مرگھٹ کی طرف چل پڑا۔ راستے میں ایک دو بار میرا جی چاہا کہ انکا سے دریافت کروں کہ اس ہانڈی میں کیا ہے لیکن بھگوان پرشاد نے چونکہ مرگھٹ

پہنچنے تک زبان بند رکھنے کی تاکید کر دی تھی اس لیے میں نے انکا سے بھی کوئی بات نہیں کی۔ البتہ میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ جیسے جیسے مرگھٹ قریب آتا جا رہا تھا، انکا کے چہرے کی زردی بڑھتی جا رہی تھی۔ اگر کوئی دوسرا موقع ہوتا تو شاید میرے فرشتے بھی اتنی رات گئے مرگھٹ تک جانے کی جرأت نہ کرتے لیکن انکا تھی کہ اس کے لیے میں موت سے نبرد آزما ہونے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ یوں بھی پورنماشی کے چاند کی روشنی اتنی کافی تھی کہ مجھے ہر چیز بہ آسانی نظر آ رہی تھی اور کسی خوف کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔

مرگھٹ پہنچ کر میں نے تربنی کو دیکھا جو منڈل کے درمیان آلتی پالتی مارے بیٹھا بڑے پُرسکون انداز میں جاپ میں مگن تھا۔ اس کی محویت دیکھ کر میرے تن بدن میں جیسے آگ لگ گئی۔ دوسرے ہی لمحے میں نے اپنے ایک ہاتھ سے ہانڈی کو اٹھا کر سینے کے آگے کی سمت اونچا کرتے ہوئے اس مردود پنڈت تربنی کو للکارا۔

''او ناہنجار پنڈت، آنکھیں کھول اور دیکھ کہ تیری موت اس وقت تیرے سر پر منڈلا رہی ہے۔''

تربنی انہماک سے اپنے جاپ میں مگن رہا یا تو اس نے اپنی محویت میں میری آواز سرے سے سنی ہی نہیں تھی یا پھر دیدہ و دانستہ آنکھیں بند کیے رہا۔ میں نے جھلا کر اسے دوسری بار للکارا لیکن اس بار بھی تربنی پر کوئی اثر نہ ہوا مگر تیسری بار جب میں حلق پھاڑ کر چیخا تو مجھے اپنے ارادے میں مایوسی نہیں ہوئی۔ تربنی نے اس بار آنکھیں کھولیں اور اس کی نظر ہانڈی پر پڑی، میں نے دل میں بھگوان پرشاد کے کہنے کے مطابق کالی مائی کا نام لیا اور ہانڈی کو منڈل کے اندر تربنی کی سمت اچھال دیا۔

ہانڈی میرے ہاتھ سے نکل کر تیر کی طرح تربنی کی طرف لپکی لیکن تربنی کے قریب پہنچ کر اس سے ٹکرانے کے بجائے فضا میں معلق ہو گئی۔ دوسرے ہی لمحے چاروں طرف بھیانک شور و غل کی ایسی آوازیں ابھرنے لگیں جیسے لاتعداد ماورائی شیطانی قوتیں غصے میں بپھر کر آپس میں ٹکرا گئی ہوں۔ ان آوازوں کو سن کر مجھ پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ میں ڈر کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا لیکن میری پھٹی پھٹی نظریں بدستور ہانڈی پر مرکوز تھیں۔ ٹھیک اسی لمحے انکا نے مجھے مخاطب کر کے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

''جمیل۔ کھیل بگڑ گیا ہے! جادو کی ہانڈی اب ضرور واپس ہو گی۔''

انکا کی بات سن کر میں سرتاپا لرز اٹھا۔ میرے ہوش و حواس جاتے رہے۔ میں نے پلٹ کر بھاگنا چاہا لیکن میرے پاؤں جیسے زمین پر جکڑ کر رہ گئے تھے۔ میرا سارا جسم خوف کے مارے تھرتھرا رہا تھا اور پیشانی سے بہنے والا پسینہ پیروں تک پہنچ رہا تھا۔ میری ہمت جواب دے چکی تھی۔ میں وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا لیکن بھاگ نہیں سکتا تھا۔ کسی ان دیکھی قوت نے میرے پیروں میں جیسے بیڑیاں ڈال دی تھیں۔

بھیانک آوازوں کا شور ہر لحظہ بڑھتا جا رہا تھا پھر اچانک میرے کانوں سے ایک جانی پہچانی آواز

ٹکرائی۔ میں نے پلٹ کر دیکھا بھگوان پرشاد نظر آیا۔ تو اس کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔ آنکھوں سے ذرد برس رہی تھی۔ مجھے دیکھے بغیر وہ بھاگتا ہوا منڈل کے قریب گیا پھر چلا کر بولا۔

”دیا کالی مائی دیا۔ میں وچن دیتا ہوں کہ پھر کبھی سیوک تیرے راستے میں رکاوٹ نہیں بنے گا۔ بار مجھے شما کر دے۔“

بھگوان پرشاد عجیب کرب کی حالت سے دوچار تھا۔ کبھی وہ کالی مائی سے مخاطب ہو کر گڑگڑانے اور کبھی زمین پر گر کر ڈنڈوت کرنے لگتا۔ مٹی کی ہانڈی ابھی تک تربنی کے سر کے اوپر فضا میں معلق تھی۔ شیطانی قوتوں کے شور و غل کی آوازیں آنی بند ہو گئیں۔ اس کے ساتھ ہی ایک عورت کی منمناتی خوفناک آواز ابھری' جسے میں بالکل نہ سمجھ سکا۔ البتہ اس کے جواب میں بھگوان پرشاد نے گڑگڑا کر کہا۔

”مجھے سویکار ہے کہ میں نے تیرے داس کو کشٹ دینا چاہا تھا۔ مجھے پتا تھا کہ یہ کس شکتی کو پراپت کرنے کے لیے جاپ کر رہا ہے۔ میرے من میں کھوٹ تھا۔ دیوی میں نے تیرے دشمن کے ساتھ مل کر کے تجھے دھوکا دیا ہے۔ مجھے شما کر دے دیوی۔ تیرا سیوک تیرے آگے ہاتھ باندھ کر تجھ سے بھکشا مانگتا ہے۔“ بھگوان پرشاد رو رہا تھا اور لرز رہا تھا۔

عورت کی ناقابل فہم آواز دوبارہ ابھری پھر اچانک میری نظر کوری ہانڈی پر پڑی جو تربنی کی طرف سے واپس آ رہی تھی۔ منڈل کے اندر اس کی رفتار سست تھی لیکن منڈل سے باہر آتے ہی وہ بجلی کی طرح بھگوان پرشاد پر گری۔ ہانڈی ٹوٹنے کی آواز کے ساتھ ہی بھگوان پرشاد ایسے کرب ناک لہجے میں چیخا کہ میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے پھر میں نے جو کچھ دیکھا وہ ناقابل بیان منظر تھا۔ بھگوان پرشاد زمین پر پڑا اچھل رہا تھا اور اس کے جسم سے بے شمار چھوٹے چھوٹے ناگ لپٹے ہوئے تھے۔ میری حالت اس پودے کے مانند تھی' جو زمین سے پھوٹتے ہی طوفان کی زد میں آ گیا ہو۔ میری نظروں کے سامنے اندھیرے لپک رہے تھے۔ میں نے بھاگنے کی کوشش کی لیکن چکرا کر زمین پر گر پڑا۔

جب میری آنکھ کھلی تو میں نے خود کو اپنی خواب گاہ میں پایا۔

نرگس اداس اور غم زدہ میرے سرہانے بیٹھی میری پیشانی سہلا رہی تھی۔

”میں یہاں کس طرح آ گیا؟“ میں نے اپنے حواس مجتمع کرتے ہوئے کہا۔

”جس وقت آپ گھر سے روانہ ہوئے تھے' میں نے احتیاطاً اپنے ایک ملازم کو آپ کے پیچھے کر دیا تھا تاکہ اگر آپ پر کوئی افتادہ پڑے تو وہ آپ کے کام آ سکے۔“ نرگس نے مجھے بتایا۔ ”وہی مرگھٹ کے قریب سے بے ہوشی کی حالت میں اٹھا کر لایا ہے۔“

میں نے نرگس کی بات کا جواب دینے کے بجائے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔ میرے ذہن پر تک ہلکی ہلکی غنودگی طاری تھی۔ اپنی ناکامی کا صدمہ برداشت کرنا میرے بس سے باہر ہو رہا تھا

دن مجھے مارے ڈال رہا تھا کہ اب انکا مجھ سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو جائے گی۔ تربنی کو جاپ مکمل کرنے میں میری معلومات کے مطابق صرف ایک دن اور باقی رہ گیا۔ پھر میں کیا کروں؟ انکا کو بچانے کے لیے کیا اقدام کروں؟

میرا ذہن سوچتا رہا۔ پھر میرے ذہن پر دھند طاری ہو گئی۔ میں ایک بار پھر بے ہوش ہو گیا۔ دوسری بار ہوش آیا تو دن خاصا چڑھ آیا تھا۔ نرگس بدستور میرے سرہانے بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے پر الجھن اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات نمایاں تھے۔ مجھے ہوش میں آتا دیکھ کر اس نے جلدی سے ایک دل آویز مسکراہٹ اپنے سوکھے ہونٹوں پر بکھیرتے ہوئے بڑی نرمی سے کہا۔

”جمیل۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ خدا نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ڈاکٹر کا خیال ہے کہ آپ ایک دو روز تک مکمل طور پر روبہ صحت ہو جائیں گے۔“

”نرگس۔“ میں نے نقاہت سے کہا۔ ”تم نے میری بے ہوشی کی وجہ اپنے والدین کو تو نہیں بتائی۔“

”نہیں جمیل۔ آپ اس سلسلے میں بالکل فکرمند نہ ہوں۔“

میں نے نرگس کے معصوم چہرے پر نظر ڈالی پھر کچھ کہنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ میرے سر پر انکا کے تکیے کے نیچے کی چبھن تیز ہو گئی۔ میں اپنی بے ہوشی کی وجہ سے اسے بالکل فراموش کر بیٹھا تھا۔ میں نے عالم تصور میں سر پر نظر ڈالی تو انکا کو بے انتہا مضطرب پایا۔ وہ پریشان سی کھڑی اپنے ہونٹ چبا رہی تھی۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پایا تو بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

”جمیل مجھے اجازت دو۔ میں اب تم سے جدا ہو رہی ہوں۔ ہمارا ساتھ اب چھوٹنے والا ہے۔ میں اب تربنی کی غلام بننے والی ہوں۔“

”نہیں۔ نہیں!“ میں چیخ پڑا۔ ”ایسا نہیں ہو سکتا میں تمہیں بچانے کی خاطر اپنی جان کی بازی لگا دوں گا۔“

”اب سب بیکار ہے جمیل۔ تم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ سب بگڑ چکا ہے۔ اب کھیل ختم ہو چکا ہے۔ بس کسی بھی لمحے میں تم سے جدا ہونے والی ہوں۔ میں مجبور ہوں جمیل۔ تم مجھے ہمیشہ یاد رہو گے۔ میں مجبور ہوں۔ مجھے مسکراتے ہوئے رخصت کرو۔“

میں نے انکا کے لہجے میں پہلی بار ایسی شدید مایوسی اور بے چارگی کی جھلک محسوس کی تو میرا دل دھک سے رہ گیا۔ اور وہ لمحہ آن پہنچا۔

وہ بڑے دل گرفتہ لہجے میں مجھ سے کہہ رہی تھی کہ میں اسے مسکراتے ہوئے رخصت کروں۔ انکا کی یہ درخواست میرے لیے پیغام اجل سے زیادہ کربناک تھی۔ میں حیرت سے گنگ عالم تصور میں انکا کے نکھرے اور حسین وجود کو دیکھ رہا تھا جو گہنائے ہوئے چاند کے مانند اداس اور سوگوار نظر آ رہا تھا۔ میں سوچ رہا

تھا کہ کاش انکا کی جدائی سے پہلے مجھے موت آجائے۔ انکا کی جدائی میرے لیے ناقابل برداشت
تھی۔ میں حیرت سے بت بنا انکا کی آنکھوں سے چھلکتے ہوئے آنسوؤں کو دیکھ رہا تھا اور میرا دل
رہا تھا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا تو وہ بولی۔

"جمیل، اگر تم مجھے مسکراتے ہوئے رخصت نہیں کرو گے تو میں ہمیشہ اداس رہوں گی۔"

"کس دل سے رخصت کروں میری زندگی؟" میں تڑپ کر بولا۔ "تمہارے بغیر شاید میں ایک
بھی زندہ نہ رہ سکوں۔"

"مجبوری ہے جمیل، بتاؤ میں کیا کروں؟ سب کچھ تو کر کے دیکھ لیا۔" انکا نے اپنا نچلا ہونٹ چبا
ہوئے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں تربینی کی غلامی میں جانے پر مجبور ہوں۔ اس کا جاپ مکمل
ہے۔ اب کوئی شکتی مجھے نہیں روک سکتی۔"

"انکا! مگر میرا کیا ہوگا، تم میری ضرورت بن گئی تھیں، کیا اب میں تمہیں کبھی نہیں پا سکوں گا؟"

"حالات پر منحصر ہے جمیل۔" انکا بسورتے ہوئے بولی۔ "کل جو کچھ ہونے والا ہے، میں جانتی
لیکن اب میں تمہیں کچھ بھی نہیں بتا سکتی۔ کچھ بھی نہیں۔"

"کیا؟" میں نے حیرت سے دریافت کیا۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو انکا۔ کیا تم اتنی جلدی
گئیں؟"

"یہ بات نہیں جمیل اب میں صرف تربینی کی تابع ہوں اس کے حکم کے بغیر ایک قدم بھی
اٹھا سکتی۔ میری مجبوریوں کا خیال رکھنا جمیل۔" انکا نے حسرت بھری نظروں سے مجھے دیکھتے ہو
جواب دیا۔ "تم کیا جانو کہ اس وقت میرے دل پر کیا گزر رہی ہے۔ مجھے مسکراتے ہوئے رخصت
جمیل۔ کیا تم اپنی انکا کی اس چھوٹی سی درخواست کو قبول نہیں کرو گے؟"

انکا کے لہجے کی بے بسی مجھے خون کے آنسو رلا رہی تھی لیکن جس انداز میں اس نے مجھ سے درخواست
کی اس پر مجبوراً میں نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"انکا۔ میں تمہیں ایک بار پھر حاصل کرنے کی کوشش کروں گا خواہ مجھے اپنی جان ہی کیوں نہ دینی
پڑے۔"

"میں اس سلسلے میں بھی کچھ نہیں کہہ سکتی۔ اچھا جمیل اب میرا وقت آ گیا ہے۔ میں چلتی ہوں۔"

"ٹھہرو انکا۔ ٹھہرو۔" میں نے تیزی سے کہا پھر بولا۔ "کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ تم کبھی کبھار کچھ دیر کے
لیے مجھ سے ملنے چلی آیا کرو۔"

"میں مجبور ہوں جمیل۔ ایسا ممکن نہیں ہے، میں اب تربینی کی غلام ہوں جس نے مجھے میرا
کر کے حاصل کیا ہے۔" انکا نے اداسی سے کہا پھر نرگس پر ایک نظر ڈالی اور بولی۔ "جمیل۔ اب تم

پورا خیال رکھنا۔ اسے کسی قسم کی تکلیف نہ دینا اور...... اور کوشش کرنا کہ تم اس کے دل میں پیدا ہونے
والی بدگمانیاں دور کر سکو...... اور سنو...... ممکن ہے میرے بعد تم اپنی زندگی کے بہت برے حالات سے
دوچار ہو جاؤ، ایسے میں تم صبر و تحمل سے کام لینا۔ اچھا میرے محبوب، میرے دوست! میں چلی۔ مجھے
معاف کر دینا۔"

انکا کے آخری جملوں میں ایسا درد و کرب تھا کہ میں تڑپ اٹھا، کتنی سوگوار لگ رہی تھی انکا اس
وقت۔ یوں جیسے سہاگ رات ہی کو کوئی سہاگن بیوہ ہو گئی ہو۔ میں اندر ہی اندر اپنا دل مسوس کر رہ
گیا۔ میں نے انکا کو رخصت کرنے کی خاطر اپنے دل پر جبر کر کے اپنے لرزیدہ ہونٹوں پر زبردستی تبسم
لانے کی کوشش کی۔ انکا کو آخری بار مخاطب کرنا چاہتا تھا لیکن الفاظ میرے حلق میں اٹک کر رہ گئے۔ انکا
نے حسرت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر آہستہ سے پھدک کر میرے سر سے نیچے اتر گئی۔

"انکا۔ انکا۔ انکا خدا کے لیے مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔ واپس آ جاؤ انکا۔ واپس آ جاؤ میرے لیے۔ میری
بات سنو انکا۔"

مگر انکا چلی گئی اور انکا کے سر سے اترتے ہی ضبط کے سارے بندھن ٹوٹ کر بکھر گئے۔ میں اتنی زور
سے چیخا کہ مجھ پر کھانسی کا دورہ پڑ گیا۔ میری کیفیت ماہیٔ بے آب جیسی تھی۔ میں بستر پر تڑپ تڑپ کر انکا
کو واپس بلانے کے لئے چیخ رہا تھا۔ مجھے نرگس کا مطلق دھیان نہ تھا۔ ایک دو بار جب اس غریب نے
مجھے سمجھانے اور کچھ پوچھنے کی کوشش کی تو میں نے اسے جھڑک دیا۔ اب مجھے کوئی بات اچھی نہیں معلوم
ہوتی تھی۔ انکا چلی گئی تو اب کیا رہ گیا تھا۔ انکا کے جانے کے بعد پتا چلا کہ انکا کیا تھی۔ مجھے اس سے کس
قدر محبت تھی۔ انکا کے جانے کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ نرگس اور انکا میں کون مجھ سے زیادہ قریب تھا۔

میں اپنی حالت کیا بتاؤں، سات آٹھ روز تک مجھ پر کچھ ایسی وحشت اور دیوانگی کا عالم طاری رہا جسے
بیان کرنا خود میرے بس کی بات نہیں۔ مختصراً اتنا بتا دوں کہ میں ان سات آٹھ دنوں میں قطعی طور پر اپنے
ہوش و حواس میں نہ تھا۔ اس کے بعد جب میری طبیعت کچھ سنبھلی تو سب سے پہلے میں نے نرگس کو واپس
بمبئی چلنے کو کہا۔ انکا کے بعد اب میری آمدنی کا ذریعہ صرف وہی کاروبار تھا جسے میں بمبئی میں چھوڑ آیا
تھا۔ نرگس نے میری بات کا کوئی جواب نہ دیا تو میں جھلا کر بولا۔

"کیا ابھی تک تمہارا دل اپنے ماں باپ سے نہیں بھرا جو میرے ساتھ چلنے میں پس و پیش سے کام
لے رہی ہو؟"

"آپ کی طبیعت ابھی ٹھیک نہیں ہے اس لیے میں چاہتی ہوں کہ آپ یہاں کچھ دن آرام کر لیں تو
بہتر ہے۔"

"نہیں۔ اب میرا دل یہاں سے اچاٹ ہو گیا ہے۔ میں اب یہاں بالکل نہیں رہوں گا۔ اب

میرے لیے یہاں کوئی کشش نہیں رہی۔"

نرگس نے میرے لہجے کی تلخی محسوس کرلی تھی۔ایک لمحے تک وہ مجھے سراسیمہ نگاہوں سے تکتی رہی پھر بہت دھیمے لہجے میں بولی۔

"جمیل۔کیا آپ کو انکا کی جدائی کا بہت زیادہ صدمہ ہے؟"

"بحث مت کرو نرگس۔" میں تلملا کر بولا۔"مجھے صرف اتنا بتا دو کہ تم میرے ساتھ واپس چل رہی ہو یا نہیں؟"

"اگر یہ آپ کا حکم ہے تو میں ہر وقت تیار ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔تم آج ہی ملازموں کے ساتھ مل کر سامان وغیرہ باندھ لو۔" میں یہ کہہ کر کل کی نشستیں حاصل کرنے کی غرض سے باہر چلا گیا۔شام کو جب میں دن بھر کا تھکا ہارا واپس لوٹا تو ڈرائنگ روم میں نرگس اور اس کے والدین بیٹھے میری اچانک واپسی پر گفتگو کر رہے تھے مجھے دیکھ کر نرگس کے والد نے بیٹھنے کا اشارہ کیا پھر بولے۔

"میں نے سنا ہے کہ تم کل واپس جا رہے ہو۔"

"جی ہاں......!"

"اتنی جلدی کیا ہے۔کچھ دن اور آرام کر لیتے تو بہتر تھا۔تمہاری صحت بھی ابھی ٹھیک نہیں ہے۔"

"بمبئی میں بھی علاج ہو سکتا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر بولا۔"کاروبار کی دیکھ بھال ضروری ہے۔"

"اگر صرف کاروبار کا مسئلہ ہے تو میں اپنا کوئی قابل اعتماد آدمی وہاں بھیجے دیتا ہوں۔"

"جی نہیں۔" میں نے اس بار قدرے خشک لہجے میں کہا۔"اب تو آپ اجازت ہی دے دیں۔"

نرگس کے والدین مجھے بڑی دیر تک سمجھاتے رہے لیکن میں نے قطعی طور پر فیصلہ کر لیا تھا کہ وہاں بالکل نہیں رکوں گا چنانچہ وہ چپ ہو گئے۔میں کچھ دیر ان کے پاس بیٹھ کر اپنے کمرے میں آ گیا۔نرگس بھی میرے ساتھ تھی لیکن وہ کچھ بجھی بجھی سی نظر آ رہی تھی۔نہ جانے کیوں مجھے اس کی اداسی گراں گزری۔میں نے کمرے میں پہنچ کر اس سے کہا۔

"اگر تم میرے ساتھ نہیں جانا چاہتیں تو میں زبردستی نہیں کروں گا۔"

"جمیل، آپ کیسی باتیں سوچ رہے ہیں۔" نرگس بڑی اپنائیت سے بولی۔"بھلا میں آپ کے حکم سے انکار کر سکتی ہوں۔آپ کی ہر خوشی میری اپنی خوشی ہے۔"

"پھر تمہارا منہ کیوں پھولا ہوا ہے۔" میں نے درشت لہجے میں اسے گھور کر کہا پھر کپڑے تبدیل کرنے دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

نرگس کے دل میں میرے جواب سے کیا گزری، مجھے اب اس بات سے کوئی سروکار نہ تھا جبکہ انکا کی جدائی نے میرے سوچنے سمجھنے کی تمام قوتوں کو مفلوج کر رکھا تھا۔مجھے تو بس ہر وقت یہی دھن سوار رہتی تھی کہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کروں جس سے میری انکا مجھے واپس مل جائے، مگر کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ مجھے وہ جاپ بھی معلوم نہیں تھا جس سے میں انکا کو حاصل کرنے کی جستجو کر سکتا۔بھگوان پرشاد مر کھپ چکا تھا۔بس ایک طریقہ رہ جاتا تھا کہ تریبنی کو تلاش کروں اور اسے کسی طرح موت کے گھاٹ اتار دوں۔یقیناً انکا کو اس کی غلامی سے نجات مل سکتی تھی پھر وہ دوبارہ میری ہو جاتی۔اس مقصد کے پیش نظر بغیر غور کئے بغیر میں نے سات آٹھ روز کے اندر پورے شہر کو کھنگال ڈالا تھا لیکن تریبنی مجھے کہیں نہ ملا۔بمبئی واپسی کا فیصلہ میں نے دو وجوہ کی بنا پر کیا تھا۔اول یہ کہ وہاں جا کر کاروبار سنبھالوں اور پھر اس کے بعد آرام سے تریبنی کی تلاش میں نکلوں۔یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ انکا کی جدائی کے بعد نرگس نے ایک بار مجھ سے حقیقت حال پوچھنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے اسے سختی سے منع کر دیا تھا کہ وہ آئندہ انکا کے سلسلے میں مجھ سے کوئی پوچھ گچھ نہ کرے۔نرگس کو میری بات سے بہت صدمہ ہوا تھا لیکن اس کے بعد اس نے انکا کے ضمن میں خاموشی اختیار کر لی۔

میں کپڑے تبدیل کرکے واپس آیا تو نرگس کسی کام سے باہر جا چکی تھی۔آٹھ بجے تک میں بے خبر سوتا رہا پھر اٹھ کر میں نے غسل کیا۔غسل سے فراغت پا کر میں باہر آیا ہی تھا کہ ایک ملازم نے آکر مجھ سے کہا کہ اصفہانی صاحب مجھے ڈرائنگ روم میں بلا رہے ہیں۔ملازم کے لہجے میں گھبراہٹ نمایاں تھی جسے معلوم کرکے میں نے دریافت کیا۔

"کیا کوئی ضروری کام ہے؟"

"پتا نہیں صاحب۔ویسے بڑے صاحب کے پاس اس وقت ایک خاتون بھی آئی ہوئی ہیں۔"

"خاتون۔" میں نے تعجب سے کہا۔"کسی خاتون کو مجھ سے کیا کام ہو سکتا ہے؟"

"میں کیا بتا سکتا ہوں صاحب۔"

"اچھا تم چلو میں کپڑے تبدیل کرکے آتا ہوں۔"

ملازم کے جانے کے بعد میں نے جلدی جلدی کپڑے تبدیل کئے اور باہر راہداری میں آ گیا۔یہ بات تو میرے فرشتوں کے ذہن میں بھی نہیں تھی کہ کسی خاتون کو اچانک مجھ سے کیا کام پیش آ سکتا ہے لیکن جیسے ہی میں نے ڈرائنگ روم میں قدم رکھا، سب سے پہلے میری نظر جس عورت پر پڑی وہ نازلی تھی۔اس کے تیور اس وقت بڑے خطرناک نظر آ رہے تھے۔کمرے میں نازلی کے علاوہ نرگس اور اس کے والدین بھی موجود تھے۔میں نے سب کے چہروں پر چھائی ہوئی سنجیدگی کو محسوس کیا تو میرا ماتھا ٹھنکا کہ یقیناً کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔بہرحال میں دل کڑا کرکے اندر داخل ہوا اور نرگس کے برابر والے صوفے پر بیٹھ کر براہ

راست اپنے سسر سے بولا۔

''آپ نے مجھے یاد فرمایا تھا۔''

''ہاں۔'' اصفہانی صاحب نے بڑی گمبھیر آواز میں جواب دیا پھر نازلی کی طرف اشارہ کر کے
لہجے میں بولے۔ ''ان خاتون کو تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔''

''مجھ سے۔'' میں سٹپٹا گیا پھر میں نے نازلی کی سمت دیکھا تو وہ ایک دم غصے سے بپھر کر بولی۔

''ہاں آپ سے جمیل صاحب۔ آپ سے نہیں کروں گی تو اور کس سے کروں گی۔ میں کہتی ہوں
نے مجھے جس قماش کی عورت سمجھ رکھا ہے اس خیال کو اپنے دل سے نکال دیجئے۔ مجھے دولت سے
آپ کی ضرورت ہے۔ خدارا ان وعدوں کا تو بھرم رکھ لیجئے جو آپ نے مجھ سے کئے تھے۔''

''کیا مطلب؟'' میں نے چونک کر پوچھا تو نازلی بڑی ڈھٹائی سے بولی۔

''مجھے تباہ کر کے اب مطلب پوچھا جا رہا ہے۔ بہت خوب۔'' نازلی نے بڑی دیدہ دلیری
سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''آپ ہی کے ایما پر میں نے ناجائز تجارت کے ذلیل پیشے
تھا۔ آپ ہی کی محبت کی وجہ سے میں نے عدالت کے روبرو سارا جرم خاموشی سے اپنے سر لے لیا
کن مشکلوں سے ضمانت پر رہا ہو سکی ہوں' یہ میرا دل ہی جانتا ہے میں نے یہ سب کچھ آپ کی خاطر
جمیل صاحب اور آپ مجھے نہیں پہچانتے۔ کس قدر شرم کی بات ہے کہ آپ مجھے اس مصیبت میں
خود یہاں سے بھاگنے کی تیاری کر رہے ہیں لیکن میں بھی عورت ہوں' میں اتنی آسانی سے آپ کو
سے فرار نہیں ہونے دوں گی۔''

''تم بکواس کر رہی ہو۔'' میں نازلی کے سفید جھوٹ پر آپے سے باہر ہو کر بولا۔ ''تم نے جو کچھ
وہ سراسر بہتان ہے۔ تم ان باتوں سے تم کیا مقصد حاصل کرنا چاہتی ہو۔''

''جمیل' کیا میں نے اسی دن کے لیے اپنا سب کچھ تمہارے حوالے کر دیا تھا کہ جب مجھ پر کوئی
پڑے تو تم یوں اپنی دولت اور عزت کی آڑ لے کر نظریں بدلو۔'' نازلی رونے لگی۔

''شٹ اپ۔'' میں غصے سے کانپتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا پھر کن انکھیوں سے اصفہانی صاحب کی طرف
کر بولا۔ ''مجھے خوب معلوم ہے کہ تم کس کے اکسانے پر مجھ پر الزامات تراش رہی ہو ورنہ تمہاری
ان باتوں کا ثبوت کیا ہے۔''

''ثبوت چاہتے ہو جمیل صاحب۔'' نازلی نے تلخ لہجے میں کہا پھر بولی۔ ''کیا تم وہ واقعہ بھول
جب تم نے کسی ذاتی دشمنی کی بنا پر مجھے یہاں بلوا کر صابر علی مجسٹریٹ کی عزت پر بلاوجہ کیچڑ اچھلوائی

''تم بکواس کر رہی ہو۔'' میں حلق کے بل چلایا۔ ''دفع ہو جاؤ یہاں سے کمینی عورت۔''

نرگس اور اس کے والدین خاموش بیٹھے میری اور نازلی کی گفتگو سن رہے تھے۔ نازلی نے مجھے

پہنچتے دیکھا تو وہ بھی ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہوئی اور مجھے خونخوار نظروں سے گھور کر بولی۔

''جمیل۔ تم نے مجھے کمینی عورت کہہ کر اچھا نہیں کیا۔ میں اگر چاہوں تو تمہاری شرافت کا بھرم اسی
پل میں ملا سکتی ہوں۔ میں نے جو کچھ کہا ہے اس کا ثبوت بھی میرے پاس موجود ہے لیکن میں
تمہیں ایک موقع اور دیتی ہوں۔ اپنی روانگی سے قبل تم مجھے فون ضرور کر لینا۔ ہو سکتا ہے کہ اس مدت میں
تمہارا دماغ راہ راست پر آ جائے ورنہ پھر مجبوراً وہ دستاویزی ثبوت تمہارے سسر اور تمہاری بیوی کو
پہنچانے ہوں گے جو میرے پاس بڑی حفاظت سے محفوظ ہیں۔''

نازلی نے اپنا جملہ مکمل کیا پھر تیزی سے گھومی اور لمبے لمبے قدم بڑھاتی ڈرائنگ روم سے باہر چلی
گئی۔ میں اپنی جگہ کھڑا غصے سے لرزتا کانپتا رہا۔ نرگس کے چہرے پر ایک رنگ آتا اور ایک جاتا تھا۔ اس
کی ماں منہ لٹکائے بیٹھی تھی اور اصفہانی صاحب شدید نفرت بھرے انداز میں اپنے ہونٹ چبانے میں
مصروف تھے۔ خود میں بھی نازلی کی اچانک آمد اور اس کی الزام تراشی سے بوکھلا گیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا
تھا کہ نازلی نے اچانک ایسا کیوں کیا۔ کس کے اشارے پر مجھے اس نے ہدف بنایا۔ صرف ایک بار میں
نازلی سے ملا تھا اور میں نے اس کی پوری قیمت ادا کر دی تھی۔ ناجائز تجارت اور دوسرے الزامات سے
میرا قطعاً کوئی تعلق نہ تھا۔

ڈرائنگ روم میں کچھ دیر خاموشی طاری رہی پھر نرگس اٹھی اور باہر چلی گئی۔ غالباً اصفہانی صاحب
کے اشارے پر اس نے وہاں سے جانے کی ضرورت محسوس کی تھی اس لیے کہ نرگس کے جاتے ہی
اصفہانی صاحب نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے بڑے سرد لہجے میں دریافت کیا۔

''کیا نازلی نے جو کچھ کہا ہے وہ غلط ہے؟''

''نہ صرف غلط بلکہ بکواس ہے۔'' میں نے بھی سرد لہجے میں جواب دیا۔

''اور اگر اس بدقماش عورت نے کوئی ایسا ثبوت پیش کر دیا تو؟''

''آپ کی تفتیش کا مقصد کیا ہے؟'' میں نے قدرے برہم لہجے میں پوچھا۔

''میرا مشورہ ہے کہ تم فی الحال اپنی روانگی کا پروگرام ملتوی کر دو۔'' اصفہانی صاحب نے مجھے
گھورتے ہوئے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''وہ کیوں؟''

''دیکھو جمیل! جب تک تمہاری پوزیشن صاف نہیں ہو جاتی' مجھے نرگس کو ساتھ بھیجنے میں یقیناً تامل
ہونا چاہیے۔''

جواب میں میرا دل چاہا کہ اصفہانی صاحب کو کھری کھری سناؤں اور ان کے اور نازلی کے تعلقات
کا جس کا علم مجھے انکا کی زبانی ہو چکا تھا۔ بھانڈا پھوڑ دوں لیکن میرے پاس چونکہ کوئی ٹھوس ثبوت

نہیں تھا اس لئے میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا اور انہیں خونخوار نظروں سے دیکھتا ہوا اپنے کمرے
آ گیا۔ نرگس نے نازلی کے سلسلے میں کوئی باز پُرس نہیں کی لیکن بہر حال وہ چپ چپ سی تھی۔ میں نے
اس سے کوئی بات نہیں کی۔ رات کو اس نے بہت اداس انداز میں کھانا کھانے کو کہا تو میں نے نخوت
میں انکار کر دیا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ خواہ نرگس میرے ساتھ جائے یا نہ جائے، میں کل ضرور بمبئی کے
لیے روانہ ہو جاؤں گا۔

رات گئے تک میں حالات پر غور کرتا رہا لیکن اس کی وجہ میری سمجھ میں نہ آ سکی۔ پھر کب میری آنکھ
اور کب میں نیند کی آغوش میں پہنچ کر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوا، مجھے کچھ نہیں معلوم لیکن میری آنکھ
وقت کھلی جب میں نے نازلی کی بہکی ہوئی مدھم سی آواز سنی۔

''جمیل۔ میرے قریب آ جاؤ۔ دور دور کیوں ہو؟''

نازلی کی آواز کے ساتھ ہی مجھے اس کے گداز اور گرم جسم کا لمس بھی محسوس ہوا۔ میں نے آہستہ
کروٹ بدلی اور پھر...... پھر میری اور نازلی کی بہکی بہکی سانسیں ایک دوسرے میں غلط ملط ہو
لگیں۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں کوئی بہت ہی سہانا خواب دیکھ رہا ہوں مگر بجلی کا کوندا ہوا
نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں اور پھر جو منظر میں نے دیکھا اسے دیکھ کر میں خود بھی ششدر رہ گیا۔
تک جن باتوں کو میں خواب سمجھ رہا تھا وہ خواب نہیں بلکہ ایک تلخ اور گھناؤنی حقیقت تھی۔ نازلی اس
میرے بستر پر میری آغوش میں برہنہ حالت میں موجود تھی۔ میری اپنی حالت بھی نازلی سے مختلف
اور میری نظروں کے سامنے خواب گاہ کے دروازے پر اصفہانی صاحب ڈریسنگ گاؤن میں ملبوس
تانے کھڑے مجھے غضب ناک نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ نرگس اپنے بستر پر موجود نہیں تھی۔ ایک
کے لیے تو جیسے مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے پھر دوسرے ہی لمحے میں نے گھبرا کر پیروں کے
پڑی ہوئی چادر کو اپنے جسم پر کھینچ لیا۔ نازلی دونوں ہاتھوں سے اپنے جسم کی ستر پوشی کرتی ہوئی تیزی
اٹھ کر دوسرے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔ ابھی میں حیرت واستعجاب کی تصویر بنا حالات کی نوعیت
بھی نہ پایا تھا کہ اصفہانی صاحب کی کڑکتی ہوئی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

''بے غیرت، ننگ خاندان! تیری اتنی جرأت کہ تو میری ہی چھت کے نیچے میری بیٹی کے
ڈاکا مار رہا ہے۔''

میں نے اپنی صفائی میں کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن مجھ سے کوئی بات نہ کی جا سکی۔

''کمینے، رذیل! اسی وقت نکل جا میرے گھر سے اور اگر پھر تو نے کبھی ادھر کا رخ کیا یا میری
بچی کا نام زبان تک لایا تو میں تجھے شوٹ کر دوں گا۔''

اصفہانی صاحب غصے میں دانت پیستے کمرے سے باہر گئے تو میں نے جلدی سے اٹھ کر

بدلے پھر باہر جانے کے ارادے سے آگے بڑھا ہی تھا کہ نازلی لباس پہن کر دوسرے کمرے سے برآمد
ہوئی۔ میں نے نازلی کو دیکھا تو میرے سر پر خون سوار ہو گیا۔ میں نے اسے کھا جانے والی نظروں سے
دیکھتے ہوئے مخاطب کیا۔

''سچ بتا کہ تو یہاں کس کے ایما پر آئی تھی؟ اگر تو نے غلط بیانی سے کام لیا تو میں اسی وقت تجھے جان
سے مار ڈالوں گا۔''

''ہوش میں آؤ جمیل! تم خود ہی مجھے ساتھ لے کر آئے تھے...... اور اب......''

''کمینی عورت...... میں سمجھ رہا ہوں کہ تو میرے ساتھ کیا فریب کر رہی ہے لیکن اب میں تجھے اس
قابل نہیں چھوڑوں گا کہ تو آئندہ کبھی کسی اور کو اپنی بدقماشیوں کا نشانہ بنا سکے۔''

میں نے جھپٹ کر نازلی کو اپنے آہنی بازو میں دبوچ لیا۔ اگر میرے دونوں ہاتھ ٹھیک ہوتے تو شاید
مجھے اسے قابو کرنے میں زیادہ دقت پیش نہ آتی پھر بھی میں نے اسے ایک ہاتھ سے اپنی گرفت میں لیا اور
پاؤں کا سہارا لے کر اسے اٹھا کر نیچے گرا دیا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا اور ایک ہی
ہاتھ سے اس کے گلے کو دبانے لگا۔ نازلی کا گداز جسم میرے بوجھ تلے تڑپ رہا تھا۔ خود کو نجات دلانے
کی خاطر وہ پوری جدوجہد کر رہی تھی۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں سے موت کا تصور پھوٹ رہا تھا۔ میں
چاہتا تھا کہ قبل اس کے کہ نازلی کسی کو اپنے انجام سے چیخ پکار کر کے باخبر کرے، میں اس کا کام تمام
کر دوں لیکن ایک بار جو وہ نیچے تڑپی تو میرے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور اس نے ہذیانی انداز میں
چلانا شروع کر دیا۔

''بچ...... بچاؤ...... بچاؤ...... بچاؤ''

میں نے بڑی پھرتی سے اسے دوبارہ بے بس کر کے اس کے گلے پر اپنی گرفت جما لی لیکن افسوس کہ
میں اس ذلیل عورت کو موت کے گھاٹ نہ اتار سکا۔ اس کی کرب ناک چیخ کی آواز سن کر اصفہانی
صاحب مع اپنے دو ملازموں کے خواب گاہ میں گھس آئے۔ پھر نرگس کے باپ کے اشارے پر دونوں
ملازموں نے مجھے گھسیٹ کر نازلی سے علیحدہ کر دیا۔ نازلی چھٹکارا پاتے ہی جلدی سے اٹھی اور مجھے
دہشت ناک نظروں سے گھورتی ہوئی باہر کی طرف بھاگ گئی۔ میں نے ملازموں کی گرفت سے نجات
پانے کے لیے بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن سوائے اچھل کود کے اور کچھ نہ کر سکا۔

''اس حرام زادے کو جوتے مار کر میرے گھر سے باہر پھینک آؤ اور اگر یہ اندر آنے کی کوشش کرے تو
اسے اتنا مارو کہ اس کا دم نکل جائے۔''

اگر میرے بس میں ہوتا تو شاید میں نرگس کے والد کو بھی جان سے مار ڈالتا لیکن دو ہٹے کٹے ملازموں
نے مجھے بالکل بے بس کر رکھا تھا۔ اصفہانی صاحب کے حکم پر ملازموں نے اسی وقت مجھے دھکے مار کر

نرگس کی کوٹھی سے باہر پھینک دیا۔ میں نے مزید ذلیل ہونے سے بہتر یہی سمجھا کہ خاموشی سے چلا جاؤں۔ میں اسی وقت اسٹیشن کی طرف چل دیا۔ حسن اتفاق سے میں نے جو کپڑے پہنے تھے اس میں وہ ٹکٹ بھی موجود تھے جو میں نے صبح حاصل کئے تھے۔ نقدی کی صورت میں بمشکل ستر روپے میرے پاس موجود تھے۔

وہ رات میں نے اسٹیشن پر ہی گزاری اور دوسرے روز تنہا بمبئی کے لیے روانہ ہوگیا۔ مجھے اگر افسوس تھا تو صرف اس بات کا کہ مجھے نرگس سے دو باتیں کرنے کا موقع بھی نہ مل سکا۔ حالات نے جس تیزی سے رخ بدلا تھا اس نے میری عقل خبط کردی تھی۔ یہ سب پے در پے ہوا تھا۔ میرے حوش و حواس گم ہوئے جاتے تھے۔ رہ رہ کر میرے ذہن میں بس یہی خیال ابھرتا تھا کہ یہ سب کچھ اصفہانی صاحب کا کیا دھرا ہے۔ ممکن ہے نازلی نے انہیں اس بات سے آگاہ کردیا ہو کہ میں ایک بار اس سے آلودہ ہو چکا ہوں اور اصفہانی صاحب نے انتقامی جذبے کے تحت مجھے نازلی ہی کے ذریعے رسوا کرنے کی ٹھان لی ہو، لیکن یہ بات میری سمجھ میں کسی طرح نہ آسکی کہ انہوں نے اپنے انتقام کی خاطر نرگس کی زندگی کیوں کر برباد کرنا گوارا کرلیا؟ اور اگر کوئی بات ہے تو وہ کیا ہے؟

☆===========☆===========☆

بمبئی آئے مجھے ایک ہفتے سے زیادہ ہو چکا تھا۔ میرا کاروبار بخوبی چل رہا تھا۔ میں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اصفہانی صاحب کے جو کارندے یہاں موجود تھے انہیں نکال باہر کیا اور خود ہر کام کو اپنی نگرانی میں لے لیا۔ میرا بزنس مینجر میری واپسی پر بے حد خوش ہوا لیکن ذاتی طور پر میں نرگس کی وجہ سے بہت پریشان تھا۔ میں اس سے مل کر یہ دریافت کرنا چاہتا تھا کہ آئندہ کے لیے اس نے کیا سوچا ہے۔ کیا وہ میرے ساتھ رہنا پسند کرے گی یا حالات کے پیش نظر علیحدگی اختیار کرے گی مگر مجھے ابھی تک نرگس سے بات کرنے کی کوئی سبیل نظر نہیں آئی تھی۔ خط کے ذریعے میں نے ان باتوں کا تصفیہ کرنا کچھ مناسب خیال نہیں کیا کہ کہیں میری تحریر اصفہانی صاحب کے کسی کام نہ آجائے۔

بہر حال میں نرگس کی طرف سے بہت پریشان تھا۔ بمبئی آنے کے بعد متعدد بار مجھے اس کی کمی بڑی شدت سے محسوس ہوئی تھی۔ اکثر مجھے اس کا پیار اور اس کی بے لوث خدمت یاد آتی تو میں بے چین ہوجاتا۔ وہ صحیح معنوں میں ایک وفا شعار اور خدمت گزار عورت تھی لیکن حالات کی ستم ظریفی نے ہم دونوں کو الگ کردیا تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے اس بات کا مکمل یقین تھا کہ کسی نہ کسی دن نرگس اچانک میرے پاس آجائے گی لیکن میرا یقین اس روز کانچ کے برتن کی طرح ٹوٹ کر بکھر گیا جس روز نرگس کی طرف سے مجھے اس کے وکیل کا نوٹس ملا تھا۔ نوٹس میں میرے اوپر بے شمار گھناؤنے الزامات عائد کئے گئے تھے اور ان الزامات کے پیش نظر اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ یا تو میں شرافت سے حق مہر ادا کرکے

طلاق نامہ روانہ کردوں یا پھر عدالت کے سامنے پیش ہونے کے لیے تیار ہو جاؤں۔

نرگس کی طرف سے ملنے والے نوٹس نے مجھے اور پریشان کردیا۔ دوسرے دن ہمت کرکے میں نے فون کیا۔ دوپہر کا وقت تھا اس لیے مجھے امید تھی کہ فون نرگس ریسیو کرے گی۔ میرا خیال درست ہوا۔ دوسری سمت سے کچھ دیر بعد نرگس کی جانی پہچانی مترنم آواز سنائی دی تو میں تڑپ اٹھا، ہمت کرکے بولا۔

"نرگس۔ میں جمیل بول رہا ہوں۔"

"فرمایئے کیا کام ہے؟" نرگس نے بڑی رکھائی سے دریافت کیا۔ میں نے ضبط سے کام لیتے ہوئے کہا۔

"نرگس۔ مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

"کہئے میں سن رہی ہوں۔"

"نرگس۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔ "آخر تم بھی بدل گئیں۔ میری جان یقین کرو، نوٹس کے ضمن میں جو باتیں سامنے آئی ہیں وہ مجھ پر سراسر الزام ہیں۔ میرا ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"ہوسکتا ہے مگر کیا میں دریافت کرسکتی ہوں کہ نازلی کو آخر اچانک آپ سے کیا پرخاش ہوگئی جو اس نے آپ کی ذات پر اتنے ڈھیر سارے الزامات عائد کردیئے۔"

"میں اس سلسلے میں خود بھی حیران ہوں کہ آخر یہ سب کیوں اور کیسے ہوگیا۔"

"کیا آپ نے محض اتنی سی بات کہنے کے لیے مجھے فون کرنے کی زحمت گوارا کی تھی؟"

"نرگس۔" میں نے ڈوبتی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں چاہتا ہوں کہ تم ان تمام باتوں کو بھول کر میرے پاس آجاؤ۔ تمہارے بغیر مجھے ایک پل بھی سکون نصیب نہیں ہوتا۔ نرگس اگر تمہارا رویہ ایسا رہا تو پھر میں موت کو کیوں نہ ترجیح دوں۔"

"مجھے آپ سے ہمدردی ہے اور پھر ایسے موقع پر انکا بھی ساتھ نہیں ہے ورنہ وہ ضرور آپ کا دل بہلاتی اور آپ کو میری جدائی یا کمی کا احساس نہ ہوتا۔"

نرگس کے لہجے میں اتنا گہرا طنز تھا کہ میں تڑپ اٹھا۔ اس نے انکا کے تذکرے کو درمیان میں لاکر میرے رستے ہوئے زخموں پر نمک پاشی کی تھی۔ میں نے بمشکل خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"کیا تم نے مجھ سے واقعی علیحدگی کا فیصلہ کرلیا ہے نرگس؟ کیا تم واقعی مجھ پر یقین نہیں کرتیں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے تمہارے ساتھ کوئی برائی نہیں کی۔"

"جمیل صاحب۔ آپ شاید بھول رہے ہیں کہ میں ایک عورت ہوں۔ عورت جو مرد کے تمام ظلم و ستم

کوہنسی خوشی جھیل سکتی ہے' فاقے کرسکتی ہے' دنیا کی تمام مصیبتوں کو برداشت کرسکتی ہے مگر یہ کبھی برداشت
نہیں کرسکتی کہ اس کا شوہر اس کی موجودگی میں کسی عورت کے ساتھ رنگ رلیاں منائے۔'' نرگس غم
بھری کہتی رہی۔ ''ہوسکتا تھا کہ میں نازلی کے سلسلے میں آپ کی باتوں کو درست تسلیم کرلیتی لیکن اس
میں نے خود اپنی گناہ گار آنکھوں سے نازلی اور آپ کو اپنی خواب گاہ میں کھل کھیلتے دیکھا تھا۔ یہ
برداشت کی انتہا تھی۔ میں نے اسی وقت طے کرلیا تھا کہ مجھے آپ سے علیحدگی اختیار کرلینی ہوگی
فیصلہ میں نے دل پر پتھر رکھ کر کیا ہے مگر میں سمجھتی ہوں کہ یہی میرے حق میں بہتر ہے۔ اب مجھے
فون نہ کیجئے۔''

''اگر یہ تمہارا آخری فیصلہ ہے تو میں کل ہی تمہارے مہر کی رقم اور طلاق نامہ تحریر کرکے روانہ کردوں
مگر کیا تم ان باتوں سے پیشتر...... آخری بار مجھ سے دو گھڑی کے لیے ملنا پسند کروگی۔ مجھے اپنی صفائی کا
موقع دو۔ تم اتنی بے رحم کیسے ہوگئیں۔ آخر تم نے میرے ساتھ بڑے اچھے دن گزارے ہیں۔ کبھی تم
سے تو غور کیا ہوتا۔ ایک تم ہی تو میرا سہارا تھیں۔ کیا تم مجھ سے نہیں ملوگی؟''

''مجھے افسوس ہے کہ میں ایسا نہیں کرسکتی۔ مجھ سے زیادہ مت کہئے' جو ہوچکا وہ بہت ہے بس اب یہ
سلسلہ ختم کیجئے۔ میرے اندر زیادہ حوصلہ نہیں ہے۔''

''نرگس۔'' میں تڑپ اٹھا۔ ''کیا تمہیں اب مجھ سے ذرا بھی لگاؤ باقی نہیں رہا۔''

''کس کو کس سے لگاؤ تھا جمیل صاحب، اس کا ثبوت مل چکا ہے اب اور آزمائش مت کیجئے
علیحدہ رہیں اسی میں ہم دونوں کی بھلائی ہے۔'' نرگس نے تلخ آواز میں کہا پھر دوسری طرف سے
منقطع ہوگیا۔

نرگس کی بے رخی سے میرے دل پر جو چوٹ لگی اس کا اندازہ کچھ میرا دل ہی کرسکتا ہے بہرحال
نے اپنے دل پر پتھر رکھ کر اسی روز طلاق نامہ تحریر کردیا اور اگلے روز مہر کی رقم کے ساتھ اسے نرگس کے
پر روانہ کردیا۔ تیسرے روز مجھے اس کی رسید مل گئی۔

نرگس سے مستقل علیحدگی کے بعد میری زندگی میں ایک خلا پیدا ہوگیا جسے پُر کرنا مشکل تھا۔ میں
اپنے غم کو بھلانے کی خاطر ایک بار پھر شراب اور بازاری عورتوں کا سہارا لیا لیکن مجھے وہ سکون نہ
جو نرگس کی آغوش میں میسر تھا۔ میں اپنے ذہن کو معطل رکھنے کی غرض سے ہر وقت شراب کے نشے
چور رہتا تھا۔

انکا گئی پھر نرگس بھی گئی اب میری زندگی میں کیا رہ گیا تھا۔ میرا نہ کاروبار میں جی لگتا تھا اور نہ
میں۔ میں سوچتا تھا کیا ایسا ممکن ہے کہ نرگس جیسی وفا شعار بیوی بھی بدل جائے۔ مجھے کسی بات کا
نہیں آتا تھا مگر سب کچھ ہوچکا تھا۔ انکا مجھ سے چھین لی گئی تھی اور نرگس نے بھی مجھ سے علیحدگی

رلی تھی۔ ایسے شخص کی محرومیوں کا اندازہ کیجئے' جسے شروع سے اب تک عجیب و غریب حالات و
واقعات پیش آئے ہوں۔

قسمت نے میرے ساتھ کیسے ہولناک مذاق کئے تھے۔ اب میرے اندر زندہ رہنے کی امنگ ختم
ہوچکی تھی اور اس کے بعد ہوا یہ کہ میں نے خود کو حالات پر چھوڑ دیا۔ میں نے چاہا کہ مجھ پر اور تباہیاں
نہیں۔ میں اپنی داستان غم مختصر کرتا ہوں۔ میں صرف ان پے در پے حادثات کا ذکر کروں گا جنہوں نے
رہے سہے اوسان بھی مجھ سے چھین لیے۔ میرا کاروبار جو روز بروز ترقی کررہا تھا اب میری بے
پروائیوں اور بے نیازیوں کے سبب گرنے لگا پھر اچانک یہ افتاد آپڑی کہ اس بینک میں آگ لگ گئی
جس میں میرا زیادہ پیسہ جمع تھا۔ آگ اتنی شدید تھی کہ بینک کی اینٹیں تک جل کے راکھ کے ڈھیر میں تبدیل
ہوگئیں۔ ابھی میں اس حادثے سے پوری طرح سنبھل بھی نہ پایا تھا کہ میرا کیشئر جو شروع سے میرے
ساتھ تھا اور نہایت قابل اعتماد شخص تھا' پانچ لاکھ کی رقم دوسرے بینک سے نکلوا کر فرار ہوگیا۔ مجھے اس کا علم
چار روز بعد ہوا تھا اس لیے پولیس بھی میری شکایت پر اسے فوری طور پر گرفتار نہ کرسکی۔

میں نے اپنے اس نقصان کو پورا کرنے کے لیے خود کو داؤ پر لگا دیا۔ میں نے اپنا زیادہ تر وقت ریس
کورس میں صرف کیا اور جو کچھ میرے پاس باقی رہ گیا تھا وہ بھی میں گنواتا گیا۔ جتنا میں ہارتا جاتا اتنی ہی
حسرت میرے اندر سوا ہوجاتی۔ دفتر کا کاروبار ٹھپ ہوتا گیا۔ ملازمین کی تعداد کم ہوتی گئی۔ مجھے چاروں
طرف سے محرومیوں نے گھیر لیا۔ انکا گئی' نرگس گئی' دفتر گیا' روپیہ چوری ہوا' کاروبار گیا تو عزت بھی
گئی۔ صرف ایک مکان رہ گیا تھا جو میری ہوس کی بھینٹ چڑھ گیا۔ میں نے اسے ریس کے میدان پر
قربان کردیا۔ میں نے شرابوں میں خود کو غرق کیا اور میری بصارت میں ضعف آگیا۔ سب کچھ راکھ
ہوگیا۔ وہ لڑکیاں بھی رخصت ہوئیں جو کل تک میری محبت کا دم بھرتی تھیں۔ وہ لوگ بھی جدا ہوگئے جو
میرے اشاروں کے منتظر رہتے۔ اب کوئی حادثہ میری نظر میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا میں بری سے بری
خبر سننے کے لیے تیار رہتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ تباہیوں نے مجھے پہچان لیا ہے۔ باہر سب جل چکا تھا اور
میرا اندر سے جل رہا تھا' میرے سینے میں ایک آگ لگی ہوئی تھی۔ کاش انکا نہ آئی ہوتی اور آئی تھی تو جانے
کا نام نہ لیا ہوتا۔ اسی نے یہ چمک دمک دکھا کر تو میری آنکھوں کی روشنی چھین لی۔ میں اس کے سہارے
کس قدر بے سہارا ہوگیا تھا۔ میری انکا کہاں ہے؟ میں تربینی کی تلاش میں نہ جانے کتنے شہروں،
جنگلوں، ویرانوں اور مرگھٹوں میں گیا اور میں نے اس امید میں کہ شاید انکا کو میں دوبارہ حاصل کرلوں جو
تھوڑا بہت میرے پاس رہ گیا تھا' اسے بے دریغ خرچ کردیا پھر جب میں ناکام و نامراد واپس آیا تو میرے
پاس کچھ نہ تھا۔ نہ مکان' نہ دفتر اور نہ بیوی۔ میں ایک ہوٹل میں ٹھہرا۔ میں مکمل طور پر بھکاری بن کر رہ گیا
تو میں نے اپنے ملازموں کے آگے ہاتھ پھیلایا تو وہ بھی ایک ایک کرکے کنی کاٹ گئے۔ میرے منیجر

نے میرے حالات پر ترس کھا کر مجھے صرف ایک سو روپے بطور قرض دیے تھے جو میری جیب میں
تھے۔ان سو روپوں سے میں نے ہوٹل کا دو روز کا بل ادا کیا پھر اسے چھوڑ کر ایک دوسرے سستے ہوٹل
منتقل ہو گیا جہاں عام حالات میں شاید ایک پیالی چائے پینا بھی گوارا نہ کرتا۔میرے جسم پر جو کپڑے
تھے بس وہی میرا آخری سرمایہ تھے۔

اس رات جب میں ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا اور اپنی حرماں نصیبیوں پر غور کر رہا تھا کہ پھر مجھ پر
تصور غالب آ گیا۔میں نے اسے ذہن سے نکال دینا چاہا اور نئے سرے سے اپنی زندگی شروع کر
عزم پیدا کرنے کی کوشش کی مگر جو شخص دولت میں کھیل چکا ہو اور جس کے ہاتھوں کو فیاضی کی عادت
ہو اسے دوسرے حالات میں گزر کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔روپیہ آتا ہے تو مزاج اور ذہن بدل
ہے۔روپیہ جاتا ہے تو بدلے ہوئے مزاج اور ذہن کو بدلنا بہت مشکل ہوتا ہے۔پھر فیصلے کی قوتیں
ہو جاتی ہیں۔لے دے کر میں ایک ہی نتیجے اور فیصلے پر پہنچا تھا کہ انکا کسی طور مجھے دوبارہ مل جائے
جس نے مجھے فرش سے عرش پر بٹھایا تھا۔جس نے میری عادتیں بگاڑ دی تھیں۔جس نے مجھے
تھی اور جسے مجھ سے تربینی نے چھین لیا تھا۔اس انکا کے چلے جانے کے بعد میں اب بھکاری بن گیا
کے ساتھ مجھے تربینی یاد آیا اور ایک خیال بجلی بن کر میرے ذہن میں کوندا۔کہیں یہ سب کچھ
شرارت تو نہیں؟ میں نے اس سوال پر جتنا غور کیا اتنا یہ خیال مستحکم ہوتا گیا۔

اس رات میں خاصی دیر تک انکا اور تربینی کے خیال میں پیچ و تاب کھاتا رہا پھر سو گیا لیکن کچھ
بعد میں دوبارہ ہڑبڑا کر جاگ اٹھا۔کوئی میرے بازو کو زور زور سے ہلا کر مجھے جگانے کی کوشش
تھا۔میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو ایک حسین و جمیل عورت زرق برق کپڑوں میں ملبوس قیامت
ہوئی میرے پاس بیٹھی تھی۔میں چند ثانیے تک اسے غور سے دیکھتا رہا پھر میں نے اسے شناخت کر
ایک مقامی ہندو ڈاکٹر کی عیاش طبع لڑکی شکنتلا تھی۔میں اسے متعدد بار اپنے دل بہلاوے کو استعمال
تھا لیکن اس وقت اتنی رات گئے اسے اپنے پاس دیکھ کر مجھے بے حد حیرت ہوئی۔اس بات کا
مجھے ستا رہا تھا کہ میں اس وقت ایک گھٹیا قسم کے ہوٹل میں مقیم ہوں۔کچھ دیر تک میں شکنتلا کو
رہا پھر بولا۔

"اتنی رات گئے تم یہاں کیسے آ گئیں اور میرا پتا تمہیں کیسے چلا؟"

"جمیل ڈیئر۔میں بڑی بھاگوان ہوں جو تم اس سمے یہاں نظر آ گئے ورنہ مجھے کسی اور کی
پڑتی۔" شکنتلا نے تیزی سے کہا پھر میرے قریب ہو کر بولی۔"ڈیئر اگر تم مجھے اس سمے پونا تک
میں سارا جیون تمہارا احسان نہیں بھولوں گی۔"

"لیکن میں تو......"

"مجھے سب کچھ پتا چل گیا ہے جمیل۔" شکنتلا نے میری بات درمیان سے اچکتے ہوئے جلدی سے
کہا۔"دھن دولت تم جو چاہو گے میں تمہیں دوں گی۔بس تم میری اتنی سہاتا کرو کہ مجھے پونا تک ساتھ
چل کر چھوڑ آؤ۔اس چھوٹے سے کام کے لیے میں تمہیں دو ہزار روپے تک دینے کو تیار ہوں۔"

شکنتلا کے چہرے پر بوکھلاہٹ کے تاثرات دیکھ کر میں نے یہ اندازہ تو کر لیا تھا کہ وہ اس وقت کسی
خاص وجہ سے بہت گھبرائی ہوئی ہے لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہ آ سکی کہ اس جیسی موڈرن لڑکی جو دنیا
جہان میں تن تنہا گھومتی پھرتی تھی اس وقت پونا تک جانے کے لیے میری مدد کیوں مانگ رہی ہے چنانچہ
میں نے پوچھ ہی لیا۔

"کیا تمہارے اوپر کوئی خاص بپتا آن پڑی ہے؟"

"ہاں جمیل۔میرے پتا جی میرا وواہ ایک ایسے لڑکے سے کرنا چاہتے ہیں جو مجھے بالکل پسند
نہیں۔یوں بھی میں شادی کر کے خود کو قید نہیں کرنا چاہتی۔اس کارن میں گھر سے بھاگ آئی ہوں۔میرا
خیال تھا کہ رات اسی ہوٹل میں گزاروں پھر کل کی گاڑی سے پونا چلی جاؤں۔اتفاق سے تم مجھے نظر آ گئے
اس لیے میں چاہتی ہوں کہ تم اسی سمے مجھے پونا چھوڑ آؤ۔"

"مگر تم اس وقت پونا کیسے جاؤ گی؟" میں نے کہا۔"اس وقت تو کوئی گاڑی پونا نہیں جاتی۔"

"ہم ٹیکسی سے چلیں گے جمیل۔اگر گاڑی سے جانا ہوتا تو پھر مجھے تمہاری سہاتا کی کیا ضرورت
تھی۔" شکنتلا نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا پھر میری گردن میں اپنی مرمریں بانہیں ڈال کر بولی۔"بولو
جمیل ڈیئر۔کیا تم تیار ہو؟"

"تنہا جانے میں تمہیں کس بات کا خطرہ ہے؟" میں نے شکنتلا کو لپٹاتے ہوئے پیار سے کہا۔"کیا
تمہیں ڈر ہے کہ ٹیکسی ڈرائیور تمہیں پونا کے بجائے کہیں اور لے جائے گا۔"

"ہاں......اور یہ بھی ممکن ہے کہ میرے بھائی یا پتا مجھے دیکھ لیں۔"

"اور اگر تمہارے ڈیڈی نے تمہیں میرے ساتھ دیکھ لیا تو کیا وہ چپ ہو جائیں گے۔"

"تم سمجھتے کیوں نہیں جمیل۔" شکنتلا اٹھلا کر بولی پھر اس نے زمین سے ایک پوٹلی اٹھا کر اسے
کھولتے ہوئے کہا۔"یہ دیکھو یہ برقع میں اپنی ایک سہیلی سے مانگ کر لائی ہوں۔میں تمہارے ساتھ
برقع میں ہوں گی اس لیے کوئی بھی شبہ نہیں کر سکتا۔"

میں تھوڑے سے پس و پیش کے بعد شکنتلا کو پونا لے جانے کے لیے آمادہ ہو گیا۔اس آمادگی کی ایک وجہ
تو خود شکنتلا کی ذات تھی۔دوسرے یہ کہ مجھے پیسوں کی بھی ضرورت تھی۔شکنتلا نے مجھے رضامند پایا تو
خوشی سے مجھ سے لپٹ گئی۔ہر چند کہ اب میری حیثیت اس مالدار لڑکی کے سامنے ایک بھکاری سے
زیادہ نہ تھی لیکن اس وقت حالات نے شکنتلا کو میرے رحم و کرم پر لا ڈالا تھا۔چنانچہ پہلے تو میں نے موقع

سے پورا پورا فائدہ اٹھایا پھر اسی وقت جا کر ایک ٹیکسی لے آیا اور شکنتلا کو ساتھ لے کر پونا کے لیے روانہ ہو گیا۔ شکنتلا پچھلی سیٹ پر برقع میں ملبوس میرے ساتھ لگی بیٹھی تھی اور ٹیکسی سنسان سڑک پر فرائے بھر رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک تو ہم دونوں خاموش رہے پھر میں نے اس کا نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر آہستہ سے دباتے ہوئے پوچھا۔

''پونا میں تمہارا قیام کہاں ہوگا۔ کیا وہاں کوئی تمہارا واقف کار موجود ہے؟''

''شش۔'' شکنتلا نے برقع کا نقاب پلٹتے ہوئے مجھے خاموش رہنے کی تلقین کی پھر قدرے اونچی آواز میں بولی۔ ''اگر میری بہن کی حالت خراب نہ ہوتی تو میں اس وقت پونا چلنے کے لیے کبھی ضد نہ کرتی۔ آپ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں؟''

میں سمجھ گیا کہ وہ ٹیکسی ڈرائیور کو سنانے کی خاطر بات بنا رہی ہے۔ چنانچہ میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں تمہیں چھوڑ کر واپس آ جاؤں گا۔ تم کچھ دنوں بعد چلی آنا۔''

''کیا آپ دو ایک دن بھی قیام نہیں کریں گے؟''

''نہیں۔ مجھے یہاں بمبئی میں کچھ ضروری کام ہیں۔''

شکنتلا مجھ سے یوں بات کر رہی تھی جیسے وہ میری شریک حیات ہو۔ ٹیکسی ڈرائیور کی نظریں سڑک پر جمی ہوئی تھیں۔ کچھ دیر تک میں شکنتلا کی ہاں میں ہاں ملاتا رہا پھر ایک بار میں نے اسے گھسیٹ کر اپنی آغوش میں گرا لیا اور اس کے کان کے قریب منہ لے جا کر پوچھا۔

''تم نے بتایا نہیں کہ پونا میں تمہارا کون چاہنے والا موجود ہے۔ کیا ہمیں بھی نہیں بتاؤ گی۔''

''میں فی الحال اپنے ایک فلم ایکٹر دوست کے ساتھ قیام کروں گی' اس نے ایک بار مجھے فلم میں کام کرنے کا آفر بھی دیا تھا۔'' شکنتلا نے سرگوشی کی پھر اس نے کسمسا کر میری آغوش سے نکلنا چاہا تو میں نے اپنی گرفت اور سخت کر لی۔

شکنتلا کے حسین قرب نے میرے جذبات کو ہوا دے دی تھی۔ میں اس سے چھیڑ خانی کرتا رہا اور وہ مجبوراً میری ہر شرارت کو برداشت کرتی رہی شاید اس لیے کہ اس وقت وہ میرے رحم و کرم پر تھی۔ میں اس کے قرب کے نشے سے کچھ ایسا سرشار ہوا کہ مجھے کسی بات کا ہوش نہ رہا۔ وقت برق رفتاری سے گزرتا رہا پھر ہم دونوں اسی وقت چونک کر علیحدہ ہوئے جب ٹیکسی ایک جھٹکے کے ساتھ رکی۔ میں نے باہر کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ ٹیکسی پونا کی ایک پولیس چوکی کے احاطے میں کھڑی ہوئی ہے۔ قبل اس کے کہ میں ٹیکسی ڈرائیور سے کچھ پوچھتا' وہ خود ہی پلٹ کر مجھ سے مخاطب ہوا اور بڑے بازاری لہجے میں بولا۔

''تم سالا دنیا کی آنکھ میں دھول جھونک رہا تھا' ابھی تم کو پتا پڑ جائے گا کہ یہ چھوکری کون ہے؟''

ٹیکسی ڈرائیور نے آخری جملہ شکنتلا کی طرف اشارہ کر کے کہا تھا پھر قبل اس کے کہ میں صورت حال [سمجھتا] ٹیکسی ڈرائیور نیچے اتر گیا۔ پولیس چوکی کے اندر جانے سے پہلے اس نے دروازے پر کھڑے [سنتری] سے کچھ گفتگو بھی کی تھی لیکن دوری کی وجہ سے میں ان دونوں کی بات نہ سن سکا۔ شکنتلا نے [اسے پولیس] کی طرف آتے دیکھا تو گھبرا کر بولی۔

''[...] اب کیا ہوگا؟''

''[فی] الحال خاموش رہو۔ جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔'' میں نے آہستگی سے جواب دیا پھر اپنی جگہ [...] کر بیٹھ گیا۔ میرا خیال تھا کہ اگر شکنتلا نے ہمت سے کام لیا تو پولیس والے ہمارا کچھ بھی نہیں [بگاڑ سکیں] گے مگر میرا یہ اندازہ کچھ دیر بعد ہی ریت کی دیوار کی طرح ٹوٹ کر بکھر گیا۔

[پو]لیس چوکی کے ڈیوٹی آفیسر نے شکنتلا کو پہلی ہی نظر میں شناخت کر لیا پھر جب اس نے یہ بتایا کہ [تمام] پولیس چوکیوں کو شکنتلا کے فرار ہونے کی اطلاع مل چکی ہے تو میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی [...] میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے ڈیوٹی آفیسر کو مخاطب کر کے کہا۔

''شکنتلا بالغ ہے اور اپنی مرضی سے میرے ساتھ جا رہی ہے۔ ہم نے کوئی جرم نہیں کیا۔''

''کیوں محترمہ۔ کیا یہ ٹنڈا درست کہہ رہا ہے۔؟'' ڈیوٹی آفیسر نے مجھے نفرت سے گھورتے ہوئے [شکنتلا س]ے دریافت کیا۔ وہ یک لخت پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور اس مکار عورت نے ہچکیوں کے [درمیا]ن کہا۔

''[آ]فیسر۔ یہی وہ کمینہ ہے جو مجھے زبردستی اغوا کر کے نہ جانے کہاں لئے جا رہا تھا۔ اس نے مجھے [دھم]کی دی تھی کہ اگر میں نے شور مچایا تو مجھے جان سے مار دے گا۔ مجھے میرے پتا جی کے پاس پہنچا دو [...]''

شکنتلا کا بیان مجھے پھنسوا دینے کے لیے کافی تھا۔ میں نے اپنے بچاؤ کے لیے ڈیوٹی آفیسر کو اپنی بے [گناہی] کا یقین دلانے کی بہتیری کوشش کی لیکن میری ایک نہ چلی اور مجھے بری طرح مار پیٹ کر آہنی [سلاخوں] کے پیچھے دھکیل دیا گیا۔ عدالت میں پیشی ہوئی تو وہاں بھی میری کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ شکنتلا کے [بیان] اور اس کے باپ کی شہرت نے میری رہی سہی امیدوں پر بھی پانی پھیر دیا۔ دوسری ہی پیشی پر [مجسٹری]ٹ نے مجھے چار ماہ قید با مشقت کی سزا سنا دی۔

[پونا] جیل میں چار ماہ تک مجھے جن اذیت ناک تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑا وہ تحریر میں لانا میرے بس [میں نہیں]۔ جیل کے ہٹے کٹے سنتریوں نے مجھے مار ڈالنے میں اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور [...] پھر شکنتلا کے باپ کے ایما پر ہو رہا تھا۔ اس کی یہی کوشش تھی کہ میں سزا پوری ہونے سے پہلے ہی [مر] جاؤں لیکن میری قسمت میں چونکہ دربدر کی ٹھوکریں کھانا لکھا تھا اس لیے زندہ رہا۔ چار ماہ کی

صعوبتیں جھیلنے کے بعد جب مجھے رہائی ملی تو میری حالت اتنی ابتر تھی کہ اگر میرا باپ بھی مجھے دیکھتا تو نہ پہچان سکتا۔ میرا ایک ایک جوڑ پھوڑے کے مانند دکھ رہا تھا۔ میری داڑھی بے تحاشہ بڑھی ہوئی تھی۔ جیل کے سنتری چونکہ مجھے دو دو وقت کھانا نہیں دیتے تھے اس لیے میں بے حد لاغر اور کمزور ہو گیا تھا۔ میرے جسم پر چار ماہ کی جمی ہوئی میل سے شدید بدبو پھوٹ رہی تھی۔ رہائی کے وقت مجھے وہ روپے بھی واپس نہیں دیے گئے جو گرفتاری کے وقت میری جیب سے برآمد ہوئے تھے۔ میرے پاس سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگ کر پیٹ بھروں۔

بھیک مانگنے سے بہتر ہے کہ خودکشی کر لی جائے۔ میں ایک فٹ پاتھ پر بیٹھا ہوا یہ سوچ رہا تھا۔ بھوک سے میری حالت خراب تھی۔ میری انتڑیاں باہر نکلنے کو تھیں۔ میں نے خود کو موت کے لیے آمادہ کر لیا۔ اسی لمحے ایک راہ گیر میرے پاس آیا اور میری شکستہ حالت دیکھ کر اس نے میرے سامنے ایک چونی ڈال دی۔ اس چونی کو دیکھ کر میرا جی متلانے لگا۔ میں نے اسے دیر تک نہیں اٹھایا۔ کاش میں اسی وقت مر جاتا مگر میرے معدے نے میرے ضمیر کے خلاف فیصلہ دیا۔ میں نے وہ چار آنے اٹھا لیے اور ایک قریبی ہوٹل میں پہنچ گیا۔ پھر میرے لیے بھیک مانگنا کوئی مسئلہ نہ رہا۔

میں دس بارہ روز تک متواتر پونا کی سڑکوں پر بھکاریوں کی طرح گھومتا رہا۔ ایک دو روپے مل جاتے تو پیٹ بھر روٹی کھاتا اور جہاں رات ہوتی وہیں کسی پیڑ کے سائے میں یا فٹ پاتھ پر لیٹ رہتا۔ رات بھر اپنی بربادی پر خون کے آنسو بہاتا رہتا۔ میں ہاتھ نہیں پھیلاتا تھا۔ شاید میں کسی جنم کا بھکاری تھا۔ کبھی میرا یہ حال تھا کہ میں بازاری عورتوں کی ایک حقیر سی مسکراہٹ پر سو سو کے نوٹ بڑی فراخدلی سے نچھاور کر دیا کرتا تھا۔ ہوٹل کے بیروں کو دس بیس روپے ٹپ دے دینا میرے لیے معمولی بات تھی لیکن آج وہی میں تھا کہ میرے پاس سر چھپانے کی کوئی جگہ نہ تھی۔ میں دوسروں کی گالیاں اور جھڑکیاں سننے کے بعد بھی ان کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور تھا اور یہ سب تباہیاں میرے اوپر اسی روز سے ہونا شروع ہو گئی تھیں جس روز انکا مجھ سے رخصت ہوئی تھی۔ انکا۔ کاش تربینی مجھے مل جائے تو... رہتا۔

میرے حالات بد سے بدتر ہوتے جا رہے تھے لیکن میں صرف اس امید پر خود کو زندہ رکھے ہوئے تھا کہ ہو سکتا ہے میں انکا کو دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں جس کا واحد طریقہ تربینی تھا لیکن تربینی انکا کو لے کر نہ جانے کہاں غائب ہو گیا تھا۔ میرے ذہن پر سوتے جاگتے ہر وقت انکا کی دھن سوار رہتی۔

ایک روز میں بھیک مانگتا ہوا پونا کے ریس کورس تک چلا گیا جہاں میرے علاوہ اور بھی بہت سے فقیر موجود تھے اور سیٹھ ساہوکاروں کو ریس جیتنے کی دعا دے کر ان کے آگے ہاتھ پھیلا رہے تھے۔ میں بھی ان فقیروں میں شامل ہو گیا۔ ریس شروع ہونے میں چونکہ ایک گھنٹا باقی تھا اس لیے ریس کورس کے باہر بھی لوگوں کا خاصا ہجوم موجود تھا۔ میں ہجوم سے پرے ہٹ کر اس طرف آ گیا جہاں گاڑیاں آ کر ٹھہرتی تھیں۔ جیسے ہی کوئی نئی گاڑی آ کر رکتی' میں لپک کر قریب جاتا اور گاڑی سے اترنے والے سیٹھ کے سامنے ہاتھ پھیلا دیتا۔ اگر کسی کو میرے حال پر ترس آتا تو وہ آٹھ آنے یا روپیہ میرے ہاتھ پر رکھ دیتا۔ کسی کو میری صورت سے گھن آتی تو وہ مجھے دو چار گالیاں سنا کر آگے نکل جاتا۔

میں اپنے دھندے میں لگا ہوا تھا کہ ایک لمبی سی کار آ کر گیٹ کے سامنے رکی۔ ڈرائیور نے اتر کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا تو کار سے پہلے ایک دراز قد اور گٹھے ہوئے جسم کا خوب صورت آدمی نکلا پھر اس کے پیچھے ایک نوجوان عورت باہر آئی جو صورت شکل ہی سے عیاش طبع لگ رہی تھی۔ میں نے جلدی سے آگے بڑھ کر نوارد کے آگے ہاتھ پھیلا دیے۔ دراز قد آدمی نے ایک بار تو مجھے بڑی نفرت سے دیکھا پھر یک لخت وہ معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ میری توقع کے خلاف اس نے دس روپے کا ایک نوٹ نکال کر میری طرف بڑھایا تو میں نے اسے یوں جھپٹ لیا جیسے قارون کا خزانہ میرے ہاتھ آ گیا ہو۔ میں نے نوٹ کو اپنی مٹھی میں دبا کر تشکرانہ نظروں سے اس دیالو شخص کی طرف دیکھا تو وہ تیوری پر بل ڈال کر بولا۔

"دفع ہو جاؤ میرے سامنے سے' جو کچھ میں نے تجھے دان کیا ہے وہ تیری اوقات سے بہت زیادہ ہے۔"

نووارد مجھے گھورتا ہوا عورت کا ہاتھ تھام کر آگے چلا گیا۔ نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں اس شخص کو پہلے بھی کہیں دیکھ چکا ہوں۔ اس کی بڑی بڑی اور سرخ آنکھیں مجھے کچھ مانوس سی لگ رہی تھیں۔ میں نے اپنے ذہن کو کریدنا شروع کر دیا لیکن قبل اس کے کہ میں کسی نتیجے پر پہنچتا ایک لنگڑے فقیر نے میرے قریب آ کر کہا۔

"تم قسمت کے دھنی ہو میرے بھائی جو لالہ تربینی نے تمہیں دس کا نوٹ دان کر دیا ورنہ یہ تو ہم جیسے فقیروں کو ٹھوکر مارنا بھی گوارا نہیں کرتا۔ جانتے ہو...... یہ کون ہے؟ ایک زمانے میں سالا پنڈت تھا اب لالہ تربینی داس بن گیا۔ بھگوان کی لیلا ہے۔"

تربینی کا نام سن کر میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ مجھے یاد آ گیا کہ میں نے اس کو پہلے کہاں دیکھا تھا۔ پہلی نظر میں' میں نے اسے اس لیے نہیں پہچانا کہ اس نے اپنی داڑھی مونچھیں صاف کر دی تھیں لیکن لنگڑے فقیر نے اس کا نام لے کر مجھے سب کچھ یاد دلا دیا تھا۔ میرے زخموں کو اتنی شدت سے کچوکا لگا دیا تھا کہ میں تڑپ اٹھا۔ مٹھی میں دبا ہوا نوٹ اب مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی زہریلا سانپ ہو جو میرے وجود کو کسی لمحے بھی ڈس لے گا۔ میں نے غصے کی حالت میں دس کے نوٹ کو حقارت سے دیکھا پھر اسے

اتنی بار پھاڑا کہ نوٹ ریزہ ریزہ ہوگیا۔ میرے رگ و پے میں بجلیاں سی کوندرہی تھیں۔ میرے سینے میں انتقام کی آگ کسی خطرناک آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑنے کو بے چین تھی۔ میں نے انگریز فقیر کو چبھ جانے والی نظروں سے دیکھا پھر ایک طرف مجمع سے دور جا کر کھڑا ہوگیا۔ میری نگاہیں اب ریس کورس کے دروازے پر مرکوز تھیں۔ میرا خون پگھلے ہوئے لاوے کے مانند ابل رہا تھا۔ مجھے ترینی کی واپسی کا انتظار تھا۔

ترینی نے جس انداز میں مجھے بھیک دینے کے بعد ذلیل کیا تھا وہ میرے لیے ناقابل برداشت تھا۔ اس کے بجائے کسی دوسرے سیٹھ ساہوکار نے مجھے گالی دی ہوتی تو شاید میں اپنے ناگفتہ بہ حالات کے پیش نظر برداشت کرلیتا لیکن ترینی داس میرا دشمن تھا۔ دشمن نمبر ایک...... وہی میری بربادی اور تباہی کا ذمے دار تھا۔ اسی کی وجہ سے آج میں دربدر کی ٹھوکریں کھانے اور لوگوں کے سامنے جھولی پھیلانے پر مجبور ہوگیا تھا۔ میں اس کا توہین آمیز رویہ برداشت نہیں کرسکتا تھا۔

میں نے ترینی کی دی ہوئی بھیک کو پرزے پرزے کرکے ہوا میں اڑا دیا پھر ریس کورس کے دروازے سے تھوڑے فاصلے پر جا کر یوں کھڑا ہوگیا کہ میری قہر آلود نظریں برابر دروازے پر جمی تھیں۔ ہرچند کہ اب میں ایک بھکاری تھا' میری گزر اوقات بڑی کسمپرسی کے عالم میں ہورہی تھی اور ایک ہاتھ میں حادثات کی نذر کرچکا تھا لیکن اس کے باوجود میرے سینے میں ایک طوفان برپا تھا۔ میں نے طے کرلیا تھا کہ آج میں ترینی کی زندگی کا خاتمہ کرکے ہی دم لوں گا۔ ماضی کی حسین یادیں میرے جذبۂ انتقام کو برابر ہوا دے رہی تھیں اور میں ریس کورس کے دروازے پر نظریں جمائے کھڑا غصے کی حالت میں اپنے نچلے ہونٹ کو چبا رہا تھا۔

جوں جوں وقت گزرتا جاتا تھا' میرا اضطراب بڑھتا جارہا تھا۔ میں بہت بے چین تھا۔ ریس کورس کے باہر وکٹوریا اور ٹیکسی والوں کا ایک ہجوم اکٹھا تھا۔ ہر طرف چہل پہل تھی۔ لوگ گھوڑوں کے جیتنے ہارنے پر قیاس آرائیاں کررہے تھے۔ ان کے درمیان گرما گرم بحث ہورہی تھی لیکن میں ان تمام باتوں اور ہنگاموں سے بے نیاز اس وقت کا منتظر تھا جب ترینی میرا دشمن مجھے نظر آتا اور میں اسے قتل کرکے اپنے خون سے اپنے انتقام کی آگ کو سرد کرسکتا۔

ٹھیک پانچ بجے آخری ریس چھوٹی تو ریس کورس کے دروازے کے قریب ٹیکسی والوں اور پرائیویٹ کاروں کا ہجوم لگ گیا۔ دوسرے فقیر جو کچھ دیر پہلے تک بھیک دینے والوں کی شان میں قصیدے پڑھ کر اپنی رقمیں گننے اور گالم گلوچ کرنے میں مصروف تھے' ایک بار پھر مسکین صورتیں بنا کر ریس کورس کے دروازے کے نزدیک پہنچ گئے۔ میں نے موقع دیکھ کر ایک وزنی اور نکونا پتھر اٹھالیا اور سرکتا ہوا دروازے کے قریب آگیا مجھے قوی امید تھی کہ میں ترینی کو ٹھکانے لگانے میں ضرور کامیاب ہوجاؤں گا اور پھر

میرے سر پر آجائے گی اور جب انکا آجائے گی تو میں بڑی آسانی سے خود کو قانون کی گرفت سے بچا لوں گا۔

انکا کا تصور میرے ذہن میں ابھرا تو مجھے گزری ہوئی باتیں یاد آگئیں اور حسین یادوں کے ہجوم سے انکا کا معصوم چہرہ ابھر کر میرے سامنے آگیا۔ میرا دل تڑپ اٹھا اور زخم دوبارہ ہرے ہوگئے۔ میری انکا مجھ سے بچھڑ گئی تھی۔ میری نرگس نے مجھ سے منہ موڑ لیا تھا۔ سب لوگوں کی نظریں پھر گئی تھیں۔ انکا کیا گئی سب کچھ چلا گیا۔ مجھے محسوس ہوا کہ میں کچھ نہیں تھا۔ میں جو کچھ تھا انکا کے سبب تھا۔ انکا میری طاقت بن گئی تھی۔ مجھے انکا بہت شدت سے یاد آئی۔ وہ مجھ سے بہت قریب تھی مگر کتنی دور۔ میں نے ماضی کی ان تڑپا دینے والی یادوں کو ذہن سے جھٹکنا چاہا اور دروازے پر نظریں جما دیں جہاں سے اب لوگوں کا ریلا آنا شروع ہوگیا تھا۔ ہنستے مسکراتے اور روتے بسورتے چہرے یکے بعد دیگرے میرے سامنے سے گزر رہے تھے۔ میرے ساتھی فقیروں نے لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے شروع کردیے تھے لیکن مجھے بھیک سے زیادہ اس وقت ترینی کی تلاش تھی۔ چنانچہ میں بڑی توجہ سے باہر آنے والے ہر ایک فرد کو دیکھتا رہا۔ نکونے وزنی پتھر پر میری گرفت مضبوطی کے ساتھ جمی ہوئی تھی۔ میں بڑی بے تابی کے ساتھ ترینی کی واپسی کا منتظر تھا اور پھر اچانک میری نگاہیں چمک اٹھیں۔ ترینی مجھے ہجوم میں نظر آگیا۔ وہ اپنی ساتھی خوبصورت عورت کا ہاتھ تھامے مسکراتا ہوا دروازے کے قریب آرہا تھا۔ اس کے چہرے کی بشاشت دیکھ کر میرا خون کھولنے لگا۔ میں محتاط انداز میں کھسکتا کھسکتا دروازے کے کچھ اور قریب ہوگیا۔ میرے اور دروازے کے درمیان اب بمشکل آٹھ نو گز کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ میری نظریں اب ترینی کے چہرے پر مرکوز تھیں پھر وہ جیسے ہی گیٹ سے باہر نکلا' میں نے اپنا پتھر والا ہاتھ بلند کیا اور پوری طاقت سے نکیلے پتھر کو ترینی کے سر کا نشانہ لے کر کھینچ مارا۔ فاصلہ اس قدر مختصر تھا کہ میرا نشانہ خطا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا لیکن میرا نشانہ حیرت انگیز طور پر خطا ہوگیا۔ پتھر ترینی کے بجائے اس کی پشت پر آنے والے ایک پارسی کے سر سے ٹکرا گیا اور خون کا فوارہ ابلنے لگا۔ وہ غریب کراہ کے زمین پر گر گیا۔ میں جان بچانے کی خاطر بھاگنے کے ارادے سے پلٹا مگر دو چار آدمیوں نے جنہوں نے مجھے پتھر مارتے ہوئے دیکھ لیا تھا' مجھے لپک کر تھام لیا۔

"یہی ہے سالا ٹھگ۔ مارو سالے کو۔" ایک شخص نے حقارت سے کہا۔

"سالا صورت سے ہی حرامی دکھائی پڑتا ہے۔" دوسرے نے ہانک لگائی۔

"کلجگ ہے کلجگ۔" ایک ہندو نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ "اگر بھکشا نہ دو تو یہ بھکاری مرنے مارنے پر اتر آتے ہیں۔"

غرضیکہ جتنی زبانیں میرے خلاف زہر اگل سکتی تھیں' اگلتی رہیں۔ کچھ لوگوں نے مجھ پر لاتوں اور

گھونسوں کی بارش شروع کر دی۔ میں اپنے بچاؤ کی خاطر زمین پر پڑا ادھر اُدھر قلابازیاں کھاتا رہا
میرے اوپر ٹھوکروں کی یلغار ہوتی رہی پھر پولیس مجمع ہٹا کر میرے قریب آ گئی۔ میں ایک بار پھر پو
کے چنگل میں پھنس گیا۔ لوگوں نے مجھے اس قدر بے دردی اور بے رحمی سے مارا تھا کہ میرا جوڑ
پھوڑے کی مانند دکھنے لگا۔ مجھے پوری طرح سانس لینا بھی دشوار محسوس ہو رہا تھا لیکن جب ایک پو
والے نے مجھے گندی سی گالی دے کر اٹھنے کا حکم دیا تو میں مجبوراً کراہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

پولیس والوں نے دھکے مار کر رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔ اس کے بعد مجھے پولیس کی لاری
ٹھونس دیا گیا۔ لاری روانہ ہوئی تو میں نے مجمع پر نظر ڈالی لیکن تربینی یا اس کی ساتھی عورت مجھے کہیں نظر
آئی۔ میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ اس کے سوا اس وقت اور میں کر بھی کیا سکتا تھا۔

پولیس چوکی پر جا کر جو میری درگت بنائی گئی' وہ کچھ میرا دل ہی جانتا ہے۔ پولیس والے جب
پیٹ کر تھک گئے تو مجھے حوالات میں بند کر دیا گیا۔ میں تن بہ تقدیر ٹھنڈے فرش پر کراہتا رہا اور اپنی قسمت
پر آنسو بہاتا رہا۔ رات کو مجھے روکھی سوکھی کھانے کو ملی تو میں نے بمشکل ایک دو نوالے زہر مار کیے اور
گھونٹ پانی پی کر لیٹ رہا۔ رات مجھے کب نیند آئی' مجھے کچھ یاد نہیں لیکن صبح جب اٹھا تو میرے
میں ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ مجھے ہلکا ہلکا بخار بھی محسوس ہو رہا تھا لیکن کوئی میرا پُرسان حال نہ تھا۔
آنکھیں بند کیے لیٹا کراہتا رہا کہ دیکھیں اب قسمت کیا گل کھلاتی ہیں۔

کچھ دیر بعد آہنی پھاٹک کا قفل کھلنے کی آواز سنائی دی تو میں نے آنکھیں کھول دیں۔ ایک سنگین
سپاہی نے اندر داخل ہو کر مجھے نفرت بھری نظروں سے دیکھا پھر ایک بھرپور ٹھوکر میری کمر پر رسید کر
بولا۔

''چل اٹھ۔ تھانے دار صاحب تجھے بلا رہے ہیں۔''

میں ہمت کر کے اٹھا اور سپاہی کے ساتھ تھانے دار کے کمرے میں آ گیا لیکن کمرے میں د
ہوتے ہی میرے قدم اچانک رک گئے تھانے دار کے ساتھ تربینی داس بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے تر
دیکھا تو میرا خون پھر جوش مارنے لگا لیکن مصلحت کی بنا پر میں دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر رہ
تربینی سے نظریں ہٹا کر تھانے دار کو دیکھنے لگا۔

''تمہارا نام جمیل احمد خان ہے۔ کیوں؟'' تھانے دار نے مجھے گھور کر پوچھا تو میں نے اثبات
سر ہلا دیا۔

''پہلے کیا کام کرتے تھے؟'' تھانے دار نے دوسرا سوال کیا۔

''پہلے......'' میں صرف اتنا ہی کہہ پایا تھا کہ تربینی درمیان میں بول پڑا۔

''میں اسے بہت عرصے سے جانتا ہوں۔'' تربینی نے تھانے دار کو مخاطب کر کے کہا۔ ''مجھے

مل جانے کے بعد یہ ابھاگی پھر کوئی حماقت نہیں کرے گا۔''

''آپ اس کی ضمانت لینے کو تیار ہیں؟''

''...'' تربینی مجھے نفرت انگیز نظروں سے دیکھ کر بولا۔ ''اگر میں نے اس کی مدد نہیں کی تو یہ بے
جیل میں ایڑیاں رگڑتا رہے گا۔''

''آپ ضمانت لے رہے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔'' تھانے دار نے سنجیدگی سے کہا پھر
بولنے لگا تو تربینی نے اسے تیزی سے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''کیا ممکن نہیں ہے کہ اس کا کیس عدالت تک جانے کے بجائے یہیں ختم ہو جائے۔''

''مشکل ہے تربینی جی۔ اگر بیرام جی نے اوپر شکایت کر دی تو مجھے ملازمت بچانی بھی مشکل
'' تھانے دار نے جواب دیا۔ ''اس غریب کے سر پر خاصا گہرا زخم آیا ہے۔''

''آپ بیرام جی کی فکر نہ کریں۔ وہ اس سلسلے میں کچھ نہیں کرے گا۔''

''ٹھیک ہے تربینی جی لیکن......''

اس سے آگے کچھ نہ بول سکا اور بولتا بھی کیسے جب کہ تربینی نے جیب سے نوٹوں کی ایک
نکال کر خاموشی سے اس کی گود میں ڈال دی تھی۔ تھانے دار نے ایک نظر تربینی پر ڈالی پھر
نوٹوں کو سنبھال کر میز کی دراز میں ڈال کر نرم ہو کر بولا۔

''آپ اسے ساتھ لے جا سکتے ہیں تربینی جی' لیکن بیرام جی کو سنبھالنا بھی آپ کا کام ہے۔''

''آپ بالکل مطمئن رہیں شریمان جی۔''

اپنی جگہ خاموش کھڑا پیچ و تاب کھاتا رہا۔ تربینی میری ضمانت لے گا' یہ کبھی میں سوچ بھی نہیں سکتا
میں بھی ضرور اس کی چال رہی ہوگی۔ میں نے ایک لمحے سوچا کہ تربینی کے قریب رہ کر میں اسے
ٹھکانے لگا سکتا تھا۔ چنانچہ جب تربینی نے مجھے ساتھ چلنے کا اشارہ کیا تو میں کسی زرخرید غلام کی
سے اس کے ساتھ ہو لیا۔ باہر اس کی جھلملاتی ہوئی گاڑی موجود تھی۔ ڈرائیور نے تربینی کو
سے سلام کیا پھر گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔ تربینی نے زہرخند سے مجھے دیکھا پھر
بیٹھ گیا۔ میں گاڑی کے قریب کھڑا رہا تو تربینی نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

''ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ جاؤ۔''

میں نے ایک نظر تربینی پر ڈالی پھر کچھ سوچ کر خاموشی سے دروازہ کھول کر ڈرائیور کے
نشست پر بیٹھ گیا۔ میرے بیٹھتے ہی کار حرکت میں آ گئی۔ میں چپ چاپ بیٹھا تربینی کو ختم
منصوبے بناتا رہا۔ کچھ دیر بعد گاڑی ایک عالی شان کوٹھی کے احاطے میں داخل ہو کر پورٹیکو
ڈرائیور نے جلدی سے نیچے اتر کر پچھلی نشست کا دروازہ کھولا۔ تربینی بڑے پُروقار انداز میں

نیچے اترا پھر ایک نفرت بھری نظر مجھ پر ڈال کر ڈرائیور سے بولا۔
”شیام لال سے کہو کہ اسے ملازموں والے کوارٹر کا ایک کمرا دے دے۔“
”بہتر ہے صاحب۔“ ڈرائیور نے دست بستہ کہا۔
”منشی سے کہہ کر اس کے لیے نئے کپڑوں کا بندوبست بھی کرا دو۔“
”جی حضور۔“ ڈرائیور نے دوبارہ ہاتھ جوڑ کر کہا۔
”ایک بات کا خاص خیال رہے۔“ اس بار تربینی نے بڑے خشک لہجے میں ہدایت د
مرضی کے بغیر اسے کوٹھی سے باہر نہ نکلنے دیا جائے۔ اگر ایسا ہوا تو میں تم سب کو نرک میں جھ
گا۔ کیا سمجھے۔“
”سمجھ گیا سرکار۔“ ڈرائیور نے خوف زدہ آواز میں جواب دیا۔
تربینی کی ہدایت کے مطابق مجھے کوٹھی کے مشرقی حصے میں بنے ہوئے ملازموں کے کوار
دے دیا گیا۔ میرے لیے نئے کپڑے بھی بازار سے آ گئے۔ مجھے کھانے پینے کی بھی تکلیف نہ
میں اپنے کمرے سے زیادہ دور نہیں جا سکتا تھا۔ تربینی کا ایک خاص ملازم سندر لال ہر وقت
داری پر تعینات رہتا۔ مجھے حیرت تھی کہ تربینی نے مجھے ضمانت پر کیوں رہا کرا دیا اور اب وہ مجھے
کا آرام دینے کے باوجود مجھ پر اس قدر سخت پہرا کیوں بٹھائے ہوئے ہے؟ اگر وہ میری طرف
خطرہ محسوس کر رہا تھا تو بڑی آسانی سے چند روپوں کے عوض اپنے کسی آدمی سے مجھے ٹھکانے ل
تھا۔ ایک ننھے فقیر کی موت یوں بھی پولیس والوں کے لیے کسی خاص توجہ کا سبب نہیں بن سکتی تھ
ایک ہفتے تک میں اس گتھی کو سلجھانے کی کوششوں میں مصروف رہا پھر تھک ہار کر میں نے
غور کرنا چھوڑ دیا۔ بہر حال میں نے یہ طے کر لیا تھا کہ جب بھی مجھے موقع ملا، میں تربینی سے
ضرور لوں گا۔ آٹھویں روز مجھے ایک خوب صورت موقع مل گیا۔
اس رات میں اپنے کمرے میں محو خواب تھا کہ سندر لال نے مجھے جھنجھوڑ کر جگا دیا۔ میں ہڑ
سندر لال بولا۔
”اٹھو لاٹ صاحب کی اولاد۔ بڑے سرکار تمہیں بلا رہے ہیں۔“
اس وقت رات کا کوئی ایک دو کا عمل رہا ہوگا۔ میں نے اٹھ کر بالٹی کے پانی سے منہ ہا
پھر تولیے سے منہ خشک کر کے باہر آ گیا۔ سندر لال میرے ساتھ تھا۔ میں کوٹھی کے صدر
طرف جانے لگا تو سندر لال دانت پیس کر بولا۔
”ادھر کہاں جا رہا ہے۔ بے باہر چل، بڑے سرکار گاڑی میں بیٹھے ہیں۔“
میں خاموشی سے صدر پھاٹک کی طرف قدم اٹھانے لگا۔ باہر تربینی کی لمبی کار موجود تھی۔

کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا۔ سندر لال نے قریب جا کر تربینی سے کچھ بات کی پھر مجھے اگلی
بٹھا دیا گیا۔ گاڑی میرے بیٹھتے ہی حرکت میں آ گئی۔ کچھ دیر تک پچھلی نشست پر خاموشی طاری
پھر ایک نسوانی آواز ابھری۔
”ڈارلنگ تم واقعی گریٹ ہو۔ ویری گریٹ۔“
”میری سندر مورتی۔ تم مجھ سے ایسی باتیں نہ کیا کرو۔“ تربینی کے لہجے میں بے پناہ محبت تھی۔ ”میں
ایک معمولی سیوک ہوں۔“
”مجھے الو بنا رہے ہو۔ کیوں؟“ لڑکی نے بناوٹی غصے کا اظہار کیا پھر وہ دونوں قہقہے لگانے لگے۔ کچھ
بعد لڑکی نے پوچھا۔
”تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو ڈارلنگ؟“
”کیوں؟ کیا تمہیں ڈر لگ رہا ہے۔“
لڑکی بولی۔ ”رات زیادہ ہو گئی ہے۔ اگر ڈیڈی کو شبہ ہو گیا تو وہ مجھے گولی مار دیں گے۔“
”گھبراؤ نہیں میری جان۔ صرف آدھا گھنٹہ اور...... اس کے بعد میں تمہیں چھوڑ دوں گا۔“
”ایز یو وش ڈارلنگ۔“
اتنا تو میں بخوبی سمجھ گیا تھا کہ اس لڑکی کا تربینی سے کیا تعلق ہو گا لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہ آ سکی کہ
رات گئے تربینی نے مجھے کس مقصد سے اپنے ساتھ لیا ہے۔ میں اسی الجھن میں گرفتار تھا کہ گاڑی
ویران اور سنسان سڑک پر پہنچ کر رک گئی۔ ڈرائیور نے ہیڈ لائٹس بجھا دی تھیں لیکن گاڑی کا انجن
چل رہا تھا۔ قبل اس کے کہ میں گاڑی رکنے کی وجہ جان سکتا، تربینی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر نیچے
پھر اس نے مجھے بھی نیچے اترنے کا حکم دیا اور خود گاڑی سے دس پندرہ قدم دور جا کر کھڑا ہو گیا۔ میں
لوں میں مستغرق قدم اٹھاتا تربینی کے قریب پہنچا تو یکلخت میری نظروں کے سامنے اندھیرا پھیل
میرا دل موت کے تصور سے لرز اٹھا۔ تربینی کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر مجھے جھرجھری آ گئی۔ فوری
میرے ذہن میں یہی ایک خیال ابھرا کہ تربینی مجھے اس ویرانے میں موت کے گھاٹ اتارنے کی
سے لایا ہے۔ کچھ دیر بعد وہ میری اکڑی ہوئی لاش کو سڑک کے کنارے پھینک کر لوٹ جائے
میرا دل خوف کے احساس سے دھڑک رہا تھا کہ تربینی کسی زہریلے ناگ کی طرح پھنکارا۔
”جمیل خان۔ کیا تم جانتے ہو کہ میں اس وقت یہاں تمہیں کس مقصد سے لایا ہوں۔“
”ہاں۔“ میں نے تھوک نگلتے ہوئے کہا پھر اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے بولا۔ ”میں تمہارا مقصد
سمجھ چکا ہوں لیکن کیا تم ریوالور کو درمیان سے ہٹا کر کوئی آخری فیصلہ کرنے کی ہمت کر سکتے ہو۔“
”بکواس بند کرو۔“ تربینی کرخت آواز میں بولا۔ ”اگر تجھے مارنا ہوتا تو میں اس مقصد کے لیے اپنے

کسی ملازم کو بھی اشارہ کر سکتا تھا۔"

"پھر اس وقت مجھے یہاں لانے سے تمہارا کیا مقصد حل ہو سکتا ہے۔؟"

"جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو۔" تربینی سرد لہجے میں بولا۔ "گاڑی میں جو لڑکی بیٹھی ہے میں اسے آواز دے کر یہاں بلاتا ہوں۔ تمہیں اسے گولی مارنی ہوگی۔ یہ میرا حکم ہے سمجھے۔"

"سمجھ گیا۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا۔ "گویا تم انکا کے وجود کو برقرار رکھنے کی خاطر لڑکی کا خون فراہم کرنا چاہتے ہو۔"

"ہاں...... اور اس خدمت کے لیے میں نے تمہیں اپنی کوٹھی میں پناہ دی ہے۔ اب بات تمہاری سمجھ میں آئی خان صاحب۔"

تربینی کے لہجے میں چھپے طنز کو محسوس کر کے میرا خون کھول اٹھا مگر معاً ایک نئے خیال نے میرے ذہن میں جنم لیا۔ دوسرے ہی لمحے میں نے تربینی کو مخاطب کر کے بڑی ملائمت سے کہا۔

"تربینی داس۔ اگر تم نے انکا کی خاطر مجھے پناہ دی ہے تو میں اس کی خدمت ضرور کروں گا۔"

جواب میں تربینی نے مجھے ایسی معنی خیز نظروں سے گھورا کہ میں گھبرا گیا۔ مجھے ڈر تھا کہ کہیں وہ میرا ارادہ بھانپ نہ لے۔ ایسی صورت میں میرا سارا منصوبہ خاک میں مل جاتا۔ میں ابھی اسی تذبذب کی کیفیت سے دوچار تھا کہ تربینی کی گاڑی کا پچھلا دروازہ کھلا اور تربینی کی محبوبہ نیچے اتر کر ہمارے قریب آ گئی۔ میں نے پہلی ہی نگاہ میں بھانپ لیا کہ وہ اس وقت شراب کے نشے میں ہے۔ اس کی چال میں معمولی سی لڑکھڑاہٹ تھی۔

"کیا بات ہے ڈارلنگ۔ تم یہاں کیوں کھڑے ہو؟"

"ایک بہت ضروری کام انجام دینا ہے۔" تربینی کا لہجہ معنی خیز تھا۔ لڑکی کے قریب آتے ہی اس نے بڑی خوب صورتی سے اپنا ریوالور والا ہاتھ اپنی پتلون کی جیب میں ڈال لیا تھا۔

میرے دل کی دھڑکنیں ہر لحظہ تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ میں اپنے تیز تنفس پر بڑی مشکل سے قابو پا رہا تھا کہ تربینی نے اندھیرے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ریوالور قریب آ کر میرے حوالے کر دیا اور بڑے لہجے میں دبی زبان سے بولا۔

"جمیل احمد خان۔ اگر تم نے کسی حماقت کا ثبوت دیا تو ممکن ہے اس لڑکی کے بجائے مجھے انکا کے لیے تمہارا خون فراہم کرنا پڑے۔"

"اس کی ضرورت نہیں پڑے گی تربینی۔ میں خوب جانتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے۔" میں نے ریوالور کے دستے پر اپنی گرفت جمائی۔

ریوالور ہاتھ میں آتے ہی میری رگوں میں خون کی بجائے بجلی دوڑنے لگی تھی۔ چنانچہ اپنا جملہ ختم

کرنے میں تیزی سے دو قدم پیچھے ہٹا اور پھر اپنے منصوبے پر عمل کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے چار فائر تربینی پر جھونک مارے۔ ریوالور کی نال سے تربینی کے کشادہ سینے کا فاصلہ بمشکل تین گز ہوگا۔ ریوالور کا نشانہ بھی میں بار بار کر چکا تھا لیکن میرا ہر وار خالی گیا۔ میں نے تربینی کو اس جگہ پر اطمینان سے کھڑا دیکھا۔ لڑکی البتہ فائرنگ کی آواز سن کر سٹپٹا گئی۔ کیا ہوا؟...... میں سوچنے لگا یقیناً تربینی نے مجھے آزمانے کی خاطر نقلی گولیاں رکھیں اگر اس نے واقعی ایسا کیا ہے تو میں پوری طرح اس کے جال میں پھنس گیا ہوں۔ میں نے بہت برا کیا۔ اس قدر عجلت ٹھیک نہیں تھی۔

میں نے ایک لمحے میں یہ باتیں سوچیں پھر میری نظر لڑکی پر پڑی جو پلٹ کر گاڑی کی سمت بھاگنا چاہتی تھی۔ میں نے فوری طور پر ریوالور کا رخ اس کی جانب کر کے لبلبی دبا دی۔ میں اس بات کی تصدیق کرنا چاہتا تھا کہ تربینی نے مجھے پھانسنے کے لیے کیا جال بچھایا ہے لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ دھماکے کی آواز کے ساتھ ہی میں نے بھاگتی ہوئی لڑکی کو کربناک چیخ مار کر سڑک پر گرتے دیکھا۔

انکا...... یقیناً انکا...... یقیناً انکا کی پُراسرار قوت ہی کا کرشمہ تھا کہ تربینی میرے ہاتھ سے بچ گیا۔ انکا کی حیرت انگیز قوتوں کا تماشہ میں دیکھ چکا تھا۔ وہ ریوالور کی گولیوں کے علاوہ توپ کے گولوں کا رخ بھی بدل دینے کی طاقت رکھتی تھی۔

میں گنگ سا کھڑا حالات کی نزاکت پر غور کر رہا تھا۔ میرا ذہن چکرانے لگا۔ میری نظریں اس لڑکی پر جم کر رہ گئی تھیں جو سڑک پر پڑی موت اور زندگی کا فاصلہ طے کرنے کے لیے تڑپ رہی تھی۔ پھر میں اس وقت چونکا جب تربینی نے ریوالور میرے ہاتھ سے جھپٹ لیا اور بڑی خونخوار آواز میں بولا۔

"میں تمہیں خارش زدہ کتوں سے بدتر حالات سے دوچار کر دوں گا۔ جمیل احمد خان۔"

مجھے معلوم تھا کہ تربینی جو کچھ کہہ رہا ہے اسے کر گزرنے کی طاقت بھی رکھتا ہے۔ چنانچہ میں نے فوری طور پر یہ فیصلہ کر ڈالا کہ جب مرنا ہی ہے تو کیوں نہ آخری وقت میں تربینی سے دو دو ہاتھ کر لوں اور دل کی حسرت نکال لوں۔ اس خیال کے تحت میں نے کچھ سوچے سمجھے بغیر تربینی پر چھلانگ لگا دی لیکن تربینی پھرتی سے ایک سمت ہو گیا پھر اس نے پشت سے میرے سر پر ریوالور کے دستے کی اتنی کاری ضرب لگائی کہ میری آنکھوں کے سامنے سینکڑوں سورج طلوع ہو کر غروب ہوتے چلے گئے۔ میں نے اپنے ڈوبتے ہوئے ذہن کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن مایوسی میرا مقدر بن چکی تھی۔ میں لڑکھڑایا اور پھر شاید بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

☆==========☆==========☆

صبح ہوئی تو میں نے خود کو سرونٹ کوارٹر میں اپنے کمرے میں پایا۔ سورج کی روشنی نے میرے کمرے کو روشن کر رکھا تھا۔ آنکھ کھلتے ہی میں نے سب سے پہلے جس شخص کو دیکھا وہ سندر لال تھا جسے تربینی نے

میری چوکیداری پر تعینات کر رکھا تھا۔ میرے سامنے سینہ تانے کھڑا وہ مجھے بڑی خطرناک نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے تیور بے حد خطرناک تھے۔

''پانی.....'' میں نے سندر لال کے خطرناک تیور کو نظر انداز کر کے پانی کی درخواست کی تو وہ دانت پیس کر بولا۔

''تو نے مالک کے ساتھ غداری کی تھی۔ کیا یہ سچ ہے؟''

''میرا حلق خشک ہو رہا ہے سندر لال۔ مجھے ایک گھونٹ پانی پلا دو پھر میں تمہیں سب کچھ بتادوں گا'' میں نے نقاہت سے کہا۔

''پانی کے بچے۔ میں تیرے حلق میں پیشاب کا قطرہ بھی نہیں ٹپکاؤں گا'' سندر لال گرج کر بولا پھر اس نے کمر سے بندھی ہوئی پٹی سے اپنا خنجر نکالا اور اپنی آنکھوں میں خونخواریاں لیے میرے سامنے آگیا۔

''نہیں۔ نہیں۔'' میں آنے والے لمحات کے تصور سے خوف زدہ ہو کر چلایا۔ ''مجھے مت مارو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ پھر کبھی تربینی کے ساتھ دھوکا نہیں کروں گا۔''

سندر لال میری بات کا جواب دینے کے بجائے مجھے سرخ سرخ آنکھوں سے گھورتا رہا۔ اس کے ساتھ ہی وہ اپنا خنجر والا ہاتھ یوں لہراتا جاتا تھا جیسے وہ مجھے ایک ہی وار میں ختم کر دینا چاہتا ہو۔ اس کی آنکھوں کی سرخی ہر لمحے گہری ہوتی جا رہی تھی۔ میں پھٹی پھٹی نظروں سے اپنی موت کو اپنے اوپر منڈلاتا دیکھ رہا تھا کہ اچانک سندر لال نے پینترا بدلا اور مجھ پر خنجر کا بھرپور وار کیا۔ مجھے صرف اس قدر یاد ہے کہ مجھے اپنی داہنی ران میں شدید جلن کا احساس ہوا تھا پھر میری چیخ کی آواز میرے حلق کے اندر ہی گھٹ کر رہ گئی تھی۔

پندرہ بیس روز تک میں جن اذیت ناک حالات سے دوچار رہا اس کا ذکر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ وہ کچھ ایسی اذیتیں تھیں جنہیں لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ سندر لال کسی اندھے بہرے جلاد کی طرح مجھے ناقابل برداشت تکلیفیں پہنچاتا رہا۔ میں نے بار بار سچے دل سے اپنی موت کی دعائیں مانگیں لیکن قدرت نے بھی جیسے میری طرف سے آنکھیں پھیر لی تھیں۔

بیس روز بعد ایک دن میں موت اور زیست کی کشمکش سے..... دوچار پڑا اپنے کمرے میں کراہ رہا تھا کہ تربینی وہاں آیا۔ مجھے شدت تکلیف میں مبتلا دیکھ کر اس کے گندے ہونٹوں پر مسکراہٹ عود کر آئی۔ چند ثانئے تک وہ خاموش کھڑا میری حالت سے محظوظ ہوتا رہا پھر زہر خند سے بولا۔

''اب تمہارا کیا حال ہے جمیل احمد خان۔ مزاج درست ہو گئے۔''

''تربینی۔'' میں نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ ''کیا تم مجھ پر اتنی دیا (رحم) نہیں کر سکتے کہ مجھے

جان سے مار ڈالو۔''

''تم کہہ رہے ہو۔ تم..... جو کسی زمانے میں زمین پر پاؤں رکھنا بھی بے عزتی سمجھتے تھے۔'' تربینی نے سرد لہجے میں جواب دیا پھر بولا۔ ''سنو جمیل احمد خان۔ میں تم کو ایک موقع اور دیتا ہوں۔ اگر تم پالتو کتوں کی طرح میرے اشارے پر چلتے رہے تو ٹھیک ہے ورنہ تمہارا جو انجام ہو گا تم اسے سوچ بھی نہیں سکتے۔''

''میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم جو کہو گے وہی کروں گا۔''

''مجھے تم سے اسی جواب کی توقع تھی۔'' تربینی کی آنکھوں میں شیطانی چمک ابھر آئی۔ ''میں سندر لال سے کہے دیتا ہوں کہ وہ اب تمہارے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرے۔''

تربینی کی ہدایت پر سندر لال نے مجھ پر سختیاں بند کر دیں۔ میرے زخم مندمل ہونے میں تقریباً ایک ماہ کا عرصہ گزر گیا پھر رفتہ رفتہ میری حالت معمول پر آ گئی۔ اب میں آزادی کے ساتھ کوٹھی میں گھوم پھر سکتا تھا لیکن کوٹھی کے باہر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ سندر لال نے اب میری چوکی داری میں بھی کچھ نرمی برتنی شروع کر دی تھی۔

میرے لیے اب سوائے اس کے اور کوئی راستہ نہیں تھا کہ ہر قدم دیکھ بھال کر اٹھاؤں۔ میں سمجھ رہا تھا کہ تربینی نے جو رعایت میرے ساتھ کی ہے اس کی پشت پر یقیناً کوئی خطرناک اسکیم ہو گی۔ بظاہر میں نے خود کو حالات کے سانچے میں ڈھال لیا تھا لیکن میرے سینے میں تربینی کے خلاف نفرت اور انتقام کی چنگاریاں بدستور سلگ رہی تھیں۔ میں ہمہ وقت اسی فکر میں ڈوبا رہتا کہ کسی طرح تربینی کو ختم کر کے انکا کو دوبارہ حاصل کر لوں۔ انکا جس کے چلے جانے کے بعد میرا سب کچھ برباد ہو گیا۔ میں تو لٹ ہی گیا تھا۔

بہت دنوں تک میں مختلف منصوبے بناتا اور رد کرتا رہا۔ اپنی جگہ میں اب بہت زیادہ محتاط ہو گیا تھا لیکن ایک دن پھر میرے سینے میں کھولن ہونے لگی۔ اس روز صبح سے میں نے سندر لال کو نہیں دیکھا تھا۔ ایک دوسرے ملازم سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ تربینی نے کسی بات پر ناراض ہو کر اسے ملازمت سے برطرف کر دیا ہے۔ سندر لال کی برطرفی کے معانی میں نے یہی لیے کہ اب تربینی کو مجھ پر پورا اعتماد ہو گیا ہے یا پھر وہ میری چوکی داری کرانے کی ضرورت نہیں محسوس کر رہا چنانچہ میں نے ایک بار پھر تربینی کو موت کے گھاٹ اتارنے کے منصوبے بنانے شروع کر دیے۔

ایک رات میں اپنے کمرے میں لیٹا ان ہی خیالات میں مستغرق تھا کہ ایک ملازم نے آ کر مجھے بتایا کہ تربینی مجھے کوٹھی میں بلا رہا ہے۔ میں مضطرب قدموں سے اٹھا اور ملازم کے ساتھ ہو لیا۔ کوٹھی میں میرے داخلے کا وہ پہلا دن تھا اس لیے میں ملازم کی رہبری میں آگے بڑھتا رہا۔ کچھ دیر بعد ملازم مجھے ایک کمرے کے باہر چھوڑ کر چلا گیا۔ اس نے مجھے یہ ہدایت کی تھی کہ میں آواز دے کر اندر چلا

جاؤں۔ ملازم کے جانے کے بعد میں چند ثانیوں تک دروازے کے ساتھ کھڑا اپنے دل کی دھڑکنوں
قابو پاتا رہا پھر میں نے ہمت کر کے دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔
"کون؟" اندر سے تربینی کی ٹھوس آواز ابھری۔
"میں جمیل احمد خان ہوں۔" میں نے اونچی آواز میں جواب دیا۔
"اندر آجاؤ۔"
میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ تربینی شب خوابی کے قیمتی لباس میں ملبوس بیٹھا شراب پینے میں مصروف ہے۔ میں نے اس کے کمرے پر سرسری نظر ڈالی جو قیمتی فرنیچر اور اعلیٰ سازوسامان سے بھرا ہوا تھا۔ مجھے اپنا ماضی یاد آ گیا۔ میرے دل کو شدید دھچکا لگا لیکن ابھی میں اس دھچکے کو برداشت بھی نہ کر پایا تھا کہ تربینی کی آواز سن کر چونک اٹھا۔
"اپنے ماضی کو اب بھول ہی جاؤ جمیل احمد خان...... یہ سمجھو کہ وہ سب ایک خواب تھا۔"
تربینی کا طنز میرے دل و دماغ میں تیر نشتر بن کر چبھ رہا تھا لیکن میں خون کا گھونٹ پی کر چپ ہو گیا۔ کسی جلد بازی کا مظاہرہ کر کے میں خود کو پھر کسی اذیت سے دوچار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اب تربینی پر جو وار بھی کروں گا وہ بھرپور اور آخری وار ہو گا۔
"آپ نے مجھے یاد کیا تھا۔" میں نے دل پر جبر کر کے ایک زرخرید غلام کے لہجے میں کہا۔
"خوب۔ اب تم اپنی اوقات سمجھتے جا رہے ہو۔"
میں جواب دینے کے بجائے خاموش رہا تو تربینی نے سنجیدگی اختیار کر کے کہا۔
"شکنتلا یاد ہے تمہیں...... وہی بمبئی والی۔ جو تمہارے ساتھ پونا سے آئی تھی۔ ان دنوں وہ پھر بمبئی میں ہے۔"
"اچھا۔ اسی مکار عورت کی وجہ سے مجھے اس مصیبت میں گرفتار ہونا پڑا ہے۔" میں جذباتی بن گیا۔ "مگر آپ کو میرے اس کے تعلقات کا کیسے علم ہے۔"
"مجھے سب معلوم رہتا ہے اسی لیے تو میں چاہتا ہوں کہ شکنتلا سے تمہارا انتقام لوں۔" تربینی گلاس میں بچی ہوئی شراب کو ایک ہی گھونٹ میں حلق سے نیچے اتارتے ہوئے کہا۔ "آج کی رات میں اس کے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں۔ تم اسے میرے پاس لاؤ گے۔"
"میں.....؟" میں نے چونک کر پوچھا۔
"گھبراؤ نہیں۔ میں نے شکنتلا کو اپنے آدمیوں کے ذریعے اٹھوا کر ایک اور جگہ پہنچا دیا ہے۔ وہاں سے تم اسے لے کر آؤ گے۔" تربینی نے کہا پھر حقارت سے بولا "دلالوں کے مقابلے میں تم زیادہ مناسب رہو گے۔"

کاش میرے دونوں ہاتھ سلامت ہوتے اور مجھے انکا کی پُراسرار اور بے پناہ شیطانی قوتوں کا خطرہ نہ ہوتا تو شاید میں اسی وقت تربینی کا سانس بند کر دیتا۔ اپنی یا اس کی جان ایک کر دیتا لیکن میں اپنے حالات کا غلام تھا۔ اگر تربینی اس سے بھی زیادہ گھنیا کام میرے سپرد کرتا تو میں اس سے بھی انکار نہیں کر سکتا تھا۔ میں تربینی کے حکم پر ڈرائیور کے ساتھ گیا اور اس جگہ سے جہاں تربینی کے..... زرخرید غنڈوں نے شکنتلا کو قید کر رکھا تھا گاڑی میں بٹھا کر تربینی کی خواب گاہ میں لے آیا۔ راستے میں شکنتلا نے میری بہتیری منت سماجت کی اور ہاتھ پاؤں جوڑے لیکن میں نے اس کی آہ وزاری کی طرف سے اپنے کان بند کر رکھے تھے۔ شاید اس لیے کہ ایک بار اس نے مجھے میری ہمدردی کے باوجود پولیس کے حوالے کر دیا تھا۔
تربینی نے شکنتلا کو دیکھا تو مسکرا دیا۔ کچھ دیر تک وہ شکنتلا کے جسمانی نشیب و فراز کو کسی ماہر شکاری کی طرح دیکھتا رہا پھر مجھے مخاطب کر کے بولا۔
"جمیل احمد خان، مجھے خوشی ہے کہ اب تم راہِ راست پر آتے جا رہے ہو۔"
میں چپ رہا تو تربینی نے کہا۔
"اب اس چھوکری کو شراب بھی تم پلاؤ گے اور باہر دروازے پر کھڑے ہو کر چوکی داری کرو گے۔ کیا سمجھے؟"
جو احکام مجھے دیے گئے تھے انہیں پورا کرنا میرے لیے مشکل تھا مگر حالات نے مجھے اس گھناؤنے فرض کو سر انجام دینے کے لئے مجبور کر دیا تھا۔ جس طرح سندر لال میرے لیے جلاد ثابت ہوا تھا اسی طرح میں شکنتلا کے لیے جلاد بن گیا۔ پہلے اس نے ہاتھ پاؤں مارے اور چیخنے چلانے کی کوشش کی لیکن جب میں نے اسے بے رحمی سے مارا اور اپنے ایک ہاتھ کا پھندا بنا کر اس کے گلے کو گھونٹنا چاہا تو وہ سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو گئی۔ موت کے خوفناک چنگل سے چھٹکارا پانے کے لیے اس نے ہاتھ جوڑ کر تربینی کے سامنے جھکنے کا وعدہ کر لیا تھا۔
میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا رہا۔ میرے سینے میں انتقام کا جذبہ مچلتا رہا لیکن میں خود کو قابو میں کیے رہا۔ جتنی دیر تک شکنتلا نشے میں بدمست نہ ہو گئی میں وہاں موجود رہا پھر جب میں نے دیکھا کہ وہ نشے کی حالت میں اپنی اصلیت کو جاگر کیے تربینی کے ساتھ ہم آغوش ہو رہی ہے تو میں جانے کے لیے پلٹا۔
"جمیل۔ تم باہر ہی موجود رہو گے۔ مجھے کچھ دیر بعد تمہاری ضرورت پیش آئے گی۔"
"ٹھیک ہے۔" میں نے مختصراً کہا پھر دوبارہ قدم بڑھائے تو شکنتلا کی آواز میرے کانوں میں گھولتے ہوئے سیسے کی طرح اترتی چلی گئی۔ اس نے تربینی کی گردن میں بانہیں ڈالتے ہوئے کہا تھا۔
"ڈارلنگ۔ یہ ٹنٹا ایک نمبر کا حرامی ہے۔ ایک بار اس..... کے خصم نے میری عزت پر ڈاکا ڈالنا چاہا مگر بھگوان کی کرپا نے مجھے بچا لیا۔"

جواب میں تربینی نے کیا کہا' میں ٹھیک طور پر سن نہ سکا۔ میرے تن بدن میں آگ لگ رہی تھی۔ شکنتلا کی خاطر میں نے جیل کی سختیاں برداشت کی تھیں وہ مجھے آج گالیاں دے رہی تھی۔ میں پیر قدم اٹھاتا کمرے سے باہر آیا اور دروازہ بند کر کے باہر راہ داری میں ٹہلنے لگا۔ مجھے اپنے اوپر قابو مشکل ہو رہا تھا۔ میرے خون کی گردش اور حدت ہر لمحے تیز سے تیز ہوتی جا رہی تھی۔ میں راہ داری ٹہلتا اور غصے میں اپنے ہونٹ چباتا رہا۔ اندر تربینی شکنتلا کے ساتھ رنگ رلیاں منانے میں مصروف تھ وقت جیسے جیسے گزرتا جاتا تھا' میری کھولن میں بھی اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ مجھے راہ داری میں ٹہلتے ڈیڑھ گھنٹے سے اوپر ہو چکے تھے۔ میں جو فرض انجام دے رہا تھا وہ انتہائی مکروہ اور کراہت آمیز تھا سوچتا رہا۔ میرا ذہن چونے کی بھٹی کے مانند پاک رہا تھا اور پھر...... پھر میں تیزی سے پلٹ کر تر خواب گاہ کے قریب آگیا۔ گھٹنوں کے بل بیٹھ کر میں نے چابی والے سوراخ سے اندر جھانکا۔ اندر شیطانی کھیل جاری تھا جو ایک زمانے میں میرا بھی سب سے دلچسپ مشغلہ رہ چکا تھا۔ شکنتلا اور دونوں اندھے ہو رہے تھے۔ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پنجوں کے بل کھڑے ہو کر دروازہ آہستہ سے اندر کی سمت دھکیلا اور دبے قدموں اندر داخل ہو گیا۔ بائیں جانب دیوار پر تلواروں کا لٹکا ہوا تھا جسے میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ میں نے آہستہ سے ایک تلوار میان سے کھینچ لی اور گھوم کر کے بل تربینی کی طرف بڑھنے لگا جو میری طرف پشت کیے کسی بھوکے درندے کے مانند اپنے حسین بھنبھوڑ رہا تھا۔ شکنتلا آنکھیں بند کیے نشے میں ڈوبی اسے دادِ عیش دے رہی تھی۔

میں ایک ایک قدم پھونک کر اٹھا رہا تھا۔ مبادا کہیں کوئی معمولی سی آہٹ بھی تربینی کو آنے خطرے سے آگاہ کر دے۔ میرا اور تربینی کا درمیانی فاصلہ ہر لحظہ کم ہوتا جا رہا تھا اور کم...... اور کم اور عین تربینی کے اوپر پہنچ کر رک گیا۔ میں نے بڑی پھرتی سے تلوار والا ہاتھ فضا میں بلند کیا لیکن دوسرے لمحے مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے سر پر جلد میں کوئی تیر و نشتر چبھو رہا ہے۔ تکلیف اتنی شدید تھی تڑپ اٹھا۔ میرا ذہن ماؤف سا ہونے لگا۔ پھر میرے کانوں میں ایک نسوانی آواز ابھری۔

"کمرے سے باہر نکلو۔ نہیں تو میں تمہیں پلک جھپکتے میں ختم کر دوں گی۔"

"انکا۔ میری انکا...... یہ تم ہو۔ کیا واقعی تم ہو؟" میں نے دل میں سوچا اور خوشی سے سرشار ہو باہر آگیا۔ تلوار اتنی ہی خاموشی سے دوبارہ میان میں رکھ دی جتنی خاموشی سے میں نے اسے تھا۔ اب مجھے تربینی کی موت یا زندگی سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ مجھے میری انکا واپس مل گئی تھی وقت میرے سر پر موجود تھی۔ میں اس کے پنجوں کی جانی پہچانی چبھن کو بدستور محسوس کر رہا تھا۔

باہر راہداری میں آ کر میں نے بڑی آہستگی سے دروازہ بند کیا اور تربینی کی خواب گاہ سے آیا۔ پھر میں نے عالم تصور میں اپنے سر پر نظر ڈالی تو انکا وہاں موجود تھی۔ وہی انکا جس نے مجھ

جان کی مسرتوں سے سرفراز کیا تھا اور نرگس جیسے گوہر نایاب کو میری جھولی میں لا ڈالا تھا۔ وہی میری انکا میرے سر پر موجود تھی لیکن مجھے یہ دیکھ کر شدید حیرت ہوئی کہ انکا کی حسین آنکھوں میں میرے لیے پیار اور ہمدردی کا کوئی جذبہ نہ تھا بلکہ وہ انتہائی غیظ و غضب کے عالم میں کھڑی مجھے خونخوار نظروں سے گھور رہی تھی۔ اس کے پنجے ابھی تک میری جلد میں پیوست تھے۔ میں ششدر سا رہ گیا۔ پھر قبل اس کے کہ میں اسے مخاطب کرتا' انکا نے بھری ہوئی آواز اور اجنبی لہجے میں کہا۔

"جمیل احمد خان۔ تم نے میرے آقا پر حملہ کرنے کی جرأت کیسے کی؟"

"انکا" میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔ "تمہیں حاصل کرنے کے لیے...... انکا یہ میں ہوں جمیل۔ تم کیسی باتیں کر رہی ہو۔"

"بکواس مت کرو۔" انکا نے چمک کر کہا۔ "میں اپنے آقا کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں سن سکتی۔"

"تو کیا اب تمہیں مجھ سے کوئی ہمدردی نہیں رہی۔ وہ سب فریب تھا؟ انکا میری جان، ایسے اجنبی لہجے میں بات نہ کرو۔ میری حالت دیکھو۔ دیکھو میں کیا سے کیا ہو گیا۔ دیکھو زمانے نے مجھ پر کیسے ستم توڑے ہیں۔ اب تو میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ اتنے دنوں کی جستجو کے بعد تم آئی ہو تو ایسی باتیں کر رہی ہو جیسے ہماری کبھی کوئی شناسائی نہ ہو۔" میں نے روتے ہوئے اس سے کہا۔

"حماقت کی باتیں مت کرنا جمیل احمد خان۔" انکا نے تیکھے لہجے میں جواب دیا۔ "تم جو کچھ تھے مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ تمہارا ماضی فریب تھا یا حقیقت، میرے آقا نے مجھے حاصل کیا ہے اور میں اسی کی داسی ہوں۔ جو بیت گیا اسے بھول جاؤ اور نہیں بھولتے تو مت بھولو۔"

انکا کی اس بے رخی سے میری آنکھیں نم ناک ہو گئیں۔ میرا شیشۂ دل چور چور ہو گیا۔ میں نے انکا کو حسرت بھری نظروں سے دیکھا اور کہا۔ "کیا واقعی تمہیں کچھ یاد نہیں آتا۔ تم جو میرے لیے روتی تھیں' کیا تم میری بربادی پر خوش ہو۔"

"سنو جمیل احمد خان۔ اب اس بات کو خواب سمجھ کر بھول جاؤ۔ میرے آقا نے بھی تمہیں یہی ہدایت کی تھی۔" انکا انتہائی خشک آواز میں بولی۔ "عورتوں کی طرح رونا دھونا چھوڑ دو اور مرد بن کر حالات کا مقابلہ کرو۔ اتنا ہمیشہ یاد رکھنا کہ اگر تم نے میرے آقا کی طرف غلط نظروں سے دیکھا تو میں تمہیں عبرت ناک حالات سے دوچار کرنے سے بھی دریغ نہیں کروں گی۔ میری طرف سے کسی ہمدردی کی توقع مت کرنا۔"

میرا جی چاہا کہ انکا کے پُراسرار وجود کو اپنے پیروں تلے کچل کر سرمہ بنا دوں۔ کل تک میں اسی انکا کے پُراسرار وجود کو برقرار رکھنے کی خاطر بے گناہ مرد و عورتوں کا خون بہاتا رہا تھا لیکن آج وہی انکا مجھ سے یوں اکھڑی اکھڑی باتیں کر رہی تھی جیسے ہمارے درمیان کبھی شناسائی ہی نہ رہی ہو۔ میں دل ہی دل میں

پیچ وتاب کھا رہا تھا کہ انکا بولی۔

''ایک بات اچھی طرح ذہن نشین کرلو...... جو آقا کا حکم ہو اس پر کسی جھجک کے بغیر عمل کرتے رہو۔ انکار کی کوشش کی تو موت بھی تم سے روٹھ جائے گی۔''

''انکا'' میں نے بسورتے ہوئے کہا۔ ''اگر تم واقعی پُراسرار قوتوں کی مالک ہو اور موت اور زندگی تمہارے اختیار میں ہے تو مجھ پر ایک احسان اور کردو۔ مجھے موت سے ہمکنار کردو۔''

''یہ بھی ہوسکتا ہے لیکن اس کے لیے میرے آقا کا اشارہ ضروری ہے۔'' انکا نے حقارت سے جواب دیا پھر پھدک کر میرے سر سے ایک ہی جست میں اتر گئی۔

میرا دماغ بوجھل بوجھل سا ہو رہا تھا۔ میری حالت کسی ایسے جواری جیسی ہو رہی تھی جو جیتنے کی تمنا میں اپنی آخری پونجی بھی ہار بیٹھا ہو۔ انکا کے روکھے رویے نے میرے دل پر ایسی چوٹ لگائی تھی کہ میں ٹوٹ سا گیا۔ میرے لیے اب صرف ایک ہی راستہ تھا کہ میں انکا کے وجود کو اور اپنے ماضی کو دیدہ دانستہ ایک سنہری خواب سمجھ کر فراموش کر دوں لیکن تربینی! بھلا تربینی کو کیسے بھول سکتا تھا جس نے نہ جانے کون سا جاپ کر کے انکا کے ساتھ ساتھ میرا سب کچھ مجھ سے چھین لیا تھا۔ میرا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ میں اپنی سوچوں میں گم تھا کہ تربینی کی کرخت آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ وہ خوابگاہ کے دروازے پر کھڑا مجھے آواز دے رہا تھا۔ میں کسی غلام کی طرح اس کی آواز سن کر بھاگا۔ قریب پہنچا تو تربینی نے مجھے نفرت اور غصے بھری نظروں سے سرتاپا گھورتے ہوئے کہا۔

''میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اپنی اوقات بھولتے جا رہے ہو۔''

''میں معافی کا خواستگار ہوں جناب۔'' میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے آہستہ سے جواب دیا۔

''میں نے شکنتلا کے غرور کو خاک میں ملا دیا ہے۔ اب تمہیں اس کے ناپاک وجود کو خاک میں ملانا ہے۔ باہر میری گاڑی موجود ہے۔ تم شکنتلا کو ڈرائیور کے ساتھ لے جاؤ۔ ڈرائیور جہاں گاڑی روک دے وہی تمہاری امتحان گاہ ہوگی۔ کیا تم سمجھ رہے ہو کہ تمہیں اس کے بعد کیا کرنا ہوگا۔''

''میں جانتا ہوں۔'' میں نے مردہ آواز میں کہا۔ ''مجھے معلوم ہے جناب۔'' تربینی کوئی جواب دیے بغیر اندر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد وہ شکنتلا کو لیے ہوئے باہر آیا۔ شکنتلا کے قدم اب بھی لڑکھڑا رہے تھے۔

تربینی نے اسے میرے ساتھ جانے کو کہا تو وہ ہچکی لے کر بولی۔

''پلیز ڈارلنگ۔ مجھے کسی اور کے ساتھ بھیج دو۔ میں اس منتے کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔''

''ارے نہیں پیاری۔'' تربینی نے میری موجودگی میں شکنتلا کو اپنے سینے سے لگا کر ہونٹوں پر بوسہ دیا پھر بولا۔ ''یہ میرا غلام ہے، اگر اس نے کوئی ایسی ویسی حرکت کی تو اسے میں گولی مار دوں گا۔''

شکنتلا نے میری طرف دیکھا پھر مسکرادی۔ تربینی اسے گاڑی تک چھوڑنے آیا تھا۔ شکنتلا

اگلی نشست پر بیٹھ گئی تو میں خاموشی کے ساتھ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

''دیکھو منتے۔ اگر تم نے میرے احکام کی خلاف ورزی کی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔'' تربینی نے مجھے مخاطب کر کے کہا پھر شکنتلا کے شانے دبا کر گاڑی سے دور ہو گیا۔

گاڑی تربینی کے دور ہٹتے ہی حرکت میں آگئی۔ باہر سڑک پر ہر طرف سناٹا طاری تھا۔ رات نصف سے زیادہ بھیگ چکی تھی۔ شکنتلا اپنی سیٹ پر پشت گاہ سے سر ٹیکے آنکھیں بند کیے گنگنانے میں مصروف تھی۔ میں پچھلی سیٹ پر بیٹھا اس بات کا منتظر تھا کہ کہاں گاڑی رکے اور میں شکنتلا کو باہر گھسیٹ کر موت کے گھاٹ اتار دوں۔ یوں بھی انکا کے روٹھ جانے کے بعد مجھے زندگی اور زندگی کے ہنگاموں سے کوئی دلچسپی باقی نہیں رہ گئی تھی۔

آدھے گھنٹے تک برق رفتار گاڑی مختلف سڑکوں پر چکراتی رہی پھر ایک میدانی حصے کے قریب پہنچ کر رک گئی۔ شکنتلا نے جو ابھی تک آنکھیں بند کیے گنگنانے میں مصروف تھی، گاڑی رکتے ہی آنکھیں کھول دیں لیکن قرب وجوار پر نظر ڈالی تو چونک کر بولی۔

''اِڈیٹ۔ یہ تم مجھے کہاں لے آئے؟''

قبل اس کے کہ ڈرائیور کوئی جواب دیتا میں پچھلا دروازہ کھول کر تیزی سے نیچے اترا اور شکنتلا کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ اب وہ وقت آگیا تھا جب میں اس ذلیل عورت سے اپنا انتقام لے سکتا تھا۔ تربینی کا حکم بھی یہی تھا کہ میں اسے موت کے گھاٹ اتار دوں تاکہ انکا کا پُراسرار وجود اس کے خون سے اپنی تشنگی کو سیراب کرسکے۔

''شکنتلا دیوی۔ نیچے اتر آؤ۔ یہی تمہاری منزل ہے۔'' میں نے سرد لہجے میں شکنتلا کو مخاطب کیا تو وہ تیزی سے میری سمت پلٹی اور غصے سے کانپتے ہوئے بولی۔

''منتے۔ اپنی کھال میں رہ۔ اگر تربینی کو پتا چل گیا تو وہ تیری چمڑی ادھیڑ ڈالے گا۔''

''جو کچھ ہوگا بعد میں ہوگا۔ اس سے پہلے میں ذرا جی بھر کر تمہارے درشن تو کرلوں شکنتلا دیوی۔'' میں نے غصے سے ہونٹ چباتے ہوئے کہا پھر دروازہ کھولا اور شکنتلا کا ہاتھ تھام کر باہر کی سمت کھینچ لیا۔ وہ خوف زدہ آواز میں کراہتے ہوئے گاڑی سے نیچے آگری پھر وہ تیزی سے اٹھی اور بولی۔

''میں تربینی سے تیری شکایت ضرور کروں گی۔''

جواب میں میرا واحد ہاتھ گھوم گیا۔ شکنتلا تیورا کر نیچے گری تھی۔ میں نے اس بار اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ اچھل کر اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا اور ہاتھ کی انگلیاں اس کی صراحی دار گردن پر ڈال دیں۔ شکنتلا کا نرم و نازک جسم میرے بوجھ تلے پھڑپھڑانے لگا۔ اس کی نشیلی آنکھوں سے اب موت کا خوف جھانک رہا تھا۔ اس نے اچانک سہمی ہوئی آواز میں گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

''میں تربینی سے کچھ نہیں کہوں گی۔تم جو چاہتے ہو لے لو۔میرا وچن ہے کہ میں اپنی زبان
گی۔بھگوان کے لیے مجھے چھوڑ دو۔''

اگر کوئی اور موقع ہوتا تو ممکن تھا کہ میں ایک حسین عورت کی سہمی ہوئی درخواست کو ضرور
لیکن اس وقت انتقام کی آگ مجھے اندھا کیے دے رہی تھی۔میں نے اپنا پورا بوجھ جو ابھی تک
ٹانگوں پر اٹھائے ہوئے تھا' شکنتلا کے سینے پر ڈال دیا۔وہ جال میں پھنسی ہوئی کسی معصوم فاختہ
پھڑ پھڑائی تھی۔اس نے مجھ سے کچھ کہنا چاہا تھا لیکن میں نے اتنی زور سے اس کا گلا دبایا کہ اس
ہوئے ہونٹ بھنچ کر رہ گئے اور آنکھیں پلک جھپکتے میں ابل کر حلقوں سے باہر آ گئیں۔میرے
کے جسم نے دو چار شدید جھٹکے کھائے پھر اس کا جسم ہمیشہ کے لیے ساکت پڑ گیا۔شکنتلا کو مار
بعد میں خاموشی سے اٹھا اور ہانپتا ہوا گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا۔

''کیا تمہیں اس بات کا وشواش ہے کہ لڑکی مر چکی ہے؟'' ڈرائیور نے دریافت کیا۔

''ہاں۔''میں نے مختصراً جواب دیا پھر خود کو پُرسکون رکھنے کے لیے اپنا سر سیٹ سے ٹکا دیا۔

گاڑی دوبارہ حرکت میں آ گئی۔میں نشست سے سر ٹکائے نیم دراز رہا۔مجھے یقین تھا کہ
وقت شکنتلا کے خون سے اپنے وجود کو سیراب کر رہی ہو گی اور صبح جب پولیس کو شکنتلا کی لاش ملے
میں خون کا ایک قطرہ بھی باقی نہ رہا ہو گا۔

میں سوچتا رہا۔سوچتا رہا۔پھر یک لخت میں یوں چونک کر اٹھا جیسے گھپ اندھیرے میں روشنی کی
تیز کرن نظر آ گئی ہو۔میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں۔میرا تنفس تیز ہو گیا۔میں بڑی سنجیدگی سے
غور کرنے لگا کہ یہ موقع بھی ہاتھ سے نکل گیا تو پھر میں تمام زندگی کامیابی سے ہمکنار نہ ہو سکوں گا۔

مجھے اس بات کا بخوبی علم تھا کہ انکا کا پُراسرار وجود جب انسانی خون پینے میں مصروف
اسے اس وقت تک کسی اور بات کا دھیان نہیں رہتا جب تک وہ جی بھر کر خون نہ پی لے۔مجھے
تجربہ بھی ہو چکا تھا کہ انکا انسانی خون پینے میں تین چار گھنٹے ضرور صرف کرتی ہے۔گویا میرے
تین گھنٹوں کی مہلت تھی۔اس مہلت میں انکا کا پُراسرار وجود تربینی کی کوئی مدد نہیں کر سکتا تھا۔
عرصے میں تربینی کو موت کے گھاٹ اتار کر دوبارہ انکا کو حاصل کر سکتا تھا۔مجھے قوی امید تھی
موت کے بعد انکا آزاد ہو جائے گی اور مجھے دوبارہ مل جائے گی۔

میں اپنی نشست پر سنبھل کر بیٹھ گیا۔میرے خون کی گردش تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔
میرے پاس صرف تین گھنٹوں کی مہلت تھی۔تین گھنٹے جو میری زندگی کا رخ پلٹ سکتے
کامیابی کی صورت میں پھر بڑا آدمی بن سکتا تھا۔میرا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔مجھے
پورا یقین تھا کہ انکا شکنتلا کا خون پینے میں کم از کم تین گھنٹے ضرور صرف کرے گی۔میں اس عرصے

موت کے گھاٹ اتار کر انکا کو دوبارہ حاصل کر سکتا تھا۔

میں اپنی نشست پر بیٹھا خود کو آنے والے حالات سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار کر رہا تھا۔میری
نظریں سامنے ویران اور سنسان سڑک پر مرکوز تھیں۔تربینی کا ڈرائیور بدستور خاموش تھا۔میں ابھی اپنے
منصوبے کو تمام پہلوؤں سے جانچنے میں مصروف تھا کہ یکلخت ڈرائیور نے گاڑی کو بائیں جانب تیزی
سے موڑا اور کچھ دور جا کر اسے ایک چار منزلہ عمارت کے سامنے روک دیا۔

''کیوں؟''میں نے ڈرائیور کو پریشان نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔''تم نے گاڑی یوں کیوں
روک دی؟''

''تم گاڑی میں بیٹھو۔میں اپنی پتنی سے ایک ضروری بات کر کے آتا ہوں۔''

''کیا تم اسی عمارت میں رہتے ہو؟''

''ہاں۔''ڈرائیور نے مسکراتے ہوئے کہا پھر وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلنا ہی چاہتا تھا کہ میں
نے اسے بازو سے تھام کر روکتے ہوئے کہا۔

''تربینی نے ہمیں فوری واپسی کا حکم دیا تھا۔اسے ہمارا انتظار ہو گا۔تم اپنی پتنی سے پھر مل لینا۔''

''فکر مت کرو۔میں دس پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں لوں گا۔''

''نہیں۔''میں نے کرخت لہجے میں کہا۔''میری بات مانو...... جو میں کہتا ہوں اسے سنو۔تمہیں پہلے
میرے ساتھ کوٹھی چلنا ہو گا۔''

''کیا مطلب؟''ڈرائیور نے میرا ہاتھ بڑی نفرت سے جھٹکتے ہوئے جواب دیا۔''خبردار جو تو نے
پھر اپنا گندا ہاتھ میرے شریر کو لگایا' ننئے کہیں کے۔''

میرے ذہن میں اس وقت صرف ایک ہی خیال گردش کر رہا تھا۔''مجھے جلد از جلد کوٹھی پہنچ کر تربینی کو
ٹھکانے لگا دینا چاہیے۔''

ایسی صورت میں ڈرائیور کا اپنی دھرم پتنی کے پاس جانا وقت کی بربادی کا باعث بن سکتا تھا۔میں
اس سنہری موقع کو کسی قیمت پر گنوانے کے لیے تیار نہیں تھا پھر جس انداز میں ڈرائیور نے مجھے ننئا کہا تھا وہ
بھی انتہائی تضحیک آمیز تھا۔میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔میں نے بگڑتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

''سنو مہاشے!اگر تمہیں اپنا جیون پیارا ہے تو پہلے مجھے کوٹھی پہنچا دو اس کے بعد تم جہاں مرضی آئے
چلے جانا۔''

''ابے جا۔''ڈرائیور نے مجھے ایک گندی گالی دی پھر پلٹ کر گاڑی سے اترنا ہی چاہتا تھا کہ میں نے
جھپٹ کر اسے دبوچ لیا۔میرا واحد ہاتھ آنِ واحد میں اس کی گردن میں پھانسی کے پھندے کی طرح پہنچ
گیا پھر اس کا حلقہ تنگ ہونے لگا۔ظاہر ہے میں انکا کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے سب کچھ کر گزرنے

کے لیے تیار تھا۔

’’بھگوان کے لیے مجھے شما کر دو۔ تم جو کہو گے میں وہی کروں گا۔‘‘

ڈرائیور کے حلق سے پھنسی پھنسی آواز ابھری تو میرا خون اور کھول اٹھا۔ موت کو سامنے دیکھ کر بڑے بڑے سورماؤں کو زندگی کی بھیک مانگتے دیکھا تھا لیکن اس وقت میں موت اور زندگی کے فیصلے کرنے سے زیادہ اس بات کا متمنی تھا کہ جلد از جلد ڈرائیور کو ٹھکانے لگا کر تربینی تک پہنچ جاؤں۔ چنانچہ میں نے اپنی ساری قوت سمیٹ کر ہاتھ کے حلقے کو اور تنگ کر دیا۔ ڈرائیور نے چھٹکارا پانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارے لیکن کچھ دیر بعد ہی وہ بے دم ہو کر میرے اوپر جھول گیا۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ وہ مر گیا یا بے ہوش ہو گیا ہے۔ بہر حال میں نے اسے بڑی پھرتی سے گھسیٹ کر پچھلی نشست پر ڈالا اور خود اس کی جگہ سنبھال لی۔ ایک ہاتھ سے گاڑی چلانا بہت مشکل کام تھا۔ مجھے گاڑی چلائے دن بھی خاصے ہو گئے تھے مگر اس وقت میں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں اور قوتوں کو مجتمع کیا اور اسٹیئرنگ کو اپنے ایک ہاتھ میں کیا۔ گاڑی بڑی تیزی سے گھوم کر دوبارہ اسی سڑک پر آ گئی جو تربینی کی کوٹھی کی سمت جاتی تھی۔

مجھے کوٹھی تک پہنچنے میں بمشکل دس منٹ صرف ہوئے۔ میرے ذہن پر اس وقت جنون سوار تھا۔ میں نے گاڑی کو پورٹیکو میں روکا اور نیچے اتر کر تیز تیز قدموں سے کوٹھی کے اندر داخل ہو گیا۔ تربینی کی خواب گاہ تک پہنچنے میں بھی میں نے غیر معمولی عجلت سے کام لیا تھا۔ خواب گاہ کے دروازے پر ٹھہر کر میں نے چابی والے سوراخ سے اندر جھانکا لیکن اندھیرے کی وجہ سے کچھ نہ دیکھ سکا۔ غالباً تربینی سونے کے لیے لیٹ چکا تھا۔ میں نے دروازے کے ہینڈل کو آزمایا مگر وہ اندر سے بند ہونے کے سبب نہ کھل سکا۔ دوسرے ہی لمحے میں نے کچھ سوچ کر دروازے کو پیٹنا شروع کر دیا۔ مجھے اپنے ارادے میں ناکامی نہیں ہوئی۔ چند ثانیے بعد اندر سے تربینی کی آواز سنائی دی۔

’’کون ہے؟‘‘

’’میں ہوں سرکار۔ جمیل احمد خان۔‘‘ میں اونچی آواز میں بولا۔ ’’جلدی دروازہ کھولیے۔ پولیس نے ڈرائیور کو گرفتار کر لیا ہے۔‘‘

چابی والے سوراخ سے روشنی پھوٹی تو میں سمجھ گیا کہ تیر ٹھیک نشانے پر لگا ہے۔ میری دھڑکنیں اور تیز ہو گئیں۔ میں دروازے کے قریب ایک قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اندر سے آہٹ ابھر کر دروازے کے قریب آئی۔ بولٹ کھلنے کی آواز ابھری اور پھر تربینی ڈریسنگ گاؤن میں ملبوس سامنے موجود تھا۔

’’کیا بات ہے۔ پولیس نے ڈرائیور کو کیوں گرفتار کیا؟‘‘ تربینی نے بے پروائی سے پوچھا۔

’’مجھے نہیں معلوم سرکار۔‘‘ میں نے بمشکل اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے جواب

ٹھکانے کو ٹھکانے لگانے کے بعد جب میں واپس آیا تو پولیس والے ڈرائیور سے باز پرس کر رہے تھے۔ میں وہاں رکنے کے بجائے بھاگ کر آپ کو اطلاع دینے آ گیا۔‘‘

’’ٹھکانے کو تم نے گاڑی سے کتنی دور لے جا کر ٹھکانے لگایا تھا؟‘‘

’’میں اسے خاصی دور لے گیا تھا سرکار لیکن ہو سکتا ہے کہ ڈرائیور پولیس والوں سے خائف ہو کر زبان کھول دے ......‘‘

تربینی کی آنکھوں میں تشویش کے تاثرات ایک لمحے کے لیے ابھر کر غائب ہو گئے۔ وہ میری پریشان صورت پر ایک نظر ڈالنے کے بعد بولا۔

’’تم یہیں رکو۔ میں ابھی فون کے ذریعے سب معلوم کر لیتا ہوں۔‘‘

میں نے اثبات میں سر کو خفیف سی جنبش دی لیکن میں پوری طرح اپنے سوچے سمجھے منصوبے پر عمل کرنے کے لیے تیار تھا۔ چنانچہ تربینی جیسے ہی واپسی کے ارادے سے گھوما‘ میں نے کسی ہوشیار چیتے کی طرح جست لگائی اور تربینی کے سر پر پہنچ گیا۔ پھر میں نے بڑی پھرتی سے اپنا ہاتھ تربینی کی گردن میں اسی طرح پھنسایا جیسے کچھ دیر پیشتر میں ڈرائیور کے گلے میں پھنسایا تھا۔ تربینی دراز قد ہونے کی وجہ سے اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ جب وہ پشت کی جانب قدموں سے لڑکھڑایا تو اس کی گردن پر میری گرفت کمزور پڑ گئی مگر میں نے اسے جلدی سے دوسرا پینترا بدل کر پھر قابو کر لیا۔

’’کمینے ......‘‘ تربینی کسی زخمی شیر کی طرح دہاڑا۔ ’’میں تجھے نرک میں جھونک دوں گا۔‘‘

میں نے تربینی کی بات کا جواب دینے کے بجائے اپنا کام اور تیز کر دیا۔ مجھ پر خون سوار تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ اس وقت میرے اندر اتنی طاقت کہاں سے آ گئی تھی۔ میں کس قدر تر چھا ہوا پھر جب میں نے اسے ٹھکانے کر اسے گھسیٹا تو وہ اس طرح معلق ہو گیا کہ اس کی کمر میری کمر پر تھی اور اس کے دونوں پیر ہوا میں تھے۔ اپنے دونوں ہاتھوں سے وہ میرا ہاتھ تھامے ہوئے خود کو بچانے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ دوسری طرف میری ساری قوت اس کی گردن پر صرف ہو رہی تھی۔ میں اپنے ہاتھ کا حلقہ تنگ کرتا جا رہا تھا ......اور تنگ......اور تنگ...... مجھے قوی امید تھی کہ اب تربینی کچھ دیر کا مہمان ہے اور اس کی موت سے میں اس عذاب ناک زندگی سے نجات پا لوں گا اور انکا کو دوبارہ حاصل کر لوں گا۔ انکا جس کے بغیر میری زندگی ادھوری تھی۔ اسی نے مجھ سے علیحدہ ہو کر مجھے سڑکوں پر بھیک مانگنے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ تربینی نے اسے مجھ سے چھین لیا تھا مگر تربینی کا خاتمہ اور میری زندگی کا حسین ترین لمحہ مجھ سے بہت قریب تھا...... میری انکا میرے پاس آنے والی تھی۔ تربینی کا ہولناک انجام میرے سامنے تھا۔

میں اپنی انکا کے تصور میں گم تھا اور اس کے خیال سے میرے اندر بلا کی طاقت آ گئی تھی۔ میرا ہاتھ تربینی کی گردن پر اپنا حلقہ تنگ کرتا جا رہا تھا۔ تربینی کے حلق سے اکھڑی اکھڑی اور گھٹی گھٹی آوازیں

نکل رہی تھی۔ وہ ماہی بے آب کی طرح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا پھر اچانک اس نے اکھڑی اکھڑی آواز میں کہا۔

''ان......کا......انکا......'' تربینی نے گھٹی گھٹی آواز میں دوبارہ چلانے کی کوشش کی۔

مجھے تربینی کی بے بسی پر رحم آنے کی بجائے خوشی ہو رہی تھی۔ اس کی تڑپ کا تماشا دیکھ کر مجھے سکون مل رہا تھا پھر اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے ہاتھ کا حلقہ تنگ ہونے کے بجائے ڈھیلا پڑ رہا ہو۔ کوئی غیر مرئی طاقت میرے ہاتھ کو تربینی کی گردن سے علیحدہ کر رہی ہو۔ میں اس اچانک تبدیل ہو والی حالت پر تلملا اٹھا۔ میں نے بوکھلا کر دوبارہ اپنی گرفت مضبوط کرنی چاہی تو مجھے یوں محسوس ہوا کس نے میرے بازو میں نشتر اتار دیا ہو۔ ابھی میں بازو میں ہونے والی شدید تکلیف اور جلن پر غور نہ کر پایا تھا کہ مجھے سر پر ننھے ننھے سے نشتر چبھتے ہوئے محسوس ہوئے۔

''انکا'' میرے ذہن میں انکا کا نام ابھرا تو مجھے جھرجھری آ گئی۔ میرا ہاتھ مشینی انداز میں تربینی کی گردن سے علیحدہ ہوا تو وہ کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح قالین پر ڈھیر ہو گیا۔

میں نے عالم تصور میں اپنے سر پر نظر ڈالی تو مارے دہشت کے سرتاپا لرز اٹھا۔ میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ میرے سر پر انکا کا پُراسرار وجود موجود تھا۔ انکا اس وقت بڑی بھیانک نظر آ رہی تھی۔ اس کا تمام تر چہرہ خون میں لتھڑا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں جو کبھی مجھے زندگی کی حسین ترین مسرتوں کا پیغام دیتی تھیں اس وقت بڑی خوفناک نظر آ رہی تھیں۔ اس کے چہرے پر سخت گیری کے تاثرات موجود تھے۔ اس کے بال بری طرح بکھرے ہوئے تھے۔ اس کی خون آلود اور خوفناک آنکھیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ چند ثانئے تک وہ مجھے گھورتی رہی پھر حقارت سے بھرے لہجے میں مخاطب ہوئی۔

''جمیل احمد خان۔ میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ میرے آقا کی طرف کبھی غلط نظروں سے مت دیکھنا مگر تم نہیں مانے۔''

''انکا۔ یہ سب میں نے تمہارے لیے کیا ہے۔'' میں نے بے چین ہو کر کہا۔ ''میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں تمہیں دوبارہ حاصل کرنا چاہتا ہوں۔''

''تم بے وقوف ہو۔ مجھے بتاؤ کہ تم نے میرے آقا پر حملہ کرنے کی جرأت کیسے کی۔'' انکا نے ہونٹوں کے اوپر جمے ہوئے خون کو زبان سے چاٹتے ہوئے کہا۔

''میں ایسا کرنے پر مجبور تھا انکا۔ اب صرف یہ ایک طریقہ رہ گیا تھا۔'' میں نے جذباتی ہو کر کہا۔ ''اب مزید ذلت مجھے منظور نہیں یا تو میں تمہیں حاصل کر لوں گا یا پھر تمہاری خاطر اپنی جان کی بازی لگا دوں گا۔''

''تم بہت معمولی آدمی ہو جمیل احمد خان۔'' انکا تیوری چڑھا کر بولی۔ ''تم نے اس وقت مجھے

...نہیں کیا۔ تمہیں معلوم تھا کہ میں اس وقت شکنتلا کے خون سے اپنے وجود کو تقویت دے رہی تھی۔ تم مجھے میرے شکار سے علیحدہ کر کے بہت برا کیا ہے۔ تم نے میرے آقا پر قاتلانہ حملہ کرتے وقت شاید یہ سوچا تھا کہ میں خون کے چٹخارے سے منہ موڑ کر یہاں نہ آؤں گی مگر تم یہ کیوں بھول گئے تھے کہ تربینی میرا آقا ہے اور میں اس کی داسی ہوں۔ اس نے مجھے حاصل کرنے کے لیے کٹھن جاپ کیا ہے۔ اس کے اوپر جب بھی کوئی ایسی بپتا آئے گی' میں آ جاؤں گی۔ اگر اس کے پکارنے پر میں نہ آتی تو دیوتا مجھ سے ناراض ہو جاتے اور خود میرا وجود خطرے میں پڑ جاتا۔ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم نے میرے آقا کی طرف غلط نظروں سے دیکھا تو میں تمہیں عبرتناک حالات سے دوچار کر دوں گی جمیل احمد خان۔ تمہیں سب کچھ بتا دیا گیا تھا۔''

انکا کی بے وفائی اور اس کی بے مروتی دیکھ کر میرا دل خون کے آنسو رونے لگا پھر بھی میں نے اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر گڑگڑاتے ہوئے کہا۔

''انکا تمہارے پُراسرار وجود میں انسانی جذبوں کو محسوس کرنے کی کوئی قوت نہیں ہے۔ اگر تم کو میری حالت پر رحم نہیں آتا تو مجھے اپنے ہاتھوں سے مار ڈالو۔ میں اف تک نہیں کروں گا۔ تمہارے ہاتھوں جو موت مجھے نصیب ہو گی وہ بھی مجھے عزیز ہے۔''

''مجھ سے کسی ہمدردی کی توقع مت کرو جمیل احمد خان۔ انکا چمک کر نفرت سے بولی۔ ''تم نے میرے آقا کو دکھ دیا ہے۔ تمہاری سزا موت بھی ہو سکتی ہے مگر میں تمہیں ایک ایسی سزا دوں گی جسے تم ہمیشہ یاد رکھو گے اور پھر کبھی انکا کے آقا کو زیر کرنے کی جرأت نہیں کر سکو گے۔''

میں گنگ سا کھڑا انکا کو تصویر حیرت بنا دیکھتا رہا۔ اس وقت انکا کی آنکھوں میں میرے لیے ہمدردی کا کوئی جذبہ نہیں تھا۔ وہ غیظ و غضب کے عالم میں میرے سر پر کھڑی مجھے خونخوار نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے پنجوں کی چبھن میرے سر کی جلد میں شدید ہوتی جا رہی تھی۔ چند لمحوں تک وہ اسی نفرت بھرے انداز سے مجھے تکتی رہی پھر بڑے ناگوار اور توہین آمیز لہجے میں بولی۔

''جمیل احمد خان۔ تم اپنا ایک ہاتھ پہلے ہی کھو چکے ہو۔ اب میں تمہیں ایک آنکھ کی نعمت سے محروم کر دوں گی۔ سمجھے۔ میں تمہاری ایک آنکھ کی بینائی چھین لوں گی۔ یہ کم سے کم سزا ہے جو تمہیں دی جاتی ہے۔''

''نہیں انکا نہیں۔'' میں گڑگڑانے لگا۔ ''میری طرف غور سے دیکھو انکا۔ یہ میں ہوں۔ میرا نام جمیل احمد خان ہے۔ میں نے تمہاری خاطر متعدد بے گناہوں کا خون بہایا ہے۔ کیا تمہیں مجھ پر بالکل بھی ترس نہیں آتا۔ میں تمہارے لیے اپنا سب کچھ لٹا چکا ہوں۔'' میں نے بہت کچھ کہا۔ گزری باتوں کو یاد دلایا۔ میں نے منتیں کیں مگر انکا حقارت سے بولی۔

"جمیل احمد خان۔گزری باتوں کو بھول جاؤ۔میں ایک داسی ہوں اور داسیاں سوائے اپنے آقا کے اور کسی کو محبت کی نگاہ سے دیکھنا گناہ سمجھتی ہیں۔میں تمہیں سزا دے کر آئندہ کے لئے تنبیہ کر دینا چاہتی ہوں کہ میرے آقا سے ہمیشہ وفادار رہو ورنہ.........."

"انکا۔تم مجھے ایک بار ہی جان سے کیوں نہیں مار ڈالتیں۔" میں نے انکا کا جملہ درمیان سے اچکتے ہوئے کہا تو وہ منہ بنا کر بولی۔

"وہ بہادر ہوتے ہیں جمیل احمد خان صاحب جو صرف ایک بار ہی مرتے ہیں۔تم بزدل ہو، احمق ہو، خودغرض ہو۔ایسے لوگ تو ہر روز مرتے ہیں۔"

میں ہاتھ جوڑ کر انکا کی منت وخوشامد کرتا رہا لیکن اس پر میری کسی بات کا اثر نہیں ہوا۔اس کے نفرت انگیز لہجے میں شدت آ گئی۔وہ سر سے پھدک کر میرے شانوں پر آ گئی۔میں سہمی نظروں سے اس کو دیکھتا رہا۔اس کی خونخوار نظروں سے انتقام کے شعلے بھڑک رہے تھے پھر اس نے اپنا نازک ہاتھ اٹھایا۔اس کی انگلیوں کے ناخن نکیلے نشتر کی طرح تھے۔اس کا ہاتھ آہستہ آہستہ میری سیدھی آنکھ کی طرف دراز ہوتا رہا۔میں اس پُراسرار منظر کو کسی خاموش تماشائی کی طرح دیکھتا رہا۔یوں جیسے میں عمل تنویم کے زیر اثر تھا۔اس کے ہاتھ کی لمبائی پُراسرار طور پر بڑھتی رہی۔اس کی انگلیاں اور ناخن بھی بتدریج بڑے ہوتے گئے۔مجھے شریانوں میں اپنا خون منجمد ہوتا محسوس ہو رہا تھا لیکن میں کچھ کرنے سے قاصر تھا۔نہ جانے وہ کون سی غیر مرئی قوت تھی جس نے میرے اعصاب کو جکڑ کر مضمحل کر دیا تھا پھر میں اس وقت اپنی کربناک چیخ کو ضبط نہ کر سکا جب میں نے اپنے سر پر کوئی چٹان گرتی ہوئی محسوس کی۔یہ انکا کے بڑھتے ہوئے ہاتھ کی ضرب تھی۔مجھے شدید تکلیف کے ساتھ ایسا لگا جیسے میری آنکھ ابل پڑی ہو۔اس کے بعد میرے ذہن نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔مجھے بس اس قدر یاد ہے کہ میں لڑکھڑا کر نیچے کی طرف جھکتا گیا تھا۔

☆==========☆==========☆

مجھے یاد نہیں کہ میں کتنے دن بے ہوش رہا۔بہرحال مجھے اتنا یاد ہے کہ جب میرا ذہن جاگا تو میں اسپتال کے ایک بستر پر پڑا ہوا تھا۔ایک آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔جب میری آنکھ کھلی تو دور دور دھندلے دھندلے نظر آئے۔میں نے گھبرا کے اپنی آنکھ پر ہاتھ رکھا۔کیا واقعی میری ایک آنکھ جاتی رہی؟ میں نے عالم وحشت میں دوسری آنکھ کی پٹیوں کو نوچنا شروع کر دیا۔میری اس دیوانگی کو دیکھ کر سفید لباس میں ملبوس ایک خوب صورت نرس جو میرے سرہانے تھی۔میرے ہاتھ کو نرمی سے روکتے ہوئے وہ شیریں لہجے میں بولی۔

"نہیں نہیں جمیل صاحب! ایسا نہ کیجئے۔خدا کا شکر ہے آپ ہوش میں آ گئے۔ڈاکٹروں نے آپ کیلئے جی جان سے کوشش کی ہے۔یقیناً آپ کو دوسری زندگی ملی ہے۔اب ہم آپ سے مٹھائی کھائیں گے۔

بڑی بڑا خطرناک حادثہ تھا۔"

نرس کی بات کا جواب دینے کی بجائے اپنا ہونٹ دانتوں تلے بھینچ لیا۔میں اپنا دل مسوس کر رہ گیا۔میری ایک آنکھ بھی جاتی رہی۔نرس مجھے نئی زندگی کی نوید دے رہی ہے۔کاش وہ میرے مرنے کا ذکر کرتی۔انکا نے میرا ہاتھ مجھ سے چھین لیا۔سب کچھ میرے پاس سے چلا گیا۔اب یہ نرس بھی مجھے زندگی کے طعنے دے رہی ہے۔مجھ سے یہ مذاق برداشت نہ ہو سکا۔میری آنکھ میں آنسو آ گئے۔شفیق نرس کو مجھ پر شاید ترس آ گیا۔وہ اپنے رومال سے میرے آنسوؤں کو پونچھنے لگی۔

"جمیل صاحب! دل چھوٹا نہ کیجئے۔مجھے افسوس ہے کہ آپ کی ایک آنکھ روشنی سے محروم ہو گئی مگر ایک آنکھ تو بچ گئی۔یہ بھی غنیمت ہے۔زندگی بچ گئی۔یہی بہت ہے ایک آنکھ سہی، آپ اس سے سب کچھ دیکھ تو سکتے ہیں۔"

"ن.....رس.....نرس۔" میرے منہ سے بمشکل نکلا۔اس کے شفقت بھرے لہجے پر مجھے نرگس یاد آ گئی۔کاش وہ اس وقت میرے پاس ہوتی۔میرا تو کوئی بھی نہ رہا۔نرس کے اس مشفقانہ انداز پر میرے صبر کا بندھن ٹوٹ گیا۔میں بہت دیر تک ہچکیوں سے روتا رہا۔

نرس میری آہ وزاری سے بہت متاثر ہوئی۔وہ ایک معصوم اور مغموم لڑکی تھی۔شاید اس پر بھی کچھ غم ٹوٹے تھے اس نے میرا سر اپنی گود میں رکھ لیا اور اس وقت تک رونے دیا جب تک میرے پاس رونے کے لیے آنسو بھی نہ رہے۔

جب میں اپنے دل کا غبار اس کی گداز آغوش میں نکال چکا تو میں نے اس سے دبی زبان میں پوچھا۔

"مجھے یہاں کون لایا تھا؟"

"تربینی جی۔" نرس نے نہ جانے کیوں شرمیلے انداز میں نظریں نیچے کرتے ہوئے کہا۔"بڑے اچھے آدمی ہیں۔آپ کے علاج پر انہوں نے پانی کی طرح پیسہ بہایا ہے۔وہ آپ سے بڑی محبت کرتے ہیں۔"

میں نے تربینی کا نام سنا تو نفرت سے منہ دوسری سمت کر لیا۔نرس ہمدردیوں کا اظہار کر کے کچھ دیر بعد چلی گئی تو میں تربینی کے بارے میں سوچنے لگا۔ایک بار وہ مجھے پولیس کے چنگل سے بھی نجات دلا چکا تھا اور اب پھر وہ مجھے زندہ رکھنے کے لیے کوشاں تھا آخر کیوں؟ وہ مجھ سے کیا کام لینا چاہتا ہے؟ کیا اسے یقین ہے کہ مجھے جب بھی موقع ملا، میں اسے موت سے ہمکنار کرنے کی کوشش ضرور کروں گا۔وہ مجھ پر کس لیے نکھار رہا ہے؟ کیا انکا نے اس سے میری سفارش کی ہوگی۔مگر کیوں؟

میرا ذہن ان گتھیوں کو سلجھانے کی ناکام کوشش کرتا رہا۔میں کسی آخری نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔بہرحال

میں نے اپنے طور پر یہ طے کرلیا تھا کہ تربینی کو موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش میں لگا رہوں گا یا پھر اپنے ہاتھوں سے اپنی زندگی کو ختم کرلوں گا۔ میرے لیے اب اس دنیا میں کیا کشش باقی رہ گئی تھی زندگی کی قیمتی چیزوں کے جانے کے بعد اس دنیا سے کیا واسطہ رہ گیا تھا اور پھر جس شخص نے مرنے کی ٹھان لی ہو اس کے آگے خطرے کیا حقیقت رکھتے ہیں۔

ہوش میں آنے کے بعد ایک ہفتے تک میں اسپتال میں رہا۔ اس عرصے میں ڈیوٹی پر تعینات نرس اور دوسرے ڈاکٹر مجھ سے بڑی شفقت اور محبت سے پیش آئے لیکن ابھی تک میں نے تربینی کو ایک بار بھی نہیں دیکھا تھا۔ ممکن ہے وہ اس وقت آتا ہو جب میں سو رہا ہوتا ہوں۔ بہرحال میں نے نرس سے بھی اس بارے میں کچھ دریافت کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اگر وہ کبھی از خود تربینی کا تذکرہ کرتی تو میں خوبصورتی سے بات بنا دیتا۔

چوتھے روز شام کی چائے پینے کے بعد میں نرس کے فراہم کردہ رسالے کی ورق گردانی کر رہا تھا کہ دروازے پر کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ میں نے یہ سوچ کر کہ نرس دوا پلانے آئی ہوگی اس طرف کوئی توجہ نہیں دی لیکن دوسرے ہی لمحے جب تربینی کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ میرے قریب کھڑا پوچھ رہا تھا۔

”اب تمہارے مزاج کیسے ہیں، جمیل احمد خان! میرا خیال ہے اب تم تندرست ہوگئے ہو۔“

میں نے تربینی پر نظر ڈالی اور اسے اپنی سمت تحقیر آمیز نظروں سے گھورتا دیکھ کر مجھے بستر پر لیٹنا بھاری ہوگیا۔ کاش میرے بس میں ہوتا اور میں اسی وقت اٹھ کر تربینی داس کا قصہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دیتا۔ میں نے تربینی کے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا تو وہ زہرخند سے بولا۔

”خان صاحب۔ آپ کو اسپتال میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔“

میں اس بار بھی تربینی کی بات کو خون کے گھونٹ پی کر طرح دے گیا۔

”کیا بات ہے خان صاحب۔ آپ بہت خاموش ہیں۔ جواب دیجئے نا۔ ایسی بھی کیا ناراضگی۔“

تربینی کے اس طنز کو میں برداشت نہ کرسکا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں چار کرتے ہوئے خونخوار لہجے میں پوچھا۔ ”تربینی...... تم آخر مجھ سے کیا چاہتے ہو۔“

”فی الحال تو میں آپ کی خیریت بھگوان سے نیک چاہتا ہوں۔“ تربینی مجھ پر الفاظ کے نشتر چبھوتے ہوئے بولا۔ ”پرمیشور کی بڑی کرپا ہے جو آپ کی ایک آنکھ باقی بچ گئی۔“

”تربینی۔“ میں نے اضطراب سے کہا۔ ”تم انسان نہیں بلکہ راکشش ہو۔“

”جمیل احمد خان...... برداشت کی حد ہوتی ہے۔“ اچانک تربینی کے چہرے کے تیور کرخت ہوگئے۔ وہ مجھے حقارت سے گھور کر بولا۔ ”آنکھ اور ہاتھ چلا گیا ہے۔ اب اپنی ایک ٹانگ بھی بچانی ہے۔ سوچ لو۔ اب اس کا نمبر ہے۔“

”حالات نے مجھے بے بس ضرور کر دیا ہے تربینی داس مگر اتنا یاد رکھو کہ میرے اندر تھوڑی بہت غیرت ضرور ہے۔ میں تمہارا دشمن نمبر ایک ہوں اور جب بھی موقع ملے گا تمہارا قصہ اس دنیا سے پاک کرنے کی کوشش کروں گا۔ تمہارے ساتھ انکا ہے۔ تربینی۔ یہ مت بھولو، تم خواہ کسی شکتی سے کام لو مگر مجھے تم اپنا غلام نہیں بنا سکتے۔ میں تمہیں مرا ہوا دیکھنا چاہتا ہوں۔ سمجھے۔“ میں نے فیصلہ کن لہجے میں کڑک کر جواب دیا تو تربینی مجھے یوں گھورنے لگا جیسے اسے میری دماغی صحت پر شبہ ہو رہا ہو۔ کچھ دیر اس کی یہی حالت رہی پھر بولا۔

”جمیل احمد خان۔ دھیرج رکھو۔ ذرا شانتی سے کام لو۔ اس بات کو من سے نکال پھینکو کہ تم مجھ سے کبھی نجات پالو گے۔ اب ہمارا تمہارا ساتھ جنم جنم کا ہے۔ جب تک میں نہیں چاہوں گا، تم مر بھی نہیں سکتے۔ آنے والا سمے تمہیں بتائے گا کہ میں کتنی مہان شکتی کا مالک ہوں۔“

”انکا کو درمیان سے ہٹا دو پھر میں تمہیں بتا سکتا ہوں کہ کون کتنے پانی میں ہے۔“ میں نے بھی بگڑے ہوئے تیور سے جواب دیا۔ ”انکا کی شکتی کے ساتھ تم میرا مقابلہ کیوں کرتے ہو۔ بہرحال یہ خیال رکھو کہ جب انسان کو زندگی سے کوئی لگاؤ نہ رہے تو پھر اسے موت کی بھی کوئی فکر نہیں رہتی۔ مجھے انکا کی بھی پروا نہیں ہے۔“

”یہ اسپتال ہے خان صاحب، میں تم سے اپنی کوٹھی پر باتیں کروں گا۔“ تربینی نے حقارت سے کہا۔

”میں اب تمہاری کوٹھی پر پیشاب بھی کرنا پسند نہیں کروں گا۔“

تربینی کے چہرے پر خون کی تمازت پھیل کر گہری ہوتی چلی گئی۔ اس کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ اس وقت شدید غصے کے عالم میں ہے۔ چند لمحات وہ اسی کیفیت سے دوچار رہا پھر دانت پیس کر بولا۔

”میں دیکھوں گا کہ تم کتنے مرد ہو۔“ پھر اس سے پیشتر کہ میں اس کی بات کا کوئی جواب دیتا، وہ مجھ پر نفرت انگیز نظریں ڈالتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد بھی میں دیر تک اس کے بارے میں سوچتا رہا پھر میں نے اپنے ذہن کو جھٹک کر رسالہ دوبارہ اٹھایا اور اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔ آٹھ بجے کے بعد دوسری ڈیوٹی والی نرس آگئی تو میں نے اس سے دریافت کیا کہ مجھے کب تک اسپتال سے رخصت ملے گی۔ نرس پتا کرنے باہر چلی گئی۔ کچھ دیر بعد اس نے واپس آکر مجھے بتایا کہ میری چھٹی کل صبح کردی جائے گی۔ میں نے نرس کا جواب سن کر ایک سرد آہ بھری تو اس نے تعجب سے دریافت کیا۔

”کیوں۔ کیا آپ کو یہاں سے جانے کی خوشی نہیں ہے۔؟“

”تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکو گی۔ نرس۔ جاؤ اپنا کام کرو۔“

نرس چلی گئی تو میری بے چینی اور بڑھ گئی۔ میں سوچنے لگا کہ اسپتال سے رخصت ہو کر کہاں جاؤں گا۔ میرے پاس سر چھپانے کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ تربینی کے پاس جانے سے پیشتر میری گزراوقات بڑی بُری تھی۔ میں اب بھی بھیک مانگ کر زندگی گزارنے کی ہمت رکھتا تھا لیکن میری پہلی خواہش یہ تھی کہ پونا سے فوری طور پر رخصت ہو جاؤں اور کچھ عرصے باہر رہ کر حالات کو سدھارنے کی کوشش کروں' اس کے بعد پھر تربینی کے مقابلے پر آؤں' میری سوچوں کے زاویے ہر لمحے بدلتے رہے۔ کبھی میں سوچتا کہ کیوں نہ انکا کے تصور کو ہمیشہ کے لیے ذہن سے نکال پھینکوں۔ کبھی میرا دل مجھے مشورہ دیتا کہ اسپتال سے زہر چرا کر پی لوں اور ابدی نیند سو جاؤں۔ میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا اور یہ یقین کرانے کی کوشش کرتا کہ میں عورت نہیں' مرد ہوں۔ مرد! جو آہنی چٹانوں سے بھی ٹکرا جانے کی ہمت رکھتا ہے۔ میرا ذہن مجھے مشورہ دیتا۔ ''جمیل' ذہانت اور دوراندیشی سے کام لیے بغیر تم کچھ نہیں کر سکو گے اگر کچھ کرنا چاہتے ہو تو تین باتوں کا خیال رکھو' تمہاری نظر عقاب جیسی ہونی چاہیے تاکہ تم زمین کی گہرائیوں کا بھی جائزہ لے سکو..... تمہارا حوصلہ کسی شیر کی طرح بلند ہونا چاہیے اور سوچنے کا انداز لومڑیوں جیسا ضروری ہے۔ ان باتوں کے بغیر تم کبھی کامیاب نہیں ہو سکو گے۔''

میں نے ذہن کے اس مشورے کو قبول کر لیا۔ میرے لیے ضروری تھا کہ اب میں ایک ایک قدم پھونک پھونک کر اٹھاؤں لیکن ایک مسئلہ ابھی تک مجھے پریشان کر رہا تھا کہ میں اسپتال سے رخصت ہو کر کہاں جاؤں۔ میں بہت دیر تک اس مسئلے پر غور کرتا رہا لیکن کوئی حتمی فیصلہ نہ کر سکا۔ تھکے ہوئے اعصاب کو دھوکا دینے کی خاطر میں نے سرہانے رکھے ہوئے رسالے کو اٹھا کر یونہی الٹنا پلٹنا شروع کر دیا۔ میرا جی رسالے میں نہیں لگ رہا تھا۔ اپنی کہانی مجھے یاد آ رہی تھی۔ میرا پورا ماضی میرے سامنے تھا۔ میرے سامنے میرے اوپر گزرے ہوئے واقعات کا ایک بھیانک سلسلہ تھا۔ میں نے ماضی میں جھانک کر دیکھا تو مجھے جھرجھری آ گئی۔ میں نے کن عجیب وغریب واقعات وحالات سے دوچار ہوا تھا اور اپنی زندگی کے نازک لمحے کے عتاب میں تھا۔ کچھ دیر پہلے اپنے ذہن میں اپنی نظر کو عقاب کی نظر' اپنے حوصلے کو شیر کے حوصلہ اور اپنے دماغ کو لومڑی کے دماغ کی مثال دے کر زندہ رہنے کا عزم پیدا کر رہا تھا مگر مجھے معلوم تھا کہ غیر معمولی قوتوں کے مقابلے میں میرا یہ عزم بے کار ہے۔ یہ خود فریبی ہے' میں کیوں زندہ رہوں کس کے لیے زندہ رہوں' انکا میرے پاس آنے سے رہی۔ میں مر کیوں نہ جاؤں ہاں اب یہی بہتر ہے کہ میں مر جاؤں۔

مرنا کس قدر مشکل ہے' اس کا اندازہ مجھے پہلی بار ہوا۔ جب اسپتال میں روشنیاں کم ہو گئیں اور نرس مجھے شب بخیر کہہ کر رخصت ہو گئی تو میں نے خود کو موت کے لیے آمادہ کرنا چاہا۔ میں نے اپنے کمرے کی کھڑکی سے باہر جھانک کر دیکھا۔ بیرونی راہداری میں سناٹا تھا۔ میں نے اپنے اوپر ایک چادر ڈال

لی اور میں نے دروازہ کھول کر چوروں کی طرح اسے بند کرتا ہوا باہر آ گیا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ دواؤں کا کمرا کہاں ہے لیکن اسپتال میں اسے تلاش کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ میں نے تین چار کمرے آہستگی سے دیکھ لیے مگر چھٹے یا ساتویں کمرے کے دروازے پر اچانک میرے قدم جیسے من من بھر کے ہو گئے۔ میں ٹھٹک کر رک گیا۔

''کون ہے؟'' ایک ڈاکٹر نے مجھے آواز دی۔ ''کہاں جا رہے ہو؟''

''میں..... میں ایک مریض' کمرا نمبر 9 کا مریض جناب' جمیل احمد خان جناب۔'' میں نے ہکلاتے ہوئے اس طرح جواب دیا جیسے مجھے چوری کرتے ہوئے پکڑ لیا گیا ہو۔

''جمیل احمد خان' اوہ!'' ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''کیا بات ہے خان صاحب' کیا کچھ تکلیف ہے؟''

''جی جی! ڈاکٹر صاحب' میرے پیٹ میں اچانک درد اٹھا ہے۔ نرس سامنے نہیں تھی اس لیے میں کمرے سے باہر چلا آیا۔ ڈاکٹر صاحب' از راہ کرم مجھے کوئی دوائی دے دیں' شدت درد سے میں مرا جا رہا ہوں۔'' میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

''یہ نرس کہاں گئی۔ کم بخت سو جاتی ہے۔'' ڈاکٹر بڑبڑاتے ہوئے بولا۔ ''میرے ساتھ آؤ۔ کیا تکلیف زیادہ ہے؟''

''جی بہت زیادہ..... بس دم نکلا جا رہا ہے۔''

''اوہ۔ خیر ادھر آؤ۔'' اس کا نام رام دیال تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ ایک نیک آدمی ہے۔ ڈاکٹر نے سامنے کے ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ میں اس کے ساتھ کمرے میں داخل ہو گیا۔ میں نے سراسیمگی سے کمرے کے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ خوش قسمتی سے وہاں میری مطلوبہ دوا مجھے نظر آ گئی۔ اب صرف اتنی بات رہ جاتی تھی کہ میں ڈاکٹر کی نظروں سے بچ کر کسی طرح اسے حاصل کر لوں۔ ڈاکٹر نے مجھے ایک بڑی میز پر لٹا کر میرے پیٹ کی حالت کو دیکھا۔ وہ مجھ سے درد کے بارے میں استفسار کرتا رہا اور میں جوابات دیتا رہا۔ میں اسے جواب دے رہا تھا لیکن میری نظر دواؤں کی الماری کی طرف تھی۔ بالآخر اس نے مرض کی نوعیت کو سمجھتے ہوئے مجھے ایک مکسچر بنا کر پلا دیا۔ میں نے بغیر کسی دلیل کے اسے پی لیا۔ میں تو اس سے زیادہ خطرناک شے پینے والا تھا' یہ کیا چیز تھی۔ جب ڈاکٹر رام دیال ہاتھ دھونے بیسن کی طرف مڑا تو میں نے اس کی الماری سے زہریلی دوا کی شیشی بہت سرعت اور مہارت سے اٹھالی اور اسے چادر میں چھپا کر ڈاکٹر کو شب بخیر کہا اور دعائیں دیتا ہوا رخصت ہو گیا۔

مجھے خوب یاد ہے کہ اپنے کمرے میں آ کر مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں نے ایک زبردست مہم سر کر لی ہے۔ میں نے سکون کے ساتھ دوا کی شیشی نکالی اور کھڑکی کو بند کیا۔ بڑے بلب کو آف کیا۔ ایک لمحے

میں مجھے بہت سے لوگ یاد آئے۔ میری ماں' نرگس، انکا۔ ترینی اور میری پوری زندگی لمحوں میں میری
سامنے سے گزر گئی۔ میں نے اپنے پلنگ کے قریب رکھی ہوئی الماری سے آئینہ نکالا اور اپنی صورت
دیکھی۔ میرے چہرے پر بلا کا عزم تھا۔ آئینے میں اپنی شکل دیکھ کر میں مسکرا دیا۔ ''جمیل احمد خان!''
نے آئینے میں اپنا عکس کو مخاطب کیا۔ ''لو اب تمہارا اختتام قریب ہے' بہت دنیا دیکھ لی' موت تمہیں
دن ضرور آنی تھی۔ چلو کچھ دن پہلے سہی۔ اب ہنس کر موت کا جام پیو۔'' اپنے عکس سے گفتگو کر کے
نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ کبھی میرے اوپر رقت طاری ہوئی۔ کبھی میں شدید اداس ہو گیا۔ کبھی میں
حقارت سے کھڑکی کے دروازے کو دیکھا پھر اچانک مجھ پر قبر کا خوف غالب آ گیا۔ اندھیرا۔ میں
زہر کی شیشی کو خود سے دور کیا۔

مگر یہ اندھیرا۔ قبر کا یہ اندھیرا تو ہر شخص کا مقدر ہے۔ اس سے کیسی گھبراہٹ، کیسا خوف' نہیں نہیں
میرے لیے موت بہتر ہے۔ میں نے آخری بار آئینے میں اپنی شکل دیکھی' جمیل احمد خان کا بدنما
میرے سامنے تھا پھر میں نے شیشی کا ڈھکن کھول دیا۔ ''میری موت کے بعد کیا ہو گا۔ اسپتال والوں
پوچھ گچھ ہو گی مگر میں نہیں ہوں گا۔ میں تو مر جاؤں گا۔ ٹھیک ہے' مجھے مر ہی جانا چاہیے مگر میں ایک
ترینی کو پھنسا سکتا ہوں۔'' اچانک ایک خیال میرے ذہن میں آندھی کی طرح آیا۔ میرے پاس قلم
تھا۔ باہر جا کر میں نے ڈاکٹر رام دیال سے قلم حاصل کیا اور لکھنے بیٹھ گیا۔ ترینی کے سیاہ کارنامے' انکا
وجود کے بارے میں مکمل تفصیل اور اپنی جبریہ خودکشی کا احوال۔ رات کے دو بجے تک میں جو کچھ مجھے
آیا حوالوں کے ساتھ لکھتا رہا۔ انکا کے پُراسرار وجود کے حیرت انگیز واقعات اور وہ سب کچھ جو میں
مختصر عرصے میں لکھ سکتا تھا۔ جب میں نے ایک طویل خط مکمل کر لیا تو اس پر ایک نظر ڈال کر اطمینان
سانس لیا۔ اسے اپنے سرہانے رکھا اور زہر کی شیشی اپنے ہونٹوں سے لگا لی۔

مگر عین اس وقت جب میں زہر آلود شیشی انڈیل کر اس دنیا سے اپنا رشتہ منقطع کرنا چاہتا تھا میرے
سر پر ایک دھماکہ ہوا۔ انکا کے مانوس پنجوں کی چبھن تیز ہو گئی۔ شیشی میرے ہاتھ سے گر گئی اور دوا
پر پھیل گئی۔ میں نے چیخنا چاہا مگر میری آواز میرے حلق میں دب گئی۔ میں نے بدقت تمام کہا۔

''انکا مجھے مرنے دو میں موت چاہتا ہوں۔''

جواب میں انکا نے میرے سر کو اپنے پنجوں سے اتنی تیزی سے نوچا کہ میں اپنے
کھو بیٹھا۔ آخری الفاظ جو میں سن سکا وہ یہ تھے۔ انکا کہہ رہی تھی۔'' جمیل احمد خان! تم آقا کی مرضی
بغیر نہیں مر سکتے۔''

دوسری صبح جب میری آنکھ کھلی تو سب سے پہلے میری نظر جس پر پڑی وہ ترینی داس تھا۔
دیکھتے ہی میں نے یہ سوچ کر کہ غالباً وہ اسپتال سے مجھے اپنے گھر لے جانے کے لیے آیا ہے

بڑے لہجے میں کہا۔

''ترینی جی۔ تم نے یہاں آ کر بیکار زحمت کی' میں نے کل ہی تم سے کہہ چکا تھا کہ میں اب تمہارے
ساتھ نہیں رہوں گا۔''

''اور میں نے بھی کہا تھا کہ میں دیکھوں گا کہ تم کتنے مرد ہو۔'' ترینی نے غصیلی آواز میں جواب دیا
نفرت سے کہا۔ ''تم میرے ایک ادنیٰ خادم کی حیثیت سے اس وقت دوبارہ میرے قدموں میں پڑے
تم نے خود اسپتال کے عملے سے اس بات کی درخواست کی تھی کہ تمہیں میری عالی شان کوٹھی تک
پہنچا دیا جائے۔''

''انکا۔'' میرے ذہن میں ایک بار پھر انکا کا خوفناک تصور ابھر آیا۔ انکا پُراسرار اور حیرت انگیز قوتوں
کی مالک ہے جس کے لیے ہر ناممکن کو ممکن بنا دینا بہت آسان بات ہے' یقیناً انکا ہی نے میرے سر پر
مسلط ہو کر مجھے وہ بیان دینے پر اکسایا ہو گا۔ میری کیفیت اس وقت کسی ایسے شکاری سے مختلف نہ تھی جس
نے شکار کو پھانسنے کی خاطر کوئی جال بچھایا ہو اور اندھیرے میں خود ہی اس میں پھنس گیا ہو۔ میں نے
نظریں گھما کر کمرے کا جائزہ لیا تو ترینی کی بات کی تصدیق ہو گئی۔ میں اس وقت اس کی کوٹھی کے سرونٹ
کوارٹر میں پڑا ہوا تھا۔ اس وقت اپنی بے بسی اور بے کسی کا احساس مجھے اتنی شدت سے ہوا کہ غیر اختیاری
طور پر میری آنکھیں نمناک ہو گئیں۔ ''کیا سوچ رہے ہو خان صاحب! کیا پھر مجھے مارنے کا کوئی
خطرناک منصوبہ بنا رہے ہو؟'' ترینی نے میرا انداق اڑاتے ہوئے کہا۔ میں ترینی کو رحم طلب نظروں سے
تکنے کے سوا اور کچھ نہ کہہ سکا۔

''ترینی۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے راستے سے ہمیشہ کے لیے علیحدہ
ہو جائیں۔''

''یہ دھیان تمہیں بہت دیر میں آیا ہے جمیل احمد خان۔ ویسے مجھے وشواش ہے کہ اب تم ایسی صورت
تیار کر چکے ہو کہ دیالو لوگ تمہیں بھکشا دینے سے منہ نہیں موڑیں گے۔ کیسی رہے اگر تم لنگڑے بھی
ہو جاؤ۔ ہر شخص تم پر دیا کرنے کو تیار ہو جائے گا۔''

''ترینی تم!''

''ترینی نہیں آقا یا سرکار کہو ٹنٹے واحد نور۔'' ترینی گرج کر بولا۔ ''اگر تم نے پھر گستاخی کی تو زبان کھینچ
لوں گا۔'' میں نے بہت ضبط کیا اور آنکھیں بھینچ کر اور مٹھیاں بند کر کے خود کو قابو میں کیا۔ اس کے سوا اور
میں کر بھی کیا سکتا تھا۔ ترینی جی بھر کر مجھے برا بھلا کہتا رہا اور میں دل پر جبر کئے سب کچھ سنتا رہا۔ ترینی چلا
گیا تو میری آنکھوں کے پیمانے چھلک اٹھے۔ میں اس روز دہاڑیں مار مار کر رویا لیکن کسی نے میری خبر نہ
لی۔

☆==========☆==========☆

مجھے تربینی کی کوٹھی پر آئے اٹھائیس روز گزر چکے تھے۔ اس عرصے میں میری صحت بھی خاصی ہو چکی تھی۔ مجھ پر سوائے کوٹھی سے باہر جانے کے اور کسی بات کی پابندی نہ تھی لیکن میں تمام دن کمرے میں چھپا بیٹھا رہتا۔ شام کو محض چند منٹوں کے لیے باہر نکلتا اور پھر اپنے کمرے میں آکر ہو جاتا۔ ایک آنکھ کھنڈر کی صورت میں تبدیل ہو جانے سے میری صورت بے حد مکروہ اور بھیانک ہوتی تھی، آئینے میں اپنا عکس دیکھ لیتا تو ڈر جاتا۔ میں نے خود کو حالات کے دھارے پر ڈال دیا تھا۔ کسی نہ کسی طرح زندگی کے دن پورے ہو رہے تھے۔ تربینی کے ملازموں کو میری حالت پر افسوس تھا لیکن اتنی ہمت کس میں تھی جو کھل کر اس کا اظہار کرتا۔ تربینی کی سخت گیر طبیعت کا اندازہ سب تھا۔ میری کیفیت دیکھ کر انہیں عبرت بھی ہو گئی تھی۔

اکثر میں تنہا بیٹھا اپنے حالات پر غور کرتا تو دل مسوس کر رہ جاتا۔ ماضی یاد آتا تو میں بے اختیار رو پڑتا۔ خاص طور پر ان دنوں مجھے نرگس بہت زیادہ یاد آتی تھی۔ ایک دن شام کو میں اپنے کمرے میں بیٹھا ان خیالات میں مستغرق تھا کہ پٹیل نامی ایک ملازم نے اندر آکر کہا۔

"جمیل خان۔ تمہیں سرکار کوٹھی میں بلا رہے ہیں۔"

میں پٹیل کو کوئی جواب دیے بغیر خاموشی سے اٹھا اور اس خیال سے کہ دیکھیں قسمت اب کیا گل کھلاتی ہے، کمرے سے باہر آگیا۔ لان عبور کر کے کوٹھی کے اندر داخل ہوا۔ اپنے خیال میں کھویا کھویا تربینی کی خواب گاہ کے دروازے تک پہنچ کر میں نے دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔ مجھے یقین تھا کہ ہنگامہ ضرور ہونے والا ہے۔ کوئی واقعہ۔

"کون؟" اندر سے تربینی کی بہکی ہوئی آواز سنائی دی۔

"سرکار۔ میں ہوں جمیل احمد خان۔" میں نے کہا۔

"اندر آجاؤ۔"

میں نے لرزتے ہوئے ہاتھ سے دروازے کا ہینڈل گھمایا اور اندر داخل ہو گیا لیکن دوسرے ثانیے میرا ذہن چکرا کر رہ گیا۔ مجھے کمرے کی ہر چیز گھومتی نظر آرہی تھی۔ میں پھٹی پھٹی نظروں سے عورت کو دیکھ رہا تھا جو تربینی کی گردن میں بانہیں ڈالے بیٹھی تھی۔ سامنے گول میز پر شراب کے بھرے ہوئے جام اور بوتلیں رکھی ہوئی تھیں۔ تربینی کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ کھیل رہی تھی مگر میری نظروں کا مرکز وہ عورت تھی جو نیم عریاں لباس میں تربینی سے لپٹی بیٹھی اس کے وجود میں گھل مل جانے کی کوشش کر رہی تھی، وہ عورت نازلی تھی۔ نازلی جو کبھی میری منظور نظر رہ چکی تھی اور جس نے نرگس کو مجھ سے [illegible] تھا۔ اس نے میرے ساتھ ایک شرمناک ڈراما کھیلا تھا۔ وہ اس وقت میرے سب سے بڑے دشمن

میں مصروف تھی۔ خیر یہ تو اس کا کام تھا مگر نہ جانے اسے دیکھ کر مجھے دکھ سا کیوں ہوا۔

"نازلی۔ ادھر دیکھو میری جان۔ دیکھو وہ تمہارے سامنے کون موجود ہے۔" تربینی نے نازلی سے

نازلی نے پلٹ کر میری سمت دیکھا تو سہم کر وہ تربینی سے کچھ اور قریب ہو گئی پھر مجھے غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"میرا خیال ہے کہ میں اس مکروہ شخص کو پہلے بھی دیکھ چکی ہوں۔ کیوں تربینی جی۔"

"ان مہاشے کا شبھ نام جمیل احمد خان ہے۔ کبھی یہ تمہارے اوپر لٹو بھی ہو چکے ہیں۔" تربینی نے نازلی سے میرا تعارف کراتے ہوئے زہرخند سے کہا پھر براہ راست مجھ سے مخاطب ہو کر بولا۔ "دیکھو تم ـ نازلی کو۔ انہیں بہت دور سے بلایا گیا ہے۔ تمہاری پسند بہت اچھی تھی خان صاحب۔" اس نے مست آنکھوں سے نازلی کی طرف دیکھ کر مجھ سے کہا اور مجھے ہدایت کی۔ "تم باہر ٹھہرو میں تمہیں ابھی ایک خدمت کا موقع دوں گا۔ مجھے وشواش ہے کہ تم آج اس خدمت کو خوشی خوشی پورا کرو گے۔"

میں سمجھ چکا تھا کہ تربینی کس خدمت کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ وہ نازلی کو روندنے کے بعد میرے حوالے کرنے کا اشارہ کر رہا تھا تاکہ میں اسے جان سے مار کر اس کا خون انکا کے وجود کو برقرار رکھنے کے لیے فراہم کر سکوں۔ تربینی کی بات سن کر میں خاموشی سے پلٹ کر باہر آگیا۔ جس وقت میں دروازے سے باہر نکل رہا تھا اس وقت نازلی کی کہی ہوئی ایک بات میرے کانوں سے ٹکرائی اور پگھلے ہوئے سیسے کی طرح میرے دل کی گہرائیوں تک اترتی چلی گئی۔ اس نے تربینی سے کہا تھا۔

"تربینی جی! تم نے اس مکروہ شکل والے کو اندر بلا کر موڈ خراب کر دیا۔ کیسا منحوس اور بھیانک لگ رہا تھا۔ توبہ توبہ۔"

میں نے باہر آکر دروازہ بند کیا اور راہداری میں ٹہلنے لگا۔ میرے خون کی حدت آج پھر تیز ہو رہی تھی۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ آج میں نازلی کو بڑی اذیت ناک موت ماروں گا۔ مجھے بڑی شدت سے اس لمحے کا انتظار تھا جب تربینی اسے میرے حوالے کر دے گا۔ اسی نازلی کی وجہ سے میرا گھر برباد ہوا تھا اور نرگس غلط فہمی کا شکار ہو گئی تھی۔

تقریباً دو گھنٹے بعد تربینی نے مجھے آواز دی تو میں لپک کر کمرے میں داخل ہو گیا۔ اندر جو منظر مجھے نظر آیا وہ میرے جوش کو مزید بھڑکانے کے لیے بہت تھا۔ تربینی صوفے پر نیم دراز تھا لیکن نازلی اس کے قدموں کے قریب فرش پر پڑی واہی تباہی بک رہی تھی۔ اس کا لباس تار تار تھا اور وہ اس کی ستر پوشی کے لیے قطعی ناکافی تھا۔ نازلی کی نظر مجھ پر پڑی تو اس بار خائف ہونے کی بجائے پاگلوں جیسے انداز میں ہنس کر بولی۔ "تم...... وہی ہونا جو کبھی میرے عاشق ہوا کرتے تھے لیکن آج ...... آج تم حقیر ہو۔ ایک دم حقیر

اور ذلیل، تم نے مجھے ایک بار پھنسایا تھا۔ اب تمہاری حالت عبرت ناک ہے۔''

''جمیل احمد خان۔'' تربینی نے مجھے مخاطب کر کے بولا۔ ''کیا تم آج اپنے انتقام کی آگ کو اس کے خون سے ٹھنڈا کرتے ہوئے خوشی نہیں محسوس کرو گے چلو...... اٹھا لے جاؤ اسے۔''

ناز لی بری طرح نشے میں دھت تھی لیکن تربینی کی بات سن کر اس نے نظریں گھما کر اسے نفرت سے گھورا پھر وہ لڑکھڑاتی ہوئی اٹھی لیکن قبل اس کے کہ وہ تربینی سے کچھ کہتی، میں نے آگے بڑھ کر اسے پکڑ لیا اور گھسیٹتا ہوا باہر لے آیا۔ ناز لی کرب ناک انداز میں چلا چلا کر مجھے گالیاں دے رہی تھی میرے کان جیسے بہرے ہو چکے تھے۔ میں نے اسے باہر لا کر گاڑی میں ٹھونس دیا اور ڈرائیور سے چلانے کو کہا۔ اس خیال سے کہ اس کے شور وغل کی آواز گاڑی سے باہر نہ نکلنے پائے، میں نے ناز لی کے منہ پر اپنی گرفت مضبوطی سے جما دی تھی۔ میرا ڈرائیور وہی تھا جسے میں نے ایک بار موت کے قریب تھا۔ اب وہ میرے اشاروں کا غلام تھا۔ وہ سہما ہوا خاموش بیٹھا تھا۔ غالباً میری جلادصفتی سے ہو چکا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد گاڑی ایک ویرانے میں جا کر رکی تو میں نے ناز لی کو بے دردی سے گھسیٹ کر نکالا۔ اس کے بعد میں نے جس سفاکانہ طریقے سے اس کے جسم پر ضربیں لگائیں اس کا تصور آج میرے جسم کے تمام رونگٹے کھڑے کر دیتا ہے۔ اس کی کربناک چیخیں آج بھی میرے کانوں میں ہیں تو مجھے اپنا خون جمتا ہوا محسوس ہونے لگتا ہے۔ وہ میرے سامنے زندگی کی آخری سانسوں تک جوڑ کر رحم کی بھیک مانگتی رہی لیکن میں اس وقت تک اس کے جسم پر خنجر برساتا رہا جب تک کہ اس چھلنی کی صورت میں تبدیل نہیں ہو گیا۔ میرا اپنا تمام لباس بھی خون سے تربتر ہو رہا تھا۔ مجھ پر کیفیت طاری تھی۔ ناز لی کو موت کے گھاٹ اتارنے کے بعد میں اس پر نفرت کی نگاہ ڈالتا ہوا آ گیا۔ تربینی کی کوٹھی پہنچ کر میں نے نہا دھو کر کپڑے تبدیل کیے۔ ان کپڑوں کو نذر آتش کیا جن پر کے خون کے دھبے موجود تھے پھر اپنے پلنگ پر بے سدھ ہو کر گر پڑا۔ اس روز مجھے اپنا ذہن محسوس ہو رہا تھا۔ یوں جیسے میرے سر سے کوئی وزنی بوجھ اتر گیا ہو۔

☆=========☆=========☆

حالات کی ستم ظریفیوں نے مجھے اس قدر بے دست و پا کر دیا تھا کہ وقت کے ساتھ سمجھوتے کے سوا کوئی اور چارہ نہ تھا۔ میں نے خود کو اسی سانچے میں ڈھال لیا جس میں تربینی چاہتا تھا۔ ناکامیوں نے میرے ذہن کو مفلوج کر دیا تھا۔ انکا کے پُراسرار وجود کی موجودگی میں میرے فرار مایوس کن ثابت ہوئی۔ چنانچہ میں تربینی کا غلام بنا ہوا تھا۔ جب بھی تربینی مجھے حکم دیتا چون وچرا اس پر عمل کرتا۔ اس طرح تین ماہ اور گزر گئے۔ ان تین مہینوں میں مجھے ناز لی کے علاوہ

عورتوں کو ٹھکانے لگانا پڑا جو پہلے تربینی کی ہوس کا نشانہ بنیں پھر مجھے انکا کے وجود کو برقرار رکھنے کے لئے ان عورتوں کا خون فراہم کرنا پڑا۔

ہونے والے قتل کے واقعات نے پولیس کے عملے کو بھی پریشان کر دیا تھا۔ ایک دو پولیس کے ماہر دماغ تربینی تک بھی پہنچے لیکن بے نیل مرام واپس لوٹ گئے۔ انکا کی قوت نے تربینی کو ہر موقع پر حیرت انگیز طور پر بچا لیا اور پولیس کو مجبوراً کاغذات کی خانہ پُری کے لیے کسی بے گناہ کو تختۂ دار تک لے جانا پڑا۔ میں جب بھی اخبارات میں اس قسم کی اطلاع خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو جاتا تھا کہ جب تک انکا کا وجود تربینی کے قبضے میں تھا، دنیا کی کوئی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتی تھی۔ میرا یہ حال تھا کہ میں تو اپنے دن گن گن کر پورے کر رہا تھا لیکن نے کچھ ایسی کروٹ لی کہ دوبارہ انکا کو قبضے میں کرنے کے خواب دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔

میں کچھ دنوں سے محسوس کر رہا تھا کہ تربینی ہر وقت کسی سوچ میں گم رہتا ہے۔ وہ تربینی جو کبھی مجھ سے منہ بات نہ کرتا تھا اب مجھ سے ملنے کے لیے ملازموں کے کوارٹر تک آ جاتا تھا۔ میں تربینی سے جھکی نظروں سے ملتا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ مجھ سے کوئی خاص بات کرنا چاہتا ہے جس کی وجہ سے میرے پاس آتا تھا لیکن کوئی رکاوٹ ایسی ضرور تھی جس کی بنا پر وہ مجھ سے کچھ کہے بغیر واپس چلا جاتا۔ میں نے کبھی تربینی سے اس کی بے چینی کی وجہ دریافت کرنے کی کوشش بھی نہیں کی۔

ان ہی دنوں ایک بار تربینی نے شوبھا نامی ایک خوب صورت لڑکی کو میرے حوالے کیا۔ میں حسب معمول اسے ایک نئے ویرانے میں لے گیا اور ایک سنگ دل جلاد کی طرح اسے ٹھکانے لگا دیا لیکن جب شوبھا کو موت کے گھاٹ اتار کر میں واپسی کے ارادے سے پلٹا تو ایسا محسوس ہوا جیسے انکا میرے سر پر آ گئی ہو۔ میں نے عالم تصور میں سر کی جانب دیکھا تو میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا۔ انکا حقیقتاً میرے سر پر موجود تھی۔ بظاہر وہ اس وقت اچھے موڈ میں نظر آ رہی تھی لیکن میں نے دیدہ دانستہ اس سے کوئی بات نہیں کی گردن جھکا کر گاڑی کی سمت قدم اٹھایا تو انکا کی مترنم آواز میری قوت سماعت سے ٹکرائی۔

''جمیل۔ اب تم واقعی راہ راست پر آ گئے ہو۔ اگر اسی طرح تم میرے آقا کے اشارے پر چلتے رہے تو کوئی مصیبت درپیش نہیں ہو گی۔''

''تمہارا شکار تمہارا منتظر ہے انکا۔ کیوں اپنا وقت ضائع کر رہی ہو؟ جاؤ اور شوبھا کے خون سے اپنے وجود کو تقویت دو، دیکھو تمہارا آقا میرے سر پر آ جانے کی خبر سن کر کہیں تم سے ناراض نہ ہو جائے۔''

''جمیل، میرا آقا ناراض نہیں ہو گا اور سمجھ لو کہ میں اس کی مرضی کے بغیر کوئی کام نہیں کرتی۔ ویسے میں خوش ہوں کہ تم میرے آقا کی بڑی خدمت کر رہے ہو اور میرے لیے غذا فراہم کرتے ہو جس کی وجود کو سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ میری مانو پریشان رہنے کے بجائے ہنسا بولا کرو، اب ایسا

بھی کیا۔‘‘

’’میں نے خود کو حالات کے اوپر چھوڑ دیا ہے انکا۔‘‘ میں نے ایک سرد آہ بھر کر جواب دیا۔ ’’تم کہ تم خوش رہنے اور ہنسنے بولنے کا مشورہ اپنے آقا تربینی داس کو دو جو آج کل اداس اداس اور کھویا کھویا رہتا ہے۔ مجھ سے اتنی ہمدردی کیوں؟‘‘

’’خوب۔‘‘ انکا نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ ’’اچھا تو اب تمہیں آقا سے ہمدردی ہوتی جارہی ہے۔‘‘

’’تربینی کو مجھ سے زیادہ تمہاری ہمدردی کی ضرورت ہے۔‘‘ اس بار میں نے جل کر کہا۔ ’’میرا خیال ہے کہ تم آج کل اس کے لیے زیادہ جاندار لڑکیاں نہیں فراہم کررہیں۔‘‘

’’میں اپنے آقا کو دنیا کی ہر نعمت سے نواز سکتی ہوں جمیل۔‘‘ انکا نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے جواب دیا۔ ’’آج کل اس کی پریشانی کی وجہ خوب صورت لڑکیاں نہیں بلکہ کچھ اور ہے۔ ایک بار تم ایسے حالات سے دوچار ہوچکے ہو۔‘‘

’’میں سمجھا نہیں تمہارا اشارہ۔‘‘ میں نے انکا کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا تو وہ بدستور سنجیدگی سے بولی۔

’’وقت آنے دو۔ تم خود ہی سب کچھ جان جاؤ گے۔‘‘

انکا مبہم الفاظ میں اپنا جملہ ادا کرکے میرے سر سے اتر گئی۔ میں کچھ دیر گم صم کھڑا اس کے جملے کا مطلب اخذ کرنے کی ناکام کوشش کرتا رہا پھر تھکے ہوئے انداز میں لمبے لمبے قدم اٹھاتا گاڑی تک گیا اور گھر واپس آگیا۔ اس رات سونے سے پہلے میں نے ایک بار پھر انکا کے جملے کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کی مگر کوئی رائے نہ قائم کرسکا اور تھک ہار کر سو گیا۔

تین چار روز تک کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ میں حسب معمول دن بھر اپنے کوارٹر میں بند رہتا۔ شام کو طبیعت الجھنے لگتی تو تھوڑی دیر کے لیے کوارٹر سے باہر نکل آتا۔ ایک روز میں شام کو اپنے کوارٹر کے سامنے ٹہل رہا تھا کہ تربینی آگیا۔ اس روز وہ مجھے کچھ زیادہ ہی پریشان نظر آرہا تھا۔ مجھے کوارٹر میں چلنے کو کہا تو میں چپ چاپ اس کے ہمراہ اندر آگیا۔ کچھ دیر تک ہمارے درمیان بالکل خاموشی طاری رہی پھر تربینی نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

’’جمیل احمد خان، مجھے اس بات کا دکھ ہے کہ میرے کارن تمہیں بہت سی کٹھنائیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔‘‘

میں نے تربینی کے چہرے کو غور سے دیکھا۔ جو کچھ اس نے مجھ سے کہا، مجھے اس پر یقین نہیں تھا۔ شاید اس لیے کہ مجھے اپنے بدترین دشمن سے اس قسم کے جملے کی توقع نہیں تھی۔ تربینی نے میرے

چہرے پر حیرت کے تاثرات دیکھے تو بڑی سنجیدگی سے بولا۔

’’میں تم سے غلط نہیں کہہ رہا جمیل۔ کیا تمہیں میری بات پر وشواش نہیں ہے، اور وشواش بھی کیسے ہو؟‘‘

’’میرے لیے کیا حکم ہے سرکار۔‘‘ میں نے کسی زرخرید غلام کی طرح کہا..... ’’میں آپ کی ہر سیوا کرنے کو تیار ہوں۔‘‘

تربینی نے فوراً ہی میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ چند ثانیے تک وہ میرے چہرے کے تاثرات کو پڑھتا رہا پھر اس نے کمرے میں ٹہلنا شروع کردیا۔ اس کے چہرے پر الجھن اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات ہر لحظہ گہرے ہوتے جارہے تھے۔ میں کن انکھیوں سے اسے دیکھتا رہا۔ اچانک وہ ٹہلتے ٹہلتے میرے قریب آکر رکا اور بڑی اداسی سے بولا۔

’’تمہیں اندازہ ہے کہ میں نے انکا کو کتنی کٹھن پریکشا اور جاپ کے بعد حاصل کیا تھا۔‘‘

’’میں ان باتوں کو بھول جانا چاہتا ہوں سرکار۔ سب مقدر کا کھیل ہے۔‘‘ میں نے بجھی ہوئی آواز میں کہا تو تربینی نے آگے بڑھ کر اپنے دونوں ہاتھ میرے کاندھوں پر رکھ دیے پھر بڑے دوستانہ انداز میں گویا ہوا۔

’’جمیل احمد خان۔ آج کے بعد سے ہم دونوں متروں (دوستوں) کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے۔ مجھ پر وشواش کرو۔‘‘

مجھے ایک بار پھر اپنی قوت سماعت پر شبہ ہوا۔ تربینی کے رویے کی اس اچانک اور حیرت انگیز تبدیلی نے مجھے حیران کردیا۔ بھلا یہ کیوں کر ممکن تھا کہ جو شخص میرا سب سے بڑا دشمن ہو، جس نے میری ایک ایک کو اپنی طاقت کی بھینٹ چڑھا دیا ہو وہ مجھے دوست کہہ کر مخاطب کرے۔ ابھی میں ان باتوں پر غور کر ہی رہا تھا کہ تربینی دوبارہ بولا۔

’’میں بھگوان کی سوگند کھا کر کہہ رہا ہوں جمیل کہ آج کے بعد سے میں تم کو اپنا متر سمجھوں گا۔ تم سگے بھائیوں کے سمان میرے ساتھ رہو گے لیکن......‘‘

لیکن کہہ کر تربینی خاموش ہوگیا تو میں سمجھ گیا کہ ضرور کوئی ایسی ہی افتادہ اس پر آن پڑی ہے جو وہ میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا رہا ہے ورنہ اس سے پہلے بھی میں اس کا برتاؤ دیکھ چکا تھا۔ تربینی کافی دیر تک خاموش رہا تو میں نے بے تابی سے پوچھا۔

’’آپ کچھ کہتے کہتے چپ ہوگئے۔ کیا کوئی خاص مسئلہ درپیش ہے؟‘‘

’’آپ مت کہو جمیل احمد خان، تم اب میرے متر ہو۔‘‘ تربینی اپنا نچلا ہونٹ کاٹتے ہوئے پُرخیال انداز میں بولا۔ ’’جس طرح میں نے انکا کو حاصل کرنے کے لیے پریکشا کا جاپ کیا تھا اسی طرح آج

کل ایک اور پنڈت جاپ کر رہا ہے۔اسے اپنا جاپ کرتے ہوئے پچیس دن سے زیادہ ہو چکے
ہیں۔اگر پندرہ دن کے اندر میں نے اس کا کوئی حل نہ تلاش کیا تو انکا میرے قبضے سے بھی نکل جائے
گی۔"

تربنی کی بات سن کر میری نبض کی رفتار تیز ہوگئی۔اب میں پوری طرح سمجھ چکا تھا کہ تربنی نے میری
طرف دوستی کا ہاتھ کیوں بڑھایا تھا۔وہ غالباً مجھے اس پنڈت سے ٹکرانے کے لئے آمادہ کرنا چاہتا تھا
انکا کو حاصل کرنے کے لئے اپنے جاپ میں مصروف تھا۔میں نے تربنی کی بے چینی کو محسوس کیا
عرصے بعد مجھے مسرت کا احساس ہوا۔میں دل ہی دل میں مسکراتا رہا پھر تربنی کو مخاطب کر کے پوچھا

"کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ وہ پنڈت کون ہے اور کہاں بیٹھا جاپ کر رہا ہے؟"

"اس منحوس کا نام شیوچرن ہے۔"تربنی نے تلملا کر کہا۔"وہ وندھیا چل کی پہاڑی کے
نمربدا ندی کے کنارے پر ایک پرانے مندر میں بیٹھا اپنا جاپ کرنے میں مگن ہے۔میں چاہتا ہوں
اسے اس کا جاپ پورا ہونے سے پہلے مار ڈالو۔میں تمہیں وچن دیتا ہوں کہ اگر تم سپھل (کامیاب)
ہوگئے تو میرے متر بن کے رہو گے۔میں سارا جیون تمہارا یہ احسان نہیں بھولوں گا۔"

"میں تیار ہوں تربنی داس جی۔"میں نے فوری طور پر اپنی آمادگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا پھر

"مگر کیا آپ نے انکا سے دریافت نہیں کیا کہ ہم اپنے ارادوں میں کامیاب ہوں گے یا نہیں؟"

"پوچھا تھا پرنتو' انکا اس سلسلے میں کچھ نہیں بتا سکتی جب تک پنڈت شیوچرن اپنے منڈل
ہے، انکا کی شکتی بھی اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔"

"ایسی صورت میں بھلا میں کیا کر سکوں گا۔"میں نے دبی زبان میں کہا تو تربنی صاف گو
بولا۔

"سنو جمیل احمد خان۔تم جن حالات میں جیون بتا رہے ہو وہ موت سے بھی بدتر ہے۔ایسی
میں تمہارے لیے شیوچرن سے ٹکرانا کوئی دشوار بات نہیں۔اگر تم سپھل ہوگئے تو تمہارے
دلدر دور ہو جائیں گے۔ناکام ہونے کی شکل میں تم اپنی موجود کٹھنائیوں سے ہمیشہ کے لئے چھٹ
گے۔بولو......کیا یہ سودا تمہیں منظور ہے۔"

ہر چند کہ تربنی داس کی باتوں سے خود غرضی اور مکاری کی بو آ رہی تھی لیکن اس کے باوجود اس
مشورہ دیا تھا وہ غلط نہ تھا۔میری زندگی واقعی مُردوں سے بدتر تھی۔میں کچھ دنوں کھلی فضا میں سانس
بھی ترس گیا تھا۔ایسی صورت میں اپنی زندگی کو تربنی کے بتائے ہوئے داؤ پر لگا دینا میرے
مسئلہ نہیں تھا جس پر میں غور و خوض کرتا۔چنانچہ میں نے فوری طور پر اپنی آمادگی کا اظہار کر دیا۔
جواب سن کر یوں کھل اٹھا جیسے اس کی دلی مراد پوری ہوگئی ہو۔وہ مجھے بڑی دیر تک پنڈت شیوچرن

بارے میں حالات سے آگاہ کرتا رہا پھر یہ کہہ کر چلا گیا کہ مجھے اگلے دن اپنے اس خطرناک سفر پر روانہ
ہونا پڑے گا۔

تربنی کے جانے کے بعد میں تھکے ہوئے انداز میں اپنے پلنگ پر بیٹھ کر حالات پر غور کرنے لگا۔میرا
ذہن بری طرح ماؤف ہو رہا تھا۔مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اب میری زندگی کے دن عنقریب پورے
ہونے والے ہیں۔مجھے اس بات کی مطلق توقع نہ تھی کہ میں منڈل میں بیٹھے ہوئے پنڈت شیوچرن کے
مقابلے میں کامیابی سے ہمکنار ہو سکوں گا۔میں تربنی کے سلسلے میں ایک بار پہلے بھی اس وقت اپنی
قسمت کو آزما چکا تھا جب تربنی انکا کے حصول کے لیے جاپ میں مگن تھا۔مجھے یقین تھا کہ شیوچرن سے
ٹکرانا میرے لیے موت کے مترادف ہوگا پھر بھی میں نے تربنی کی بات ماننے سے انکار نہیں کیا اس لیے
کہ میں کھلی فضا میں آزادی کی موت مرنا چاہتا تھا۔

میں سوچتا رہا۔سوچتا رہا اور میرا ذہن چکراتا رہا۔موت کا بھیانک تصور میرے اعصاب پر بتدریج
اپنا قبضہ جماتا رہا لیکن پھر اچانک اندھیرے میں امید کی ایک ہلکی سی کرن ایسی پھوٹی کہ میں تیزی سے
اٹھ کھڑا ہوا۔میں نے سوچا کہ اگر میں کسی طرح عین اس وقت پنڈت شیوچرن کو مارنے میں کامیاب
ہو جاؤں جب انکا تربنی داس کے قبضے سے نکل کر شیوچرن کے قبضے میں جا رہی ہو تو یقیناً میری کایا پلٹ
سکتی ہے۔میں ایک بار پھر انکا کو حاصل کر سکتا ہوں۔

میں اس روز تمام رات جاگتا رہا اور مختلف منصوبے بناتا رہا اور دوسرے دن تربنی کی ہدایت پر
سورت (SURAT) کے لیے روانہ ہوگیا جہاں سے مجھے پنڈت شیوچرن کے ٹھکانے تک پہنچنا تھا۔

☆==========☆==========☆

شیوچرن کو موت کے گھاٹ اتارنے کا وعدہ کر کے میں پونا سے سورت (SURAT) کے لیے
روانہ ہوگیا۔ایک عرصے بعد میں نے کھلی ہوا میں آزادی کا سانس لیا تھا۔میں اپنی آزادی کو برقرار رکھنا
چاہتا تھا۔تربنی داس نے کون سے ظلم تھے جو مجھ پر نہیں توڑے۔میری جگہ کوئی اور شخص ہوتا تو کب کا اس
جہاں سے رخصت ہو جاتا لیکن یہ میں تھا۔جمیل احمد خان۔جو ظلم و ستم برداشت کرنے کا عادی ہو چکا
تھا۔جو اپنی ایک آنکھ کی بینائی اور ایک ہاتھ سے پہلے ہی محروم ہو چکا تھا۔زندگی میرے لئے مُردوں سے
بھی بدتر تھی۔میں اسیری کی ان زنجیروں کو توڑنا چاہتا تھا۔چنانچہ جب تربنی نے شیوچرن کا ذکر کیا اور
حالات سے آگاہ کرتے ہوئے وندھیا چل جا کر موت کے منہ میں چھلانگ لگانے کو کہا تو میں نے بے
دھڑک اپنی آمادگی کا اظہار کر دیا۔میرے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔میں سمجھتا تھا کہ شاید
اس طرح میری بگڑی تقدیر سنور جائے۔

تربنی نے پونا سے روانگی کے وقت اچھی خاصی رقم میرے حوالے کی تھی اور مجھے یقین دلایا تھا کہ اگر

میں شیو چرن کو مارنے میں کامیاب ہو گیا تو وہ مجھے آئندہ ہمیشہ اپنا دوست سمجھے گا اور ہر قسم کی آسائش بہم پہنچائے گا۔ مجھے تربینی کی باتوں کا کچھ زیادہ یقین نہ تھا مگر یہی ایک بہتر صورت تھی کہ میں تربینی کی پیشکش کو اس صورت پر ترجیح دوں کہ انکا شیو چرن کے قبضے میں چلی جائے۔

میں اب زندگی کے ایک ایسے دوراہے پر تھا جہاں ایک طرف موت اپنا بھیانک منہ کھولے مجھے ہڑپ کر جانے کے لیے بے چین تھی اور دوسری سمت تربینی کے خیال میں زندگی کی مسرتیں اپنا دامن وا کیے میری منتظر تھیں۔ مجھے زندگی کی مسرتوں سے زیادہ اپنی بھیانک موت کا یقین تھا اس لیے کہ منڈل میں بیٹھے ہوئے کسی پجاری کو مارنے کا تجربہ میں پہلے بھی کر چکا تھا۔ اگر میں اس وقت کامیاب ہو گیا ہوتا تو آج اس حالت کو کبھی نہ پہنچتا۔ انکا تربینی کے بجائے میری ہی رہتی۔ وہ مجھ سے جدا نہ ہوتی۔

سورت پہنچ کر میں نے رات ایک معمولی درجے کے ہوٹل میں گزاری پھر صبح ہوتے ہی نربدا ندی کی سمت روانہ ہو گیا۔ اگلے روز میں نربدا کے کنارے پہنچ گیا۔ اس سفر میں جن جان لیوا تکالیف سے دوچار ہونا پڑا وہ کچھ میرا ہی دل بہتر جانتا ہے۔ اگر میں تفصیل سے ان حالات کا ذکر کروں تو ایک علیحدہ کہانی بن سکتی ہے لیکن میں اصل موضوع سے ہٹ کر قارئین کو الجھانا نہیں چاہتا۔

میں کسی نہ کسی طرح ویران مقامات اور گنجان آبادیوں سے گزرتا نربدا کے کنارے پہنچ کر اس پرانے مندر کی تلاش میں لگ گیا جہاں مجھے شیو چرن سے دو دو ہاتھ کرنے تھے۔ دو روز تک میں نے شب و روز اپنا سفر جاری رکھا۔ جہاں بھی مجھے کوئی نیا پرانا مندر نظر آیا' دھڑکتے ہوئے دل سے اس کے اندر جا کر دیکھتا مگر مایوس ہو کر آ جاتا۔ پیدل سفر کرتے کرتے میرے قویٰ جواب دینے لگے تھے' میں ایک ایک دن کا حساب کر رہا تھا۔ تربینی نے مجھے جو حساب بتایا تھا اس کے اعتبار سے صرف گیارہ دن شیو چرن کی کامیابی میں اور باقی رہ گئے تھے۔

دوسرے روز جب میں دن بھر پیدل سفر کرنے کے بعد رات کو ایک درخت کے نیچے سونے کے ارادے سے لیٹا تو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ رات میری زندگی کی آخری رات ثابت ہو گی۔ میرا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ مچھروں نے کاٹ کاٹ کر میرا سارا جسم داغ دار بنا دیا تھا۔ مجھے ہلکا ہلکا بخار بھی ہو چلا تھا۔ سر درد کی شدت سے پھٹا جا رہا تھا لیکن ان تمام مصائب کے باوجود مجھے اس بات کی خوشی بھی تھی کہ اگر میں اس ویرانے میں مر بھی گیا تو یہ موت آزادی کی موت ہو گی۔

دن بھر کی تکان کی وجہ سے مجھے لیٹتے ہی نیند آ گئی اور میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔ بہت دیر بعد جب میں ہڑبڑا کر جاگا اس وقت قرب و جوار کا تمام علاقہ گھپ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ دور دور جنگلی جانوروں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ابھی میں سوچ ہی رہا تھا کہ میری آنکھ کیونکر کھلی کہ اچانک میرے سر پر تیز پنجوں کی چبھن شروع ہو گئی۔ میرا دل دھڑکنے لگا۔ میں ان پنجوں کی چبھن سے بخوبی واقف تھا۔

ڈرتے ڈرتے نظریں اٹھائیں اور عالم تصور میں اپنے سر کی جانب توجہ کی تو مجھے اپنے حواس پر یقین نہ آیا۔ انکا میرے سر پر موجود تھی۔ میرا دل چاہا کہ اس بے وفا سے کوئی بات نہ کروں لیکن اس وقت اس کے چہرے پر کچھ ایسی سوگواری طاری تھی کہ مجھ سے برداشت نہ ہو سکا۔ میں چاہنے کے باوجود انکا سے اپنی نفرت کا اظہار نہ کر سکا اور ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتا رہا۔ اس کی آمد پر مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میں کسی بچھڑے ہوئے عزیز سے مل رہا ہوں یا اپنی محبوبہ سے جسے مجھ سے کسی نے چھین لیا ہو اور جو حالات کے ستم سے مجبوراً اپنے گم گشتہ محبوب کے پاس آئی ہو۔ میں نے رقت آمیز آواز میں آہستگی سے کہا۔

"انکا۔ کیا یہ تم ہو؟"

"ہاں یہ میں ہوں جمیل احمد خان۔" انکا نے اداسی سے مختصر سا جواب دیا۔

"تم یہاں کیسے آ گئیں۔ آخر تمہیں میرا خیال کیونکر آ گیا؟" میں نے محسوس کیا کہ انکا کی آنکھوں میں غم کی پرچھائیاں تیر رہی ہیں۔

وہ کسی نوجوان بیوہ کی طرح لٹی لٹی اور سوگوار سی نظر آ رہی تھی۔ چپ چپ اور خاموش خاموش سی۔ کچھ دیر تک میری بات کا جواب دیے بغیر وہ اپنے پنجوں کو اضطراب کی حالت میں میرے سر پر مارتی رہی پھر اس کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔

"جمیل احمد خان' میں اپنے آقا کے حکم پر تمہاری مدد کرنے کے لئے حاضر ہوئی ہوں۔"

"آقا۔" میں جھنجلا کر بولا۔ "کیا تمہیں واقعی اب مجھ سے کوئی ہمدردی نہیں رہی۔ کیا تمہیں اس بات کا احساس کبھی نہیں ستاتا کہ میں اس حالت تک محض تمہاری وجہ سے پہنچا ہوں۔ تمہاری محبت کی وجہ سے۔"

"یہ وقت ان باتوں کا نہیں۔" انکا ایک سرد آہ بھر کر بولی۔ "محبت کی باتیں تھیں جمیل احمد خان۔ ان کو دہرانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ میں تمہیں کتنی بار بتاؤں۔ تم یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ میں اب تمہاری نہیں رہی۔ میں تو تربینی داس کی غلام ہوں اور اس کے حکم کے بغیر کوئی قدم اٹھانا میرے بس میں نہیں۔"

انکا کے لہجے میں جو کسک تھی اسے محسوس کر کے میری حالت اور غیر ہو گئی لیکن میں نے انکا سے مزید بحث مناسب نہیں سمجھا۔ میں جانتا تھا کہ میری آہ و زاری بے سود ہو گی اس لیے کہ انکا صرف اور صرف تربینی کی تابع تھی۔ مجھ سے اس کی جدائی میں پُراسرار طاقتیں شامل تھیں۔ میں بس انکا کو حسرت بھری نظروں سے تکتا رہا۔ میرا جی چاہا کہ میں اس قدر روؤں' اس قدر چیخوں کہ مجھے موت آ جائے۔ میں پاگل ہو جاؤں۔

"جمیل احمد خان تم اپنی راہ سے بھٹک چکے ہو۔ تمہیں جس پرانے مندر کی تلاش ہے وہ ندی کے

دوسرے کنارے پر واقع ہے۔صبح ہوتے ہی تم کشتی کے ذریعے دوسرے کنارے پر پہنچو۔ دوسرے
کنارے پر اتر کر تمہیں بائیں جانب چلنا ہوگا اور اس راستے پر جو پہلا مندر آئے گا وہی تمہاری منزل
ہوگی۔شیو چرن تمہیں اسی مندر میں ملے گا۔''

میں خاموشی سے انکا کی ہدایت سنتا رہا۔ جب وہ خاموش ہوئی تو میں نے کہا۔

''انکا۔کیا تمہیں یقین ہے کہ میں شیو چرن کو مارنے میں کامیاب ہو جاؤں گا؟''

''جب تک شیو چرن منڈل میں ہے' میں اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔'' انکا کے لہجے
مایوسی مترشح تھی۔

''مجھے خوشی ہے انکا کہ تم نے میری رہنمائی کی زحمت مول لی لیکن کیا تم ایک دو روز میرے پاس
نہیں کر سکتیں۔ میرا مطلب ہے کہ ہو سکتا ہے کہ مجھے پھر تمہارے مشورے کی ضرورت پیش آ
نے دھڑکتے ہوئے دل سے انکا کو مخاطب کیا۔ میری شدید خواہش تھی کہ وہ کسی طور پر میری بات
لے۔اس کی موجودگی میں میرے حوصلے بلند رہ سکتے تھے لیکن انکا نے بڑی بے رخی سے میری خواہش
رد کرتے ہوئے کہا۔

''یہ مشکل ہے جمیل احمد خان۔میرے آقا نے مجھے صرف اتنا حکم دیا تھا کہ میں تمہاری ر
کردوں پھر واپس چلی آؤں۔ چنانچہ اب میں جا رہی ہوں۔ جو کچھ میں نے کہا ہے اس کا دھیان رکھ

''انکا'' میں نے تیزی سے کہا ''میں جانتا ہوں کہ تم مجبور اور بے بس ہو لیکن کیا تم مجھے اتنا
بتا سکتیں کہ آنے والے حالات میری زندگی میں اور کیا گل کھلانے والے ہیں۔''

''میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتی جمیل احمد خان۔ مجھ سے کچھ مت پوچھو'' انکا نے جواب دیا۔

''یہ تم میرا پورا نام کیوں لیتی ہو انکا۔ اس میں مجھے بڑی اجنبیت کا احساس ہوتا ہے۔ مجھے محسوس
ہے جیسے میں تم سے بہت دور ہوں۔ کم از کم میرے اس احساس کو مجھ سے دور نہ کرو کہ تم کسی اور
رہ کر بھی میری ہمدرد ہو۔تم مجھے جمیل کیوں نہیں کہتیں۔ اسی لہجے میں مخاطب کیوں نہیں کرتیں
شیرینی کا میں عادی رہا ہوں۔ کیا تمہارے لہجے پر بھی پابندی عائد ہے۔ میں یہ سب کچھ تمہارے
تو کر رہا ہوں۔'' میں نے جذبات میں نہ جانے کیا کچھ کہا مگر انکا میری کرب انگیز گفتگو سے متا
ہوئی۔ اس کا لہجہ اب بھی وہی تھا۔

''جمیل احمد خان' میرا سارا وجود تربینی کا تابع ہے۔ تم میرے لیے اجنبی ہو۔ ہاں' میں تمہیں
ایک مشورہ دے سکتی ہوں کہ مجھے مت یاد کیا کرو۔ مجھے حاصل کرنے کے لئے جو کچھ تم کر رہے
جاؤ یا نہ کیے جاؤ' مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔''

''مجھے تمہاری یاد بہت ستاتی ہے۔ اتنی دور جانا تھا تو میرے پاس کیوں آئی تھیں۔'' میں نے

بے چارگی والے انداز میں کہا۔

جواب میں انکا نے ایک لمحے کے لیے مجھے نفرت اور حقارت کی نظروں سے دیکھا پھر اس کی نظروں
بے بسی کا احساس جھلک اٹھا۔ اس کی آنکھوں میں ایک پل کے لیے محبت سمٹ آئی مگر پھر اچانک
کردہ میرے سر سے اتر گئی۔ میں اسے آوازیں دیتا رہا لیکن بے سود۔ انکا تربینی کے حکم سے واپس
چلی گئی تھی۔ وہ رات میں نے بڑے کرب کی حالت میں کاٹی۔ انکا کا تصور رہ رہ کر مجھے بے چین کر رہا
تھا۔ میں ساری رات انکا کے بارے میں سوچتا رہا اور اسے دوبارہ حاصل کرنے کی خاطر مختلف منصوبے
بناتا رہا۔ صبح ہوئی تو میں ہمت کر کے اٹھا اور ندی کے کنارے کنارے چلنے لگا۔ کچھ دور جا کر مجھے وہ
گھاٹ مل گیا جہاں سے یاتری اور دوسرے مسافر کشتیوں کے ذریعے دوسرے کنارے تک جاتے
تھے۔ میں نے ایک کشتی لی اور اپنے سفر آگے کی سمت بڑھنے لگا۔

ندی کے دوسرے کنارے پر پہنچ کر میں نے ایک طویل سانس لی۔ قرب و جوار کے علاقے پر ایک
نظر ڈالی پھر انکا کی ہدایت کے مطابق بائیں جانب قدم اٹھانے لگا۔ دوپہر تک میں نے گرتے پڑتے
تین کوس کی مسافت طے کی لیکن کوئی مندر نظر نہیں آیا۔ تھک ہار کر میں نے ندی کے پانی سے منہ دھویا۔
بھوک کی شدت سے میرا برا حال تھا لیکن مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ میں کسی درخت پر چڑھ کر پھل توڑ
سکتا۔ قرب و جوار میں کوئی ایسی سرائے بھی نظر نہیں آتی تھی جہاں سے میں خوراک حاصل کر سکتا۔ چنانچہ
میں نے چند گھونٹ پانی کے پیے اور اپنے مضمحل اعصاب کو تازہ کرنے کے لیے وہیں پڑا رہا۔ تازہ ہوا
کے خوشگوار جھونکوں نے مجھ پر غنودگی کی کیفیت طاری کی تو میری آنکھ لگ گئی۔ دوبارہ میری آنکھ کھلی تو دن
ڈھل چکا تھا اور درختوں کے سائے لمبے ہونے لگے تھے۔ نیلے آسمن پر دودھیا بگلے قطار در قطار اپنے
بسیروں کی طرف محو پرواز تھے۔ میں جلدی سے اٹھا اور پھر آگے بڑھنے لگا۔ ابھی میں نے بمشکل ایک کوس
کی مسافت اور طے کی تھی کہ مجھے ایک پرانا مندر نظر آنے لگا جو کنارے سے کچھ دور ایک اونچے ٹیلے پر واقع
تھا۔ میں نے اپنی رفتار تیز کر دی۔ مندر کے قریب پہنچ کر میں نے اطراف کا جائزہ لیا تو ہر طرف ہو کا عالم
طاری تھا۔ دور دور تک نہ کوئی آدم تھا نہ آدم زاد۔ ایک لمحے تک میں گنگ سا کھڑا ماحول کا جائزہ لیتا رہا پھر
دبے قدموں سے مندر کے شکستہ دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازے کے قریب پہنچ کر میں نے اندر
جھانکا تو میرے تنفس کی رفتار دوچند ہوگئی۔ مندر کے اندر ملگجا اندھیرا طاری تھا لیکن میں اس نیم تاریک رنگ
بہت کچھ دیکھ سکتا تھا جو ٹوٹے پھوٹے فرش پر درمیان میں آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ اس کے ہاتھ
موٹے دانوں والی مالا پر بڑی تیزی سے چل رہے تھے۔ میں ٹھیک طور سے پجاری کی صورت تو نہ دیکھ سکا
مگر اتنا مجھے یقین ہو گیا تھا کہ وہی پجاری شیو چرن ہوگا۔ انکا کی رہبری غلط نہیں ہو سکتی تھی۔ میں
... پر ساکت و جامد کھڑا کچھ دیر تک دیکھتا رہا پھر الٹے قدموں لوٹ آیا۔ میں نے اندھیرے کے

بجائے اجالے میں اس سے نمٹنے کا فیصلہ کیا تھا۔

رات میں نے پرانے مندر سے ایک فرلانگ دور ایک کھلی چٹان پر گزاری۔ صبح ہوئی تو میں نے کرندی پر غسل کیا۔ درختوں سے کچھ پھل توڑ کر کھائے پھر اسی مندر کی سمت چل پڑا جس میں رات شیو چرن کو جاپ میں مگن دیکھ چکا تھا۔ ہرچند کہ میں بری طرح تھک چکا تھا لیکن اس وقت غسل اور سیری کے بعد میں اپنے اندر توانائی محسوس کر رہا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ میں اپنی منزل پر تھکا دینے والے سفر کے بعد پہنچ چکا تھا۔ کچھ اور نہیں تو مجھے یہ یقین تو تھا کہ اگر میں شیو چرن کو کسی طرح مارنے میں کامیاب ہوگیا تو میری زندگی بدل جائے گی۔ تربنی داس نے چونکہ انکا کی موجودگی میں متر (دوست) بنانے کا وچن دیا تھا اس لیے ممکن ہے کہ وہ اپنے وعدے پر قائم رہے۔

پونا سے روانگی کے وقت میں نے طے کیا تھا کہ شیو چرن کو عین اس وقت ماروں گا جب انکا تربنی داس کے قبضے سے نکل کر شیو چرن کے پاس جا رہی ہو لیکن رات کو اچھی طرح غور و خوض کرنے کے بعد میں نے اپنا یہ ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔ اول تو میرے لیے شیو چرن کو مارنا ہی مشکل تھا پھر وقت کا تعین میرے بس سے باہر تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ شیو چرن کا جاپ پورا ہونے کے کتنی دیر بعد انکا تربنی کے سر سے اس کے سر پر آجائے گی۔ جب کہ انکا ایک چھلاوا تھی۔ فاصلے اس کے لئے کوئی اہمیت نہیں رکھتے تھے۔ اگر مجھے اس بات کا یقین ہوتا کہ شیو چرن کے جاپ مکمل کرنے کے بعد ایک مقررہ وقت انکا کو اس کے سر پر آنے میں لگے گا تو میں خطرہ مول لے لیتا مگر مجھے اس کا کوئی اندازہ ہی نہیں تھا۔ میں نے اس پر غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ اگر انکا شیو چرن کے قبضے میں چلی گئی تو نہ جانے اور کیا خطرناک حالات پیش آئیں۔ چنانچہ میں نے تربنی داس کے دیے ہوئے وچن پر بھروسا کر لیا اور یہی فیصلہ کیا کہ جتنی جلد ممکن ہو سکے گا، شیو چرن کو ٹھکانے لگا دوں گا۔ تربنی اگر وعدے سے پھر بھی جائے تو میرے حالات میں کیا فرق آئے گا۔

پرانے مندر میں اس وقت اچھی خاصی روشنی تھی اس لیے میں اس پجاری کو بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ کٹا پجاری سرتاپا الف ننگا تھا۔ اس نے اپنے کشادہ سینے پر صندل مل رکھا تھا۔ اس کے سر اور داڑھی کے بال خودرو جھاڑیوں کی طرح بڑھے ہوئے تھے۔ آنکھیں موندے وہ مالا پر جاپ میں مگن تھا۔ جس جگہ وہ بیٹھا تھا اس کے اطراف میں سفید دائرہ سا بنا ہوا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ یہی وہ منڈل ہے جس کے اندر پُراسرار قوت بھی بیکار ہے۔

چند لمحے تک میں مبہوت کھڑا شیو چرن کو دیکھتا رہا پھر قدم اٹھاتا سفید لکیر کے قریب گیا اور بلند آواز میں شیو چرن کو مخاطب کر کے بولا۔

”ارے او مورکھ! تو جو تپسیا کر رہا ہے اس میں تیرا سپھل ہونا ناممکن ہے۔ اگر تجھے اپنا جیون پیارا ہے تو اپنا جاپ چھوڑ کر منڈل سے باہر آجا، نہیں تو میں تجھے ایسا کشٹ دوں گا کہ سارا جیون بیاکل رہے گا۔“

میں نے محض ہوا میں تیر چھوڑا تھا لیکن اس کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ شیو چرن کی انگلیاں مالا پر چلتے چلتے تھم گئیں۔ اس نے آنکھیں کھول کر میری سمت حیرت سے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں دہکتے شعلے دیکھ کر میں ایک پل کے لیے لرز اٹھا لیکن پھر ہمت کر کے بولا۔

”شیو چرن۔ میں تیرے من کی آشا کو پڑھ چکا ہوں۔ تو انکا کی پُراسرار شکتی کو قبضے میں کرنے کے سپنے دیکھ رہا ہے۔ پرنتو تیرا یہ سپنا پورا نہیں ہو سکتا۔ میری مان اور منڈل سے باہر آجا۔ جان بچانے کا تیرے لیے کیول یہی ایک طریقہ ہے۔ یاد رکھ اگر تو نے میری اچھا کا پالن نہ کیا تو تجھے سارا جیون کٹھنائیوں میں بتانا ہوگا۔“

شیو چرن بدستور اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے مجھے گھور رہا تھا۔ میرا دل باہر آ رہا تھا۔ میں نے اندھیرے میں جو تیر چلایا تھا وہ ابھی پوری طرح نشانے پر نہیں لگا تھا۔ شیو چرن کچھ دیر تک مجھے یوں گھورتا رہا جیسے وہ میری باتوں کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہو پھر اچانک اس کی آنکھوں میں شعلے سے رقص کرنے لگے۔ اس نے اپنا ہاتھ اٹھا کر زور سے مجھے دھتکار دیا اور پھر دوبارہ آنکھیں بند کر کے اپنے جاپ میں مگن ہوگیا۔ صندلی دانوں کی مالا پر اس کی انگلیاں دوبارہ چلنے لگیں۔ میری پہلی کوشش رائیگاں گئی۔ میں نے دو تین بار ہمت کر کے اور دیوی دیوتاؤں کے الٹے سیدھے نام لے کر اسے ڈرانا چاہا لیکن نتیجہ صفر رہا۔ شیو چرن نے نہ تو میری باتوں پر کوئی دھیان دیا اور نہ آنکھیں ہی کھولیں۔ پوری توجہ سے اپنے جاپ میں مگن رہا۔ میں تلملا کر مندر سے باہر آیا اور چٹان سے ایک وزنی پتھر بمشکل اٹھا کر دوبارہ اندر گیا۔ منڈل کے قریب پہنچ کر میں نے وزنی پتھر کو اپنے ہاتھ سے بلند کیا اور جسم کی پوری قوت جمع کر کے اسے شیون چرن کی سمت اچھال دیا۔ پتھر اگر شیو چرن کے سر سے ٹکراتا تو وہ یقیناً مرتا لیکن جو کچھ ہوا وہ میرے اوسان خطا کر دینے کے لیے کافی تھا۔ میرا پھینکا ہوا پتھر شیو چرن کے سر پر پہنچ کر ہوا میں معلق ہوگیا پھر تیزی سے میری سمت واپس پلٹا۔ میں نے بوکھلا کر ایک طرف ہو کر خود کو بچانا چاہا لیکن اس کے باوجود پتھر میرے بائیں شانے سے اس زور سے ٹکرایا کہ میں کراہ کر فرش پر الٹ گیا۔ شیو چرن کی محویت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہ بدستور اپنے جاپ میں مگن تھا۔ میں نے اپنے شانے پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ خون ابل ابل کر میرے جسم کو لہولہان کر رہا ہے۔ تکلیف کی شدت نے مجھے نڈھال کر دیا تھا۔ میں نے اٹھنے کی کوشش کی تو کراہ کر دوبارہ فرش پر آرہا۔ موت کا بھیانک تصور میرے اعصاب پر پوری طرح حاوی تھا۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اگر میں کچھ دیر اور اسی طرح پرانے مندر کے اندر رہا تو میرا دم گھٹ جائے گا۔ میں نے اٹھنے کے بجائے آہستہ آہستہ دروازے کی طرف رینگنا شروع کر دیا۔ دروازے سے باہر تک جانے میں کتنا وقت صرف ہوا مجھے کچھ یاد نہیں البتہ اتنا ضرور یاد ہے کہ دروازے سے باہر آتے

ہی میری ہمت جواب دے چکی تھی اور میں بے ہوش ہو گیا تھا۔

دوبارہ ہوش میں آنے پر میں نے خود کو نیم مردہ حالت میں اسی پرانے مندر کے دروازے پر پایا۔ میرا شانہ پیپ بھرے پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ ذہن بری طرح چکرا رہا تھا۔ ہر سو اندھیرا پھیلا دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا کہ میں پورے دن بے ہوش رہا ہوں۔ بھوک اور پیاس کی شدت سے میرے حلق کے اندر کانٹے پڑ گئے تھے۔ غالباً وہ بخار کی شدت ہی تھی جس کے باعث میرا جسم پھنکا جا رہا تھا۔ موت کا تصور جاگا تو گھٹن کا احساس اور شدید ہو گیا۔ میں نے خوف زدہ نظروں سے پرانے مندر کی طرف دیکھا تو مجھے یوں لگا جیسے پرانا مندر مجھے نگل ڈالنے کے لیے میری سمت بڑھ رہا ہے۔ خوف دہشت کے بارے میں میرے منہ سے چیخ نکل گئی۔ میں نے ہمت کر کے رینگنا چاہا لیکن توازن نہ رکھ سکا اور پتھریلی ڈھلان سے نشیب کی طرف لڑھکتا چلا گیا۔ میرا ذہن ایک بار پھر تاریکیوں میں ڈوب گیا۔ میں ایک بار پھر بے ہوش ہو گیا تھا۔

دوسری بار کی بے ہوشی کتنی طویل ثابت ہوئی' یہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ مجھے تو بس اتنا یاد ہے کہ جب میری نگاہوں کے سامنے سے تاریکی کا پردہ ہٹا تو میں نے خود کو ایک کٹیا میں پایا جہاں ایک پنڈت سادھو موجود تھا۔ جب میری نگاہ اس سادھو پر پڑی تو میں سمجھا کہ وہ شیو چرن ہے جو اپنا انتقام لے گا۔ سادھو نے مجھے حیرت سے دوچار دیکھا تو اس نے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ کر میرے اوپر پھونکا اور آہستہ سے اٹھ کر باہر چلا گیا۔ میں ہکا بکا ہر چیز کو معنی خیز نظروں سے گھور رہا تھا کہ وہی سادھو دوبارہ کٹیا میں داخل ہوا۔ اس کے سیدھے ہاتھ میں پیتل کی ایک لٹیا سی تھی جس سے بھاپ نکل رہی تھی۔ میرے قریب آ کر سادھو بیٹھا پھر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

''لو اٹھو...... اور یہ گرما گرم دودھ پی لو۔''

''مم...... میں...... کہاں ہوں؟'' میں نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے سوال کیا۔ مجھے کٹیا میں اپنی موجودگی نہ جانے کیوں عجیب پُراسرار لگ رہی تھی۔ کچھ حواس بجا ہوئے تو مجھے یاد آ گیا کہ میں پرانے مندر سے باہر نکل کر کن حالات سے دوچار ہوا تھا۔ میرے شانے سے خون کا فوارہ ابل رہا تھا اسی غنودگی اور خوف کی ملی جلی کیفیت میں' میں نے پرانے مندر سے دور بھاگ جانے کی کوشش کی تھی لیکن توازن کھو کر نشیب میں لڑھکتا چلا گیا تھا۔ اب ہوش میں آنے پر میں کسی سادھو کی کٹیا میں تھا جو مجھے بچانے کی سعی کر رہا تھا۔ آخر یہ سب کیا تھا؟ میں اس کٹیا تک کیونکر پہنچا؟ مجھ سے ہمدردی جتانے والا سادھو آخر کون تھا؟ میں ان تمام باتوں کو جاننے کے لیے مضطرب تھا۔ سادھو نما پنڈت نے مجھے بے چین دیکھا تو زیر لب مسکرا کر بڑے میٹھے لہجے میں بولا۔

''میں تمہارا دشمن نہیں۔ اس قدر خوف سے مجھے مت دیکھو۔ اگر میں تمہارا دشمن ہوتا تو تمہیں کٹیا میں لانے کے

بجائے اسی جگہ چھوڑ آتا جہاں تم خون میں لت پت پڑے تھے۔ اگر میں اس سمے تمہاری سہائتا نہ کرتا تو اب تک تم مرگھٹ پہنچے ہوتے۔ اٹھو بالک اور مجھ پر وشواش کر کے دودھ کو پی لو۔''

سادھو کی باتوں میں نہ جانے کیسا جادو تھا کہ میں نے بے اختیار اس کا کہا مان لیا۔ دودھ حلق سے اتر کر جسم کو گرمائی پہنچی تو مجھے یوں لگا جیسے مجھ میں نئی روح سرایت کر گئی ہو۔ سادھو کی نظریں بدستور مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔ ان نظروں میں میرے لیے نفرت کے بجائے اپنائیت کا احساس جھلک رہا تھا۔ میں نے دودھ پی کر اطمینان کا سانس لیا پھر اس مہربان شخص کو مخاطب کر کے بولا۔

''سادھو مہاراج۔ میں نے تمہارا کہا مان لیا۔ اب کیا تم مجھے بتاؤ گے کہ تم کون ہو اور کس طرح تم نے مجھے موت کے چنگل سے نجات دلائی؟ اس وقت میں کہاں ہوں؟ میں کتنے دنوں تک بے ہوش رہا؟''

میں نے سادھو پر سوالات کی بوچھاڑ کر دی تھی۔ وہ چپ چاپ بیٹھا میرا منہ تکتا رہا۔ جب میں خاموش ہوا تو اس نے ٹھہری ہوئی آواز میں کہا۔

''بھگوان کی لیلا بڑی نیاری ہے بالک۔ جو وہ کرتا ہے پتا نہیں کیوں کرتا ہے۔ وہ جو چاہے کر دیتا ہے۔ منش کی کیا مجال جو اس کے کاموں میں دخل دے سکے۔ اس نے جو بھاگ میں لکھ دیا ہے وہ پورا ہوتا ہے۔''

سادھو اتنا کہہ کر ایک لمحے کے لیے خاموش رہا پھر اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ ''جمیل احمد خان، میں سادھو نہیں پنڈت ہوں۔ پنڈت بدری نرائن۔ وندھیا چل کے دامن میں یہاں شانتی اور سکون سے رام رام کرنے کے کارن آیا تھا' پرنتو اب مجھے ایسا جان پڑتا ہے جیسے بھگوان نے مجھے یہاں تمہاری سہائتا کے لیے بھیجا ہے۔ جے بھگوان۔'' اس نے عجز سے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر آسمان کی طرف دیکھا۔

''پرنتو تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا؟'' میں نے تعجب سے پنڈت بدری نرائن سے پوچھا تو وہ معنی خیز مسکراہٹ اپنے لبوں پر بکھیر کر بولا۔

''جمیل احمد خان' تم نام کی بات کرتے ہو' مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم اس پرانے مندر میں کس کام سے گئے تھے اور پھر اس حال تک کیسے پہنچے؟ کہو تو سنا ڈالوں تمہیں پوری جیون کہانی؟''

پنڈت کے لہجے کا سحر مجھے مسحور کر رہا تھا۔ نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں نے بدری نرائن کو پہلے بھی کہیں بہت قریب سے دیکھا ہے لیکن کہاں؟ مجھے کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔ بہر حال مجھے اس بات کا یقین ہو چلا تھا کہ اسے مجھ سے ہمدردی ہے۔ ہاں یہ بات میرے لیے حیران کن ضرور تھی کہ وہ میرے ماضی کے رازوں سے کیسے واقف ہو گیا۔ یقیناً وہ کوئی گیانی پنڈت ہے۔ میں نے ایک لمحے کے لیے

"پنڈت مہاراج' جب تم جانتے ہو کہ میں اس ویرانے میں کس کارن ٹھوکریں کھاتا پھر رہا ہوں
پرانے مندر تک جانے کی وجہ کیا تھی تو تم میری مدد کیوں نہیں کرتے؟ مجھے بتاؤ مہاراج۔ کیا میں
کوششوں میں کامیاب ہو جاؤں گا؟ کیا میری آشائیں پوری ہوں گی؟"

"شانتی سے کام لو بالک۔" پنڈت بدری نرائن نے بڑے پُر وقار لہجے میں ہاتھ اٹھا کر کہا۔
تمہارے من کا سارا حال پڑھ چکا ہوں۔ میں اوش تمہاری سہائتا کرتا۔ پرنتو سمے بہت کم رہ گیا ہے۔"

"پنڈت مہاراج۔" مجھے اچانک شیو چرن کا خیال آیا تو میں نے تڑپ کر پوچھا۔ "کیا پرانے مندر
میں بیٹھا پجاری اپنا جاپ پورا کر چکا ہے؟"

"نہیں۔ ابھی اس کا جاپ پورا ہونے میں تین دن باقی ہیں۔" پنڈت بدری نرائن نے
قدرے سنجیدگی سے کہا۔ "تم اگر اتنے دنوں بے سدھ نہ ہوتے تو کچھ کیا جا سکتا تھا۔ پرنتو اب تم
من کی آشا پوری ہونے میں کٹھنائیاں ہیں۔ مجھے سوچنے دو بالک' مجھے سوچنے دو۔ تم جس شکتی
دکھانے کی کوشش کر رہے ہو اس کے سامنے بڑی بڑی شکتیاں بھی ہیچ ہیں۔ مجھے سوچنے دو۔"

بدری نرائن کافی دیر تک کسی گہری سوچ میں غرق رہا۔ میں اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا
لینے میں منہمک تھا۔ کبھی اس کی آنکھوں میں ایسی اداسی پھیل جاتی جیسے وہ مایوسیوں کا شکار ہو گیا ہو
اس کی رنگت یوں کھل اٹھتی جیسے وہ کسی آخری نتیجے پر پہنچ گیا ہو۔ دیر تک بدری نرائن ان متضاد کیفیات
سے دوچار رہا۔ پھر یک لخت وہ میری سمت متوجہ ہوا۔

"جمیل احمد خان میری مانو تو اس ارادے سے باز آ جاؤ۔ اس میں تمہاری جان کا خطرہ ہے۔"

"پنڈت جی۔" میں نے کسماتے ہوئے کہا۔ "پنڈت جی' مجھے اپنی جان کی پروا نہیں۔ میں تو
مر چکا ہوں۔ میں اس سمے بھی خود کو مرا ہوا سمجھتا ہوں۔ مجھے بتاؤ مہاراج' میں کس طرح اسے
ہوں۔"

"بیاکل نہ ہو۔ بیاکل نہ ہو۔" پنڈت نے مجھے سمجھانے والے انداز میں کہا۔ "پر میں شیو چرن
کے جاپ سے ہٹانے میں تمہاری سہائتا کیوں کروں۔ شیو چرن نے کسی کا کیا بگاڑا ہے۔"

"پنڈت جی۔ تم نے مجھے دوسری زندگی دی ہے۔ اب جب زندگی دی ہے تو اسے برقرار
اگر تم نے میری سہائتا نہ کی تو میں اسی کٹیا میں اپنا سر پھوڑ کر مر جاؤں گا۔ میں نے بہت مصیبتیں
پنڈت جی۔ بھگوان کے لیے میری سہائتا کرو۔ مجھے وشواش ہے تم سب کچھ کر سکتے ہو۔" میں
کر کہا تو پنڈت بدری نرائن کا دل پسیجا۔ وہ بہت خاموش رہنے کے بعد بولا۔

"جمیل احمد خان' تم شیو چرن سے پنجہ کر سکتے ہو۔ پرنتو اس کے لیے تمہیں بھی کشٹ اٹھانا
"میں تیار ہوں مہاراج۔" میں خوشی سے تقریباً چیخ اٹھا۔ "انکا کی خاطر میں کالی مائی کے

بھی بھینٹ دینے کو تیار ہوں۔ تم میرے شریر کا جتنا گوشت چاہو لے سکتے ہو۔"

"تمہیں کل تک اور انتظار کرنا ہوگا۔" بدری نرائن نے جواب دیا۔ "آج کی رات مجھے نربدا کے
کنارے گزارنی ہوگی۔ میں کالی مائی کو تمہارے لیے رام کرنے کی کوشش کروں گا۔ پرنتو اتنا دھیان رکھو
جب تک میں پلٹ کر نہ آؤں' تم اس کٹیا سے باہر نہیں نکلو گے۔ اگر تم نے ایسا کیا تو سب کچھ چوپٹ
ہو جائے گا۔"

"تم اس کی چنتا نہ کرو مہاراج۔ میں تمہارا ہر حکم ماننے کو تیار ہوں۔"

بدری نرائن میرا جواب سن کر جانے کے ارادے سے اٹھا تو میں نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر پوچھ
لیا۔

"مہاراج کیا انکا مجھے واپس مل جائے گی؟"

"اتنی جلدی اتنی باتیں۔ پہلے شیو چرن کو تو نیچا دکھاؤ۔ پھر انکا کی چنتا کرتے رہنا۔" بدری نرائن نے
سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر کٹیا سے باہر چلا گیا۔

وہ رات میری زندگی کی قیامت خیز راتوں میں سے ایک تھی' ایک اہم فیصلہ ہونے والا تھا۔ منزل مجھ
سے بہت قریب تھی اور بہت دور بھی۔ میں عجیب کشمکش و پیچ میں مبتلا تھا۔ وہ رات میں نے بڑی بے چینی
اور کرب کی حالت میں گزاری۔ بدری نرائن کے بارے میں' میں نے بہت غور و غوض کیا لیکن یہ یاد نہ
آ سکا کہ میں نے اسے کب اور کہاں دیکھا تھا۔ وہ جس طرح میری مدد پر آمادہ ہو گیا تھا وہ مجھے حیرت زدہ
کیے دیتا تھا۔ اب مجھے پورا یقین تھا کہ وہ یقیناً کوئی بہت پہنچا ہوا پنڈت ہے جو دوسروں کے دلوں کا حال
پڑھنے کی طاقت بھی رکھتا ہے لیکن ایک بات میری سمجھ سے بالاتر تھی۔ اگر بدری نرائن انکا کی پُر اسرار اور
لامحدود قوتوں سے واقف تھا اور اسے یہ بھی علم تھا کہ انکا کو کس طرح شیو چرن کے ہاتھوں بچایا جا سکتا ہے
تو اس نے میری مدد کرنے کے بجائے خود انکا کے پراسرار وجود کو قبضے میں کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی۔
کیا وہ انکا کی قوتوں سے زیادہ شکتی رکھتا تھا۔ عجیب عجیب خیالات مجھے گھیرے ہوئے تھے۔ میں کسی نتیجے
پر نہیں پہنچ رہا تھا۔

رات بھر میں اسی ادھیڑ بن میں رہا اور تشویش میں مبتلا رہا۔ متعدد بار میرا دل چاہا کہ کٹیا سے باہر نکل
کر دیکھوں کہ میں اس وقت کہاں ہوں اور بدری نرائن میرے لیے کیا کر رہا ہے لیکن بدری نرائن کی
ہدایت کا خیال کرتے ہوئے میں نے باہر جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ رات میں نے اپنی جسمانی کیفیت
کا جائزہ لیا تو یہ دیکھ کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ میرے شانے پر زخم کا بہت معمولی نشان باقی
تھا۔ غالباً یہ بدری نرائن کی قوتوں کا کرشمہ تھا۔ میں جس قدر اس کے متعلق سوچتا اتنا ہی اس سے متاثر
ہوتا جاتا۔

صبح ہوئی تو میری بے چینی میں اور اضافہ ہوگیا۔ میں بڑی شدت سے بدری نرائن کا منتظر تھا۔ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا' میری پریشانی بھی بڑھتی گئی۔ دن جب خاصا چڑھ آیا تو بدری نرائن کٹیا میں داخل ہوا۔ اس کی صورت دیکھتے ہی میں نے اندازہ لگالیا کہ وہ رات بھر جاگتا رہا ہے۔ نیند کا خمار اس کی آنکھوں میں جھلک رہا تھا۔ میں نے اسے دیکھتے ہی پوچھا۔

''مہاراج' مجھے یقین ہے کہ تم کامیاب لوٹے ہو۔ تم نے کالی مائی کو میرے سلسلے میں رام کرلیا ہے۔ بتاؤ مہاراج' کیا یہ سچ ہے۔''

''شانتی۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔ ''دھنیہ ہو جمیل احمد خان۔ کالی مائی نے تمہاری بھینٹ کو سویکار کرنے کا وچن دیا ہے۔''

''پھر۔ اب میرے لیے کیا حکم ہے؟''

''تمہارے لیے حکم۔ تم اب ایک سب سے مشکل کام کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اب مجھے تمہارے شریر کا گوشت لے کر اس پر ایک منتر کا جاپ کرنا ہوگا۔'' بدری نرائن نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا۔ ''جاپ مکمل ہو جانے کے بعد تم اپنے شریر کے اس ٹکڑے کو لے کر پرانے مندر جاؤ گے اور کالی کا شبھ نام لے کر اسے شیو چرن کی اور (سمت) اچھالو گے۔ آگے کیا ہوگا۔ یہ تم خود دیکھ لینا۔ بتاؤ کیا تم تیار ہو؟''

بدری نرائن کی باتوں سے مجھے اپنی کامیابی کا یقین ہو چلا تھا چنانچہ میں فوراً ہی اپنے بدن کا گوشت دینے پر آمادہ ہوگیا۔ یہ کام چھوٹے موٹے دل گردے والے آدمی کا نہیں۔ بات کہہ دینا بہت آسان ہے مگر مجھے معلوم ہے کہ دانستہ اپنے جسم سے اپنے کسی حصے کو علیحدہ کرنے کے لیے کتنی قوت برداشت کی ضرورت ہے۔ بدری نرائن نے جس وقت ایک تیز دھار چھری سے میری بائیں ران کا گوشت کاٹا اس وقت میری آنکھوں کے سامنے تارے ناچ گئے لیکن انکا کے خوب صورت تصور نے مجھے حوصلہ بخشا تھا۔ میں نے اپنا ہونٹ دانتوں تلے دبا رکھا تھا تاکہ چیخ کی آواز میرے حلق سے نہ نکلنے پائے۔ گوشت کا ٹکڑا حاصل کرنے کے بعد بدری نرائن نے جب کھلے زخم پر ایک سیاہ رنگ کا سفوف بھرا تو میں اپنی چیخ نہ روک سکا لیکن بدری نرائن میری چیخ کی طرف کوئی توجہ دیے بغیر گوشت کا ٹکڑا لیے باہر چلا گیا۔ باہر نکلتے ہوئے اس نے ایک بار پھر مجھے ہدایت کی تھی کہ میں اس کی واپسی تک باہر نکلنے کی کوشش نہ کروں چنانچہ میں ایک بار پھر شدید ترین کرب سے...... دوچار ہوگیا۔ تکلیف کی بے انتہا شدت کی بنا پر میں اس سے یہ بھی دریافت نہ کرسکا کہ اس کو اپنا جاپ مکمل کرنے میں کتنی دیر لگے گی لیکن مجھے زیادہ دیر تک بدری نرائن کا انتظار نہیں کرنا پڑا۔ کوئی ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ دوبارہ کٹیا میں داخل ہوا تو اس کی آنکھوں سے شعلے بار بار نظر آرہی تھیں۔ یوں جیسے وہ شدید غصے کے عالم میں ہو۔ قبل اس کے کہ میں اس سے کوئی سوال کرتا' اس نے میرے قریب آکر گوشت کا ٹکڑا میرے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

''اٹھو بالک۔ اب وہ سمے آگیا ہے جب تم شیو چرن کے منڈل کو نشٹ کرسکتے ہو۔ اپنے شریر کے اس ٹکڑے کو لے کر تم سیدھے پرانے مندر جاؤ گے لیکن خبردار! راستے میں پلٹ کر دیکھنے کی کوشش مت کرنا۔ مندر میں تم ٹھیک اس سمے داخل ہو گے جب سورج غروب ہو رہا ہو۔ منڈل کے قریب جا کر تم کالی کا شبھ نام لے کر اس ٹکڑے کو شیو چرن کی طرف اچھال دینا اور اس وقت تک موجود رہنا جب تک تمہیں منڈال میں آگ کے شعلے نظر نہ آئیں۔ اس کے بعد تم الٹے قدموں واپس آجانا۔ اگر تم نے میری باتوں کا دھیان رکھا تو اوش کامیاب ہو گے۔''

میں بڑی توجہ سے بدری نرائن کی ہدایت ذہن نشین کر رہا تھا۔ جب وہ کہہ چکا تو میں نے کہا۔

''مہاراج' جو کچھ تم میرے لیے کر رہے ہو میں اس کے لیے تمہارا شکر گزار ہوں لیکن میرے بدن میں اتنی طاقت نہیں کہ اپنے پیروں پر اٹھ کر کھڑا ہوسکوں۔ اس کے علاوہ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ پرانا مندر یہاں سے کتنی دور ہے۔''

بدری نرائن نے میری ہمت بڑھائی۔ ''جمیل احمد خان' کسی طرح اپنے اندر اتنی ہمت پیدا کرو کہ تم یہ کام کو کرسکو۔ تمہیں اپنی اسی حالت میں یہ کام انجام دینا ہے۔'' یہ کہہ کر اس کے ہونٹوں کو جنبش شروع ہوگئی۔ غالباً وہ پھر کوئی منتر پڑھ رہا تھا۔ میں امید و بیم کی کیفیت سے دوچار اس کا چہرہ تکتا رہا۔ بیس منٹ تک کٹیا میں مکمل سکوت رہا پھر جب بدری نرائن نے اپنا منتر پورا کر کے مجھ پر پھونک ماری تو مجھے ایسا لگا جیسے میری تکلیف میں کمی آگئی ہو۔ مجھے اپنے رگ و پے میں کسی قدر توانائی کا احساس ہو رہا تھا۔ بدری نرائن کے اشارے پر گرتا پڑتا اٹھ گیا اور اپنی تمام طاقت کو مجتمع کر کے خود کو کھڑا ہی رکھا۔

''سنو بالک۔'' بدری نرائن مجھے مخاطب کر کے بولا۔ ''کٹیا سے باہر نکل کر تم پچھم کی اور (سمت) چلتے رہنا۔ پرانا مندر یہاں سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے۔''

میں نے آگے بڑھ کر بدری نرائن کے ہاتھوں سے گوشت کا ٹکڑا لیا پھر کٹیا کے دروازے کے قریب جا کر بولا۔

''مہاراج' مجھے دھیان پڑتا ہے کہ میں پہلے بھی تم سے کہیں مل چکا ہوں۔ کیا تم......''

''ابھی ان باتوں کی چنتا مت کرو جمیل احمد خان۔ ایک سمے ایسا آئے گا جب تم کو سب کچھ یاد آجائے گا۔ جاؤ اب سدھارو۔'' میں نے تشکرانہ نظروں سے بدری نرائن کے چہرے پر ایک آخری نظر ڈالی اور ایک مغرور آدمی کی طرح باہر آگیا۔ باہر نکل کر میں پچھم کی سمت چل پڑا۔ سورج غروب ہونے میں میرے اندازے کے مطابق ڈیڑھ گھنٹا باقی تھا پھر بھی میں الٹے سیدھے قدم مارتا آگے بڑھتا رہا۔ زندگی کا یہ مختصر سفر سب سے زیادہ اذیت ناک اور تکلف دہ تھا۔ میری ران دکھ رہی تھی۔ میں ٹھیک سے چلنے کے قابل نہ تھا۔ صرف ایک عزم تھا۔ ایک جوش تھا' انکا کا بے پناہ جذبہ تھا جو میں

آگے چلتا رہا۔

تقریباً چالیس منٹ بعد میں اپنی منزل مقصود کے سامنے تھا۔ ٹیلے کے اوپر بنا ہوا شکستہ مندر ب
سے بمشکل پچاس گز کے فاصلے پر تھا۔ میں نے سورج پر نظر ڈالی جو پہاڑیوں کے بہت قریب پ
تھا۔ میں کچھ دیر تک نیچے کھڑا سستاتا رہا۔ پھر جب سورج غروب ہونے کا وقت قریب آیا تو میں تی
سے ٹیلے کے اوپر چڑھنے لگا۔ میرے دل کی کیفیت رقم کرنا مشکل ہے۔ اس تمام عرصے میں میں
ایک بار بھی پلٹ کر پیچھے کی سمت نہیں دیکھا تھا۔ مندر کے دروازے پر پہنچ کر میں ایک پل کے لیے رکا
دل کڑا کر کے اندر داخل ہوگیا۔ شیو چرن اس وقت بھی منڈل میں بیٹھا اپنے جاپ میں مگن تھا۔ اس
انگلیاں بڑی تیزی سے صندلی دانوں والی مالا پر چل رہی تھیں۔ میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا منڈل
کنارے تک گیا پھر میں نے دل میں کالی مائی کا نام لیا اور گوشت کے ٹکڑے کو شیو چرن کی طرف اچھ
دیا۔ ٹھیک اسی وقت پورا مندر ایسے خطرناک شور وغل کی آواز سے گونجنے لگا جیسے بے شمار جنگلی درندے
رہے ہوں۔ خوف کے مارے میرے جسم کے تمام رونگٹے کھڑے ہوگئے لیکن میری نظر بدستور
گوشت کے ٹکڑے پر جمی تھی جو شیو چرن کے سر پر پہنچ کر فضا میں معلق ہوگیا تھا۔ میں نے محسوس کیا
جیسے وہ اپنا حجم پھیلا رہا ہو۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے گوشت کے ٹکڑے نے منڈل کے اندر ایک ہیب
ناک انسانی ہیولے کی شکل اختیار کرلی۔ یہ سب آناً فاناً ہوا۔ شیو چرن بدستور اپنے جاپ میں مگن تھا
جب جنگلی درندوں کی نادیدہ آوازیں شدت اختیار کرگئیں تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ایک نظر مجھ
ڈالی پھر چونک کر اوپر کی سمت دیکھا تو بوکھلا گیا اور صندلی دانوں والی مالا کو گھما کر اس دیو قامت عفریت
مارا۔ مالا کا اس عفریت نما شخص سے ٹکرانا تھا کہ فضا میں بڑی بھیانک گڑگڑاہٹ کی آواز ابھری۔ اس
ساتھ ہی میں نے دیکھا کہ اس پُراسرار عفریت کے جسم میں آگ لگ گئی ہے۔ دوسرے ہی لمحے وہ
کے شعلے شیو چرن پر ٹوٹ پڑا۔ شیو چرن کے حلق سے اب کربناک چیخیں نکل رہی تھیں۔ پھر میں
اس کے جسم سے بھی آگ کے شعلے بلند ہوتے دیکھے۔ میں چاہتا تھا کہ شیو چرن کے انجام کو اپنی نظر
سے دیکھوں لیکن مجھے فوراً ہی بدری نرائن کی ہدایت یاد آگئی۔ دوسرے ہی لمحے میں تیزی
پلٹا۔ میرے اندر بھاگنے کی سکت نہ تھی مگر میں بھاگا۔ پتا نہیں کس طرح میں لڑھکتا...... ڈگمگاتا لنگڑ
تیز قدموں سے بھاگتا ہوا مندر سے باہر آگیا۔ زندہ گوشت کے جلنے کی چراند نے خاصی دور تک
تعاقب کیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ شیو چرن آگ کے شعلوں میں جل بھن کر کوئلہ بن چکا ہوگا۔

جب میں پنڈت بدری نرائن کی کٹیا پر پہنچا تو کٹیا خالی تھی۔ وہاں کوئی نہ تھا۔ میں اپنے لرزاں قد
سے اسے آس پاس کے تمام علاقوں میں ڈھونڈتا رہا مگر وہ کہیں نہ ملا۔ نہ جانے اسے زمین کھا گئی
نگل گیا۔ جب میں اس کی حصولیابی میں ناکام ہوگیا تو مجبوراً پونا کی راہ لی۔ تین چار دن میں میری

پہنچ چکی تھی اور میں جلد از جلد تربینی سے ملنا چاہتا تھا۔
شیو چرن کو ٹھکانے لگانے کے بعد جب میں پونا واپس آیا تو تربینی نے میرا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔
گلے لگا کر اور بھینچ کر کہا۔
"جمیل احمد خان، تم نے شیو چرن کے سلسلے میں جس دلیری اور بہادری کا ثبوت دیا ہے وہ کسی اور
بس کا نہیں تھا۔ میں تازندگی تمہارا احسان نہیں بھول سکتا۔ اب تم میرے متر بن چکے ہو۔ میرے دل
کھوٹ نہیں ہے۔ اب تم میرے ساتھ زندگی کے مزے لوٹو۔ مجھے افسوس ہے کہ تم نے برے دن
لیکن جمیل احمد خان، حالات کچھ ایسی صورت اختیار کرگئے تھے کہ تم اپنی جگہ اور میں اپنی جگہ
مجبور تھے۔"
"تربینی داس، کیا انکا نے تمہیں میرے سفر کی تفصیل بتادی ہے؟" میں نے پوچھا تو تربینی نے دبی
سا کہا۔
"ہاں۔ انکا نے مجھے بتایا ہے کہ شیو چرن اب اس دھرتی پر موجود نہیں۔ کالی مائی کے عتاب نے اسے
بھسم کردیا ہے۔ مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ تم نے منڈل میں بیٹھے ہوئے پجاری پر وار کیسے کیا
کالی شکتی بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکی۔"
تربینی کی بات سن کر مجھے تعجب ہوا۔ میرا خیال تھا کہ انکا نے اسے پوری تفصیل بتادی ہوگی لیکن اب
اپنی رائے بدلنی پڑی۔ تربینی کو بدری نرائن کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم ہوسکا تھا۔ میں نے بھی
اس کے تذکرے کو درمیان سے حذف کرتے ہوئے کہا۔
"تربینی جی، انسان اگر حوصلے سے کام لے تو ہر مشکل آسان ہوسکتی ہے۔ میں نے جو کامیابی
ان کے مقابلے میں حاصل کی ہے۔ اس میں میری بلند ہمتی سے زیادہ میرے اعتقاد کو دخل تھا۔"
"جمیل احمد خان، میں تمہیں تمہاری کامیابی پر مبارک باد دیتا ہوں۔ اس کے علاوہ میں انکا سے
کروں گا کہ وہ تمہاری ایک آنکھ کی وہ بینائی بھی واپس کردے جو انکا نے چھین لی تھی۔" تربینی نے
بجل ہو کر کہا۔
"تربینی، کیا تم سچ کہہ رہے ہو۔ کیا واقعی میری آنکھ ٹھیک ہوسکتی ہے۔" میں نے وفورِ جذبات میں اس
ہاتھ پکڑ لیا۔
"کیوں نہیں...... انکا کوئی معمولی شکتی نہیں۔ تمہاری قسمت اب بدلنے والی ہے۔ تمہاری بینائی
واپس ملے گی اور روٹھی ہوئی خوشیاں بھی۔"
"کیا واقعی تربینی داس جی۔ کیا ایسا ممکن ہے؟" میں نے اس سے بے یقینی کے انداز میں پوچھا۔
"جمیل احمد خان۔ تم تربینی کو اب تک نہیں سمجھے۔ تربینی وعدہ خلاف نہیں۔ میں انکا کو حکم دیتا ہوں کہ

وہ تمہاری آنکھ کی روشنی واپس کردے۔تم نے میرے اوپر جو احسان کیا ہے یہ اس کا انعام ہے
نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔
''تو پھر ترنبی داس' انکا سے کہو کہ وہ سب سے پہلے میری بینائی واپس کردے۔اس کے بغیر
بہت بدقسمت سمجھتا ہوں۔''میں نے ترنبی سے بچوں کی طرح ضد کی۔
''بہت جلدی ہے کیا۔''ترنبی کے لبوں پر بڑی بھرپور مسکراہٹ تھی۔وہ اس وقت بے حد
آ رہا تھا۔میں نے اس کی آنکھوں میں اپنے لیے محبت محسوس کی تو اطمینان کا سانس لیا۔
''ہاں ترنبی داس انکا سے کہو کہ وہ مجھ پر مہربانی کرے۔''میں نے تیزی سے کہا۔
''خوب۔ارے انکا! یہ جمیل احمد خان کیا چاہتے ہیں؟''ترنبی نے اپنے سر کی طرف آنکھیں
ہوئے کہا۔انکا کو اس اپنائیت سے مخاطب کرنے پر میرے دل میں اک ہوک سی اٹھی لیکن میں
چہرے پر کوئی تاثر پیدا نہیں ہونے دیا۔
ترنبی کی بات ختم ہی ہوئی تھی کہ مجھے اپنے سر پر انکا کے ننھے منے وجود کی سرسراہٹ محسوس ہو
نے عالم تصور میں انکا کو دیکھا تو وہ بھی ترنبی کی طرح خوش نظر آتی تھی۔اسے اپنے سر پر محسوس کر
اختیار میرے ہاتھ اپنے سر کی طرف اٹھ گئے مگر فوراً مجھے خیال آیا کہ انکا تو ایک غیر مرئی شے ہے
صرف محسوس کیا جا سکتا ہے۔ترنبی چونکہ سامنے موجود تھا اس لیے میں نے انکا سے التفات کا اظہ
کیا حالانکہ میرا دل اس سے بہت سی باتیں کرنے کو چاہتا تھا۔ترنبی کے سر پر جانے کے بعد جب
گاہے گاہے میرے سر پر آئی' میری تشنگی اور بڑھ گئی۔اب وہ اس وقت میرے سر پر بیٹھی اپنی
اور خاص انداز سے مسکرا رہی تھی۔میں نے اسے دیکھا تو اس کے چہرے پر ملکوتی حسن تھا پھر ا
و نازک ہاتھ میری اس آنکھ کی طرف بڑھا جسے اس نے روشنی سے محروم کر دیا تھا۔میری آنکھ پر اس
سا ہاتھ لگنا تھا کہ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میری آنکھ کے سامنے پھیلا ہوا اندھیرا اچھٹ گیا ہو۔لمح
میری بے نور آنکھ کے سامنے روشنیاں کوند پڑیں۔میں نے جلدی جلدی آنکھ پٹ پٹائی اور جب
یقین ہو گیا کہ میری آنکھ ٹھیک ہو گئی ہے تو میں نے وارفتگی سے ترنبی کو گلے لگا لیا۔مجھے نہیں معلوم
کے سارے گناہ کس جذبے کے تحت میں نے اچانک معاف کر دیے۔میں نے خوشی سے بے قا
ہوئے کہا۔
''ترنبی داس جی میں دونوں آنکھوں سے دیکھ سکتا ہوں۔میری بینائی واپس مل گئی ہے۔
بہت شکر گزار ہوں۔تم میرے دوست ہو سچے دوست۔''
''ہاں جمیل احمد خان۔''ترنبی نے مجھے اپنے گلے سے ہٹاتے ہوئے کہا۔''تم اب م
ہو۔اب تمہیں کسی بات کی چنتا نہیں کرنی چاہیے۔میں ہر بات کے لیے موجود ہوں۔'

ترنبی کے اس رویے کو دیکھ کر میں نے اپنی پچھلی زیادتیوں کی معذرت چاہی۔میری باتیں سن کر ترنبی
اس نے مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا۔اسی دن میں علیحدہ کوٹھی میں ملازموں کی ایک فوج ظفر موج
مقیم ہو گیا۔وہاں آرام و آسائش کی ہر چیز مہیا کی گئی تھی۔شام کو غسل کر کے میں نے عمدہ لباس
زیب تن کیا۔مجھے یاد ہے کہ وہ شام میری زندگی کی خوب صورت شاموں میں سے ایک تھی۔اس دن
عجیب شادمانی کا احساس ہوا۔کچھ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں دوبارہ زندہ ہو گیا ہوں' میری روح
میری سانسیں اور میں سربسر آزاد' غموں سے بے نیاز ایک شخص تھا۔شام کو میں ترنبی کے خاص
میں مدعو کیا گیا۔عیاشی اور عیش و عشرت کے لیے عیاش طبع لوگوں کو ہمیشہ مصاحبوں کی ضرورت
ہے۔ترنبی کا کوئی دوست نہیں تھا۔میں نے اپنے دل میں طے کیا کہ میں ترنبی کی رفاقت بہت حسن
سے انجام دے سکوں گا۔اس شام میں اور ترنبی راجا اندر کی طرح پری جمال لڑکیوں میں بیٹھے
تھے۔وہاں میرے ہزار انکا کے باوجود ترنبی نے مجھے آب سرمستگان میں غرق کر دیا۔اس رات ایک
رقص ہوا' چمکتے ہوئے بدنوں کا رقص۔مہ وشوں نے اپنی اداؤں کے کیسے کیسے تیر نہ چلائے۔حسن ترنبی
کے کمرے میں سمٹ آیا تھا۔نغمہ سرائی اور رقص و موسیقی کی یہ محفل رات گئے جمی رہی۔
دنیا کی حسین ترین لڑکیاں ترنبی کی جلوہ گاہ میں عقل و ہوش پر بجلیاں گرا رہی تھیں۔ایسی بزم
آرائیاں میں نے اس وقت کی تھیں جب انکا میرے قبضے میں تھی مگر یہ حقیقت ہے کہ ترنبی کا انتخاب حسن
کے معاملے میں مجھ سے زیادہ ہوش مند تھا۔اس کا انتخاب ہر اعتبار سے لاجواب تھا۔اس نے انکا کو اپنے
قبضے میں کرنے کے بعد اس سے ہر طرح کا فائدہ اٹھایا تھا۔جبکہ انکا اپنی مرضی سے میرے سر پر براجمان
تھی اور مجھ سے محبت کرتی تھی۔بہر حال یہ وقت ماضی کی تلخ یادوں کو سوچنے کا نہ تھا۔جسم و جان کی راحت
کے لیے حسن بے بہا کا اجتماع اور میں ایک عرصے سے تشنہ تھا۔میں نے اس طرب گاہ کے سمندر حسن
میں خود کو غرق کر دیا۔میری اس مدہوشی کو دیکھ کر چند حسین لڑکیاں میرے پاس آئیں۔وہ حسین لڑکیاں
جن کی ایک جنبش ابرو کے لیے جنگیں لڑی جا سکتی ہیں۔انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے اپنی نشست سے
اٹھا دیا۔وہ مجھے کمرے کے وسط میں لے گئیں اور اپنے ساتھ لے کر ناچنے لگیں۔ان میں سے کوئی ایک
تھک جاتی تو دوسری اس کی طرف دوڑتی' بس جسم تھرک رہے تھے' بے ہنگم رقص' ہاؤ ہو اور شور تھا۔ترنبی
کی سنگتوں نے اس محفل میں اور جوش پیدا کر دیا تھا۔شب بھر یہی ہنگامہ ہوا۔وہ ساری رات اس جشن
بدمستی میں گزری۔

☆==========☆==========☆

دن گزرتے رہے۔
میرے اندر انقلاب آ گیا تھا۔ترنبی کی عنایتیں بڑھتی جاری تھیں۔وہ اپنے وعدے پر قائم تھا۔اس

نے میری خزاں زدہ زندگی میں بہار ہی بہار بکھیر دی تھی۔ میرے برے دن رخصت ہو گئے تھے اور میری گرتی ہوئی جسمانی حالت میں غیر معمولی فرق آ رہا تھا۔ اس زمانے میں اپنی سرمستی کا حال لکھنے بیٹھوں تو یہ داستان کبھی ختم نہ ہو۔ بس یوں سمجھیے کہ دن انہی ہنگاموں میں بیت جاتا۔ رات حسن و جمال کی قربتوں میں گزرتی۔ کل کی بات تھی جب میں اس شہر کی سڑکوں پر بھیک مانگنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ اب مسرتوں نے مجھے ایسا گھیرا کہ ہر طرف روشنی ہی روشنی نظر آنے لگی اور میں پھر انہی راہوں پر چل پڑا جن پر انسان کو خود کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ بزرگوں کا یہ قول غلط نہیں کہ دولت کا نشہ سب سے تیز ہوتا ہے۔ میں نے پھر سب کچھ بھلا دیا۔ دولت بھی کیا خوب چیز ہے۔ کل تک جو لڑکیاں مجھے دیکھ کر منہ پھیر لیا کرتی تھیں آج وہ میری رفاقت کو ترسنے لگی تھیں۔ نوکر چاکر، محل نما کوٹھی، خوش رنگ ملبوسات، کار، مجھے سب کچھ میسر تھا۔ میری کیفیت اس فاقہ زدہ انسان کی سی تھی جسے کئی دنوں کے فاقوں کے بعد خوان نعمت مل گیا ہو اور وہ ندیدوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے۔ اب احتیاط کے کیا معنی تھے۔ میں نے سب کچھ لوٹنا چاہا، مجھے اندازہ تھا کہ یہ بہاریں کس قدر انمول ہیں۔ کچھ پتا نہیں کب کیا ہو جائے۔ زندگی بڑی بے اعتبار چیز ہے۔ حالات لمحوں میں بدل جاتے ہیں۔ جو سامنے ہے اسے سمیٹا جائے سو میں نے آپ نشاط میں خود کو غرق کیا۔ آوارگی کو شیوہ بنا لیا۔ صرف لذتیں میرا مقصد ٹھہریں۔ ہر رات میرے جسم کی راحت کے لیے ایک نوخیز و شاداب لڑکی میرے پہلو میں ہوتی۔ میں نے کلیوں کو پھول بنانے کا وتیرہ اختیار کیا اور خوب صورت پھولوں کا رس چرانے کو شعار بنایا۔ میں اپنی موجودہ زندگی سے نہ صرف مطمئن تھا بلکہ اسے برقرار رکھنے پر ہر قسم کی مفاہمت پر آمادہ تھا۔ وہ نام مجھے یاد نہیں۔ وہ چہرے میں بھول گیا جو کبھی راتوں میں چاندنی بن کر چمکا کرتے تھے۔ ترِبینی اور میں لذتوں کے نت نئے تجربے کرتے۔ ہم دونوں ان دوشیزاؤں میں گھرے ہوئے تھے۔ ایک کے بعد ایک لڑکی۔

اور پھر انہی دنوں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے میری سوچوں کے زاویے بدل دیے۔ وہ لڑکی کیا آئی، میری زندگی میں ایک طوفان مچا گئی۔ وہ مجھے میرا حسین ماضی یاد دلا گئی۔ اس نے بھرتے ہوئے زخم پھر تازہ کر دیے۔ اس وقت مجھے احساس ہوا کہ میں نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ سراب ہے، دھوکا ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

اس روز جب میرے ملازمین نے میری شب بسری کے لیے ایک نئی لڑکی فراہم کی تو میں اپنے آپ میں نہیں تھا۔ نہ جانے کب سے میں بدمست تھا۔ میں نے ترِبینی کے ساتھ بوتلوں سے غسل کیا تھا۔ روز مرہ کے معمول کے مطابق جب میں لڑکھڑاتے قدموں سے اپنی خواب گاہ میں داخل ہوا تو اس نوخیز لڑکی کو دیکھ کر میرے ذہن کو شدید جھٹکا لگا۔ مجھے خواب گاہ کے در و دیوار گھومتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے میں جاگتے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ جیسے حالات نے میرا مذاق اڑا

کر نرگس نے ایک لڑکی کی شکل اختیار کر لی ہو۔ اس لڑکی کا رنگ و روپ اور خدوخال نرگس سے حیرت انگیز طور مشابہت رکھتے تھے۔ میں دروازے پر ساکت و جامد اسے دیکھتا رہا۔ کیا واقعی وہ نرگس ہے؟ میری نرگس جو ابھی میری نظروں کے سامنے کھڑی ہے۔ میں لڑکھڑا کر ایک قدم آگے بڑھا تو وہ چیخ اٹھی۔

"بھگوان کے لیے مجھ پر دیا کرو۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑ کر بنتی کرتی ہوں۔ میرا جیون برباد نہ کرو۔ یہ کمینے مجھے اٹھا لائے ہیں، انہوں نے مجھے کہیں کا نہ چھوڑا۔ دو روز بعد میرا بیاہ ہونے والا ہے۔ اگر تم نے مجھے لوٹ لیا تو میں اپنے ہونے والے پتی کو کیا منہ دکھاؤں گی۔ میں تمہیں بھگوان کا واسطہ دیتی ہوں۔ مجھے میرے گھر واپس پہنچا دو۔"

لڑکی کی آہ و زاری نشتر بن کر میرے دل میں چبھ رہی تھی، اس کی آہ و زاری میں بڑا اثر تھا۔ مجھ سے کچھ بولا نہ گیا۔ میں حیرت زدہ اسے کھڑا دیکھتا رہا۔ اسے نہیں بلکہ اس غیر معمولی مشابہت کو، جس نے ایک عرصے بعد پھر میرے دل میں نرگس کی سوئی ہوئی محبت کو گدگدا کر بیدار کر دیا تھا۔ میری نرگس جو میری زندگی تھی جسے دنیا میں مجھ سے زیادہ محبت کسی سے نہ تھی۔ گردش زمانہ کی ستم ظریفیوں نے اسے مجھ سے چھین لیا تھا۔ میرے اور نرگس کے درمیان ایک خلیج پیدا کر دی تھی۔ میں نرگس سے دور ہوتا گیا لیکن آج نرگس کی یادیں میرے دل و دماغ میں ہلچل مچانے لگیں۔ اپنی نرگس کو اس حال میں دیکھ کر میرے سارے خوابیدہ احساسات جاگ اٹھے۔ میں نے اس لڑکی کو پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ اس قدر آہستہ جیسے میں خود سے مخاطب ہوں۔

"نرگس، میری نرگس، میری جان تم کہاں ہو؟"

مگر لڑکی نے میری سرگوشی سن لی۔ وہ لرزتے ہوئے ہذیانی انداز میں چیخی۔ "م...... میں نرگس نہیں ہوں۔ تمہارے آدمیوں کو دھوکا ہوا ہے۔ مجھے جانے دو۔ کیا میں چلی جاؤں، بھگوان کے لیے مجھے جانے دو۔"

"جاؤ۔ دفع ہو جاؤ۔" میں نشے میں بری طرح اس پر گرجا۔ "جاؤ، تم بھی نرگس کی طرح میری زندگی سے دور چلی جاؤ۔ جاؤ، ہمیشہ کے لیے۔"

لڑکی سہمی سہمی نظروں سے مجھے گھورتی رہی۔ میرے قریب آ کر اس نے نمسکار کیا پھر برق رفتاری سے کھلے دروازے سے باہر نکل گئی۔

نرگس کے تصور سے میرے ذہن کو جو جھٹکا پہنچا اس نے مجھے ساری رات کرب میں مبتلا کیے رکھا۔ پوری رات میں نرگس کے بارے میں سوچتا رہا۔ نرگس کے ساتھ گزارے ہوئے خوش گوار لمحے اور حسین یادیں مجھے تڑپاتی رہیں۔ میں نے نرگس کی یاد کو ذہن سے محو کرنے کی بہت کوشش کی۔ میں نے بوتلیں توڑ دیں۔ گراموفون ریکارڈ کی کئی دھنیں بجائیں مگر میری خواب گاہ سے نرگس کی پرچھائیاں نہ گئیں۔

نرگس کتنی بے قصور تھی۔ یہ تو سب انکا کے پُراسرار وجود کا کیا دھرا تھا۔ نرگس بے چاری نے کیا غلطی
تھی۔ اس نے تو صبر آزما لمحات میں میرا جس طرح ساتھ دیا وہ کوئی وفا شعار بیوی بھی نہیں دے سکتی۔ میرا
دل نرگس کو دوبارہ پا لینے کے لیے مچلنے لگا۔ میں ایسا کر سکتا تھا۔ اب ہر چیز میرے پاس تھی صرف نرگس کی
کمی محسوس ہوتی تھی اور انکا کی دسترس سے کوئی بات باہر نہ تھی۔ وہ نرگس کے سر پر جا کر اسے میرے
میں دوبارہ ہموار کر سکتی تھی۔ اس خیال نے مجھے تقویت بخشی تو مجھے قدرے سکون آ گیا۔ میں نے عزم
کرلیا۔ میں نرگس کو ضرور منا لوں گا۔

دوسرے دن میں تربینی داس سے ملا۔ پہلے کچھ ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں پھر میں نے دبی زبان
میں کہا۔

''تربینی داس، تم نے میرے ساتھ بہت ساری مہربانیاں کی ہیں لیکن آج میں تم سے ایک درخواست
کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے توقع ہے کہ تم مجھے مایوس نہیں کرو گے۔''

''کہو جمیل احمد خان، میں تمہیں متر کہہ چکا ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ آخر وہ کون سی چنتا ہے جس نے تمہیں
پریشان کر رکھا ہے۔'' تربینی نے اپنی دوستی کا اظہار کیا تو میں ہمت کر کے بولا۔

''تربینی جی، میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم دوستی کے وعدے پر قائم ہو۔ میں بھی ہمیشہ وعدہ نبھاتا
رہوں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ایک دو روز کے لیے انکا کو میرے حوالے کر دو۔''

تربینی داس جو کچھ دیر تک بڑی بے تکلفی سے بیٹھا مجھ سے گفتگو کر رہا تھا، انکا کے سلسلے میں میری
خواہش جان کر ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔ چند ثانئے تک وہ مجھے خشمگیں نظروں سے گھورتا رہا پھر قدرے
روکھے لہجے میں بولا۔

''جمیل احمد خان۔ میں نے تم کو یہ وچن ضرور دیا تھا کہ شیو چرن کو مارنے کے بعد تم میرے متر بن
جاؤ گے اور میں تمہاری ہر ضرورت کا خیال رکھوں گا پرنتو انکا کے سلسلے میں، میں نے کوئی وچن نہیں دیا
تھا۔''

''خفا مت ہو تربینی داس۔'' میں نے تیزی سے کہا۔ ''انکا کو میں دو دن سے زیادہ اپنے پاس نہیں
رکھوں گا۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس سے ایک ذاتی کام کے سوا اور کوئی کام نہیں لوں گا۔''

''تم وہی کام انکا سے میرے ذریعے بھی لے سکتے ہو۔'' تربینی نے مجھے مشکوک نظروں سے دیکھتے
ہوئے کہا تو میرے دل کو دھچکا لگا۔ مجھے امید نہیں تھی کہ وہ مجھے اتنے اعتماد کے باوجود ٹکا سا جواب دے کر
مایوس کر دے گا۔

مجھے اس وقت اپنی حماقت پر غصہ آ رہا تھا۔ اگر میں نے اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر شیو چرن کو
موت کے گھاٹ نہ اتارا ہوتا تو انکا یقیناً تربینی کے قبضے سے نکل گئی ہوتی اور آج اسے مجھے مایوس کرنے کی

ہمت نہ ہوتی۔ میں اپنی جگہ خاموش بیٹھا دل ہی دل میں کھولتا رہا۔ تربینی داس نے مجھے مسلسل خاموش
پایا تو بولا۔

''کہاں کھو گئے جمیل احمد خان۔ یہ تو بتاؤ کہ ایسی ضرورت کیا آ پڑی جو میرے متر کو پریشان کر رہی
ہے؟''

''کچھ نہیں تربینی جی۔ کچھ نہیں۔'' میں نے مایوسی سے کہا۔ ''میں دو چار روز میں سوچ کر تم سے بات
کروں گا۔''

تربینی میرے جواب سے خاموش ہو گیا اور دو تین روز میری طبیعت پریشان رہی۔ میں نے تربینی
کے ساتھ شام کا وقت بھی یونہی بے دلی سے گزارا۔ رات کو کوئی نئی لڑکی بھی میرے پاس نہیں آئی۔ میں
بستر پر کروٹیں بدلتا رہا۔ نرگس کی یاد میرے ذہن پر چھائی رہی۔ میں نرگس کو ایک نظر دیکھنے کے لیے بہت
بے چین تھا۔ انکا میری اس بے چینی کو دور کر سکتی تھی۔ تربینی نے جس انداز سے مجھے مایوس کر دیا تھا اس
نے میرا دل کھٹا کر دیا۔ میں نے طے کر لیا خواہ کچھ بھی ہو، میں تربینی سے نرگس کے سلسلے میں کوئی مدد نہیں
لوں گا، خود ہی مجھے کوئی راہ نکالنی پڑے گی۔

نرگس کی یاد نے کچھ ایسا پریشان کیا کہ ہر چیز سے میری دلچسپی کم ہوتی گئی۔ میرا دل تمام رنگینیوں
سے اچاٹ ہو گیا۔ میرے ملازمین میری اس حالت پر متحیر تھے۔ وہ آپس میں چہ میگوئیاں کرتے لیکن
میں تمام باتوں سے بے نیاز ہمہ وقت نرگس میں ڈوبا رہتا، کھویا کھویا رہتا، نرگس کے بغیر اب مجھے گھٹن کا
احساس کچھ سوا ہی ہو چلا تھا۔

میری حالت روز بروز بگڑتی گئی۔ یہاں سب کچھ ہے، پر کچھ بھی نہیں۔ میرا کام اب سوچنا رہ گیا تھا۔
یہ دولت، یہ ملازمین، یہ کوٹھی، تربینی کی عنایتیں ہیں مگر انکا نہیں تو کچھ نہیں، میں تربینی کا ایک طرح سے اب
بھی غلام ہوں۔ میرا جی چاہا کہ اس کوٹھی سے کہیں بھاگ جاؤں مگر کہاں۔ میں خود کچھ بھی تو نہیں پھر
ساری چیزیں چھن جائیں گی۔ مجھے بھیک مانگ کر زندگی گزارنا ہو گی، جو ہے اس پر قناعت کی جائے۔
اس طرح زندگی گزر جائے گی۔ یہ بھی بہت ہے کہ تربینی اپنا وعدہ نبھا رہا ہے۔ مجھے نرگس کو بھلا دینا چاہیے
مگر نرگس کو کس طرح بھلا دوں۔ نرگس کا تصور میری زندگی سے گھن کی طرح لگ گیا تھا۔ ایک دن میں
نے سوچا کہ کیوں نہ میں اپنی نرگس کے شہر کا رخ کروں۔ کیا عجب کہ نرگس مجھے دیکھ کر پسیج جائے اور میری
زبوں حالی سے متاثر ہو کر مجھے معاف کر دے...... ہم ایک دوسرے کے ہو جائیں۔ اس خیال کے آتے
ہی میں نے اپنا مختصر سا اسباب باندھا اور نرگس کے پاس جانے کو تیار ہو گیا۔ تربینی کو میری کیفیت کی خبر
برابر ملتی رہتی تھی لیکن جب اسے میرے جانے کی اطلاع ملی تو وہ چپ نہ رہ سکا۔ مجھ سے ملنے کے لیے
آیا اور میرے چہرے پر چھائی اداسی کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد بولا۔

"جمیل احمد خان۔ کیا بات ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم آج کل بہت بیاکل رہتے ہو۔ کس کی نظر لگ گئی؟ کیا ہوگیا میرے متر کو؟ کیا تم مجھے اپنے من کا حال نہیں بتاؤ گے۔"

"تربینی جی۔ میں اس یکسانی سے اکتا گیا ہوں اور کچھ دنوں تفریح کی غرض سے باہر جانا چاہتا ہوں۔" میں نے خوب صورتی سے بات ٹالتے ہوئے کہا۔ "نہ جانے کیوں میرا دل اب گھومنے پھرنے کو چاہتا ہے۔"

"پر کہاں جانے کا ارادہ ہے؟"

"پہلے میں بمبئی جاؤں گا۔ اگر وہاں دل نہیں بہلا تو واپس چلا آؤں گا ورنہ پھر کہیں اور چلا جاؤں گا۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے کہا تو تربینی نے مجھے ٹٹولنے کی خاطر پوچھا۔

"تم مجھ سے ناراض ہو کر تو نہیں جا رہے؟"

"نہیں تربینی داس۔ تمہارے بہت سے احسان مجھ پر ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔ کوئی اپنے متر سے بھی ناراض ہوتا ہے؟ بدگمانی نہ کرو۔"

تربینی دیر تک مجھے سمجھاتا رہا اور ٹٹولتا رہا لیکن میں نے اضطراب کو اس پر عیاں ہونے نہ دیا۔ کچھ دیر بعد وہ جانے کے لیے اٹھا تو میں نے اطمینان کا سانس لیا لیکن تربینی دروازے پر جا کر رکا پھر پلٹ کر مجھے مخاطب کر کے بولا۔

"جمیل احمد خان! ہر معاملے میں تمہارا دوست ثابت ہوں گا۔ میری مانو تو کہیں نہ جاؤ۔ یہاں تمہارے دل بہلانے کے لیے بہت کچھ ہے اور تم جانا ہی چاہتے ہو تو جو چاہو مجھ سے مانگ سکتے ہو۔ میں تمہاری ہر خواہش پوری کر سکتا ہوں۔ پرنتو انکا کے معاملے میں ہمارا تمہارا ساجھا ممکن نہیں۔"

تربینی نے انکا کا ذکر چھیڑ کر ایک بار پھر مجھے غصہ دلا دیا لیکن میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا اور بات ٹال دی۔ تربینی کے جانے کے بعد میں نے ملازم سے سامان گاڑی پر رکھنے کو کہا اور کپڑے تبدیل کر کے آدھ گھنٹے بعد اسٹیشن کے لیے روانہ ہوگیا۔

میں نے ملازم کے ذریعے ریل میں جو سیٹ بک کرائی تھی وہ صرف بمبئی کی تھی لیکن میں نے ارادہ بدل دیا۔ بمبئی رکے بغیر میں نے اپنا سفر جاری رکھا۔ میری منزل قریب آتی جا رہی تھی۔ میرے خون کی گردش تیز ہوتی جا رہی تھی۔ سفر مجھے بہت اچھا لگ رہا تھا۔ عیش و عشرت کے اس ماحول میں مجھے تنہائی محسوس ہونے لگی۔ میں سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اداسی محسوس کر رہا تھا۔ اچھا ہوا جو میں وہاں سے چلا آیا۔ نرگس کے خیال نے بڑی مقصدیت میری زندگی میں پیدا کر دی تھی۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ میں تنہا نہیں ہوں۔

ٹرین چل رہی تھی اور میں سوچ رہا تھا' دیکھیں نرگس کا رویہ میرے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ وہ اپنے جمیل کو

پہچانتی بھی ہے یا نہیں۔ نہ جانے وہ کس حال میں ہو' مجھ سے بات بھی کرنا گوارا کرے یا نہیں؟ کاش میں اسے دوبارہ حاصل کر سکوں۔

نرگس کا شہر قریب آیا تو بہت سی یادیں ابھر آئیں۔ یہیں سے میری عجیب و غریب سرگزشت کا آغاز ہوا تھا۔ یہیں مجھے حیرت انگیز پراسرار واقعات سے واسطہ پڑا تھا۔ بہت سی یادیں اس کوچے سے وابستہ تھیں۔ مجھے اپنا دوست رام دیال یاد آ گیا۔ اس کی ماں جس نے سب سے پہلے ڈھکے چھپے الفاظ میں کہا تھا کہ اگر میں ایک جاپ مکمل کر لوں تو انکا کو اپنے قبضے میں کر سکتا ہوں لیکن اب وہ دیوی اس دنیا میں نہیں تھی۔ اگر وہ ہوتی تو ضرور انکا کو حاصل کرنے کے لیے وہ جاپ دریافت کرتا اور انکا کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنا لیتا۔ کاش وہ زندہ ہو جاتی۔ گاڑی اسٹیشن پر ٹھہر چکی تھی۔ قلی کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ میری منزل آ چکی تھی۔ میں قلی کے ذریعے اپنا اسباب لے کر اسٹیشن سے باہر آیا۔ میرے جانے پہچانے اس شہر کے در و دیوار بہت عجیب لگ رہے تھے۔ میرا دل دھڑک رہا تھا اور قدم بہک رہے تھے۔ نہ جانے کیوں اسٹیشن پر قدم رکھتے ہی میں نے اپنے اندر بے پناہ عزم محسوس کیا۔ ایک نئی توانائی کا احساس میرے جسم میں جاگزیں ہوا۔ اسٹیشن سے باہر آ کر میں نے ایک ٹیکسی پکڑی اور نرگس کے گھر کی سمت روانہ ہوگیا۔ کسی ہوٹل میں قیام کرنے سے پہلے میں اپنی محبوب نرگس کے آشیانے کا طواف کرنا چاہتا تھا۔ شاید اس طرح مجھے اس کی کوئی جھلک نظر آ جاتی۔ جیسے جیسے نرگس کا مکان قریب آتا جا رہا تھا' مجھے اپنے جذبات پر قابو رکھنا مشکل ہو رہا تھا پھر سامنے اس کی کوٹھی نظر آنے لگی۔

سامنے نرگس کی کوٹھی نظر آنے لگی تو مجھے اپنے جذبات پر قابو پانا مشکل ہوگیا۔ میں نے ٹیکسی کو نرگس کی کوٹھی سے تھوڑے فاصلے پر رکوا دیا پھر ڈرائیور کو انتظار کا کہہ کر نرگس کے کوچے کی سمت قدم اٹھانے لگا۔ میرا دل چاہتا تھا کہ اڑ کر نرگس کے پاس پہنچ جاؤں اور اسے اپنے سینے میں سمو کر دنیا کے تمام دکھ بھول جاؤں۔ میں نرگس میں ڈوب جاؤں۔

کوٹھی کے بڑے پھاٹک کے قریب پہنچ کر میں رکا۔ پھر میں نے اندر نگاہ ڈالی تو میرا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ نرگس لان میں میری نظروں کے سامنے ایک آرام کرسی پر بیٹھی چائے پی رہی تھی۔ وہ تنہا تھی۔ میں نے اسے بغور دیکھا تو میرے دل کو دھچکا لگا۔ نرگس کسی خزاں زدہ درخت کی مانند اجڑی اجڑی اور اداس نظر آ رہی تھی۔ میں محوِ حیرت کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ میرا دل چاہا کہ اسے آواز دوں لیکن میری ہمت نہ پڑی۔ ابھی میں اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ معاً اس کی نظریں میری طرف اٹھیں۔ مجھے دیکھ کر وہ چونکی جیسے اسے اپنی نظروں پر یقین نہ آیا ہو۔ دوسرے ہی لمحے وہ پیالی رکھ کر بجلی کی تیزی سے اٹھی اور تیر کی طرح پھاٹک کی سمت آئی۔ میں ڈرا کہ کہیں وہ مجھ پر برہم نہ ہو' اسی خیال سے میں ایک قدم پیچھے ہو گیا لیکن میری نگاہ بدستور اس پر جمی ہوئی تھی۔ پھاٹک کے قریب آ کر نرگس نے بھی

نظروں سے پلٹ کر ادھر ادھر کچھ دیکھا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

''جمیل' آپ ...... یہ آپ ہی ہیں۔اب آپ یہاں کیوں آئے ہیں۔''

''مم ...... میں۔'' میں نے ہکلاتے ہوئے کہا۔''ہاں یہ میں جمیل ہوں تمہارا بدنصیب شوہر۔ تمہیں ایک نظر دیکھنا چاہتا تھا۔کیا تمہیں ناگوار گزر رہا ہے۔مجھ سے تمہاری جدائی برداشت نہیں ہو رہی نرگس۔''

''جمیل۔'' نرگس تڑپ اٹھی۔''مجھے اور آپ کا آنا گوارا گزرے گا۔آپ کی وجہ سے تو میں نے خود کو موت کے حوالے کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔آپ کیا جانیں کہ مجھ پر کیا بیت گئی۔''

''نرگس۔'' میں وفورِ جذبات سے مغلوب ہو کر بولا۔''مجھے معاف کر دو نرگس۔خدا کے لیے میرے گناہوں کو بخش دو۔''

''مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں لیکن......''

نرگس نے اپنا جملہ نامکمل چھوڑ کر نظریں جھکائیں تو میں نے تڑپ کر پوچھا۔

''تم چپ کیوں ہو گئیں؟ تم مجھ سے کچھ کہہ رہی تھیں۔سب کچھ کہہ ڈالو۔میں واقعی بہت کرب میں ہوں۔''

''جمیل۔'' نرگس سسکتے ہوئے بولی۔''آپ مجھے بھول جائیں۔میں اب آپ کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہی۔زمانے نے میرے ساتھ بہت برا سلوک کیا ہے۔'' نرگس کی آواز لرز رہی تھی۔اس کی دراز دراز پلکوں پر شبنمی قطرے جھلملا رہے تھے۔اس کے لہجے میں بے پناہ درد تھا۔وہ مجھے ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھی جن میں بے بسی' دکھ اور مجبوریوں کی ہزار داستانیں پنہاں تھیں۔میں نے بے چینی سے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ تھام لیے۔

''نرگس۔'' تمہارا گناہگار ہوں مجھے معاف کر دو۔میں نے تمہارے سلسلے میں جو فیصلہ کیا تھا وہ بہت جذباتی تھا۔میں اس پر شرمندہ ہوں۔نرگس! مجھے معاف کر دو۔'' میں نے ہچکیوں کے درمیان کہا۔

نرگس نے ایک بار پھر پلٹ کر عمارت کی سمت دیکھا پھر پوچھا۔''جمیل۔آپ یہاں کب آئے کہاں ٹھہرے ہیں ...... یہ آپ نے اپنا کیا حال بنا رکھا ہے؟''

''اسٹیشن سے سیدھا ادھر آ رہا ہوں۔ابھی تک رہائش کا بندوبست نہیں کیا۔میرے اوپر جو گزری ہے اسے تم سنو گی تو برداشت نہیں کر پاؤ گی۔''

''اب کہاں ٹھہرنے کا ارادہ ہے؟'' نرگس نے تیزی سے سوال کیا۔وہ بری طرح مضطرب اور پریشان نظر آ رہی تھی۔بوکھلائی ہوئی اور سراسیمہ تھی۔

''کسی ہوٹل میں قیام کروں گا۔'' میں نے بجھی ہوئی آواز میں جواب دیا تو نرگس پھر جلدی سے

بولی۔''نہیں' مجھے تم سے بہت ضروری باتیں کرنی ہیں لیکن یہ جگہ مناسب نہیں۔تم ہوٹل پہنچ کر مجھے فون کرنا۔''

''نرگس' کیا اب بھی حالات وہی ہیں۔میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم بہت گھبرائی سی ہو' کیا تمہیں میرا یہاں آنا......''

''خدا کے لیے جمیل ایسی باتیں نہ کرو کہ میرا دل پھٹ جائے۔'' نرگس روتے ہوئے بولی پھر وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن دوسرے ہی لمحے وہ خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹی جیسے اس نے جاگنے میں کوئی بھیانک خواب دیکھ لیا ہو۔

میں نرگس کے اس رویے پر حیران تھا لیکن جب ایک جھلملاتی ہوئی کار میرے قریب آ کر رکی اور میں نے پلٹ کر اسے دیکھا تو میرا بھی وہی حال ہوا جو نرگس کا تھا۔آنے والی کار نرگس کے باپ اصفہانی صاحب کی تھی۔میں نے غیر اختیاری طور پر سلام کے لیے ہاتھ اٹھا دیا۔اصفہانی صاحب نے مجھے غور سے دیکھا۔پہلی نظر میں شاید وہ مجھے نہیں پہچان سکے تھے لیکن پھر جب انہوں نے مجھے پہچانا تو ان کی تیوری پر بل آ گئے۔بجلی کی سی تیزی سے چمک کر کار سے نیچے آئے اور بگڑتے ہوئے تیور سے کڑک کر بولے۔

''حرام زادے کمینے۔تجھے پھر یہاں آنے کی جرات کیسے ہوئی! اسی وقت اپنی منحوس صورت لے کر میری نظروں سے دور ہو جا اور اگر پھر کبھی تو نے ادھر کا رخ کیا تو کھال ادھیڑ ڈالوں گا۔''

نرگس کے والد کا لہجہ بے حد تحقیر آمیز تھا لیکن میں نے نرگس کی وجہ سے خاموشی اختیار کی۔کوئی جواب دینے کے بجائے میں اظہارِ افسوس اور شرمندگی کے طور پر ان کے قدم چھونے کے لیے جھکا تو وہ پیچھے ہو گئے۔

''کمینے۔ذلیل' میں کہتا ہوں دفع ہو جا یہاں سے ورنہ زندہ درگور کرا دوں گا۔''

''میں آپ سے معافی......''

''معافی کا بچہ۔'' نرگس کے والد نے اتنا کہہ کر ایک بھرپور طمانچہ میرے گال پر مارا تو میں چکرا کر رہ گیا۔ابھی سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ ڈرائیور نے جو ابھی تک دور کھڑا تھا' لپک کر مجھے گریبان سے پکڑ لیا اور گھونسوں کے اتنے شدید رسید کیے کہ میرے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔میرے ہونٹوں سے خون کی ایک پتلی سی لکیر پھوٹ نکلی۔

''رہنے دو بختاور۔'' اصفہانی صاحب نے ڈرائیور کو روکتے ہوئے حقارت سے کہا پھر دوبارہ مجھ سے مخاطب ہو کر بولے۔''زندگی چاہتا ہے تو فوراً چلا جا یہاں سے ورنہ تیری لاش کا پتا بھی نہ چلے گا۔''

حالات کے پیش نظر میرا وہاں رکنا مناسب نہیں تھا اس لیے میں نے جیب سے رومال نکال
ہونٹوں پر رکھا اور خاموشی سے سر جھکا کر ٹیکسی کی طرف قدم اٹھانے لگا۔ ٹیکسی کے قریب پہنچا تو ڈرائیور
حیرت سے مجھے دیکھا اور کہنے لگا۔

''کیا بات ہے صاحب...... یہ خون کیسا ہے؟''

''کچھ نہیں۔ گر پڑا تھا۔ کوئی خاص بات نہیں ایسے حادثے ہوتے رہتے ہیں۔'' میں نے جلدی
اندر بیٹھتے ہوئے کہا اور اسے کسی مناسب ہوٹل تک چلنے کی ہدایت کر کے سیٹ سے ٹک گیا۔ ٹیکسی میں
چونکہ نرگس کی کوٹھی سے کچھ دور ایک سائڈ لین میں رکوائی تھی اس لیے ٹیکسی ڈرائیور اصل معاملے
ناواقف ہی رہا۔

راستے بھر میرا ذہن نرگس اور اس کے باپ کے متضاد رویے سے الجھتا رہا۔ میری سمجھ میں کچھ نہ
آرہا تھا۔ نرگس کے برتاؤ سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ مجھ سے ناراض نہیں ہے بلکہ وہ میرے لیے بے
مضطرب رہی ہے۔ اس کا انداز والہانہ تھا۔ یقیناً وہ مجھ سے بہت ساری باتیں کرنے کی خواہش مند تھ
نہ جانے وہ باتیں کیا تھیں؟ اس نے مجھ سے شدید محبت کا اظہار بھی کیا اور یہ بھی کہا کہ میں اسے بھ
جاؤں۔ آخر اس کے ساتھ کون سا ایسا حادثہ پیش آیا تھا جو وہ مجھے منہ دکھانے کے قابل نہیں تھی۔ میں
جانے کب تک نرگس کے بارے میں سوچتا رہا اور جب مجھے اس کے باپ کا جارحانہ طرز عمل یاد آیا
میرے جسم میں تناؤ پیدا ہو گیا۔ اگر وہ نرگس کا باپ نہ ہوتا تو میں ایک ہاتھ کے باوجود یقیناً اس سے ا
پڑتا' اس کا خون کر دیتا۔

ہوٹل پہنچ کر میں نے گرم پانی سے غسل کیا۔ کپڑے تبدیل کر کے ہلکا سا ناشتہ کیا پھر دوبارہ نرگس ک
بارے میں سوچنے لگا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ میں ہوٹل پہنچ کر اسے فون کر دوں لیکن...... فی الحال م
یہ اقدام نامناسب تھا۔ رات گئے تک میں نے کئی بار ارادہ کیا کہ نرگس کو فون کروں اور پوچھوں کہ ا
کے باپ نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے لیکن میں اپنے دل پر جبر کرتا رہا۔ جب طبیعت بہ
پریشاں ہوئی تو میں ہوٹل سے باہر نکل آیا لیکن جلد ہی واپس لوٹ آیا۔ رات میں نے کسی نہ کسی طر
کاٹ دی۔ اگر نرگس نے مجھے دیکھ کر نفرت سے منہ پھیر لیا ہوتا یا دھتکار دیا ہوتا تو مجھے صبر آجاتا لیکن نرگ
تو وہی میری پرانی نرگس تھی۔ اس سے مل کر تو میرے اضطراب میں اور اضافہ ہو گیا تھا۔

دوسرے دن میں نے کوئی دس بجے کے قریب نرگس کو فون کیا۔ دوسری سمت سے نرگس کی آواز
سنائی دی۔ میرا دل ہولتا رہا لیکن جب نرگس کی آواز ریسیور پر سنائی دی تو میں نے ٹوٹے پھوٹے لفظو
میں کہا۔

''نرگس۔ میں جمیل بول رہا ہوں۔''

''ڈیڈی دفتر جا چکے ہیں۔'' نرگس نے سپاٹ آواز میں جواب دیا تو میں سمجھ گیا کہ وہ کسی مصلحت کی بنا
پر اس وقت گفتگو سے پرہیز کر رہی ہے۔ چنانچہ میں نے جلدی سے اسے ہوٹل کا نام اور اپنے کمرے کا
نمبر بتایا اور بولا۔

''نرگس۔ میں بڑی شدت سے تمہارا انتظار کروں گا۔ ایک ایک لمحہ عذاب ہو رہا ہے۔''

''بہتر ہے۔ ڈیڈی آئیں گے تو میں آپ کا پیغام پہنچا دوں گی۔'' اس بار بھی نرگس نے رسمی طور پر
جواب دیا۔

میں نے ریسیور بڑی بے دلی سے کریڈل پر رکھا اور کمرے میں ٹہلنے لگا۔ مجھے یقین تھا کہ نرگس یا تو
فون کرے گی یا موقع نکال کر مجھ سے ملنے ضرور آئے گی۔ انتظار کی شدت نے مجھے او
تقریباً دو گھنٹے تک فون کے آس پاس منڈلاتا رہا۔ دروازے کے باہر قدموں کی ایک معمولی سی آہٹ بھی
مجھے چونکا دیتی تھی لیکن دوپہر تک نہ تو نرگس کا فون آیا نہ وہ خود آئی۔

میں نے دوپہر کا کھانا اپنے کمرے میں ہی کھایا پھر بستر پر لیٹ کر فون کو تکتا رہا۔ میرا ذہن معطل ہو
چکا تھا اس لیے کچھ دیر بعد میری آنکھ لگ گئی۔ دوبارہ جاگا تو شام ہو چکی تھی۔ میرے سر میں ہلکا ہلکا درد
شروع ہو گیا تھا۔ میں نے بیرے سے کافی منگوائی تاکہ وقت کاٹنے کا کوئی تو مشغلہ ہو لیکن دوسرے لمحے
دروازے پر دستک کی آواز سن کر میرا دل دھڑک اٹھا۔ میں نے جلدی سے لپک کر دروازہ کھولا۔ میرا
خیال تھا کہ وہ نرگس ہو گی لیکن دروازہ کھولنے پر مجھے مایوسی ہوئی۔ نرگس کی بجائے وہاں ایک دوسری
خوبصورت سی لڑکی کو دیکھ کر میرا ذہن جھنجھلا اٹھا۔ اگر کوئی دوسرا موقع ہوتا تو عین ممکن تھا کہ میں اس حسین
لڑکی کی اچانک آمد پر اسے خوش آمدید کہتا لیکن اس وقت نرگس میرے اعصاب پر سوار تھی۔ میں اسے
دیکھ کر الجھ گیا اور اس خیال سے ممکن ہے وہ لڑکی کسی غلط ارادے سے آئی ہو' میں نے بڑی رکھائی سے کہا۔

''فرمائیے۔''

''مجھے مسٹر جمیل احمد خان سے ملنا ہے۔'' لڑکی نے میرا نام لیا تو مجھے بڑی حیرت ہوئی پھر فوراً ہی میں
نے بڑے مہذب لہجے میں کہا......

''میں ہی جمیل احمد خان ہوں۔ تشریف لائیے۔''

لڑکی ایک لمحے کے لیے جھجکی پھر اندر آ گئی۔

''مجھے نرگس نے آپ کے پاس بھیجا ہے۔'' وہ کمرے میں آ کر بولی۔

''نرگس نے؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔ ''مگر وہ خود کیوں نہیں آئی؟''

جواب میں نرگس کی اس سہیلی نے جس کا نام نشاط تھا' مجھے تفصیلات سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ
میرے جانے کے بعد نرگس کے باپ نے اسے سخت سرزنش کی۔ مجھ سے ملنے پر برا بھلا کہا اور اس پر گھر

سے باہر آنے جانے پر پابندی بھی عائد کردی۔ اس کے علاوہ نشاط نے نرگس سے متعلق مجھے جو باتیں بتائے اسے سن کر میں کچھ اور پریشان ہوگیا۔ نشاط نے بتایا کہ اصفہانی صاحب نے میرا طلاق نامہ ملنے کے تین ماہ بعد نرگس کی گرتی ہوئی صحت کے پیش نظر اس کی شادی ایک اور شخص سے کردی۔ ان کا خیال تھا کہ شادی نرگس کے حق میں پیام صحت ہوگی لیکن نرگس کی صحت شادی کے بعد اور خراب ہوگئی۔ اس کے علاوہ روز اول ہی سے نرگس اور اس کے دوسرے شوہر کے مابین ان بن ہوگئی تھی جو بعد میں اس قدر بڑھی کہ نوبت طلاق تک پہنچ گئی۔ نرگس دوسرے شوہر کے ساتھ ایک دن سکھ کا نہ گزار سکی۔

"آپ کو شاید یقین نہ آئے جمیل صاحب لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ شروع سے اب تک صرف آپ کے نام کی مالا پڑھتی چلی آئی ہے۔ اس نے بہت برے دن گزارے ہیں۔ دوسرے شوہر کے عذاب سے چھٹکارا پانے کے بعد اس نے آپ کو بمبئی کے پتے پر متعدد خطوط لکھے لیکن آپ کا کوئی جواب نہ آیا۔ اس نے میرے ذریعے ایک شخص کو بمبئی بھیجا جس نے واپس آکر بتایا کہ آپ کا کاروبار تباہ ہوچکا ہے اور یہ کہ آپ کا بمبئی میں کہیں پتا نہیں۔ اس اطلاع کے بعد نرگس آپ کی طرف سے بالکل مایوس ہوچکی تھی۔ جب کل اس نے آپ کو دیکھا تو اس کی حالت اور غیر ہوگئی۔" نشاط نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "نرگس میری بڑی عزیز سہیلی ہے جمیل صاحب۔ اس کا کوئی راز مجھ سے پوشیدہ نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر آپ اسے دوبارہ مل جائیں تو اس کی زندگی پھر سے سنور سکتی ہے۔ بصورت دیگر ہوسکتا ہے کوئی مہلک مرض اس کی زندگی سے چمٹ کر اس کا خاتمہ کردے۔"

"نہیں نشاط۔ نہیں۔" میں نے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "خدا کے لیے ایسی بدفال منہ سے نہ نکالیے۔ میں نے نرگس کے ساتھ جو کچھ کیا اور جو کچھ ہوا' میں اس پر شرمندہ ہوں اور ان ہی غلطیوں کا تدارک کرنے کے لیے آیا ہوں۔ نرگس اگر دوبارہ مجھے مل گئی تو یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔ میں اسے ہر قیمت پر اپنانے کو تیار ہوں نشاط۔ کیا آپ اس سلسلے میں میری معاونت کرسکتی ہیں؟"

"نرگس کا خیال تھا کہ آپ اس کی دوسری شادی کی خبر سننے کے بعد اس سے نفرت کرنے لگیں گے۔"

"ان باتوں کی ذمہ داری بھی مجھ بدنصیب پر عائد ہوتی ہے۔" میں بڑی سنجیدگی سے بولا۔ "قدرت کو جو منظور تھا وہ ہوچکا۔ افسوس صرف اس بات کا ہے کہ جو سزا مجھے ملنی چاہیے تھی وہ نرگس بے چاری کو ملی۔ بہرحال اگر نرگس مجھے مل گئی تو اب دنیا کی کوئی طاقت اسے مجھ سے جدا نہیں کرسکے گی۔"

نشاط کچھ دیر بیٹھ کر رخصت ہوگئی۔ جاتے جاتے اس نے مجھے تاکید کی تھی کہ میں از خود نہ تو نرگس کی کوٹھی کی طرف جاؤں اور نہ اسے فون کروں۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ جیسے ہی دو چار روز میں حالات سازگار ہوئے وہ نرگس کو کسی بہانے میرے پاس ضرور لے آئے گی۔ میں نے نشاط کو ہر طرح کا یقین دلایا کہ وہ جس طرح کہے گی میں اسی طرح کروں گا۔

نشاط کے جانے کے بعد اور نرگس کی آمد کے انتظار میں چار روز گزر گئے۔ یہ دن عجب کرب میں گزرے۔ اس عرصے میں، میں ایک لمحے کے لیے بھی ہوٹل سے باہر نہیں گیا کہ شاید نشاط نرگس کو ساتھ لے کر آجائے اور میں اس کی دید سے محروم رہ جاؤں۔ چار روز گزر گئے تو میری تشویش بڑھ گئی۔ اس عرصے میں نہ تو نرگس نے مجھے فون کیا نہ ہی نشاط نے مجھے حالات سے آگاہ کیا۔ میرے صبر اور انتظار کا پیمانہ لبریز ہورہا تھا۔ چنانچہ پانچویں روز میں نے مجبور ہوکر نرگس کے فون نمبر پر ایک بار پھر قسمت آزمائی لیکن فون پر کسی مرد کی آواز سن کر میں نے فوراً ہی ریسیور رکھ دیا۔ مجھے اپنی حماقت پر بھی شدید غصہ آرہا تھا۔ اگر میں نے نشاط کا پتا معلوم کرلیا ہوتا تو اس بے چینی کا شکار کبھی نہ ہوتا۔

چھ روز تک میری کیفیت ماہی بے آب جیسی رہی۔ اس دوران میں نے دو تین بار نرگس کو فون کیا لیکن بدقسمتی کہ ایک بار بھی اس سے رابطہ قائم نہ ہوسکا۔ فون یا کوئی مرد اٹھاتا یا پھر نرگس کی والدہ کی آواز ابھرتی مگر ساتویں روز اچانک مجھے ایک ایسا پیغام ملا کہ پھر میرے مایوس دل میں کامیابی کی لطیف ہوائیں چلنے لگیں۔

اس روز شام کے کوئی پانچ کا عمل رہا ہوگا جب ایک اٹھارہ سالہ لڑکا ہوٹل کے ایک بیرے کے ہمراہ میرے کمرے میں داخل ہوا۔ میں اس لڑکے سے واقف نہ تھا اس لیے پہلے تو مجھے اس کی آمد پر تعجب ہوا لیکن جب اس نے مجھے بتایا کہ وہ نشاط کا کوئی عزیز ہے اور میرے لیے ایک اہم پیغام لے کر آیا ہے تو میرا دل دھڑکنے لگا۔ میں نے وارفتگی شوق سے مغلوب ہوکر اس کے آنے کا سبب پوچھا تو وہ بڑی راز داری سے بولا۔

"آج رات نشاط باجی نے آپ کو بلایا ہے۔"

"کہاں؟" میں نے آہستگی سے پوچھا تو لڑکے نے کہا۔

"آپ ٹھیک دس بجے نشاط باجی کے مکان پر آجائیں۔" لڑکے نے مجھے نشاط کا پتا سمجھاتے ہوئے کہا۔ "پچھلے دروازے پر خود نشاط باجی آپ کا انتظار کریں گی۔ آپ بے دھڑک اندر چلے جائیں۔"

"کیا نرگس بھی وہاں آئے گی؟" میں نے بے صبری سے دریافت کیا تو لڑکا بولا۔

"مجھے اس سلسلے میں کسی بات کا علم نہیں البتہ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ آج صبح نشاط باجی اصفہانی صاحب کے گھر گئی تھیں۔"

میں نے لڑکے کو جو میری بے قراریوں کو کم کرنے کے لیے کسی مسیحا سے کم ثابت نہیں ہوا تھا' روکنا چاہا اور اس کی خاطر مدارت کرنی چاہی لیکن وہ جلدی میں تھا اس لیے مجھے وقت کی پابندی کی تاکید کرکے رخصت ہوگیا۔ اس کے جانے کے بعد میری بے تابی میں ایک بار پھر اضافہ ہوگیا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ وقت کی رفتار تیز ہوجائے اور جلد از جلد رات آجائے تاکہ میں نشاط کے گھر پہنچ کر اپنا گوہر مقصود پالوں

اور اسے اپنے دل کی اتھاہ گہرائیوں میں یوں پوشیدہ کرلوں کہ پھر کوئی اسے مجھ سے جدا نہ کرسکے۔ بلکہ کہیں دور چلے جائیں۔ کہیں دور اور نئے سرے سے زندگی کا آغاز کریں۔

خدا خدا کر کے دس بجے تو میں تیار ہو کر ہوٹل سے باہر نکلا اور اپنی منزل کی سمت چل پڑا۔ میرے سینے میں ایک طوفان اٹھا ہوا تھا۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ آج کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا۔ نرگس کو دوبارہ پالینے کے حسین تصور سے سرشار میں اس مکان تک جا پہنچا جس کا پتا مجھے بتایا گیا تھا۔ یہ ایک دو منزلہ مکان تھا جس کے اطراف میں خاصا لمبا چوڑا لان پھیلا ہوا تھا۔ میں نے ایک لمحے کے لیے قریب رک کر جائزہ لیا پھر مکان کے عقبی حصے کی سمت چلا گیا جہاں ایک چھوٹا سا پھاٹک موجود تھا۔ پھاٹک کھلا ہوا تھا۔ مجھے یہ سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی کہ اسے میری آمد کی وجہ سے ہی کھلا رکھا گیا ہوگا۔ میں کسی جھجک کے بغیر اندر داخل ہوگیا اور لان عبور کر کے اس عقبی دروازے تک جا پہنچا جس کا حوالہ مجھے ہوٹل میں دیا گیا تھا۔ دروازے پر پہنچ کر میں ایک ثانئے کو رکا پھر میں نے لرزتے قدموں اور رعشہ زدہ ہاتھوں سے دروازے پر تین بار ہلکے ہلکے دستک دی۔ مجھے یقین تھا کہ نشاط طے شدہ پروگرام کے تحت قریب ہی کہیں موجود ہوگی اور دستک کی آواز سن کر فوراً مجھے خوش آمدید کہنے آئے گی۔ خدا کرے نرگس بھی میری منتظر ہو۔ نرگس۔ میرا سرمایہ حیات' میری روح۔ میں جس سے بچھڑ گیا تھا اور اب وہ لمحہ ایک مدت کے شدید ترین مصائب کے بعد آنے والا تھا کہ میں دوبارہ اپنی گزشتہ زندگی کے سب سے بڑے رفیق سے ملنے کی سعادت حاصل کرسکوں۔ نرگس کو دیکھنے کے لیے میرا دل باہر آنے کے لیے بے تاب تھا۔ میں اپنی شدت کا احوال کس طرح لکھوں۔ میری نظریں دروازے پر جمی تھیں۔ میرے دستک دینے کے کوئی ایک منٹ بعد دوسری جانب سے کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی پھر دروازہ کھلا لیکن نشاط کے بجائے ایک ملازمہ نما عورت نظر آئی۔ قبل اس کے کہ میں کوئی سوال کرتا' عورت نے از خود پوچھا۔

"کیا آپ جمیل صاحب ہیں؟"

"ہاں......!" میں نے بے اختیار کہا۔

"تشریف لائیے۔"

میں ملازمہ کے ساتھ ایک راہداری میں ہولیا۔ اس وقت ہی میرا جی چاہا تھا کہ اس سے نرگس کے بارے میں دریافت کروں لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ ملازمہ مجھے ساتھ لیے ایک کمرے کے سامنے جا کر رکی پھر بھاری بھرکم آواز میں بولی۔

"آپ اندر چلے جائیں۔"

"کیا نشاط اور نرگس اسی کمرے میں موجود ہیں؟" میں نے بے صبری سے کہا۔

ملازمہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے تاب انتظار نہ تھی اس لیے میں نے اس کے سوال کے جواب

کے بغیر دروازہ کھولا اور تیزی سے اندر داخل ہوگیا مگر پھر دوسرے ہی لمحے میں یوں سہم کر رک گیا جیسے بجلی کے ننگے تاروں سے چھو گیا ہو۔ میری اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی۔ سکتے کی سی کیفیت سے دوچار میں دم بخود کھڑا اصفہانی صاحب کو دیکھ رہا تھا جو سامنے صوفے پر بیٹھے مجھے غضب ناک نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ کمرے میں ان کے علاوہ چار دوسرے ہٹے کٹے افراد بھی تھے جو صورت سے شورہ پشت بدمعاش نظر آتے تھے۔ ابھی میں تصویر حیرت بنا کھڑا تھا کہ اصفہانی صاحب کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ پوری رعونت کے ساتھ ابھری۔

"آئیے جمیل صاحب! تشریف لائیں' کہیے آپ کی کیا خدمت کی جائے۔"

"جی" میں نے بوکھلا کر کہا۔ "آ......آپ......" میں سب کچھ سمجھ گیا تھا۔ میں نے کچھ کہنا چاہا مگر اصفہانی صاحب نے کوئی اور موقع نہیں دیا۔ وہ بری طرح دہاڑے۔

"حرام زادے۔ تو اپنی کمینگی سے باز نہیں آیا۔"

"جج......جی......مم......میں......" میں کچھ بھی نہ کہہ سکا' ہکلا کر رہ گیا۔

"میں نے تجھ سے کہا تھا کہ نرگس کا خیال دل سے نکال دے پھر تو نے میرے گھر فون کیوں کیا؟" اصفہانی صاحب کا لہجہ اس قدر کرخت اور خطرناک تھا کہ میں لرز اٹھا' بمشکل اتنا کہہ پایا۔

"مم......میرا خیال ہے آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"غلط فہمی کے بچے۔ یہاں کیا تو اپنے باپ سے ملنے آیا تھا" اصفہانی صاحب اس بار گرج کر اٹھے اور ایک بھرپور ہاتھ میرے منہ پر مارا کہ میں چکرا گیا' "پہلے میں تجھ سے نمٹ لوں پھر نشاط کا بندوبست بھی کیا جائے گا۔"

"مجھ...... مجھے معاف کر دیجیے۔ میں......"

میں نے ہاتھ جوڑ کر کہا لیکن قبل اس کے کہ میں اپنا جملہ مکمل کر پاتا' اصفہانی صاحب کے جوتے کی ٹھوکر میرے گھٹنے پر اس زور سے پڑی کہ میں بلبلا اٹھا' ٹھیک اسی وقت اصفہانی صاحب نے اپنے آدمیوں کو مخاطب کر کے کہا۔

"اس منحوس صورت حرام کی خبر لو۔ اس قدر کہ سال بھر تک یہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے قابل نہ رہے اور آئندہ شرفا کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کا خیال بھی دل میں نہ لائے۔"

اس حکم کے بعد میرے اوپر جو بیتی وہ کچھ میں ہی جانتا ہوں۔ ان چاروں ہٹے کٹے لفنگوں نے اس کے کہتے ہی مجھے گھیرے میں لے کر مارنا شروع کر دیا اور اس بری طرح مارا کہ آج بھی جب مجھے وہ وقت یاد آتا ہے تو میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ میں اپنے ایک ہاتھ سے خود کو بچانے کی کوشش کرتا رہا لیکن وہ چار تھے اور میں زیادہ دیر تک خود کو ان کے ظلم و ستم سے محفوظ نہ رکھ سکا۔

جب تک قوت گویائی سلامت رہی، چیختا چلاتا رہا۔

مجھے کچھ یاد نہیں، صرف اتنا یاد ہے کہ ہوش میں آنے پر میں نے خود کو کوڑے کرکٹ کے ایک ڈھیر پر پڑا پایا جہاں ہر طرف تعفن پھوٹ رہا تھا۔ یہ ایک میدانی اور غیر آباد علاقہ تھا جہاں دنیا جہاں کی غلاظت پڑی ہوئی تھی۔ غالباً وہ مجھے مردہ سمجھ کر وہاں پھینک گئے تھے۔ کاش میں مر گیا ہوتا لیکن اس پر بھی میری سخت جانی کام آئی اور میں دنیا میں مزید دکھ جھیلنے کے لیے زندہ بچ گیا۔

جس وقت میرے حواس کچھ بجا ہوئے، وہ جھٹپٹے کا وقت تھا۔ میرا جوڑ جوڑ ناسور کی طرح دکھ رہا زخموں میں شدید ٹیسیں محسوس ہو رہی تھیں۔ بدن پر جو کپڑے تھے وہ خون میں لت پت ہو رہے تھے میں اتنی طاقت نہ تھی کہ اپنے پیروں پر اٹھ کھڑا ہو سکتا مگر زندگی بڑی شے ہے۔ زندہ رہنے کے لیے کیا نہیں کرتا۔ میں نے بھی کسی نہ کسی طرح اپنے اوسان بحال رکھے اور کراہتا لڑکھڑاتا اٹھ کھڑا ہو ایک سمت چل پڑا۔ اندھیرے کے سائے اپنا دامن وسیع کرتے جا رہے تھے۔ میں کسی نہ کسی طرح پڑتا آبادی کے قریب پہنچ گیا۔ میرا خیال تھا کہ ہوٹل جاؤں اور حلیہ درست کروں لیکن راستے میں محلہ آیا تو ماضی کی بہت سی یادوں کے ساتھ ساتھ مجھے رام دیال یاد آ گیا۔ وہی رام دیال جو میرا دوست تھا جس کی ماں نے مجھے سب سے پہلے انکا کی پراسرار قوتوں کے بارے میں بتایا تھا اور مشو تھا کہ میں ایک جاپ مکمل کر کے اس طاقت کو اپنے قبضے میں کر لوں لیکن اس وقت میں نے ان با کوئی دھیان نہیں دیا، نہ ہی وہ جاپ معلوم کرنے کی کوشش کی تھی جو انکا کو قبضے میں کرنے میں میرا ثابت ہوتا۔

میرا پورا ماضی میرے سامنے تھا۔ میں نے ہوٹل جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ مجھے خطرہ تھا میں اس حال میں وہاں گیا تو پولیس مجھ سے ضرور باز پرس کرے گی۔ میں اپنی بدنامی کے ساتھ نرگس کی بدنامی کا سبب بھی بن سکتا تھا اور ظاہر ہے یہ بات مجھے قطعاً گوارا نہ ہوتی۔ چنانچہ میں نے کہ پہلے رام دیال سے ملوں اپنی حالت درست کروں اور پھر ہوٹل کا رخ کروں۔ اس خیال کو ذہن میں کرنے کے بعد میں رام دیال کے گھر کی سمت قدم اٹھانے لگا۔ اندھیرے میں لوگوں کی نظروں بچتا میں کسی طرح رام دیال کے گھر پہنچ گیا۔ دروازے پر رک کر پہلے میں نے اپنی اکھڑی سانسوں پر قابو پایا پھر بڑی حیرت اور مایوسی کے ملے جلے جذبے کے ساتھ دروازے پر دستک دی اس بات کا خدشہ بھی تھا کہ رام دیال مجھے اس حال میں دیکھ کر پہچانتا بھی ہے یا نہیں۔

چند لمحوں بعد دروازے کی چٹخنی کھلنے کی آواز سنائی دی۔ دروازہ کھلنے پر میرا دوست رام دیال سامنے آ گیا لیکن اس کی نظروں نے میرے رہے سہے اوسطان بھی خطا کر دیے۔ وہ سرتاپا قہ تھا۔ قبل اس کے کہ میں آگے بڑھ کر اپنے دوست سے بغل گیر ہوتا، اس نے بڑی نفرت سے کہا۔

"کون ہو تم؟"

"میں..... تمہارا....."

"دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" رام دیال نے میرا پورا جملہ سنے بغیر غصیلے لہجے میں کہا۔ "بھیک ئے اب اس طرح دروازوں پر دستک دے کر بھیک مانگنے لگے۔"

رام دیال کے اس رویے پر میرا دل ٹوٹ گیا مگر مجھ پر وقت ہی ایسا پڑا تھا۔ میں اس کے دل آزار ؤں کو نظر انداز کر گیا۔ اس وقت مجھے اس کی مدد کی شدید ضرورت تھی اس لیے میں نے ڈوبی ہوئی از میں اسے مخاطب کر کے کہا۔

"رام دیال۔ میرے دوست اس قدر سخت دل نہ بنو۔ مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ تم مجھے اس حلیے میں دیکھ پہچاننے سے انکار کر دو گے مگر دوست لباس اور میرے حلیے پر کیوں جاتے ہو۔"

"تم مجھے کیسے جانتے ہو؟ کون ہو تم؟" اس بار رام دیال نے قدرے نرمی سے پوچھا۔ اس کے لہجے یرت تھی۔

"میں..... جمیل احمد خان ہوں۔" میں نے رندھی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "تمہارا دوست۔ آہ ید تم بھول گئے۔"

رام دیال میرا نام سن کر چونکا۔ چند ثانئے تک مجھے حیرت زدہ نظروں سے دیکھتا رہا پھر ایک دم آگے کر مجھ سے لپٹ گیا۔ مجھے لپٹاتے ہوئے اندر لے گیا پھر ایک کرسی پر بٹھاتے ہوئے بولا۔

"جمیل میرے متر۔ تم نے یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے۔ بھگوان کی سوگند میں تم کو بالکل نہیں پہچان سکا تھا ھے شما کر دو۔"

میں نے رام دیال کے لہجے کی مٹھاس محسوس کی تو میرا دل بھر آیا۔ میں نے اسے مختصراً اپنے حالات سے آگاہ کیا لیکن انکا کے تذکرے کو دیدہ دانستہ گول کر دیا۔ رام دیال نے تمام تر خلوص سے میرا احوال سنا ڑی اپنائیت سے بولا۔

"میرے ہوتے ہوئے تمہیں کسی بات کی چنتا کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ بھی تمہارا اپنا گھر ہے۔ سے رہو۔ تمہارا سامان ہوٹل سے جا کر اٹھائے لاتا ہوں۔"

میرے پاس رام دیال کے مشورے پر عمل کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔ رام دیال نے اپنی بیوی یاما کو بلا کر اس سے میرا تعارف کرایا پھر میرے کپڑے تبدیل کرائے اور کھانا وغیرہ کھلا کر ہوٹل چلا گیا۔ کی غیر موجودگی میں شیاما میرے پاس رہی اور حتیٰ الامکان میری دل جوئی کرتی رہی۔

ایک گھنٹے بعد رام دیال واپس آیا تو ایک ڈاکٹر اس کے ساتھ تھا جس نے میرے زخم دھوئے اور یں لکھ کر چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد جب میں نے رام دیال سے ہوٹل کے بارے میں

دریافت کیا تو اس نے مجھے بتایا کہ ہوٹل سے میرے کمرے کا تالا توڑ کر میرا سامان بھی چوری کرا لیا
تھا۔ رام دیال کا مشورہ تھا کہ میں اس واقعے کی اطلاع پولیس کو کروں اور اصفہانی صاحب کے خلاف
رپورٹ درج کراؤں لیکن میں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ نرگس کی بدنامی مجھے کسی طور منظور نہیں تھی۔

تقریباً پندرہ روز تک میں بستر سے لگا پڑا رہا۔ اس عرصے میں رام دیال اور شیاما نے میری تیمارداری
میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ جب میری حالت سنبھلی تو ایک روز میں نے رام دیال سے باتوں
باتوں میں انکا کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ رام دیال نے میری باتیں سنیں تو سپاٹ لہجے میں بولا۔

"ماتا جی کو پنڈت پجاریوں سے ملنے جلنے کا شوق دیوانگی کی حد تک تھا لیکن میں نے کبھی
معاملات میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ جب منش خود اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی شکتی رکھتا ہو تو
فضولیات میں نہیں الجھنا چاہیے۔"

"مجھے خود پہلے ان باتوں پر اعتقاد نہیں تھا لیکن اب میں چاہتا ہوں کہ ان پنڈت اور پجاریوں سے
ملوں جو تمہاری سورگ باشی ماتا جی کے پاس آتے جاتے تھے ہو سکتا ہے کہ وہ میری پریشانیوں کا کوئی حل
بتا دیں۔" میں نے اسے ٹٹولنے کے لیے کہا۔ "کیا تم اس سلسلے میں میری کوئی رہنمائی کر سکتے ہو۔ کوئی
گیانی دھیانی پنڈت تمہاری نظر میں ہے جو میری سہائتا کر سکے؟"

"مجھے نہیں معلوم کہ وہ پنڈت اور پجاری ماتا جی کے مرنے کے بعد کہاں گم ہو گئے جو ان کی زندگی
میں دن رات یہاں دھرنا جمائے رہتے تھے البتہ ایک پجاری ایسا ضرور ہے جس کا پتا مجھے معلوم ہے۔
اگر چاہو تو اس سے مل لو، ویسے مجھے ان چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ مجھے اپنے قوت بازو پر بڑا اعتماد
ہے۔"

میں نے رام دیال سے اس پجاری کا پتا معلوم کیا اور اگلے روز اس کے گھر جا پہنچا۔ ملاقات کے
دوران میں نے اس سے اپنے مطلب کی بات معلوم کرنی چاہی لیکن مجھے مایوسی کا شکار ہونا پڑا۔ اگر
ضرور ہوا کہ اس پجاری کے ذریعے مجھے ان دوسرے پنڈتوں پجاریوں کا پتہ مل گیا جو رام دیال کی ماں
سے ملا کرتے تھے۔ میں ان سب سے بھی ملا لیکن انکا کے سلسلے میں انہیں کچھ علم نہ تھا۔ میرے
پجاریوں کے ناموں کی جو فہرست تھی ان میں سے ایک پجاری مجھے نہ مل سکا اس لیے کہ وہ تیرتھ یاترا
لیے گیا ہوا تھا۔ ہر چند کہ میں مایوس ہو چکا تھا اور میرا خیال تھا کہ واپس پونا چلا جاؤں لیکن اس امید پر
شاید وہ پجاری میری کوئی مدد کر سکے، میں رام دیال کے ہاں ٹکا رہا۔ خود رام دیال بھی مجھے جانے کی
اجازت دینے پر کسی طرح تیار نہ تھا۔ شیاما کا اصرار بھی یہی تھا کہ میں کچھ دن اور رکوں، لہٰذا میں نے زیادہ
اصرار نہیں کیا۔

رام دیال کے یہاں رہتے ہوئے مجھے ایک ماہ گزر گیا۔ اس عرصے میں متعدد بار میں اس

کے گھر گیا لیکن ہر بار اس کے پڑوسیوں سے یہی معلوم ہوا کہ ابھی وہ تیرتھ یاترا سے واپس نہیں
آیا۔ حاصل کرنا تو خیر بڑا کام تھا۔ میں اب صرف یہ چاہتا تھا کہ کسی طرح کسی مہان پجاری سے مل
کر نرگس کو پانے اور اپنی بگڑی کو بنانے کی کوئی صورت پیدا کر سکوں۔ میں نے اپنی جیسی ہر کوشش
کی تھی لیکن مجھے ہر مرحلے پر مایوسی ہوئی تھی۔ اب کوئی غیر معمولی طاقت ہی میرے بگڑے کام بنا سکتی
تھی۔ میں چونکہ عرصے سے عجیب و غریب حالات سے دوچار رہا تھا اس لیے بہت زیادہ توہم پرست
ہو گیا تھا۔ میں شدید مایوسی کا شکار تھا۔ اب میرا دل اس شہر میں رہنے سے اچاٹ ہوتا جا رہا
تھا۔ مجھے ہر لمحے یہی خیال ستاتا رہتا کہ نہ جانے نرگس غریب پر کیا گزری ہوگی۔ اصفہانی صاحب نے جو
مجھے مروا ڈالنے کے درپے تھے، یقیناً نرگس پر کون سے ظلم نہ توڑے ہوں گے۔

ایسے مایوس کن حالات کے پیش نظر میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ کسی دن خاموشی سے رام دیال یا شیاما
سے کہے بغیر وہاں سے چلا جاؤں گا۔ اس عرصے میں جب ایک روز میں آخری پجاری سے ملنے اس
کے مکان پر گیا تو وہاں بیرونی دروازے پر تالے کو موجود نہ پا کر مجھے یہی گمان ہوا کہ میرا مطلوبہ پجاری
تیرتھ یاترا سے واپس آ چکا ہے۔ میرا گمان غلط نہیں ثابت ہوا۔ صرف یہی نہیں بلکہ جب میں نے اس
پجاری کی شکل دیکھی تو حیرت سے میرا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ یہ پجاری وہی پنڈت بدری نرائن تھا جس
نے شیو چرن کو مارنے کے سلسلے میں میری مدد کی تھی۔ مجھے اپنے دروازے پر کھڑا دیکھ کر بدری نرائن معنی
خیز انداز میں مسکرایا پھر مجھے ہاتھ تھام کر اندر لے گیا اور ایک تخت پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

"جمیل احمد خان۔ مجھے وشواش تھا کہ تم ضرور مجھ سے ملو گے۔"

"لیکن مہاراج۔" میں نے حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "آپ نے تو مجھے اپنا شبھ نام پنڈت
بدری نرائن بتایا تھا لیکن آپ کے ساتھیوں نے مجھے آپ کا پجاری دیوناتھ بتایا ہے۔"

"ناموں کے الٹ پھیر سے کیا فرق پڑتا ہے۔" پنڈت بدری نرائن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا
پھر بولا۔ "یہ کہو کہ تم میرے پاس کس کارن آئے ہو؟"

"مہاراج، آپ مہان ہیں۔ میں آپ کے پاس ہر طرف سے مایوس ہو کر آیا ہوں۔ اگر آپ نے
بھی میری سہائتا کرنے سے انکار کر دیا تو پھر میرے پاس خودکشی کے سوا کوئی اور علاج نہیں ہوگا۔"

میری بات سن کر بدری نرائن یا دیوناتھ نے مجھے تیز نظروں سے گھورا پھر نا خوشگوار لہجے میں کہا۔

"بالک۔ منش کی شکتی کو جب تک بھگوان کی سہائتا حاصل نہ ہو وہ کسی میدان میں بھی کامیاب نہیں
ہو سکتا۔ آتم ہتیا (خودکشی) کرنا مردوں کا شیوہ نہیں ہے۔ مجھے تمہاری بزدلی سے دکھ ہوا ہے۔"

"پھر آپ ہی بتائیے مہاراج کہ میں کیا کروں؟"

"میں سب جانتا ہوں جمیل احمد خان کہ تم یہاں کس کارن آئے ہو؟" اس بار پنڈت نے کچھ تامل

کے بعد کہا۔ ''تربینی داس نے تمہارے ساتھ جو برتاؤ کیا ہے' میں وہ بھی جانتا ہوں۔ مجھے یہ بھی پتا ہے
تمہارے اوپر یہاں کیا گزری ہے۔ کیوں؟ کیا یہ سب غلط ہے۔''

''آپ جو کہہ رہے ہیں وہ سب ٹھیک ہے مہاراج۔'' میں نے پنڈت کی باتوں سے مرعوب ہوتے ہوئے جواب دیا پھر اس کی منت ساجت کرتے ہوئے کہا۔ ''مہاراج' اب میں نرگس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس بے چاری پر میری وجہ سے نہ جانے کیا ظلم ہو رہے ہوں گے۔ مہاراج' میں اب اپنی موجودہ زندگی سے تنگ آ گیا ہوں۔''

''اوش۔'' پجاری نے تیزی سے کہا۔ ''پرنتو نرگس کو پالینے کے لیے تم کو انکا کی پراسرار شکتی کو قبضے میں کرنا ہوگا۔''

''اگر آپ ایسی کوئی صورت پیدا کر دیں مہاراج تو میں تاعمر آپ کا احسان مند رہوں گا۔'' میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا۔ ''کیا ایسا ممکن ہے؟''

''سب کچھ ممکن ہے۔ منش جو چاہے ممکن ہے۔'' پنڈت نے کہا۔

''تو مہاراج۔ میری سہائتا کیجئے' میں بڑی امیدوں سے آپ کے پاس آیا ہوں۔'' میں نے منت ساجت کرتے ہوئے کہا۔

''مہاراج' مجھے مایوس نہ کیجئے گا۔ نہیں تو میرا دل ٹوٹ جائے گا۔'' میں پنڈت کو ہر قیمت پر راضی کر لینا چاہتا تھا۔ اس کی طاقت کا تماشا میں شیوچرن کے سلسلے میں پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔ مجھے قوی امید تھی کہ اگر پنڈت چاہے تو میری بھرپور مدد کر سکتا ہے۔ وہ میرے لیے امید کی آخری کرن تھا۔

پنڈت نے میری بات کا فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ چند لمحے تک وہ یونہی خاموش کچھ سوچتا رہا پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور گردن جھکا لی۔ میں اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہا تھا اور اس کے مثبت جواب کا منتظر تھا۔ آدھے گھنٹے تک پنڈت اسی حالت سے دوچار رہا پھر اس نے گردن اٹھا کر آنکھیں کھولیں تو مجھے یوں لگا جیسے اس کے چہرے پر آنکھوں کے بجائے دو دہکتے ہوئے سرخ انگارے روشن ہوں۔ اس کا چہرہ ستا ہوا تھا اور کرختگی کے تاثرات لیے ہوئے تھا۔ آنکھیں کھولنے کے بعد بھی چند ثانیے تک مہر بلب رہا پھر مجھے مخاطب کر کے بولا۔

''سنو بالک۔ انکا کے سلسلے میں دیوی کا جواب تمہارے حق میں نہیں آ رہا ہے۔''

پنڈت کا جواب سن کر مجھے یوں لگا جیسے میرے دل کی حرکت اچانک بند ہو جائے گی۔ مایوسی کے تصور ہی نے مجھے نڈھال کر دیا۔ چند ثانیے میں گنگ سا بیٹھا پنڈت کے چہرے کو تکتا رہا پھر بولا۔

''مہاراج۔ کیا آپ مجھے نراش (مایوس) کر دیں گے۔ کیا کوئی اور صورت نہیں ہو سکتی؟''

''دیوی دیوتاؤں کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں جمیل احمد میری شکتی کا جو تماشا تم نے دیکھا تھا اس میں

ان کی مرضی شامل تھی مگر اب مجھے سوچنا پڑے گا...... مجھے سوچنے دو کہ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں۔''

پنڈت نے ایک بار پھر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ میں امید و بیم کی حالت سے دوچار بیٹھا رہا۔ دس منٹ بعد پنڈت نے دوبارہ آنکھیں کھولیں۔ اس بار اس کی آنکھیں روشن تھیں۔

''بالک۔ ایک ایسا راستہ ہے جس پر چل کر شاید تم اپنی منزل تک پہنچ سکو۔''

''مجھے بتائیے مہاراج۔'' میں نے جلدی سے کہا۔ ''میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔''

''دھیرج سے کام لو جمیل احمد خان۔'' پنڈت نے میری بے چینی کو محسوس کر کے جواب دیا۔ ''انکا کے معاملے میں میری شکتی تمہارے کسی کام نہیں آ سکتی۔ پرنتو میں تمہیں ایک ایسے شخص کا پتا بتا سکتا ہوں جسے اگر راضی کر لو تو تمہارا کام بن سکتا ہے۔ کامیابی اور ناکامی تمہارے اپنے ہاتھ میں ہوگی۔ مجھے اتنا معلوم ہے کہ وہ شخص بہت کچھ کر سکتا ہے۔''

میں پنڈت کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھتا رہا۔ اس کی باتوں سے ایک بار پھر مجھے ڈھارس ہو رہی تھی لیکن وہ گفتگو کرتے کرتے اچانک خاموش ہو جاتا تھا اور اس کی خاموشی مجھے بہت گراں گزر رہی تھی۔ میں جلد از جلد اس کا واضح جواب سننا چاہتا تھا۔

''وہ کون ہے مہاراج؟'' میں نے پوچھا۔

''سنو میاں جمیل۔'' آخر پنڈت نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''تمہیں اپنے کام میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے اپنے ایک دھرماتما سے ملنا ہوگا۔ وہ اگر چاہے تو تم اوش سپھل ہو گے۔''

''مہاراج' آپ مجھے صرف ان کا نام اور پتا دیں۔ میں ان بزرگ کی ہر خدمت کرنے کو تیار ہوں۔''

''اس کا نام برکاتی شاہ ہے۔'' پنڈت نے کہا۔ ''تمہیں اس سے ملنے کے لیے رام پور جانا پڑے گا۔ رہا اس کو تلاش کرنا تمہارا کام ہے۔ میں صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ برکاتی شاہ تمہیں سڑکوں اور گلیوں پر کہیں مل جائے گا۔ پرنتو ایک بات دھیان میں رکھنا یوگی لوگ دھرتی کے اصولوں سے آزاد ہوتے ہیں۔ اگر وہ تمہیں برا بھلا کہے تب بھی تم اس کی سیوا کرتے رہنا۔''

''مگر پنڈت جی' تربینی کو یقیناً میری اس کوشش کا پتا چل جائے گا کہ میں نے انکا کو حاصل کرنے کے لیے جدوجہد شروع کر دی ہے اور وہ انکا کے ذریعے میرا کام تمام کر دے گا۔ کیا کوئی ایسا اپائے نہیں کہ تربینی میرے بارے میں قطعاً لاعلم رہے۔'' میں نے پنڈت سے کہا۔

''انکا ایک ایسی شکتی ہے جسے کوئی بھی حاصل کر سکتا ہے جمیل احمد خان مگر یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے کہ اگر اس کو پتا چل جائے تو وہ تمہیں شیوچرن کی طرح مروانے کی کوشش ضرور کرے گا۔''

''تو پھر پنڈت جی' میں تو کہیں کا نہیں رہوں گا۔اس کا تو کوئی آپائے کیجیے۔'' میں نے خوشامد انداز میں کہا۔

''اس کا کیول یہی اپائے ہے کہ تم تربینی کو کسی طرح مطمئن رکھو اور جلد از جلد رام پور پہنچ جاؤ'' پنڈت نے بے نیازی سے جواب دیا۔

''لیکن اگر برکاتی شاہ کو ڈھونڈنے میں دیر لگی اور اس عرصے میں تربینی کو علم ہوگیا تو کیا ہوگا؟'' میں نے بچوں کی طرح ضد کی۔''پنڈت جی! آپ ہی کچھ کیجیے۔''

پنڈت میری ضد پر کچھ دیر کے لیے خاموش ہوگیا اور سوچنے لگا۔اس کا سر جھکا ہوا تھا۔وہ بڑا مضطرب نظر آنے لگا۔''جمیل احمد خان۔'' آخر وہ بولا۔''تم نے مجھے بہت پریشان کیا ہے۔اب مجھے تمہارے لیے ایک جاپ کرنا ہوگا اور اس جاپ تک تم یہیں ٹھہرے رہو گے۔اس کے بعد تم آسانی سے کہیں بھی جاسکو گے۔پرنتو میں یہ سب تمہارے لیے کیوں کروں۔''

''پنڈت جی' یہ میری زندگی اور موت کا سوال ہے۔آپ نے جہاں میری اتنی مدد کی ہے وہاں یہ ایک کام اور کر دیجیے''۔میں نے پنڈت کا موڈ بگڑتے ہوئے دیکھا تو اس کی منتیں کیں۔

''اچھا اچھا جمیل احمد خان' تم دو دن یہیں رہو۔دو دن کے بعد تم یہاں سے جانا اور سنو تمہیں ایک وچن دینا ہوگا۔''

''کیا پنڈت جی' مجھے بتایئے میں ہر قسم کا وچن دینے کو تیار ہوں۔''

''فرض کرو انکا تمہارے سر پر آجائے تو تم میرے لیے کیا کرو گے؟''

''جو آپ فرمائیں۔''

''تم جب میں چاہوں گا' عارضی طور پر انکا کو میرے حوالے کردو گے؟''

میں نے کہا۔''منظور ہے۔''

چنانچہ مزید کچھ سوچے سمجھے بغیر پنڈت سے غیر مشروط وعدہ کرکے اس کا جاپ ختم ہونے کے دو دن بعد میں سیدھا گھر آیا اور رام دیال سے اجازت لے کر رام پور کے لیے روانہ ہوگیا۔رام دیال اور نرگس نے مجھے روکنے کی بہتری کوشش کی لیکن میں نے رام دیال سے ایک اشد ضروری کام کا بہانہ کرکے ان سے اجازت لے لی۔چلتے وقت رام دیال نے زبردستی دو سو روپے میری جیب میں ڈال دیے جو مجھے مجبوراً قبول کرنا پڑا۔

رام پور پہنچ کر میں نے ایک اوسط درجے کے ہوٹل میں قیام کیا اور برکاتی شاہ کی تلاش شد و مد سے شروع کردی۔دو ہفتے تک میں ایک ایک سڑک اور گلیوں کی خاک چھانتا پھرا۔بے شمار آدمیوں سے برکاتی شاہ کے بارے میں دریافت کیا لیکن کوئی بھی مجھے ان کے بارے میں نہ بتا سکا۔متعدد آدمیوں

نے ...کر میرا مذاق اڑایا جسے میں خون کے گھونٹ پی کر برداشت کرگیا۔

دو ہفتے کی تگ و دو کے بعد میں مایوس ہونے لگا۔میرے دل میں ایک خیال یہ بھی ابھرا کہ کہیں پنڈت نے مجھے ٹالنے کے لیے تو غلط راہ پر نہیں ڈال دیا۔میں نے ایک بار یہ بھی سوچا کہ دوبارہ جاکر پنڈت سے ملوں اور اس سے برکاتی شاہ کے بارے میں پھر سے دریافت کروں لیکن اس خیال کو میں نے یہ سوچ کر ترک کردیا کہ اگر پنڈت مجھے ٹالنا ہی چاہتا تھا تو پھر کسی غلط راستے پر ڈال دیتا۔اس کے لیے یہ کچھ دشوار نہ ہوتا۔

پے در پے ناکامیوں نے مجھے شکستہ دل کردیا تھا۔میرے پاس رام دیال کے دیے ہوئے جو پیسے تھے وہ بھی ختم ہو چلے تھے۔میں اگر چاہتا تو تربینی داس کو خط لکھ کر اس سے رقم منگوا سکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ناکامیوں اور مایوسیوں کے سوا اور کچھ نہیں رہا تھا۔میرے اندر اب اتنی طاقت نہیں تھی کہ میں پریشانیوں کا مقابلہ کرسکتا۔چنانچہ ایک روز میں نے اچانک فیصلہ کرلیا کہ ان محرومیوں سے چھٹکارا پانے کے لیے مجھے اپنی زندگی کا چراغ خود اپنے ہی ہاتھو بجھا دینا چاہیے۔نرگس سے جدائی میرے لیے اب بڑی جاں گسل تھی۔

خودکشی کے ارادے کو ذہن میں پختہ کرکے ایک روز میں ہوٹل سے نکلا اور سامنے واقع ریلوے اسٹیشن کی طرف چل دیا۔میں نے طے کیا تھا کہ کسی ریل کے سامنے آکر اپنی زندگی کا خاتمہ کرلوں گا۔ اس کے تصور کو ذہن میں اجاگر کیے اور اپنے خیالات میں محو میں ایک سڑک کے کنارے سے گزر رہا تھا کہ اچانک کسی شے سے ٹھوکر کھا کر گرتے گرتے بچا۔چونک کر دیکھا تو ایک شکستہ حال فقیر کو سڑک کے کنارے پر پڑا پایا جس نے اپنی ایک ٹانگ پھیلا رکھی تھی۔میں نے فقیر کی حالت کا جائزہ لیا تو مجھے جھرجھری سی آگئی۔اس کے جسم پر کوڑھ کے دھبے موجود تھے اور جا بجا زخموں سے پیپ بہہ رہی تھی جس سے شدید بو پھوٹ رہی تھی۔اس کے جسم پر میل اور غلاظت کی تہیں جمی ہوئی تھیں۔کپڑے تار تار ہوکر جھول رہے تھے۔سر اور داڑھی کے الجھے ہوئے بال بری طرح چکٹ رہے تھے۔اپنے جسم پر اس نے ایک پھٹا پرانا کمبل ڈال رکھا تھا جس پر لاکھوں مکھیاں بھنبھنا رہی تھیں۔اس کا چہرہ میل کی وجہ سے سیاہ ہو رہا تھا اور سیاہ چہرے پر اس کی بڑی بڑی سفید آنکھیں بڑی ڈراؤنی لگ رہی تھیں۔وہ انہی خطرناک آنکھوں سے مجھے بڑی حقارت سے گھور رہا تھا۔میں نے اس کے چہرے سے نگاہ ہٹا کر گزر جانا چاہا لیکن اسی لمحے اس نے مجھے سخت لہجے میں مخاطب کرکے کہا۔

''اندھے مردود' کیا دماغ کی طرح تیری آنکھیں بھی چلی گئیں۔''

''معاف کردو بابا۔'' میں نے شرمساری سے کہا پھر پلٹا ہی تھا کہ ایک بار پھر اس کی کڑک دار آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

""حرام زادے لفنگے۔ٹھوکریں کھا کر بھی نہیں سنبھلا۔جا دفع ہو جا۔""

فقیر کے یہ جملے میرے ذہن پر بجلی بن کر گرے۔نہ جانے ان جملوں میں کیا سحر تھا کہ میں یک لخ
رک گیا۔میں نے پلٹ کر دیکھا تو فقیر اپنی بڑی آنکھوں سے آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔ہماری نظریں
چار ہوئیں تو اس نے بڑی نفرت سے بلغم زمین پر تھوک کر کہا۔

""رک کیوں گیا او شریف زادے!تو زندہ کیوں ہے۔جا اور اپنی ذلیل زندگی کو موت کے کوئیں میں
جھونک دے۔""

اس بار میرے ذہن کو ایک اور جھٹکا لگا۔مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ آخر مجذوب میرے بارے میں
کیسی حقیقتیں بیان کر رہا ہے۔

اس وقت میرے دل میں ایک خیال تیزی سے ابھرا۔کہیں یہی تو وہ برکاتی شاہ نہیں جس کی تلاش
میں دو ہفتے تک میں سڑکوں اور گلیوں کی خاک چھانتا پھرا ہوں۔پنڈت نے بھی مجھ سے کہا تھا کہ یوگی
لوگ دنیا کے ضابطوں اور اصولوں سے آزاد ہوتے ہیں۔اس نے مجھے یہ مشورہ بھی دیا تھا' اگر برکاتی شاہ
برا بھلا کہے تب بھی میں اس کی خدمت سے منہ نہ موڑوں۔ان خیالات کے ذہن میں ابھرتے ہی میں
تیزی سے چلتا ہوا فقیر کے پاس گیا اور اس کے برابر زمین پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

""بابا۔اگر آپ کو میری وجہ سے تکلیف پہنچی ہے تو میں اس کی معافی مانگتا ہوں۔""

""معافی مانگ رہا ہے مجھ سے۔سور کے بچے۔""فقیر نے بڑے تعجب سے کہا پھر دیوانوں کی طرح
قہقہے لگانے لگا پھر اچانک بڑی سنجیدگی اختیار کر کے رازداری سے بولا۔""کتنی معافیاں اور مانگے گا
بھاگ جا۔کیا سٹا کھیلتا ہے۔جا بمبئی جا۔تین سے سات پر داؤ لگا دے۔پو بارہ ہے۔""

فقیر بڑی دیر تک واہی تباہی بکتا رہا۔بات بات پر نشتر چلاتا رہا لیکن میں سب کچھ خاموشی سے سنتا
پھر میں نے اس کے پیر تھام لیے اور گڑگڑا کر کہا۔

""بابا' میں بہت دور سے تمہارے پاس آیا ہوں۔""

""میرے پاس۔""فقیر نے مجھے پاگلوں جیسے انداز میں گھورا پھر مدھم آواز میں بولا۔""جتنی
تیرے پاس ہے' سب بازاری عورتوں پر لٹا دے۔زندگی ہنسنے کھیلنے کے لیے بنی ہے' کیا سمجھا؟ نو
پہچان گندے کیڑے۔""

""تم چاہے جو کہو بابا لیکن میں تمہارے قدموں کو اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک تم میری
پوری بات نہ سن لو۔""

""کتا۔بھوں بھوں......بھوں۔""فقیر نے باقاعدہ بھونکنا شروع کر دیا پھر اس نے اپنے بازو
سے بہتی ہوئی پیپ کو انگلیوں سے لیپنا شروع کر دیا۔

زندگی اور موقع ہوتا تو میں اس فقیر کے پاس ایک پل ٹھہرنا بھی گوارا نہ کرتا لیکن اس وقت جبکہ میں
اور زندگی کے دوراہے پر پہنچ چکا تھا' مجھے سب کچھ گوارا تھا۔میں نے فقیر کی بری بھلی اور سخت سست
نظرانداز کر کے اس کی منت سماجت شروع کر دی۔راہ گیر قریب سے گزرتے تو میرے اوپر
کستے۔میرا مذاق اڑاتے اور نازیبا الفاظ کہتے لیکن مجھے یہ سب کچھ بھی گوارا تھا۔

فقیر دیوانوں جیسی حرکتیں کرتے کرتے ایک دم بھلے مانسوں جیسی گفتگو شروع کر دیتا اور کچھ دیر میں
بہکی بہکی باتیں شروع کر دیتا۔کبھی وہ اول جلول حرکتیں کرتا اور کبھی مجھے دھتکارنا شروع کر دیتا لیکن
برابر اس کی خوشامدیں کرتا رہا حتیٰ کہ اندھیرا پھیل گیا۔سڑک کی چہل پہل تاریکی میں سمٹ گئی پھر
آئی تو فقیر نے لمبی تان لی اور لمبے لمبے خراٹے لینے لگا مگر میں نے امید کا دامن نہیں چھوڑا اور برابر
کے پاس بیٹھا اس کے پاؤں دباتا رہا۔نہ جانے کیوں میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ یہی فقیر دراصل
برکاتی شاہ ہے جس سے ملنے کا مشورہ مجھے پنڈت نے دیا تھا۔

نصف رات گزری ہوگی کہ اچانک فقیر جاگ کر اٹھ بیٹھا اور......یوں دونوں ہاتھ تیزی سے چلانے
جیسے وہ کسی چیز کو بھگانے کی کوشش کر رہا ہو۔میں اس کی حرکت کو خاموشی سے دیکھتا رہا۔خاصی دیر تک
دونوں ہاتھوں کو فضا میں لہراتا رہا پھر یوں پرسکون ہو کر دیوار سے ٹک کر ایک لمبی سانس لی جیسے کوئی
بہت بڑا خطرہ ٹل گیا ہو۔اندھیرے کے باوجود اس کی آنکھیں مجھے روشن نظر آ رہی تھیں۔میرا دل چاہا کہ
اس سے باتیں کروں لیکن قبل اس کے کہ میں اپنے ارادے کو تکمیل کا جامہ پہناتا' اس نے اچانک
گھورنا شروع کر دیا۔اس کی آنکھوں میں نہ جانے کیا جادو تھا کہ میں نے جلدی سے نظریں جھکا لیں
پاؤں دبانے کے عمل کو تیز کر دیا۔تھوڑے توقف کے بعد اس نے کہا۔

""کیوں تنگ کرتا ہے کتے۔دفع کیوں نہیں ہو جاتا۔کوئی اور گھر دیکھ۔""

""مجھے مایوس نہ کرو بابا۔""میں نے جواب دیا پھر دبی آواز میں بولا۔""میں جانتا ہوں بابا کہ تم کون
ہو۔""

""تو کیا خاک جانتا ہے۔""فقیر نے چڑچڑے پن سے جواب دیا۔""یہ سب اسی ہندو کافر کی حرام
ہے۔اسی ولدالحرام بندر کی اولاد نے تجھے میرا پتا دیا ہے۔اب اس کی بھی خیر نہیں۔""

فقیر کی زبانی یہ جملے سن کر میرا شبہ یقین میں بدل گیا۔وہ یقیناً برکاتی شاہ تھا۔میرے دل کا عجیب عالم
میری منزل قریب تھی۔میں اس کے کچھ اور قریب ہو کر بڑی عقیدت مندی سے اس کے پاؤں
لگا۔میرے کان اس کی سمت لگے ہوئے تھے۔میں چاہتا تھا کہ وہ مجھ سے کچھ اور کہے' مجھے اور
دے' مجھے مارے پیٹے۔تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد اس نے بڑبڑانا شروع کر دیا۔کچھ دیر تک
منہ میں نہ جانے اپنے آپ سے کیا باتیں کرتا رہا پھر پاؤں سکیڑ کر دوبارہ مجھے مخاطب کر کے

بولا۔

''ہوس کے غلام! تیری خدمت کے پیچھے خودغرضی ہے۔ میں کہتا ہوں چلا جا یہاں سے۔''

''یہ ناممکن ہے بابا۔'' میں نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا۔ ''میں تمہارے قدموں میں جان دوں گا لیکن تمہیں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔''

''تو نہیں جائے گا تو میں خود چلا جاؤں گا۔'' فقیر نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا اور پھٹا ہوا [illegible] جسم سے لپیٹ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

''بابا خدا کے لیے مجھ پر رحم کرو۔'' میں گڑگڑا کر بولا اور خود بھی اٹھ کر اس کے ساتھ ہولیا۔

فقیر نے میری منت سماجت کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کچھ کہے بغیر منہ اٹھائے آگے بڑھتا رہا۔ میں اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ میں نے طے کرلیا تھا کہ اس وقت تک پیچھا نہیں چھوڑوں گا جب تک وہ میری پریشانیوں کا کوئی حل نہیں بتا دیتا۔

میں واقعات کی تفصیل میں نہیں جا رہا۔ نہ یہ تفصیل قارئین کی دلچسپی کا باعث ہوگی۔ میں فقیر بابا برکاتی شاہ اور اپنے درمیان کے معاملات کو طول دینا نہیں چاہتا۔ میں مختصراً اتنا بتا دوں کہ تین ساڑھے تین ماہ تک متواتر برکاتی شاہ کے پیچھے سائے کی طرح لگا رہا۔ اس تمام عرصے میں برکاتی شاہ نے مجھے متعدد بار گالیاں دیں، دھتکارا، صلواتیں سنائیں۔ دو ایک بار انہوں نے مجھے مارا بھی مگر میں اور کہاں جاتا۔ زندگی میں اس قدر نشیب وفراز آئے تھے، ایسے دردناک حالات سے واسطہ پڑا تھا کہ اب کوئی منزل نظر نہیں آتی تھی۔ میں ایک سچے عقیدت مند کی طرح ان کی خدمت میں لگا رہا۔ پنڈت نے یہی مشورہ دیا تھا کہ برکاتی شاہ کو راضی کرنا مشکل کام ہے اور مجھے یہ کارنامہ سرانجام دینا ہے۔ مجھے [illegible] تھا کہ میری خدمت رائیگاں نہیں جائیں گی۔ ایک نہ ایک دن برکاتی شاہ سے میری عقیدت اور خدمت رنگ لاکر رہے گی اور نہیں بھی لائی تو کیا فرق پڑتا ہے۔ برکاتی شاہ کے ساتھ سڑکوں پر رہنا، ساری [illegible] طرز رہائش سے اعلیٰ طرز ہے۔ مجھے اس میں بڑا سکون ملتا تھا۔ یہ بے نیازی، یہ قلندرانہ اوصاف [illegible] سے بیزاری کا یہ انداز دنیا کے ستائے ہوئے لوگوں کے لیے سب سے مجرب نسخہ ہے۔ اس میں پناہ [illegible] میں آپ کو بتاؤں کہ میں کس طرح سڑکوں پر رہا۔ گلی کوچے بدلتا رہا۔ میری داڑھی بڑھ گئی تھی۔ میرا [illegible] شکستہ ہوگیا تھا۔ میں تین چار ماہ تک نہیں نہایا، میرے بال خاک دھول میں اٹے ہوئے رہتے۔ [illegible] پینے کا کوئی ہوش نہیں تھا۔ لوگ ہمارے آگے جو ڈال جاتے اسی پر ہم دونوں قناعت کرتے۔ [illegible] پھرتے۔ یہ زندگی بڑی عجیب تھی میں اس کا عادی ہوتا جا رہا تھا۔ اس تمام عرصے میں برکاتی شاہ [illegible] میرے مطلب کی بات نہ چھیڑی۔ میں نے بھی خود سے کچھ نہیں کہا مگر ایک دن وہ پسیج گئے۔ ایک [illegible] میں حسب معمول برکاتی شاہ کی خدمت کی مصروف تھا کہ انہوں نے میرا ہاتھ تھام لیا اور کہنے لگے۔

''جمیل کے بچے! تو جو سوچ رہا ہے وہ سب ختم ہو جائے گا۔ فانی چیزوں سے دل نہ لگاؤ۔ یہاں [illegible] جا۔ بجز خدا کے ہر شے مٹنے کے لیے ہے۔''

میں نے عجز و نیازمندی سے سر جھکا لیا۔

''کیا سوچ رہا ہے۔'' برکاتی شاہ نے میری خاموشی سے جھنجھلا کر کہا۔ ''جا اب تیرا کام ختم ہوا۔ مجھے اپنی اصلاح کر، ٹھوکریں مت کھا۔''

میں نے سر جھکا دیا۔ ''بابا' میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ اس دنیا میں میرا کوئی نہیں۔ مجھے خود سے [illegible] کیجئے اور کیجئے تو میر [illegible]''

''تو ایسے نہیں مانے گا کم بخت۔'' برکاتی شاہ نے غصے میں لکڑی اٹھالی اور مجھے بے طرح مارنے [illegible] جب مارتے مارتے ہانپ گئے تو کہنے لگے۔ ''جمیل' مجھے مت ستا' یہاں سے چلا جا۔ مجھے تنہا چھوڑ دے۔''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا پھر برکاتی شاہ کو نہ جانے اچانک کیا ہوا' اٹھ کر مجھے گلے لگالیا۔ ان کی [illegible] سے آنسو رواں تھے اور لہجہ بدل گیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ مجھے نصیحتیں کرتے رہے اور زمانے کی اونچ [illegible] سرد گرم سے آگاہ کرتے رہے۔

ان کا یہ برتاؤ آج سے پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ میں بھی بھرا ہوا تھا۔ ان کی گود میں سر رکھ کر [illegible] پھوٹ کر رونے لگا۔ آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ نہ جانے کب تک میں رویا۔ میں نے اتنے آنسو [illegible] زندگی میں کبھی نہیں بہائے تھے۔ بس آنسوؤں کا ایک سیلاب تھا جو امڈا چلا آ رہا تھا۔

''سر اٹھا جمیل احمد۔'' برکاتی شاہ نے شفقت سے کہا۔ ''خدا کو یہی منظور ہے۔ جا میرے پاس سے [illegible] چلا جا۔''

میں نے مایوسی سے کہا۔ ''کہاں جاؤ۔ کدھر جاؤں؟''

برکاتی شاہ کا لہجہ غضب ناک ہوگیا۔ ''قبرستان جا۔''

''قبرستان۔ بابا یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں قبرستان جا۔'' برکاتی شاہ نے اسی لہجے میں کہا۔ ''تیرے نصیب میں اور ٹھوکریں لکھی [illegible] اپنے من کو اجلا کر۔''

میں خاموش رہا تو برکاتی شاہ اچانک بولے۔ ''آنکھیں بند کر۔'' میں نے حکم کی تعمیل کی پھر انہوں [illegible] ایک وظیفہ بتایا اور کہا۔ ''چالیس روز کسی پرانے قبرستان میں جا اور یہ پڑھتا رہ اور سن۔ بہتر ہے [illegible] زندگی بدلنے کی کوشش کر بد اطوار۔''

میں نے خوشی سے بے اختیار ہو کر بابا کے ہاتھ چوم لیے۔ برکاتی شاہ نے سرد آہ بھر کر کہا۔ ''بتا میں

نے کیا بتایا ہے؟'' میں نے وظیفہ دہرا دیا۔

'' آنکھیں بند کر اور اس مرتبہ اسے پھر دہرا...... اور ہاں سن...... مجھے پھر کبھی تلاش نہ کرنا۔ میرا نام بھی کسی سے نہ کرنا'' برکاتی شاہ نے حکمیہ لہجے میں کہا۔

میں نے آنکھیں بند کرتے ہوئے بڑی سعادت مندی سے اثبات میں سر کو جنبش دی پھر ان کے بتائے ہوئے وظیفے کو دہرانے لگا۔ دس بار وظیفے کا ورد کرنے کے بعد جب میں نے آنکھیں کھولیں تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ برکاتی شاہ وہاں موجود نہیں تھے۔ میں نے انہیں قرب و جوار میں دوڑ بھاگ دیکھا لیکن دور دور تک ان کا کوئی نشان نظر نہیں آیا۔ میں تھکا اور خود بھی اٹھ کر اس کی تلاش ختم کر دی اور دریا کوسی کے پانی سے اپنے شکستہ کپڑے دھوئے اور غسل کیا پھر میں نے قریب ہی ایک پرانے قبرستان میں جا کر' جو آبادی سے تین میل دور تھا اور اب وہاں ویرانی ہی ویرانی تھی' ایک پرسکون گوشے کا انتخاب کیا دل کو پوری طرح آلودگیوں سے صاف کر کے برکاتی شاہ کے بتائے ہوئے وظیفے کا ورد کرنے لگا۔

مجھے یقین تھا کہ میری زندگی میں ایک بڑا انقلاب جلد رونما ہو گا۔ اس اعتقاد اور یقین کے ساتھ میں نے پورے انہماک سے اپنا وظیفہ شروع کیا۔ میرا ذہن آنے والے سنہری دنوں کی مسرتوں کے خواب دیکھ رہا تھا۔ میں ایک عجیب نشے کی کیفیت محسوس کر رہا تھا اور آپ کو معلوم ہے پھر کیا ہوا؟

☆==========☆==========☆

میں نے برکاتی شاہ کی ہدایت پر دریا کوسی کے قریب ایک پرانے قبرستان میں جو آبادی سے دور ویران حالت میں تھا' ایک پرسکون گوشہ تلاش کیا اور وظیفے کا ورد شروع کر دیا جو مجھے برکاتی شاہ جیسے صاحب کرامت بزرگ نے بتایا تھا۔ مجھے قوی امید تھی کہ میں اس عمل کو پورا کرنے کے بعد ایک بار اپنی کھوئی ہوئی مسرتوں کو حاصل کر سکوں گا۔ میرا ذہن آنے والے سنہری دنوں کے تصورات سے معمور تھا۔ مجھے اعتماد تھا کہ وظیفہ پورا ہو جانے کے بعد میری زندگی میں ایک بڑا انقلاب رونما ہو گا۔ مجھے انکا مل جائے گی اور پھر میری نرگس میرے قریب آ جائے گی۔ سب کچھ بدل جائے گا' دولت' عزت اور 'انکا۔ میں ایک نئی زندگی کے خیال میں مست شب و روز وظیفے میں منہمک تھا۔

ایک دو روز تک قبرستان کی ویرانی اور پراسرار ماحول نے میری محویت میں خلل ڈالا۔ آپ ذرا تصور کیجئے کہ شکستہ قبروں کے درمیان میں تنہا بیٹھا ہوں۔ دن تو کسی طرح گزر جاتا ہے لیکن رات آتی ہے اندھیری رات...... دور دور تک کسی آدم زاد کا نام و نشان نہیں۔ سردی کا موسم ہے مگر کچھ ایسی زیادہ نہیں۔ نہ میرے پاس کھانے کو کچھ ہے نہ پہننے کو۔ صرف ایک اعتقاد ہے کہ برکاتی شاہ کے ساتھ کتنے دن گزار چکا تھا اور اس کے بعض حیرت انگیز واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ مجھے اس میں اپنی نجات نظر آئی تھی۔ جو شخص میری طرح اتنے برے دن گزار چکا ہو' اتنے نشیب و فراز دیکھ چکا ہو

نے اس کے ساتھ ہولناک مذاق کئے ہوں' اس کے لیے پر ہیبت جگہ کیا حیثیت رکھتی ہے۔ شروع میں تو میرے قدم ڈگمگائے' ایسا محسوس ہوتا جیسے بے شمار بدروحوں نے میرے اوپر یلغار کر دی ہو۔ کبھی یوں لگتا کہ ابھی مردہ ہڈیوں کے پنجر انسانی شکل میں اپنی منہدم قبر سے باہر نکل کر مجھے گھیر لیں گے۔ دن بھر میرا ذہن ان پراگندہ خیالات سے آزاد رہتا لیکن اندھیرا پھیلتے ہی قبرستان کا ماحول خوفناک اور پراسرار ہو جاتا۔ اگر کوئی پتا بھی کھڑکتا تو کسی بدروح کا تصور میرے جسم کے رونگٹے کھڑے کر دیتا اور اس وقت میں آنکھیں بند کر کے اپنے وظیفے میں اور مستغرق ہو جاتا لیکن میری یہ کیفیت محض ایک دو دن ہی رہی اس کے بعد میں جیسے اس ویرانی کا' ہیبت کا جزو بن گیا۔ میری محویت کا یہ عالم ہو گیا کہ مجھے شب و روز کی کوئی فکر نہ رہی۔ میرے اندر غیر معمولی قوت مدافعت پیدا ہو گئی تھی۔ میں دن اور رات میں چند ہی بار اپنی اس محویت کو ختم کرتا۔ دریائے کوسی پر وضو کرتا۔ مجھے نہیں معلوم کس طرح تیسرے دن ایک شخص قبرستان میں آیا۔ اس نے ایک قبر پر فاتحہ پڑھی۔ مجھے دیکھا اور میرے انہماک کو بہت دیر تک دیکھتا رہا۔ میں اس سے کچھ نہیں بولا تو وہ وہاں سے چلا گیا اور شام کو پھر واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک سینی تھی جس میں معمولی کھانا تھا۔ وہ میرے قریب رکھ کر چلا گیا۔ میں نے دو دن بعد بہت معمولی سا کچھ کھایا اور کوسی کا پانی پی کر پھر وظیفے میں غرق ہو گیا پھر اس شخص کا یہ معمول ہو گیا کہ ہر تیسرے روز شام کو اسی طرح کھانا رکھ جاتا اور چلا جاتا۔ میری اس سے کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ شکل و صورت سے وہ دیہات کا کوئی ادھیڑ عمر کا شخص تھا جس نے میرے اوپر ترس کھا کر اپنا یہ معمول بنا لیا تھا۔ مجھے بھوک پیاس کا مجھے خیال ہی نہیں آتا تھا۔ اگر وہ شخص مہربانی نہ کرتا تب بھی میں چالیس دن تک اسی طرح بھوکا رہ لیتا۔ برکاتی شاہ کے وظیفے میں ہی کوئی ایسی صلاحیت تھی کہ مادی دنیا کی ہر ضرورت سے بے نیازی خود بخود پیدا ہو گئی تھی۔

شروع شروع میں تو دن مجھے یاد رہے لیکن بعد میں' میں انہیں نہ گن سکا۔ میں اپنے ورد میں اس قدر محو تھا کہ مجھے دن بھی یاد نہیں رہے۔ مجھے یہ ضرور احساس تھا کہ خاصے دن گزر چکے ہیں لیکن کتنے' اس کا ہوش نہ تھا پھر ایک دن دوپہر کے وقت مجھے اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے میرے سامنے کوئی کھڑا ہے اور برکاتی شاہ ہیں۔ اس پیر مرد کی موجودگی محسوس کر کے میری زبان آپ ہی آپ بند ہو گئی۔ میرے لبوں کی حرکت ساکت ہو گئی۔ میرے کانوں میں عین اس وقت ایک مدھم آواز گونجی۔

''تمہارا کام ختم ہوا۔ اب یہاں سے جاؤ۔''

جواب میں' میں نے ادھر ادھر دیکھا مگر کوئی نہ تھا۔ میں نے کچھ بولنا چاہا مگر میرے ہونٹوں کو جنبش نہ ہوا وہ سب مجھے ایک خواب سا محسوس ہوا۔ میں لمحوں اسی کیفیت سے دوچار رہا پھر اسے وہم سمجھ کر میں نے دوبارہ وظیفہ شروع کر دیا مگر ایک ثانئے بعد وہی آواز مجھے سنائی دی اور پھر مجھے محسوس ہوا جیسے

برکاتی شاہ یہیں کہیں موجود ہیں جیسے کہ کہہ رہے ہوں۔

"اٹھو۔ تمہارا کام ختم ہوا۔ اپنی منزل تلاش کرو۔"

اس آواز کے ساتھ مجھے "حق اللہ' حق اللہ" کی صدائیں گونجتی محسوس ہوئیں۔ مجھے ایسا لگا جیسے شاہ واپس جا رہے ہوں۔ میں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں لیکن وہاں میرے سوا کوئی اور موجود نہیں تھا۔ میں نے نظریں گھما کر چاروں طرف دیکھا مگر دور دور تک قبرستان کی خاموشی اور ٹوٹی پھوٹی قبروں کی ویرانی کے سوا کچھ اور نہ تھا۔

یہ کیسا اسرار تھا' یہ آواز کس کی تھی۔ کیا یہ میرا وہم تو نہیں' کیا میں نے چالیس دن مکمل کر لیے؟ دیر تک میں اپنی جگہ ساکت و جامد بیٹھا غور کرتا رہا پھر میرے جی میں کیا آئی کہ میں ایک عزم کے ساتھ اٹھا۔ مجھے یقین ہو چلا تھا کہ وہ برکاتی شاہ تھے جو میرے وظیفے کی مدت ختم ہونے کا اشارہ کر کے چلے گئے۔ گویا میرا وظیفہ ختم ہو گیا۔ گویا میں کامیاب ہو گیا۔ میں ایک عجیب لذت محسوس کر رہا تھا۔ چالیس روز تک ایک جگہ بیٹھے بیٹھے میری حالت بہت مضحکہ خیز ہو چکی تھی۔ جلد سردی کے سبب کچھ کھردری ہو گئی تھی۔ داڑھی اور سر کے بال بہت بڑھ گئے تھے' میری جلد کی رنگت بھی تبدیل ہو چکی تھی لیکن مجھے ان تبدیلیوں کی کوئی پروا نہ تھی۔ میں اپنی دھن میں مست آبادی کی طرف قدم اٹھا رہا تھا۔ یقین تھا کہ میرا ابھرتا ہوا قدم مجھے کامیابی کی طرف لے جائے گا۔ وہ نرگس کے قریب لے جائے گا۔ نرگس اف۔ میری نرگس' اس کا خیال آیا تو نہ جانے کہاں سے بے تحاشا پیار امڈ آیا۔ میں جس کیفیت سے دو چار تھا اس کا اظہار الفاظ کی زبانی کرنا ممکن نہیں۔ ایسی باتیں' ایسی کیفیتیں تو صرف محسوس کی جاتی ہیں۔ انہیں لکھا نہیں جا سکتا لیکن پھر اچانک میں ٹھٹک کر یوں رک گیا جیسے کوئی بھولی ہوئی چیز یاد آ گئی ہو۔ میں نے عالم تصور میں ڈرتے ڈرتے اپنے سر پر نظر ڈالی لیکن وہاں بڑھے ہوئے الجھے ہوئے بالوں کے سوا مجھے کچھ اور نظر نہ آیا۔

"انکا"

میری روح سے ایک کرب ناک چیخ بلند ہو کر میرے وجود پر چھا گئی۔ انکا نہیں آئی۔ میں نے آوازیں دیں "انکا۔ انکا' انکا۔ اب تم آ جاؤ۔ دیکھو میں نے وظیفہ مکمل کر لیا ہے" "انکا۔" مگر میرا ... ہی رہا۔ میں نے جھنجلا کر اپنے سر کو جھٹکا۔ وحشت میں اپنے سر کو پیٹا۔ میں نے اپنے منہ پر ... مارے "انکا' انکا تم آئی کیوں نہیں؟" کیا میرے برے دن ختم نہیں ہوئے۔ پھر انکا کس طرح ... گی۔ میں نے تو وظیفہ بھی ختم کر لیا۔ میں نے تو برکاتی شاہ کے کہنے پر چالیس دن بھی گزار دیے پھر ... ہوا؟ کیا میرے ساتھ قسمت پھر کوئی مذاق کر رہی ہے؟ اتنی سرعت کے ساتھ متضاد خیالات میرے ... میں گردش کر رہے تھے کہ میں پاگل ہونے کے قریب تھا۔ اب کیا ہو' میں کیا کروں۔ کدھر جاؤں۔

بک سراب کے پیچھے بھاگتا رہا ہوں۔ مجھے ایسا لگا جیسے دن دہاڑے کسی نے میری جیب کاٹ کر جمع پونجی سے محروم کر دیا ہو۔ اس شخص کی حالت پر غور کیجئے جسے زندگی نے اس طرح تماشا بنا دیا ہو۔ بہت سے مرحلے آئے۔ بہت خطرناک' بڑے جان لیوا مگر پہلی بار مجھے محسوس ہوا جیسے میں بوڑھا ہو گیا ہوں۔ پہلی بار شدت سے مجھے تھکن کا احساس ہوا۔ میں تھک ہار کر سڑک کے ایک کنارے پر بیٹھ گیا اور گھٹنوں میں منہ دے کر زار و قطار رونے لگا۔ کوئی شخص بھی میرے اس گریے اور آہ و بکا کا سبب پوچھنے نہ آیا۔ جب میں بہت رو چکا تو نیم دلی کے ساتھ اٹھا۔ برکاتی شاہ وہ بوڑھا شخص' اسے شاید میرے حال پر رحم نہیں آیا۔ میں نے یہ وظیفہ خلوص دل اور تمام تر توجہ اور استغراق سے مکمل کیا تھا۔ وظیفے کے دوران میری نیت میں کوئی بھی کھوٹ نہیں تھی پھر مجھے خیال آیا۔ ممکن ہے میں مدت سے پہلے اٹھ گیا ہوں۔ شاید وہ آواز جو میں نے قبرستان میں سنی تھی کہ میں وظیفہ ختم کر دوں' فریب تھی۔ مجھے دوبارہ وظیفہ کرنا چاہیے۔ اچانک میرے قدم قبرستان کی سمت اٹھ گئے مگر میں دو چار قدم ہی چلا ہوں گا کہ رک گیا۔ ... یہ چالیس دن گزارے۔ جو ہو گیا وہ ہو گیا۔ اس کی کیا ضمانت ہے کہ دوبارہ وظیفے کے بعد قسمت بدل جائے۔ بربادی مقدر میں لکھی ہے تو یہی سہی۔ پر اب میں جاؤں کہاں۔ وظیفے کی کامیابی کی ... کے بعد اس مایوسی نے میرے ذہن کو جو دھچکا پہنچایا اس نے میرے ہوش و حواس معطل کر دیے اور پھر کئی بار کی طرح مجھے خودکشی کے سوا کوئی اور راستہ کہیں نظر آیا۔ یہ زندگی کس کام کی۔ اب اسے ختم ہو جانا چاہیے نہ جانے کب تک میں بے یار و مددگار کھڑا سڑک پر آنسو بہاتا رہا۔ سسکتا رہا' بسورتا رہا۔ وہ ... جیسے اس دنیا میں میرا کوئی نہیں۔ وہ ہولناک تنہائی مجھے پہلی بار شدت سے محسوس ہوئی۔ میں چاہتا تھا برکاتی شاہ کو خوب برا بھلا کہوں۔ وہ کہیں مل جائے تو اس کا گریبان پکڑ لوں لیکن پھر میں خود کو سمجھاتا۔ اس میں برکاتی شاہ کا کیا قصور ہے۔ انہوں نے مجھے ٹالنے کی بڑی کوشش کی تھی۔ میں خود نہیں مانا ان سے اصرار کیے گیا۔ ٹالنے کے لیے انہوں نے مجھے یہ طریقہ بتلا دیا تھا اور جب میں واقعی وظیفے ... ہو گیا تو انہوں نے آ کر مجھے اٹھا دیا۔

خودکشی۔ بس یہی آخری طریقہ نجات کا ہے۔ پھر معاً میرے ذہن میں دیوناتھ پجاری کا نام ابھرا۔ ... کہا تھا کہ وہ میری مدد کر سکتا ہے لیکن کسی دیوی نے میرے خلاف فیصلہ دے کر اسے میری مدد سے روک دیا تھا۔ اس اندھیرے میں پنڈت بدری نرائن کا نام کسی ٹمٹماتے دیے کی طرح میرے ذہن میں ... میں نے سوچا کیوں نہ میں ایک بار پھر پنڈت سے ملوں اور اس کے سامنے جھولی پھیلا کر مدد ... مانگوں۔ اس نے ہی تو برکاتی شاہ کے بارے میں بتایا تھا۔ میں اس سے جا کر پوچھوں گا کہ میں نے ... مکمل کر لیا پھر میرے دل کی مراد کیوں بر نہیں آئی۔

... یہ خیال کچھ زیادہ دل خوش کن نہ تھا تاہم مجھے یہ خودکشی سے بہتر لگا۔ میں نے پنڈت بدری

نرائن سے ملنے کا فیصلہ کرلیا اور گرتے پڑتے قدموں سے شہر کی طرف بڑھنے لگا۔ میرے پاس ایک پھوٹی
کوڑی بھی نہ تھی اس لیے آبادی پہنچ کر مجھے بھیک مانگنی پڑی۔ لوگ میری حالت پر ترس کھا کر مجھے کچھ
کچھ دے دیا کرتے۔ میں نے ان کی نگاہوں میں ہمیشہ اپنے لیے نفرت اور حقارت کا جذبہ ہی محسوس کیا
تھا لیکن میں اب ستم سہنے اور ہر چیز برداشت کرنے کا عادی ہو چکا تھا۔ رام پوری کی سڑکوں، بازاروں
محلوں میں ڈیڑھ دو ماہ تک میں اپنا ہاتھ دراز کیے رہا اور کوڑی کوڑی جمع کرتا رہا۔ جب میرے
پنڈت بدری نرائن کے پاس پہنچنے کا کرایہ اکٹھا ہوگیا تو ایک روز میں اسٹیشن جا کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔
کے دوران میرے دل و دماغ پر میرا ماضی چھایا رہا۔ مجھے پنڈت سے کوئی بڑی امید نہیں تھی بس یونہی
اس کی طرف جا رہا تھا۔ میں نے ڈیڑھ ماہ رام پور شہر میں جس بے بسی سے گزارا اس کی تفصیل سے
نے گریز کیا ہے۔

نرگس کے شہر پہنچ کر میرے قدم خود بخود داس کے گھر کی طرف اٹھے اور میں نے بڑی مشکل سے
رام دیال کے مکان کی طرف ڈالا۔ رام دیال نے حسب معمول میری خاطر مدارت کی۔ مجھے کپڑے
دیے۔ اس نے میری شکستہ حالت دیکھ کر مجھ سے پوچھا۔

"جمیل احمد، تمہیں کیا روگ لگ گیا ہے؟"

"میں مرنا چاہتا ہوں۔ پر مر نہیں سکتا۔ یہی میری زندگی کا غم ہے۔" میں نے سسکتے ہوئے جواب
دیا۔

رام دیال نے مجھے بڑے دلاسے دیے۔ میری ہمت بندھائی۔ میں اس کی بات خاموشی سے سنتا رہا
اور پہلی فرصت میں پنڈت بدری نرائن کے مکان پر پہنچ گیا۔ اس وقت میری کیفیت اس مجرم کی سی تھی
جس پر قتل کا مقدمہ چل رہا ہو اور وہ اپنا آخری فیصلہ سننے کے لیے مضطرب ہو۔ میں نے دھڑکتے دل
لرزتے ہاتھوں سے اس کے دروازے پر دستک دی۔ اتفاق سے پنڈت گھر پر موجود تھا۔ ایک عرصے
مجھے اپنے دروازے پر اس طرح کھڑا دیکھ کر وہ کچھ حیرت زدہ سا ہوا پھر خاموشی سے میرا ہاتھ تھام کر
لے گیا اور ایک تخت پر بٹھا دیا۔ میں امید و بیم کی کیفیت سے دوچار پنڈت کے بولنے کا منتظر تھا۔ پنڈت
نے جب مجھے سکون سے بٹھا دیا تو بڑے اطمینان سے بولا۔

"کیا بات ہے میاں جمیل احمد۔ تم بہت پریشان نظر آ رہے ہو۔"

"پنڈت جی۔" میں رندھی ہوئی آواز میں بولا۔ "آپ کے پاس کوئی زہر ہے؟"

"کیا مطلب مجھے بتاؤ کہ آخر تمہارے اوپر کیا بیتی؟" پنڈت نے حیرت سے پوچھا۔

"جو بیتنا تھی بیت گئی اب اور کیا بیتے گی۔ اب صرف ایک اذیت اور سہنی ہے پنڈت جی۔ موت کی
اذیت اور میں اس کے لیے تیار ہوں۔" میں نے اداسی سے کہا۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو۔ موت تو ایک دن آنی ہی ہے۔ مجھے بتاؤ میرے بچے، تمہیں کیا ہوا ہے۔"

پنڈت کے مشفقانہ رویے سے میرے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے میں رونے لگا۔

"پنڈت جی۔ اپنی جیسی ہر کوشش کر لی لیکن قسمت خراب لے کر آیا ہوں۔"

"ایسی کیا بات ہو گئی ہے اتنے نراش کیوں ہوتے ہو؟"

"پنڈت جی۔ اب بہت ہو گیا۔"

"کیا بہت ہو گیا۔ کچھ کہو تو سہی۔ منہ سے تو کچھ بولو۔" پنڈت بدری نرائن نے جھنجھلا کر کہا۔ "اچھا یہ
بتاؤ تم کہاں سے آ رہے ہو۔ کیا تمہیں برکاتی شاہ نہیں ملے؟"

"ملے تھے۔" میں نے مختصراً جواب دیا۔

"پھر کیا ہوا؟"

"اس دیوانے نے پہلے تو میری کوئی بات نہیں سنی۔ مجھے پاس تک پھٹکنے نہیں دیا۔ میں اس کے پیچھے
مارا مارا پھرا، سڑکوں پر غلاظت کے ڈھیر میں پڑا رہا۔"

"پھر کیا ہوا؟" پنڈت نے اشتیاق سے پوچھا۔

"اس کی گالیاں سہتا اور اس کی خدمت کرتا رہا مگر اس نے بھی دھوکا دیا۔"

"کیا بکتے ہو میاں جمیل احمد۔" پنڈت نے ناراضگی سے کہا۔ "برکاتی شاہ ایک مہاپرش ہے۔ میں
تمہیں اس بات کی آگیا نہیں دے سکتا کہ تم اس کے متعلق ایسی باتیں کرو۔"

میں نے طنز بھرے لہجے میں کہا۔ "مہاپرش۔ اس مہاپرش نے کئی مہینے کی خدمت کے بعد مجھے ایک
وظیفہ بتایا جو میں نے ایک ویران قبرستان میں چالیس روز بیٹھ کر کیا۔ اس کے بعد کیا ہوا؟ جانتے ہو
پنڈت جی۔"

"کیا ہوا؟" پنڈت نے تیزی سے پوچھا۔

"کچھ نہیں ہوا۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

"کیا مطلب؟"

"یہی کہ کچھ نہیں ہوا۔"

"تم نے کوئی بھول تو نہیں کی؟"

"اپنی دانست میں تو نہیں کی۔"

"تم نے دن پورے کر لیے تھے؟"

"میں یہی سمجھتا ہوں۔"

"پھر تم نے کیا کیا؟"

''پھر میں نے بڑی آرزوں' امیدوں اور تمناؤں کے ساتھ انکا کو آواز دی۔''

''اور انکا نہیں آئی۔ بس بس جمیل احمد خان' میں سب کچھ سمجھ گیا۔'' پنڈت نے اتنا کہہ کر کوئی سوال نہیں کیا اور وہ کسی گہری سوچ میں غرق ہوگیا۔ اسے بہت دیر سوچتے سوچتے ہوگئی تو میں نے روتے انداز میں کہا۔

''کچھ بولو۔ مہاراج۔ خاموش کیوں ہوگئے' کس سوچ میں پڑ گئے۔''

پنڈت ایک دم چونکا اور کہنے لگا۔ ''مورکھ' دھرماتما کبھی کسی منش کو دھوکا نہیں دیتے۔ برکاتی شاہ کو میں جانتا ہوں۔''

''ممکن ہے جو کچھ آپ کہہ رہے ہوں ٹھیک ہو لیکن میرے ساتھ تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ اب بتائیے میں کیا کروں؟'' میں نے گڑگڑا کر کہا۔ ''اب تو دنیا سے جی اکتا گیا ہے۔''

''آتم ہتیا پاپ ہے بالک۔'' پنڈت نے میری آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں سے متاثر ہو کر کہا۔ ''اتنی جلد تمہیں نراش نہیں ہونا چاہئے۔ لگن سچی ہو تو بھگوان منش کو سب کچھ دے دیتا ہے۔''

''میری لگن سچی تھی۔''

''مجھے معلوم ہے۔ مجھے معلوم ہے' مجھ سے کچھ مت کہو۔ اب مجھے کچھ دیر سوچ لینے دو۔''

بدری نرائن خاموش کھڑا مجھے دیکھتا رہا۔ وہ میری آنکھوں میں نہ جانے کیا پڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کچھ دیر اس نے کوئی جواب نہیں دیا پھر اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ اس کے اس عجیب وغریب رویے سے مجھے الجھن ہونے لگی۔ میرا دل ڈوبنے لگا۔ وہ میرے چہرے کو اور میں اس کے چہرے کو تکے جا رہا تھا۔

''سنو میاں جمیل۔'' اچانک پنڈت آنکھیں گھماتے ہوئے بولا۔ ''تم کامیاب ہوسکتے ہو۔''

''وہ کیسے؟ کیا اب بھی کوئی صورت ہے؟'' میں نے خود پر قابو نہ پاتے ہوئے پوچھا۔

''تم سے کوئی بھول ہوگئی ہے۔ تم نے برکاتی شاہ سے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ اس وظیفے کے بعد تمہیں کیا کرنا چاہیے؟''

''اس کا موقع ہی کہاں ملا۔ برکاتی شاہ وظیفہ بتلا کر اچانک میری نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ اس کے بعد میں نے انہیں تلاش کیا مگر وہ نظر نہیں آئے۔''

''ہونہہ۔'' پنڈت نے گردن ہلائی۔ ''ٹھیک ہے۔ اب سنو میاں جی۔ تمہیں واپس تربینی کے پاس جانا ہوگا۔ وہیں کوئی صورت نکل پائے گی۔ اتنی بات یاد رکھو کہ وظیفے اور جاپ میں بہت فرق ہوتا ہے۔ کے لیے جاپ کیا جاسکتا ہے اس کے لیے وظیفہ نہیں پڑھا جاسکتا۔''

''پھر برکاتی شاہ نے مجھے یہ کیوں بتایا تھا؟''

''تم نے صحیح بتایا تھا۔ وہ غلط نہیں کہتا۔ زیادہ مت سوچو۔ تم ان باتوں کو نہیں جانتے۔ تم واپس پونا جاؤ۔'' پنڈت بدری نرائن نے تنکمیہ لہجے میں کہا۔

''کیا وہاں مجھے انکا مل جائے گی؟'' میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

''سمے کا انتظار کرو اور مہاپرشوں پر شبہ کرنا چھوڑ دو۔'' پنڈت نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''اگر آپ کا یہی حکم ہے تو میں تربینی کے پاس جانے کو تیار ہوں لیکن مجھے وہاں کیا کرنا ہے' مجھے کچھ بتائیے تو۔''

''تمہارا وہاں جانا ضروری ہے اور میں کچھ نہیں بتا سکتا۔ وہیں میرا خیال ہے ایسے حالات پیدا ہوجائیں گے کہ تم کامیاب ہوجاؤ۔ میں برکاتی شاہ کو اچھی طرح جانتا ہوں بالک' اچھی طرح۔'' پنڈت نے زور دے کر کہا۔ ''سمے کا انتظار کرو۔''

''مہاراج' مجھے ذرا سا دلاسا دے دو کہ میں کامیاب ہوجاؤں۔ مجھے میری نرگس مل جائے اور اب یہ غم مجھے نہیں سہنے پڑیں۔''

''میرا آشیرباد تمہارے ساتھ ہے۔ تم وہاں جاؤ اور ہاں وہ بات یاد ہے؟''

''کون سی بات؟'' مجھے کوئی بات یاد نہ تھی اس لیے میں نے حیرت سے پوچھا۔

''تمہیں کاہے کو یاد رہے گی میاں جی۔ یاد ہے تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم انکا کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے تو جب میں چاہوں گا' عارضی طور پر تم انکا کو میرے حوالے کردو گے۔''

''مجھے یاد ہے مہاراج۔ مجھے یاد ہے۔'' میں نے کھلے دل سے کہا۔

''تو جاؤ۔ ترنت یہاں سے روانہ ہوجاؤ۔''

پنڈت سے رخصت ہو کر اور ایک بار پھر پرامید ہو کر میں بھاگا بھاگا رام دیال کے پاس آیا۔ میں نے اس سے دو سو روپے مانگے جو اس نے مجھے فوراً دے دیے۔ بازار میں جا کر میں نے اپنے کچھ ریڈی میڈ کپڑے خریدے۔ ایک اٹیچی اور ایک بستر بند تیار کر کے میں رام دیال اور اس کی بیوی سے اسی دن اجازت لے کر پونا کے لیے روانہ ہوگیا۔ اسٹیشن کے راستے میں غیر اختیاری طور پر میں نے ٹیکسی کا رخ نرگس کے مکان کی طرف کردیا۔ میری کوشش ناکام ہوئی۔ نرگس مجھے نظر نہیں آئی اور چارو ناچار میں اسٹیشن پہنچ کر پونا کے لیے روانہ ہوگیا۔ یہ سفر بہت اضطراری حالت میں گزرا۔ میں جلد سے جلد پونا پہنچنا چاہتا تھا۔ بدقسمتی سے راستے میں گاڑی چار گھنٹے لیٹ ہوگئی۔ میری کیفیت عجیب تھی۔ گو پنڈت نے انکا کے حصول کے لیے مجھے کوئی فارمولا یا طریقہ کار نہیں بتایا تاہم اس کے انداز سے یہ انداز ہ ضرور ہوتا تھا کہ وہ اس سلسلے میں خاصا پرامید ہے۔ غیر یقینی حالات اب بھی تھے' بہرحال میں یہ ارادہ کر کے کہ ایک کوشش اور کرلی جائے تو کیا حرج ہے' پہلے کی طرح مایوس اور اداس نہیں تھا۔ پونا اسٹیشن سے تربینی کا بنگلہ

کچھ زیادہ دور نہ تھا۔ ٹرین کو پونا سات بجے پہنچنا تھا۔ چار گھنٹے لیٹ ہو جانے کی وجہ سے رات کو گیارہ
گاڑی وہاں پہنچی۔ میں اسی وقت تربینی سے ملنا چاہتا تھا۔ تربینی کے بنگلے پر پہنچا تو ایک نئے ملازم نے
مجھے اندر جانے سے منع کر دیا۔ وہ مجھے نہیں جانتا تھا اس نے کہا کہ وہ اس وقت سو رہا ہے۔ میں نے اسے
تربینی سے اپنے تعلقات خاص کے کوئی حوالے دیے مگر وہ نہیں مانا۔ آخر میں وہاں سے چلا آیا۔ مجھے علم تھا
کہ یہ وقت تربینی کے سونے کا نہیں' وہ یقیناً اپنی خواب گاہ میں کسی لڑکی کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہا ہوگا۔
اس کے معمولات سے میں واقف نہ ہوتا تو اور کون ہوتا میں خاموشی سے اس وقت واپس آ گیا۔ وہ رات
میں نے بڑی بے چینی سے گزاری۔ پونا سے روانگی کے وقت مجھے تربینی نے ہدایت کی تھی کہ میں اسے
اپنی خیر خبر سے مطلع کرتا رہوں۔ مجھے اس کی مہلت ہی نہ ملی اور سچ تو یہ ہے کہ مجھے اس کی ضرورت بھی
محسوس نہ ہوئی ہو۔ تمام رات میں خیالات میں الجھا رہا۔ وہی انکا' نرگس' بدری نرائن' برکاتی شاہ' تربینی
کے خیالات' میں ان کا ذکر بار بار نہیں کروں گا۔ میں رات بھر نہیں سو سکا۔ ایسے عالم میں کون سو سکتا
تھا۔ مجھ پر تو ایک ایک لمحہ گراں گزر رہا تھا۔ میں کوئی فیصلہ کرنا چاہتا تھا اور عجیب بات یہ تھی کہ کسی فیصلے پر
پہنچنے کے لیے کوئی طریقہ یا ذریعہ میرے ذہن میں واضح نہیں تھا۔ جب میری آنکھ کھلی تو دن خاصا نکل آیا
تھا۔ میں جلدی سے اٹھ کر ضروریات سے فارغ ہوا پھر تربینی کے بنگلے کی طرف چل دیا۔ اس بار مجھے اس
کے پاس پہنچنے میں کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ تربینی نے اطلاع ملتے ہی مجھے فوراً اندر بلا لیا۔ میں
دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ تربینی کے سامنے گیا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی طاری تھی' اس نے میرا
استقبال اس انداز سے نہیں کیا جس کی توقع میں کر سکتا تھا۔ جن نظروں سے اس نے مجھے دیکھا ان میں
دوستی کا کوئی جذبہ موجود نہ تھا۔ اس کے تیور دیکھ کر مجھے اندازہ لگانے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ وہ مجھ
سے شدید طور پر ناراض ہے۔ میں خاموشی سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا تو تربینی نے پہل کرتے ہوئے خشک
لہجے میں پوچھا۔

''کب آئے؟''

میں نے مفاہمت کے انداز میں جواب دیا۔ ''کل رات..... مگر تمہارے ملازم نے کل رات مجھے
اندر داخل نہیں ہونے دیا۔''

''اتنے دن کہاں رہے؟'' اس نے میرے مفاہمت کے رویے کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے کہا۔

''یونہی ذرا گھومنے میں لگا ہوا تھا۔'' میں نے سرسری طور پر کہا۔

کہاں کہاں گھومے۔ کس کس جگہ ٹھہرے؟'' اس کے لہجے میں طنز تھا۔

''بس ایسے ہی ادھر ادھر آوارہ گردی کرتا رہا۔''

''تم نے اپنے متر کو خیر خبر سے بھی مطلع نہیں کیا۔ حالانکہ میں نے تاکید کی تھی۔'' تربینی نے خشک

''مصروفیات نے مہلت ہی نہ دی ورنہ.....!''

''جمیل احمد خان۔ اچانک تربینی میرا جملہ کاٹ کر بولا۔ ''میں نے تمہیں اپنا متر کہا تھا' پرنتو ہو سکتا ہے
یہ فیصلہ بدلنا پڑے۔''

''تربینی۔ میں جانتا ہوں' تم مجھ سے ناراض ہو لیکن اگر میں تم سے ناراض ہوتا تو دوبارہ تمہارے
پاس نہ آتا۔'' میں نے نرمی اور یقین دلانے والے انداز میں کہا۔ ''لیکن یہ اتنی بڑی بات نہیں ہے کہ
میں نے تمہیں اپنی خیریت سے مطلع کیوں نہیں کیا۔ ویسے مجھے تسلیم ہے یہ میری غلطی تھی۔''

تربینی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ مجھے کچھ ٹٹولنے والی نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ اس وقت وہ
کسی شدید الجھن کا شکار معلوم ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں تجسس تھا اور ماتھے پر شکنیں۔ میں نے اس کی
توجہ ہٹانے کے لیے ادھر ادھر کی باتیں کیں لیکن وہ بدستور میرا اسی تجسس آمیز انداز سے جائزہ لیتا رہا۔
میری نرم گفتگو نے اس پر کوئی اثر نہیں کیا تھا۔ کچھ دیر اس کیفیت میں مبتلا رہنے کے بعد وہ میرے قریب
آیا اور ٹھوس آواز میں بولا۔ ''جمیل احد خان' میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم اتنے عرصے کہاں رہے اور کیا
کرتے رہے۔ تمہیں معلوم ہے میرے سامنے جھوٹ نہیں بولا جا سکتا۔ انکا مجھے سب کچھ صحیح صحیح بتا دے
گی۔ وہ تمہارے بارے میں مجھے ایک ایک پل کی خبر دے سکتی ہے۔''

انکا کا نام سن کر میں سنبھلا۔ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ انکا کی موجودگی میں دروغ گوئی سے کوئی
فائدہ نہیں ہوگا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں تربینی کو کیا جواب دوں۔ کیا اسے صاف صاف سب
بتا دوں۔ پھر اسے کیسے مطمئن کروں۔ اسی لمحے مجھے پنڈت بدری نرائن کا خیال آیا جس نے مجھے
یقین دلایا تھا کہ وہ اپنی شکتی کے زور سے انکا کے حصول کے سلسلے میں میرے اور انکا کے درمیان پردہ
ہٹائے گا۔ اس کام کے عوض اس نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ اگر میں انکا کو دوبارہ حاصل کرنے میں
کامیاب ہو جاؤں تو میں بخوشی عارضی طور پر انکا کو اس کے پاس بھیج دیا کروں گا۔ میں کوئی مناسب
جواب دینے والا تھا کہ تربینی کی خشک آواز نے مجھے گڑبڑا دیا۔ ''جمیل احمد خان' تم نے ابھی تک میری
بات کا جواب نہیں دیا؟''

میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ ''تربینی جی تم انکا کی لامحدود قوت کے ذریعے میرے بارے میں سب
کچھ معلوم کر سکتے ہو تو اس سے کیوں نہیں پوچھ لیتے۔ مجھے کیوں پریشان کر رہے ہو۔ طویل سفر نے ویسے ہی
مجھے بہت تھکا دیا ہے۔''

''کیا میں یہ سمجھوں کہ تم مجھے کچھ بتانا نہیں چاہتے۔'' تربینی نے کھری آواز میں کہا۔ اس کے تیور
خراب ہوتے جا رہے تھے۔

میں عجیب الجھن میں گرفتار تھا۔ اگر حالات نے مجھے مجبور نہ کیا ہوتا اور پنڈت بدری نرائن تربینی کے پاس واپس پہنچنے کو نہ کہا ہوتا تو میں اس کی صورت دیکھنے کا بھی روادار نہیں تھا۔ مجھے شدید نفرت تھی۔ میں سوچ رہا تھا کہ اسے کس طرح ٹالوں۔ تربینی نے مجھے خاموش دیکھا تو ایک دم بول پڑا۔

"جمیل احمد خان، تم بھول رہے ہو کہ اس سمے تم کس شکتی کے سامنے موجود ہو۔ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ میں کون ہوں؟"

"تربینی، تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟" میں نے ایک اور کوشش کی۔ "اگر تمہیں میرا یہاں آنا گوارا گزر رہا ہے تو میں آج ہی چلا جاتا ہوں۔"

اس جملے کو ادا کرنے کے بعد میں جانے کے بہانے کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ مجھے اس شکتی کی دھمکی دے رہا تھا جسے میں نے جان پر کھیل کر اس کے لیے فراہم کیا تھا۔ اگر میں نے شیو چرن کو نہ مارا ہوتا تو تربینی دربدر کی ٹھوکریں کھا رہا ہوتا۔ میں نے اپنی ناگواری کا اظہار کرنے کے لیے باہر جانا چاہا۔ میں کر چند قدم آگے ہی بڑھا تھا کہ تربینی کسی زخمی شیر کی طرح میرے سامنے آ گیا اور اپنی انگارا آنکھوں سے مجھے گھور کر کرخت لہجے میں بولا۔

"تم اپنی اوقات بھول رہے ہو جمیل احمد خان۔ میں تمہیں دوبارہ پونا کی سڑکوں پر لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے پر مجبور کر سکتا ہوں۔ تمہاری آنکھوں کی روشنی بھی ختم ہو سکتی ہے۔"

"تربینی تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ تمہارے مجھ پر بڑے احسانات ہیں۔ تم میرے دوست ہو۔ بتاؤ کہ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے کہ تم اس قدر بگڑ رہے ہو۔ مجھے میری خطا تو بتاؤ۔" میں نے بڑی نرمی سے کہا۔ "کیا دوست کہنے کے بعد تم مجھے بربادی اور رسوائی کے راستے پر ڈال دو گے۔"

"کون کس کا دوست ہے یہ بھی معلوم ہو جائے گا مورکھ۔ میرا سمے مت برباد کر۔ مجھے بتا کہ ان دنوں تم کیا کرتے رہے؟" اس کی آواز لحظہ بہ لحظہ مشتعل ہوتی جا رہی تھی۔ "اگر تم نے کچھ غلط کہا تو مجھے تمہیں راہ راست پر لانا پڑے گا۔"

"حیرت ہے بھئی۔" میں نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔ "تم عجیب آدمی ہو۔ اپنے دوست پر شک کر رہے ہو۔ میں بدنصیب کیا کر سکتا ہوں۔ کہا نا کہ گھوم پھر کر واپس آیا ہوں۔ تم مانتے نہیں مجھے معلوم تھا کہ تم اتنی جلدی آنکھیں بدل لو گے۔ حیرت ہے، افسوس ہے تربینی۔" میں نے اصل موضوع سے ہٹنے کی کوشش کی۔ "اگر میں شیو چرن کو مارنے میں اپنی جان کی بازی نہ لگاتا تو تم آج مجھے انکا کی دھونس نہیں دے سکتے تھے۔ تم بدعہدی کر رہے ہو۔"

"منٹے۔" تربینی غضب ناک آواز میں چلایا۔ "تو مجھے الو بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اتنا یاد رکھ

دھوکا دینے کا ارادہ کیا تو دھرتی کی کوئی شکتی تجھے نہیں بچا سکتی۔"

"مجھے علم ہے کہ تم میری طرف سے بدگمان ہو۔" میں نے اس بار سنجیدگی سے جواب دیا۔ "بدگمانی کا میرے پاس کوئی علاج نہیں۔ میری طویل غیر حاضری نے تمہیں خواہ مخواہ شبہات میں مبتلا کر دیا ہے۔ تم یہ کیوں نہیں پوچھ لیتے کہ میں نے ان دنوں کیا کیا ہے۔"

"کمینے، میں تجھ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ تو بتا کہ تو کہاں تھا؟"

"میں نے تو بتا دیا اب تم انکا سے پوچھ لو۔" میں نے الجھ کر کہا۔

"کیا میری زبان سے کہلوانا چاہتا ہے۔ کم بخت بھول رہا ہے کہ مجھے سب کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔ کیا اپنی پتنی سے ملنے نہیں گیا تھا۔ وہ پتنی جو تجھ سے چھین لی گئی تھی۔ اس کے باپ نے تجھے مارا پیٹا۔ تو اپنے دوست رام دیال کے پاس رہا۔ تو نے نرگس کو حاصل کرنے کے لیے پجاریوں کی تلاش کی اور پھر تو ایک پجاری سے ملا اور وہاں تو نے انکا کے سلسلے میں بات کی اور بتاؤں، اور سننا چاہتا ہے۔ مجھے ایک ایک پل کی خبر ہے۔"

تربینی نے نرگس کے شہر میں پیش آنے والا پورا واقعہ اس طرح سنایا جیسے وہ میرے ساتھ ساتھ رہا ہو۔ جیسے یہ سب کچھ اس پر گزرا تھا۔ اس نے رام دیال اور پجاریوں سے ملنے تک کی ایک ایک بات پوری تفصیل سے مجھے بتائی۔ میں اسے سن کر سہم گیا اور میرے قدم لرزنے لگے۔ تربینی کو سب معلوم ہو گیا تھا۔ میں نے اپنی گردن نیچی کر لی جیسے میں اس کا مجرم ہوں۔ خوف سے اس وقت میرا برا حال تھا۔ مجھے اپنی موت سامنے نظر آئی۔

"کیا مجھے نہیں معلوم۔ منٹے۔ کمینے۔ تو سمجھتا ہے کہ میں بے خبر تھا۔ اب اس سے آگے تو بتا دے۔" تربینی نے آگ بگولا ہو کر کہا۔

"اب میں کیا بتاؤں۔" میں نے ڈوبتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"نہیں آگے تو بتا۔ میں اس کے بعد کے حالات تیرے منہ سے سننا چاہتا ہوں۔" تربینی نے بدتمیزی سے کہا۔

"کیوں بات بڑھاتے ہو۔ جب تمہیں سب معلوم ہے تو یہ تماشہ کیوں کرتے ہو۔" میں نے اس بار چڑ کر کہا۔

"میری بات سن کم ظرف۔ پنڈت بدری نارائن تک میں نے تجھے بتا دیا۔ اس کے بعد کے حالات میں تیرے منہ سے سننا پسند کروں گا۔" تربینی نے پیر زمین پر مارتے ہوئے کہا۔

اس وقت میرے ذہن میں آیا کہ تربینی کو شاید اس کے بعد کے حالات معلوم نہیں ہیں اس لیے وہ مجھ سے چالاکی سے اگلوا رہا ہے۔ مجھے پنڈت بدری نارائن کا وعدہ یاد آ گیا۔ اس نے انکا سے میری تمام

جہدو جہد کی پردہ پوشی رکھنے کو کہا تھا۔ میں لمحوں میں سمجھ گیا کہ اصل واقعہ کیا ہے۔ ترنبی کے سامنے
مدت نہیں جس میں پنڈت نے میرے اصرار پر پردہ پوشی کا کوئی منتر پڑھا تھا۔ اس خیال کے آتے ہی
میرے اندر توانائی سمٹ آئی۔ یقیناً ترنبی کو بعد کے حالات کا علم نہیں اس لیے وہ کرید کرید کر پوچھ رہی ہے
اور اس سلسلے میں وہ متوحش ہے۔ اس خیال سے مجھے کچھ اطمینان حاصل ہوا۔

میں نے اسے ٹالنا چاہا۔ اس نے مجھے بدستور دھمکیاں دیں۔ یہی سلسلہ چلتا رہا۔ نہ میں کچھ بتا رہا تھا نہ
وہ کچھ اگلوا سکا۔ میرے لیے یہ ناممکن تھا کہ ترنبی کو اصل حالات سے آگاہ کر دیتا۔ میں نے ہر چند کوشش
کی کہ اسے ٹال سکوں لیکن مجھے مایوسی ہوئی۔ ترنبی کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا ایک جا رہا تھا۔ میں
بہرحال ایک انسان تھا۔ مسلسل ناکامیوں اور مایوسیوں نے مجھے چڑچڑا بھی کر دیا تھا۔ پھر ترنبی نے مجھے
نفرت اور حقارت سے دھتکارتے ہوئے ایک تھپڑ میرے گال پر مارا تو میں برداشت نہ کر سکا۔ ایک لمحے
میں میرا دل چاہا کہ ترنبی کا گلہ گھونٹ کر اسے موت کی نیند سلا دوں لیکن میں اس ہٹے کٹے آدمی سے الجھ نہیں
سکتا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے انکا کی پراسرار قوتوں کا بخوبی اندازہ تھا۔ ترنبی کا ایک اشارہ انکا کو مجھے موت
کے گھاٹ اتارنے پر اکسا سکتا تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ اس وقت تک ترنبی نے انکا سے باز پرس کیوں نہیں
کی۔ جب ترنبی نے میرے گال پر تھپڑ مارا تو میں تلملا گیا۔ جواب میں، میں نے پلٹ کر اس پر حملہ کر دیا
لیکن میرا مقصد اسے زدوکوب کرنے کی بجائے صرف اتنا تھا کہ میں اسے کچھ دیر غافل کر کے وہاں سے
راہ فرار اختیار کر سکوں۔ ترنبی کو جوابی حملے کی توقع نہیں تھی۔ وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا۔ لڑکھڑا کر
کرسی سے ٹکرایا پھر کرسی سمیت فرش پر الٹ گیا۔ مجھے بس اتنی مہلت درکار تھی۔ ترنبی کو نیچے گرتے دیکھ کر
میں تیزی سے پلٹا اور بھاگتا ہوا اس کے بنگلے سے باہر آ گیا۔ بیرونی پھاٹک پر کھڑے ہوئے ملازم نے
مجھ سے اس طرح بھاگنے کی وجہ دریافت کرنا چاہی لیکن میں اس کی کہی ان سنی کر کے بھاگتا ہوا باہر
آیا۔ قریب سے گزرتی ہوئی ایک ٹیکسی کو اشارے سے روکا اور جلدی سے اس میں بیٹھ گیا۔ ڈرائیور کو میں
نے ایک ایسے ہوٹل کا نام بتایا جو پونا کے ساحلی علاقے میں واقع تھا۔ ٹیکسی فوراً حرکت میں آ گئی۔ میں
نے نظر گھما کر ترنبی کے بنگلے کی سمت دیکھا تو لرز گیا۔ ترنبی مجھے بڑی غضب ناک اور شعلہ فشاں حالت
میں احاطے کی روش پر کھڑا ہوا نظر آیا تھا۔

راستے بھر میری حالت خراب رہی۔ موت میرا پیچھا کر رہی تھی۔ مجھے ہر لمحے یہ خطرہ لاحق تھا کہ
اب انکا کی پراسرار قوت میرے سر پر نازل ہو گی اور مجھے کسی حقیر کیچوے کے مانند کچل کر رکھ دے گی۔
اب تمام امیدیں ختم ہو چکی تھیں۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا اچھا رہا تھا۔ ٹیکسی چل رہی تھی اور مجھے
ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے عمارتیں متحرک ہو گئی ہوں اور اب وہ ایک پل میں ٹیکسی پر گرنے والی ہوں۔ اس
وقت مجھے نرگس کی یاد آئی۔ یہ خوفناک خیال بھی تھا کہ اب میں دوبارہ اس کی صورت نہیں دیکھ سکوں گا؟

مجھے اپنی حماقت پر غصہ آ رہا تھا۔ میں نے ترنبی سے الجھ کر دور اندیشی کا ثبوت نہیں دیا۔ اب تیر کمان سے
نکل چکا تھا۔ میں بڑے سے بڑے حادثے کا منتظر تھا اور اس سے فرار بھی حاصل کرنا چاہتا تھا۔

ہوٹل پہنچ کر میں نے اپنے لیے ایک کمرا بک کرا لیا لیکن مجھے یقین تھا کہ میں وہاں بھی محفوظ نہیں رہ
سکوں گا۔ میں دنیا کے کسی بھی خطے میں پہنچ جاؤں، انکا مجھے ڈھونڈ نکالے گی۔ کمرے میں پہنچ کر میں نے
ایک سرد آہ بھری۔ دروازوں کو اچھی طرح بند کیا۔ میری حماقت دیکھئے، انکا کے لیے دروازے اور
کھڑکیاں کیا اہمیت رکھتے تھے۔ بستر پر لیٹتے ہی میں بگڑے ہوئے حالات پر غور کرنے لگا۔ باہر ذرا بھی
آہٹ ہوتی تو میں انکا کے خوف ناک تصور سے کانپ کانپ جاتا۔

وقت جیسے جیسے گزرتا گیا، میری پریشانیاں بڑھتی گئیں۔ دن بھر میں تذبذب میں مبتلا رہا۔ میرے
اندر اتنی جرات بھی نہ تھی کہ میں کھانے کے لیے کمرے سے باہر نکل سکتا۔ مجھے اس بات پر شدید حیرت
تھی کہ آخر اب تک ترنبی کی طرف سے کوئی انتقامی کارروائی کیوں نہیں کی گئی۔ کیا ترنبی نے محض مجھے دور
رکھنے کی خاطر ڈرایا دھمکایا تھا۔ کیا وہ مجھ سے اپنا تعلق ختم کر دینا چاہتا تھا؟ لیکن ایک بات طے تھی کہ انکا
پنڈت بدری نرائن کے کہنے کے مطابق میرے حالات سے ناواقف رہی تھی۔ دوسری صورت میں اتنی
آسانی سے نہ تو میں برکاتی شاہ تک پہنچ سکتا تھا اور نہ وظیفہ مکمل کر سکتا تھا مگر یہ وظیفہ کیسا تھا جس میں مجھے
یہ پتا نہیں تھا کہ میں نے کیا حاصل کیا اور کیا نقصان اٹھایا۔ اس وظیفے کے اچھے اثرات مرتب ہوئے یا
برے۔ اس کشمکش نے مجھے ہلکان کر دیا تھا۔

دن بھر میں خود سے الجھتا رہا۔ آپ یقین کریں گے میرے اندر اتنی طاقت نہیں تھی کہ میں اٹھ کر بتی
جلا سکتا۔ اسی شش و پنج کی حالت میں نہ جانے کب میری آنکھ لگ گئی۔ خواب میں بھی میں انہی الجھنوں
میں گھرا رہا۔ جب میری آنکھ کھلی تو کمرے میں گھپ اندھیرے کا راج تھا۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور
جلدی سے کمرے میں روشنی کر دی۔ ابھی میں جاگنے کے سبب پر غور ہی کر رہا تھا کہ اچانک میرے دل کی
دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرا سر بھاری ہو رہا ہے۔ میں نے سہمتے ہوئے عالم تصور
میں اپنے سر پر نظر ڈالی تو خوف و دہشت سے میری چیخ نکل گئی۔ انکا وہاں موجود تھی۔ اس لمحے مجھے سانپ
سونگھ گیا۔ موت کے تصور سے میرا جسم پسینے سے شرابور ہو گیا۔ دیر تک میری یہی کیفیت رہی۔ اس عرصے
میں انکا نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔ وہ مسکراتی رہی۔ مجھے اس کی مسکراہٹ سے شدید نفرت اور خوف
محسوس ہوا۔ بہرحال میں نے کسی نہ کسی طرح اپنے حواس مجتمع کیے اور دوبارہ مسکراتی ہوئی انکا پر نظر ڈالی
جو میرے سر پر آلتی پالتی مارے بیٹھی، مجھے تیکھی نظروں سے دیکھے جا رہی تھی۔

"تت...... تم انکا۔" میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"ہاں میں۔" انکا نے شرارت سے کہا۔ "کیا میں تمہیں تلاش نہیں کر سکتی تھی؟"

''اتنی حیرت سے کیوں گھور رہے ہو۔ کیا مجھے پہلے نہیں دیکھا؟'' انکا کا لہجہ معنی خیز تھا۔

''تمہارے بہت سے روپ دیکھے ہیں لیکن آج مجھے تم سب سے زیادہ خطرناک نظر آ رہی ہو۔'' میں نے ہمت کر کے جواب دیا۔

''کیوں کیا میں بری نظر آ رہی ہوں۔'' انکا نے اٹھلا کر کہا۔

''نہیں تم سدا بہار ہو۔ تم اتنی ہی حسین ہو جتنی پہلے تھیں۔'' میں نے خوشامدی انداز میں کہا۔

''جھوٹ کہتے ہو۔'' انکا نے خالص نسوانی انداز میں کہا۔ ''خوشامد کرتے ہو۔''

''نہیں' نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ ویسے تمہاری خوشامد سے مجھے کیا حاصل ہو جائے گا۔'' میں نے اداس لہجے میں کہا۔

انکا کا لہجہ پہلے سے بدلا ہوا تھا۔ مجھے اس کی طنزیہ گفتگو زہر میں بجھے ہوئے کسی نشتر سے کم نہیں محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے تنگ آ کر کہا۔

''کام کی بات کرو۔ میں اپنی قسمت کا فیصلہ سننا چاہتا ہوں۔ اب زیادہ برداشت کی قوت نہیں رہی۔ جو کرنا ہے کرو۔''

''کیا کروں۔ تم ہی بتا دو کہ میں تمہاری قسمت کا کیا فیصلہ کروں۔'' انکا نے اپنی روایتی شوخی سے کہا۔

''جو تمہیں تربینی نے بتایا ہو' تمہارے آقا نے' میں اب ہر فیصلہ سننے کو تیار تھا۔

''تربینی نے تو بہت کچھ کہا ہے۔'' انکا سنجیدگی سے بولی۔

''تو جو کچھ کہا ہے اسے کرو۔'' میں نے بگڑ کر کہا۔

''جی نہیں چاہتا۔''

''تمہارے چاہنے نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ تم تو تربینی کی غلام ہو۔''

''ہاں یہ تو ہے پر مجھے تم سے بھی تو محبت ہے۔'' انکا نے کہا۔

''انکا وہ گھاؤ نہ لگاؤ' جو اب تک ہو چکا ہے وہی بہت ہے۔''

''کیا تمہیں بھی وہ دن یاد ہیں؟''

''وہ باتیں اب خواب بن چکی ہیں انکا۔'' میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا تو انکا مسکرا دی۔

''ماضی ہمیشہ خواب ہوتا ہے' اسے بھول جانا چاہیے۔ مستقبل پر نظر رکھنی چاہیے۔''

''لیکن جس کا مستقبل روٹھ گیا ہو وہ غریب کیا کرے۔ مجھ سے میرے دن روٹھ گئے۔''

''مشکل باتیں یاد کر رہے ہو۔ کہاں سے آ گیا اتنا غم تمہاری باتوں میں۔''

''حالات انسانوں کے لہجے متعین کرتے ہیں مگر تم آج اس قدر رگاوٹ کی باتیں کیوں کر رہی ہو''

میں نے انکا کے انداز میں بہت تبدیلی محسوس کی تو پوچھا۔

''حالات حالات کی بات ہے۔'' انکا نے معنی خیز لہجے میں کہا، پھر بولی۔ ''کیا تمہیں میرا بولنا ناگوار لگ رہا ہے؟''

''مجھے معلوم ہے کہ اس شیریں گفتگو کے بعد تم مجھ سے کس طرح پیش آؤ گی اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم اپنا کام کرو۔ مجھے حکم دو کہ مجھے کیا کرنا ہے۔''

''اور اگر میں یہ کہوں کہ تم مجھے حکم دو۔''

''میرے اندر مذاق سہنے کی صلاحیت بھی ختم ہو گئی ہے۔'' میں نے بے نیازی سے کہا۔

''اچھا۔ اتنے دکھی ہو۔''

جواب میں' میں خاموش رہا۔ مجھے انکا کی طول کلامی سے گھٹن ہو رہی تھی۔ انکا دیر تک یونہی دلچسپ انداز میں گفتگو کرتی رہی، اس کے تیور عجیب تھے۔ وہ مسکرا مسکرا کر' اٹھلا اٹھلا کر بڑی اپنائیت کی باتیں کرتی اور کبھی اس کے چہرے پر نفرت اور حقارت کے ملے جلے جذبوں کا کھنچاؤ پیدا ہو جاتا۔ اس کی آنکھیں اچانک شعلہ بار ہو جاتیں۔

''جانتے ہو جمیل۔ میں اس وقت تمہارے پاس کیوں آئی ہوں؟'' کچھ دیر بعد وہ بولی۔

''ہاں۔'' میرا دل ڈوبنے لگا۔ ''تمہیں تربینی داس نے بھیجا ہے۔'' میں نے بچوں کی طرح کہا۔

''خاصے سمجھ دار ہوتے جا رہے ہو۔'' انکا نے بدستور سنجیدگی سے کہا پھر اٹھ کر کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔ ''اور جانتے ہو تربینی داس مہاراج نے تمہارے حق میں کیا فیصلہ کیا ہے؟''

''انکا'' میرا دل بھر آیا۔ میں نے اس کی منت کرتے ہوئے کہا۔ ''میں موت سے نہیں ڈرتا۔ مجھے معلوم ہے کہ تم تربینی داس کے اشارے پر سنگلاخ پہاڑوں کو بھی روئی کے گالوں کی طرح اڑا دینے کی طاقت رکھتی ہو لیکن انکا......'' میں کہتے کہتے رک گیا تو انکا بولی۔

''مرنے سے پہلے نرگس سے ایک بار ملنا چاہتے ہو۔ کیا نرگس یاد ہے تمہیں اب تک؟''

انکا نے میرے منہ کی بات چھین لی تھی۔ میں نے کہا۔ ''میں تو تمہیں بھی نہیں بھولا۔ تم تو دلوں کا حال جاننا جانتی ہو۔ تم نے میرے دل کو پڑھ لیا ہوگا۔''

''رہنے دو جمیل۔ بس کرو۔''

''میرے اوپر شک نہ کرو۔''

''اچھا۔ چھوڑو ان باتوں کو۔ آؤ میرے ساتھ چلو۔''

''کہاں؟'' میں نے خوف زدگی سے کہا۔

''تربینی داس نے مجھے تمہیں بلانے کے لیے بھیجا ہے۔ چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ وہ ہماری راہ دیکھ رہا ہوگا۔'' انکا اچانک بڑی سرد مہری کا مظاہرہ کیا۔

"ہمارے درمیان بھی دوستانہ مراسم بھی رہ چکے ہیں۔ تمہیں میری محبوبہ کا درجہ حاصل ہے۔ م
تمہیں اس ربط خاص کا واسطہ دیتا ہوں کہ نرگس کو آخری بار......"

"وقت ضائع مت کرو جمیل۔" انکا نے کسی الہڑ دوشیزہ کی طرح کہا۔ "سنو میں ہمیشہ اپنے آ
سے وفادار رہنے پر مجبور ہوں۔ اپنے آقا کی خدمت کرنا میرا فرض ہے۔ اب تم چلنے کے لیے
ہو جاؤ۔"

"چلو۔" میں نے بے بسی سے کہا۔ "جو تمہاری مرضی۔"

راستے بھر میں انکا کے چہرے پر ابھرنے والے متضاد تاثرات بھانپتا رہا۔ بلاشبہ اس کے رویے
غیر معمولی فرق تھا۔ اس سے قبل میں نے اسے ایسی مختلف کیفیتوں سے دوچار نہیں دیکھا تھا۔ مجھے ا
سے کسی خوش گوار سلوک کی توقع نہ تھی اور میں نے خود کو اس بات پر آمادہ کرلیا تھا کہ میں اب مقتل
طرف جا رہا ہوں۔ مقتل کی طرف جاتے ہوئے کسی شخص کی جو حالت ہو سکتی ہے وہی میری تھی۔

"کس خیال میں الجھے ہوئے ہو جمیل!" انکا کی آواز اچانک میرے کانوں سے ٹکرائی تو میر
خیالات کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میں نے انکا پر نظر ڈالی جو میرے سر پر کھڑی بڑی دل نواز نظروں سے
دیکھ رہی تھی۔ اس وقت مجھے انکا کا یہ انداز بہت ظالمانہ محسوس ہوا۔ میں نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے
انکا کی طرف سے نگاہیں پھیرلیں۔

"اے جمیل صاحب، اتنی نفرت کچھ تو میری پرانی مہربانیوں کا خیال کیا ہوتا۔ سچ ہے مرد بڑے
مروت ہوتے ہیں۔"

"انکا، خدا کے لیے میرے زخموں پر نمک پاشی نہ کرو۔ میں بڑا مجبور اور بے بس ہوں۔"

"جب تک زندہ ہو ہنستے بولتے رہو۔ موت سے کیا ڈرنا۔ تربنی کو دیکھو، اس کے سینے میں تمہار
خلاف انتقام کا جوالا مکھی روشن ہے لیکن جانتے ہو وہ اس وقت کیا کر رہا ہے۔ بمبئی کی ایک حسین تر
ساحرہ اس کی خواب گاہ میں موجود ہے۔ وہ اس وقت بمبئی کی سب سے حسین لڑکی کے ساتھ عیش کر
ہے۔ عیش، بالکل اسی طرح جس طرح تم رنگ رلیاں منایا کرتے تھے۔ کیوں یاد ہیں نا تمہیں وہ باتیں

انکا کی طنز بھری باتوں کا سوائے خاموشی کے میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ وہ اس وقت عجیب
حرکتیں کر رہی تھی۔ تمام راستے وہ مجھے ستاتی رہی۔ مجھ پر طنز کے نشتر چلاتی رہی۔ میں نے خاموشی
مناسب سمجھی جو کچھ وہ کہتی جا رہی تھی، میں سنتا جا رہا تھا۔ اس نے مجھے کملا نامی لڑکی کو یاد دلایا جسے بمبئی
میں نے اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کے بعد موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ کملا کے شباب کی تعریف کر
ہوئے اس کی آنکھوں میں نشہ سا بھر گیا پھر اچانک اس کے تیور بدل گئے۔ میری خاموشی
بگڑ گئی۔ "ہاں تم نے یہ نہیں پوچھا کہ تربنی نے تمہیں کیوں بلایا ہے؟"

نے اس پر بھی کوئی جواب نہ دیا۔

بنی نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ تمہیں اس حسین ساحرہ کے سامنے ذلیل کرے گا۔ ہو سکتا ہے وہ تمہیں
میں بھی جلا دے اور اس لڑکی کو اپنی غیر معمولی قوت سے متاثر کرے۔"

میں جانتا ہوں تربنی کو پراسرار قوتوں کا سہارا حاصل ہے۔" میں نے زہر خند سے جواب دیا۔

اور میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ میں اس کی تابع ہوں۔ اپنے آقا کا حکم ماننا میرا فرض ہے۔" انکا
کے لہجے میں کہا اور پھر اس کے بعد خاموش ہو گئی اس لیے کہ تربنی کا بنگلہ آ گیا تھا۔

نے غلط نہیں کہا تھا۔ تربنی اپنے خاص کمرے میں اس وقت ایک انتہائی حسین و جمیل لڑکی کے
مصروف عیش تھا۔ میری نظروں سے اتنی حسین صورت شاذ و نادر ہی گزری تھی۔ وہ بے حد خوب
تھی۔ نیم عریاں لباس میں اس کا کندن کے مانند دمکتا ہوا جسم جھلک رہا تھا۔ شراب کے نشے نے
آنکھوں کو کچھ زیادہ ہی نشیلا بنا دیا تھا۔ تربنی کی گردن میں بانہیں ڈالے وہ حیرت سے مجھے دیکھ رہی
شاید تربنی نے اسے میرے بارے میں کچھ بتا دیا تھا۔

کہو جمیل، کیسی ہے لڑکی! شرمیلی، نازک، گداز، سرخ ہے نا حسین لڑکی۔" انکا نے میرے کانوں
شی کی لیکن مجھے یہ سب سوچنے کی فرصت کہاں تھی۔ میرے اوپر تو خوف مسلط تھا۔ میں تربنی کے
سر جھکائے کھڑا تھا۔

"آ گئے۔" اس نے حلق میں گلاس کی باقی ماندہ شراب انڈیلتے ہوئے مجھے مخاطب کیا۔ "ننھے، کیا تو
جانتا تھا کہ میں تجھے سمندر کی تہوں سے بھی ڈھونڈ نکالنے کی شکتی رکھتا ہوں۔"

میں نے خاموشی میں ہی عافیت سمجھی۔ انکا بدستور میرے سر پر براجمان تھی۔

"کچھ بولو جمیل احمد خان، چپ کیوں ہو۔" تربنی نے میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا لیکن میں بدستور
رہا۔ خاموشی کے سوا میں اور کیا کر سکتا تھا۔

"ڈارلنگ! کیا یہی وہ مورکھ ہے جس نے تم سے ٹکرانے کی حماقت کی تھی۔" تربنی کے برابر بیٹھی
نے پہلی بار کہا۔ اس کی آواز بھی اس کے خوب صورت جسم کی طرح لوچ دار تھی۔

"ہاں کوشلیا، یہی وہ سورما ہے جو اپنی اوقات بھول گیا ہے۔" تربنی نے مجھے غضب ناک نظروں
رتے ہوئے اور پھر اسے اور قریب کرتے ہوئے کہا۔ "بتاؤ تم اس کے لیے کیا سزا تجویز کرو
تمہارے اپمان کی کیا سزا ہو سکتی ہے، کوشلیا؟"

"تمہارے اپمان کی سزا۔" کوشلیا شرماتے ہوئے بولی۔ "اس کی کم سے کم سزا موت ہی ہو سکتی

"تم حسین ہونے کے ساتھ ذہین بھی بہت ہو۔ اٹھاؤ اپنا پستول اور مار دو اسے گولی۔" تربنی نے

بہکتے ہوئے کہا۔

''مم...... میں۔'' کوشلیا نے جھجکتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔تم ماردو اس حرام زادے کو۔'' تربنی غصے سے بولا۔

''تمہارے کارن تو میں خود کو بھی شوٹ کر سکتی ہوں۔'' کوشلیا نے اٹھتے ہوئے کہا پھر اس نے بیڈ پر رکھے ہوئے پرس سے اپنا لیڈیز آٹو میٹک پستول نکالا اور لڑکھڑاتی ہوئی اٹھی۔ ڈھیلے ڈھالے باریک لباس نے بے ترتیب ہو کر اسے اور عریاں کر دیا تھا لیکن میں اس کے جسمانی نشیب و فراز سے زیادہ اپنے انجام پر غور کر رہا تھا۔ میرے قریب آ کر کوشلیا نے نفرت بھری نظروں سے مجھے سرتا پا دیکھا پھر ہونٹ چڑھا کر بولی۔ ''کوئی آخری اچھا ہے تمہاری۔''

قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا۔ انکا میرے سر سے رینگ کر میرے بائیں کاندھے پر آ گئی سرگوشی کرتے ہوئے بولی۔ ''جمیل، ہمت کرو۔ دیکھو کتنی حسین لڑکی سامنے ہے۔ اس کے ہاتھوں مرنا کتنا اچھا ہے۔ میری مانو تو مرنے سے پہلے کوشلیا سے اس کا شریر مانگ لو۔ اس کے بعد کوشلیا کے ہاتھ مرنے میں تمہیں زیادہ لطف آئے گا۔''

کوشلیا نے مجھے خاموش پایا تو بڑی نخوت سے بولی۔ ''بولتا کیوں نہیں، ارے میں کیا پوچھتی ہوں کمینے۔ بتا تیری آخری اچھا کیا ہے؟''

میں نے کوشلیا کی انگلیوں کی گرفت پستول پر مضبوطی سے جمتے دیکھی تو میرے رہے سہے اوسان خطا ہو گئے۔ اب اس کی ٹریگر پر رکھی ہوئی ایک انگلی کی حرکت کی دیر تھی جو میری شمع حیات گل کر دیتی۔ دل تیز تیز دھڑکنے لگا۔ آنکھیں دھندلانے لگیں۔ میں نے کسمپرسی سے پہلو بدلا تو انکا نے تیزی سے کہا۔ ''ارے تم تو بہت خوف زدہ ہو گئے۔ تمہارا جھگڑا تربنی سے ہے، تم اس نازک لڑکی سے کیوں ڈر رہے ہو۔ یہ تمہارا کیا بگاڑ سکتی ہے۔''

انکا کا آخری جملہ سن کر میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ جس انداز میں اور لہجے میں اس نے وہ جملہ ادا کیا تھا اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کوشلیا کے مقابلے میں میری مدد کرے گی۔ میں نے عالم تصور میں دیکھا اور ششدر رہ گیا۔ مجھے انکا کی حسین آنکھوں میں اپنے لیے ہمدردی کا وہی جذبہ نظر آیا جو میں بارہا اس وقت دیکھ چکا تھا جب وہ میرے سر پر سوار تھی پھر بھی مجھے یقین نہیں آیا۔ تربنی کی موجودگی میں میرے ساتھ ہمدردی سے پیش آنا تعجب خیز ہی تھا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ انکا بھی تربنی اور کوشلیا کی طرح میری بے بسی کا مذاق اڑا رہی ہو۔ وہ موت کے اس ڈرامے سے لطف لے رہی ہو۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ انکا کی آواز دوبارہ میرے کانوں میں گونجی۔

''یہ مذاق نہیں ہے جمیل۔ تم قطعاً نہ گھبراؤ۔ جب تک میں تمہارے سر پر موجود ہوں، کوشلیا تمہارا

بال بیکا نہیں کر سکتی۔ آگے بڑھو اور اس خوب صورت لڑکی سے دو باتیں ضرور کر لو۔''

''انکا جو کچھ کہہ رہی ہو سچ ہے۔'' میں نے دل ہی دل میں انکا سے کہا۔

''ہاں۔ میرے اوپر اعتماد کرو۔'' انکا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

انکا کے جملوں نے جیسے میرے جسم میں برقی لہر دوڑا دی۔ یک لخت مجھے ایسا لگا جیسے میرے اندر بے پناہ قوت آ گئی ہو۔ کچھ دیر قبل میں جس بے چارگی اور بے بسی کا شکار تھا، وہ اچانک جاتی رہی۔ میں نے کوشلیا کے خوب صورت چہرے پر نگاہیں جماتے ہوئے دبنگ لہجے میں کہا۔

''کیا تم میری آخری خواہش پوری کرنے کا وعدہ کرتی ہو۔''

''بول! کیا چاہتا ہے۔'' کوشلیا نے شہزادیوں کی طرح کہا تو میں بڑی بے باکی سے بولا۔

''اگر تم اپنی بات کی پکی ہو تو میری یہ آخری خواہش پوری کر دو۔ میں چاہتا ہوں تم میری موجودگی میں تربنی کے منہ پر تھوک دو۔''

''کمینے۔ حرامی۔'' تربنی شعلے کے مانند میری طرف لپکا۔ ''میں تجھے بتاؤں گا کمینے میں تیرے منہ پر کیا کرواتا ہوں۔''

کوشلیا کو بھی میرے اچانک بدلتے ہوئے طرز عمل پر حیرت ہوئی تھی پھر جب تربنی داس کسی زخمی درندے کی طرح جھپٹ کر آگے بڑھا تو وہ سہم کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ ایک ثانئے کے لیے میں بھی خوف زدہ ہو گیا مگر اسی وقت انکا نے مجھے اپنی سمت متوجہ کر کے کسی قدر جوشیلے انداز میں کہا۔ ''جمیل، اس منظر کو اور خوب صورت بناؤ۔ تمہیں نہیں معلوم کہ تم نے برکاتی شاہ کے بتائے ہوئے وظیفے پر عمل کر کے کیسی طاقت حاصل کر لی ہے۔ سنو تربنی کے سر سے اترتے ہی میں تمہاری ہو چکی ہوں۔ صرف اس بات کی دیر تھی کہ کب تربنی مجھے خود سے جدا کرے اور میں تمہارے سر پر پہنچ جاؤں۔ اب میں تمہاری ہر خواہش پوری کرنے پر مجبور ہوں۔ صرف تمہاری، تمہارے لیے۔''

انکا کی باتوں نے مجھے نئی زندگی کا پیغام دیا اور میرا دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا۔ میری آنکھوں میں امید کے ہزاروں دیپ روشن ہو گئے۔ میں نے ایک بار انکا کو بڑی اپنائیت سے دیکھا۔ مجھے اس وقت وہ بہت بھولی بھالی، معصوم اور دلکش نظر آئی۔ وہ مجھے اس وقت اپنے تمام خوابوں کی حسین تعبیر نظر آ رہی تھی۔ میرا جی چاہا کہ میں اسے سر سے اتار کر اپنے دل میں رکھ لوں۔ ابھی میں انکا کی غزالی آنکھوں میں کھویا ہی رہا تھا کہ تربنی کی کرخت آواز کمرے میں گونجی۔ وہ کوشلیا سے مخاطب تھا۔

''کوشلیا۔ لاؤ یہ پستول مجھے دو۔ اس حرامزادے کو میں ابھی تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔ تم دیکھو بھی کیسا مزہ آتا ہے۔ مجھے یقین ہے تمہیں اس کھیل میں بہت لطف آئے گا۔''

کوشلیا اب بری طرح سہم چکی تھی۔ اس نے پستول تربنی کو تھما دیا۔ میں اب قطعاً خوف زدہ نہیں تھا۔

میرے جی میں اس صورت حال سے لطیف لینے کا خیال آیا۔ میں نے تربینی کو جو انکا کے پراسرار وجود کے میرے سر پر منتقل ہو جانے کی حقیقت سے ناواقف تھا، سنجیدگی سے دیکھا اور بھاری بھرکم لہجے میں کہا۔ ''تربینی داس، تم نے مجھے متر کہا تھا لیکن افسوس تم اپنا وچن بھول گئے' کیا تمہارے دھرم نے یہ سکھایا ہے کہ دوست بنا کر پیچھے اس کی کمر میں چھرا گھونپ دو۔''

''دھرم کے بچے۔'' تربینی غراتے ہوئے بولا۔ ''میں تجھے ابھی کیڑے کی طرح مسل دوں گا۔''

''تم کچھ اور زیادہ بڑھ رہے ہو تربینی داس۔'' میں نے بہت نرمی سے کہا۔ ''میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ تم مجھ سے معافی مانگ لو۔ میں تمہیں شما بھی کر سکتا ہوں۔''

''تو اور مجھے شما کرے گا۔'' تربینی حیرت سے فلک شگاف قہقہے لگانے لگا۔ اسے میری صحیح الدماغی پر غالباً شبہ ہو رہا تھا۔ چند ثانیے تک وہ جھوم جھوم کر قہقہے لگاتا رہا پھر یک لخت اس پر دیوانگی طاری ہوگئی۔ اس نے پستول کا رخ میری جانب کر کے لبلبی دبا دی۔ اسی وقت انکا نے مجھے مشورے دینے شروع کر دیے کہ میں کس سمت مڑ جاؤں۔ پہلا وار خالی گیا۔ میں وہیں کھڑے کھڑے پہلو بچا گیا۔ میں تربینی کی بوکھلاہٹ پر مسکرایا تو اس پر جنونی کیفیت طاری ہوگئی۔ یکے بعد دیگرے اس نے پستول کی باقی ماندہ گولیاں بھی میرے اوپر داغ دیں۔ انکا لمحوں میں مجھے نشانے سے بچا دیتی تھی۔ میری حالت تربینی کی گولیوں کے درمیان کسی ناچنے والی کی سی رہی۔ تربینی کا ہر نشانہ خطا گیا۔ وہ میرا بال بیکا بھی نہ کر سکا۔ پھر اچانک میں نے تربینی کو یوں چونکتے ہوئے دیکھا جیسے اسے کوئی بات یاد آ گئی ہو۔ اس نے براہ راست میرے سر کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ ''انکا' میری آگیا ہے کہ تو اس حرام زادے ملنگے کو بے بس کر کے میرے چرنوں میں ڈال دے۔ آج میں تیرے لیے اسی مشٹنڈے کا خون فراہم کروں گا۔''

''خوب۔'' میں نے آنکھیں نچا کر کہا۔ مجھے تربینی کے چہرے پر وحشت کے آثار دیکھ کر ہنسی آ گئی۔ میں اس سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ انکا بول پڑی۔

''جمیل! تم یہاں سے خاموشی سے چلے جاؤ۔ کوشلیا کو دیکھ کر میرا برا حال ہو رہا ہے۔'' انکا نے اپنے گلابی ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔ ''کوشلیا کے جسم کو دیکھو۔ کیسا انار کی طرح سرخ ہو رہا ہے۔''

میں سمجھ گیا کہ انکا کا مقصد کیا ہے۔ کوشلیا پر ریجھ گئی تھی اور اس کا خون پینے کی خواہش مند تھی۔ مجھے بھلا کیا انکار ہو سکتا تھا لیکن جانے سے پہلے میں تربینی کو کوئی سبق دینا چاہتا تھا۔ مجھے ان مظالم کا حساب چکانا تھا جو تربینی نے میرے اوپر توڑے تھے مگر انکا سے کچھ کہنے سے پیشتر ہی تربینی نے پھر انکا کو آواز دی۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔ اس کے سر کے بال بکھر گئے تھے اور وہ وحشت زدہ نظر آ رہا تھا۔ کوشلیا سہمی دور کھڑی تھی اور اس نے ایک کوٹ سے اپنے جسم کو چھپانا شروع کر دیا تھا۔

''جمیل! مجھے اجازت دو کہ میں کوشلیا کے تازہ خون سے اپنے وجود کو سیراب کروں۔'' انکا

میں وعدہ کرتی ہوں کہ کل صبح تک دوبارہ تمہارے پاس آ جاؤں گی۔ تربینی سے اپنا حساب تم بعد میں لینا جمیل۔ میری بات غور سے سنو۔ میں کیا کہہ رہی ہوں۔''

انکا نے کچھ ایسے ملتجیانہ انداز میں یہ درخواست کی تھی کہ میں اسے رد نہ کر سکا مگر جانے سے پہلے میں نے اس سے دل ہی دل میں کہا۔ ''تربینی کو ایسے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا اور یہ کوشلیا جو لباس پہن رہی ہے اس سے کچھ نمٹنے کو دل کہتا ہے۔''

''دل جو کچھ کہتا ہے وہ اب خوب پورا کر لینا۔ کوشلیا جیسی ہزاروں لڑکیاں تمہیں ملیں گی۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں تربینی سے کوشلیا کو ختم کراؤں گی اور تربینی کو رنگے ہاتھوں پکڑ لیا جائے گا۔ تمہارے انتقام کا یہ طریقہ کیسا رہے گا۔'' انکا نے کسی سمجھ دار بوڑھی عورت کی طرح کہا۔

''تم بہت ذہین ہو مگر مجھے اجازت دو کہ میں دو دو ہاتھ تربینی سے ضرور کر لوں ورنہ مجھے رات کو نیند نہیں آئے گی۔'' انکا سے یہ بات میں نے زبان سے نہیں کہی اس لیے کہ زبانی کہتا تو تربینی کو پتا چل جاتا۔ میں دل میں اس بات کا تصور کرتا اور مجھے معلوم تھا کہ انکا دل کا احوال پڑھنے کی طاقت رکھتی ہے۔

''ٹھیک ہے مگر جلدی کرو ..... تاکہ کوشلیا کی یہاں موجودگی ...... تربینی کا نشے میں ہونا اور پھر ایک اچھا یہ موقع نکل جائے گا۔ جو کچھ کرنا ہے' جلدی کرو۔'' انکا نے مجھے سمجھایا۔

''ٹھیک ہے۔'' میں انکا سے کہہ کر بہت آہستگی سے تربینی کی طرف بڑھا جو مجھے بری طرح گالیاں دے رہا تھا۔ مجھے قریب آتا دیکھ کر اس کی گالیوں میں اور اضافہ ہو گیا۔ دوسری طرف مجھے کوشلیا دروازے کی طرف بھاگتی ہوئی نظر آئی۔ میں نے تربینی کی طرف بڑھنے کے بجائے لپک کر اسے پکڑا۔ وہ ہذیانی انداز میں چیخنے لگی۔ میں نے پوری طاقت سے ایک زوردار طمانچہ اس کے رخسار پر رسید کیا۔ میرے اوپر دیوانگی طاری ہو گئی تھی۔

میں نے اس کا لباس کھینچا تو وہ فرش پر لڑھک گئی۔ اس عرصے میں تربینی داس میرے اوپر کود چکا تھا۔ اس نے میری پیٹھ پر گھونسے مارنے شروع کر دیے۔ ادھر کوشلیا نے موقع غنیمت دیکھ کر اپنے شکستہ لباس کی پروا کیے بغیر میری ٹانگ میں دانت گاڑ دیے۔ تکلیف کی شدت سے میں بلبلا اٹھا۔ عین اسی لمحے انکا میرے سر سے اتر گئی اور میں نے تربینی کو چیختے ہوئے فرش پر لوٹتے دیکھا۔ انکا تربینی کے سر پر پہنچ گئی تھی۔ تربینی کو اس عالم میں دیکھ کر میں پھر کوشلیا کی طرف بڑھا اور نہ جانے مجھے کیا ہوا' میں نے جنون میں اس کا لباس نوچنا شروع کر دیا۔ جب وہ تقریباً برہنہ ہو گئی اور اس نے مزاحمت ترک کر دی تو میں نے بے شمار لاتیں اس کے چہرے پر ماریں۔ اس کے منہ سے خون نکلنے لگا۔ خون کو دیکھ کر میں سنبھلا حالانکہ میں کوشلیا کا گلا اپنے ہاتھوں سے گھونٹنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ مجھے انکا کی ہدایت یاد آ گئی اور میں نے تڑپتے ہوئے تربینی داس کو مخاطب کیا۔

"تربینی داس! میں جا رہا ہوں۔ تم نے آج جو سزا میرے لیے تجویز کی تھی اس کا میں خیال رکھوں گا۔ ہماری دوسری ملاقات جلد ہوگی۔"

پھر میں نے کوشلیا کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں خوف سے پھٹی ہوئی تھیں۔ میں اسے حقارت کی نظروں سے گھورتا ہوا باہر آ گیا اور تاریکی میں ملازموں کی نظروں سے بچتا بچاتا تربینی کے بنگلے سے باہر نکل گیا۔ ہوٹل پہنچ کر جب میں اپنے بستر پر دراز ہوا تو میرے سامنے ایک طویل پروگرام تھا۔ میں اپنے اندر غیر معمولی طاقت محسوس کر رہا تھا۔ میرا پورا ماضی میرے سامنے تھا۔ چہرے میری نظروں کے سامنے ابھر رہے تھے۔ ایک طویل مشقت کے بعد کہیں یہ دن آیا تھا۔ اس رات میں بہت دنوں بعد سکون کی نیند سویا۔ صرف مجھے انکا کا انتظار تھا۔ دیکھیں وہ کب میرے پاس آتی ہے۔ آنے والا کل میرے لیے بہت اہم تھا۔

☆==========☆==========☆

اب میری قسمت کا ستارہ چمکنے کے لیے کسی آنے والے کل کی دیر نہیں تھی۔ صبح جب میں سو کر اٹھا تو ایک فرحت بخش احساس تھا۔ ایک ایسی لذت جو میں نے بہت دنوں بعد محسوس کی۔ انکا آ رہی تھی۔ وہ ننھی منی حسین وجمیل پراسرار عورت، جس نے مجھے عجیب وغریب حالات سے دوچار کر دیا تھا۔ بہت کم لوگ ہوں گے جن کی زندگی میں اتنے نشیب وفراز آئے ہوں گے۔ ایک عرصے سے میں انکا کی نوازشوں، اس کے ستم، اس کے عتاب اور اس کی محبتوں کا نشانہ بنا ہوا تھا۔ اب انکا کے وہ الفاظ میرے کانوں میں رس انڈیل رہے تھے کہ میں نے برکاتی شاہ کا وظیفہ پڑھ کر تربینی سے اسے چھین لینے کی قوت حاصل کر لی ہے۔ اس نے کہا تھا کہ تربینی کے سر سے اترتے ہی وہ میری ہو چکی ہے۔ صرف اس بات کی دیر تھی کہ کب تربینی اسے خود سے جدا کرے اور کب وہ میرے پاس پہنچ جائے۔ اس کے کہنے کے مطابق وہ میری ہر خواہش پوری کرنے پر مجبور تھی۔ مجھے اس کا ایک ایک جملہ یاد آ رہا تھا۔ جب وہ کہہ رہی تھی۔

"یہ مذاق نہیں جمیل۔ یقین کرو، اب میں صرف تمہاری ہوں۔ صرف تمہاری۔"

انکا اب میری ہے۔ جن حضرات نے میری یہ داستان پڑھی ہے ان سے یہ اظہار کرنے کی ضرورت نہیں کہ انکا کی آمد کا مژدہ سن کر میرے دل کا کیا عالم ہوا۔ میں نے انکا کی پراسرار طاقت دیکھی تھی۔ انکا کی وجہ سے زندگی کے سب سے خوب صورت دن میرے ساتھ وابستہ رہے۔ اس دن ناشتہ کرنے کے بعد لان پر ایک آرام کرسی پر دراز دھوپ کا لطف اٹھا رہا تھا اور مستقبل کے پروگرام بنا رہا تھا۔ اس بار انکا آئے گی تو میں کیا کروں گا۔ میں اس انمول ہیرے کو تمام تر حفاظت سے رکھوں گا۔ برکاتی شاہ اور بدری نرائن نے میرے اوپر احسان کیا ہے۔ اب میں لہو ولعب سے پرہیز کروں گا اور ایک نئی زندگی کی ابتدا کروں گا۔ ایک ایسی زندگی جو برائیوں سے دور ہو۔ مجھے گزشتہ سالوں میں انکا کو صحیح طور پر استعمال نہ

کرنے کا غم تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اب میں سب کچھ بدل دوں گا۔ میری نرگس میرے پاس آ جائے گی۔ نرگس کا خیال آیا تو اصفہانی صاحب کا رویہ بھی مجھے یاد آ گیا اور میری مٹھیاں خود بخود بھنچ گئیں۔ میں نے اس وقت اصفہانی صاحب کے خیال کو دل سے نکال دینا چاہا مگر وہ تو ایک طویل فہرست تھی ان لوگوں کی جن سے انتقام لینے کو جی چاہتا تھا۔ وہ تمام لوگ جنہوں نے میری حالت بگڑتے دیکھ کر منہ پھیر لیا تھا۔ میرے کاروبار کے ساتھی، لڑکیاں، تربینی اور اصفہانی صاحب وہ تمام لوگ جو بھیک دیتے ہوئے ٹھوکر مار کر چلے جاتے تھے۔ وہ مردم آزار نظریں، وہ شرمناک رویے۔ میں نے خود کو اس بات پر آمادہ کرنا چاہا کہ میں ان سب کو بھلا دوں۔ اب انتقام لینے سے کیا حاصل، اور میں اس کوشش میں کامیاب ہو گیا لیکن تربینی اور اصفہانی کے سلسلے میں خود پر قابو نہ پا سکا۔

بہرحال انکا کی آمد میرے لیے کوئی معمولی واقعہ نہ تھی۔ میں دن میں اپنے سنہری مستقبل کے خواب دیکھ رہا تھا۔ یہ صبح میرے لیے ایک نیا پیغام لے کر طلوع ہوئی تھی۔ جب میں ناشتہ کر چکا تھا تو میں نے محسوس کیا کہ میرا سر بھاری ہو گیا ہے وہ آ گئی تھی۔ وہی انکا۔ میری زندگی، وہ واقعی آ گئی تھی۔ اب کچھ جھوٹ نہیں تھا۔ اس کی آنکھیں بوجھل تھیں، غنودہ، اس نے مجھے مسکرا کر دیکھا۔ مستی سے بھرپور ایک نگاہ پھر اس نے ایک انگڑائی لی، اور میرا جی چاہا کہ میں اس کے حسین وجود کو اپنے دل میں رکھ لوں۔ میں اس سے آج ڈھیروں باتیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی آمد پر اپنی بے پناہ مسرت اور اس سے اپنی شدید وابستگی کا اظہار کرنا چاہتا تھا مگر میں نے اس سے کچھ نہیں کہا۔ وہ رات بھر کوشلیا سے مصروف رہی ہوگی۔ اس لیے اس کی آنکھوں میں خمار تھا۔ میں نے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا۔

"تم آ گئیں۔ میں تمہارا شدت سے منتظر تھا۔"

"ہاں۔ مجھے معلوم ہے۔" اس نے تمام تر شیرینی سے جواب دیا۔

"تمہاری آنکھوں میں نیند ہے۔ تم کچھ دیر کے لیے سو جاؤ۔"

"نہیں ایسی بات بھی نہیں جمیل۔" وہ اٹھلاتے ہوئے بولی۔

"سو جاؤ میری جان۔" میں نے اصرار کیا۔

"ارے اتنی محبت کا اظہار نہ کرو۔ میں ایک آنی جانی چیز ہوں۔"

"اچھا باتیں بند کرو..... اور اطمینان سے سو جاؤ۔ تمہیں معلوم نہیں کہ اس وقت میرے احساسات کیا ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے۔"

"کیا معلوم ہے؟"

"یہی کہ تم اس وقت میرے عشق میں بری طرح مبتلا ہو۔"

"ہاں انکا' انکا۔ بہت دنوں بعد یہ دن آیا ہے۔ میں نے تمہیں حاصل کرنے کے لیے کتنی مصیبتیں اٹھائی ہیں۔ اب میں تمہیں نہیں جانے دوں گا۔ کوئی عزیز شے اتنے دکھوں کے بعد ملے تو کیا یہ خوشی محسوس نہ ہوتی ہوں گی۔ یہی حال میرا ہے۔"

"مگر تم نے میرے متعلق بڑی بدگمانی کی۔"

"تم نے بھی کچھ کم ظلم میرے اوپر نہیں توڑے۔"

"میں مجبور تھی۔ بتاؤ میں کیا کرتی۔"

"کچھ تو خیال کیا ہوتا۔ انکا' کیا تمہیں میرے اوپر ظلم کرتے ہوئے واقعی کوئی دکھ نہیں ہوتا تھا۔"

"یقین کرو' ہوتا تھا۔" انکا نے اداسی سے کہا۔

"پھر تم اتنی سنگ دل کیسے بن جاتی تھیں۔ تم نے پچھلے تعلقات کی کی کوئی رعایت بھی مجھے نہیں دی۔" میں نے شکایتاً کہا۔

"جمیل' تربینی نے مجھے جاپ کر کے حاصل کیا تھا تم تو جانتے ہو کہ جو میرا جاپ کر لیتا ہے' میں اس کی تابع رہتی ہوں۔ میں اس کے خلاف سوچ بھی نہیں سکتی۔"

"بہر حال گزری ہوئی باتوں کو بھول جاؤ۔ اب میں کسی اور کو جاپ کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔ نظر رکھنا کہ کون تمہارے اوپر للچائی ہوئی نظریں رکھتا ہے' میں اس کا کام وقت سے پہلے تمام کر دوں گا۔" میں نے جوش سے کہا۔

"آگے کیا ہوگا اس پر توجہ نہ کرو۔ جو لمحے ملے ہیں' انہیں سرمستی سے گزار دو۔"

"کیا مطلب۔ کیا اب بھی کوئی امکان رہ گیا ہے؟"

"ارے نہیں۔ نہیں جمیل' میرا مطلب ہے تمہیں اپنے الجھے ہوئے حالات کو سنبھالنے کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔"

"وہ تو میں کروں گا لیکن تم کچھ اداس باتیں کر رہی ہو۔"

"نہیں' ایسا نہیں ہے۔ ویسے تم نے پچھلے دنوں بہت بے وقوفیاں کیں۔ حالات اتنے خراب نہ ہوتے جتنے ہو گئے۔"

میں دوپہر تک انکا سے گفتگو کرتا رہا۔ وہ میرے سر پر بائیں کروٹ لیٹی تھیں۔ اپنے نازک ہاتھوں کو اس نے بطور تکیہ استعمال کیا تھا۔ تنفس کے ساتھ اس کے جسمانی نشیب و فراز کے زیر و بم مجھ پر عجیب کیفیت طاری کر رہے تھے۔ میں نے اسے والہانہ نظروں سے دیکھنا شروع کر دیا۔ اس کی مست آنکھوں میں مجھے اپنا تابناک مستقبل نظر آ رہا تھا۔ انکا نے جماہی لی اور بڑے ناز و ادا سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ نگاہیں چار ہوئیں تو انکا کے ہونٹوں پر ایک دلکش تبسم جاگ اٹھا۔ میری آنکھوں میں وہ شوخی سے جھانک

میں نے پوچھا۔

"رات کیسی گزری۔ کوشلیا کیسی تھی؟"

"مت پوچھو جمیل۔ بہت عرصے بعد کوشلیا جیسا کوئی جسم ملا۔ تم نے دیکھا تھا کہ اس کی رنگت کتنی تھی۔ اس میں خون ہی خون تھا۔ مجھ پر تو نشہ طاری ہو گیا۔"

"اچھا۔ بہت اچھی لگی وہ تمہیں؟"

"ہاں۔ وہ بڑی خوش ذائقہ نکلی۔"

انکا نے کوشلیا کا قصہ بڑی دلچسپی سے سنایا۔ انکا کے گفتگو کرنے کا اپنا ایک مخصوص انداز تھا۔ میں دیر تک اس کی بھولی بھالی باتوں سے لطف اندوز ہوتا رہا پھر معاً مجھے تربینی کا خیال آ گیا۔ میں نے پوچھا۔ "تم نے مجھے تربینی کے بارے میں نہیں بتایا؟ اس کا کیا ہوا؟"

"تمہارا دشمن اس وقت پولیس کے قبضے میں ہے۔ پولیس نے وہ پستول بھی قبضے میں کر لیا ہے جس سے تربینی نے کوشلیا کو مارا تھا۔ تربینی کی حویلی کو سربمہر کر دیا گیا ہے۔ اب بڑے بڑے رازوں سے پردہ اٹھے گا۔"

"جس وقت کوشلیا قتل ہوئی' اس وقت پولیس موجود تھی؟"

"نہیں۔ پولیس کوئی آواز سنتی تو اندر آتی۔ پھر جیسے ہی فائر کی آواز آئی' پولیس نے اندر داخل ہو کر اسے گرفتار کر لیا۔ وہ پولیس کی آمد پر کوٹھی میں چھپا چھپا پھر رہا تھا اور ملازموں سے پناہ مانگ رہا تھا۔"

"مگر یہ برا ہوا۔" میں نے اپنا نچلا ہونٹ دباتے ہوئے کہا۔ "اگر تربینی کو لمبی سزا ہو گئی تو میرا انتقام ادھورا رہ جائے گا۔ میں اسے اتنی آسان سزا نہیں دینا چاہتا۔ انکا اس نے مجھ پر بڑے ظلم توڑے ہیں۔ اذیتیں پہنچائی ہیں۔ میں اپنی مرضی کے مطابق اسے سزا دینا چاہتا ہوں۔"

"بس اتنی سی بات ہے۔" انکا نے اپنے گھنیرے بالوں کو سر کی جنبش سے پیچھے کرتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔ "تمہیں اس کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب تم میرے آقا ہو' میں تمہاری باندی۔ مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ تربینی کو اپنے ہاتھوں سزا دو تو وہ پولیس کے شکنجے سے نکل سکتا ہے۔"

"مگر کس طرح؟ پولیس نے اسے رنگے ہاتھوں گرفتار کیا ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا تو انکا بے اختیار ہنس پڑی اور شوخ نظروں سے مجھے گھورتے ہوئے بولی۔

"تم انکا کے بارے میں تم ابھی کچھ نہیں جانتے۔ ابھی کیا دیکھا ہے تم نے تو ابھی کچھ نہیں دیکھا۔ مجھے شکایت ہی رہی کہ کسی نے مجھ سے وہ کام نہیں لیا جو میں کر سکتی ہوں۔ تربینی بھی بس عورت' پیسے اور ... کا رسیا تھا اور معمولی کام مجھ سے لیتا تھا۔ تم نے بھی یہی کیا۔ حالانکہ یہ کام تو نہایت معمولی ہیں سچی

بات تو یہ ہے میں جو کسی شخص کے لیے کر سکتی ہوں وہ کسی کے ذہن میں نہیں آ سکتا۔ میری صلاحیتیں طاقتیں اپنے دائرے میں رہ کر بہت کچھ کر سکتی ہیں۔ میری کچھ حدود ہیں لیکن میں اپنی حدود میں رہ کر بھی بڑے بڑے کام کر سکتی ہوں۔ میں کسی کو قتل نہیں کر سکتی لیکن میں یہ کام بڑی آسانی سے کروا سکتی ہوں۔ میں اپنے حصول کے لیے جاپ کرنے والے کو نقصان نہیں پہنچا سکتی مگر میں بتا سکتی ہوں کہ کون کب اور کہاں جاپ کر رہا ہے۔ میں خون خود نہیں حاصل کر سکتی لیکن اپنے لیے خون فراہم کرانا میرے لیے مشکل نہیں۔ میں ذہنوں کو پلٹ دیتی ہوں لیکن اس کے لیے وہاں میری موجودگی ضروری ہے۔ میں انکا ہوں جمیل احمد صاحب۔ میرا نام انکا ہے اور اب میں تمہاری باندی ہوں۔ تربینی کو پولیس کے چنگل سے نجات دلانا کون سا مشکل کام ہے۔ اگر تربینی کا ملازم کوشیلا کے قتل کا الزام اپنے سر لے تو کیسا رہے؟ اس طرح تربینی بچ جائیگا اور پھر تم تربینی کے ساتھ جو چاہے کر لینا۔''

''مگر......'' میں کچھ کہتے کہتے چپ ہو گیا۔ میں انکا سے دریافت کرنا چاہتا تھا کہ پستول پر ثبت تربینی کے ہاتھ اور انگلیوں کے نشانات کا کیا بنے گا لیکن مجھے فوراً انکا کی پراسرار قوتوں کا خیال آ گیا۔ وہ ناممکن کو ممکن بنا دیتی ہے۔ چنانچہ میں نے جلدی سے بات بناتے ہوئے کہا۔ ''میں یہی چاہتا ہوں کہ تربینی کوشلیا کے قتل کے الزام سے چھوٹ جائے۔''

''تمہارا اشارہ کافی ہے۔'' انکا نے اپنی دراز پلکوں اور سر کو ایک طرف جھکاتے ہوئے پیار سے اور پھر کھڑے ہو کر بولی۔ ''میں چلتی ہوں۔ میرا وہاں جانا یوں ضروری ہے کہ ملازم کو اقبال جرم کرانے، کیس کو الجھانے، پستول پر ملازم کے نشانات بنانے اور پولیس افسران کے ذہن کو قلابازیاں کھلانے میں وقت صرف کرنا پڑے گا۔ اجازت دو مجھے۔''

''جگر تم تو ابھی سونا چاہو گی۔ رات بھر تم کوشلیا سے مصروف رہی ہو گی۔'' میں نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔

''میں اطمینان سے سو لوں گی۔ اس وقت میرا جانا ضروری ہے۔'' انکا نے نیاز مندانہ لہجے میں کہا۔ میں نے بھی اسے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ''اجازت ہے میری خوب صورت کنیز۔ تم جاؤ لیکن خیال رہے جتنی دیر تم میری نظروں سے دور رہو گی میرا حال برا رہے گا۔ واپسی میں دیر ہو گی تو میں تم سے باقاعدہ ناراض بھی ہو سکتا ہوں۔''

''کنیز کوشش کرے گی کہ وہ حضور کی دل جوئی کی خاطر جلد سے جلد واپس ہو۔'' انکا نے شوخی سے کہا۔ کچھ دیر بعد وہ میرے سر سے چلی گئی۔ اب میرے سامنے ایک طویل پروگرام تھا۔ میں نے پہلے سے اپنے ذہن کو نئے حالات سے نپٹنے کے لیے تیار کیا۔ تربینی سے نپٹ کر مجھے نرگس کے پاس پہنچنا اور وہاں اصفہانی صاحب سے ملنا تھا۔ میں نے ایک پروگرام تیار کیا۔ انکا کے واپس آ جانے کے بعد

یہ کام مشکل معلوم نہیں ہوتا تھا۔

دوپہر تک میں انکا کی راہ دیکھتا رہا پھر کھانا کھا کر کمر سیدھی کرنے کے لیے لیٹا تو آنکھ لگ گئی۔ شام کو آنکھ کھلی تو میں نے عالم تصور میں انکا کی جانب دیکھا مگر انکا ابھی واپس نہیں آئی تھی۔ میں سوچنے لگا کہ اتنی دیر کہاں لگ گئی پھر میں نے بیرے کو بلا کر چائے لانے کو کہا اور اٹھ کر بالکونی میں آ گیا۔ ٹھنڈی اور خوشگوار جھونکوں نے مجھے فرحت بخشی۔ بیرا چائے لے کر آیا تو میں نے اپنے لیے ایک کپ تیار کیا۔ ابھی پہلا گھونٹ حلق سے اتار رہی تھا کہ مجھے احساس ہوا کہ انکا واپس آ گئی ہے۔ میں نے سر کی جانب دیکھا۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ انکا حقیقتاً میرے سر پر موجود تھی۔ قبل اس کے کہ میں اسے مخاطب کرتا وہ از خود بولی۔

''جمیل میں نے تمام حالات ٹھیک کر دیے ہیں۔ کل صبح تربینی کے مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہونے سے پہلے میں نے اس کے ملازم رام پرشاد سے پولیس کے سامنے اقرار جرم کرا لیا ہے، وہ کل مجسٹریٹ کے روبرو پیش ہو کر اقبال جرم کر لے گا۔ پستول پر سے کسی کی انگلیوں کے نشانات دستیاب نہیں ہو سکیں گے کیونکہ انہیں صاف کر دیا گیا ہے۔''

''گویا مجھے اب ایک روز اور اس شہر میں رہنا پڑے گا۔'' میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تو انکا مسکرا کر بولی۔ ''نرگس بہت زیادہ یاد آ رہی ہے۔ کیوں جمیل؟''

''ہاں انکا۔ سچ مچ نرگس بہت یاد آ رہی ہے، بہت زیادہ۔''

''اس نے تمہاری خاطر بہت دکھ جھیلے اور ظلم سہے ہیں۔''

''یہی احساس مجھے ستاتا ہے انکا۔ میں اب اس سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''اب تم جو چاہو گے وہی ہو گا۔'' انکا نے سنجیدگی سے کہا پھر معنی خیز لہجے میں بولی۔ ''نازلی یاد ہے نہیں جمیل؟ کہو تو اصفہانی صاحب کو پھر کسی عورت کے چکر میں پھنسا دیا جائے۔ بڑا لطف رہے گا۔''

''ان باتوں کا فیصلہ نرگس کرے گی۔'' میں نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔ ''اگر وہ کمینہ نرگس کا باپ نہ ہوتا تو میں یقیناً اسے عبرتناک حالات سے دوچار کرا دیتا۔''

نرگس کے ذکر سے میری بے بسی بڑھ گئی۔ انکا جو دل کا حال پڑھنے میں کمال رکھتی تھی، مجھے افسردہ دیکھ کر چند ثانیے کے لیے خود بھی سنجیدہ ہو گئی پھر بڑی خوب صورتی سے باتوں کا رخ بدل کر بولی۔

''جمیل تربینی داس نے میرے بل بوتے پر بڑے بڑے گل کھلائے ہیں۔ اس کے گناہوں کی فہرست طویل ہے، مگر مجھے ایک بات کی خوشی ہے کہ وہ کلدیپ کو حاصل نہیں کر سکا۔''

''یہ کلدیپ کون ہے انکا؟ میں یہ نام پہلی بار سن رہا ہوں۔''

''کلدیپ۔'' انکا نے چٹخارہ لیتے ہوئے کہا۔ ''کلدیپ تو ایک پری ہے۔ تم نے اتنی حسین لڑکی

شاید ہی کبھی دیکھی ہو۔"

"کون ہے وہ۔ کیا نرگس سے بھی زیادہ حسین ہے؟"

"نرگس کی بات اور ہے اس کی اور۔ نرگس ایک گھریلو عورت ہے۔ کلدیپ کے ہاں جو ادائیں اور تیور ہے وہ نرگس میں کہا۔ کلدیپ تو جمیل وہ لڑکی ہے کہ اس کی ایک ایک ادا پر لوگ جانیں قربان کر دیں۔

"اسی لیے تو میرا ارادہ ہے کہ تمہیں اس کلب میں لے چلو' جہاں کلدیپ بیٹھتی ہے۔ وہاں ہم دونوں جشن منائے گے۔" انکا نے مسرت سے کہا۔

"خوب۔ تم بھی آج موڈ میں ہو' چلو جہاں چاہو لے چلو' جہنم میں لے چلو...... لیکن انکا اب ہمیں اعتدال کی زندگی اختیار کرنی چاہیے۔" میں نے اسے نصیحت کی پھر مجھے اچانک خیال آیا۔ "انکا میرے پاس کلب میں جانے کے لیے روپے نہیں۔ کپڑے بھی کلب جیسے نہیں۔"

"یہ کوئی گھبرانے کی بات ہے' میں تمہیں روپے تو فراہم نہیں کر سکتی' لیکن ایک ترکیب میرے ذہن میں آ رہی ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"سنو میں ہوٹل کے منیجر کے سر پر جاتی ہوں۔ اسے اپنے ساتھ کچھ نقدی لانے پر مجبور کرتی ہو۔ وہ نقدی میں نیچے کے حال سے ملحق باتھ روم میں رکھوا دو گی۔ تم فوراً وہاں چلے آنا اور نقدی اٹھا کر لے آنا۔ منیجر کے سر پر جانے کے بعد یہ کام کرانا میرے لیے کچھ مشکل نہیں' ریس کا وقت نہیں رہا۔ اس کے بعد بازار سے لے کر اعلیٰ درجے کے کپڑے پہننا اور کلب چلنا۔"

"یہ تو بہت عمدہ ترکیب ہے۔ تم جاؤ۔ میں کلدیپ کو دیکھنے کے لیے بے چین ہو رہا ہوں۔" میں مضطرب ہو کر کہا۔

"خوب۔ ابھی تم نرگس کے بارے میں بے چین ہو رہے تھے؟" انکا نے طنزاً کہا۔

"تم نے ہی تو کہا تھا کہ نرگس کی بات اور ہے کلدیپ کی اور۔"

"تم بہت شریر ہو۔" یہ کہہ کر انکا میرے سر سے اتر گئی۔ چند لمحوں بعد میں نے ہوٹل کے منیجر کو اا کے باتھ روم کی طرف جاتے دیکھا۔ جب وہ واپس آیا تو میں باتھ روم میں چلا گیا۔ وہاں کوئی ڈھائی ہ روپے بڑی احتیاط سے رکھے ہوئے تھے جیسے وہ میرے ہوں۔ میں نے انہیں گنے بغیر اٹھا لیا اور فوراً نکل آیا۔ جب میں اوپر اپنے کمرے میں پہنچا تو کچھ دیر بعد انکا واپس آ گئی۔ میں نے جلدی جلدی لبا درست کیا اور ہوٹل سے رخصت ہو گیا۔ باہر آ کر میں نے ایک ٹیکسی پکڑ لی اور ایک بڑی دکان سے لیے ایک سوٹ' قمیص' جوتے موزے اور دیگر چیزیں خریدیں۔ میں نے اپنا لباس وہی چھوڑ دیا جو میں

لے کر نہیں آیا۔ راستے میں انکا مجھے کلدیپ کے بارے میں اور کچھ بتاتی رہی۔ میں کبھی اس میں سر ہلا دیتا اور کبھی مسکرا دیتا۔ میرے مسکرانے پر کئی بار ٹیکسی والے نے مجھے مڑ کر دیکھا اور خاموش ہو گیا۔ ٹیکسی ڈرائیور کی موجودگی میں انکا سے کھل کر بات کرنا مناسب نہ تھا۔

میں عام آدمیوں کا داخلہ بند تھا۔ صرف ممبر اندر جا سکتے تھے' دروازے پر پہنچ کر یہ مشکل پیش میں تمکنت اور ایک عجیب خسروانہ انداز کے ساتھ اندر داخل ہونے ہی والا تھا کہ ایک ملازم ب کے ساتھ مجھ سے گویا ہوا۔ "مجھے معاف کر دیجئے۔ اگر میں یہ پوچھنے کی جسارت کروں کہ نے آج ہی کلب کی ممبر شپ حاصل کی ہے؟"

نے جواب میں اسے اعتماد کے ساتھ دیکھا اور اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر مسکرا دیا پھر میں میں ہاتھ ڈال کر اسے سو روپے کے دو نوٹ تھما دیے۔

بخدا۔ میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ جناب والا۔ اس کلب کا دستور ہے کہ......"

اپنی بات پوری بھی نہیں کر پایا تھا کہ میں آگے بڑھ گیا۔ وہاں کے دوسرے ملازمین کی نظروں میں ن اور حیرت موجود تھی لیکن میرے پاس آنے اور مجھ سے استفسار کرنے کی جرات کسی میں نہ ہوئی۔ یہ اجنبیت محسوس کی تو وہ ایک شخص کو میری میز پر لے آئی جو مجھے دیکھتے ہی بغل گیر ہو گیا۔ "آخاہ صاحب آف جمیل نگر۔ حضور والا آپ کب تشریف لائے؟"

ں اس شخص سے بالکل واقف نہیں تھا لیکن انکا چونکہ میرے سر پر نہیں تھی اس لیے یقیناً اس کے سر ئی ہو گی۔ میں نے بے نیازی سے کہا "کل صبح۔"

بھاگا بھاگا منیجر کے پاس گیا اور تھوڑی دیر میں منیجر اپنے سٹاف کے ساتھ میری میز کے گرد ادب ڑا ہو گیا۔ اس شخص نے جس کا نام رمیش چندر تھا' مجھے سب سے بڑے القاب و آداب کے ساتھ شخص سا جھکا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر میں رمیش چندر کی تیز کلامی اور شیریں بیانی کے سبب میں اس شام ب سے اہم شخصیت بن گیا۔ منیجر نے مجھے اعزازی ممبر شپ فارم پیش کیا جسے میں نے دیکھے خط کر دیے۔ میری آمد کے بعد کلب کے تین چار پرانے ممبروں سے رمیش چندر نے میرا تعارف رمیش خود بھی کلب کا سرکردہ ممبر تھا۔ مجھے انکا کا یہ انتخاب بہت پسند آیا۔ رمیش کا یہ حال تھا کہ بچھا ہو تھا۔ ادھر میری نظریں کلدیپ کو تلاش کر رہی تھیں۔ میں لوگوں کے پرتپاک استقبال پر کسی قدر گردن ہلاتا اور مختصر سا جملہ کہہ کر خاموش ہو جاتا۔ کلب میں خاصی عورتیں تھیں۔ حسین و جمیل ست و توانا عورتیں۔ منیجر نے میرے سامنے دنیا بھر کے مشروبات رکھ دیے تھے۔ رمیش چندر نے ہیئن اسکاچ کا پیگ بنا کر مجھے دیا۔ میں اب شراب نہیں پینا چاہتا تھا' لیکن کلب کے اس ماڈرن ماحول میں یہ بالکل ممکن نہیں تھا کہ میں اسکاچ سے انکار کر دوں میں نے طے کیا کہ بادہ نوشی احتیاط سے

کی جائے گی۔ اس شام منیجر نے میرا جام صحت تجویز کیا۔ کسی میں ہمت نہیں تھی جو جمیل نگر کے
کچھ پوچھتا پھر ایک صاحب بولے۔ ''ریاست کا کیا حال ہے؟ آپ کی ریاست کے تو
تذکرے ہیں۔ یہ سب آپ کی اقبال مندی کے سبب سے ہے' جمیل نگر کے لوگ خوش قسمت
انہیں آپ جیسا نواب ملا۔''

ایک صاحب نے تو یہاں تک کہا۔ ''میں ایک دفعہ جمیل نگر گیا تھا۔ آپ کی نیاز حاصل کرنے کو
دل چاہا تھا لیکن مجھے کسی نے ملنے نہیں دیا۔ آج یہاں قسمت دیکھیے کہ کیسے ملاقات ہوگئی۔''

اس وقت کلب کی صورت یہ تھی کہ میں میر محفل تھا۔ سب کی نظریں مجھ پر تھیں' اب مشکل تھی
رمیش چندر ہی مسلسل بولے جا رہا تھا' انکا کا اس کے سر پر سوار رہنا ضروری تھا۔ ادھر مجھے انکا کی ضرورت
تھی۔ میں نے سامنے بیٹھی ہوئی پری وش کو دیکھ لیا تھا جو یقیناً کلدیپ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی
اس کلب کی بلکہ یوں کہیے پونا کی اور اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ اور کہنے کی جرأت کروں کہ
شہروں کی حسین لڑکیوں کے مقابلے میں وہ ایک حسین لڑکی تھی۔ وہ بڑی سنجیدگی سے مجھے دیکھ رہی تھی
اس کی آنکھوں میں شوخی' لبوں پر سحر انگیز مسکراہٹ اور انداز میں دلربائی تھی۔ اس کا لباس شاہانہ تھا۔
مجھے ایک مشکل لڑکی نظر آئی۔ ان تمام حشر سامانیوں کے باوجود وہ بڑی پُروقار' بردبار لڑکی نظر آئی تھی۔
نے اس کی طرف اچٹتی نظروں سے دیکھا۔ میرا ذہن اس سے ہمکلامی کی ترکیبیں سوچ رہا تھا۔
چندر اس بات کو تاڑ گیا۔ وہ فوراً اٹھا اور بولا۔ ''حضور نواب صاحب' آئیے میں آپ کو اس کلب کی
سے حسین اور معزز خاتون مس رتنا کلدیپ سے ملواؤں۔''

اس نے کلدیپ کو اشارہ کیا۔ میں اس کے آنے سے پہلے کھڑا ہوگیا۔ جب وہ ادھر آئی تو
چندر نے تمام تر فصاحت کے ساتھ کہا۔ ''نواب جمیل احمد خان صاحب۔ نواب آف جمیل نگر۔'' میں
مصافحے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا۔ ''اور یہ ہیں مس رتنا کلدیپ۔ اس کلب کی سب سے حسین
سے معزز خاتون۔''

''تم بہت شریر ہو رمی۔'' کلدیپ نے مسکراتے ہوئے کہا پھر مجھ سے مخاطب ہوئی۔ ''نواب صاحب
آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔''

وہ میز پر بیٹھ گئی اور جمیل نگر کے بارے میں پوچھنے لگی۔ میں نے سرسری طور پر اس سے جمیل نگر کی
خوش حالی اور اپنی ریاست کی عظمت کا تذکرہ کیا۔ میں کچھ بے نیاز سا شخص تھا۔ میری بات پوری
ہو پاتی تھی کہ رمیش چندر باقی باتیں کہہ دیتا تھا۔ جمیل نگر کے بارے میں اس کا نواب ہونے کے
میری معلومات صفر کے برابر تھیں۔ رمیش کی شیریں بیانی اور تاثر انگیز انداز بیان سے کلدیپ یقیناً
رہی تھی۔ ہم دونوں کو جلد ہی رمیش نے بے تکلف کر دیا۔ اتنا کہ کلدیپ لطیف قہقہے لگانے لگی

اشارے پر ہم تینوں کلب کے ایک نسبتاً سنسان گوشے میں آ بیٹھے اور رمیش کچھ دیر ہمارے ساتھ
بیٹھنے کے بعد اچانک معذرت کر کے رخصت ہوگیا۔ جب میں اور کلدیپ تنہا رہ گئے تو میں نے
رنگینی کے متعلق ادھر ادھر کی باتیں کر کے کلدیپ کو اکسانا چاہا۔ میں اس سے بہت متاثر ہوگیا
تھی ہی ایسی' میں نے اس کے لیے ایک اور پیگ بنایا پھر رمیش نہیں آیا اور میں کوئی ساڑھے دس
کلدیپ کو شیشے میں اتارتا رہا۔ وہ خاصی خوش ذوق تھی۔ میں نے باتوں باتوں میں اسے یہ بھی
میں ایک تنہا شخص ہوں۔ ایک بڑی ریاست کا مالک مگر بہت اداس۔ میری شادی ابھی نہیں ہوئی
میں نے کوئی امکان ایسا نہیں رہنے دیا جس سے میں کلدیپ کو اپنی جانب متوجہ نہ کر پاتا۔ وہ کئی
جانے کے بعد بھی بہت سنبھلی سنبھلی نظر آتی تھی۔ اس نے میری باتیں توجہ سے سنیں۔ وہ بار بار
لیکن اس نے اپنے کسی تیور سے میری جانب التفات کا اظہار نہیں کیا۔ اس کے اس انداز نے
میری آتش شوق اور بھڑک اٹھی۔ جب گیارہ بج گئے تو منیجر نے رقص کا اعلان کیا۔ مجھے ایک عرصہ
کیے ہوئے ہوگیا تھا۔ بمبئی میں قیام کے دوران جب میرا واسطہ کلدیپ جیسی لڑکیوں سے عموماً رہتا
رقص بھی کرتا تھا۔ منیجر کے اعلان کے بعد میں نے کلدیپ کی طرف بڑی آرزو کے ساتھ
وہ ایک ادا سے اٹھی اور اس نے میرا ہاتھ تھام لیا۔ ہال میں رقص شروع ہو چکا تھا۔ رمیش چندر
موجود نہیں تھا۔ میں انکا کا منتظر تھا۔ اب اس کے بغیر کام مشکل نظر آتا تھا۔ سجے سجائے ہال میں رقص
ہوا اور مجھے محسوس ہوا جیسے میں شداد کے باغ ارم میں آگیا ہوں۔ شراب اور شباب کی آمیزش نے
ماحول کو بڑا سحر آگیں بنا دیا تھا۔ مجھ پر تو کلدیپ کے قرب سے جادو سا ہوگیا تھا۔ میں نے اپنی بانہہ
کلدیپ کے لیے وا کر دی تھی اور اس نے میرا بازو پکڑ کر رقص کرنا شروع کر دیا۔ کلدیپ کے ساتھ رقص
کوئی اس خوش بختی کا تصور بھی نہیں کر سکتا اور پھر میرے جیسا آدمی' جو اسی شہر کی سڑکوں پر بھیک مانگا
تھا۔ جو کل رات ہی ذلت کی موت مرنے والا تھا۔ یہ انکا کی آمد کا سحر تھا۔ یہ سب انکا کا اعجاز تھا' ورنہ
تھا رقص کے تین چار راؤنڈ ہم نے لیے تھے کہ انکا میرے سر پر آگئی اور آتے ہی بولی۔ ''خوب تم
نے رنگ جما دیا۔''

میں خاموش رہا تو انکا بولی۔ ''کیا خیال ہے؟''

جواب میں' میں نے کلدیپ کو کسی قدر قریب کر لیا اتنا کہ وہ کسمانے لگی۔

''ٹھیک ہے۔ مگر بڑی سخت مزاج لڑکی ہے۔''

میں جواب دے ہی نہیں سکتا تھا۔ اپنے دل میں' میں نے انکا سے کہا۔ ''تم سفارش کر دو۔''

''میں اس کے سر پر کیوں نہ چلی جاؤں۔ رمیش چندر کی طرح۔''

''بھلا اسے فتح کرنے میں کیا مزہ آئے گا۔''

""پھر تمہیں بہت دن لگیں گے اور نتیجہ کچھ برآمد نہیں ہوگا۔""

""اچھا۔ تو پھر جو چاہو کرو۔""

""میں اس کے سر پہ چڑھ رہی ہوں۔ دیکھو کیا لطف آتا ہے۔"" یہ کہہ کر انکا میرا سر خالی کر گئی اور
لمحے میں کلدیپ کی حالت بدل گئی۔ اس کی آنکھوں میں جھجک کے بجائے وارفتگی آ گئی۔ میں نے
اور قریب کر لیا۔ رقص ختم ہوتے ہی ہم رقص گاہ سے نکل کر لان میں بچھی کرسیوں پر آ گئے۔ لان میں
وقت کوئی نہیں تھا پھر مدھم روشنیوں کو چھوڑ کر ہم دونوں درختوں کی آڑ میں ہو گئے۔ میرے اوپر
کیفیت طاری تھی۔ خود کلدیپ کا بھی یہی حال تھا۔ جب سے انکا اس کے سر پر گئی تھی اس کی
اور احتیاط پسندی رخصت ہو گئی تھی۔ میں نے بے تابانہ اپنا بازو اس کی کمر میں حمائل کر دیا۔ اس کا
قرب میں بتا نہیں سکتا کہ میں کیا محسوس کر رہا تھا لیکن مجھے ابھی چند ہی لمحے ملے تھے کہ میں نے اچانک
کلدیپ کو پیچھے ہٹتے ہوئے محسوس کیا۔ میں حیران تھا کہ اچانک اسے کیا ہو گیا۔ عین اس وقت انکا کو
نے اپنے سر پر محسوس کیا۔ اس نے بغیر کسی تمہید کے مجھ سے کہا۔ ""جمیل' کلدیپ کو فوراً چھوڑ دو اور یہاں
سے بھاگ جاؤ۔ تربینی کے ایک ملازم نے تمہیں کل رات اس کے بنگلے سے باہر نکلتے دیکھ لیا ہے' معاملہ
بہت الجھ گیا ہے یہاں سے فوراً بھاگ چلو۔ پولیس کو ملازم نے تمہاری آمد اور تربینی سے تمہارے تعلقات
کے بارے میں سب کچھ بتا دیا ہے۔ میرا وہاں جانا ضروری ہے۔ تم ہوٹل پہنچو' وہاں پولیس تمہاری منتظر
ہوگی۔ ادھر میں اس ملازم کو سنبھالتی ہوں۔""

""مگر یہ کیسے ہو گیا؟"" کلدیپ کی موجودگی کے بارے میں میرے منہ سے نکل گیا۔

""جب ملازم رام پرشاد نے تھانے میں آ کر قرار جرم کر لیا تو اس کا ایک دوست ملازم بنسی اس کی
کو آیا۔ اس نے پولیس کو بھگوان کی سوگند کھا کر یہ یقین دلانے کی کوشش کی ہے کہ رام پرشاد کا اس قتل
کوئی تعلق نہیں کیونکہ وہ رات بھر اس کے ساتھ رہا ہے' اس نے تمہارے بارے میں بتایا کہ تم تربینی
ملنے آئے تھے اور اچانک غائب ہو گئے۔ نہ جانے اس نے تمہیں کیسے دیکھ لیا۔""

""اب کیا ہوگا؟"" میں نے کلدیپ کی موجودگی میں پوچھا جو مجھے بڑی متوحش نظروں سے دیکھ
تھی اور اپنی ساڑی درست کر رہی تھی۔

""میں حالات درست کرنے جا رہی ہوں۔ اس کام میں دیر بھی لگ سکتی ہے۔ اگر تمہارے
پولیس آئے تو تم لاعلمی کا اظہار کرنا کہ قتل کے وقت تم موجود نہیں تھے۔ اس کا خیال رکھنا۔""

""ٹھیک ہے۔"" میں نے انکا سے کہا اور وہ فوراً چلی گئی۔ کلدیپ مجھے اب بھی گھمبیر نظروں سے
رہی تھی۔ میں نے آخری بار اسے قریب کرنا چاہا مگر اس نے اس کا موقع ہی نہیں دیا۔ ہم دونوں ہال
آ گئے۔ وہاں سب رقص کر رہے تھے' میں لوگوں کی نظروں سے چھپتا چھپاتا وہاں سے واپس آ گیا۔

ر کلدیپ کو چھوڑنے کا بڑا غم تھا۔
میں پولیس میرا انتظار کر رہی تھی۔ رات کے اس وقت باہر سے پولیس کی جیپ کو کھڑا دیکھ کر
کہ معاملہ سنگین صورت اختیار کر گیا ہے اور مجھے احتیاط سے اس سے نمٹنا ہوگا۔ میں نے دل کو
اور تیزی سے ہوٹل کی نچلی عمارت عبور کر کے کمرے میں پہنچ گیا۔ کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔
انسپکٹر اور دو سپاہی موجود تھے۔ ان کے چہروں پر خشونت تھی۔ میں نے جاتے ہی انہیں حیرت
یکھا۔

ہم آپ کا انتظار کر رہے ہیں جمیل صاحب۔"" انسپکٹر کے لہجے میں طنز اور تحکم تھا۔

میرا؟ بھلا مجھ سے کون سا قصور سرزد ہو گیا۔"" انسپکٹر میرے اطمینان پر یقیناً پریشان ہوا ہوگا۔

قصور کا شبہ ہے جناب والا۔"" انسپکٹر نے اسی لہجے میں جواب دیا۔

فرمایئے' بات کیا ہے؟"" میں نے مجسم سوال بن کر معصومیت سے پوچھا۔

مجھے ہی بتانا پڑے گا۔ سنئے کل رات بمبئی کے ایک تاجر کی لڑکی مس کوشیا کا قتل ہو گیا ہے۔ پولیس
سلسلے میں تربینی داس کو گرفتار کیا تھا۔ چونکہ یہ واقعہ اس کی کوٹھی پر پیش آیا تھا۔ تربینی نے اس قتل
کار کیا ہے مگر آج تربینی داس کے ایک ملازم رام پرشاد نے حیرت انگیز طور پر جرم کا اقرار کر لیا ہے
نے کوشیا کا خون کیا ہے۔ پولیس کو اس معاملے میں مزید وضاحتوں اور شہادتوں کی ضرورت
""

تو آپ میرے پاس کیوں آئے ہیں؟"" میں نے درمیان میں لقمہ دیا۔

پہلے میری بات سن لیجئے مسٹر جمیل۔"" انسپکٹر نے روکھے پن سے کہا۔

کہئے۔"" میں نے بھی اسی لہجے میں جواب دیا۔ ""مگر انسپکٹر صاحب میں پولیس کے معاملوں سے
رہا ہوں۔ بہتر ہوگا پہلے یہ یقین کر لیں کہ آپ نے تفتیش کے لیے صحیح آدمی منتخب کیا ہے۔ جہاں
تعلق ہے' مجھے پولیس کی مدد کر کے خوشی ہوگی۔""

پکٹر نے میری باتوں پر کوئی توجہ نہ دی۔ ""ہمیں معلوم ہے کہ کل رات حادثے سے کچھ دیر پہلے آپ
وہاں گئے تھے' یہ بات تربینی کے دوسرے ملازم نے بتائی ہے۔""

ہاں۔ میں کل رات وہاں موجود تھا مگر یہ واقعہ کس وقت پیش آیا؟""

نو بجے شب۔""

بجے۔ خدا کا شکر ہے میں وہاں سے آٹھ بجے یا اس کے کچھ منٹ بعد چلا آیا تھا۔"" میں نے
سے کہا۔ ""اے خدا تیرا شکر ہے۔""

پ نے وہاں کس کس کو دیکھا تھا؟"" انسپکٹر نے تحکم سے پوچھا۔

انسپکٹر میرے برتاؤ سے کس قدر بوکھلا سا گیا تھا۔ میں بڑے سکون اور اعتماد سے اس کے ہر سوال کا جواب دے رہا تھا۔ پولیس، قانون اور شہادتیں۔ یہ معاملات میرے لیے نئے نہ تھے۔ میں نے بڑی بے مہری سے انسپکٹر کو بتایا۔ ''تربینی میرا دوست ہے۔ میں ایک عرصے بعد جب واپس آیا تو تربینی سے ملنے گیا۔ تربینی موجود نہیں تھا، شام کو پھر وہاں گیا۔ اس وقت وہ حسب معمول ایک لڑکی کے ساتھ شراب میں مصروف تھا۔ میری اس سے رسمی بات چیت ہوئی۔ وہ بری طرح بہکا ہوا تھا اور لڑکی اس سے کچھ خوف زدہ معلوم ہوتی تھی، میں نے یہ موقع مناسب نہ سمجھا اور وہاں سے چلا آیا۔ یوں بھی تربینی کی خلوت میں زیادہ ٹھہر کر میں اسے بور نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرے آنے کے بعد اتنا بڑا حادثہ ہو جائے گا۔ اب تربینی کہاں ہے جناب والا؟''

''اسے ہم نے ملازم کے اقرار کرنے پر چھوڑ دیا تھا مگر وہ ہماری نگرانی میں ہے۔'' انسپکٹر نے کہا۔

انسپکٹر نے میرے کاروبار، تربینی سے میرے تعلقات اور تربینی کے معمولات کے متعلق کرید کرید کر سوالات کیے۔ میں نے جو جوابات دیے اس سے کیس اور الجھتا تھا۔ کیس الجھانے میں ہی میرا فائدہ تھا۔ میں نے اپنی پوزیشن صاف کر کے تربینی اور اس کے ملازمین کو آپس میں الجھا دیا اور اس واقعے سے اپنی قطعی لاعلمی ظاہر کی۔ میں نے کہا۔ ''ہوٹل کا منیجر گواہ ہے کہ میں کل رات آٹھ بجے آ گیا تھا۔''

پستول پر میرے نشانات بھی نہیں تھے اور میرے پاس انکا موجود تھی۔ تاہم شہر میں پیش آنے والے گزشتہ واقعات سر اٹھا سکتے تھے، جن میں میں شریک تھا، اس لیے میں نے پولیس کی ساری توجہ موجودہ واقعے کی سنگینی پر مرکوز کر رکھی۔ انسپکٹر میرے بے باک جوابات اور بلا کی حاضر جوابی سے کچھ نہ سمجھ پایا۔ چلتے چلتے اس نے مجھے ہدایت کی کہ میں ایک ڈیڑھ مہینے کے لیے مزید یہاں ٹھہرا رہوں۔ یہاں مجھے ایک ایک لمحہ گراں گزر رہا تھا لیکن اگر میں پونا میں ٹھہرنے نہ ٹھہرنے پر انسپکٹر سے اڑ جاتا تو معاملہ نازک ہو سکتا تھا۔ میں نے اس سے ہنس کر کہا۔ ''انسپکٹر صاحب، میرے کوچ میں تو ابھی بہت دن پڑے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ممکن ہے کہ میں یہ ہوٹل چھوڑ کر دوسرے میں منتقل ہو جاؤں۔ مجھے اختلاج کی شکایت ہے اور یہاں آرام دہ کمرے نہیں ہیں۔'' پھر میں نے اسے اپنی طرف سے ہر قسم کے تعاون کا یقین دلایا۔ انسپکٹر رخصت ہوا تو اس کے چہرے پر اطمینان تھا مگر اس کے جاتے ہی میں مضطرب ہو گیا۔ اب میرا یہاں ٹھہرنا ضروری تھا جبکہ نرگس کی یاد مجھے بے چین کیے دیتی تھی۔

ساری رات میں خود سے الجھا رہا۔ انکا صبح تک واپس نہیں آئی اور جب آئی تو سورج چڑھ آیا تھا۔ میں نے عالم تصور میں اس کے سراپا پر نظر ڈالی تو محسوس ہوا کہ وہ بہت مضمحل ہے۔ جب میں نے انکا سے اس کی اضطرابی کیفیت کا حال معلوم کیا تو وہ بڑے پژمردہ انداز میں بولی۔ ''جمیل، رات بھر میں [illegible] سروں پر جاتی رہی ہوں۔ تمہیں اندازہ نہیں کہ کیس کس قدر الجھ گیا ہے۔ اس شہر میں تم نے جتنی

وارداتوں میں تمہیں ملوث کیا جا سکتا تھا۔ کلب میں جس وقت میں کلدیپ کے سر پر سوار تھی ... ہوا کہ بنسی نے اپنے دوست رام پرشاد کے اقرار جرم پر تھانے جا کر بتایا ہے کہ رام پرشاد بے [قصور ہے] کیونکہ وہ رات بھر اس کے ساتھ رہا تھا۔ اس نے اپنے مالک تربینی پر بھی شبے کا اظہار نہیں کیا بلکہ دوسری طرف بہکانے کے لیے تمہارا نام لے دیا کہ تم کل رات تربینی سے ملنے آئے تھے۔ اس نے [آتے] ہوئے تمہیں دیکھا تھا، جاتے ہوئے نہیں۔ اس کا یہ بیان تمہیں خاصی پریشانیوں میں مبتلا کر سکتا [تھا۔ ادھر] رام پرشاد نے میرے سر سے اترتے ہی حوالات میں جا کر ہذیان بکنا شروع کر دیا۔ وہ رونے چلانے لگا کہ اسے کیوں گرفتار کیا گیا ہے۔ جب اسے بتایا گیا کہ اس نے تھوڑی دیر پہلے قتل کا اعتراف کیا ہے تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ اس نے چیخ چیخ کر سارا تھانہ سر پر اٹھا لیا ... اس حرکت سے اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ پولیس نے اسے پاگل قرار دے کر اسے قاتل سمجھنے کے [خیال کو اور] مستحکم کر لیا۔ بنسی نے آ کر یہ سارا کھیل بگاڑ دیا۔ اب میرے لیے ایک ہی صورت رہ گئی تھی کہ [میں دوبارہ] رام پرشاد کے سر پر جاؤں اور اس کی زبان سے دوبارہ قتل کا اعتراف کراؤں۔ میں نے یہی [کیا۔ اس] نے ایک بار پھر میرے سر پر پہنچنے کے بعد جرم کا اقرار کر لیا۔ اس طرح پولیس کو اسے پاگل قرار [دینے میں] کوئی شبہ نہ رہا۔ تربینی اپنی کوٹھی میں پولیس کی نگرانی میں ہے۔ اسے صبح اس کے مرتبے کا خیال [کرتے ہوئے ضمانت] لے کر چھوڑ دیا گیا تھا۔ شہر میں اس قتل کی خبر عام ہو گئی ہے اور بڑی کشیدگی پائی جاتی ہے۔

یہ سب جب میں نے کر لیا تو مجھے خیال آیا کیوں نہ میں رام پرشاد کو جیل سے فرار کرا دوں۔ میں ... بجے رات کو جب تھانے کے پہریدار اونگھ رہے تھے، اس پہریدار کے سر پر پہنچ گئی جس کے [پاس حوالا]ت کی کنجیاں تھیں، بس پھر یہ ہوا کہ پہریدار نے بغیر کسی چون و چرا کے دروازہ کھولا۔ رام پرشاد ... ٹپٹا گیا اور پہریدار کی ایک ٹھوکر سے مشتعل ہو گیا۔ دونوں میں معمولی سی کشمکش ہوئی اور میں [نے پہریدار] کے سر پر اپنے پنجوں کی چبھن سے اسے بے ہوش کر دیا۔ جیسے ہی پہریدار بے ہوش ہوا، میں [رام پرشاد] کے سر پر پہنچ گئی اور اسے دوسرے پہریداروں کی نظروں سے چھپتے چھپاتے، تھانے کی دیوار [پھلانگ] کر ریلوے اسٹیشن لے گئی۔ بمبئی کی ٹرین جانے میں دیر تھی۔ رام پرشاد کو میں نے اسٹیشن پر ... کوئی پانچ بجے ٹرین روانہ ہوئی اور جب وہ سوار ہو گیا تو میں اس کے سر سے چلی آئی اور [تھانے] پہنچی جہاں رام پرشاد کے فرار سے ایک ہنگامہ برپا تھا۔ اس وقت میں انسپکٹر کے سر پر چلی [گئی اور] اس موقع کی نزاکت کے خلاف بے سروپا فیصلے صادر کیے۔ اب یہ سارا معاملہ الجھ گیا ہے۔ [رام پرشاد کے] اچانک فرار سے تربینی کے بچنے کے امکانات قوی ہو گئے ہیں۔ پولیس کی ساری توجہ اس [پر] صرف ہو گی، دیکھا تم نے میں نے تمہارے لیے کیا کیا ہے۔'' انکا نے یہ طویل خبر سنا کر [لمبا] سانس لیا۔

"واقعی تم نے کمال کر دیا۔" میں نے اسے تحسین کی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"مگر جمیل، اب تم اپنی نرگس کے پاس نہیں جاسکو گے۔ کچھ دنوں تک تمہارا یہاں ٹھہرنا ضروری ہے۔ اچھا ہے کچھ شامیں تم کلدیپ کے ساتھ گزار لو۔" انکا نے اپنی روایتی شوخی سے کہا۔

"تم مجھے پھر خراب کر کے رہو گی۔ کل میں نے توبہ کر لی تھی لیکن سچ تو یہ ہے کہ کلدیپ نے ایسا کیا ہے کہ اب اسے پائے بغیر چارہ بھی نہیں۔ میں اس ہوٹل سے آج منتقل ہو رہا ہوں۔ کلدیپ کے لیے ضروری ہے کہ ہم اچھے ہوٹل میں قیام کریں۔"

اسی دن میں نے ... ہوٹل چھوڑ دیا اور شہر کے ایک بڑے ہوٹل میں مقیم ہو گیا۔ صبح کے اخبارات نے تفصیل کے ساتھ کوشیا کے قتل کی خبر شائع کی تھی۔ تربینی کی گرفتاری اور اس کے ملازم کے ذریعے جرم کی خبر کو اخبار نے صفحہ اول پر جگہ دی تھی۔ ایک جگہ سرسری میرا ذکر بھی آیا تھا لیکن میری حیثیت مشکوک تھی اس لیے میرا نام شائع نہیں کیا گیا۔ اخبار میں رام پرشاد کے فرار کی خبر نہیں تھی۔ اس دن اخبارات کی اشاعت کے بعد رام پرشاد کو انکا نے فرار کرایا تھا۔ مشکل یہ تھی کہ میں رشوت کے ذریعے پولیس کو اپنی بے گناہی کا ثبوت نہیں دے سکتا تھا۔ وہ دن خیریت سے گزر گیا۔ شام کو ریس تھی۔ انکا نے مجھے جس گھوڑے پر رقم لگانے کو کہا تھا اس نے مجھے چند گھنٹوں میں ہزاروں کا آدمی بنا دیا۔ ریس میدان میں میری ملاقات کلدیپ سے بھی ہو گئی۔ وہ مجھ سے وہاں اس تپاک سے نہیں ملی۔ ایسا ہوتا تھا جیسے رات کی باتیں وہ بھول گئی ہو۔ میں ڈھٹائی سے اس کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ وہ جن گھوڑوں کو منتخب کر رہی تھی، انکا نے انہیں مسترد کر دیا تھا۔ جب میں نے کلدیپ سے ایک ایسے گھوڑے پر ... کہا جس کے جیتنے کی امید قطعاً نہیں تھی تو اس نے میرا مذاق اڑایا اور کہنے لگی۔

"نواب صاحب، یہ ریس کا میدان ہے۔ جمیل نگر اسٹیٹ نہیں۔"

مجھے اس کی یہ بات بری لگی۔ میں نے کہا۔ "تم نہیں مانتیں تو ٹھیک ہے۔ بعد میں پچھتاؤ گی۔"

اور یہی ہوا۔ میرا گھوڑا جیت گیا اور مجھے اس پر پچیس ہزار کا فائدہ ہوا۔ کلدیپ حیرت سے مجھے تکنے لگی۔ سات آٹھ گھوڑوں تک میں ریس مسلسل جیتتا رہا اور کلدیپ ہارتی رہی۔ یقیناً یہ انکا کی ... تھی۔

ریس کے خاتمے پر کلدیپ ہزاروں روپے ہار کر اور میں جیت کر اٹھا۔ چلتے ہوئے کلدیپ نے بدکلامی کی معافی مانگی اور میں نے اس سے رات کو کلب میں ملنے کا وعدہ لے لیا۔ ریس سے واپسی پر ایک جوہری کی دکان پر گیا۔ ایک قیمتی ہار اور اپنے لیے لباس خرید کر میں کوئی نو بجے کلب روانہ ہوا۔ اس عرصے میں انکا مجھ سے خوب صورت باتیں کرتی رہی۔ ہوٹل میں اپنا اثر و رسوخ جمانے کے لیے میں نے بیروں کو لمبی لمبی رقمیں ٹپ میں دینی شروع کر دیں۔ لمحوں میں، میں نے نہ جانے کتنی رقم لٹوا دی۔

... میں اس پر نوٹ نچھاور کر دیتا۔ انکا میرے جوش و خروش کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔ کلب میں اندر داخل ہوا، رمیش چندر کو میں نے دور سے دیکھ لیا تھا لیکن آج وہ میرے استقبال کے لیے نہیں آیا۔ وہ مجھے اجنبی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ منیجر اور دوسرے اسٹاف نے میری پذیرائی کے لیے خاص اہتمام کیا تھا۔ کلدیپ اس وقت تک نہیں آئی تھی۔ میری نظریں دروازے پر لگی ہوئی تھیں۔ رمیش چندر کے سوا دوسرے تمام لوگوں نے جن سے کل میرا تعارف رمیش نے کرایا تھا، میری خیریت پوچھنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ ان میں کئی لوگ ایسے بھی تھے جو آج کی ریس میں شریک تھے اور جنہوں نے مجھے مسلسل جیتتے ہوئے دیکھا تھا۔ میں نے بیٹھتے ہی وہاں کئی لوگوں کو اپنی میز پر مدعو کر لیا اور ریس کے متعلق اپنی زبردست معلومات کے بارے میں دلچسپ باتیں کرتا رہا۔ ریس کے موضوع پر میرے تجربات سننے کے لیے میرے گرد بہت سی خواتین بھی جمع ہو گئی تھیں جو ناز و ادا کے ساتھ میری باتیں سن رہی تھیں۔ اسی دوران میں نے دیکھا، لوگوں کی توجہ میری طرف سے ہٹ گئی اور وہ دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے۔ "کلدیپ ...... کلدیپ۔" میں نے مردوں اور عورتوں کی سرگوشیاں سنیں۔

"آج بے چاری بہت پریشان ہو گی۔ مستقل ہارتی رہی ہے۔" ایک عورت نے کہا۔

کلدیپ کے آنے کے بعد مجمع میرے گرد سے چھٹ گیا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ کلدیپ کے دم سے اس کلب کی رونق کس قدر قائم ہے۔ ہر شخص اسے اپنی میز کی جانب لے جانے کی پیشکش آنکھوں سے کر رہا تھا لیکن وہ عجب شاہانہ انداز کے ساتھ میری میز پر آئی اور معذرت کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"مجھے کچھ دیر ہو گئی۔ ایکسیوزمی۔"

"حسین عورتیں عموماً دیر سے آیا کرتی ہیں۔" میں نے یہ کہا تو چاروں طرف قہقہے ابل پڑے۔ کلدیپ کچھ شرما سی گئی۔ اس بے ساختہ جواب کی اسے توقع ہرگز نہ تھی۔ اس نے دوبارہ مجھ سے معذرت کی اور میری میز پر بیٹھ گئی۔

"کیا پیو گی؟" میں نے بے نیازی سے کہا۔

"جو آپ پلائیں۔ آج ہم آپ کے مہمان ہیں۔" اس نے ادا سے کہا۔

"زہے نصیب۔" میں نے جواب دیا اور منیجر کو آرڈر دیا جو سامنے مودب کھڑا تھا۔ "وکٹوریا کے ... کوئی شراب ہو تو پیش کی جائے۔" منیجر مسکرا کر چلا گیا۔

"یہ آپ کے گرد بھیڑ کیسی تھی؟" کلدیپ نے حیرت سے پوچھا۔

"ریس کے متعلق لوگ کچھ جاننا چاہتے تھے۔"

"اچھا۔ واقعی آج تو ہم بھی قائل ہیں۔ حیرت ہے آپ کیسے کیسے مریل گھوڑوں پر جیت گئے۔"

"میں تم سے پہلے ہی کہہ رہا تھا مگر تم نہ مانیں۔"

"بہر حال کل بھی ریس ہے۔ کل میں آپ کے سوا کسی اور کی بات نہیں مانوں گی۔"

"تو پھر جیت یقینی ہے۔"

"کیا اس قدر یقین ہے آپ کو؟"

"ہاں۔" میں نے اختصار سے جواب دیا۔

"وہ کس طرح؟"

"تم سے ہماری گفتگو ہی کہاں ہوئی' اب اس بھیڑ میں کیا بتائیں کہ ریس کے متعلق ہمارا تجربہ کتنا وسیع ہے۔ یقین کرو گھوڑوں اور جاکی کی نفسیات پر ہم نے انگلینڈ میں بہت پڑھا ہے۔"

"کیا مطلب؟" کلدیپ کو میری باتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ "آپ کو کیا پتا ہم جمیل نگر کے نواب ہونے کے علاوہ اور کیا کیا ہیں۔"

کلدیپ کو میری باتیں عجیب لگیں۔ میں نے جب اسے اپنی طرف مائل پایا تو انکا کو مستعد رہنے کا اشارہ کیا۔ اس عرصے میں ہماری میز پر صرف میں اور کلدیپ رہ گئے تھے۔

جب سب لوگ ہٹ گئے تو میں نے کلدیپ سے پوچھا۔ "مس کلدیپ تمہیں ایک راز کی بات بتائیں۔ سنو گی؟"

"سنائیے نا۔" کلدیپ نے بچوں کی طرح کہا۔

"تم نے آنکھ کی نفسیات اور اس کی حیرت انگیز قوتوں کے بارے میں کچھ پڑھا ہے؟"

"بالکل نہیں۔ میں نے نفسیات پڑھی ہی نہیں۔"

"اب میں تمہیں کیا بتاؤں جب تم نے پڑھا ہی نہیں' مگر سنو انسانی ذہن میں جتنی صلاحیت ہے اتنا اس سے کام نہیں لیا جاتا۔ میں نے اپنے ذہن کو زیادہ کارآمد بنانے کے لیے باقاعدہ تربیت حاصل کی ہے۔ میرا ذہن بہت سی باتوں کو پہلے سے سونگھ لیتا ہے بشرطیکہ میں ذہن پر مکمل طور پر اپنی توجہ مرکوز کر دوں۔ یہی حال میری آنکھوں کا ہے۔ میں نے سالوں کی مشق کے بعد اپنی آنکھوں میں وہ طاقت پیدا کر لی ہے کہ عام لوگوں سے میں جو کام چاہوں کسی حد تک کرا سکتا ہوں۔"

"آپ عجیب و غریب باتیں کر رہے ہیں۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔"

"اور میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔"

"واقعی۔ یقین نہیں آتا۔"

"دیکھو۔ میں تمہیں ایک کرشمہ دکھاتا ہوں۔" سامنے ایک بیرا ٹرے لے کر آ رہا تھا۔ میں نے اس کی طرف گھور کر دیکھا اور کلدیپ سے کہا۔ "یہ شخص دس قدم بعد گر جائے گا اور ٹرے اس کے ہاتھ سے

جائے گی۔" ساتھ ہی میں نے انکا کو اشارہ کیا جو ایک لمحے میں میرے سر سے اتر گئی۔ ٹھیک دس قدم کے بعد بیرا ٹرے لے کر دھڑام سے فرش پر گر پڑا اور بہت سے لوگ اس کی طرف دوڑ پڑے چند لمحے بعد میرے سر پر آ گئی۔

"دیکھا تم نے؟" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"حیرت ہے۔ کیا واقعی؟ مجھے تو آپ سے ڈر لگنے لگا ہے۔" "نہیں نہیں۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ یہ مشق اور ریاضت کی بات ہے۔ یہ تو ایک معمولی کرشمہ ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ یہاں کوئی خاتون تم سے جلتی ہے؟"

کلدیپ نے بہت دیر بعد جھجک کر کہا۔ "وہ۔ دور بیٹھی ہوئی مس شرما مجھے پسند نہیں۔ بہت بری عورت ہے۔"

میں نے انکا کو اشارہ کیا۔ وہ مسز شرما کے سر پر چلی گئی اور چند لمحوں بعد ہی مسز شرما میرے قریب آئی اور میری گردن میں بے اختیار بانہیں ڈال دیں۔ میں نے اسے الگ کرنا چاہا لیکن اس نے میرے بوسے لینے شروع کر دیے۔ میں نے اسے بری طرح دھتکارا لیکن وہ میری گود میں بیٹھ گئی۔ صورت حال دیکھ کر کلب کے منیجر نے مسز شرما کے شوہر کو متوجہ کیا اور اس نے بڑی خفت کے ساتھ مسز شرما کو مجھ سے الگ کیا۔ یہ بات مسز شرما کے لیے باعث شرم تھی۔ آج تک کلب میں ایسا نہیں ہوا کہ کسی عورت نے ہوا اور وہ بہکتے ہوئے اس قسم کے ردعمل کا اظہار کرے' مسز شرما فوراً ہال سے اپنی بیوی کے ساتھ نکل انکا میرے سر پر آ گئی۔ منیجر اور دوسرے معززین نے مجھ سے بڑی معذرت کی۔ کلدیپ اس سب کو دیکھ کر دنگ رہ گئی تھی۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔

"کیا میں خواب دیکھ رہی ہوں؟" اس نے مجھ سے پوچھا۔

"نہیں۔ تم میرے سامنے ہو۔ یہ کوئی جادو نہیں تھا۔ صرف میرے ذہن اور آنکھ کا بھرپور عمل تھا۔" میں نے اعتماد سے کہا۔

"آپ تو کمال کے آدمی ہیں نواب صاحب۔" کلدیپ حیرت میں ڈوبی ہوئی تھی۔

اس کے بعد میں نے اسے متاثر کرنے کے لیے دو چار تماشے اور دکھائے۔ میں کلدیپ پر ایک گھنٹے میں اس قدر حاوی ہو چکا تھا کہ اس سے دور لان پر چلنے کی درخواست کروں اور وہ مسترد نہ کرے۔ اس دلچسپ واقعے کو مختصر کرتا ہوں۔ کلدیپ کو لان پر لے جا کر میں نے اس کے گلے میں وہ ہار ڈال میں نے آج رات ہی خریدا تھا۔ کلدیپ میں اب انکار کی جرأت نہیں تھی۔ وہ ابھی تک سہمی ہوئی اس کے قرب سے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ نہایت نفیس عادات و اطوار کی لڑکی ہے۔ اس کے ہاں اب نخرہ نہیں تھا' کوئی ادا نہیں تھی۔ وہ مکمل طور پر ایک شرمیلی' خوف زدہ سی دوشیزہ نظر آتی تھی۔

شدت شوق میں میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ نہ جانے کہاں سے مجھ سنگدل شخص میں محبت سمٹ آئی تھی
ہم دونوں لان میں بیٹھے ادھر ادھر کی گپیں ہانکتے رہے کئی بار میں نے اس کی کمر میں اپنا بازو حمائل کر
لیکن اس قدر قربت کے باوجود اس کے ہاں ایک جھجک تھی۔ انکا کے ذریعے رام کر سکتا تھا لیکن نہ جانے
کیوں میں کلدیپ کے اندر اپنے لیے خود بخود ایک جگہ دیکھنے کا خواہش مند تھا اس لیے میں نے آ
رات اسی پر اکتفا کیا۔ ہم لان سے نکل کر رقص گاہ میں آ گئے اور دیر تک رقص کرتے رہے۔

دوسرے دن صبح میں ذرا دیر سے اٹھا۔ صبح کے اخبارات نے کوشلیا کے قتل کی خبر آج بھی نمایاں طور
شائع کی تھی۔ رام پرشاد کے فرار کا پورا واقعہ بھی درج تھا۔ اخبارات کی خبروں سے پتا چلتا تھا کہ پولیس
اب بالکل رام پرشاد کو قاتل سمجھتی ہے۔ ممکن ہے تربینی نے کچھ رقم دے دلا کر اپنی گلوخلاصی کرائی ہو
تربینی کا ایک بیان بھی اس قتل کے ضمن میں شائع ہوا جس میں اس نے کہا تھا کہ کوشلیا اس سے رخصت
ہو چکی تھی اوپر والے کمرے میں جب اس نے فائر کی آواز سنی تو وہ بھاگتا ہوا نچلی منزل پر چلا آیا جہاں
کوشلیا خون میں لت پت پڑی تھی اور قاتل کا نام و نشان نہ تھا۔ تربینی نے کہا تھا کہ وہ صورت حال دیکھ کر
سہم گیا اور اس نے ملازموں کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔ اس عرصے میں پولیس آ گئی اس نے
پکڑ لیا۔ تربینی نے رام پرشاد پر قتل کا شبہ ظاہر کیا تھا۔ غرضیکہ تربینی خود کو صاف طور پر بچا لے گیا تھا یا
کہیے کہ انکا نے وہ تمام مواقع فراہم کر دیے تھے جن سے وہ بچ سکے۔ تربینی کا نام اخبار میں پڑھ کر ایک
بار پھر میرا خون کھول اٹھا۔ میں نے عالم تصور میں اپنے سر کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

"وہ حرام زادہ تربینی اس وقت کہاں ہے؟"

"اپنی کوٹھی میں۔ پولیس نے چند ضروری چیزوں کو تحویل میں لینے کے بعد اسے آزاد کر دیا ہے لیکن
وہ پولیس کی نگرانی میں ضرور ہے۔" انکا نے میرے چہرے پر غصے کے تاثرات محسوس کرتے ہوئے
زبان میں کہا۔

"کیا تم اسے یہاں لا سکتی ہو؟"

"کیا یہ تمہارے لیے مناسب ہوگا؟"

"انکا۔ دنیا میں سب سے زیادہ میں جس شخص سے نفرت کرتا ہوں وہ تربینی ہے۔ میرے اندر
انتظار نہیں۔ اسے طویل سزا ملنی چاہیے۔ وہ ایک چالاک بدعہد اور بدطینت شخص ہے۔"

انکا کے جواب کا انتظار کیے بغیر میں کپڑے بدل کر ہوٹل سے روانہ ہو گیا۔ میرے قدم تربینی کی
کی طرف اٹھ رہے تھے۔ میں نے پولیس کے دو آدمیوں کو دیکھا لیکن انہوں نے مجھے اندر جانے
نہیں روکا۔ میں اطلاع دیے بغیر تربینی کے مخصوص کمرے میں پہنچ گیا۔ غالباً وہ حالات کی نزاکت
محسوس کر کے راہ فرار اختیار کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ ایک لمحے کے لیے میرے دل میں خیال آیا کہ

وجود کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دوں لیکن میں نے فوراً ارادہ ترک کر دیا۔ میں تربینی کا قرض اسی
چکانا چاہتا تھا جس انداز میں اس نے مجھ پر ظلم توڑے تھے۔ چند لمحات خاموشی سے گزر گئے۔
کام میں اس قدر منہمک تھا کہ اسے میری موجودگی کا احساس تک نہیں ہوا پھر وہ پلٹا اور مجھے
دیکھا تو خوف اور حیرت سے اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ

مہاراج اتنے اچنبھے سے کیا دکھ رہے ہو۔ پہچانا نہیں؟" میں نے زہرخند سے پوچھا تو تربینی کا
اوپر کا اوپر نیچے کا نیچے رہ گیا۔ وہ گنگ سا کھڑا ایک ٹک مجھے دیکھا کیا تو میں نے دوبارہ کہا۔
تربینی داس جی۔ میں تمہارا پرانا سیوک ہوں۔ جمیل احمد خان جسے تم نے اپنی کرپا سے کبھی اپنا متر
کچھ یاد ہے تمہیں یا اپنے سیوک کو بھول گئے؟"
جمیل خان صاحب۔" تربینی نے ہکلاتے ہوئے بمشکل جواب دیا۔ "میں اب بھی آپ کو اپنا متر
ہوں۔"
بڑی دیا ہے آپ کی مہاراج۔ میں بھلا کس قابل ہوں۔" میں نے طنز کرتے ہوئے کہا۔
پدھارو خان صاحب۔ آؤ بیٹھو۔ تم کھڑے کیوں ہو...... خان صاحب۔ یہ سب بھاگ کے کھیل
مجھے معلوم ہے تم یہاں کیوں آئے ہو۔"
ہاں تربینی داس جی بہتر ہے تمہیں معلوم ہے اور تمہیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ میں نے تمہیں کوشلیا کے
کے الزام سے بچایا ہے۔ میں نے پستول پر سے تمہارے ہاتھ کے نشانات مٹوائے ہیں۔ میں نے
شاد سے اقبال جرم کرایا اور اسے فرار کروا دیا ہے۔ مہاراج کو اس کا احساس ہے؟"
جمیل احمد خان صاحب مجھے معلوم ہے آپ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ جب آپ نے اتنا کیا ہے تو
مجھے شما نہیں کر سکتے؟" تربینی نے التجا آمیز لہجے میں کہا۔
شما۔ خوب تربینی داس جی۔ جب کہ تم نے میرے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی۔ مجھے گھر سے بے گھر
انکا اور نرگس کو مجھ سے چھین لیا۔ میری آنکھ چھینی تربینی داس تمہارا نامہ اعمال بڑا سیاہ ہے شما اتنی
سے نہیں دی جاتی۔"
بھول منش سے ہوتی ہے خان صاحب اب میری آنکھیں کھل گئی ہیں مجھے شما کر دیجیے۔ میری
دولت لے لیجیے۔ سب لے لیجیے پر مجھے شما کر دیجیے۔"
تم جیسے کٹھور دل پاپی کو شما۔ تربینی داس ناممکن۔"
میں آپ کو آپ کے خدا اور رسول کا واسطہ دیتا ہوں خان صاحب مجھ پر دیا کیجیے میں سارا جیون
آپ کے چرن دھو کر پینے کو تیار ہوں۔"

تربینی کی عبرت انگیز حالت سے دیر تک میں لطف لیتا رہا۔اس کا عالم برا تھا۔میرے طنزیہ قہقہوں نے یہ اثر کرلیا کہ وہ میرے سامنے ہاتھ باندھے گڑگڑاتا رہا۔وہ سچ مچ میرے قدموں پر گر پڑا اور کر رحم کی بھیک مانگنے لگا لیکن وہ جس قدر بھی گڑگڑاتا' میرا دل اور پتھر بن جاتا۔دو قدم پیچھے ہٹ کر میں نے کرخت آواز میں کہا۔"مرد بنو تربینی داس۔مرد۔میں نے بھی تمہارے مظالم کو برداشت کیا تھا۔اب تم بدترین سزائیں برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔جب تک میں تمہیں ان مظالم کی سزائیں نہیں دے لوں گا جو تم نے مجھ پر توڑے تھے' اس وقت تک مجھے سکون نصیب نہیں ہوگا۔تربینی تم نے مجھے انسان سے جانور بنا دیا تھا۔تمہارے لیے میرے دل میں کوئی جگہ نہیں۔اب کچھ مت کہو ورنہ میرا غصہ اور شدید ہو جائے گا اور یاد رکھنا میری سزا ذرا مختلف ہوگی۔اس کا عرصہ طویل ہوگا۔"

تربینی گڑگڑاتا رہ گیا لیکن میں وہاں سے چلا آیا۔میں اس وقت اسے کوئی اذیت نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔باہر پولیس کا پہرا تھا۔یقیناً میری حاضری پولیس نے نوٹ کی ہوگی۔مجھے اطمینان تھا' شام تک تربینی کی سزا کا پہلا مرحلہ مکمل ہو جائے گا۔انکا نے مجھے بتایا تھا کہ تربینی انکا کو حاصل کرنے سے پہلے جو موٹا پجاری ضرور تھا اور اسے خود کو محفوظ کرنے کے دو چار داؤ پیچ آتے ہیں لیکن انکا نے مجھ سے وعدہ کیا کہ آج رات وہ مجھے تربینی کے متعلق کوئی دل خوش کن خبر سنائے گی۔

شام کو میں ریس کھیلنے گیا کیونکہ مجھے تیزی کے ساتھ اپنی دولت بڑھانی تھی۔اس شام کلدیپ میرے قریب آ کر بیٹھ گئی۔ہم دونوں نے ایک ساتھ رقم لگائی اور کہنے کی ضرورت نہیں کہ ہم دونوں مسلسل جیتتے رہے۔میری وجہ سے کلدیپ نے اس شام اسی ہزار روپے جیتے اور میں نے کوئی سوا لاکھ۔کلدیپ حیرت سے یہ سب دیکھ رہی تھی۔ریس ختم ہونے کے بعد وہ میرے ساتھ ہوٹل میں آ گئی۔اس نے ہزار روپوں میں سے نصف میرے حوالے کرنا چاہیے کیونکہ یہ میری ٹپ پر اس نے جیتے تھے لیکن میں انکار کر دیا۔مجھے کلدیپ کی یہ دریا دلی بہت بھائی۔جس قدر بھی وہ میرے قریب آتی جا رہی تھی' اس اندر کے جوہر کھل رہے تھے۔وہ اپنے باطن میں بھی حسین لڑکی تھی اور نرگس کے بعد وہ پہلی لڑکی تھی کے متعلق میں اپنے دل میں کچھ مختلف جذبہ محسوس کر رہا تھا۔اس کی باتیں دل نشین تھیں۔ہوٹل رخصت ہو کر وہ مجھ سے یہ وعدہ کر کے چلی گئی کہ رات کو کلب میں ملے گی۔انکا اس وقت موجود نہیں میں نے رات کا کھانا ہوٹل میں کھایا اور رات کو حسب معمول کلب روانہ ہو گیا جہاں کلدیپ میری تھی۔یہاں مجھے پہلی بار احساس ہوا کہ مجھ سے متاثر ہونے کے علاوہ اور دوسرے احساسات اسے آ گھیرا ہے۔وہی ہنگامے کلب میں رہے۔رقص' موسیقی' کلدیپ کا قرب۔رات کو اس نے میرے ہوٹل چھوڑا' جہاں میں بے سدھ سو گیا۔

صبح ہوتے ہی انکا میرے سر پر تھی لیکن انکا کے کچھ بتانے سے پہلے میں نے اخبارات میں یہ خبر

کہ تربینی کا گھر جل کر راکھ ہو گیا ہے۔تربینی نے وحشت کے عالم میں خود اپنے ہاتھوں سے اپنی کوٹھی کو آگ لگا دی۔میں نے یہ خبر پڑھ کر انکا کو جگایا تو اس نے تفصیل سے مجھے بتایا کہ تربینی کو اذیت ناک سزا دینے سے پہلے ضروری تھا کہ اس کی دولت اور گھر ختم کر دیا جاتا۔چنانچہ اس نے تربینی کے سر پر سوار ہو کر اس کے ہاتھوں خود اس کے گھر کو آگ لگا دی۔اس بھیانک آگ میں تربینی کا چہرہ مسخ ہو گیا اور فائر بریگیڈ کے عملے نے اسے بے ہوشی کی حالت میں اسپتال پہنچا دیا۔تربینی کی لاکھوں روپے کی جائیداد جل گئی تھی لیکن یہ کچھ بھی نہ تھا میں جو کچھ چاہتا تھا یہ اس کا عشر عشیر بھی نہ تھا ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ انکا بولی۔

"جمیل' اتنے بے صبرے نہ بنو۔ابھی تو ابتدا ہے۔"

تربینی کے مکان کی آتشزدگی سے کوشلیا کے قتل کا واقعہ دب گیا۔اخبارات ان دونوں واقعات کا تانا عجب انداز میں غیر متوقع جوڑ رہے تھے۔تربینی کے جسم کو آگ نے اس طرح لپیٹ دیا تھا کہ مہینوں کے اچھے ہونے میں لگتے۔پونا میں میرے قیام کا اب کوئی جواز نہیں تھا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ میری نگرانی پر مامور ہے۔کوشلیا کے قتل کا معاملہ ابھی تازہ تھا۔میں کوئی دس دن پونا میں ٹھہرا رہا اور میں ہر بار جیتنے کی وجہ سے مختصر عرصے میں لاکھوں کا آدمی بن گیا۔میرے پاس بیش قیمت ملبوسات ڈھیر لگ گیا۔کلدیپ کو بھی میں ریس میں جتاتا رہا۔دس دن کے اندر میں کلب کی سب سے مقبول شخصیت بن گیا تھا اور کلدیپ کے ساتھ میرا نام رشک اور حسد سے لیا جانے لگا تھا۔کلدیپ نے مجھ سے باقاعدہ محبت شروع کر دی تھی۔یہ محبت اس وجہ سے یقیناً نہیں تھی کہ میں نے اپنی دولت اور کرشموں سے دنگ کر دیا تھا بلکہ اس کے ہاں کچھ سچے جذبے واقعی بیدار ہو گئے تھے اور یہی سبب تھا کہ انتہائی قربت کے باوجود میں دوسری عورتوں کی طرح اسے نہ برت سکا۔نرگس کے بعد ایک' دوسری لڑکی بہت آہستگی سے میرے اندر داخل ہو رہی تھی۔انکا نے مجھے کئی بار ٹوکا کہ میں کلدیپ کے دریائے حسن سے اپنی کشتی کیوں نہیں دور کرتا۔میں اسے کوئی جواب نہ دے سکا۔کلدیپ تو ایک پھول تھی۔مجھے ڈر تھا کہ اگر میں نے احتیاط نہ کی تو وہ مرجھا جائے گا۔

پونا چھوڑ جانے سے آخری دن پہلے میں اس انسپکٹر کے پاس گیا جو تربینی کے سلسلے میں تفتیش کرنے میرے پاس آیا تھا۔میں نے اس سے کہا کہ میں پونا چھوڑ رہا ہوں۔جلدی واپس آ جاؤں گا۔اس عرصے میں اگر اسے میری ضرورت پڑے تو وہ مجھے بمبئی میں تاج ہوٹل کے پتے پر خط لکھ سکتا ہے۔انسپکٹر میری اس غیر متوقع آمد سے خاصا مرعوب ہو گیا تھا۔اس نے مجھے ایک نیک شخص تو کیا سمجھا ہوگا' کسی بڑے گروہ کا سرغنہ ضرور تصور کیا ہوگا۔شکریے کے ساتھ اس نے مجھے اجازت دے دی کہ اب میں پونا چھوڑ سکتا ہوں۔لیکن اس شہر کو چھوڑنا کوئی ایسا آسان کام نہیں تھا۔اس شہر سے میری بڑی تلخ اور شیریں یادیں وابستہ تھیں

اور گزشتہ دس بارہ دن تو میری زندگی کے یادگار دن تھے۔ اس میں مجھے انکا ملی تھی' کلدیپ ملی تھی' دولت ملی تھی۔ آخری دن کلدیپ نے مجھے رقت انگیز انداز میں رخصت کیا اور مجھ سے کئی بار جلد آنے کا وعدہ لیا۔ میں نے چلتے چلتے جب اسے یہ بتایا کہ جمیل نگر نامی کوئی ریاست ہی اس ملک میں موجود نہیں تو وہ انگشت بدنداں رہ گئی۔ مجھے خدشہ تھا کہ وہ اس انکشاف پر مجھ سے ناراض ہو جائے گی لیکن وہ جمیل نگر اسٹیٹ کے نواب سے نہیں' جمیل احمد خان سے محبت کرنے لگی تھی۔ جمیل احمد خان کو اس پر جتنا بھی ناز ہوتا کم تھا۔

پونا سے میں سیدھا بمبئی آیا اور بمبئی میں ایک ہفتے قیام کرنے کے بعد میں نے انکا کی بدولت بہت سا سرمایہ جمع کرلیا۔ ایک خاصی معقول کوٹھی خرید لی۔ بمبئی میں مجھے کلدیپ کا خیال آتا رہا۔ عجیب بات یہ تھی کہ نرگس کی یاد کے ساتھ کلدیپ اور کلدیپ کی یاد کے ساتھ نرگس میرے ذہن میں ابھر آتی تھی۔ میں نے اپنی نرگس کے لیے کلدیپ کو ذہن سے نکالنا چاہا لیکن کلدیپ نے پونا سے مجھے فون کر کے اور بے چین کر دیا۔ بمبئی میں انکا نے بڑے تماشے کیے۔ ایک ہفتے کے اندر اس نے میری ساکھ بڑی حد تک بحال کرا دیا۔ بمبئی میں ایک بار پھر پرانی یادیں تازہ ہو گئیں۔ میں اپنی کئی شناسا عورتوں سے ملا...... یہی وہ عورتیں تھیں جنہوں نے میرے برے دنوں میں منہ پھیر لیا تھا۔ اب پھر وہ میرے قریب جمع ہونے لگی تھیں۔ زمانے کی نیرنگی بھی کیا چیز ہے۔ یہاں کسی شے کو ثبات نہیں۔ ثبات اس وقت تک قائم رہتا ہے جب سلسلے مربوط ہوں۔ جب کوئی سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے تو سب کچھ بکھر جاتا ہے۔ میں نے بہت، اچھے اور بہت برے دن دیکھے تھے۔ میری دعا ہے کہ کوئی اچھے دنوں کے بعد برے دن نہ دیکھے اور برے دن دیکھے تو پھر اس کے اچھے دن بھی آئیں۔ پھر قسمت نے ایک بار پھر مجھے موقع دیا تھا۔ میں پہلے سے بہت زیادہ محتاط تھا۔ میں نے طے کرلیا تھا کہ اب روپے کو کسی ایک کاروبار میں مرکوز نہیں رکھوں گا اور اعتدال کو شیوہ بناؤں گا۔ ہر چند کہ اعتدال ہی کی ایک کمی میرے ہاں ہمیشہ رہی۔

اب میری منزل نرگس کے شہر کی طرف تھی۔ نرگس کے شہر میں اس بار میں بڑے اعتماد کے ساتھ جا رہا تھا۔ اصفہانی صاحب سے انتقام لینے کے کئی منصوبے میرے ذہن میں تھے۔ جب گاڑی منزل مقصود پر پہنچی تو میں دھڑکتے ہوئے دل سے نیچے اترا۔ قلی کے ذریعے اپنا اسباب ایک ٹیکسی میں رکھوایا اور شہر کے سب سے بڑے ہوٹل میں اپنا کمرا مخصوص کرالیا۔ دیار نرگس میں آنے کے بعد میری بے چینی بڑھ گئی۔ ایک ایک پل بھاری ہو رہا تھا۔ میں اڑ کر نرگس کے پاس پہنچنا چاہتا تھا۔ اسے بتانا چاہتا تھا کہ جو کچھ کھو گیا تھا' مل گیا۔ میں نے بہ عجلت ممکن نہا دھو کر کپڑے تبدیل کیے۔ گرم کافی نے مجھے بڑی فرحت اور تازگی بخش دی تھی۔ انکا جو سوئی ہوئی تھی' اب بیدار ہو چکی تھی اور میری بے چینی محسوس کر کے معنی خیز انداز میں مسکرا رہی تھی۔ جب میں جانے کے لیے اٹھا تو انکا سنجیدہ ہو کر بولی۔ ''جمیل میری مانو تو ابھی نرگس سے

نہ ملوں؟'' میں نے حیرت سے انکا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ''یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ انکا۔ بے چینی کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔؟''

''تمہاری بے چینی اپنی جگہ ہے لیکن میرا مشورہ ہے کہ پہلے تم اصفہانی صاحب سے نمٹ لو۔ وہ مغرور ہے اور دولت نے اسے اندھا کر دیا ہے۔ کم درجے کے انسانوں سے ملنا وہ اپنی توہین سمجھتا ہے۔ پہلے اسے ذرا زمانے کے نرم و گرم کا اندازہ ہو جانے دو' سمجھ رہے ہو کہ میں کیا کہہ رہی ہوں۔''

''ہاں...... مگر یہ تو بہت مدت کی بات ہوگی۔'' میں نے کہا۔

''میں جو تمہارے ساتھ ہوں۔ دو ایک دن میں تماشا دکھا دوں گی۔''

انکا کا مشورہ معقول تھا۔ اصفہانی' ترینی سے کوئی کم درجے کا ذلیل شخص نہیں تھا۔ اپنی امارت کے زعم میں وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ میں نے اپنے دل پر پتھر رکھ لیا اور اصفہانی کا غرور توڑنے کا عہد کیا۔ میں نے سوچا جہاں نرگس سے اتنی دوریاں وہاں کچھ دن اور سہی۔ اصفہانی سے اگر اس کے زوال کے بعد ملاقات ہو جائے تو مزہ آ جائے گا۔ اسی لمحے میں نے انکا سے اصفہانی کی کمزوریاں پوچھیں۔ بڑے بڑے ٹھیکوں کی تجارت اور عورت اس کی کمزوری تھی۔ میں نے انکا کو حکم دیا کہ وہ جلد از جلد اصفہانی کے ٹھیکوں کے متعلق تمام تفصیل مہیا کرے' چند لمحوں میں پتا چل گیا کہ اصفہانی کے پاس اس وقت چار بڑے بڑے ٹھیکے ہیں جو سب کے سب رشوت دے کر حاصل کیے گئے ہیں۔ بڑے بڑے افسروں کو شراب اور عیش و عشرت مہیا کرنا اصفہانی کا کام تھا۔ میں نے انکا سے کہا کہ جو کام بھی ہو' جلد ہو اور یہ دو دن کی بات ہے کہ اصفہانی کے چاروں ٹھیکے مسترد کر دیے گئے۔ انکا نے نہ جانے کیا جادو کیا تھا کہ رشوت لینے والے کئی حکام رشوت ستانی میں ملوث ہو گئے۔ انکا نے ایک اخبار کے رپورٹر کے سر پر پہنچ کر وہ تمام اہم دستاویزات دیں اور رشوت کی تصدیق کرا دی جو ان ٹھیکوں سے متعلق تھی۔ رپورٹر نے حاشیے کے ساتھ یہ خبر پورے اہتمام سے شائع کی۔ ایک دن میں اصفہانی صاحب کی رسوائی کا سامان پیدا ہو گیا۔ رشوت کی بات چونکہ بالکل صحیح تھی اس لیے محکمہ رشوت ستانی حرکت میں آ گیا۔ شام کے اخباروں نے اس خبر کو اور اچھالا اور رات گئے تک کئی افسران نے رشوت لینے کا تحریری اقرار کرلیا' وہ کیا نہ کرتے۔ انکا کے لیے کون سا کام مشکل تھا۔ چار بجے صبح مجھے انکا نے جگا کر بتایا کہ اصفہانی کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ انکا مجھے پل پل کی خبر دے رہی تھی۔ گزشتہ دن وہ بڑی سرگرم رہی۔ دوسرے دن صبح کے اخبارات اصفہانی کے متعلق کچھ اور حیرت انگیز خبریں لے کر آئے۔ اصفہانی کی نجی زندگی سے بہت سے رپورٹروں نے پردہ اٹھایا تھا۔ صابر علی مجسٹریٹ اور اصفہانی کے تعلقات پر نکتہ چینی کی گئی۔ غرضیکہ کوئی ایسا پہلو تھا جو اخبارات کے کھوجی رپورٹروں نے چھوڑ دیا تھا۔ مجھے خوشی تھی کہ ایک دو دن کے

اندر اندر اصفہانی کی ساکھ برباد ہوگئی تھی۔ بعد میں مجھے اطلاع ملی کہ وزارت تجارت کے ایک عہدیدا
بیوی نے اصفہانی کو ضمانت پر چھڑوا لیا ہے۔ شہر میں ہر طرف اس خبر کا چرچا تھا۔ شام کو شائع ہونے وا
اخبارات نے میری خوشیوں کو اور بڑھا دیا۔ اصفہانی کے پاس پہلے جو ٹھیکے موجود تھے ان کا م بھی روک
گیا تھا۔ انکا نے مجھے بتایا۔ ''جمیل، تمہارے سسر اب سنجیدگی سے خودکشی پر غور کر رہے ہیں۔ اگر بیگم
کشور بیگم نے سہارا نہ دیا ہوتا تو شاید اب تک وہ خود کو گولی مار چکے ہوتے۔''

''یہ کشور بیگم کون ذات بد ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''یہ وزارت تجارت کے ایک عہدیدار شاہ زمان کی بیوی ہے۔ اسی نے تمہارے سسر کی ضمانت
ہے۔ بڑی خوب صورت اور منچلی عورت ہے۔ تمہارے سسر کی بڑی گرویدہ ہے۔ چوری چھپے ملاقاتوں
سلسلہ بھی ہے۔ شاہ زمان کی ترقی میں کشور بیگم کا بڑا ہاتھ ہے۔ اسی وجہ سے وہ خاموش رہتا ہے۔''

''گویا کشور بیگم کا بھی علاج کرنا ہوگا۔''

''کشور بیگم اور تمہارے سسر کے درمیان پوشیدہ خط و کتابت بھی ہوتی رہتی ہے۔ بڑے رومانی
خطوط لکھے جاتے رہے ہیں۔ کہو تو ان خطوط کو اڑا کر اخبارات والوں تک پہنچا دیا جائے۔''

مجھے انکا کا مشورہ بے حد پسند آیا۔ اس طرح اصفہانی کا آخری سہارا بھی ختم ہو جاتا۔ میں نے انکا
بات پر صاد کیا تو وہ خوشی سے مسکرا کر بولی۔

''جمیل! ملو گے کشور بیگم سے؟''

میں نے انکا کی بات کو ہنس کر ٹال دیا۔ فی الحال میں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہتا تھا جس سے بڑ
بدنامی کا احتمال ہوتا۔ اسی شام جب اصفہانی صاحب کی طرف سے اطمینان ہوگیا تو میں رام دیال سے
ملنے اس کے گھر پہنچا۔ رام دیال گھر پر موجود نہیں تھا لیکن وہاں ایک ناقابل یقین واقعہ پیش آیا۔ اس
بیوی شیاما نے مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ بڑی آؤ بھگت کی۔ پہلے کی طرح وہ آج بھی مجھ سے بڑی بے تکلفی
سے پیش آ رہی تھی۔ انکا میرے سر پر آلتی پالتی مارے بیٹھی ہماری گفتگو سن رہی تھی۔ کچھ دیر بعد شیاما
کام سے اٹھ کر اندر گئی تو انکا نے مجھ سے ایک عجیب بات کہی۔

''جمیل! شیاما کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

''کیا مطلب؟'' میں نے چونکتے ہوئے انکا کے چہرے پر نظر ڈالی۔

''سنو شیاما کی نیت تمہارے سلسلے میں اچھی نہیں ہے۔ رام دیال آج کل ایک دوسری عورت کے
میں پڑ گیا ہے۔ شیاما نے انتقامی جذبے کے تحت دوسرے لوگوں سے تعلقات استوار کر رکھے ہیں۔''

''چپ ہو جاؤ انکا۔'' میں قدرے برہمی سے بولا۔ ''شیاما میرے دوست کی بیوی ہے۔ وہ میری
کے برابر ہے۔ رام دیال کے کچھ احسان بھی ہیں مجھ پر۔''

یل! جاؤ چپکے سے اندر جا کر دیکھ لو۔ اس وقت بھی شیاما کے کمرے میں ایک شخص موجود ہے۔''

نے کیوں مجھے انکا کی بات پر اعتبار نہیں آیا۔ تلملا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ انکا میری رہنمائی کرنے لگی۔
ے نکل کر جب میں شیاما کی خواب گاہ کے دروازے پر پہنچا اور کھڑکی سے جھری سے اندر جھانکا
شدید حیرت کا سامنا کرنا پڑا۔ انکا نے شیاما کے بارے میں غلط بیانی نہیں کی تھی۔ اس وقت شیاما
یک غیر مرد کے ساتھ ہم آغوش تھی۔ میں خاموش کھڑا سب کچھ دیکھتا رہا۔ کچھ دیر بعد شیاما نے
ے علیحدہ ہوتے ہوئے کہا۔

''سندر لال، تم اب پچھلے دروازے سے نکل جاؤ۔ رام دیال کا ایک متر باہر ڈرائنگ روم میں موجود
''

سندر لال شیاما کا ہاتھ تھام کر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔ ''دوبارہ دیوی کے درشن کب
گے؟''

''کل رات۔'' شیاما نے شوخی سے جواب دیا۔

''اور اگر تمہارے پتی دیو موجود ہوئے تو؟''

''ارے اسے کامنی سے فرصت کہاں ملے گی۔'' شیاما ترخ کر بولی۔ ''وہ دو روز سے پہلے نہیں آئے
''

میں دبے قدموں واپس ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ شیاما کو اس نئے رنگ میں دیکھ کر مجھے شدید تعجب ہوا
تھوڑی دیر بعد شیاما آئی تو مجھے خاموش پا کر بولی۔

''معاف کیجئے گا جمیل صاحب۔ میں ذرا رسوئی میں ہانڈی دیکھنے گئی تھی۔''

''رام دیال کب تک واپس آ جائے گا؟'' میں نے پوچھا شیاما کے جھوٹ پر مجھے سخت تاؤ آ رہا تھا۔

''کاروبار کے سلسلے میں کہیں باہر گئے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ایک دو روز بعد واپسی ہو۔'' شیاما نے
ئے ہوئے لہجے میں کہا پھر اچانک مسکرا کر بولی۔ ''آپ کب یہاں آئے اور کہاں ٹھہرے ہیں۔ میں
چھنا ہی بھول گئی۔''

''میرا قیام ہوٹل میں ہے۔'' میں نے مختصراً جواب دیا۔

''یہ نہیں ہوسکتا۔ اپنا گھر ہوتے ہوئے آپ ہوٹل میں نہیں رہ سکتے۔ جایئے اور ابھی سامان اٹھا
یے۔'' شیاما کے لہجے میں اپنائیت اور سپردگی کا انداز تھا۔ میں چپ نہ رہ سکا۔ غیر اختیاری طور پر
منہ سے نکلا۔

''رام دیال کا گھر ہمیشہ سے میرا اپنا رہا ہے لیکن اگر میں یہاں آ گیا تو سندر لال کی آمد و رفت میں
ری ہوگی۔ شیاما میں کوئی اور عذر نہیں سنوں گا۔ میں نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔''

شیاما نے میری زبان سے سندر لال کا نام سنا تو اس کے چہرے کی رنگت زرد پڑ گئی۔ کچھ دیر وہ متعجب انداز سے گھورتی رہی پھر تڑپ کر اٹھی اور بے اختیار مجھ سے لپٹ کر رونے لگی۔ ایک خوب صورت اور جوان جسم کے لمس نے میرے احساسات اور جذبات میں ارتعاش سا پیدا کیا۔ میں نے اسے کو ہٹانا چاہا تو وہ مجھ سے اور قریب ہو کر بولی۔

"جمیل صاحب، آپ نے جو کچھ دیکھا ہے، میں اس سے انکار نہیں کروں گی۔ پرنتو آپ رام دیال کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ اس نرموہی نے آج کل ایک عورت سے تعلقات پیدا کر لیے ہیں۔ وہ دو تین تین دن گھر کا رخ نہیں کرتا۔"

میرے تن بدن میں چیونٹیاں سی رینگ رہی تھیں، میری کنپٹی سائیں سائیں کر رہی تھی۔ میں خاموش رہا تو شیاما ہاتھ باندھ کر بولی۔

"جمیل صاحب میں بنتی کرتی ہوں کہ آپ رام دیال سے کچھ نہ کہیں۔ میرا گھر برباد نہ کریں۔ ویسے مجھے وشواش ہے کہ اب اسے میری ضرورت نہیں۔ کامنی اس کا من بہلانے کے لیے کافی ہے۔"

شیاما کی حالت قابل رحم تھی۔ رام دیال نے واقعی اس کے ساتھ ناانصافی کی تھی لیکن میں اس عجب مخمصے میں گرفتار تھا۔ شیاما میرے دوست کی بیوی تھی اور خودسپردگی کی کیفیت میں مبتلا تھی۔ میں خاموشی سے اس کا منہ تکتا رہا۔ شیاما نے میری خاموشی سے نہ جانے کیا نتیجہ اخذ کیا اور ایک بار پھر دیوانہ وار مجھ سے لپٹ گئی۔

میری قوت برداشت جواب دے رہی تھی۔ میرا گلا خشک ہو رہا تھا۔ تنفس پر میرا قابو نہیں تھا۔ دل تو کہ ایک قیامت خیز قرب سے بے قابو ہوا جا رہا تھا۔ اسی لمحے انکا نے کیف و مستی میں ڈوبی آواز میں کہا۔

"سنو جمیل! اس وقت یہ تمہیں رام کرنے کے لیے سب کچھ کرنے پر تیار ہے، ہر قیمت پر تمہارے اوپر اپنا شریر دان کرنے کو تیار ہے۔"

میں نے عالم تصور میں انکا کی سمت دیکھا تو اس کی نشیلی آنکھوں میں خمار و مستی کے ڈورے تیر رہے تھے، انکا کو اس عالم میں دیکھ کر ایک لمحے کے لیے میرا ہاتھ شیاما کی کمرے کے گرد حلقہ بن گیا۔ اس کی خود سپردگی میں بڑی کشش تھی۔ میں کسی مقناطیسی قوت کے تحت اس کی جانب کھنچنے لگا، لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے اپنے دوست رام دیال کا خیال آ گیا۔

رام دیال جو میرا دوست تھا۔ میری غیرت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ میں اپنے دوست کی بیوی کو بری نظر سے دیکھوں۔ حالانکہ اس کی بیوی پہلے سے آلودہ تھی اور مجھے یقین تھا کہ اگر میں نے اس کی پیشکش رد کر دیا تو سندر لال موجود ہے۔ رام دیال کی شیاما ہر حالت میں اس کے لیے غیر ہو چکی تھی۔ میں نے اسے نفرت سے دھکیل دیا۔ وہ دور جا گری اور میں فوراً وہاں سے اٹھ گیا۔ میں نے درشت لہجے میں کہا

میرے دوست کی بیوی ہو۔ آئندہ میں سندر لال کو اس گھر میں نہ دیکھوں نہیں تو مجھ سے برا ہوگا۔" میری اس دھمکی پر وہ میرے پیروں میں پڑ گئی اور میں اسے دھتکارتے ہوئے وہاں سے

واقعے کے بعد مجھے غیر معمولی سکون ملا۔ میرا ضمیر مطمئن تھا، کسی بات سے مجھے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی اس واقعے سے ہوئی تھی۔ میں نے طے کر لیا جب رام دیال آئے گا تو میں اس سے اس سلسلے میں بات کروں گا۔

دوسری صبح میرے لیے بڑی ہنگامہ خیز ثابت ہوئی، تازہ اخبارات کی سرخیوں نے یقیناً پورے شہر میں ہنگامہ مچا دیا ہوگا۔ بیشتر اخبارات نے ان خطوط کو پہلے صفحے کی زینت بنایا تھا جو اصفہانی اور کشور کی سازشوں اور گھناؤنی طبیعتوں کو بے نقاب کرنے کے لیے کافی تھے۔ میں نے ان خطوط پر نظر ڈالنے کے بعد دوسری سرخی کو دیکھا تو چونک اٹھا۔ یہ خبر میرے لیے حیرت انگیز تھی کہ پولیس نے مختلف بینکوں سے اصفہانی کا اثاثہ دریافت کرنے کے بعد انہیں سختی سے ہدایت کی تھی کہ جب تک اوپر سے کوئی حکم نہ ملے اصفہانی کی طرف سے موصول ہونے والا کوئی چیک یا ڈرافٹ کیش نہ کیا جائے۔ میں دیر تک ان خبروں پر غور کرتا رہا پھر ضروریات سے جلدی جلدی فراغت پا کر کپڑے تبدیل کیے اور نرگس کے مکان کی طرف چل دیا۔ انکا بیدار ہو چکی تھی اور میرے سر پر صبح کی چہل قدمی میں مصروف تھی۔

جیسے جیسے نرگس کا مکان نزدیک آتا جا رہا تھا، میری حالت غیر ہوتی جا رہی تھی۔ کچھ دیر بعد میری منزل مقصود میری نگاہوں کے سامنے تھی۔ نرگس کا بنگلہ میرے ارمانوں کا مسکن تھا لیکن صدر دروازے پر پولیس کا پہرا دیکھ کر میرے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔

"کیوں جمیل، تم رک کیوں گئے؟ گھبراؤ نہیں جمیل۔ جب تک تمہاری کنیز تمہارے ساتھ ہے تمہیں کسی بات سے خوف نہیں کھانا چاہیے، بے دھڑک آگے بڑھو۔"

انکا کے پہلے جملے نے مجھے تقویت بخشی۔ میں نے قدم آگے اٹھائے، صدر دروازے پر کھڑے ہوئے ایک پولیس افسر نے مجھ سے چند سوالات کیے پھر مجھے اندر جانے کی اجازت مل گئی۔ عمارت میں داخل ہو کر میں سیدھا اس حصے کی طرف گیا جہاں اصفہانی صاحب کی موجودگی متوقع تھی۔ جس وقت میں نے کمرے میں قدم رکھا، میری ساس اور سسر دونوں علیحدہ علیحدہ صوفوں پر بیٹھے اپنے اپنے خیالوں میں گم تھے۔ اصفہانی صاحب کے چہرے سے وحشت اور پریشانی مترشح تھی۔ ان کے چہرے سے رعونت اور کرختگی غائب ہو چکی تھی۔ میں ایک لمحے دروازے پر کھڑا دونوں میاں بیوی کو گھورتا رہا پھر آگے بڑھ کر میں نے اپنی ساس کو سلام کیا تو وہ جیسے کسی خواب سے چونک کر اچانک بیدار ہو گئیں۔ دونوں نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گھورنے لگیں، اصفہانی صاحب کی حالت مختلف تھی۔ مجھے اپنے روبرو

دیکھ کر ان کی خشونت واپس لوٹ آئی۔

''تو کیوں آیا ہے یہاں؟ میں نے تجھے منع کیا تھا پھر کبھی اپنی منحوس صورت مجھے نہ دکھانا حرام زادے! تجھے اس عمارت میں قدم رکھنے کی جرات کیسے ہوئی۔ میں تجھے گولی ماردوں گا۔''

انکا برق رفتاری سے میرے سر سے اتر گئی۔ اصفہانی صاحب نے اپنا جملہ مکمل کرتے ہی پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنا اعشاریہ دو پانچ کا آٹو میٹک پستول نکال لیا جسے غالباً انہوں نے اپنا آخری نجات دہندہ سمجھ کر اپنے پاس رکھ چھوڑا تھا۔

''کمینے...... ذلیل۔ تو ہمارا مذاق اڑانے کی خاطر آیا ہے' میں تیرا جسم چھلنی کر ڈالوں گا۔'' پستول کا رخ میری سمت کر کے اصفہانی صاحب دوبارہ گرجے مگر قبل اس کے کچھ وہ اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہناتے' میری خوش دامن نے لپک کر شوہر کے ہاتھوں سے پستول اچک لیا اور تیزی سے بولیں۔

''کیا بالکل ہی دیوانے ہو گئے ہو؟ کیوں اپنی بگڑی ہوئی ساکھ اور ڈوبتی ہوئی عزت کا جنازہ اٹھوانے کے درپے ہو' پہلے ہی کیا کم پریشانیاں ہیں جو ایک اور مصیبت کا اضافہ کر رہے ہو۔''

اصفہانی صاحب پیچ و تاب کھا کر رہ گئے' بیگم سے کچھ نہ بولے' میری جانب گھور کر سرد لہجے میں کہا۔

''جمیل احمد خان۔ خیریت چاہتے ہو تو چلے جاؤ میرے سامنے سے' ورنہ نہ جانے کیا ہو جائے گا۔''

قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا' میری خوش دامن جلدی سے بولیں۔

''جمیل میاں' جب ہمارے تمہارے رشتے ٹوٹ چکے ہیں تو کیوں بلاوجہ ہمیں پریشان کرنے جاتے ہو۔ خدا کے لیے ہماری پریشانیوں میں اضافہ نہ کرو۔''

''میں انہی ٹوٹے رشتوں کو جوڑنے آیا ہوں امی حضور۔'' میں نے اپنی ساس کو بڑے ادب سے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''نرگس کے ساتھ جو گزر چکی ہے' مجھے اس کا علم ہے۔ میں اپنی سابقہ جعل بازیوں پر نادم ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ نرگس کو دوبارہ میرے عقد میں دے کر مجھے اپنی غلطی کی تلافی کا موقع دیں۔''

''بیگم......'' اصفہانی صاحب میری بات سن کر حلق کے بل چیخے۔ ''اس ننگ خاندان سے کہو کہ زبان بند کر لے۔ میرے سامنے اگر اس نے دوبارہ نرگس کا نام لیا تو میں اس کی زبان گدی سے کھینچ لوں گا۔''

''خدا کے لیے چلے جاؤ جمیل میاں۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔'' میری خوش دامن گڑگڑاتے ہوئے مجھ سے کہا۔ ''نرگس کو اس کی قسمت پر چھوڑ دو۔ اب تم جو چاہتے ہو وہ ناممکن ہے۔''

نرگس کے ضمن میں ناممکن کا لفظ سن کر میرے دماغ میں آندھیاں چلنے لگیں۔ میرے چہرہ غصے سے تمتما اٹھا۔ میں پلٹ کر اپنی ساس کو کوئی سخت جواب دینا چاہتا تھا کہ پشت سے نرگس کی نحیف آواز سنائی

''اگر آپ مجھے لینے آئے ہیں تو میں آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔''

گھوم کر نرگس کے چہرے پر نظر ڈالی تو تڑپ اٹھا۔ کتنی اجاڑ اجاڑ نظر آرہی تھی نرگس۔ اس کے رنگت زرد پڑ چکی تھی۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے پڑے ہوئے تھے' گال کی ابھری ہوئی ہڈیاں زبان حال سے ان مظالم کی داستان سنا رہی تھی جو مجھ سے محبت کرنے کے عوض اس پر توڑے مجھے برسوں کی بیمار نظر آرہی تھی۔ بڑی نحیف اور کمزور کمزور سی۔ میں نے وارفتگی شوق میں نرگس کے ہاتھ تھام لیے اور سسک کر بولا۔ ''نرگس میری روح۔ میں تمہیں صدق دل سے عقد میں لینے کو تیار ہوں۔''

''بے حیا' بے شرم۔ اگر تو نے اس گھر کی دہلیز سے قدم باہر نکالا تو میں تجھے عاق کر دوں گا۔'' اصفہانی کر چیخ پڑے۔ ان کی قہر آلود نظریں نرگس کے مظلوم چہرے پر مرکوز تھیں۔ میری خوش دامن نرگس کو تک رہی تھی۔ مجھے اصفہانی پر تاؤ آگیا۔ میں نے سرد آواز میں کہا۔

''اصفہانی صاحب کیا' کیا ابھی اور رسوائی کے منتظر ہیں آپ۔''

''...'' جواب میں اصفہانی صاحب حلق کے بل اتنی زور سے چیخے کہ ان پر کھانسی کا دورہ پڑ ساس پریشان ہو کر شوہر کی جانب بڑھیں۔ میں نے سوچا تھا کہ اصفہانی صاحب کو جی بھر لیکن نرگس نے مجھے اتنا موقع نہ دیا۔ میرا ہاتھ تھام کر بولی۔

''جمیل۔ اب جو قسمت کو منظور ہو۔''

نرگس کو ساتھ لیے باہر آگیا۔ میرا خیال تھا کہ اصفہانی صاحب ضرور میرے راستے میں حائل کوشش کریں گے لیکن ایسا کچھ نہ ہوا۔ غالباً انکا نے انہیں ٹھنڈا کر دیا تھا۔ میں نرگس کو ساتھ لیے پر پہنچا تو پولیس افسر نے نرگس سے سرسری طور پر دو ایک سوال کیے پھر اسے میرے ساتھ اجازت دے دی۔ میں نے سڑک پر آکر ایک ٹیکسی پکڑی اور نرگس کو لے کر ہوٹل آگیا۔

دوبارہ اپنے قریب دیکھ کر مجھے جس قدر مسرت ہوئی' اس کا اظہار الفاظ کی زبانی ممکن نہیں' تھی کہ نرگس بہت جلد اپنی کھوئی ہوئی صحت اور مسرتیں واپس پالے گی۔ میں نے فوری طور پر کہ نرگس کو اپنے ہمراہ کسی صحت افزا پہاڑی پر لے جاؤں گا' جہاں نرگس کی بیماری کا خاطر ہو سکے۔

کیفیت بھی مجھ سے مختلف نہ تھی۔ وہ اپنے والدین کی موجودہ حالت سے پریشان نظر آتی تھی پریشان ہو چکی تھی کہ اپنے ماضی اور اس کی تلخ یادوں کو یکسر فراموش کر کے ایک نئی زندگی کا خواہشمند تھی۔ ہم بڑی دیر تک ایک دوسرے کو اپنے اپنے ماضی کے تکلیف دہ حالات کی

جھلکیاں سناتے رہے۔ میں نے خاص طور پر نرگس کو بڑی تفصیل سے اپنے بارے میں بتایا۔ جب میں نے نرگس کو انکا کی واپسی کے بارے میں بتایا تو وہ بے حد خوش ہوئی پھر مسکرا کر بولی۔

"ذرا انکا سے دریافت کیجئے کہیں وہ دوبارہ تو آپ کا ساتھ نہیں چھوڑ دے گی؟"

"اب ایسا نہیں ہوگا میری زندگی۔" میں نے نرگس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں دباتے ہوئے بڑی اعتمادی سے کہا۔ "انکا اب ہمیشہ ہمارے ساتھ اور ہماری خوشیوں میں برابر کی شریک رہے گی۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" نرگس نے دل کی گہرائیوں سے کہا۔

انکا میرے سر پر واپس آ چکی تھی اور بار بار پہلو بدل کر میری اور نرگس کی باتیں سن رہی تھی۔ خاص طور پر وہ نرگس کی باتوں کو زیادہ غور سے سن رہی تھی۔ شاید اسے اپنی ہم جنس سے زیادہ ہمدردی تھی۔ میں ابھی نرگس سے باتیں کر ہی رہا تھا کہ دروازے پر دستک کی آواز سن کر میرا ماتھا ٹھنکا۔ نہ جانے کیوں میرا دل دھڑکنے لگا۔ میں نے نرگس کو آرام کرنے کو کہا اور خود اٹھ کر دوسرے کمرے میں آیا۔ اتنی دیر میں دستک دینے والے نے دوبارہ دروازے پر زوردار دو ہتڑ مارے۔ مجھے دستک دینے کے اس انداز پر طیش آ گیا۔ لپک کر میں نے دروازہ کھولا لیکن دوسرے ہی لمحے چونک پڑا۔ باہر پنڈت بدری نرائن میرا منتظر تھا۔ مجھے بدری نرائن کو دیکھ کر یکلخت اس کے ساتھ کیا ہوا وعدہ یاد آ گیا۔ انکا کے حصول کے سلسلے میں میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ جب وہ چاہے گا' بلا کسی حیل وحجت انکا کو اس کے حوالے کر دوں گا۔ بدری نرائن کی بڑی بڑی اور سرخ آنکھیں معنی خیز انداز میں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

نہ جانے کیوں مجھے سینے میں اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہوا۔ میں نے عالم تصور میں اپنے سر پر نظر ڈالی۔ میری پریشانی دو چند ہو گئی۔ انکا مجھے اس وقت کچھ سہمی سہمی سی نظر آئی تھی۔ اس کی نظریں بدری نرائن کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ میرے دل کی گہرائیوں سے ایک سوال ابھرا۔

"جمیل احمد خان۔ اگر پنڈت بدری نرائن نے حسب وعدہ انکا کو تم سے مانگا تو تم کیا جواب دو گے؟"

میں خود کو کوئی جواب نہ دے سکا۔ ادھر بدری نرائن کی مسکراتی نظریں مجھے اپنے جسم میں چبھتی محسوس ہو رہی تھیں۔

☆==========☆==========☆

انکا کے سلسلے میں میں نے بدری نرائن سے وعدہ کیا تھا کہ وہ جب چاہے گا' میں کسی حیل وحجت بغیر انکا کو اس کے حوالے کر دوں گا اور اب جب کہ میں انکا کے حصول میں کامیاب ہو گیا تھا اور اس کے ساتھ کچھ بہترین وقت گزار چکا تھا تو اس وقت بدری نرائن کو اچانک اپنے دروازے پر کھڑا دیکھ کر بری طرح چونک پڑا۔ انکا مجھے توقع کے خلاف کچھ سہمی سہمی نظر آ رہی تھی۔ مجھے انکا کی یہ حالت دیکھ کر بڑی

ادھر بدری نرائن کی مسکراتی نظریں مجھے اپنے جسم میں چبھتی محسوس ہو رہی تھیں۔ چند ثانیے ہم ایک دوسرے کو تکتے رہے پھر بدری نرائن طنزیہ انداز میں مجھ سے مخاطب ہوا۔

"جمیل احمد خان! پہچانا مجھے؟ میں بدری نرائن ہوں...... کیا اتنی جلدی بھول گئے میاں جی۔"

"ہاں...... ہاں...... پنڈت جی۔" میں نے جھینپتے ہوئے جواب دیا۔ "آیئے تشریف رکھیے' میں بھلا آپ کو کیسے بھول سکتا ہوں۔ آیئے' ریستوان میں بیٹھتے ہیں۔"

میں بدری نرائن کی آمد سے خاصا بوکھلا گیا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اس بلائے بے درماں سے کیسے جان چھڑاؤں۔ میں اسے لے کر ہوٹل کے بڑے ہال کی طرف بڑھا۔ پنڈت بڑے معنی خیز انداز میں مسکراتا ہوا میرے ساتھ چل رہا تھا۔ ہم ہوٹل کے گوشے میں ایک ایسی میز پر بیٹھ گئے جہاں ہماری آواز کوئی نہیں سن سکتا تھا۔ میز پر بیٹھ کر جب ذرا اوسان بحال ہوئے تو میں نے پنڈت سے کہا۔ "آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں میں خود آپ کی طرف آنے والا تھا۔"

"ارے جمیل احمد خان۔ اب بھلا تم کیوں آتے' مجھے ڈر تھا کہ تم مجھے بھول نہ جاؤ اور جہاں تک تمہاری یہاں موجودگی کے بارے میں مجھے معلوم ہونے کا تعلق ہے تو بھلا تم سے غافل کب رہا۔ مجھے ساری باتیں معلوم ہیں۔ بہرحال دھنیہ باد۔ تم سپھل ہو گئے۔" پنڈت کے لہجے میں ابھی تک تیکھا پن تھا۔

"ہاں پنڈت جی۔ میں سپھل ہو گیا لیکن ان دنوں میں بہت پریشان رہا۔ مجھے کچھ الجھنیں درپیش تھیں۔ اب بھی میں انہی میں گھرا ہوا ہوں۔" میں نے اپنائیت سے کہا۔ "آپ یہ بتایئے آپ کیا پئیں گے۔ کیا کھائیں گے؟"

"نہیں نہیں جمیل احمد خان۔ میں ہوٹلوں سے کچھ نہیں کھاتا پیتا۔ میں صرف دودھ پیتا ہوں اور کچی دال کھاتا ہوں۔ پنڈت پجاری لوگوں کو کھانے پینے سے کیا واسطہ۔"

میں نے کوشش کی کہ پنڈت کو ادھر ادھر کی باتوں میں الجھائے رہوں مگر اس کے تیور نہیں بدلے۔ پھیر پھیر کر وہ انہی باتوں پر آ جاتا جو میں سننی نہیں چاہتا تھا۔ اس نے باتوں باتوں میں یاد دہانی کروائی کہ اس نے شیو چرن کو مارنے میں میری مدد کی تھی' برکاتی شاہ سے ملنے کا مشورہ دیا تھا اور انکا کی واپسی کے بارے میں گُر کی باتیں بتائی تھیں۔ اس کی ساری باتیں سچی تھیں۔ واقعی اگر وہ میری مدد نہ کرتا تو میں انکا کو کبھی حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ جب وہ اپنے تمام احسانات جتا چکا تو اچانک کہنے لگا۔ "یہ ساری باتیں تمہیں یاد ہیں نا؟"

"مجھے یاد ہیں پنڈت جی۔" میں نے اس سے خوف زدہ ہو کر کہا۔ "مجھے ہر بات یاد ہے۔ ایسی باتیں کوئی بھول سکتا ہے۔"

پنڈت نے اپنی ایک آنکھ میچتے ہوئے کہا۔ ''اور میاں جی' تمہیں اپنا وچن یاد ہے؟''

''مجھے اپنا وعدہ بھی یاد ہے۔'' میں نے مری سی آواز میں جواب دیا۔

''بھلے مانس ہو خان صاحب۔'' بدری نرائن نے مسکرا کر کہا پھر اچانک سنجیدگی سے بولا۔ ''سنو میاں جی۔ میرے اس سمے آنے کا کارن یہی تھا۔ اب وہ سمے آگیا ہے جب تمہیں اپنا وچن پورا کرنا ہے۔ مجھے انکا کی ضرورت پڑ گئی ہے۔ تم اسے کچھ دنوں کے لیے میرے حوالے کر دو۔''

''آپ کے حوالے؟'' میں گھبرا گیا اور پھر مصنوعی قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ ''تو یہ بات ہے! آخر ایسی کیا ضرورت پڑ گئی آپ جیسے مہان پنڈت کو انکا کی؟''

''بس خان صاحب۔ یہ بات نہ پوچھو۔ میں انکا سے وہ کام لینا چاہتا ہوں جو تم کبھی نہیں لے سکتے۔''

''لے جایئے گا انکا کو۔ آخر ایسی جلدی بھی کیا ہے۔''

''نہیں خان صاحب' مجھے انہی دنوں اس کی ضرورت ہے۔''

''بات یہ ہے پنڈت بدری نرائن جی۔'' میں نے انتہائی تحمل سے جواب دیا۔ ''میں انکا کے ذریعے ان دنوں اپنے بگڑے ہوئے حالات سدھارنے میں مصروف ہوں۔ مجھے خود قدم قدم پر اس کی ضرورت ہے' اب میرا اس کے سوا کوئی سہارا نہیں۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا۔ میں اپنا وعدہ ضرور نبھاؤں گا لیکن آپ مجھے کچھ دنوں کی مہلت دے دیں پھر انکا آپ کی ہے۔ آپ چاہیں تو اسے زیادہ دنوں کے لیے بھی رکھ سکتے ہیں۔''

میرے تحمل کا پنڈت پر کچھ اثر نہ ہوا۔ جتنا میں نے اسے ٹالنے کی کوشش کی اتنا ہی اس کا اصرار بڑھتا گیا۔ آخر مجبور ہو کر میں نے اپنے سر کی طرف کسی مدد کی امید میں انکا کو دیکھا۔ انکا کا حال بھی مجھ سے مختلف نہیں تھا۔ وہ ابھی تک سہمی سہمی نظر آ رہی تھی۔ اس کی نظریں بدری نرائن کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ انکا کو بدری نرائن کے حوالے کرنے کا تصور میرے لیے بڑا جان لیوا تھا۔ وعدہ اپنی جگہ پر تھا مگر اب میں اب کوئی خطرہ لینے کے لیے تیار نہیں تھا۔ مجھے بدری نرائن جیسے چالاک پنڈت سے کوئی اچھی توقع نہیں تھی اور غالباً یہی وجہ تھی کہ انکا بھی متوحش نظر آ رہی تھی۔ ویسے بھی نرگس کے سلسلے میں اس وقت مجھے انکا کے سہارے کی ضرورت تھی۔ مجھے پونا جا کر تربینی سے نمٹنا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اس وقت کس طرح بدری نرائن کو مطمئن کر کے رخصت کر دوں' میں سوچ میں پڑ گیا۔ مجھے تذبذب میں دیکھ کر بدری نرائن اچانک بدل گیا اور نہایت خشک لہجے میں بولا۔

''من کا کھوٹ دور کرو جمیل احمد خان۔ میں نے تمہاری بہت سی باتیں سن لیں۔ میں دل کے بھید بھی پڑھ سکتا ہوں۔ تم کئی بار میری شکتی دیکھ چکے ہو۔

...ے ارے پنڈت جی۔ آپ تو خواہ مخواہ ناراض ہو رہے ہیں۔ یقین کیجیے میں آپ کا بے حد شکر ...ہوں۔ آپ نے تو مجھ پر بڑے احسانات کیے ہیں لیکن.....'' میں نے پنڈت کو بگڑتے ہوئے دیکھ ...پُرسکون کرنے کی ناکام کوشش کی۔

...چھل کپٹ سے کام نہ لو میاں جی۔'' بدری نرائن نے میرا جملہ درمیان سے اچکتے ہوئے تلخ لہجے ... ''مجھے اس بات کے لیے مجبور نہ کرو کہ تمہیں اپنی شکتی کے دو چار چمتکار اور دکھاؤں۔ میں تمہیں ...صاف بتا دوں کہ تمہاری مکتی کا کیول ایک ہی طریقہ ہے کہ اپنا وچن پورا کرو۔ یہ ایک شریفانہ بات ...

...جانے بدری نرائن کے لہجے میں کیا جادو تھا کہ میں انکا کی موجودگی کے باوجود اس وقت خود کو بڑا ...مددگار محسوس کر رہا تھا۔ میں گنگ سا کھڑا بدری نرائن کو دیکھتا رہا۔

''جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو جمیل احمد خاں۔'' پنڈت نے دھمکی آمیز سلسلہ کلام جاری ...ہوئے کہا۔ ''آج سے تیسرے دن پورن ماشی کی رات ہے تم رات کو ٹھیک بارہ بجے اسٹیشن پار ...گھٹ پر انکا کے ساتھ آ جاؤ۔ میں وہیں تمہارا انتظار کروں گا پرنتو اتنا یاد رکھنا کہ تم اس رات نہ آئے ...نے اپنے دیے ہوئے وچن سے پھرنے کی کوشش کی تو اچھا نہ ہوگا۔ یاد رکھو کہیں مجھے ایک بار پھر یہ نہ ...ے کہ میں کون ہوں۔''

...مجھ پر اس وقت ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میری قوت گویائی ...ہوگئی ہے۔ میں نے بدری نرائن کو حالات کی نزاکت سے آگاہ کرنا چاہا لیکن اس نے میری کسی ...توجہ نہ دی۔ وہ اچانک اٹھ گیا اور چند ثانئے تک سینہ تانے مجھے قہر بھری نظروں سے دیکھتا رہا پھر ...ے پلٹا اور بڑی بے پروائی کے ساتھ ریستوران سے باہر جانے لگا۔ میں نے اسے روکنا چاہا مگر ...رکا اور میں کسی سحر زدہ معمول کی طرح اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اسی وقت انکا نے مجھے چونکا کر پوچھا۔ ''یہ ...نرائن کو تم کب سے جانتے ہو؟''

...انکا کے چونکانے پر میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی پھر بدری نرائن کے بارے میں اسے تفصیل سے ...دیا۔ انکا بہت غور سے میری باتیں سنتی رہی۔ جب میں خاموش ہوا تو اس نے دھیمے لہجے میں ...جمیل' تم اس پنڈت کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ یہ کوئی معمولی شخص نہیں ہے۔ اس نے ...تپسیا میں گزاری ہے لیکن اس کی زیادہ شکتی کی ہوس کم نہیں ہوتی بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہی ...ہے۔ اس نے ایک بار مجھے حاصل کرنے کے لیے دیوتاؤں سے بنتی کی تھی لیکن وہ اس میں کامیاب ...رہا۔ وہ بہت دنوں سے میرے پیچھے لگا ہوا ہے۔ جس وقت اسے یہ معلوم ہوا تھا کہ شیو چرن منڈل ...ہو گیا ہے اور تم اسے مارنے آ رہے ہو اسی سمے سے یہ تمہارے پیچھے لگا ہوا ہے۔ اس نے قریب سے

یہ وعدہ لے لیا کہ تم عارضی طور پر مجھے اس کے حوالے کر دیا کرو گے۔ اس کے دل میں کینہ ہے' یہ بڑا شخص کا دشمن ہے جس کے پاس میں ہوں۔ اس نے تمہارے ساتھ مکروفریب سے کام لیا ہے۔ بدکار شاہ نے جو عمل تمہیں بتایا تھا وہ ہی میری واپسی کے لیے بہت تھا۔ اس پنڈت نے تمہاری پریشانی سے فائدہ اٹھا کر وقتاً فوقتاً مجھے حاصل کرنے کا وعدہ لے لیا اور اب تم اس کے جال میں پھنس چکے ہو۔''

''پھر۔ پھر اب کیا ہوگا؟'' میں نے انکا سے پوچھا تو وہ بولی۔

''مجھے سوچنے دو جمیل۔ پنڈت بدری نرائن جہاں ایک چالاک اور کینہ پرور شخص ہے وہیں اس کے پاس طاقت بھی ہے۔ اس کے پاس بے شمار غیر مرئی قوتیں ہیں۔ اسے کالی مائی کی آشیرباد بھی حاصل ہے۔ سفلی علم میں بھی وہ اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ یہ بہت ذہین پنڈت ہے۔ عام پنڈت پجاریوں سے مختلف مجھے سوچنا پڑے گا کہ تمہیں اس کے چنگل سے کیسے نجات مل سکتی ہے۔''

''انکا'' میں نے ڈوبتے ہوئے دل سے کہا۔ ''کیا تمہاری لامحدود قوتیں بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں۔ کیا واقعی تم بھی اس سے خائف ہو؟''

''میری بات دوسری ہے جمیل۔ میں اپنے آقا کے سوا کسی کی تابع نہیں۔ مجھے دیوتا ہی پریشان کر سکتے ہیں لیکن جمیل جس طرح انسانوں میں درجہ بندیاں ہوتی ہیں اسی طرح پراسرار شکتیوں میں بھی درجے ہوتے ہیں۔ پراسرار شکتیاں بھی کچھ اصولوں کی پابند ہوتی ہیں اور اس وقت تک ایک دوسرے سے ٹکرانے سے گریز کرتی ہیں جب پانی سر سے اونچا نہ ہو جائے۔''

میں انکا سے باتیں کرتا ہوا اپنے کمرے میں آیا تو وہاں نرگس ٹہل رہی تھی۔ آتے ہی اس نے مجھ سے دریافت کیا۔

''کہاں گئے تھے؟ اور یہ شخص کون تھا جو اتنی بے ہودگی سے دروازہ پیٹ رہا تھا۔ میں تو بہت گھبرا گئی تھی۔''

''اسی ہوٹل میں میرا ایک پرانا واقف کار بھی مقیم تھا۔ میں ریستوران میں اسے چائے پلانے لے گیا تھا۔'' میں نے نرگس کو مطمئن کر کے موضوع بدل دیا اور اس کی صحت کے متعلق گفتگو کرتا رہا۔ انکا اس دوران برابر کسی سوچ میں ڈوبی رہی۔ خود میرا ذہن بھی بدری نرائن کی پراسرار شخصیت میں الجھا ہوا تھا۔ چنانچہ جب نرگس سوگئی تو میں آہستہ سے اٹھ کر برابر والے کمرے میں آگیا۔ میں نے اپنی ٹانگیں میز پر ٹکا دیں اور انکا کی طرف مایوسی کے عالم میں دیکھا۔ وہ بہت فکر مند نظر آتی تھی۔ ہم دونوں دیر تک ایک دوسرے کو دیکھتے رہے پھر میں نے اسے مخاطب کر کے کہا۔ ''انکا' کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ بدری نرائن نے مجھ سے تمہارے سلسلے میں کیوں وعدہ لیا تھا؟''

''ابھی مجھے کچھ نہیں معلوم لیکن میں اتنا ضرور بتا سکتی ہوں کہ وہ مجھ سے کوئی بہت اہم کام لے گا۔ کوئی

جو اس کی قوت سے باہر ہو۔''

''کیا یہ ممکن نہیں کہ میں اس منحوس کو جان سے مار کر ہمیشہ کے لیے اس سے چھٹکارا حاصل کر لوں؟'' میں نے ڈرتے ڈرتے دل کی بات کہی تو انکا تیزی سے بولی۔

''یہ خیال ذہن سے نکال دو میرے پیارے جمیل۔ تم تنہا اس پنڈت کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔''

''پھر تم نے کیا سوچا ہے؟'' میں نے بے بسی سے پوچھا۔

''جلدی نہ کرو جمیل۔'' انکا نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ ''تم آرام کرو۔ جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں تمہیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ البتہ مجھے تو ایک بات پریشان کیے دیتی ہے کہ بدری تمہاری طرف سے مایوس ہو کر کوئی ایسی حرکت نہ کر بیٹھے جو تمہارے لیے تشویش کا باعث ہو۔''

''انکا۔'' میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''تمہارا اشارہ نرگس کی طرف تو نہیں ہے؟''

''اس عیار پنڈت سے کچھ بعید نہیں جمیل۔ وہ کسی وقت کچھ بھی کر سکتا ہے۔'' انکا نے کہا' پھر مجھے تسلی دیتے ہوئے بولی۔

''اتنی جلدی مایوس مت ہو۔ اب ایسا بھی نہیں۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تین روز کی مہلت باقی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس عرصے میں' میں یہ معلوم کر لوں گی کہ بدری نرائن کیا چاہتا ہے۔ ویسے نرگس کا خیال مجھے بھی تم سے کچھ کم نہیں ہے۔ وہ تمہیں عزیز ہے اس لیے مجھے بھی عزیز ہے۔ اب تم نرگس کے پاس جاؤ۔ ہو سکتا ہے میں آج ہی رات بدری نرائن کے بارے میں سب کچھ معلوم کر لوں۔''

''انکا تم جانتی ہو۔ میں ساری دنیا کے لیے برا ہو سکتا ہوں یوں بھی میں کوئی اچھا آدمی نہیں ہوں لیکن نرگس کے سلسلے میں' میرے دل میں ہمیشہ سچے جذبے بیدار ہوئے ہیں۔ میں اس سے اپنے آپ سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ میں نے بڑی ٹھوکریں کھانے کے بعد نرگس کو حاصل کیا ہے۔ چاہے میری جان ہی چلی جائے مگر میری نرگس کو کچھ نہ ہو۔ میں اس کی خاطر اپنی زندگی کی بھینٹ دینے سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔ تمہیں ہر صورت میں نرگس کا خیال مجھ سے زیادہ رکھنا ہوگا۔''

''یہ تم مجھ سے کیوں کہہ رہے ہو۔'' اس بار انکا نے سر کو خم دیتے ہوئے کہا۔ ''تمہارا اشارہ بہت ہے۔ اچھا اب تم جاؤ اور آرام سے سو جاؤ۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ نرگس ہر طرح محفوظ رہے گی۔''

انکا نے نرگس کے سلسلے میں اطمینان دلایا تو مجھے کسی قدر سکون آگیا۔ میں نے انکا کو زیادہ نہیں کریدا اور چپ چاپ بتی بجھا کر لیٹ رہا۔ وہ رات بہت بری گزری۔ میں بار بار سوتے سے چونک پڑتا۔ عجیب وہ خیالات رات بھر مجھے پریشان کرتے رہے' جب بھی میری آنکھ کھلتی' میں انکا کو غور و فکر میں ڈوبا پاتا۔ ایک دو بار میں نے اٹھ کر نرگس کے کمرے میں بھی جھانکا لیکن وہ بڑے اطمینان سے سو رہی

صبح میری جب آنکھ کھلی تو سب سے پہلے میں نے انکا پر نظر ڈالی' وہ اس وقت میرے سرہانے بیٹھی
تھی۔ اس کی آنکھیں بتا رہی تھیں کہ وہ رات بھر جاگتی رہی ہے لیکن اس کے چہرے پر مجھے الجھن کے
بجائے گہری سرخی نظر آ رہی تھی جو یقیناً کسی جذباتی شدت کا ردعمل تھی۔ میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے
اسے مخاطب کیا۔ "کہو کیا رات بھر جاگتی رہی ہو؟"

"ہاں ساری رات۔" انکا نے مسکراتی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا پھر سنجیدہ ہو کر بولی۔ "جمیل،
میں نے ساری رات بدری نرائن کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں بتا دی۔ اب میں نے
معلوم کر لیا ہے کہ پنڈت بدری نرائن کیا چاہتا ہے۔"

"وہ آخر کیا چاہتا ہے؟" میں نے تیزی سے سوال کیا۔ میری تمام تر توجہ انکا پر مرکوز تھی اور دل بری
طرح دھڑک رہا تھا۔

"اس کے ارادے کچھ ٹھیک نہیں۔ وہ میرے ذریعے کچھ نادیدہ قوتوں کا راز جان کر انہیں اپنے قبضے
میں کرنا چاہتا ہے۔ اگر تم نے مجھے اس کے سر پر چلے جانے کا حکم دے دیا تو میں اس کی خواہش پوری
کرنے پر مجبور ہو جاؤں گی اور وہ مزید طاقت ور ہو جائے گا پھر ممکن ہے وہ تمہیں کچھ اور پریشان
کرے۔"

"یہ ناممکن ہے انکا۔ جب تک نرگس صحت یاب نہیں ہو جاتی اور تریبنی سے میں نمٹ نہیں لیتا میں
تمہیں ایک لمحے کے لیے بھی دور نہیں کروں گا۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور تم خود بھی کہہ رہی
ہو کہ اس کے ارادے ٹھیک نہیں۔"

"ہاں بہتری اسی میں ہے کہ تم مجھے کبھی بدری نرائن کے حوالے نہ کرو۔ اس طرح وہ اور شیر ہو جائے
گا۔ میں نہیں چاہتی کہ میں کسی ایسے شخص کے حکم پر چلنے کے لیے مجبور ہو جاؤں جو بعد میں خود میرے لیے
وبال جان بن جائے۔ میں اس کے سر پر جانا نہیں چاہتی جمیل۔"

"تمہیں جانے کون دے رہا ہے؟ میں تو اس کمینے سے پہلے ہی خار کھائے ہوتے ہوں مگر پھر اس
شریر پنڈت سے کیسے نمٹا جائے؟" میں نے جھنجلاتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہی بات تو مجھے بھی پریشان کر رہی ہے۔ کوئی معمولی آدمی ہوتا تو میرے لیے وہ چند لمحوں کا تھا
مگر یہ تو پنڈت بدری نرائن ہے۔"

"پھر تم نے کیا سوچا ہے۔ مجھے تو ایسا نظر آ رہا ہے کہ اس کے کہنے کے مطابق پورن کی ماشی کی رات
مرگھٹ پر جانا ہی پڑے گا اور کوئی صورت تو نظر نہیں آتی۔" میں نے اداسی سے کہا۔

"ہاں جمیل۔" انکا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "میرا بھی یہی مشورہ ہے کہ تم وہاں ضرور جاؤ۔"

"کیا مطلب' یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ یعنی مجھے مرگھٹ جانا ہوگا اور پھر تمہیں گویا اس کے حوالے کر

تحویل میں رکھ کر لیجیے انکا حاضر ہے۔ پنڈت جی۔ یہ آپ کے حکم کی تابع رہے گی۔ آپ اس کے
ساتھ جو چاہے کریں۔"

"نہیں بھئی۔ تم وہاں جانا اور اس سے کہنا کہ جو کچھ وہ چاہتا ہے وہ تمہارے ذریعے مجھ سے کہے' مجھے
یقین ہے کہ وہ یہ شرط ماننے پر کبھی آمادہ نہ ہوگا۔" انکا نے سنجیدگی سے کہا۔

"اس طرح تو ٹکراؤ کی صورت پیدا ہو جائے گی۔" میں نے پرخیال لہجے میں جواب دیا۔

"اور میں چاہتی بھی یہی ہوں کہ وہ منحوس پنڈت تم سے ٹکرا جائے۔ جانتے ہو جمیل' اس صورت حال
کا نتیجہ کیا ہوگا؟ مجھ پر سے وہ پابندی ختم ہو جائے گی' جس کے تحت میں دوسری پراسرار قوتوں سے جنگ
کرنے سے گریزاں ہوں۔ میں ظاہر ہے بے وجہ بدری نرائن سے نہیں ٹکرا سکتی۔ دیوتا اس بات سے
ناراض ہو جائیں گے' میں ٹکراؤ کا کوئی جواز پیدا کرنا چاہتی ہوں۔ تم یہ باتیں نہیں سمجھو گے' پر میری بات
مان جاؤ۔"

میں دیر تک پس و پیش کرتا رہا اور انکا مجھے بدری نرائن سے ہونے والی ملاقات کے بارے میں
سمجھاتی رہی۔ چار و ناچار میں نے اس کی تمام ہدایتیں ذہن نشین کیں' پھر موضوع بدل کر کہا۔

"نرگس کی صحت کے بارے میں مجھے سخت تشویش ہے' دیکھو نا وہ کس قدر لاغر نظر آتی ہے۔ میں اسے
تندرست و توانا دیکھنا چاہتا ہوں۔ تم نے نرگس کی بیماری کے لیے بھی کچھ سوچا؟"

"تین روز کی بات اور ہے جمیل! اس کے بعد نرگس کو کسی اچھے پہاڑی مقام پر لے چلیں گے جہاں
اس کا علاج بہتر اور مناسب طور پر ہو سکے گا اور تم بھی کچھ دن سکون کے ساتھ گزار دو گے۔ میں نے اس کا
انتظام کر لیا ہے۔ تم دیکھو گے کہ نرگس کھوئی ہوئی تندرستی دوبارہ حاصل کر لے گی۔ اس پہاڑی مقام پر
تمہاری دلچسپی کی اور بہت سی چیزیں ہوں گی۔" انکا نے معنی خیز انداز میں کہا۔

میں نے وضاحت نہیں چاہی کہ اس نے میری دلچسپی کا کیا خاص انتظام کیا ہے' بہرحال اس کے
اصرار پر مجھے مجبوراً تین روز نرگس کے شہر میں رکنا پڑا۔ ہر چند کہ میں نرگس کی بیماری کے پیش نظر ایک
لمحے کو اسے اس شہر میں نہیں رکھنا چاہتا تھا کیونکہ اس شہر سے نرگس کی تلخ یادیں وابستہ تھیں لیکن انکا کے
اصرار پر مجھے مجبور ہو جانا پڑا۔ بدری نرائن کا پریشان کن مسئلہ بھی حل کرنا ضروری تھا۔ نرگس نے متعدد
بار وہ شہر چھوڑنے کے لیے کہا لیکن میں اسے الٹے سیدھے بہانے کر کے ٹالتا رہا۔ میں نے اسے
بدری نرائن کے بارے میں کوئی بات بتانی مناسب نہ سمجھی۔ ادھر میری الجھنیں تھیں کہ بڑھتی ہی جا رہی
تھیں۔ میں پنڈت بدری نرائن سے بہت خوف زدہ ہو گیا تھا۔ کوئی اندرونی بات ایسی ضرور تھی جو انکا کی
پراسرار قوتوں کی موجودگی کے باوجود مجھے وسوسوں میں مبتلا کیے ہوئے تھی۔ نہ جانے کیوں میرا دل بار بار
اس خیال سے کانپ اٹھتا تھا کہ بدری نرائن اتنی آسانی سے قابو میں آنے والا نہیں ہے وہ مجھے کوئی بھاری

نقصان ضرور پہنچائے گا۔ میں اس نقصان کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔ میں نے اپنے دل کی یہ کیفیتیں صرف نرگس ہی سے نہیں بلکہ انکا سے بھی پوشیدہ رکھیں۔ یہی میری سب سے بڑی غلطی تھی جس کا خمیازہ مجھے بعد میں اٹھانا پڑا۔

ان تین دنوں میں بہت سے ہنگامہ خیز واقعات پیش آئے جو عام حالات میں میرے لیے بڑی دلچسپی کا باعث ہوتے' لیکن اس وقت مجھے کسی بات میں لطف نہیں آ رہا تھا۔ اصفہانی صاحب گرفتار کر لیے گئے تھے اور اخبارات میں ان کے متعلق بڑی عجیب و غریب خبریں چھپ رہی تھیں۔ ان کے ساتھ کشور بیگم کے شوہر پر بھی عتاب آ چکا تھا۔ مجسٹریٹ صابر علی بھی معطل ہو چکے تھے۔ میں نے یہ سب خبریں نرگس سے چھپائیں' اسے اخبار ہی نہیں پڑھنے دیا۔ میں اس کے باپ کے شرمناک کرتوت' کچھ حقائق پر مبنی اور کچھ مبالغہ آمیز خبریں پڑھوا کر اس کی صحت کو مزید خراب کرنا نہیں چاہتا تھا۔ بہرصورت اصفہانی صاحب اپنی زندگی کے اس بدترین انجام کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

ادھر رام دیال سے ملنے کو میرا دل مضطرب رہا لیکن ایسی صورت میں جب بدری نرائن نے میرا جینا حرام کر رکھا ہو' مجھے کوئی بات اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ میں تین دن تک قیاس آرائیں کرتا رہا اور خود سے الجھتا رہا۔ تین دن بہت ہوتے ہیں یہ پہاڑ جیسے تین دن میں نے بہت بدمزگی اور بے بسی میں گزارے۔

جس دن مجھے بدری نرائن سے ملنے جانا تھا اس روز صبح ہی سے میں خاموش خاموش سا تھا۔ انکا تمام دن مجھے بار بار تاکید کرتی رہی کہ میں بدری نرائن کے سامنے کسی بزدلی کا ثبوت نہ دوں اور ڈٹ کر اس کا مقابلہ کروں' شام تک میں بجھا بجھا سا رہا لیکن اس کے بعد میں نے طے کر لیا کہ حالات خواہ کچھ ہی ہوں' میں بدری نرائن سے خائف نہیں ہوں گا۔ کچھ بھی ہو فی الحال تو انکا کا پراسرار وجود میرے تابع تھا' انکا جو بے پناہ پراسرار قوتوں کی مالک تھی جو صرف ایک اشارے پر میرے قدموں پر دولت نچھاور کر سکتی تھی۔ اس کی قوت کے کرشمے میرے لیے نئے نہیں تھے۔ میں اس کی حیرت انگیز طاقت کے ہزاروں مظاہرے دیکھ چکا تھا۔ میں کسی ٹھوس چٹان کی طرح اپنی جگہ اٹل ہو گیا۔

رات کو ساڑھے گیارہ بجے میں پوری طرح مستعد ہو کر ہوٹل سے نکلا۔ نرگس اس وقت محو خواب تھی۔ میں نے دروازے کو باہر سے قفل لگایا اور ایک بیرے کو چند سکوں کے عوض اس بات پر رضامند کر لیا کہ جب تک میں واپس نہ آؤں' وہ میرے کمرے کا خاص طور پر خیال رکھے۔

مرگھٹ کا راستہ میرے لیے نیا نہ تھا۔ ایک بار پہلے بھی رام دیال کی ماں کی ارتھی جلانے کے لیے میں اس طرف آ چکا تھا۔ انکا نے پورے راستے مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی اور غور و فکر کے آثار بدستور موجود تھے۔ میں نے اس کی محویت میں مخل ہونا مناسب نہ سمجھا۔ ہر چند کہ میں نے بدری نرائن سے ٹکرانے کا ٹھوس ارادہ کر لیا تھا اس کے باوجود نہ جانے وہ کیا بات تھی جو مجھے مستقبل کے

لے بہت سے نقصانوں کا احساس دلا رہی تھی۔

ماشی کا چاند نیلے آسمان پر پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا لیکن اس وقت میں اس کے حسن نہ ہو سکا۔ شاید اس لیے کہ مرگھٹ کی پراسرار اور ہولناک ویرانی نے چاندنی کو بھی اپنے خوفناک میں ضم کر لیا تھا۔ ہر طرف بڑا ہولناک سناٹا طاری تھا۔ میں لمبے لمبے قدم اٹھاتا آگے بڑھ رہا تھا۔ بھی کھڑکتا تو میں چونک پڑتا۔ مجھے یوں محسوس ہوتا جیسے کسی ہندو مردے کی گندی آتما میرا کر رہی ہو۔ میری دستی گھڑی اس وقت پورے بارہ کے عمل کا اعلان کر رہی تھی۔ میں نے میں چاروں سمتوں کا بغور جائزہ لیا لیکن دور دور تک کسی ذی روح کا کوئی نشان نہ تھا۔ انکا کا ہی تھا' وہ اب بھی اپنے خیالات میں گم تھی۔ میں ایک جگہ رک گیا اور اس جانب نظریں جما دیں سے بدری نرائن کی آمد متوقع تھی۔

بھی مجھے وہاں کھڑے ہوئے مشکل سے ایک منٹ گزرا تھا کہ پشت سے بدری نرائن کی آواز سن کر نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا' بدری نرائن مجھ سے دو فٹ کے فاصلے پر کھڑا مجھے مشکوک نظروں سے رہا تھا۔ تاریکی کے باوجود مجھے اس کی آنکھیں روشن نظر آ رہی تھی۔ دو دہکتے ہوئے سرخ انگاروں کے مجھے بدری نرائن کی اچانک آمد پر حیرت تھی لیکن پھر میں نے اس خیال سے اپنے آپ کو تسلی دے لی لکن ہے وہ پہلے ہی سے یہیں کہیں چھپا بیٹھا ہو اور مجھے محض خوف زدہ کرنے کی خاطر اس نے یہ ئی انداز اختیار کیا ہو۔ اس خیال نے میرے دل میں بدری نرائن سے نفرت اور پھیلا دی۔ میں ٹی سے اس کے سامنے کھڑا رہا۔ کچھ دیر تک مکمل سکوت طاری رہا پھر بدری نرائن کی خشک آواز ے کا سینہ چیرتی ہوئی ابھری۔

"جمیل احمد خان۔ مجھے خوشی ہے کہ تم ٹھیک وقت پر آ گئے' کیا انکا اس سمے تمہارے سر پر موجود ؟"

"ہاں۔" میں نے دیدہ دانستہ اختصار سے کام لیا۔

"اور انکا کے سلسلے میں تمہیں اپنا وچن یاد ہے؟"

"ہاں۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"میں اس سمے تم سے زیادہ باتیں نہیں کروں گا' اپنے دیے ہوئے وچن کے انوسار اب تم انکا کو سے میرے حوالے کر دو۔ میں تمہیں اپنے دیوی دیوتاؤں کی سوگند کھا کر وچن دیتا ہوں کہ انکا راز بعد واپس کر دوں گا۔" بدری نرائن نے ایک ایک لفظ بہت جما کر کہا۔ اب میرے لیے پینترا ے کا وقت آ گیا تھا۔ میں نے بڑے خشک لہجے میں اس سے کہا۔

"بدری نرائن' تم اس خواہش کا اظہار ہوٹل میں بھی کر سکتے تھے۔ مجھے آدھی رات کو مرگھٹ تک

بلانے کی کیا ضروری تھی؟ کیا میں اس کی وجہ دریافت کرسکتا ہوں؟''

''تمہیں یہاں بلانے کا کارن کیا تھا' یہ میں بہتر سمجھتا ہوں۔ تمہیں ان باتوں سے کوئی مطلب نہ ہونا چاہیے۔'' بدری نرائن نے مجھے کینہ توز نظروں سے گھورتے ہوئے جواب دیا۔

''میرا خیال ہے تم مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کررہے ہو؟'' میں نے قدرے درشت لہجے میں جواب دیا۔ ''تمہاری باتوں سے مجھے فریب کی بو آرہی ہے' پنڈت بدری نرائن۔''

''جمیل احمد خان۔'' یک لخت بدری نرائن گرج پڑا۔ ''تمہاری یادداشت بہت کمزور ہے۔ تم اپنے پرانے دن جلدی بھولنے کے عادی ہوگئے ہو۔ کیا میں تمہیں یاد دلاؤں کہ اس سے تم کس سے بات کر رہے ہو؟ کیا مجھے پھر بتانا پڑے گا کہ تم اس سے کس کے سامنے کھڑے ہو۔''

'تیور بگاڑ کر باتیں نہ کرو۔ اس طرح تم مجھے مرعوب نہیں کرسکو گے بدری نرائن۔'' میں نے بے پروائی سے کہا۔ ''اگر معاملے کی بات کرنی ہے تو اپنی کھوپڑی ٹھنڈی رکھو۔ یہ بات بھی دھیان میں رکھو کہ جب تک تم مجھے مرگھٹ بلانے کا کارن نہیں بتاؤ گے میں انکا کو تمہارے حوالے نہیں کروں گا۔''

''تم مورکھ ہو۔ تم نہیں جانتے کہ تم کس کا اپمان کررہے ہو۔'' بدری نرائن کسی سانپ کی طرح بل کھا کر بولا۔ اس کی آنکھوں کی سرخی بتدریج گہری ہوتی جارہی تھی۔

''پنڈت جی' میں پہلے تمہیں نہیں جانتا تھا لیکن اب خوب پہچان گیا ہوں اس لیے اب تم آنکھیں نیلی پیلی کرنے کی کوشش نہ کرو اور مجھے بتاؤ کہ انکا کو حاصل کرنے کی خاطر تم نے شمشان بھومی کا انتخاب کیوں کیا ہے۔'' میں نے انکا کے اشارے پر پھر اسے بے پروائی سے جواب دیا۔ ''وعدہ اپنی جگہ ہے لیکن ایک مشکوک شخص سے وعدہ نبھانا میرے نزدیک حماقت ہے۔''

بدری نرائن میرا جواب سن کر غصے سے سرخ ہوگیا۔ وہ تم سے تو پر اتر آیا۔

''پاپی۔ تو اپنے وچن سے پھر کر گھور پاپ کررہا ہے۔ اگر مکتی چاہتا ہے تو اب بھی وقت ہے' سیدھی طرح انکا کو میرے حوالے کردے' پرنتو اگر تو نے انکار کیا تو پھر نہ کہنا کہ میں نے تیرے ساتھ کیا کیا۔''

ٹھیک اسی وقت انکا پھدک کر میرے سر سے نیچے اتر گئی' ایک لمحے کے لیے میں گھبرا گیا۔ انکا کا اچانک کچھ کہے بغیر سر سے نیچے اتر جانا میرے لیے تشویش ناک تھا لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے خود پر قابو پا کر کہا۔

''پنڈت۔ برداشت کی حد ہوتی ہے۔ تم بہت بڑھ رہے ہو' مجھے مجبور نہ کرو کہ میں تمہارے ساتھ بدکلامی کروں۔''

''مورکھ۔ انکا کی شکتی پر تجھے اتنا گھمنڈ ہے؟ لے اپنی آنکھ سے دیکھ۔'' بدری نرائن پیچ و تاب کھا کر بولا پھر اس کے ہونٹ تیزی سے ہلنے لگے' غالباً وہ کسی منتر کا جاپ شروع کرچکا تھا۔

لیے یہ صورت حال بڑی پریشان کن تھی۔ مجھے اس وقت انکا کے مشورے کی شدید ضرورت نہ جانے کہاں غائب ہوگئی تھی۔ مجھے انکا پر غصہ آرہا تھا۔ میری نظریں مسلسل بدری نرائن کے مرکوز تھیں۔ اس کے ہونٹ بڑی تیزی سے ہلتے رہے پھر وہ اچانک اچھل کر دو قدم پیچھے ہٹا اور آواز میں بولا۔

یہاں جی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہیں یہ بچوں کا کھیل دکھاؤں' ذرا اپنے بائیں ہاتھ کی جانب میں نے بائیں ہاتھ کی طرف نظر ڈالی تو دل دھک سے رہ گیا' آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ انکا مجسم عورت کے روپ میں میرے سامنے کھڑی قہر آلود نظروں سے مجھے گھور رہی تھی۔ میں پھاڑے اسے دیکھتا رہا پھر معاً میری نظر اس کے پیروں پر پڑی اور مجھے احساس ہوگیا کہ انکا نے نرائن کی شخصیت کے بارے میں کیا کچھ بتایا تھا۔ اس وقت بھی بدری نرائن نے مجھے خوف زدہ کے لیے ایک فرضی انکا کو اپنی طاقت کے زور سے تخلیق کیا تھا۔ مجھے اس دھوکے کا یقین سامنے ہوئی فرضی انکا کے پاؤں دیکھ کر ہوا تھا جہاں انکا جیسے نکیلے پنجوں کے بجائے عورتوں جیسے پیر نظر تھے۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا' بدری نرائن دوبارہ گرجا۔ ''پہچان یہ کون ہے' اگر نہیں پہچانتا تجھے انکا کا وہ روپ دکھاتا ہوں' جو تو نے ہمیشہ دیکھا ہے۔''

نرائن کے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی میری نگاہوں نے جو منظر دیکھا اسے میں آج بھی یاد تو دہشت کے مارے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ حالانکہ مجھے اس بات کا مکمل یقین تھا کہ سامنے کھڑی ہوئی عورت انکا نہیں ہے' بلکہ کسی بدروح کی مادی صورت ہے پھر بھی وہ منظر میرے قابل یقین تھا۔ عورت کا جسم بتدریج چھوٹا ہورہا تھا۔ اعضا بھی اسی مناسبت سے چھوٹے ہوتے تھے۔ کچھ دیر بعد اس کا قد مشکل سے چھ انچ ہوگیا۔ بالکل ویسا ہی جیسا انکا کا تھا۔ ابھی میں یہ منظر پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھ ہی رہا تھا کہ بدری نرائن نے مجھے مخاطب کرکے کرخت آواز میں یہاں جی۔ کیا اب بھی تم وچن پورا کرنے سے انکار کرو گے؟''

بدری نرائن۔'' میں نے انکا کی غیر موجودگی میں محتاط رہنا مناسب سمجھا۔ ''میں تمہاری شکتی کے چمتکار پہلے بھی دیکھ چکا ہوں۔ شیو چرن کے سلسلے میں تم نے میری مدد کی تھی' برکاتی شاہ کا راستہ تم نے دکھایا تھا لیکن......''

زیادہ باتیں نہ بنا۔ میں کیول ایک شبد تیری زبان سے سننا چاہتا ہوں۔'' بدری نرائن نے میرا جملہ ہوئے گرجدار آواز میں کہا۔ ''انکا کو میرے حوالے کرنے کے سلسلے میں تیرا کیا جواب ہے؟ یا نہیں؟''

سے لیے وہ لمحات بڑے صبر آزما تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس موذی پنڈت کو کیا جواب

دوں۔ انکا نے میرے سر سے اتر کر میرے حوصلے پست کر دیے تھے، اب میری ہمت جواب دے چکی تھی۔ بدری نرائن مجھے ایک دیو کی شکل میں نظر آیا اور مجھے اندازہ ہوا کہ میرا مقابلہ ایک غیر معمولی شخص سے ہے جو حیرت انگیز پراسرار قوتوں کا مالک ہے۔

''کیا سوچ رہا ہے۔ کیا اب بھی تیری سمجھ میں نہیں آیا؟''

بدری نرائن کا جملہ سن کر مجھے جھرجھری آ گئی۔ مجھے انکا پر شدید غصہ آ رہا تھا کہ وہ مجھ سے کچھ کہے بغیر کیوں چلی گئی۔ میں گم صم کھڑا ہوا تھا۔ بدری نرائن کا غصہ اور تیز ہو گیا۔ وہ چھ انچ کی پراسرار عورت کو مخاطب کر کے بولا۔

''سندری میں تجھے کالی مائی کے شبھ نام پر حکم دیتا ہوں کہ تو اس مورکھ کو ایسا کشٹ دے کہ یہ سارا جیون بیاکل رہے، اس اپرادھی کی یہی سزا ہے، دیوی اس کی بھینٹ کو اوش سویکار کرے گی۔''

میرے لیے اس وقت پائے رفتن نہ جائے ماندن والا معاملہ تھا۔ بدری نرائن کا جملہ سن کر میں نے اپنی توجہ اس پراسرار عورت کی طرف مبذول کر لی۔ اس نے منمناتا ہوا قہقہہ لگایا پھر پلک جھپکتے ہی وہ دراز قد ہو گئی اور مجھے خوف ناک نظروں سے دیکھتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔

میں اس کے آگے بڑھنے پر سر سے پاؤں تک لرز کر رہ گیا۔ خوف و دہشت سے میرا جسم پسینے میں شرابور ہو رہا تھا۔ موت میرے سامنے تھی کہ اچانک انکا کی سرگوشی میرے کانوں میں گونجی۔

''جمیل، گھبراؤ نہیں۔ حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرو۔ میں تمہارے قریب ہی ہوں۔''

انکا کی آواز سن کر میں پوری طرح ہوش میں آ گیا۔ میرے جسم میں بجلی کی لہر دوڑ گئی اور ایک لمحہ مجھے اپنی بزدلی پر غصہ آنے لگا کہ جب مجھے انکا کی حمایت حاصل تھی تو پھر بھلا کس بات کا خوف تھا۔ انکا کا اشارہ پا کر میں نے بگڑے ہوئے انداز سے سندری کو گھورا اور سرد لہجے میں کہا۔

''سندری تو کون ہے۔ یہ میں نہیں جانتا لیکن تجھے اتنا بتا دوں کہ اگر تو نے مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کی تو تیرا انجام خراب ہو گا۔''

سندری نے میرا جواب سن کر پھر ایک منمناتا ہوا قہقہہ لگایا۔ طیش اور غصے کی شدت سے اس کا خوب صورت چہرہ بالکل مکروہ گیا تھا۔

ایک لمحے تک وہ مجھے خوں خوار نظروں سے دیکھتی رہی اور پھر اس نے زمین سے مٹی اٹھائی اور ہاتھ بلند کیا لیکن اس سے پہلے کہ وہ مٹی مجھ پر اچھالتی، میں نے اسے ایک بڑی کربناک چیخ بلند کرتے ہوئے دیکھا۔ دوسرے ہی لمحے اس کے بدن سے آگ کے شعلے بلند ہوئے اور منٹوں میں جل کر خاکستر ہو گئی۔ میں نے گھوم کر بدری نرائن کو دیکھا جس کے چہرے پر غور و فکر کے اثرات تھے۔ وہ اسی طرف دیکھ رہا تھا جہاں انکا نے سندری کا کریا کرم کیا تھا۔ میں نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بدری نرائن کو مخاطب کیا۔

''پنڈت جی، دیکھ لیا تم نے اپنی سندری کا انجام؟ کوئی اور کھیل دکھاؤ تاکہ جواب میں مجھے بھی دکھانے کا موقع ملے۔''

بدری نرائن نے زہریلی نظروں سے مجھے سر سے پاؤں تک دیکھا پھر دوبارہ نظر گھما کر کسی نادیدہ ہستی سے مخاطب کر کے بولا۔ ''تو نے اچھا نہیں کیا، سندری کی موت مجھے ہمیشہ یاد رہے گی، تو نے کالی مائی کو کشٹ دیا ہے، دیوی دیوتاؤں کی شکتی سے ٹکرا کے تو نے اچھا نہیں کیا۔ شیو شنکر مہاراج کا سراپ تجھے شانت نہیں کرے گا۔''

میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے بدری نرائن کو دیکھ رہا تھا کہ آخر وہ کس سے مخاطب ہے۔ اتنا اندازہ میں نے ضرور کر لیا تھا کہ بدری نرائن کے کس بل ڈھیلے پڑ چکے ہیں۔

''میں جا رہا ہوں۔'' بدری نرائن نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ''پرنتو یاد رکھنا کہ بھول چوک منشوں ہی سے نہیں دیوی دیوتاؤں سے بھی ہو جاتی ہے۔ وقت تجھے بتائے گا کہ میں کیا ہوں۔''

بدری نرائن کسی زخمی درندے کی طرح پیچ و تاب کھاتا میری جانب پلٹا پھر لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا ایک طرف چلا گیا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں سخت ترین انتقامی جذبے کی جھلکیاں دیکھی تھیں لیکن مجھے اس کی مطلق بھر پرواہ نہیں تھی۔ میرا حریف اپنی شکست تسلیم کر کے جا چکا تھا۔ میں نے اطمینان کا سانس لیا اور تصور کی مدد سے سر کی جانب دیکھا تو انکا وہاں موجود تھی۔ توقع کے خلاف وہ اس وقت بڑی خوش نظر آ رہی تھی۔ اس کی معصوم معصوم سی آنکھیں خوشی کے جذبے سے چمک رہی تھیں۔ مجھے دیکھ کر بولی۔ ''دیکھا جمیل میرے آقا۔ میں نے اس پنڈت کی سندری کا کیا حشر کیا؟''

''کون تھی وہ؟'' میں نے واپسی کے راستے پر قدم اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

''ایک گندی روح تھی جسے پنڈت نے اپنے قبضے میں کر رکھا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اب بدری نرائن تمہاری طرف آنکھ اٹھانے کی ہمت نہیں کر سکے گا۔''

''کیا سندری کی موت کے بعد وہ تمہی سے مخاطب تھا؟''

''ہاں۔'' انکا بڑی شوخی سے اپنے دیدے مٹکا کر بولی۔ ''ناکامی نے اس کے اوسان خطا کر دیے تھے۔ وہ مجھے زر خرید لونڈی کی طرح اپنے پاس رکھنا چاہتا تھا۔ کوئی جاپ کیے بغیر، کوئی تپسیا کیے بغیر۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ میرا حصول صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ میں خود کسی کے سر پر چلی جاؤں یا وہ میرے لیے کوئی جاپ کرے۔ وہ تو بڑی آسانی سے مجھے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ بے وقوف کہیں کا۔''

''انکا۔'' میں نے کچھ سوچتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ ''یہ تو صحیح ہے مگر میں نے بدری نرائن کی آنکھوں میں انتقامی جذبے کی تڑپ دیکھی تھی مجھے ڈر ہے کہ وہ ہم سے اپنا بدلہ ضرور لے گا۔ تم نے خود کہا تھا

کہ وہ کوئی معمولی پنڈت پجاری نہیں ہے۔"

"اب وہ ایسا کرنے کی حماقت ذرا مشکل ہی سے کرے گا۔"

انکا نے اپنی روایتی بے نیازی سے کہا۔"جب تک اس نے سندری کے ذریعے تم پر حملہ نہیں کرایا میں خاموش تھی لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا تم دیکھ ہی چکے ہو۔ اگر بدری نرائن پہلے ہی خاموشی سے چلا جاتا تو ٹھیک تھا مگر اس نے مجھے دھمکیاں دیں۔"

"میرا خیال ہے آئندہ وہ محتاط رہے گا کیونکہ جب بھی وہ تمہیں چھیڑنے کا خیال دل میں لائے گا اسے معلوم ہوگا کہ اس کا حشر بھی سندری جیسا ہوسکتا ہے۔"

کوئی ایک بجے کا عمل ہوگا۔ چاند اپنی پوری رعنائی سے چمک رہا تھا۔ ہر طرف چاندنی بکھری ہوئی تھی۔ مجھے واپسی کا راستہ کچھ تکلیف دہ نہ لگا۔ مرگھٹ دور نکل گیا اور میں نے اسٹیشن پار کرلیا تو انکا نے اپنی شیریں بیانی کا جادو جگایا۔ وہ اس وقت کچھ زیادہ ہی شوخ وشنگ لگ رہی تھی۔ وہ بڑے انداز سے میرے سر پر بیٹھی ہوئی تھی جیسے وہ میرا سر نہ ہو کسی سوئمنگ پول کے کنارے رکھی ہوئی لمبی کرسی ہو جس پر حسینائیں غسل کرنے سے پہلے اور غسل کرنے کے بعد آرام کرتی ہیں۔ راستے بھر وہ مجھ سے بدری نرائن کی گفتگو کرتی رہی۔ مٹک مٹک کر اس کے لہجے کی نقل اتارتی رہی۔ وہ اس وقت بڑی ترنگ میں تھی۔ کچھ دیر پہلے میرے ذہن پر خوف کا جو غلبہ تھا وہ اب دور ہو چکا تھا لیکن میں سوچ رہا تھا کہ میری زندگی بھی کیا ہے۔ وہ نشیب وفراز سے پُر ہے۔ زندگی میں جتنے ہولناک اور عبرتناک واقعات سے میں دوچار ہوا ہوں، بہت کم لوگ ہوئے ہوں گے۔ اسی وقت میرے ذہن میں آیا کہ اگر میری سرگزشت لکھی جائے تو وہ دنیا کی چند دلچسپ اور حیرت انگیز سرگزشتوں میں سے ایک ہوگی۔ کون یقین کرے گا کہ میرے سر پر ایک ننھی منی سی خوب صورت دوشیزہ قیام کرتی تھی۔ اس کا نام انکا تھا۔ انکا جو رفتہ رفتہ میری ضرورت بن گئی تھی۔ میں انکا کے خیالوں میں گم تھا کہ وہ بڑی شوخی سے مخاطب ہوئی۔

"جمیل، کہو دل کا کیا حال ہے؟"

"دل بہت ٹھیک ہے۔ اپنی جگہ موجود ہے۔"

"دھڑک تو نہیں رہا؟"

"نہیں۔ اب بالکل پرسکون ہے۔"

"بالکل پرسکون؟"

"ہاں۔ مگر یہ تم کیوں پوچھ رہی ہو۔"

"کچھ نہیں۔ کلدیپ کے بارے میں سوچ رہی تھی۔"

"کلدیپ۔ وہ اس وقت تمہیں کیسے یاد آئی؟"

ب ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھو۔"

رہ گیا۔ کچھ بھی نہیں ہو رہا ہے۔"

ہوٹ۔ کیسا تیز دھڑکنے لگا ہے۔"

ارے انکا، تم تو بہت شریر ہو۔ کلدیپ کا ذکر تم نے خوب چھیڑا۔" انکا کی زبان سے اس وقت پ کا نام سن کر مجھے وہ سحر انگیز ساعتیں یاد آگئیں جو میں نے کلدیپ کے ساتھ گزاری تھیں۔ میرا ن احساسات سے دھڑکنے لگا۔ جیسے کلدیپ وہاں پہلے سے چھپی بیٹھی ہو اور اپنا نام سن کر سامنے میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔" انکا کلدیپ تو ایک لہر تھی جو ساحل سے آکر ٹکرائی اور پلٹ ب اسے بھول جاؤ انکا۔"

یہ تم کہہ رہے ہو جمیل؟ اور مجھ سے؟" انکا نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔"کیا کلدیپ ن کر تم نے اپنے پہلو میں میٹھا میٹھا درد محسوس نہیں کیا۔"

رگس کی موجودگی میں کسی اور کے بارے میں سوچنے کی کیا ضرورت ہے۔" میں نے آہستہ سے دیا۔

کو بھی ہو۔ نرگس کی بات الگ ہے لیکن مجھے معلوم ہے کہ کلدیپ بھی اب تم سے دل کی گہرائیوں م کرنے لگی ہے' میں اس کے بارے میں معلوم کرچکی ہوں۔ وہ تم سے بے حد قریب ہوگئی ہے' وہ اھونڈتی پھر رہی ہے۔ نہ جانے تم نے کیا جادو کردیا ہے۔ یقین کرو اب وہ تمہارے ایک اشارے نی کے سارے رشتے توڑ سکتی ہے۔"

یا بات ہے۔ تم کلدیپ کی بڑی حمایت کر رہی ہو' کہیں اس پر تمہارا اپنا دل تو نہیں آگیا؟ میرا م نے اس کا سرخ وسفید رنگ پسند کر کے اسے اپنے لیے منتخب کرلیا ہے۔"

بھی نہیں ہوسکتا جمیل۔" انکا اٹھلا کر بولی۔"جس لڑکی کے دل میں میرے محبوب' میرے آقا' ہارے جمیل کی محبت رچ بس گئی ہو' میں اس کا خون پینے کا خیال بھی دل میں نہیں لاسکتی۔"

ب۔ بعض اوقات تو تم اتنی محبت کی' ایسی دلنشیں باتیں کرتی ہو کہ تمہیں پیار کرنے اور بانہوں س جکڑ کر مسل دینے کو جی چاہتا ہے۔ کاش تم گاہے گاہے ایک مجسم دوشیزہ کا روپ دھار لیا ں پھر صرف تمہیں سے محبت کرتا۔"

یہ بے شرمی کی باتیں کرنے لگے' دیکھا کلدیپ کے ذکر سے تمہاری گفتگو پر کیسا شباب آگیا شرما کر بولی۔

دیپ کا ذکر تم نے بے وقت چھیڑا۔"

یشان ہوگئے۔ ہوگئے نا۔ سچ بتاؤ؟"

"گویا۔"

"جی۔" انکا نے بڑے دلبرانہ انداز میں "جی" کھینچ کر ادا کیا۔

ہوٹل قریب آ گیا تھا۔ میں سیدھا اپنے کمرے میں گیا۔ نرگس بے خبر سو رہی تھی۔ میں خاموشی سے دوسرے کمرے میں چلا آیا اور لباس تبدیل کر کے بستر پر دراز ہو گیا مجھے بڑی گہری نیند آئی۔ پنڈت بدری نرائن کی آمد سے میری سنورتی ہوئی زندگی میں جو طوفان آ گیا تھا وہ جلد گزر گیا۔ اب مجھے اطمینان تھا کہ ایک عرصے تک بدری نرائن مجھے زک پہنچانے سے باز رہے گا اور میں اس کی دسترس سے نکل چکا ہوں گا۔ انکا کی یقین دہانی کے باوجود ابھی ایک خدشہ میرے دل میں موجود تھا کہ بدری نرائن کبھی نہ کبھی مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش ضرور کرے گا۔ صبح کے اخبارات نے معمول کے مطابق اصفہانی صاحب کے بارے میں سنسنی خیز خبریں شائع کی تھیں۔ ایک بار میرا دل چاہا کہ میں اصفہانی صاحب کو بچا لوں لیکن پھر مجھے نرگس کی ابتر حالت دیکھ کر اپنا یہ خیال ترک کرنا پڑا۔

میں صبح ہی صبح رام دیال کے مکان پر پہنچا۔ اس کی بیوی کا رنگ زرد ہو چکا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ کانپنے لگی۔ جھجکتے جھجکتے اس نے میری پذیرائی کی۔ اس کی حالت بڑی قابل رحم تھی۔ مجھے اس پر بڑا ترس آیا۔ میں نے طے کر لیا کہ میں رام دیال سے شیاما کے آشنا سندر لال کا کوئی تذکرہ نہیں کروں گا۔ رام دیال اپنی بیوی سے کچھ کھنچا کھنچا سا تھا۔ میں جو کچھ سوچ کر گیا تھا، شیاما کی التجا آمیز نظروں کے سامنے وہ بھول گیا پھر میں نے شیاما کے سامنے اس سے کامنی کی بات کی اور سارا الزام اس پر دھر دیا۔ میں نے کہا "رام دیال میرے دوست، تمہارے گھر میں شیاما جیسی سندر ناری موجود ہے، پھر تم کامنی کے پاس کیوں جاتے ہو۔"

رام دیال میری زبان سے کامنی کا نام سن کر دنگ رہ گیا۔ میں نے اسے حیران دیکھ کر کہا۔ "رام دیال، مجھے بہت سی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ اب میرے دن پھر گئے ہیں۔ میں پرانا جمیل احمد نہیں رہا میں اسی لیے تمہارے پاس آیا ہوں کہ تمہارے احسانات کا بدلہ چکا سکوں۔ میرے دوست مجھے بتاؤ میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں۔"

"بھگوان کا دیا سب کچھ ہے جمیل۔ تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ میں نے تمہارے ساتھ جو کچھ کیا اس پر بھگوان کے لیے شرمندہ تو نہ کرو۔ رہا کامنی کا معاملہ تو وہ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ یہ شیاما نہ جانے کیا سمجھ رکھا ہے۔" رام دیال جھینپتے ہوئے بولا۔

"مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ اب میں تمہاری زبان سے کامنی کا نام نہ سنوں۔" میں نے اسے تنبیہ کی۔

"کیا تم کامنی کو جانتے ہو؟ یقیناً تمہیں شیاما ہی نے اس کے بارے میں بتایا ہوگا۔" رام دیال

...نی سے پوچھا۔

"میں نے کہا رام دیال مجھے سب معلوم ہو جاتا ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ ان دنوں تم بہت ...ہو، تمہیں روپے کی ضرورت ہے۔ تم ایک سودا کرنا چاہتے ہو اور تمہارے پاس پیسے نہیں ہیں ...ان ...طرف تم عشق میں گرفتار ہو۔" جو باتیں انکا مجھے بتا رہی تھیں، میں رام دیال کو اپنی زبان سے منتقل ...ہا تھا۔ میں نے اس کی تمام پریشانیاں اس کے سامنے آئینے کی طرح رکھ دیں۔

رام دیال کو اب میری بات رد کرنے کا حوصلہ نہ تھا۔ وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے مجھے گھورتا رہا۔ ...اب تک خوف زدہ تھی۔ میں نے اپنے دوست کو اسی وقت پچیس ہزار روپے دیے۔ رام دیال بڑے ...کا آدمی تھا۔ اس نے لاکھ منع کیا مگر میں روپے اس کے قدموں میں ڈال کر چلا آیا۔ اسی گھر سے ...پالی تھی۔ رام دیال نے برے وقت میں میری ہمیشہ مدد کی تھی۔ چلتے وقت اس کی آنکھوں میں آنسو ...اس نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ کامنی کا خیال دل سے نکال دے گا۔ شیاما مجھے احسان مندانہ نظروں ...دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں وہ عقیدت اور محبت دیکھی جو پہلے میں نے اپنے لیے کبھی ...کی آنکھ میں نہیں پائی تھی۔ وہ الفاظ میں اس کی کیفیت کا اظہار مشکل ہے۔ میں نے شیاما کے بارے ...رام دیال سے کچھ بھی نہیں کہا اور ان دونوں کو بمبئی مدعو کر کے چلا آیا۔ میں نے ان سے کہا۔ "جب تمہیں خط لکھوں تو تم فوراً آ جانا۔" مجھ پر رام دیال کے احسانات کا بوجھ تھا جو میں اس وقت پوری ...نہ اتار سکا۔ میرا دل فیاضی پر آمادہ تھا۔ میں نے خود کو سمجھایا۔ "جمیل احمد خان، تم بہت بڑے آدمی ...کچھ کام ایسے کرتے رہو جن سے تمہاری برائیوں کی کچھ نہ کچھ تلافی ہوتی رہے۔" مجھے یقین تھا یہ رقم ...دونوں میاں بیوی کے تعلقات پھر سے استوار کرنے میں بڑی معاون ثابت ہوگی۔

...اسی دن دوپہر کو ہم لوگ کشمیر جنت نظیر کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں کشمیر کے اس مقام کا نام نہیں لکھ رہا ...جو اپنے خوب صورت مناظر کے لیے دور دور تک مشہور ہے۔ انکا نے اسی جگہ پر آنے کا اصرار کیا ...وہاں ہم نے ایک بڑا سا خوب صورت بنگلا کرائے پر لے لیا اور چند مقامی لوگوں کو ملازم رکھ لیا۔

کشمیر کی سرد اور لطیف آب و ہوا نے نرگس کی صحت پر خاطر خواہ اثر ڈالا۔ میں نے نرگس کے علاج ...کے لیے بمبئی سے ایک ڈاکٹر اور دو نرسوں کو بلوا لیا تھا۔ یہ لوگ ہر وقت اس کا خیال رکھتے تھے۔ میں خود ...زیادہ وقت نرگس کے قریب گزارتا تھا۔ البتہ انکا سیر و تفریح کی غرض سے مجھے کبھی کبھی گھر سے ...جایا کرتی تھی۔ کوئی دس دن بعد انکا کو غذا کی ضرورت محسوس ہوئی۔ میں اس زمانے میں نرگس کی ...کی وجہ سے بے کیفی کے دن گزار رہا تھا۔ اس لیے میں نے انکا کو اجازت دے دی کہ وہ ایک دو دن ...کسی اور کے سر پر چلی جائے اور اپنی غذائی ضرورت پوری کر کے واپس آ جائے۔ مجھے نہیں معلوم انکا نے اپنے لیے کیا انتظام کیا تھا، ڈیڑھ ماہ تک تو میری انکا سے بات چیت بھی بہت کم ہوئی مگر

ڈیڑھ ماہ تک میری توجہ اور ڈاکٹر کی تیمارداری نے نرگس کو صحت مند بنا دیا۔ وہ اب پوری طرح تندرست ہوگئی تھی' بالکل ویسی ہی جیسی شادی سے پہلے تھی۔ اس کے رخساروں پر سرخی آگئی تو میں نے نرگس کے غسل صحت کے سلسلے میں اس مقام پر ایک شاندار دعوت کا اہتمام کیا اور دل کھول کر نرگس کا جشن صحت منایا۔ دن بھر غربا میں روپے اور کپڑے تقسیم ہوتے رہے' نرگس کی مرضی یہی تھی۔ وہ خود اپنے ہاتھوں سے خیرات کرتی رہی۔ شام کو میں نے دعوت کا انتظام کیا تھا۔ دعوت میں علاقے کی تقریباً نصف آبادی شریک ہوئی۔ رات کو ناچ رنگ کی محفل منعقد کی گئی۔ یہ اصل میں ایک طرح سے انکا کی بازیابی کا جشن بھی تھا۔ رقص کی محفل میں لکھنؤ اور بمبئی کی نامور رقاصاؤں نے اپنے اپنے فن کا مظاہرہ کیا۔ رقص و سرور کے اس ہنگامے میں' صرف مخصوص افراد مدعو کیے گئے تھے۔ مقامی افسران کے علاوہ مضافات کے افسر بھی شریک تھے۔ اس دعوت کا پورا انتظام نرگس کی تیمارداری کے لیے بمبئی سے آئے ہوئے ایک نوجوان ڈاکٹر شرما نے کیا تھا۔ وہ ایک منچلا شخص تھا۔ اس نے خود اپنے ہاتھ سے دعوت نامے لکھے اور تقسیم کیے' مجھے پیسے خرچ کرنے میں کوئی عذر نہیں تھا۔ پیسہ کمانے میں اتنا مزہ نہیں جتنا خرچ کرنے میں ہے۔ اس فیاضی اور شاہ خرچی سے میری انا کی تسکین ہوتی تھی میرے زخم بھرتے تھے۔ میں خود اپنی نظر میں بلند ہوتا تھا اور مجھے ویسے بھی پیسے کی طرف سے فکر کی ضرورت نہیں تھی' انکا جو موجود تھی۔

رقص و سرور کا اہتمام ایک ایسے میدان میں کیا گیا تھا جو پہاڑیوں سے گھرا ہوا تھا۔ اس وسیع و عریض لان پر شامیانے نصب کیے گئے اور انہیں قمقموں سے آراستہ کیا گیا۔ رات ہوئی تو یہ راجا اندر کا دربار بن گیا۔ محفل میں مشروبات کا دور چل رہا تھا۔ نرگس آج بڑی خوش و خرم نظر آ رہی تھی۔ میں اس کے ساتھ اگلی صف میں بیٹھا ایک مغنیہ کی نغمہ سرائی سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ عجب دلکش منظر تھا کہ انکا میرے سر سے رینگ کر میرے بائیں کاندھے پر آئی اور بولی۔

''جمیل۔ وہ دیکھو ڈپٹی کمشنر کے برابر سیدھے ہاتھ پر جو نوجوان بیٹھا ہے' اسے جانتے ہو؟''

مجھے اس وقت انکا کی مداخلت گراں گزری پھر بھی میں نے آہستہ سے نظر گھما کر اس شخص کو دیکھا جو ڈپٹی کمشنر کے سیدھے ہاتھ پر بیٹھا تھا۔ صورت و شکل سے وہ کسی کھاتے پیتے گھرانے کا فرد نظر آتا تھا۔ بے حد خوب صورت اور خوش باش تھا۔ میں نے آج اسے پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ میں نے جن افراد کو مدعو کیا تھا' وہ ان میں سے نہیں تھا۔ ممکن ہے ڈاکٹر شرما نے اسے مدعو کیا ہو یا شاید وہ ڈپٹی کمشنر کا مہمان ہو۔ میں نے خصوصاً ڈپٹی کمشنر کو اور بعض دوسرے افسروں کو کچھ دعوت نامے بھی بھیجے تھے تاکہ وہ اپنے ملنے جلنے والوں کو ساتھ لا سکیں۔ وہ شخص انہی میں سے کوئی معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ میں نے انکا کے سوال پر نفی میں سر ہلایا۔

''اس کا نام راج کمار ہے۔ ڈپٹی کمشنر کے دور کے عزیزوں میں سے ہے۔ بمبئی اور دہلی میں اس کا

بار ہے' لاکھوں میں کھیلتا ہے' کل ہی کشمیر آیا ہے۔ ڈاکٹر شرما بھی اسے جانتا ہے۔''

مجھے اس نوجوان کے بارے میں بتاتی رہی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر انکا کو اس میں کون سا پہلو نظر آ گیا۔ معاً میں نے سوچا کہ کہیں وہ اس نوجوان کے خون سے اپنا پراسرار وجود ...رنے کا منصوبہ تو نہیں بنا رہی ہے؟ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ انکا نے چونکا دیا۔

راج کمار تمہارا رقیب ہے۔''

میرا رقیب۔ وہ کیسے؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

کلدیپ تمہاری محبوبہ ہے۔ یہ بھی اس کا امیدوار ہے۔''

ہوگا مجھے کیا۔'' میں نے بظاہر بے نیازی سے کہا۔

کھلبلی مچ گئی تمہارے دل میں۔'' انکا نے شرارت سے کہا۔

میرے پاس نرگس موجود ہے۔''

سوچ لو پھر بعد میں کچھ نہ کہنا۔ یہ نوجوان آج کل کلدیپ کے خواب دیکھ رہا ہے۔ اس کے ...نے کلدیپ کے والدین سے مل کر رشتے کی بات پکی کر لی ہے لیکن کلدیپ اس سے شادی پر رضامند نہیں ہے۔''

کیوں؟''

وہ کسی اور سے محبت کرتی ہے اور راج کمار سے شادی کرنے پر موت کو ترجیح دیتی ہے جانتے ہو ...؟''

کیوں؟''

وہ پگلی تمہاری محبت میں دیوانی ہو رہی ہے۔ ایک ہفتے بعد اسی مقام پر کلدیپ اور راج کمار کی منگنی ...والی ہے۔ سارا پروگرام طے ہو چکا ہے۔ دو روز بعد کلدیپ کے گھر والے یہاں آ جائیں گے ...کے بعد کیا ہوگا' یہ میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

اوہو۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ تم نے یہ مقام کیوں منتخب کیا تھا۔'' میں نے انکا سے کہا۔ ''تم آفت کی ...و۔''

لکھنؤ سے آئی ہوئی ایک طوائف نے رقص شروع کر دیا۔ انکا سے میری بات ادھوری رہ گئی کیونکہ ...انوں کا خیال رکھنا تھا لیکن دل میں ایک پھانس اٹک گئی۔ کلدیپ کا بار بار ذکر کر کے انکا نے اشتیاق کو ہوا دے دی تھی۔ سامنے ایک گل اندام طوائف اپنے بدن کے لوچ کا ہوشربا مظاہرہ کر ...کر مجھے کلدیپ یاد آ رہی تھی۔ راج کمار کے تصور سے بچنے کی کوشش کے باوجود میری نظریں بار ...اس پر جم جاتی تھیں۔ کئی مرتبہ ہم دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں اور ہر مرتبہ کچھ جھینپ کر رقص کی

طرف مڑ گئیں۔ کلدیپ ایک نفیس اور حسین لڑکی اس نوجوان کے پہلو کی زینت بنے گی۔ مجھے پونا میں کلدیپ کے ساتھ گزاری ہوئی شامیں اور وہ خوشبوئیں یاد آ گئیں جو کلدیپ اپنے لباس پر اچھالا کرتی تھی۔ اسے میں نے محض تفریح اور تفنن کے لیے شیشے میں اتارا تھا مگر الٹا میں خود اس کے دل میں اتر گیا تھا۔ اس نے مجھے بمبئی فون کیا تھا۔ رخصت کرتے وقت اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ وہ مجھ سے بہت مانوس ہو گئی تھی۔ بڑے دبے قدموں سے نہ جانے کس چور راستے سے جمیل احمد خان کے آوارہ ذہن میں داخل ہو گئی تھی۔ اس کی بہت سی عادتیں اور ادائیں نرگس سے مشابہ تھیں۔ میں نے اسے کیوں چھوڑ دیا تھا' ہاں میں نے جسم و جان کی تمام راحتوں کے حصول کے یقین کے باوجود اسے چھوڑ دیا تھا پھر بھی زیاں کا کوئی احساس نہیں تھا شاید اس لیے کہ کلدیپ میں اپنی دوشیزگی برقرار رکھنے کی تمام اعلیٰ صفات موجود تھیں۔ وہ ان قدروں پر دل سے یقین رکھتی تھی جن کی رو سے عصمت و عفت عورت کی سب سے بڑی پونجی ہوتی ہے۔ وہ ان لڑکیوں سے مختلف تھی جن سے میں مل چکا تھا۔ عجیب بات تھی کہ وہ مجھے گزشتہ دنوں بالکل یاد نہیں آئی۔

اب جب کہ انکا نے مجھے بتایا کہ وہ راج کمار کے ساتھ منسوب ہو چکی ہے تو مجھے ایسا لگا جیسے میری کوئی قیمتی شے مجھ سے چھینی جا رہی ہے۔ میں رقص کے اس ہنگامہ طرف میں اپنا دل نہ لگا سکا اور پہلو بدلنے لگا۔ انکا میری دلی کیفیت بھانپ کر بولی۔ ''جمیل' کیا خیال ہے اگر راج کمار کو ٹھکانے لگا دیا جائے؟ اس طرح تمہاری کلدیپ محفوظ ہو جائے گی۔ پھر وہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔

''ذرا غور سے دیکھو۔ راج کمار کی رگوں میں کیسا گاڑھا اور سرخ سرخ خون جوش مار رہا ہے۔''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے اپنا ذہن رقص اور نرگس میں لگانا چاہا لیکن انکا مداخلت سے باز نہیں آئی۔ کچھ وقفے بعد بولی۔ ''تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا؟''

''میرے پاس نرگس موجود ہے انکا۔ کلدیپ کی شادی ہو جائے تو اچھا ہے، اس کی موجودگی میں نرگس سے وفادار نہیں رہ سکوں گا۔'' میں نے انکا کی پیشکش مسترد کر دی۔

''مگر کلدیپ راج کمار سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔''

''تو میں کیا کروں۔''

''وہ تمہاری محبت کا دم بھرتی ہے اور تم اس کے دل میں آگ لگا کر خاموش بیٹھے ہو؟ یہ تو بڑی سنگ دلی ہے۔'' انکا نے طنزاً کہا۔

''میری بات چھوڑو۔ ہاں یہ کہو کہ راج کمار کے سرخ و سفید رنگ پر تمہارا دل آ گیا ہے۔'' میں نے چٹکی لی۔

''نہیں یہ بات نہیں ہے۔ میں تو راج کمار کو صرف تمہارے اور کلدیپ کے لیے راستے سے ہٹانا

چاہتی ہوں۔ اگر تمہیں کلدیپ کی زندگی پیاری ہے تو راج کمار کو ختم کر دو ورنہ وہ ایسی لڑکی ہے کہ کہ جان دے دے گی مگر راج کمار سے شادی نہیں کرے گی۔''

''ایسی بات ہے تو پھر میں تمہیں راج کمار کا خون فراہم کر دوں گا مگر اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ یہی نہ کہ الجھنیں بڑھ جائیں گی۔'' میں نے بے دلی سے کہا۔

''تمہاری اجازت ہو تو میں ابھی راج کمار کو ٹھکانے لگانے کا بندوبست کر دوں؟'' انکا نے جلد بازی

''ابھی نہیں۔ کلدیپ کو کشمیر آ لینے دو۔ میرے ایثار کا مظاہرہ اسی کے سامنے ہو تو خوب رہے گا۔''

''تو تم تیار ہو گئے؟'' انکا نے مزاحیہ انداز میں یہ جملہ کہا اور میرے کاندھے سے ہٹ کر میرے سر پر آ گئی۔ جتنی دیر محفل منعقد رہی' انکا کی نظریں برابر راج کمار کے چہرے پر مرکوز رہیں۔ میرا دل اب محفل رقص و سرور سے اکتا چکا تھا۔ صرف نرگس کی خاطر میں وہاں بیٹھا رہا اور بظاہر ہنستا بولتا رہا۔ محفل کے اختتام پر راج کمار مجھ سے الوداعی مصافحہ کرنے آیا اور ڈپٹی کمشنر نے اس کا تعارف کرایا تو میں نے مسکرا کر کہا۔ ''آپ سے ایک باقاعدہ ملاقات کو دل چاہتا ہے۔''

''یہ بڑے جامہ زیب نوجوان ہیں۔ ہر شخص اس سے ملنے کا مشتاق ہے۔'' ڈپٹی کمشنر نے لقمہ دیا۔

''میں آپ سے ضرور ملوں گا۔ ویسے آج کی تقریب دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ آپ کا ذوق کس قدر نفیس ہے۔'' راج کمار نے بڑی شائستگی سے کہا۔

جب یہ تقریب ختم ہو گئی تو میں تھکا ہارا اپنے کمرے میں گیا۔ نرگس گلابی لباس میں سراپا بہار معلوم ہو رہی تھی۔ وہ ایک بہت ہی حسین و جمیل عورت کے روپ میں میرے سامنے کھڑی تھی' میری قلوپطرہ' میرا دل' میری زندگی۔ اس نے آگے بڑھ کر میرے گلے میں بانہیں ڈال دیں اور شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولی۔

''جمیل۔ میرے سرتاج' آج میں بہت خوش ہوں۔ میں آپ کی بہت شکر گزار ہوں۔ اگر آپ نے سہارا نہ دیا ہوتا تو میں اب تک منوں مٹی کے..........''

میں نے جلدی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ ''خدا کے لیے ایسی باتیں نہ کرو اور پھر شکر گزاری کیسی' یہ تم آج کیسی باتیں کرنے لگیں۔ یقین کرو اگر مجھے تمہارا خیال نہ ہوتا تو میں کب کا مر چکا ہوتا تمہاری یاد نے ہمیشہ مجھے پستی سے اٹھایا، میرا دنیا میں کوئی نہیں ہے۔ ایک تم تھیں سو تم بھی بچھڑ گئی تھیں۔ اب میں تمہیں کہیں نہیں جانے دوں گا نرگس۔''

''سچ؟'' نرگس نے شوخی سے کہا۔

''اچھا۔'' میں نے اس کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھا۔ ''واقعی تم صحت مند ہو گئی ہو۔'' پھر میں نے

اسے اپنی پیاسی بانہوں میں سمیٹ لیا۔اس کے قرب سے مجھے روحانی مسرت حاصل ہوئی۔

''نہیں۔کیا کرتے ہیں آپ۔'' نرگس شرما کر بولی۔''انکا دیکھ رہی ہوگی۔''

''انکا بہت بے غیرت ہے۔آج ایک عرصے بعد۔۔۔۔۔۔نہ جانے کتنے صدموں اور کتنی قیامتوں کے بعد تمہارا قرب نصیب ہوا ہے۔آج انکا کا بہانہ نہ کرو۔آج تو تم مجھے اپنے اندر سمیٹ لو۔میں رونا چاہتا ہوں۔میں نے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا۔

''کیوں؟ خدانخواستہ!'' پھر وہ چھوئی موئی کے پودے کی طرح شرما کر اپنے وجود میں سمٹ گئی۔انکا نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

''جمیل میں کمرے سے باہر جا رہی ہوں۔صبح ملاقات ہوگی' تم نرگس کو بتا دو کہ میں مخل نہیں ہوگی۔میں ذرا اِدھر اُدھر کی خبریں لے آؤں۔''

میں نے نرگس کو انکا کا پیغام سنایا تو اس نے شرم کے مارے دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا لیا۔انکا حقیقتاً جا چکی تھی۔میں نے خواب گاہ کا دروازہ بند کر لیا۔

نرگس مل گئی تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سب کچھ مل گیا ہے پھر مجھے کہیں کا ہوش نہ رہا۔میں نرگس میں گم ہو گیا۔دو تین روز تک میں نے انکا کی طرف بھی کوئی توجہ نہ دی لیکن چوتھے روز انکا نے ازخود مجھے بتایا کہ کلدیپ اپنے خاندان والوں کے ساتھ کشمیر آ چکی ہے تو مجھے پہلی بار خاصی سنجیدگی سے اس مسئلے پر سوچنا پڑا۔میرے ذہن میں ایک شدید کشمکش پیدا ہو گئی۔کیا میں نرگس کی موجودگی میں کلدیپ کا تصور کر کے نرگس کو دھوکا دے رہا ہوں؟ نہیں! میں نے خود کو جواب دیا۔نرگس مجھے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہے۔اس کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا پھر کلدیپ کی طرف یہ جھکاؤ کیوں؟ اس لیے کہ نرگس کے بعد کلدیپ ہی وہ لڑکی ہے جس نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے۔کیا ایک شخص بیک وقت دو لڑکیوں سے محبت نہیں کر سکتا؟ کر تو سکتا ہے مگر پھر وہ دونوں میں سے کسی ایک کو بھی خوش نہیں رکھ سکتا۔حالانکہ محبت ایک فطری جذبہ ہے۔کلدیپ کا ذکر سن کر اور اس کی سمت میری وارفتگی دیکھ کر نرگس پر ایک قیامت گزر جائے گی۔یہی حال کلدیپ کا ہوگا۔میں دونوں کو مطمئن نہ کر سکوں گا پھر مجھے کلدیپ کا خیال چھوڑ دینا چاہیے۔یہی ٹھیک ہے کہ وہ راج کمار سے وابستہ رہے مگر وہ راج کمار سے محبت نہیں کرتی۔وہ تو مجھے چاہتی ہے اور میں بھی، جب یہ خیال کرتا ہوں کہ وہ راج کمار کے پاس چلی جائے گی تو سینے میں آندھیاں سی چلنے لگتی ہیں۔مجھے اس سے محبت ہو گئی ہے۔آگے کچھ بھی ہو۔اس وقت مجھے کلدیپ کو بچانا ہوگا۔مجھے راج کمار کو راستے سے ہٹا دینا چاہیے۔اس کے بعد ممکن ہے خود بخود کوئی صورت نکل آئے۔میرے ذہن نے تمام اندیشوں پر غور کیا اور آخر میرا دماغ میرے دل کے ہاتھوں مجبور ہو گیا۔میں نے طے کر لیا کہ راج کمار کا خون انکا کو فراہم کروں گا۔راج کمار کو ختم کرانے کے لیے میرا ایک اشارہ کافی

ذہن میں کسی ایسے موقع کا منتظر تھا کہ راج کمار بھی مرجائے اور کلدیپ کو بھی اس بات کا احساس ہو جائے کہ میں نے اس کے لیے کتنا بڑا کام کیا ہے، کیسا خطرہ مول لیا ہے۔کیا قربانی دی ہے۔

انکا میری ہدایت پر کلدیپ اور راج کمار کی مصروفیات پر نظر رکھے ہوئے تھی۔اگلے دو روز تک مجھے کوئی سنہری موقع ہاتھ نہ آیا لیکن تیسرے روز جب میں دوپہر کو نرگس کے ساتھ محوخواب تھا تو اپنے سر پر انکا کے تیز پنجوں کی چبھن سے جاگ گیا۔میں نے اسے ہڑبڑا کر دیکھا تو وہ تیزی سے بولی ''جلدی اٹھو جمیل۔ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔کلدیپ راج کمار کے ساتھ بادل ناخواستہ ترائی کی سمت گئی ہے۔راج کمار اسے شیشے میں اتارنے کے لیے بضد ہے۔یہ موقع غنیمت ہے۔میں تمہیں اس جگہ لے چلتی ہوں جہاں وہ دونوں گئے ہیں۔''

انکا کی زبانی یہ خبر سن کر میں جلدی سے اٹھا' لباس تبدیل کیا اور ایک نظر نرگس پر ڈال کر آندھی اور طوفان کی طرح اس طرف چل دیا جہاں انکا نے رہنمائی کی تھی۔وہ جگہ کچھ زیادہ دور نہیں تھی۔میں دو تین فرلانگ کی پختہ سڑک کے کنارے بھاگتا ہوا اس مقام کی طرف چل پڑا، جہاں کلدیپ اور راج کمار کے ملنے کا امکان تھا۔میرا ذہن بہت تیزی سے منصوبے بنا رہا تھا۔ترائی کا راستہ ہرچند کہ خوشگوار تھا اور ذرا سی ایک معمولی غلطی مجھے سینکڑوں فٹ نیچے گرا سکتی تھی لیکن ایک تو انکا میرے ساتھ تھی' دوسرے کلدیپ کا خیال مجھے بے چین کیے ہوئے تھا۔میں برق رفتاری سے بڑھتا رہا پھر ایک جگہ انکا نے ٹوک کر مجھے روک دیا۔میں نے ایک درخت کی آڑ لے لی۔سامنے والے درخت کے قریب کلدیپ اور راج کمار موجود تھے۔ان دونوں کی جوڑی یقیناً ایک مناسب جوڑی تھی۔کلدیپ کو ایک بار پھر سامنے دیکھ کر پونا میں گزارے ہوئے سہانے دن یاد آ گئے۔میں ایک ایسی جگہ کھڑا تھا جہاں فاصلہ زیادہ نہ تھا اور ان کی گفتگو آسانی سے سن سکتا تھا۔

میں وہ گفتگو یہاں نہیں لکھ رہا ہوں۔وہ کسی پرانی فلم یا تھیٹر کا کوئی منظر تھا جس میں کوئی مضطرب عاشق اپنی سنگدل محبوبہ کو رام کرنے کے لیے ڈرامائی مکالمے بولتا ہے۔راج کمار بھی اسی انداز کے مکالمے ادا کر رہا تھا۔کلدیپ نے شروع شروع میں تو اسے ٹالنا چاہا لیکن آخر صاف لفظوں میں انکار کر دیا کہ اس کا شادی کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔راج کمار اپنے دھن دولت کا ذکر اور محبت کے بڑے بڑے دعوے کر رہا تھا اور جس قدر بھی وہ مصر ہوتا' اسی قدر کلدیپ اسے مایوس کر دیتی۔آخر راج کمار نے اس کی بے نیازی اور بے رخی کا سبب پوچھا اور کہا ''کہیں ایسا تو نہیں کہ تم اپنے من مندر میں کسی اور کو بسا چکی ہو؟'' اس سوال پر کلدیپ نے اسے درشت انداز میں جھڑک دیا۔ان دونوں کی گفتگو اصرار اور اصرار انکار کے بعد تلخ ہو گئی اور آخر راج کمار سے برداشت نہ ہو سکا۔اس نے طیش میں نہ جانے کیا کہا جو میں صاف نہیں سن سکا۔کلدیپ اس پر شدید برہم ہو گئی اور اس نے راج کمار کے گال پر

ایک زوردار طمانچہ جڑ دیا۔ انکا بار بار میرے سر سے اتر جاتی تھی اور میرا خیال ہے کہ اس ڈرامے کی سنسنی خیزی میں اس کا بڑا ہاتھ تھا۔

راج کمار اس توہین آمیز رویے کی توقع نہیں کرتا تھا۔ اس نے جلال کے عالم میں کلدیپ کی کلائی پکڑ لی۔ کلدیپ نے سخت سست کہہ کر اس سے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا۔ یہ صورت بہت جلد دھینگا مشتی اور گالم گلوچ میں تبدیل ہوگئی۔ اس موقع پر مجھے دخل دینا تھا۔ انکا نے اشارہ کیا اور میں راج کمار کی دست درازی اور کلدیپ کی بے بسی دیکھ کر غصے کی حالت میں سامنے آ گیا۔ اس وقت اس مقام پر سناٹا تھا۔ شاید راج کمار نے کلدیپ سے دوٹوک گفتگو کرنے کے لیے یہ جگہ خاص طور پر منتخب کی تھی۔ میں نے سامنے آتے ہی راج کمار کو للکارا ''کمینے ایک عورت پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے تجھے شرم نہیں آتی۔ اگر مرد ہے تو مجھ سے مقابلہ کر۔''

راج کمار نے میری آواز سن کر کلدیپ کو چھوڑ دیا اور مجھے سخت وحشت ناک نظروں سے دیکھنے لگا۔ کلدیپ آزاد ہوتے ہی دیوانہ وار بھاگتی ہوئی میرے قریب آئی اور آتے ہی میرے پہلو سے لگ گئی۔

''جمیل تم یہاں کیسے؟ بھگوان کی کرپا ہے کہ اس نے تمہیں میری مدد کو بھیج دیا۔ مجھے اس جنونی شخص سے بچاؤ۔''

''بہت خوب۔'' راج کمار نے موقع کی نزاکت سے حالات کی اصلیت بھانپتے ہوئے زہر خندے کہا ''خوب! تو یہ ہے وہ مُنٹا مسلا' جو تجھ سے پریم کرتا ہے۔ میں ابھی اسے دیکھتا ہوں۔'' پھر اس نے مجھے مخاطب کیا ''جمیل احمد خان۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ تم سے دوبارہ اس طرح ملاقات ہو رہی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ تم ہمارے معاملے میں ٹانگ نہ اڑاؤ۔ اپنا راستہ ناپو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔''

میں نے کہا ''نادانی کی باتیں نہ کر۔ اپنی اوقات میں رہ۔ تو مجھے نہیں جانتا۔ بکواس بند کر۔''

راج کمار کا چہرہ غصے سے سرخ ہوگیا ''جمیل احمد خان۔ تو جانتا ہے کہ میں ڈپٹی کمشنر کا کون ہوں۔ اپنی حرکتوں سے باز آجا۔ نہیں تو تباہ و برباد ہو جائے گا۔''

''ڈپٹی کمشنر کیا بیچتا ہے۔ الو کے پٹھے۔ اس کا حوالہ دے رہا ہے۔ سور کی اولاد۔'' میں گالیاں بہت کم بکتا تھا لیکن نہ جانے اس وقت کون کون سی گالیاں میری زبان پر آرہی تھیں۔

ٹھیک اسی وقت انکا نے مجھے مخاطب کیا ''جمیل' راج کمار کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے۔ تمہیں اتنی ڈھیل نہیں دینی چاہیے۔ اس کی جیب میں ریوالور بھی موجود ہے۔ تم اس کی گولی سے بچ سکتے ہو لیکن تمہارے پہلو میں کلدیپ ہے۔''

میں نے انکا کے جواب پر اثبات میں سر ہلایا لیکن اس سے پہلے کہ میں کوئی قدم اٹھاتا یا سوچتا' راج کمار نے پھرتی سے ریوالور نکال لیا اور اس کا رخ میری طرف کرتے ہوئے بولا ''جمیل احمد خان' تم نے

...ندو ناری کو ورغلا کر ہمارے دھرم کا اپمان کیا ہے۔ میرا اپمان کیا ہے۔ میں اس کی سزا صرف اور ...یہی دے سکتا ہوں کہ تمہیں موت کے گھاٹ اتار دوں۔''

...لیے کلدیپ چلائی ''نہیں نہیں۔ تم انہیں نہ مارو۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تم سے شادی کرلوں گی۔''

...مجھ دیشیا سے کون شادی کرے گا۔'' راج کمار دہاڑا۔ ''ہٹ جا سامنے سے' نہیں تو اس کے ساتھ ...تجھے بھی ختم کرنا پڑے گا۔''

...کا پھرتی سے میرے سر سے رینگ کر اتر گئی۔ کلدیپ نے مجھے خطرے میں محسوس کیا تو میرے جسم ...لے لی اور راج کمار سے بولی۔ ''کٹھور' شیطان۔ اگر تجھے گولی مارنی ہے تو پہلے مجھے مار۔ جب تک ...زندہ ہوں' تو جمیل کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔''

کلدیپ کے اس جذبے نے مجھے بے پناہ متاثر کیا۔ میں نے ایک ہاتھ سے اسے ہٹانے کی کوشش ...اور کہا ''بچہ ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ دیکھتی رہو یہ کس طرح اپنے انجام کو پہنچتا ہے۔'' میں راج کمار کو حقارت ...نظروں سے گھور رہا تھا۔ انکا میرا اشارہ پا چکی تھی۔ چنانچہ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور کلدیپ ...پر روحانی قوتوں کا سکہ جمانے کی خاطر میں نے تحکمانہ لہجے میں راج کمار کو مخاطب کیا اور اس کی ...آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔

''احمق نوجوان۔ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ ریوالور کی نال اپنی کنپٹی سے لگا کر گولی داغ دے۔''

اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ کلدیپ کے لیے یقیناً حیرت انگیز تھا۔ راج کمار نے کسی فرماں بردار شاگرد ...طرح اپنا ہاتھ بلند کیا اور ریوالور کی نال اپنی کنپٹی سے لگالی اور بے جھجک لبلبی دبا دی۔ خوفناک دھماکے ...ساتھ ہی وہ کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح زمین پر گرا اور ٹھنڈا ہوگیا۔ انکا فوراً میرے سر پر آ کر ''جمیل' تم جلدی سے کلدیپ کو لے کر یہاں سے چلے جاؤ۔ جب اس کی لاش دریافت ہوگی تو اس ...جیب سے اس کی اپنی تحریر میں ایک خط بھی برآمد ہوگا جس میں خودکشی کرنے کا سبب موجود ہوگا۔ میں ...اپنی پیاس بجھانے جا رہی ہوں۔ جمیل تمہارے دشمن کا خون مجھے بہت لذت بخشے گا۔''

اب میرا وہاں رکنا مصلحت کے خلاف تھا۔ کلدیپ کو لے کر اوپر آگیا اور جھیل کی طرف چلنے ...جھیل میرے بنگلے سے تین چار میل کے فاصلے پر تھی۔ راج کمار کی پراسرار اور حیرت انگیز موت نے ...کلدیپ کو گنگ کر دیا تھا۔ راستے بھر وہ چپ رہی۔ ہاں کبھی کبھی کن انکھیوں سے مجھے دیکھنے لگتی تھی۔ جھیل ...پہنچ کر میں اسے ایک ویران حصے کی طرف لے گیا۔ کچھ دیر بعد کلدیپ کا خوف دور ہوا تو وہ میرے ...سینے سے سر ٹکا کر بولی ''جمیل' تم مجھے کیوں چھوڑ گئے تھے۔ میں بمبئی بھی گئی تھی لیکن وہاں تمہارا پتا نہ ...ملا۔ میں تمہیں ہر جگہ ڈھونڈتی رہی۔''

...میں دیر تک کلدیپ کو اِدھر اُدھر کی باتوں سے بہلاتا رہا۔ میں نے اس سے شدید محبت کا اظہار کیا

لیکن رہ رہ کر ایک خیال آڑے آ رہا تھا۔ اس شدید محبت کا انجام بڑا ہولناک ہوگا۔ نرگس کلدیپ کو کیسے برداشت کرے گی اور خود کلدیپ، نرگس کا نام سنے گی تو کتنی بھپرے گی۔ میرے ذہن میں کشمکش جاری تھی۔ کلدیپ کو دوبارہ اپنے قریب دیکھ کر میرے ہوش و حواس معطل ہو گئے تھے۔ وہ خوف کے باوجود اتنی ہی حسین تھی جتنی پونا کے کلب میں نظر آتی تھی۔ کیا میں کلدیپ کو سب کچھ بتا دوں؟ اس طرح تو میں اس حسین لڑکی سے محروم ہو جاؤں گا مگر نرگس کو میں کسی قیمت پر دکھ دینا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس سرمستی کے عالم میں، ایک حسین و جمیل لڑکی کی دلنشین صحبت کے باوجود دل پر جبر کر کے فیصلہ کر لیا کہ کلدیپ کو نرگس کے بارے میں سب کچھ بتا دوں۔ میں نے باتوں باتوں میں اس سے کہہ دیا کہ میری شادی ہو گئی ہے لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ کلدیپ نے بڑے تحمل سے یہ بری خبر سن لی اور توقع کے خلاف میرے قدم چھو کر کہنے لگی "جمیل، مجھے کسی بات کی پروا نہیں ہے۔ تم صرف اتنا کرو کہ مجھے خود سے الگ نہ کرو۔ میں تمہارے قدموں میں اپنا سارا جیون بتا دوں گی۔ میں تمہاری بیوی نرگس کی بھی سیوا کروں گی۔"

کلدیپ نے کچھ دیر پہلے مجھے بچانے کی خاطر اپنی زندگی داؤ پر لگا دی تھی اور اب وہ میری کنیز بننے کے لیے تیار تھی۔ میں نے اس کی محبت کی شدت کا اندازہ لگایا تو بے اختیار اس کی جانب کھنچنے لگا۔ کلدیپ کے سوگوار سے چہرے پر اس وقت بھی سارے جہان کا حسن سمٹ آیا تھا، میں نے آہستہ سے اسے اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا اور پہلی بار اس کے ہونٹوں پر محبت کی مہر ثبت کی۔ کلدیپ کے انداز میں خود سپردگی تھی۔ میں نے اسے گھاس کے نرم بستر پر گھسیٹ لیا اور اپنی آغوش میں لے کر وعدہ کیا کہ میں اس سے قریب رہوں گا۔

کلدیپ کا حسین قرب اس پرفضا مقام کی رنگینیاں دوبالا کر رہا تھا۔ میں اس کی زلفوں سے کھیل رہا تھا کہ یک لخت مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے انکا میرے سر پر آ گئی ہو۔ مجھے حیرت ہوئی۔ گزشتہ تجربوں کی بنا پر مجھے یقین تھا کہ وہ چھ سات گھنٹوں سے پہلے واپس نہیں لوٹے گی۔ انسانی خون سے اپنا وجود سیراب کرنے میں وہ عموماً اتنا ہی وقت لیتی تھی۔ میں نے سر پر نظر ڈالی تو انکا واقعی موجود تھی۔ اس کی آنکھوں سے شعلے ابل رہے تھے۔ چہرہ غیظ و غضب سے سرخ ہو رہا تھا۔ ہونٹوں پر گاڑھا گاڑھا تازہ خون جما ہوا تھا۔ انکا کو اس کیفیت میں دیکھ کر میرا ماتھا ٹھنکا۔ کسی نامعلوم خطرے کے احساس سے میرا دل دھڑکنے لگا۔ میں نے دل ہی دل میں اسے مخاطب کیا۔

"کیا بات ہے انکا؟ کیا راج کمار کا خون پسند نہیں آیا؟"

"جمیل، میرے جمیل۔ میں تم سے بہت شرمندہ ہوں۔" انکا نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ میں نے بے چین ہو کر پوچھا۔

"خیریت تو ہے تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟"

"جمیل۔" انکا سسک پڑی "انسانی خون میری واحد غذا ہے، میں خون پیتے وقت دنیا کی تمام باتوں سے بے نیاز ہو جاتی ہوں، یہی وجہ تھی جو پنڈت بدری نرائن اپنا وار کر گیا۔"

انکا کے آخری الفاظ کسی خطرناک آتش گیر مادے کی طرح میرے ذہن میں پھٹے۔ میں کلدیپ کو چھوڑ کر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ ایک لمحے میں ہزاروں وسوسے میرے دماغ میں گھوم گئے۔ میرا دل اچھلنے لگا۔ میں نے بوکھلا کر پوچھا۔

"جلدی بتاؤ۔ انکا۔ تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔ بدری نرائن کیا وار کر گیا؟"

"تم فوراً گھر پہنچو جمیل۔ میں اس نابکار پنڈت کو گھیرنے جا رہی ہوں، نرگس مجھے بھی بہت عزیز تھی میرے آقا۔"

انکا اس جملے کے اختتام کے ساتھ ہی میرے سر سے اتر گئی، نرگس کا نام سن کر میرا دماغ چکرا گیا۔ میرے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ میں کلدیپ سے کچھ کہے بغیر دیوانوں کی طرح طوفانی رفتار سے گھر کی طرف بھاگا۔ گھر پہنچ کر میں پاگلوں کی طرح دوڑتا ہوا اپنی خواب گاہ میں داخل ہوا لیکن دروازے پر ہی ایک جھٹکے سے رک گیا۔ نرگس کی حالت دیکھ کر جیسے مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ میں پتھر کی بے جان مورتی کی طرح اپنی جگہ ساکت و جامد کھڑا نرگس کو پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھتا رہا۔ مجھے اپنی آنکھوں پر شبہ ہو رہا تھا۔ میرا دل سینے میں ڈوبتا جا رہا تھا۔

نرگس کی نیم برہنہ لاش میری نگاہوں کے سامنے قالین پر پڑی تھی۔ اس کے بدن کے ایک ایک حصے پر چھوٹے چھوٹے بے شمار خنجر دستے تک پیوست نظر آ رہے تھے۔ اس کی نگاہیں دروازے کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ موت کے اذیت ناک لمحوں میں اسے میرا انتظار تھا۔ میں بدنصیب اس وقت پہنچا جب وہ اس دنیا سے، سب سے، مجھ سے اپنے تمام رشتے منقطع کر چکی تھی۔ اس نے ان مصائب سے نجات حاصل کر لی تھی جو میرے ساتھ رہ کر اس پر ٹوٹے تھے۔ وہ ختم ہو چکی تھی۔ اسے دیکھ کر مجھے ایسا لگا جیسے میری روح بھی کھینچ رہی ہے۔ میں بھی زمین میں دھنس رہا ہوں۔ میری آنکھیں نرگس کی موت کا وہ دردناک منظر دیکھ رہی تھیں جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا تھا، یقین نہیں آتا تھا کہ اس وقت جو کچھ سامنے ہے یہ حقیقت ہے۔ یہ میری نظر کا دھوکا ہے یا کوئی طلسم ہے۔ میں پاگل ہو گیا ہوں یا کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا ہوں، مگر یہ تو حقیقت تھی۔ میری نرگس کا خون قالین سے نکل کر زمین پر پھیل چکا تھا۔ میں سہمی ہوئی نظروں سے وہ خون دیکھنے لگا اور میں نے اس میں اپنا ہاتھ رنگ کر زور زور سے اپنے گال پر لگانے شروع کر دیئے اور بری طرح چیخنا شروع کر دیا۔ اس طرح بھی مجھے کچھ سکون نہ ملا تو میں نے دیوار سے اپنا سر پھوڑنا شروع کر دیا۔ میرا ماتھا لہولہان ہو گیا۔

اس نرگس کے لیے میں نے کیسی کیسی رسوائیاں نہ مول لی تھیں' کہاں کہاں مارا مارا نہ پھرا تھا
تو اس نے میری ویران زندگی میں بہار بکھیر دی تھی۔ ابھی چند ہی دن ہوئے تھے کہ میں نے اس کا جشن
صحت دھوم دھام سے منایا تھا۔ وہ اس وقت بڑی مسرور تھی لیکن یہ جشن تو بڑا منحوس ثابت ہوا۔ میں نے
اپنا پراگندہ اور گھناؤنا ماضی بھلانے کا ارادہ کرلیا تھا اور نرگس کے ساتھ نئے سرے سے زندگی گزارنے کا
تہیہ کرلیا تھا لیکن اس نے میرا ساتھ چھوڑ دیا۔ اب مجھے ساری دنیا تاریک نظر آرہی تھی' میں پھر تنہا ہو گیا
'اب سب کچھ لٹ چکا تھا۔ "ہائے نرگس" میری چیخ میرا ہی دل لرزا گئی۔ میں اسے پکارتا ہوا اس کی لاش
پر گر پڑا اور دیوانہ وار اس سے لپٹ گیا۔ دل پھٹ جانے کے لیے بے تاب تھا۔ آنکھوں سے آنسوؤں
کا طوفان ابل پڑا۔ میں نے اس کا سر اٹھا کر اپنے زانوؤں پر رکھ لیا اور پاگلوں کی طرح اس سے باتیں
کرنے لگا۔ لمحے گزر گئے۔ میری دیوانگی میں اضافہ ہوتا گیا۔ میرے گھر میں موت جو ہو گئی تھی۔ میں اس
موت پر رو رہا تھا۔ میں نے اس کے بدن میں پیوست خنجر ایک ایک کر کے نکالے اور اس کی لاش سے
ایک عہد کیا۔ میں نے کہا "نرگس میری زندگی! اب تمہارے بغیر زندگی کیسی۔ مجھے تمہارے ساتھ مرنا
چاہیے۔ میں تمہارے ساتھ ہی چلتا ہوں میری جان لیکن مجھے کچھ دن کیلئے اجازت دے دو۔ خدا کی قسم
میں یہی خنجر تمہارے دشمنوں پر آزماؤں گا۔ میں دنیا کے تمام پنڈت پجاریوں کو چن چن کر موت کے
گھاٹ اتار دوں گا۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں۔ بدری نرائن کی موت اتنی دردناک ہوگی کہ زمین اور
آسمان کانپ اٹھیں گے۔ میں اسے بتاؤں گا کہ نرگس کی زندگی کی کیا قیمت ہے۔ نرگس یہ چند دنوں کی
دوری ہے۔ میں جلد ہی تم سے آ ملوں گا۔"

میں اپنا حال خود کیا لکھوں۔ کون لکھ سکتا ہے۔ خوشی کی روداد لکھنا آسان ہے' غم کا اظہار مشکل ہے
جب وہ لمحہ یاد کرتا ہوں تو لرز جاتا ہوں۔ جس پر کوئی ایسا غم پڑا ہو وہی میری شدت کا اندازہ کر سکتا
ہے۔ میں تو اتنا بدنصیب تھا کہ میرا کوئی شریک غم بھی نہ تھا۔ میں کسی کے گلے لگ کر اپنے دل کا غبار بھی
نہیں نکال سکتا تھا۔ دو ایک ملازم آئے تو یہ منظر دیکھ کر مجھ سے کچھ پوچھنے اور میری تسلی کرنے کے بجائے
بھاگ گئے۔ مجھے اپنا ہوش ہی کہاں تھا۔ نہ جانے میں نرگس سے کیا کیا عہد و پیماں باندھتا رہا۔ شام کے
دھندلکے پھیل کر گہرے ہو گئے۔ کمرے میں تاریکی بڑھ چکی تھی' میری زندگی کی سب سے سیاہ رات
پر تھی۔ تاریکی بڑھی تو میرا دل ڈوبنے لگا۔ میں نے اپنا سر نرگس کے سر پر رکھ دیا۔ میں اس سے باتیں کر رہا
تھا کہ اچانک کمرے کی تاریکی روشنی میں تبدیل ہو گئی۔ میں چونکا اور پلٹ کر دروازے کی سمت دیکھا
پولیس کے دس بارہ سپاہی باقاعدہ رائفل تانے کھڑے تھے۔ سب سے آگے مقامی ایس پی مہتا تھا
جو تنے کھڑا مجھے بے رحم نظروں سے گھور رہا تھا۔ میں نے نرگس کا سر آہستہ سے قالین پر رکھا اور اٹھ کر کھڑا
ہو گیا۔ ایک نظر میں نے اپنے ہاتھوں اور جسم پر ڈالی تو مجھے احساس ہوا کہ میرا لباس' ہاتھ اور بازو خون

میں رنگے ہوئے ہیں۔ ایس پی نے میری حالت اور لاش پر غور کیا تو چونک کر بولا "اور...... آئی
سی ایک قتل یہاں بھی ہوا ہے۔"
میرا ذہن پہلے ہی الجھا ہوا تھا' اب نرگس کی موت کو کوئی دوسرا رنگ دیے جانے کے خیال سے اور
پولیس کی بے وقت آمد نے میرے رہے سہے اوسان بھی معطل کر دیے۔ انکا بھی سر پر موجود نہیں
تھی۔ میں نے ایس پی مہتا کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔ وہ مجھ سے بخوبی واقف تھا لیکن اس
کے تیور خطرناک تھے۔ وہ رعونت سے بولا۔
"خوب مسٹر جمیل احمد خان۔ میں تمہیں ایک شریف اور مہذب آدمی سمجھتا تھا' تم تو چھپے رستم
نکلے۔ اس بار اچھی ملاقات ہوئی۔"
"مہتا صاحب! یہ کس جمیل احمد خان کا نام لے رہے ہو جمیل احمد خان تو مر گیا۔ تمہارے سامنے تو اس
کی لاش ہے۔" میں نے گریہ کرتے ہوئے کہا۔
"عادی مجرم معلوم ہوتے ہو' اچھی گفتگو کرتے ہو' اچھا اب زیادہ باتیں نہ بناؤ' سیدھی طرح میرے
ساتھ چلو۔" مہتا کے لہجے میں گرج چمک تھی۔
"کہاں لے چلو گے پیارے۔" میں نے طنزیہ کہا۔ "اب میرا کیا کرو گے مہتا جی۔"
"زیادہ باتیں نہ بناؤ۔" مہتا گرج دار آواز میں بولا پھر اس نے سپاہیوں کو حکم دیا۔ "گرفتار کرلو اسے
یہ بے زبان معلوم ہوتا ہے۔"
پلک جھپکنے کی دیر تھی کہ رائفل بردار سپاہیوں نے لپک کر مجھے گھیر لیا۔ ایک سپاہی نے جھپٹ کر میری
بانہوں پر گرفت مضبوط کی پھر ہتھکڑی ڈال دی۔ میں نے جدوجہد کی کوشش کی لیکن جلد ہی بے بس ہو گیا
مجھے احساس ہوا کہ میں ایک بڑے خطرے میں گھر گیا ہوں۔ ایک لمحے میں ساری بات میری سمجھ میں
آ گئی۔ میں نے مہتا کو قہر آلود نظروں سے گھور کر کہا۔
"تم انسان نہیں درندے ہو۔ ذرا اتنا تو خیال کرو کہ میری بیوی کی لاش گھر میں موجود ہے یہ وقت تم
کو ٹل سکتا ہے۔ تم نے مجھے میرا جرم بتائے بغیر گرفتار کیا ہے۔"
"بکواس بند کرو۔" مہتا غرایا۔ "ڈپٹی کمشنر کے بس میں ہوتا تو وہ تمہیں سنگسار کرانے کا حکم دے
دیتا۔ تم نے راج کمار کو قتل کر کے اپنی موت کو آواز دی ہے۔"
"میں کسی راج کمار کو نہیں جانتا۔" میں نے نفرت سے کہا۔ "تمہارے ڈپٹی کمشنر کو یقیناً کوئی غلط فہمی
ہوئی ہے۔"
"کلدیپ کو جانتے ہو۔" ایس پی ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔ "اس سے ہمیں بہت کچھ معلوم ہو گیا

''کلدیپ سے۔ ہاں میں اسے جانتا ہوں مگر میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ تم کس راج کمار کے قتل کی بات کر رہے ہو۔''

''سمجھ جاؤ گے۔ بہت اچھی طرح سمجھ جاؤ گے۔'' مہتا کے تیور غضب ناک تھے۔''تھرڈ ڈگری کا استعمال تمہیں بڑی آسانی سے زبان کھولنے پر مجبور کر دے گا۔ مکتی اسی میں ہے کہ تم اپنے سنگین جرم کا اقبال کر لو۔ قانون کے پاس تمہارے خلاف بہت سارے ثبوت موجود ہیں۔ سب سے بڑا ثبوت کلدیپ ہے، جس کو ورغلا کر تم نے راج کمار کو راستے سے ہٹایا ہے۔''

''یہ سب جھوٹ ہے۔ تم میرے خلاف یہ باتیں کبھی ثابت نہیں کر سکتے۔'' میں نے کسی قدر اطمینان سے جواب دیا۔

مہتا نے معنی خیز انداز میں نرگس کی لاش پر ایک نظر ڈالی اور کہا۔

''صرف ایک لڑکی کلدیپ کی خاطر تم نے دہرے قتل کا ارتکاب کیا ہے۔ ایک طرف تم نے راج کمار کو ختم کیا پھر اپنا راستہ صاف کرنے کی خاطر اپنی بیوی کو بھی قتل کر دیا۔ تمہارے عشق کے ہم قائل ہو گئے۔''

''زبان کو لگام دو مہتا! ورنہ پچھتانا پڑے گا۔ تم مجھے نہیں جانتے۔'' غصے سے میری زبان لکنت کر رہی تھی۔

''میں تو تمہیں جان ہی گیا ہوں لیکن اب تم بھی پولیس اور قانون کو جان لو گے' سب کچھ تمہاری سمجھ میں آ جائے گا۔''

نرگس کے قتل کا الزام لگا کر مہتا نے میرا خون کھولا دیا تھا۔ میں اسے گالیاں دینے لگا لیکن میرے اس ہذیان کا نتیجہ خراب نکلا۔ مہتا کا اشارہ پا کر اس کے سپاہیوں نے مجھے زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔ میرے پاس بچاؤ کی کوئی صورت نہ تھی۔ دو سپاہیوں نے مجھے سختی سے جکڑ رکھا تھا اور بیک وقت چار ہٹے کٹے سپاہی مجھے لاتوں' گھونسوں اور بندوق کے بٹ سے مار رہے تھے۔ میرے دل و دماغ پہلے ہی پریشان تھے۔ جب تک میرے اوسان بحال رہے' میں جو منہ میں آیا کہتا رہا اور اسے خطرناک نتائج کی دھمکیاں دیتا رہا لیکن پھر جلد ہی میری ہمت جواب دے گئی۔

میں نے چہرے پر پانی کی نمی محسوس کی تو ہوش میں آ گیا۔ اس وقت میں حوالات کے پختہ فرش پر پڑا تھا۔ مہتا اور چار سپاہی میرے ارد گرد موجود تھے۔ صبح کا اجالا دیکھ کر مجھے احساس ہوا کہ میں نے ساری رات بے ہوشی کے عالم میں گزاری ہے۔ جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا اور درد کی شدت مجھے بے چین کر رہی تھی لیکن آنکھ کھلتے ہی سب سے پہلے مجھے نرگس کا خیال آیا۔ میں دل پکڑ کر رہ گیا۔ میں نے ایک سسکاری بھری اور حوالات میں بری طرح رونے لگا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ نرگس کی لاش کا کیا بنا' ان ظالموں نے

اس کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ مجھے ہوش میں آتا دیکھ کر مہتا کرخت لہجے میں مخاطب ہوا۔

''کیوں دماغ کچھ ٹھکانے پر آیا یا اور ٹھکانے لگانے کی ضرورت ہے؟''

''مہتا جی۔'' میں بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔'' کیا آپ مجھے یہ بتائیں گے کہ میری بیوی کی لاش کا کیا ہوا، دفنایا گیا یا نہیں؟''

''بکواس۔'' مہتا غرایا۔ ''سیدھی طرح میرے سوالوں کا جواب دو۔ تم نے راج کمار کو کیوں ہلاک کیا؟''

میں نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ تصور کے عالم میں سر پر نظر ڈالی تو انکا ابھی تک واپس نہیں لوٹی تھی۔ اپنی بے بسی کے احساس سے اور انکا کی غیر موجودگی کے سلسلے میں کوئی واضح جواب نہ پا کر میرا دل اندر ہی اندر آنسو رو رہا تھا۔ مہتا نے مجھے خاموش پایا تو ایک زوردار ٹھوکر میری پسلیوں پر مار کر کہا۔''حرام زادے کیا تو نے سنا نہیں کہ میں کیا پوچھ رہا ہوں؟ کیا سیدھی طرح نہیں قبول کرے گا کہ تو نے ہی راج کمار کو قتل کیا ہے۔ میں کہتا ہوں مان لے ورنہ یہاں بڑے بڑوں کے دماغ ٹھیک کر دیئے جاتے ہیں۔''

''میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ راج کمار کو میں نے قتل نہیں کیا۔'' میں نے کراہ کر جواب دیا۔

''نرگس کی موت کے بارے میں تجھے کیا بکواس کرنی ہے۔ کیا اسے بھی تو نے نہیں بلکہ کسی اور نے ٹھکانے لگایا ہے؟'' مہتا نے دانت پیس کر سرد لہجے میں سوال کیا۔ اس کا انداز بڑا جارحانہ تھا۔

''نرگس میری زندگی تھی مہتا جی۔ بھلا کوئی شخص خود اپنی زندگی کیسے ختم کر سکتا ہے۔'' لیکن مہتا کو مجھ پر ترس نہ آیا۔ وہ ایک اور ٹھوکر مار کر بولا۔

''شاعری کر رہا ہے کمینے۔ مہتا کو الو بنانے کی کوشش کرتا ہے' میں نے بڑے بڑے سورماؤں کی ہڈیاں ڈھیر کر رکھ دی ہے۔ میرے سامنے تو کیا بیچتا ہے۔''

میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ مہتا کی باتوں کا کیا جواب دوں' نرگس کی جدائی کے غم اور اپنی بربادی کے احساس نے مجھے نڈھال کر دیا تھا۔ انکا کی غیر موجودگی نے حالات اور خراب کر دیے تھے۔ یہ کیسا ظلم ہوا تھا۔ انکا نے مجھے کلدیپ کو واردات کی جگہ سے ہٹنے کا مشورہ دیتے وقت مجھ سے کہا تھا کہ راج کمار کی موت کے سلسلے میں پولیس میرا کچھ بگاڑ نہیں سکے گی۔ انکا نے مجھے یہ بھی باور کرایا تھا کہ راج کمار کے مرنے کے بعد اس کی جیب سے ایک ایسا خط ضرور برآمد ہوگا جس میں خود راج کمار کی تحریر میں یہ درج ہوگی کہ وہ کلدیپ کی محبت میں ناکام ہو جانے کے بعد خودکشی کر رہا ہے۔ خدا جانے وہ خط برآمد ہوا تھا یا نہیں۔ میں نے جتنا حالات پر غور کیا اتنا ہی مجھے مایوسیوں نے گھیر لیا۔ نرگس کی اچانک موت نے میری شخصیت کو پولیس کی نظروں میں مشتبہ کرنے کا خاصا معقول جواز پیدا کر دیا تھا۔ کلدیپ نے اس کو کیا بیان دیا اور پولیس مجھے گرفتار کرنے کیوں پہنچ گئی' میرا ذہن ان پے در پے واقعات سے

بری طرح پریشان ہو رہا تھا۔ مہتا نے اپنے سوالوں کا جواب نہ پا کر چار پانچ ٹھوکریں ماریں اور زور سے
گرجا۔ ''میں آخری بار تجھ سے کہہ رہا ہوں کہ اپنے جرم کا اقبال کر لے ورنہ یاد رکھ' تجھ پر بہت برا وقت
آنے والا ہے۔''

''ہاں' مم...... میں نے راج کمار کو قتل کیا تھا۔ میں اقرار کرتا ہوں۔'' میں نے ناچار خود کو مہتا کے
عتاب سے بچانے کے لیے جلدی سے کہا۔

''قتل کا سبب کیا تھا؟'' مہتا نے مسکراتی ہوئی خوفناک نظروں سے گھور کر پوچھا۔

''کلدیپ اس سے شادی کرنے پر تیار نہیں تھی۔'' یہ کہتے کہتے میرا حلق خشک ہو گیا۔ ''اس نے مجھ
سے کہا تھا کہ میں راج کمار کو راستے سے ہٹا دوں۔''

''تو کلدیپ کو کب سے جانتا ہے؟''

''میری اس کی ملاقات پونا میں ہوئی تھی۔'' میں نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

''کیا یہ صحیح ہے کہ تو نے کلدیپ کے ساتھ ناجائز تعلقات استوار کر رکھے تھے؟'' مہتا نے بدستور
غراتے ہوئے دریافت کیا۔

''صحیح ہے!'' میں نے مختصراً کہا۔

''ہم۔'' مہتا نے فخر سے سینہ تان کر جواب دیا۔ ''گویا میرا اندازہ درست تھا۔ تو نے کلدیپ کی
خاطر پہلے راج کمار کو قتل کیا پھر اپنی بیوی......''

''یہ غلط ہے۔'' میں چیخ پڑا۔ ''نرگس کو میں نے نہیں بلکہ کسی اور نے قتل کیا ہے۔''

''پھر شروع کر دی تو نے بکواس۔''

مہتا میری بات سن کر آگ بگولہ ہو گیا۔ اس نے ہر ممکن کوشش کی کہ میں نرگس کے قتل کا الزام اپنے سر
لے لوں لیکن میرے مسلسل انکار نے اسے اور خونخوار بنا دیا۔ حوالات میں موجود سپاہیوں کو مخاطب کر کے
بولا۔ ''مارو اس حرام زادے کو اس وقت تک مارتے رہو جب تک یہ جرم کا اقرار نہیں کر لیتا۔''

مہتا نے سپاہیوں کو حکم دے کر مجھ پر حقارت کی نظر ڈالی' پھر پیر پٹختا ہوا حوالات سے باہر چلا گیا۔ اس
کے جاتے ہی حوالات میں موجود چاروں سپاہی مجھ پر پل پڑے اور انہوں نے بے دردی سے مجھے پیٹنا
شروع کر دیا۔ میں نے اپنی آنکھیں میچ لیں اور اپنا سر گھٹنوں کے درمیان چھپا لیا۔ مجھ میں جب تک
برداشت کی ہمت رہی برداشت کرتا رہا۔ میں ایک بار پھر ان انسانیت سوز مظالم کی تاب نہ لا کر
اوسان کھو بیٹھا تھا۔ اس بار بھی میری بے ہوشی کا وقفہ طویل ثابت ہوا۔

میں ہوش میں آیا تو حوالات کے باہر والی گیلری میں روشنی ہو رہی تھی' میں نے خود کو حوالات کے
گھپ اندھیرے میں تنہا پایا۔ باہر تین سنگین بردار سپاہی پہرے دار موجود تھے۔ میرے جسم کا ہر عضو

میں نے اٹھنے کی کوشش کی تو کراہ کر رہ گیا۔ بھوک پیاس کی شدت نے مجھے اور ناتواں کر دیا تھا۔
نقاہت تھی کہ سانس لینا دوبھر ہو رہا تھا میں نے ایک بار پھر اٹھنے کی کوشش کی لیکن سہم کر اپنا ارادہ
ملتوی کر دیا۔ باہر پہرے پر موجود ایک سپاہی دوسرے سے کہہ رہا تھا' میرا خیال ہے کہ اب یہ کبھی ہوش
میں نہیں آئے گا۔''

''سالا مر جائے تو اچھا ہے۔'' دوسرے نے نفرت سے کہا۔ ''مجھے اس سے زیادہ اس کلنکنی پر غصہ آتا
ہے۔ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو اس ویشیا کو بھی مار ڈالتا جس نے اس ننھے مسلے کے ساتھ اپنا منہ کالا
کر کے دھرم کو بٹا لگا دیا۔''

''ایس پی صاحب نے نو بجے آنے کو کہا تھا۔'' تیسرا سپاہی دستی گھڑی دیکھتے ہوئے بولا۔ ''دعا کرو
یہ ڈھیٹ ان کے آنے سے پہلے مر جائے' ورنہ ایس پی صاحب اس کی ہڈیوں کا سرمہ بنا دیں گے۔''

''ڈپٹی کمشنر کے عزیز کا معاملہ ہے۔'' پہلا بولا۔ ''اگر یہ مر گیا تو ایس پی صاحب پر بھی آفت آ جائے
گی۔''

تینوں سپاہی میرے ہی متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ میں خاموش پڑا ان کی باتیں سنتا رہا پھر یکلخت مجھے
محسوس ہوا جیسے انکا میرے سر پر آ گئی ہے۔ میں نے دھڑکتے دل سے سر کی جانب نظر ڈالی تو انکا واقعی
وہاں موجود تھی۔ اس کے چہرے پر گہری سنجیدگی مسلط تھی' اور اس کی آنکھوں میں غصے اور ناکامی کے ملے
جلے تاثرات نمایاں تھے۔ وہ بڑی تھکی تھکی' اداس اور متفکر نظر آ رہی تھی' کسی بیوہ کی طرح اجاڑ اجاڑ سی۔
میں نے اسے غور سے دیکھا تو اس نے نظریں جھکا لیں۔ میں نے کانپتے ہوئے اس سے پوچھا۔

''انکا۔ ناکام واپس آئی ہو نا؟۔ وہ ہاتھ نہیں آیا نا؟''

''مجھے جواب کیوں نہیں دیتیں انکا'' میں نے دل گرفتہ انداز میں کہا۔ ''کیا وہ نابکار پنڈت
تمہارے ہاتھ سے بچ نکلنے میں بھی کامیاب ہو گیا؟''

''جمیل۔'' انکا ہچکیاں لیتے ہوئے بولی۔ ''نرگس کی موت کا غم مجھے بھی تم سے کم نہیں ہے لیکن......''

''میں بدری نرائن کے بارے میں دریافت کر رہا ہوں انکا۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔ ''مجھے بتاؤ کہ
تم اب تک کہاں غائب تھیں اور وہ مردود پنڈت کہاں ہے؟ کیا تم میری حالت نہیں دیکھ رہی ہو' میں اپنی
بیوی کے خون میں لت پت ہوں۔ دیکھو میں رنگا ہوا ہوں۔ میں کتنا اچھا لگ رہا ہوں۔ ہائے مجھے یہ دن
بھی دیکھنا تھا۔''

''ایسی باتیں نہ کرو۔ میں اسی کے پیچھے گئی ہوئی تھی جمیل' میرے آقا لیکن اس سے پہلے کہ میں اسے
اپنے شکنجے میں دبوچ سکتی' وہ کلکتے پہنچ کر کالی کے مندر میں چلا گیا۔ میں ابھی تک اس کے باہر آنے
کا انتظار کر رہی تھی جمیل۔''

"تم نے اس کے باہر آنے کا انتظار کیوں کیا؟ کیا تم مندر میں داخل ہو کر اس کمینے بذات کے ٹکڑے ریزہ ریزہ نہیں کرسکتی تھیں؟"

"میں ایسا نہیں کرسکتی جمیل۔ ایسا کرسکتی تو یوں واپس نہ آتی۔" انکا نے تلملا کر جواب دیا۔ "کالی کی مہان شکتی میرے راستے کی دیوار بن رہی تھی' میں وہ دیوار ڈھانے سے قاصر تھی۔"

"تم بھی اپنی مجبوری کا اظہار کررہی ہو؟ تمہاری وہ پراسرار اور لامحدود قوتیں کہاں گئیں جنہیں تسخیر میں لینے کے لیے بہت سے لوگ دیوانے ہیں۔" میں نے طنز کرتے ہوئے کہا۔ "دیکھا اس موقع پر تم بھی ناکام ہوگئیں۔"

"جمیل۔ تم ایسی باتیں کیوں کررہے ہو۔" انکا نے حسرت سے کہا۔ "تمہیں میری طاقت کا اندازہ ہے لیکن کالی مائی کے مندر میں گھس کر خون خرابا کرنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ یقین رکھو جس روز بھی بدری نرائن مندر سے باہر آیا' وہ اس کی زندگی کا آخری دن ہوگا۔ میں اس سے نرگس کی موت کا اتنا بھیانک انتقام لوں گی کی دھرتی کانپ اٹھے گی مجھے بھی نرگس سے تم سے کم محبت نہیں تھی۔"

انکا کی بات سن کر میری قوت برداشت جواب دے گئی۔ میں نے بے زاری سے کہا۔ "اب کیا سوچا ہے۔ کیا میں اسی طرح یہاں پڑا رہوں گا۔ کیا اب تمہیں مجھے حوالات سے باہر نکالنے کی طاقت نہیں ہے؟"

"اس کی فکر کیوں کرتے ہو۔ میں آگئی ہوں۔ انکا نے جلدی سے جواب دیا۔" مہتا نے تمہیں محض ڈپٹی کمشنر کے عتاب سے بچنے کے لیے گرفتار کرلیا ہے' ورنہ اسے وہ خط مل گیا تھا جس میں راج کمار نے خودکشی کا اعتراف کیا تھا۔ ان بدمعاشوں نے یہ معلوم کرلیا تھا کہ تم وقوعے کے بعد کلدیپ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے زبردستی کلدیپ سے اگلوالیا کہ تم اس کے ساتھ تھے۔ وہ ان پولیس والوں کے چکر میں آگئی اور نہ جانے اس نے کیا کیا کہہ دیا۔"

"حرام زادوں نے مجھے نرگس کا آخری دیدار بھی نہیں کرنے دیا۔" میں نے رقت بھری آواز میں کہا۔ "نہ جانے ان سنگ دلوں نے اس غریب کی لاش کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔"

"تم فکر نہ کرو جمیل۔ میں اس ظلم کے لیے مہتا اور اس کے گرگوں کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔ ڈپٹی کمشنر کو بھی اختیارات کے ناجائز استعمال کے سلسلے میں پچھتانا پڑے گا۔"

"مجھے نرگس کے بارے میں بتاؤ' اس کی لاش کا کیا بنا؟"

"جمیل۔" انکا مدھم آواز میں بولی۔ "مہتا نے نرگس کا پوسٹ مارٹم کرانے کے بعد رسم و رواج کے مطابق اسے یہیں کے ایک پرانے قبرستان میں دفنا دیا ہے۔"

"میرے معبود۔" میں نے سر کے بال نوچتے ہوئے سرد آہ بھر کر کہا۔ "نرگس کے بجائے مجھے موت

ہیں نہ آگئی۔"

ابھی میں نرگس کی یاد میں آنسو بہا ہی رہا تھا کہ پہرے پر موجود سنتری اٹینشن ہوگئے۔ میں نے راہ میں نظر ڈالی۔ ایس پی مہتا' چمڑے کی ایک بید لیے حوالات کے دروازے کی سمت آرہا تھا۔ مہتا نے سلاخوں کے قریب پہنچ کر سر کی جنبش سے سنتریوں کے سلام کا جواب دیا' پھر بھاری گرج دار آواز میں انچارج سے پوچھا۔ "اس مردود کو ہوش آگیا؟"

"پندرہ منٹ پہلے میں نے راؤنڈ لیا تھا۔ اس وقت تک بے ہوش ہی تھا سر۔" انچارج نے جھوٹ بولنے کی کوشش کی۔

مہتا کے اشارے پر حوالات کا دروازہ کھولا گیا اور باہر سے بتی روشن کردی گئی۔ اندھیرے کے بعد یک تیز روشنی ہوئی تو میں نے جلدی سے آنکھیں بند کرلیں۔ بھاری قدموں کی آہٹیں میرے قریب آکر تھم گئیں۔ انکا کے آجانے سے میرا خوف ختم ہوچکا تھا اس لیے میں نے فوراً ہی دوبارہ آنکھیں کھول دیں۔ ایس پی نے مجھے ہوش میں دیکھا تو نفرت کے لہجے میں مخاطب ہوا۔ "اب کیا ارادے ہیں تیرے؟ کیا مجھے مزید سختی پر مجبور کرے گا۔"

"مہتا جی۔" میں نے مضبوط لہجے میں جواب دیا۔ "تم ڈپٹی کمشنر کے کہنے پر کیوں اپنا دھرم نشٹ کرتے ہو۔ کیا تم بھگوان کی سوگند کھا کر کہہ سکتے ہو کہ تم مجھے راج کمار کا قاتل سمجھ رہے ہو۔ شہادتیں وقتی طور پر چھپائی جاسکتی ہیں لیکن دنیا کا کوئی قانون کسی کو زبردستی پھانسی کے تختے پر نہیں پہنچا سکتا۔"

مہتا میرا جواب سن کر چونکا۔ اسے میری بات پر یقیناً تعجب ہوا تھا لیکن دوسرے ہی لمحے وہ نفرت سے بولا۔ "کس کی شہادت کی بات کررہا ہے تو؟ میں خوب سمجھتا ہوں۔ تو نے تھرڈ ڈگری سے بچنے کی خاطر بہکی بہکی باتیں شروع کردی ہیں۔"

"میں اس خط کی بات کررہا ہوں مہتا جی جو تمہیں راج کمار کی جیب سے ملا ہوگا۔" میں نے یہ کہہ تو دیا لیکن جلد ہی مجھے بات نبھانا پڑی۔ "تمہارے مخبروں نے یقیناً مجھے موقع واردات پر دیکھا ہوگا لیکن انہوں نے تمہیں یہ ضرور بتایا ہوگا کہ راج کمار نے خودکشی کی تھی۔ اس نے وہ خط میرے سامنے ہی تحریر کیا لیکن اس سے پہلے کہ میں اسے اس کے خطرناک ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کرتا اس نے ریوالور کنپٹی پر رکھ کر لبلبی دبادی۔ کلدیپ بھی اس بات کی گواہ ہے۔"

"شٹ اپ۔" مہتا حلق کے بل چلایا۔ اس کے چہرے پر ایک ثانیے کے لیے الجھن ابھری پھر غائب ہوگئی۔ وہ گرج کر بولا۔ "تو جو بکواس کررہا ہے اس کا کوئی ثبوت تیرے پاس موجود نہیں ہے۔ مجھے راج کمار کی جیب سے کوئی خط نہیں ملا۔"

"اچھا۔" میں زہرخند سے بولا۔ "تو ڈپٹی کمشنر کے رعب نے تمہیں جھوٹ بولنے پر مجبور کردیا ہے۔"

"بکواس بند کر، نہیں تو چمڑی ادھیڑ ڈالوں گا۔" حوالات کے انچارج نے ایس پی کی خوشنودی کے لیے مجھے دھمکی دی۔

ٹھیک اسی وقت انکا میرے سر سے اتر گئی۔ ایس پی بدستور مجھے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا پھر سرد آواز میں بولا۔ "میں تجھے کھلی عدالت میں پیش کرنے کے بجائے کسی ویرانے میں لے جا کر خاموشی سے موت کے گھاٹ اتار سکتا ہوں۔"

"تم ایسا نہیں کر سکو گے مہتا جی۔ ڈپٹی کمشنر تمہیں اس کی اجازت نہیں دے گا۔" میں نے حقارت سے کہا۔ "مجھے پھانسی کے پھندے تک لے جانے کے لیے تمہیں زبردست جھوٹ کا سہارا لینا ہوگا تم اس کے لیے مجبور ہو۔ اگر صرف مجھے مار ڈالنا تمہارا مقصد ہوتا تو تم اس وقت حوالات میں موجود ہونے کے بجائے کسی کلب میں بیٹھے رنگ رلیاں منا رہے ہوتے۔"

"گویا تو سیدھی طرح نہیں مانے گا۔" مہتا کے ہاتھ کانپنے لگے۔ وہ کسی خون آشام درندے کی طرح دہاڑا۔ "میں اب تجھے اس قابل ہی نہیں چھوڑوں گا کہ تو عدالت کے سامنے اپنی گندی زبان کھول سکے۔"

میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ مہتا نے مجھے جو دھمکی دی ہے وہ اسے پوری کرنے سے بھی دریغ نہیں کرے گا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ انگارا ہو رہا تھا۔ اس نے انچارج کی طرف دیکھ کر سرد آواز میں کہا۔ "پرمود۔ اب جو ہدایت دی جا رہی ہے اسے تم پوری کرو گے۔ اس نے یقیناً اور بھی قتل کیے ہیں ورنہ اس طرح چرب زبانی نہ کرتا۔"

"لیس سر۔" انچارج گھبرا کر اٹینشن ہو گیا۔

"الیکٹرک شاکس۔" مہتا نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "جب تک یہ اپنا ذہنی توازن نہ کھو بیٹھے۔"

انچارج پرمود نے اس بار بھی بڑی فرماں برداری سے اثبات میں سر ہلایا لیکن دوسرے ہی لمحے اس کی نظریں بدل گئیں اور اس نے مہتا کو عجیب سی نظروں سے دیکھنا شروع کر دیا۔ "کیا آپ مجھے تحریری حکم عنایت کریں گے سر۔" انچارج نے کہا۔

"نان سنس۔" مہتا سر تا پا لرز کر بولا۔ "پرمود! تم اس وقت ایس پی مہتا سے گفتگو کر رہے ہو۔"

"جانتا ہوں سر۔ لیکن تحریری حکم کے بغیر میں اتنا خطرناک قدم نہیں اٹھا سکوں گا۔" پرمود نے صاف گوئی اور قدرے بے پروائی سے جواب دیا۔ "آپ کے تحریری احکام پر میں اس کا جسم دھجیوں میں تبدیل کرنے کے لیے بھی تیار ہوں۔"

"گٹ آؤٹ فرام ہیئر۔" (یہاں سے باہر نکل جاؤ) ایس پی اتنی زور سے چلایا کہ حوالات میں موجود سپاہی بوکھلا کر دو قدم پیچھے ہٹ گئے۔ "میں تمہیں جوتے مار کر ملازمت سے برطرف کرا دوں

گا۔ تمہیں اتنی جرات کیسے ہوئی۔"

"مہتا ہوش میں آؤ۔" حوالات کا انچارج اچانک آپے سے باہر ہو گیا۔ ہولسٹر سے اپنا ریوالور نکال کر اس کا رخ مہتا کی سمت کر کے کہنے لگا۔ "تم نے میرے عملے کے سامنے میری بے عزتی کی ہے۔ تمہیں ان سب کی موجودگی میں مجھ سے معافی مانگنی پڑے گی، ابھی اسی وقت ورنہ ملزم کے بجائے میں تمہارا جسم چھلنی کر دوں گا۔ تم مجھے نہیں جانتے مہتا صاحب۔"

"اوہ یو سن آف اے بچ۔" مہتا کے ہاتھوں میں دبی ہوئی بید لہرا کر بھرپور قوت سے پرمود کے گال پر پڑی اور عین اسی وقت اس کے ریوالور سے دو دھماکے ہوئے۔ گولی صحیح نشانے پر نہ لگ سکی۔ ایس پی کے گھٹنے اور پاؤں سے خون نکلا اور وہ چند لمحے کے لیے کسی خزاں رسیدہ درخت کے مانند ویران ہو کر رہ گیا پھر وہ منہ کے بل فرش پر گر کر ڈھیر ہو گیا۔ یہ سب کچھ اتنی برق رفتاری سے ہوا کہ حوالات میں موجود سپاہیوں کو کچھ سوچنے اور سمجھنے کا موقع نہ مل سکا۔ مجھے اندازہ تھا کہ ایس پی مرا نہیں ہے بلکہ بے ہوش ہو گیا ہے۔ ریوالور پھینک کر پرمود نے سہمی ہوئی نظروں سے سپاہیوں کو دیکھا اور پھر جھک کر مہتا کے جسم کا معائنہ کرنے لگا۔ اس کا چہرہ پسینے سے شرابور ہو رہا تھا۔ رنگت خوف و دہشت کے مارے زرد پڑ چکی تھی۔ سپاہی دور کھڑے پھٹی پھٹی نظروں سے سب کچھ دیکھ رہے تھے۔ کچھ توقف کے بعد سپاہیوں میں سے ایک نے ایک قدم آگے بڑھ کے پرمود سے کہا۔ "مجھے افسوس ہے جناب کہ میں آپ کو گرفتار کر رہا ہوں۔"

"تم...... لیکن یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟ یہ میں نے کیا کر دیا؟" پرمود سراسیمہ لہجے میں بولا۔

"اس کا جواب قانون دے گا جناب! فی الحال آپ خود کو حراست میں سمجھیں۔"

سپاہی نے اکھڑی ہوئی آواز میں جواب دیا پھر اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ "تم لوگ خیال رکھنا۔ میں ڈپٹی کمشنر صاحب کو فون کرنے جا رہا ہوں۔"

سپاہی ابھی باہر کی سمت بڑھا ہی تھا کہ جو کچھ ہوا اس نے مجھے بھی حیرت میں ڈال دیا۔ دروازے کے قریب کھڑے ایک سپاہی نے اچانک رائفل سیدھی کی اور اس سپاہی کے سر پر پوری قوت طاقت سے سنگین ماری جو فون کرنے جا رہا تھا۔ سپاہی پلک جھپکتے ہی لہرا کر گر پڑا۔ وہ کرب ناک آواز میں چیختا ہوا اوندھے منہ فرش پر الٹ گیا۔ اس کے بعد سپاہیوں میں بھی آپس میں ٹھن گئی۔ میں ابھی حیران ہی ہو رہا تھا کہ انکا میرے سر پر آ گئی اور بولی۔ "جمیل، جتنی جلد ممکن ہو سکے یہاں سے نکل چلو۔ اس سے اچھا موقع نہیں ملے گا۔"

میں آہستہ سے اٹھا اور چھپتے چھپاتے باہر کی طرف قدم اٹھانے لگا۔ میں انکا کا یہ کرشمہ پہلے بھی کئی بار دیکھ چکا تھا انکا کے سر پر آتے ہی نقاہت اور درد کی شدت حیرت انگیز طور پر ختم ہو چکی تھی۔ میں ایک

دوسرے سے دست وگریباں سپاہیوں کے درمیان سے گزرتا ہوا حوالات سے باہر نکل گیا۔ کھلی سڑک پر آ کر میں نے تیزی سے اپنی کوٹھی کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ راستہ میں مجھے کوئی دشواری پیش نہ آئی۔ رات کی تاریکی نے مجھے اپنے دامن میں سمیٹ رکھا تھا۔ میں سب سے پہلے نرگس کی قبر پر جانا چاہتا تھا اور اس کی قبر پر پھول نچھاور کرنا چاہتا تھا مگر میں کچھ بھی نہ کر سکا۔ انکا نے مجھے کسی بات کا موقع نہیں دیا۔ اس نے کہا اگر اس وقت اس علاقے میں دیر لگائی تو دوبارہ گرفتار ہونے کا خدشہ ہے۔ چنانچہ میں نرگس کو اس ویران قبرستان میں تنہا چھوڑ کر ہی روانہ ہوا اور اپنے گھر پہنچ گیا۔

میں نے جلدی جلدی نقدی' زیورات' نرگس کے کپڑے اور کچھ ضروری سامان باندھا۔ باہر آ کر گیراج سے گاڑی نکالی اور اسے برق رفتاری سے ویران ڈھلوان کی طرف دوڑانے لگا۔ میں ایک ہاتھ سے ڈرائیونگ میں خاصا مشتاق ہو گیا تھا۔ صبح ہونے سے پہلے میں قانون کی گرفت سے دور نکل جانا چاہتا تھا۔ انکا میرے سر پر بیٹھی کسی گہری سوچ میں غرق تھی۔ کچھ دیر تک میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی۔ بدری نرائن کے سلسلے میں اس نے اپنی بے بسی کا اظہار کر کے مجھے برگشتہ کر دیا تھا۔ وہ اس شخص کو سزا دینے میں ناکام رہی جو میری نرگس کا قاتل تھا۔ وہ کچھ دیر خاموش رہی۔ گاڑی کی رفتار ہر لمحے تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی۔ گو ایک ہاتھ سے برق رفتاری کا مظاہرہ میرے لیے مخدوش تھا لیکن اس وقت میں ہر قسم کا خطرہ مول لینے کے لیے تیار تھا۔ پہاڑی راستوں اور ڈھلوانوں پر میں کسی خوف کے بغیر تیز گاڑی چلائی۔ راستے میں ٹرکوں اور چھوٹی موٹی گاڑیوں سے کئی بار حادثہ ہوتے ہوتے رہ گیا۔

''جمیل اتنی تیز نہ چلاؤ۔'' انکا نے کچھ سوچتے ہوئے مجھے مخاطب کیا۔ ''تم اپنا سفر جاری رکھو۔ میں ذرا ڈپٹی کمشنر کی خبر لے کر آتی ہوں۔ اس کے علاوہ بھی میرا وہاں جانا ضروری ہے تاکہ اگر نرگس اور راج کمار کی موت کا مسئلہ دوبارہ کھڑا ہو تو تم پر کوئی آنچ نہ آ سکے۔''

''جاؤ۔ جہنم میں جاؤ۔'' میں نے دل برداشتہ ہو کر جواب دیا۔ انکا نے عجیب حسرت کی نظروں سے مجھے دیکھا اور پھر کچھ کہے بغیر میرے سر سے اتر گئی۔ میں نے اپنا سفر جاری رکھا۔ راستے جانے پہچانے تھے۔ میری نظریں ویران اور سانپ کی طرح بل کھاتی سڑک پر جمی ہوئی تھیں لیکن ذہن نرگس کی موت کے بارے میں الجھ رہا تھا۔ میرے ذہن میں بار بار بدری کا چہرہ گھوم جاتا تھا اور ایکسی لیٹر پر میرے پاؤں کا دباؤ ہر لمحے بڑھتا جا رہا تھا۔

میں نے امرتسر تک کار میں سفر کیا پھر ریل کے ذریعے دہلی کے لیے روانہ ہو گیا۔ دہلی کے سفر کے دوران انکا دوبارہ میرے سر پر آ گئی۔ اس نے مجھے تفصیل سے بتایا کہ وہ میرے بچاؤ کے سارے انتظامات کر آئی ہے' لیکن مجھے ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ میں تو صرف بدری نرائن کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ میں جتنا آگے بڑھ رہا تھا' بدری نرائن اسے بھیانک انتقام اور تمام پنڈتوں پجاریوں کو

بھی میرے راستے میں آئیں' چن چن کر ختم کرنے کا جذبہ پوری شدت سے مجھ پر طاری تھا۔ انکا کی باتیں سن کر میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ انکا نے مجھے اِدھر اُدھر کی تفصیلات میں الجھانا چاہا لیکن جب میں کچھ نہ بولا تو اس نے کلدیپ کا ذکر چھیڑ دیا۔ ''کلدیپ نے تمہاری خاطر بڑی پریشانیوں کا مقابلہ کیا ہے جمیل! وہ اپنے والدین کا گھر چھوڑنے پر آمادہ ہو گئی اور اب تمہاری تلاش میں بھٹکتی پھر رہی ہے۔ اس نے پولیس والوں کے سامنے بھی یہ جرأت مندانہ بیان دیا تھا کہ وہ تم سے محبت کرتی ہے۔''

''خاموش ہو جاؤ انکا۔'' میں جھلا کر بولا۔ ''نرگس کی موت کے بعد اب کسی کا ذکر اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ اب میرے لیے زندگی بے معنی ہو کر رہ گئی ہے' اب محبت اور عشق کا کوئی جذبہ مجھے متاثر نہیں کر سکتا۔ مجھے اب کسی سے کوئی سروکار نہیں۔ ایسی باتیں کیوں کرتی ہو جن کا کوئی موقع نہیں۔''

انکا نے مجھے اداس نظروں سے دیکھا۔ وہ اس وقت بھی نہ جانے کس سوچ میں غرق تھی' کچھ توقف کے بعد سراسیمگی سے بولی۔ ''جمیل۔ میرے مالک! تم مجھ سے ناراض ہو؟''

''مجھے پریشان نہ کرو انکا۔'' میں نے روکھے لہجے میں جواب دیا۔ ''تم یہ کیوں بھول رہی ہو کہ جو کچھ ہوا ہے اس میں تمہاری کوتاہی کا کتنا بڑا دخل ہے۔ سن لو جب تک میں بدری نرائن کا خون نہیں پی لیتا' اس وقت تک مجھے قرار نہیں آئے گا۔''

''جمیل۔ مجھے بھی نرگس کی جدائی کا انتہائی صدمہ ہے۔ اگر بدری نرائن نے کالی کے مندر میں پناہ نہ لی ہوتی تو اس وقت وہ تمہارے قدموں میں پڑا موت کی آخری ہچکیاں لے رہا ہوتا۔ بہرحال اب وہ اپنے آپ کو زیادہ دنوں تک محفوظ نہیں رکھ سکے گا۔''

''کالی کا مندر۔'' میں نے مضطرب ہو کر کہا۔ ''تم کالی کے مندر سے ایک پراسرار قوت ہونے کے باوجود خوف زدہ ہو مگر میں تم سے کہتا ہوں کہ میں اس نابکار پنڈت کو دیوی دیوتاؤں کے سامنے بھی موت کے گھاٹ اتارنے سے دریغ نہیں کروں گا۔ مجھے دیکھنا ہے کہ دنیا کی کون سی طاقت مجھے اس ارادے سے باز رکھتی ہے' میں دنیا کے تمام پنڈتوں' پجاریوں کو روند ڈالوں گا۔ میں ان مندروں کو ڈھا دوں گا جو میرے راستے کی دیوار بنیں گے۔ انکا آخر تم میرے اشتعال کا اندازہ کیوں نہیں کر رہی ہو۔''

انکا نے کچھ کہنے کے لیے ہونٹ کھولے لیکن پھر خاموش ہو گئی۔ وہ مجھے خاموش کرنے میں پہلی بار بے بس نظر آئی۔ ہم دونوں ہی غم زدہ تھے' ہم دونوں کو نرگس سے محبت تھی۔ انکا بھی اس سے عشق کرتی تھی۔ اس کا مجھے اندازہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس وقت ہم دونوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کو مطمئن نہیں کر پا رہا تھا۔ کاش انکا کا بھی میری طرح کوئی جسمانی وجود ہوتا تو ہم دونوں گلے مل کر خوب روتے اور اپنا غم کسی قدر ہلکا کر لیتے۔

دہلی پہنچ کر میں نے گاڑی تبدیل کی اور کلکتہ کے لیے روانہ ہو گیا۔ تمام راستہ خاموشی سے گزر گیا۔ نہ

میں نے انکا سے کوئی بات کی نہ اس نے مجھ سے۔ البتہ میں دیکھ رہا تھا کہ جیسے جیسے میری منزل قریب آ
جارہی ہے' انکا کی پریشانی بڑھتی جارہی ہے۔ میں نے اس کی وجہ دریافت نہیں کی۔

کلکتے پہنچ کر میں نے ایک درمیانے درجے کے ہوٹل میں کمرا لے کر سامان رکھا اور اسی وقت کالی
کے مندر کی طرف چل پڑا۔ اب انکا کی پریشانی شباب پر پہنچ چکی تھی۔ وہ میرے سر پر ادھر اُدھر ہل رہی
تھی۔ کبھی چلتے چلتے اچانک رکتی اور مجھ سے کچھ کہنا چاہتی مگر ہونٹ چبا کر رہ جاتی۔ دیر تک اس کی یہ
کیفیت رہی پھر کالی کا مندر قریب آنے لگا تو انکا نے پریشان لہجے میں مجھے مخاطب کیا۔ ''جمیل! میری
بات سنو' کالی کے مندر میں کسی خطرناک ارادے سے داخل ہونے والے پریشانیوں میں گھر جاتے
ہیں۔ میری بات سنو میں جو کچھ کہہ رہی ہوں اسے سنو۔ جب تک بدری نرائن مندر کے اندر ہے' تم یا میں
اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ ہمیں بدری نرائن کا باہر آنے کا انتظار کرنا ہوگا۔''

''میرے سر پر خون سوار ہے انکا! تم مجھے مندر میں داخل ہونے سے مت روکو۔ میں اپنے آپے میں نہیں
ہوں۔'' میں نے انکا کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

''مگر جمیل' تمہیں صحیح بات بتانا میرا فرض ہے۔ تمہیں اپنا ارادہ ہر قیمت پر بدلنا ہوگا۔'' انکا کے لہجے
میں تشویش تھی۔

''نرگس کے قاتل کو زندہ رہنے دوں۔ اس شخص کو زندہ رہنے دوں جس نے مجھے زندہ درگور کر دیا
ہے؟'' میں نے جھنجلاتے ہوئے کہا۔ ''دیکھو میں کیا کرتا ہوں۔ میں اس پنڈت پر زندگی حرام کر دینے کا
فیصلہ کر چکا ہوں۔ نتائج کی مجھے پروا نہیں ہے' جب نرگس ہی نہ رہی تو پھر مجھے اپنی موت کا بھی غم نہیں ہے۔''

''جذباتی نہ بنو۔ جمیل! تم بہک رہے ہو۔'' انکا نے تیزی سے کہا۔ ''اگر تم اسی پاگل پن میں مر گئے تو
کچھ بھی نہ ہوگا۔ نرگس کی بے چین روح تم سے شاکی رہے گی۔ ذرا سکون سے کام لو۔ تمہیں کوئی اور تدبیر
اختیار کرنی ہوگی۔ کالی کے مندر کے کسی چھوٹے پجاری کو اپنے اعتماد میں لے کر بدری نرائن کو مندر کی
حدود سے باہر بلایا جاسکتا ہے۔ اس قدر نہ بہکو کہ خود اپنے لیے کوئی نئی مصیبت کھڑی کر لو۔''

''انکا! میں بہک رہا ہوں؟'' میں نے انکا کی طرف سوالی نظروں سے دیکھا اور درشت لہجے میں
جواب دیا۔ ''اگر تم خائف ہو تو میرے سر سے اتر جاؤ۔ مجھے تمہاری بھی پروا نہیں ہے۔ میں بدری نرائن کو
سزا دیے بغیر ایک پل چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔ میں مر جاؤں گا چلو یہ بھی ٹھیک ہے۔''

انکا نے مجھے مایوسی سے دیکھا اور بے بسی سے گردن جھٹک دی۔ میں مندر کی سمت کچھ سوچے سمجھے
بغیر تیز تیز قدم اٹھانے لگا۔ جس وقت میں مندر سے پچیس گز کے فاصلے پر رہ گیا تو انکا نے ایک بار
مجھے سمجھانے کی کوشش کی' جمیل! میرے مالک' میری جان! میری بات مان لو۔ مندر کی حدود میں
ہو کر تم مصیبتوں کا شکار ہو جاؤ گے۔ تمہیں بدری نرائن کو مارنے کے لیے بڑی ہوشیاری اور دور اندیشی

سے کام لینا ہوگا۔ جلد بازی سارا کام خراب کر دے گی۔''

میں نے انکا کو دیکھا لیکن اس بار اس نے کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا۔ میں خاموشی سے قدم بڑھاتا
رہا۔ کالی کے بڑے مندر کے باہر پنڈتوں اور پجاریوں کا ہجوم ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ مندر کی گھنٹیوں کی آواز
دور دور تک گونج رہی تھی' جوگنیں اور پجارنیں بڑی عقیدت و احترام سے مندر سے آجا رہی تھیں۔ میں
نے انکا کا چہرہ دیکھا جو دھواں دھواں ہو رہا تھا۔ کسی شدید ذہنی الجھن نے اس کا چہرہ ویران کر رکھا
تھا۔ میں مندر کی سیڑھیوں کے قریب پہنچ کر ایک لمحے کے لیے رک گیا۔ معاً میری نظر ایک پجاری پر پڑی
جو مندر سے باہر آرہا تھا۔ اس کے ساتھ دوسرے پجاری بھی تھے۔ چہرے بشرے سے وہ کوئی بڑا پجاری
دکھائی دیتا تھا' پجارنیں اس کے قریب سے گزرتے ہوئے ڈنڈوت کر رہی تھیں۔ میں نے کچھ سوچ کر
انکا سے دریافت کیا۔ ''یہ مردود کون ہے؟''

''اس کا نام بنسی لال ہے' مندر کا چھوٹا پجاری۔'' انکا تیزی سے بولی۔ ''جمیل اگر تم کوشش کرو تو اس
کے ذریعے اپنا کام کر سکتے ہو' بدری نرائن اس کی بات مشکل سے ٹال سکے گا۔''

میں کسی بھیڑیے کی طرح چھوٹے پجاری کو گھور رہا تھا۔ میرا جی چاہ رہا تھا کہ مندر کی ساری عمارت
جلا کر راکھ کے ڈھیر میں تبدیل کر دوں اور تمام پنڈتوں پجاریوں کا قتل عام شروع کر دوں۔ چھوٹا پجاری
دوسرے پجاری اور چیلوں کے ساتھ میرے قریب سے گزرا پھر میں نے اسے ایک کٹیا میں جاتے دیکھا
جو سیڑھیوں کے بائیں جانب ذرا ہٹ کر بنی ہوئی تھی اور دوسری جھونپڑیوں کے مقابلے میں قدرے
بڑی تھی۔

''جمیل......! انکا نے سرگوشی میں کہا۔ ''اس وقت بنسی لال اپنی کٹیا میں تنہا ہے۔ تم ذرا سی دور
اندیشی سے کام لے کر اسے شیشے میں اتار سکتے ہو' مجھے دیکھو! اگر تم نے صبر و تحمل اور عقل مندی سے کام لیا
تو بنسی لال تمہارے لیے بے حد کارآمد ثابت ہوگا' یوں بھی وہ دل کا بڑا نرم اور نیک انسان ہے۔''

''پنڈت پجاری اور نیک انسان؟'' میں نے طنز کیا۔

''نہیں' تمہارا خیال غلط ہے۔ ان میں بہت اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ بنسی نیک آدمی ہے۔'' انکا
نے کہا۔

میں نے انکا کو کوئی جواب نہیں دیا اور گھوم کر اس کٹیا کی سمت ہو لیا جس میں بنسی لال گیا تھا۔ انکا کی
اطلاع درست نکلی۔ جس وقت میں کٹیا میں داخل ہوا' بنسی لال وہاں تنہا تھا اور مرگ چھالے پر بیٹھا کچھ
گنگنا رہا تھا۔ مجھے کٹیا میں دیکھ کر اس نے اشارے سے رکنے کو کہا پھر چند لمحوں بعد مرگ چھالے سے اٹھ
کر میرے قریب آیا۔ ''تم مسلمان دکھائی دیتے ہو۔ ادھر کیسے آنکلے۔ ارے تم تو بڑے بیاکل نظر آتے
ہو کیا بات ہے بالک' تم میری کٹی میں کس کارن آئے ہو؟ بیٹھ جاؤ۔''

""بنسی لال!"" میں نے روکھی آواز میں اسے مخاطب کیا۔ ""کالی کے مندر میں اس وقت میری بیوی کا
قاتل موجود ہے' میں چاہتا ہوں کہ تم اسے کسی طرح باہر لے آؤ۔""

انکا نے مجھے روکنے کی کوشش کی' اس نے مجھے سمجھایا کہ بنسی لال سے مجھے اس انداز میں بات نہیں کرنی چاہیے لیکن مجھے خود پر قابو نہیں تھا۔ میں انکا کے مشورے کو نظر انداز کرتا رہا۔ بنسی لال حقیقتاً نیک دل واقع ہوا تھا۔ کچھ دیر تک وہ مجھے سمجھاتا رہا پھر بھی جب میں نے اپنا لہجہ نہ بدلا تو وہ شائستگی سے بولا۔ ""بالک! تم نے ابھی تک مجھے اس اپرادھی کا نام نہیں بتایا جس نے تمہاری استری کو قتل کیا ہے۔""

""اس کمینے کا نام بدری نرائن ہے۔"" میں نے حقارت اور نفرت سے جواب دیا۔

""بدری نرائن۔"" بنسی لال نے چونک کر کہا۔ ""کیا تمہیں وشواش ہے کہ پنڈت بدری نرائن ہی نے تمہاری استری کو مارا ہے؟ یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟""

""ہاں بنسی لال! اور اب میں اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے اور اس کے ناپاک خون سے اپنے سینے کی آگ ٹھنڈی کرنے آیا ہوں۔ بولو! کیا تم اسے مندر سے باہر لا سکتے ہو؟""

""دھیرج سے کام لو بالک۔"" بنسی لال نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ""پنڈت بدری نرائن کو شما کرو' بھگوان کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں' دیوی دیوتا بھی انیائے کو پسند نہیں کرتے۔ اگر بدری نرائن نے پاپ کیا ہے تو کالی دیوی اسے ضرور کشٹ دے گی۔""

""دیوی کے بچے۔"" میں کرخت آواز میں بولا۔ ""میں یہاں تجھ سے دیوی دیوتاؤں کی باتیں سننے نہیں آیا...... میں جو کچھ پوچھ رہا ہوں سیدھی طرح اس کا جواب دے۔ تو اس نابکار پنڈت کو مندر سے باہر لا سکتا ہے یا نہیں؟""

""بالک۔ یہ تو کیسی باتیں کر رہا ہے۔"" بنسی لال نے قدرے برہمی کا مظاہرہ کیا۔ ""جا۔ چلا جا یہاں سے۔ تو پاگل معلوم ہوتا ہے' جا! میں نے بہت برداشت کر لیا۔""

انکا نے مجھے روکنے کی بہت کوشش کی لیکن اس وقت مجھ پر خون سوار تھا۔ میں نے جھپٹ کر بنسی لال کے ننگے پیٹ پر اتنی زور سے گھونسا مارا کہ وہ بلبلا اٹھا اور اس سے پہلے کہ وہ سنبھل پاتا' میں نے ایک ہاتھ اس کی گدی پر رسید کیا۔ حملہ اچانک تھا اس لیے بنسی لال سنبھل نہیں سکا اور منہ کے بل زمین پر آ گیا۔ میں نے اس کی کنپٹی پر ایک بھرپور ٹھوکر ماری پھر اچھل کر اس کی پشت پر سوار ہو گیا۔ میں نے ایک ہی ہاتھ سے جھک کر مرگ چھالا کے قریب رکھی ہوئی پیتل کی وزنی لٹیا اٹھائی اور اتنی زور سے بنسی لال کے گھٹے ہوئے سر پر ماری کہ خون کا فوارہ ابل پڑا۔ اس کی گردن ڈھلک گئی' اس کا جسم میرے نیچے پھڑک رہا تھا لیکن میں نے اسی پر بس نہیں کیا۔ اس وقت تک پیتل کی لٹیا سے اس کے سر پر ضربات لگاتا رہا جب تک وہ بے حال ہو کر مدافعت نہ ختم کر بیٹھا۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ بنسی لال اب موت کے قریب ہے

ٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ میں چلتے چلتے اس کے خون میں لتھڑے ہوئے جسم کو ٹھوکر مار کر آگے بڑھا تو انکا شگین لہجے میں مجھ سے مخاطب ہوئی۔ ""جمیل' یہ تم نے کیا کر دیا۔ رک جاؤ جمیل۔ اس وقت تم پر سوار ہے۔ اگر پجاریوں کو علم ہو گیا کہ تم نے بنسی لال کو مار مار کر ادھ موا کر دیا ہے تو وہ تمہیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔""

""تم بھی دفع ہو جاؤ انکا۔ مذاق بہت ہو چکا۔"" میں نے نفرت سے کہا۔ ""اگر تم اس معاملے میں ی کوئی مدد نہیں کر سکتیں تو پھر مجھے تمہارے مشوروں اور پُراسرار قوتوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ جب میں بدری نرائن سے نمٹ نہیں لوں گا' مجھے سکون نہیں مل سکتا۔ میری نرگس کا قاتل مجھ سے اس قدر ب ہو اور میں اسے چھوڑ کر چلا جاؤں؟ خبردار جو اب تم نے مجھے روکنے کی کوشش کی۔""

""جمیل' تم دیوانگی کی باتیں کر رہے ہو' تم سچ مچ پاگل ہو جاؤ گے۔"" انکا کے انداز میں اب تلخی آ گئی پھر اچانک وہ فیصلہ کن آواز میں بولی۔ ""میں نے تمہارے ساتھ بہت رعایت کی ہے مگر یاد رکھو میں ہیں اس وقت کٹیا سے باہر نہیں جانے دوں گی۔""

""تم۔"" میں حقارت آمیز لہجے میں اس سے مخاطب ہوا۔ ""تم مجھے روکو گی' اتنی ہمت ہے تم میں؟ تم ل رہی ہو کہ میں نے تمہیں حاصل کرنے کے لیے باقاعدہ وظیفہ کیا ہے۔""

""مجھے معلوم ہے۔ لیکن میں تمہاری بھلائی کے لیے مجبور ہوں۔ میرے آقا' مجھے معاف کر دو۔ میں خاموش نہیں رہ سکتی۔""

انکا نے یہ کہہ کر حسرت کی ایک نظر میرے چہرے پر ڈالی پھر مزید کچھ کہنے سے پہلے میں نے انکا کے ں کی چبھن اپنے سر پر محسوس کی۔ چبھن اتنی شدید تھی کہ میری نظروں کے سامنے اندھیرا اچھل گیا۔ میں بھلنے کی کوشش کی لیکن انکا کے پنجوں کی چبھن میں نہ جانے کیا جادو تھا کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں ل میں دھنستا چلا جا رہا ہوں' نیچے بہت نیچے۔ مجھے پتا نہیں پھر کیا ہوا۔ پھر میں کہاں گیا' کدھر رہا؟ مجھے اپنے گالوں پر نمی کا احساس ہوا تو میں غنودگی کی کیفیت سے بیدار ہوا۔ میں نے اپنی بوجھل یں کھول دیں اور یہ دیکھ کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ کلدیپ میرے سرہانے بیٹھی تھی۔ اس کن چہرہ کملایا ہوا تھا اور پلکوں پر آنسو رقصاں تھے۔ ""یہ میں کہاں آ گیا ہوں۔"" میں نے ہڑبڑا کر اطراف کا جائزہ لیا۔ اس وقت میں کسی خوب صورت کمرے میں تھا۔ ذہن پر زور دینے سے بھی ھ میں نہیں آیا کہ یہ کمرا کہاں ہے۔ میں آنکھیں پٹ پٹاتا رہا۔ کلدیپ نے یہ کیفیت دیکھ کر میری پر ہاتھ رکھ دیا۔ ""میں کہاں ہوں۔ یہ کون سی جگہ ہے' تم میرے پاس کب آئیں؟"" میں نے پ سے ایک ساتھ بے شمار سوال کیے۔

""کیا مطلب کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تم کہاں ہو؟"" کلدیپ نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں۔ میں کلکتے میں ہوں مگر میں اس جگہ کیسے آ گیا اور تم یہاں کس طرح آ گئیں۔ تمہیں میرا پتہ کس طرح چلا؟'' میں نے خالی خالی نظروں سے اسے دیکھا۔

''اف صدمے نے تمہیں کس حالت پر پہنچا دیا ہے۔ یہ کلکتہ نہیں' پونا ہے۔ میں نے بڑی مشکل سے تمہیں تلاش کیا ہے۔ تمہیں پانے کے لیے مجھے پورے ایک سال نہ جانے کہاں کہاں کی خاک چھاننی پڑی ہے۔'' کلدیپ کی آنکھوں سے پھر آنسو بہہ نکلے۔

''ایک سال؟ یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ کیا بھول گئیں' ابھی چند ہی روز پہلے تو تم کشمیر میں ملی تھیں' ہماری میری نرگس مجھ سے چھین لی گئی۔ میں برباد کر دیا گیا۔ اس کے بعد میں کلکتے چلا گیا تا کہ اپنی بیوی کے قاتل کو کیفر کردار تک پہنچا سکوں۔ اس بات کو ایک ہفتہ بھی تو نہیں ہوا پھر میں کلکتے سے پونا کیسے آ گیا؟''

''تمہارے دماغ پر بڑا گہرا اثر ہے۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تم یہاں ہو۔ میں تو مستقل اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھی کہ بھگوان کی کرپا سے تم آج مجھے مل گئے۔ میں ہوٹلوں ہوٹلوں تمہیں تلاش کر رہی تھی۔ جب تم کہیں نہ ملے تو میں پونا چلی آئی اور کل رات تم پر اچانک نظر پڑ گئی۔ رات سے میں یہیں ہوں۔ تمہارے جاگنے کا انتظار کر رہی تھی۔'' کلدیپ نے اشتیاق کی نظروں سے مجھے دیکھا۔

میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔ میں نے منتشر ذہن پر زور دیا تو یاد آیا کہ اس بے ہوشی سے پہلے میں بنسی لال کی کٹیا میں تھا' انکا نے مجھے انتقام لینے سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی۔ میں بنسی لال سے جھگڑ پڑا تھا۔ پھر کیا ہوا؟ میں نے تصور کے عالم میں سر پر نظر ڈالی تو انکا وہاں موجود تھی۔ اس کی نگاہوں میں معذرت اور خوف کے ملے جلے اثرات دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے زبان سے کوئی لفظ نہیں نکالا۔ اس لیے کہ کلدیپ سامنے بیٹھی تھی مگر انکا میرے دل میں ابھرنے والے سوالات تاڑ گئی اور گلوگیر لہجے میں مجھ سے مخاطب ہوئی۔

''مجھے معاف کر دو جمیل۔ میں نے اوروں کی طرح ایک عرصے کے لیے تمہارے ذہن پر مکمل قبضہ جما لیا تھا۔ اگر میں ایسا نہ کرتی تو خدشہ تھا کہ تم اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھتے۔ تم نے بنسی لال کے ساتھ شرمناک اور جارحانہ سلوک کیا تھا۔ کلدیپ نے جو کچھ کہا ہے وہ ٹھیک ہے۔ تم ایک عرصے تک گھومتے پھرتے رہے ہو' خوش و خرم رہے ہو' مگر اس تمام عرصے میں تمہارا جسم تمہارے پاس رہا ہے' تمہارا دماغ پر میرا قبضہ تھا۔''

''یعنی بنسی لال کے واقعے کو ایک لمبا عرصہ گزر گیا ہے؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا ہے۔ کیا تم کہہ رہی ہو' مجھے تفصیل سے بتاؤ۔''

''ہاں۔ ایک سال کے قریب۔'' انکا نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ ''جب مجھے یہ یقین ہو گیا کہ کالی کے مندر میں اپنے اوسان کھو بیٹھے ہو اور اب کوئی طاقت تمہیں تمہارے خطرناک ارادے

تو مجھے ایک ہی صورت نظر آئی کہ میں تمہارا دماغ مکمل طور پر اپنے قابو میں کر لوں ورنہ کالی کے ... تم بچ کر نہیں نکل سکتے تھے۔ اس کے بعد میں تمہیں مختلف شہروں میں لے گئی۔ بمبئی' الہ آباد ... کھیل کے میدانوں میں' ریس کلب میں' تم اس پورے عرصے میں بہت مسرور اور شادماں ... میں نے تمہیں ہر طرح خوش رکھا' راتوں کو جب تم گہری نیند میں ہوتے تھے تو میں تمہاری گہری یقین کر کے گاہے گاہے تم سے جدا ہو جاتی تھی اور کسی نہ کسی طرح اپنی غذا حاصل کرتی تھی۔ بہر حال مجھے امید ہے کہ تم تحمل سے کام لو گے۔ کلدیپ تمہاری وجہ سے بہت پریشان رہی ہے۔ میں نے اسے پاگلوں کی طرح تمہیں تلاش کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ شروع شروع میں' میں درگزر کرتی لیکن جب کلدیپ کی تلاش اور طلب میں کوئی فرق نہ آیا تو میں تمہیں پونا لے آئی اور اسے بھی پونا ... پر مجبور کیا اور خود دیکھ لو کہ اب وہ تمہارے سامنے بیٹھی ہے۔''

''ہونہہ۔ تم نے اچھا نہیں کیا انکا۔ کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ وقت مجھ سے نرگس کا غم چھین لے گا۔ یہ غم تو دائمی ... تم نے مجھے مار ہی کیوں نہ دیا۔ ایسی زندگی سے تو موت بہتر ہے۔ نرگس کے بغیر زندگی کیسی؟''

''وقت کے مرہم سے ہر زخم مندمل ہو جاتا ہے جمیل۔ صبر کرو اور وقت کے انتظار میں رہو۔ اس وقت انتظار کرو جب تک بدری نرائن کالی کے مندر سے باہر نہیں آ جاتا۔''

''تو کیا وہ شیطان اب تک مندر ہی میں ہے؟''

''ہاں...... اور اسے یقین ہے کہ اگر اس نے باہر قدم نکالا تو اس کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔''

''یہ انتظار کتنا طویل ہو گا؟''

''کون کہہ سکتا ہے۔ بہر حال اسے کسی نہ کسی دن تو ضرور باہر آنا ہے۔''

''... اس وقت تک میں اس کے انتظار میں دیوانہ بنا رہوں؟ کیوں؟''

''تم کلدیپ کی طرف دیکھو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ ایک بڑی پراسرار قوت جسے حاصل کرنے کے لیے لوگ کٹھن تپسیا کرتے ہیں اور اپنی زندگی داؤ پر لگا دیتے ہیں۔'' انکا نے تمکنت سے کہا۔

''میں مانتا ہوں کہ تم ایک پُراسرار قوت ہو لیکن اس معاملے میں تم نے کیا تیر مار لیا۔ تم بھی تو مایوسی کی باتیں کر رہی ہو۔''

''میں تمہیں اس کا جواب دینا نہیں چاہتی۔''

میں دل ہی دل میں انکا سے باتیں کر رہا تھا اور کلدیپ میرے قریب بیٹھی ٹکٹکی باندھ کر مجھے دیکھے جا رہی تھی۔ مجھے دیر تک خاموش پا کر اس نے دبی زبان میں کہا۔ ''جمیل' جو کچھ تم پر گزری ہے اس کا مجھے بہت دکھ ہے۔ بھگوان کی سوگند کھا کر کہتی ہوں کہ اگر نرگس زندہ ہوتی تو میں سارا جیون اس کے چرن چھوتی پرنتو اس کا حق کبھی نہ چھینتی۔''

''کلدیپ۔'' میں نے مضمحل آواز میں کہا ''تم سے مجھے کوئی شکایت نہیں ہے لیکن میری خاطر تم نے اپنی زندگی برباد کر کے اچھا نہیں کیا۔ میں ایک زندہ لاش ہوں اور تمہیں ایک زندہ لاش سے کچھ حاصل نہیں ہوگا' بہتر ہوگا کہ تم اپنے ماں باپ کے پاس واپس چلی جاؤ۔''

''بھگوان کے لیے ایسا نہ کہو جمیل۔'' کلدیپ بے اختیار مجھ سے لپٹ گئی۔ ''تمہارے بنا میرا جیون بے کار ہے۔ میں تمہاری داسی ہوں' مجھے اپنے چرنوں میں رہنے دو جمیل' میں اس سے زیادہ تم سے کچھ نہیں مانگوں گی۔ تمہارے سینے میں دل ہے تو مجھے محسوس کرو۔''

کلدیپ میرے سینے پر سر رکھ کر روتی رہی۔ میں نے اسے بہت سمجھایا' لیکن وہ کسی طرح مجھ سے علیحدہ ہونے پر آمادہ نہ ہوئی۔ انکا خاموشی سے سب کچھ سن رہی تھی۔ کلدیپ کی آہ وزاری دیکھ کر بولی۔ ''جمیل' یہ ایک شریف اور عزت دار لڑکی ہے' اس غریب کو کس جرم کی سزا دے رہے ہو۔''

''تم اس کی اتنی سفارش کیوں کر رہی ہو۔'' میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

اس لیے کہ وہ تم سے محبت کرتی ہے۔ میری طرح' نرگس کی طرح اور یوں بھی اب تمہیں کسی سہارے کی ضرورت ہے۔''

''میرا دل اب کسی چیز میں نہیں لگتا انکا۔'' میں نے آزردگی سے کہا۔

''کلدیپ کا جی بھی تمہارے سوا کسی میں نہیں لگتا۔'' میں نے کلدیپ کی طرف دیکھا۔ اس کی قربانیاں دیکھ کر میرے دل میں اس کے لیے بے اختیار پیار کا جذبہ امڈ آیا۔ میں اس کے الجھے الجھے بالوں میں اپنی انگلیوں سے کنگھی کرنے لگا۔ اس نے میری خاطر اپنے والدین تک کو چھوڑ دیا تھا۔

تین بے کیف دن گزر گئے۔ ہوٹل میں پڑے پڑے میرا دل اکتا گیا تھا۔ انکا بدری نرائن پر نظر رکھے ہوئے تھی۔ میں بہت بے چینی محسوس کر رہا تھا جیسے سر پر کوئی بوجھ نہ ہو۔ چوتھے روز میں انکا سے باتیں کر رہا تھا کہ اچانک مجھے تربینی داس یاد آ گیا۔ میں نے سوچا' لگے ہاتھوں اس کا حساب بھی بے باق کردوں۔ چنانچہ میں نے اسی شام تربینی سے ملنے کا پروگرام بنالیا۔ انکا کو میں نے اس ضمن میں قبل از وقت کچھ نہیں بتایا تھا۔ کلدیپ نے مجھے باہر جانے سے روکنے کی بہت کوشش کی۔ اسے ابھی تک میری ذہنی کیفیت پر شبہ تھا لیکن میں نے اسے سمجھا دیا تھا اور ہوٹل سے باہر آ گیا۔ ٹیکسی پر بیٹھ کر جب تربینی کی طرف روانہ ہوا تو انکا نے از خود کہا۔ ''تربینی آج کل بڑے ٹھاٹ کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ اس نے پونا کے ایک اور پجاری سے گٹھ جوڑ کر لیا ہے' کچھ منتر جنتر پہلے سے جانتا تھا' کام چلا رہا ہے اپنا۔''

''ہوسکتا ہے تربینی کے لیے یہ شام زندگی کی آخری شام ثابت ہو۔'' میں نے سرسری انداز میں کہا۔ ''مجھے یاد ہے کہ اس نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔''

''اسے ضرور سزا دو جمیل' وہ بڑا عیار شخص ہے۔ مجھ سے زیادہ اسے کون جانے گا۔''

ٹیکسی جب تربینی کے مکان کے سامنے رکی تو میں حیرت زدہ رہ گیا کیونکہ جو حویلی میں نے انکا کے ذریعے جلا کر راکھ کرادی تھی اور اب پہلے سے بھی زیادہ شاندار عمارت کی صورت میں میری نظروں کے سامنے موجود تھی۔ میں دل ہی دل میں پیچ وتاب کھاتا ہوا اترا اور ٹیکسی کا کرایہ ادا کر کے تربینی کی حویلی میں بے دھڑک داخل ہوگیا۔ پھاٹک پر کھڑے ہوئے دربان کو انکا نے رام کر لیا تھا اس لیے اس نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔ حویلی کے اندرونی حصے کا نقشہ پہلے ہی جیسا تھا۔ میں سیدھا تربینی کی خواب گاہ کی طرف بڑھا۔ اندر داخل ہوا تو تربینی کے پاس حسب معمول دو تین حسین لڑکیاں بیٹھی ہوئی نظر آئیں۔ میرے خون کی گردش تیز ہوگئی۔ جس تربینی کو میں بدترین حالات میں دیکھنے کا خواہش مند تھا وہ میری نظروں کے سامنے بہترین حالت میں موجود تھا۔ اس کا چہرہ کسی قدر مسخ ہوگیا تھا لیکن اس کے انداز میں اب بھی وہی غرور اور وہی وقار تھا۔

تربینی کی نظریں مجھ سے چار ہوئیں تو وہ دم بخود رہ گیا۔ شاید اسے اپنی بینائی پر شبہ ہو رہا تھا۔ وہ حیرت سے مجھے تکتا رہا پھر ایک لڑکی کو اپنے پہلو سے ہٹا کر تیزی سے اٹھا اور میرے قریب آ کر ہاتھ باندھ کر بولا۔ ''میرے بھاگ خان صاحب' جو آپ نے مجھے یاد رکھا۔''

لڑکیاں اپنا بے ترتیب لباس سنبھالتی ہوئی دوسرے کمرے میں جا چکی تھیں۔ میں نے تربینی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نفرت سے جواب دیا۔ ''تربینی' تم نے یہ کیسے سوچ لیا تھا کہ میں تمہیں بھول جاؤں گا۔ تم نے تو مجھ پر بڑے احسان کیے ہیں' آج تک مجھے تمہارا سلوک اچھی طرح یاد ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ تم ابھی تک زندہ ہو۔ تمہیں تو مر جانا چاہیے تھا یا اگر اپنے ڈھیٹ پن کی وجہ سے زندہ ہی ہو تو ...ٹے ہاتھوں پر بھیک مانگتا ہوا نظر آنا چاہیے تھا۔''

''پدھاریے خان صاحب۔'' تربینی نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔ ''گزری ہوئی باتیں بھول جائیے۔''

''چاپلوسی بند کرو تربینی داس' تم خوب سمجھ رہے ہو کہ میں کس ارادے سے آیا ہوں۔'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔ ''گزشتہ مرتبہ میں جلدی میں تھا اس لیے تمہارے احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکا تھا لیکن اب میں اگلے پچھلے تمام حساب بے باق کرنے کا پکا ارادہ لے کر آیا ہوں۔''

تربینی نے میرے بگڑے ہوئے تیور دیکھے اور میری تلخ وترش باتوں کا مفہوم سمجھا تو سر تا پا لرز اٹھا' ہاتھ جوڑ کر بولا۔

''خان صاحب' مجھے شما کر دیجیے' میں ہاتھ باندھ کر بنتی کرتا ہوں۔''

''شما کر دوں اور تمہیں؟'' پہلی بار میرے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ ابھری۔ ''پچھلی باتیں یاد کرو

تربینی داس، تم نے بھی کبھی مجھے شما کرنے کی کوشش کی تھی؟"

جواب میں تربینی داس نے جھک کر میرے پیر پکڑ لیے اور گڑگڑا کر بولا۔ "خان صاحب، میں مانتا ہوں کہ میں نے آپ کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا۔ پرنتو پہلے میری آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ میں اندھا ہو گیا تھا۔ مجھے شما کر دیجیے خان صاحب۔"

میں نے غصے سے تربینی کے سر کے بال پکڑے اور اسے اٹھا کر کھڑا کرتے ہوئے حقارت سے کہا۔ "تربینی داس، تم نے انکا کو مجھ سے چھین کر میری زندگی برباد کر دی تھی۔ تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے کہ تمہاری اس حرکت سے مجھے کتنے بھاری نقصان اٹھانے پڑے ہیں۔ سنو تربینی، میں یہاں وقت ضائع کرنے نہیں آیا ہوں۔ تم نے بہت دن آرام سے گزارے۔ آج سے تمہارے برے دنوں کا آغاز ہو رہا ہے۔ میں تمہیں اپاہج کر کے سڑکوں پر بھیک مانگنے کے لیے مجبور کر دوں گا۔ تم آوارہ کتوں کی طرح گندی نالیوں میں پڑے رہو گے اور کوئی شخص تم پر ترس نہیں کھائے گا۔ میں تمہیں سسکا سسکا کر اور تڑپا تڑپا کر بڑی اذیت ناک زندگی گزارنے پر مجبور کر دوں گا۔ اطمینان رکھو میں تمہیں ہلاک نہیں کروں گا۔"

تربینی سر سے پاؤں تک اس طرح لرز رہا تھا جیسے اس نے کڑکڑاتی سردی میں ٹھنڈے پانی سے غسل کر لیا ہو۔ اس کی آنکھوں میں موت کے سائے کانپ رہے تھے۔ چہرے کی رنگت زرد پڑ چکی تھی۔ اس نے مجھے رحم طلب نظروں سے دیکھ کر ہکلاتے ہوئے بولا۔

"خان صاحب۔ آپ کی دھرم پتنی پر جو کچھ بیتی ہے اس نے آپ کو بیاکل کر دیا ہے۔ پرنتو اب آپ مجھے اپنا متر سمجھیں، شاید میں آپ کے کسی کام آ جاؤں۔ اگر آپ میری بات سنیں تو میں آپ کو ایک ایسا اپائے بتا سکتا ہوں جو پنڈت بدری نرائن کو کالی کے مندر سے باہر نکلنے پر مجبور کر دے گا۔"

"تربینی۔" بدری نرائن کا نام سن کر میں نے تربینی کے بال چھوڑ دیے اور اسے زہر بھری نگاہوں سے گھور کر بولا۔

"جلدی بتاؤ، کیا تم اس کمینے پنڈت کو مندر سے باہر نکالنے میں میری کوئی مدد کر سکتے ہو؟"

"بدری نرائن مہان شکتی کا مالک ہے خان صاحب۔ میں اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ پرنتو میں ایک ایسے دھرماتما کو جانتا ہوں جو آپ کی سہائتا کر سکتے ہیں۔ اگر وہ چاہیں تو بدری نرائن آپ کے چرنوں میں لوٹنے پر بھی تیار ہو سکتا ہے۔ مجھے وشواش ہے کہ آپ اوشئے سپھل ہوں گے خان صاحب، مجھ پر اعتماد کریں۔ ایک بار آزما کر تو دیکھیں۔"

"خوشامدی کتے، جلدی بتا کہ وہ کون ہے اور مجھے کہاں مل سکتا ہے۔ یاد رکھ اگر تو نے غلط بیانی سے کام لیا تو اچھا نہ ہو گا۔"

انکا بدستور میرے سر پر موجود تھی۔ وہ بھی تربینی پر نگاہیں جمائے ہوئے تھی۔ تربینی لرزتے ہوئے

"میں آپ سے دھوکا نہیں کروں گا خان صاحب! میسور کی پہاڑیوں پر ایک دھرماتما ہیں، ان کا شبھ نام پریتم لال ہے۔ وہ نہ جانے کتنے برسوں سے گیان دھیان میں مگن ہیں، ان کی شکتی ہنومان کی شکتی سے بھی زیادہ ہے۔ ان کا کہا دیوی دیوتا بھی نہیں ٹالتے خان صاحب اگر آپ نے پریتم مہاراج کو راضی کر لیا تو بدری نرائن کالی کے مندر سے نکلنے پر مجبور ہو جائے گا۔ آپ انکا دیوی سے بھی پوچھ سکتے ہیں۔"

"جمیل۔" انکا نے میرے کانوں میں سرگوشی کی۔ "تربینی بالکل سچ کہہ رہا ہے لیکن پریتم لال تک تمہاری رسائی مشکل سے ہو گی کیونکہ وہ کسی شخص سے ملتا نہیں ہے۔ ملاقات کرنے سے گریز کرتا ہے۔"

"میں بدری نرائن کے لیے پریتم لال سے ضرور ملوں گا۔" میں نے دل ہی دل میں انکا سے کہا پھر تربینی کو مخاطب کر کے میں نے پوچھا۔ "نرگس کی موت کا علم تجھے کیسے ہوا؟"

"آپ کی کرپا ہے خان صاحب۔" تربینی نے ہاتھ باندھ کر جواب دیا۔ "پنڈت پجاریوں کی سیوا کر کے دو چار گر سیکھ لیے ہیں۔ انکا کے آنے سے پہلے تھوڑا بہت آتا جاتا تو تھا ہی۔"

"کچھ دن اور چین کی بنسری بجا لو تربینی۔ میں بدری نرائن کو ٹھکانے لگانے کے بعد تم سے پھر ملوں گا۔" میں نے نفرت سے کہا پھر تیزی سے پلٹ کر حویلی سے باہر نکل آیا۔

"اگر میرا کہا سچ نکلے تو مجھے شما ضرور کر دیجیے گا خان صاحب۔" چلتے وقت تربینی کی آواز میرے کانوں میں گونجی تھی مگر میں کوئی جواب دیے بغیر چلا آیا تھا۔

انکا کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میں نے اسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ ادھر میں پریتم لال سے ملنے کا پروگرام بنا رہا تھا۔ ہوٹل پہنچ کر تمام رات میں نے اسی بات پر غور کیا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ اسی وقت پونا سے میسور روانہ ہو جاؤں لیکن انکا کی خاموشی دیکھ کر میں نے بات دوسرے دن پر ٹال دی۔ انکا حیرت انگیز طور پر خاموش سی تھی۔

میں دوسرے ہی دن میسور کے لیے روانہ ہو گیا۔ میں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح کلدیپ رک جائے لیکن وہ نہ مانی۔ انکا نے بھی اسے ساتھ لے چلنے کی سفارش کی۔ آخر میں نے رضامندی کا اظہار کر دیا۔ اس رفاقت کے باوجود مجھے کلدیپ کے لیے اپنے دل میں کوئی کسک محسوس نہ ہوتی تھی۔ مجھے کلدیپ سے اب کوئی محبت نہ تھی لیکن اس کے طور طریقے چونکہ نرگس کی عادتوں سے ملتے جلتے تھے اس لیے کبھی کبھی سنجیدگی سے میں اس کے بارے میں سوچنے لگتا اور پھر اسے ذہن سے جھٹک دیتا۔ پھر بھی کلدیپ کی شب و روز خدمت نے مجھے خاصا متاثر کیا تھا۔ وہ کس قسم کی لڑکی تھی جو مجھ سے اتنی متاثر ہو گئی تھی۔ میسور کے سفر کے دوران میں بھی میری اور کلدیپ کی زیادہ بات چیت نہیں ہوئی۔ ایک دو بار انکا نے مجھے کلدیپ کے سلسلے میں ہموار کرنے کی کوشش بھی کی لیکن میں ٹال گیا اور پھر غالباً انکا نے اس

سلسلے میں زیادہ اصرار مناسب نہیں سمجھا۔

میسور پہنچ کر میں نے پہاڑی سلسلوں کا رخ کیا۔ میں دس روز تک اِدھر اُدھر کی خاک چھانتا رہا۔ جس سے بھی پریتم لال کا پتا پوچھتا وہ اپنی لاعلمی کا اظہار کرتا۔ انکا بھی اس عرصے میں اپنی سی کوشش کر چکی تھی لیکن اس کی پراسرار قوتیں بھی پریتم لال کا پتا معلوم کرنے میں ناکام رہیں۔ میں گیارھویں روز دوپہر کے وقت آرام کرنے کے لیے ایک جگہ رکا تو انکا پھر میرے سر سے اتر گئی۔ وہ دو گھنٹے بعد واپس لوٹی تو اس کے چہرے پر کامیابی کی طمانیت موجود تھی۔ میرے دریافت کرنے سے پہلے ہی اس نے کہا۔ ''جمیل! میرے آقا میں نے معلوم کرلیا ہے کہ پریتم لال کہاں ہے۔''

''سچ......!'' میرا دل دھڑکنے لگا۔

''ہاں جمیل، وہ یہاں سے مشرق کی جانب دس کوس کے فاصلے پر ایک غار میں بیٹھا دیوتاؤں کے جاپ میں مگن ہے۔ ہم کل تک وہاں پہنچ جائیں گے۔''

''تمہیں یہ سب کچھ معلوم کرنے میں اس سے پہلے دشواری درپیش تھی؟'' میں نے پوچھا۔

''پریتم لال نے ایسا حصار کھینچ رکھا ہے جس کے اندر کی بات کوئی نہیں جان سکتا۔ یہی وجہ تھی کہ آج تک مجھے مایوسی ہوئی لیکن آج اتفاق سے مجھے پہاڑی پر ایک پجارن نظر آگئی۔ میرا ماتھا ٹھنکا، میں نے اس پر اپنی قوت آزمائی تو اس نے مجھے سب کچھ بتادیا۔ وہ پجارن دو سال سے پریتم لال کی خدمت کر رہی ہے۔ حیرت ہے جمیل کہ اتنی خوب صورت اور حسین لڑکی پہاڑی کی ویرانی میں بھی خوش ہے۔ بمبئی والی آشا یاد ہے تمہیں، اس سے لاکھ درجے حسین ہے وہ۔'' میں نے پجارن کے بارے میں اظہار خیال پر کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ میں کچھ دیر آرام کرنے کے بعد اٹھا اور مشرق کی سمت چل پڑا۔ کلدیپ بھی میرے ساتھ تھی۔ اس نے ابھی تک مجھ سے کوئی گلہ نہیں کیا تھا۔ وہ ایک سچی خدمت گزار کی طرح میری خدمت میں مگن رہی تھی۔ وہ عجیب وغریب طور پر بدل گئی تھی۔ ایک ماڈرن اور اپٹوڈیٹ لڑکی کی زندگی میں کیا انقلاب آگیا تھا۔

انکا کے اندازے کے مطابق دوسرے روز میں اس علاقے میں پہنچ گیا جہاں پریتم لال کسی غار میں بیٹھا جاپ کررہا تھا۔ پہاڑی علاقے کا یہ حصہ گھنے درختوں کے درمیان واقع تھا اور ایسی ڈھلان پر تھا کہ عام لوگ مشکل ہی سے اِدھر کا رُخ کر سکتے تھے۔ یہ بڑی پُراسرار جگہ تھی۔ پریتم لال نے واقعی کچھ سوچ سمجھ کر ہی اس جگہ کا انتخاب کیا تھا۔ میں درختوں کے درمیان سے راستہ بناتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ انکا نے کہا۔

''جمیل، تم اور کلدیپ یہیں ٹھہرو، میں کوشش کرتی ہوں کہ پریتم لال کی مصروفیات کا اندازا لگاسکوں۔''

''کیا مطلب؟''

''دیوی دیوتاؤں کا جاپ کرتے وقت پجاری مختلف کیفیتوں سے دوچار ہوتے ہیں۔ اگر پریتم لال اس وقت مدہوشی کی حالت میں ہوا تو پھر ہمیں انتظار کرنا پڑے گا، جلد بازی سے کام بگڑ جائے گا۔''

انکا کو گئے ہوئے کافی دیر ہوگئی۔ جتنی دیر ہوتی جارہی تھی میری بے چینی بڑھتی جارہی تھی۔ میں ایک درخت سے ٹیک لگائے بیٹھا انکا کا منتظر تھا۔ جس جگہ میں بیٹھا تھا وہ قدرے ہموار تھی۔ دور کسی جھرنے کی آواز ابھر رہی تھی، اُدھر تھکن سے میرا جسم چور چور ہورہا تھا۔ پہاڑی پر چڑھنے سے سانس پھولا ہوا تھا۔ میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ اگر میں غسل کرلوں تو تھکن کا احساس ختم ہوجائے گا۔ آنے والے لمحات سے نمٹنے کے لیے میرا پوری طرح تیار ہونا ضروری تھا۔ میں نے اٹھتے ہوئے کلدیپ سے کہا۔

''کلدیپ، تم یہیں ٹھہرو، میں ذرا نہا کر آتا ہوں۔''

''یہاں پانی کہاں ملے گا جمیل؟'' کلدیپ نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہیں قریب ہی پہاڑی جھرنا موجود ہے، کیا تم پانی گرنے کی آواز نہیں سن رہی ہو۔''

کلدیپ نے ایک لمحے کے لیے غور کیا پھر بولی۔ ''مجھے تو ایسی کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی ہے۔''

''تعجب ہے، مجھے تو وہ آواز صاف آرہی ہے بلکہ کسی لڑکی کے بھجن گانے کی آواز بھی آرہی ہے۔ تم یہیں ٹھہرو۔ میں ابھی دیکھ کر آتا ہوں۔'' میں نے کلدیپ سے کہا پھر درختوں کے درمیان راستہ بناتا نشیب کی طرف قدم اٹھانے لگا۔ کچھ فاصلے کے بعد میں ایک کھلی جگہ پہنچ گیا۔ قرب و جوار پر نظر ڈالی تو جھرنا کہیں نظر نہیں آیا البتہ بھجن اور جھرنے کی آواز بڑھ گئی تھی۔ میں دوبارہ آگے بڑھنے لگا۔ ابھی میں سو قدم ہی آگے گیا ہوں گا کہ مجھے درختوں کی آڑ میں ایک جھرنا نظر آگیا۔ بڑا دلکش منظر تھا۔ میں نے ایک بہترین قدرتی نظارے کے ساتھ ایک ہوشربا جلوہ دیکھا۔ وہاں ایک حسین و جمیل لڑکی سرتاپا عریاں نہارہی تھی۔ وہ اتنی حسین تھی جتنی کوئی بھی لڑکی ہوسکتی ہے۔ اس کا بدن دیکھ کر میں سب کچھ بھول گیا۔ میں بھول گیا کہ میں جمیل احمد خان ہوں، میری عزیز بیوی نرگس کا انتقال ہوچکا ہے اور میں ایک مقصد سے یہاں آیا ہوں۔ یہ تنہائی، یہ سبزہ زار، یہ جھرنے اور بھجن کی سریلی آوازیں، خرمن عقل و ہوش پر بجلی گرارہی تھیں۔ میں نے اپنی زندگی میں ایسا حسین نظارہ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ کوئی زاہد خشک بھی ہوتا تو ڈگمگانے لگتا۔ میں اس کے بدن کے جادو میں کھویا ہوا اسے دیکھتا رہا۔ میری محویت کے دوران اس کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ اس نے ایک چیخ مار کر ہاتھوں سے اپنا بدن چھپانا چاہا، مگر وہ ناکام ہوگئی، پھر وہ بیٹھ گئی۔ اس کی بے بسی دیکھ کر مجھے ایک گونہ لطف آیا۔ میں نے اسے چھیڑنے کے لیے کہا۔ ''ارے تم تو گھبرا گئیں خوب صورت لڑکی۔ میں تو صرف تمہیں دیکھ رہا ہوں۔''

''جاؤ یہاں سے۔ تم کون ہو؟'' وہ اس حالت میں تھی کہ نہ بھاگ سکتی تھی اور نہ اٹھ کر کپڑے اٹھاسکتی

تھی۔ مجھے نہ جانے کیا ہوا کہ میں اور آگے بڑھ گیا۔ وہ چیخ پڑی۔ ''دور ہٹو یہاں سے۔ دیکھو میری طرف نہ آنا۔'' پھر وہ چیخنے لگی۔ ''مہاراج۔ مہاراج۔''

اس کی معصومانہ وحشت سے مجھ پر جنون سوار ہو گیا اور میں نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ اور زور سے چیخنے لگی۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور وہ تلملا کر بولی۔ ''میرے کپڑے اٹھا دو۔ ناری سمجھ کر میری بے بسی کا فائدہ اٹھا رہا ہے اپرادھی۔ ابھی مہاراج آ جائیں گے تو پتا چل جائے گا۔''

''مہاراج کیا کر لیں گے؟'' میں نے شوخی سے کہا۔

''وہ تجھے بھسم کر دیں گے۔''

''میں ان سے کہوں گا کہ اتنی سندر ناری کو جنگل میں تنہا کیوں چھوڑ رکھا ہے۔''

''تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟'' اس نے سہمے ہوئے انداز میں پوچھا۔ ''کیا تجھے نہیں معلوم کہ یہاں کوئی نہیں آ سکتا۔ یہ مہاراج پریتم لال کا استھان ہے۔''

''میں مہاراج پریتم لال ہی سے ملنے آیا ہوں۔''

''وہ کسی سے نہیں ملتے۔ چلا جا یہاں سے۔''

''اور اگر نہ جاؤں؟''

''تو اپنی موت کو خود آواز دے رہا ہے۔''

''پیاری لڑکی! مجھے بتاؤ تم کون ہو اور یہاں کیا کرتی ہو۔''

''میں ایک پجارن ہوں پاپی۔ دیکھ مجھ پر ہاتھ نہ اٹھانا۔ بھگوان کے لیے یہاں سے چلا جا۔''

پجارن، پجارن اور پنڈت ان لفظوں سے مجھے چڑ تھی۔ میرے ہاتھ میں سختی آ گئی۔ میں یہ واقعہ مختصر کرتا ہوں۔ یہ میری زندگی کی سب سے بڑی چوک تھی۔ بات تو بہت لمبی ہو گئی تھی مگر یہاں اس کا بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ اس دوشیزہ کی تلخ نوائی بڑھتی گئی اس قدر کہ اس نے اپنے ایک ہاتھ سے پتھر اٹھا کر میرے سر پر مارنے کی کوشش کی۔ میں اس سے صرف مذاق کر رہا تھا۔ پہلے پتھر کا وار تو میں بچا گیا مگر جب دوسری بار پتھر اٹھانے کے لیے جھکی تو میں نے اس کا ہاتھ مروڑ دیا۔ وہ درد سے بلبلا اٹھی۔ اس نے اپنا ہاتھ چھڑانے کے لیے زور لگانا شروع کر دیا۔ میں پہلے تو اس کی مزاحمت ٹالتا رہا مگر جب وہ حد سے بڑھ گئی تو میں نے نرمی سے کہا۔ ''مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں سندری۔ کیا میں تمہیں کوئی برا آدمی دکھائی دیتا ہوں۔ سنو۔ میں تمہیں چھوڑے دیتا ہوں لیکن ایک شرط پر۔ تم کسی طرح مجھے مہاراج تک پہنچا دو۔'' میں نے اسے چھوڑنے کے لیے ایک عذر تلاش کیا۔

''مم...... میں تم جیسے پاپی اور نیچ آدمی کو مہاراج سے نہیں ملوا سکتی۔ مجھے چھوڑ دو۔'' پھر وہ مہاراج، مہاراج پکارنے لگی۔

میں اسے چھوڑ دیتا لیکن میں اسے کیسے چھوڑ دیتا اور کیوں چھوڑ دیتا۔ کون اس دلکش منظر، تنہائی اور لڑکی کے بے پناہ حسن سے متاثر نہ ہوتا۔ وہ ایک سرکش لڑکی تھی، وہ ایک خوب صورت لڑکی تھی، میں نے چاہا کہ اسے چھوڑ دوں۔ مجھ پر پھر خوف کا غلبہ بھی ہوا لیکن میں نے اس کے حسن جہاں سوز کا نظارہ کرنے کے لیے اسے کچھ دیر اور روک لیا۔ وہ چیختی چلاتی اور فریاد کرتی رہی۔ میں کچھ اور بے رحم ہو گیا۔ مجھے اعتراف ہے کہ میں نے اس سے دست درازی شروع کر دی۔ میں کچھ اور آگے بڑھا۔ یہاں تک کہ اس نے رونا شروع کر دیا۔ مجھ پر اس وقت شیطان غالب تھا۔ وہ پریتم لال کی پجارن تھی اور میرے دل میں پجاریوں سے جو ایک نفرت بیٹھ گئی تھی اس نے مجھے تشدد پر اکسایا۔ وہ کچھ ایسی ہی لڑکی تھی کہ اس پر ستم ڈھانے میں لطف آ رہا تھا۔ ابھی میں دست درازی کی منزل سے آگے بڑھا ہی تھا کہ وحشت زدہ انداز میں انکا میرے سر پر آ گئی۔ اس کے چہرے کا رنگ فق ہو رہا تھا۔ وہ گھبرائے ہوئے لہجے میں مجھ سے مخاطب ہوئی۔ ''جمیل اس پجارن کو چھوڑ دو۔ تم یہ اچھا نہیں کر رہے ہو۔ ہوش میں آؤ۔''

''یہ بہت سرکش، مغرور اور حسین ہے۔ میں اسے چھوڑ دیتا لیکن اب مشکل ہے۔ گھبراؤ نہیں میں اسے ماروں گا نہیں۔ آخر تم کیوں اس کی طرف داری کر رہی ہو؟'' میں نے جذبات سے مغلوب ہو کر کہا۔

''تم اس وقت جو کچھ کر رہے ہو وہ بہت بُرا ہے۔ پریتم لال تک اس کی آواز پہنچ گئی ہیں۔ وہ ابھی ابھی اپنا جاپ چھوڑ کر اس منڈل سے باہر نکلا ہے اور جب پجاری اپنا جاپ چھوڑ دیتے ہیں تو مجسم قہر بن جاتے ہیں۔ تم نے ایک مہان شکتی والے دھرماتما کی پجارن پر ہاتھ اٹھا کر زبردست خطرہ مول لے لیا ہے۔ پریتم لال عظیم قوتوں کا مالک ہے۔ تم نے بنا بنایا کھیل بگاڑ لیا ہے۔ اگر تم اس وقت پریتم لال کے چکر میں پھنس گئے تو سنو میں بھی بے بس ہو جاؤں گی۔ سنو جمیل میں کیا کہہ رہی ہوں۔ میری بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ یہاں سے بھاگ چلو۔''

انکا کی بات سن کر میں نے بادل نخواستہ پجارن کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ میں نے اپنے جذبات پر بڑی دقت سے قابو پایا۔ میں پجارن کی طرف ہوس اور غضب کی ایک نظر ڈال کر ابھی درختوں کے جھنڈ سے باہر آیا ہی تھا کہ انکا نے مجھ سے کہا۔ ''لو وہ آ رہا ہے۔''

میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو دنگ رہ گیا۔ ہڈیوں کا ایک پنجر پہاڑی سے نشیب کی طرف آ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر گوشت برائے نام تھا۔ چہرے پر بلا کا تاثر تھا۔ اس کی نظروں سے شعلے لپک رہے تھے۔ وہ میرے پاس آ رہا تھا اور بڑی تیزی سے لڑکھڑاتا ہوا کسی خطرناک جادوگر کی طرح میری طرف بڑھ رہا تھا۔ میں نے لڑکی سے انکا کی طرف دیکھا تو وہ افسوس سے ہاتھ مل کر بولی۔ ''اب کچھ نہیں ہو سکتا جمیل۔ تم خطرات میں پوری طرح گھر چکے ہو۔ پریتم لال تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔ تم نے غصہ میں بے قابو ہو کر

اور جذبات میں بہہ کر پھر اپنے لیے تباہی کے اسباب فراہم کر لیے ہیں۔ غور سے سن لو کہ پریتم لال کے سامنے مجھے بے بس ہونا پڑے گا۔"

میں نے انکا کی زبان سے بے بسی کا لفظ سنا تو گھبرا کر رہ گیا۔ میں نے نظریں اٹھا کر پریتم لال کو دیکھا جو غیظ و غضب کے ساتھ میری طرف بڑھ رہا تھا۔ میرے پیر کپکپانے لگے اور حلق خشک ہو گیا۔ مجھ پر دہشت طاری ہو گئی۔ میں نے فرار ہو جانا چاہا لیکن فرار کے لیے کوئی بھی راستہ نہیں تھا۔ ہڈیوں کا وہ پنجر پہاڑی سے نشیب کی طرف آ رہا تھا۔ اس کے چہرے اور آنکھوں میں ایسا سحر تھا کہ میرے قدم جیسے زمین سے چپک گئے۔ آنے والے شخص کی نظروں میں شعلے لپک رہے تھے۔ وہ غیظ و غضب کے عالم میں لڑھکتا ہوا میری سمت آ رہا تھا۔ میرے جسم میں لرزہ طاری ہو گیا۔ میں نے مایوسی سے انکا کی طرف دیکھا۔ وہ مجھ سے بھی زیادہ پریشان اور گھبرائی ہوئی تھی اور ٹکٹکی باندھے پریتم لال کی جانب دیکھ رہی تھی۔ میں نے ڈوبتی آواز میں اسے مخاطب کیا۔ "انکا جلدی سے میرے بچاؤ کے لیے کوئی صورت پیدا کرو میں اس ویرانے میں مرنا نہیں چاہتا۔"

"تم نے جلد بازی میں سارا کھیل چوپٹ کر دیا۔" انکا نے ہاتھ ملتے ہوئے جواب دیا۔ "تم پریتم لال کی طاقت کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ اسے دیوتاؤں کی آشیر باد حاصل ہے۔ پاربتی کے اس حصار میں میری شکتی کیا کر سکتی ہے۔"

"پھر اب کیا ہو گا؟" میں نے گھبرا کر پوچھا۔

"اب کیا ہو گا۔ اب وہی ہو گا جو پریتم لال چاہتا ہے۔ یہ اس کا علاقہ ہے۔" انکا بولی۔ "بس اپنی حالت سنبھالو۔ اگر تم نے ہمت ہار دی تو حالات اور بگڑ جائیں گے۔ میری بات غور سے سنو۔ کوشش کرنا کہ پریتم لال کے سامنے تمہیں غصہ نہ آنے پائے۔ نہایت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔ اس بار تم سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی تو پھر تمہارے بچاؤ کے سارے راستے مسدود ہو جائیں گے۔"

پریتم لال مجھ سے کوئی دس قدم کے فاصلے پر پہنچ کر رک گیا۔ اس کے چہرے پر برائے نام ہی گوشت تھا۔ اس ہیبت ناک شکل و صورت کے شخص کو اپنے قریب کھڑا دیکھ کر میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اس نے طیش اور جلال کی ایک نظر میرے کانپتے ہوئے جسم پر ڈالی اور اس کی پتلیاں سکڑ گئیں۔ وہ چند لمحے اسی طرح کھڑا رہا جیسے میرے بارے میں کچھ جاننے کی کوشش کر رہا ہو۔ اسی وقت حسین پجارن درختوں کی اوٹ سے باہر نکلی۔ پریتم لال کو میرے سامنے دیکھ کر وہ ایک لمحے تھمی اور پھر دوڑ کر اس کے قدموں سے لپٹ گئی اور منہ بسورتے ہوئے بولی۔ "بابا۔ اس پاپی نے اپنے ناپاک ہاتھ میرے شریر کو لگائے ہیں۔ اگر تم نہ آتے بابا تو یہ راکشش میرا دھرم نشٹ کر چکا ہوتا۔ اسے ایسا سراپ (سزا) دو کہ پھر یہ کسی مجبور ناری کی اور (سمت) بری نظر نہ ڈال سکے۔"

پریتم لال نے بڑے پیار سے اپنا استخوانی ہاتھ پجارن کے سر پر پھیرا لیکن اس کی نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ شاید میرے لیے کسی مناسب سزا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ انکا میرے سر پر کھڑی ان ناسازگار حالات سے نمٹنے کی کشمکش سے دوچار تھی۔ اس کی مایوسی نے میری وحشت میں اور اضافہ کر دیا۔ پریتم لال نے سسکیاں لیتی ہوئی پجارن کے سر پر ہاتھ پھیرنے کے بعد اسے بازو سے پکڑ کر اٹھایا اور میری سمت اشارہ کیا۔ پجارن نے حقارت سے دیکھتے ہوئے اسی سمت جانے لگی جہاں سے پریتم نیچے آیا تھا۔ اچانک اس کی کڑک دار آواز ابھری۔ ایک ناتواں جسم رکھنے کے باوجود اس کی آواز میں بڑی گرج چمک تھی۔ "پاپی مالا نے جو کچھ کہا وہ تو نے سنا۔"

اس کی آواز سن کر مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اس علاقے کی ہر چوٹی اور ہر درخت سے یہی آواز ابھر رہی ہو جیسے بہت سی بدروحیں گرج اٹھی ہوں۔ میں نے اپنا خشک حلق تر کرتے ہوئے رحم طلب نظروں سے پریتم لال کی جانب دیکھا۔ زبان ہلانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

"جانتا ہے تو نے کس لڑکی پر ہاتھ اٹھایا ہے؟" پریتم لال غرایا۔

"مہاراج مجھے شما کر دو۔" میں نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھ سے بھول ہو گئی تھی۔"

"بھول ہو گئی تھی۔" پریتم لال سرد لہجے میں بولا۔ "اگر میں یہاں نہ آ گیا ہوتا تو تیری بھول ایک پوتر پجارن کا جیون برباد کر دیتی۔"

"مہاراج۔" میں نے ہاتھ جوڑ کر عاجزی سے کہا۔ "مجھے شما کر دو مہاراج چونکہ پجارن نے مجھے تمہارے چرنوں تک لے جانے سے منع کیا تھا اس لیے مجھے غصہ آ گیا تھا۔ میں دیوانہ ہو گیا تھا مہاراج۔ میرے من میں پاپ نہیں تھا۔ میں تو یونہی......"

"تیرے من میں کیا تھا میں بتاتا ہوں۔" پریتم لال نے خون اگلتی ہوئی نظریں میرے چہرے پر جماتے ہوئے کہا۔ "تیرے من میں پاپ آ گیا تھا۔ مجھ سے باتیں نہ بنا۔ تو یہاں جس کام سے آیا تھا اسے کیوں بھول گیا۔ تو اتنی جلدی اپنی استری کو بھول گیا؟ پاپی۔ تو تو اپنی استری کی موت کے لیے بیاکل تھا جو کالی کے مندر کے اندر جان بچائے بیٹھا ہے۔ میرے پاس آنے کا مشورہ تجھے اس دشٹ تربنی نے دیا تھا۔ پرنتو تو سب بھول گیا اور بتاؤں کہ تیرے من میں کیا ہے؟"

"سچ ہے مہاراج۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "مجھ سے بڑی بھول ہو گئی۔ میں اسی لیے آپ کے چرنوں تک آیا تھا کہ آپ کی آشیر باد حاصل کر سکوں اور بدری نرائن کو موت کے گھاٹ اتار سکوں۔ اس پاپی نے میری نرگس کو بڑی بے دردی سے مارا ہے مہاراج۔ جب تک میں اس کے خون سے اپنے ہاتھ نہیں رنگ لوں گا مجھے چین نہیں آئے گا۔"

"بند کر اپنی زبان۔" پریتم لال نے کرخت آواز میں کہا۔ "پنڈتوں پجاریوں کے لیے ایسے شبد

زبان سے نکالتے تجھے شرم نہیں آتی؟ تو نے بدری نرائن سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا نہیں کیا......اور تو...... تو اپنی استری کی موت پر دیوانہ ہو رہا ہے۔ پرنتو تو نے کبھی یہ بھی سوچا کہ خود تیرے کارن کتنے گھروں کے دیپ بجھے ہیں؟ تو نے کتنے جیون برباد کیے ہیں؟ تو نے اپنا جیون سدھارنے کے لیے کتنے ہنستے مسکراتے چہرے کملا دیئے۔ تو نے دیکھ لیا تیری شکتی اب کتنی بے بس ہے' بڑا گھمنڈ تھا تجھے اس ڈیڑھ بالشت کی سندر دیوی پر۔''

پریتم لال کا اشارہ یقیناً انکا کی طرف تھا۔ میں نے عالم تصور میں انکا کی سمت دیکھا تو وہ مجھے بے چین نظر آئی۔ مجھے سینے میں دم گھٹتا ہوا محسوس ہوا۔ میں نے مجرموں کی طرح پریتم لال کے سامنے سر جھکا دیا۔

''مالا کا اپمان کر کے تو نے میرا اپمان کیا ہے۔'' پریتم لال نے ایک ثانئے کے بعد کہا۔ ''تجھے اس کی سزا اوش ملے گی۔ میں تجھے ایسا کشٹ دوں گا کہ تو سارا جیون یاد رکھے گا۔''

میں کوئی جواب دینے کے لیے اپنے میں ہمت پیدا کر رہا تھا کہ کلدیپ مجھے تلاش کرتی ہوئی آ گئی۔ اس نے بڑی سراسیمگی سے یہ منظر دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے پریتم لال کی توجہ کلدیپ کی طرف مبذول ہوئی تو انکا نے تیزی سے میرے کانوں میں سرگوشی کی۔ ''جمیل' آگے بڑھ کر پریتم لال کے پیر تھام لو۔ ہو سکتا ہے وہ تمہیں معاف کر دے۔ یہ شخص عام پنڈتوں پجاریوں سے مختلف ہے۔ غیر معمولی شکتی کا مالک ہونے کے باوجود یہ دل کا بڑا نیک ہے۔ شاید اسے تم پر رحم آ جائے۔''

میں نے انکا کے مشورے پر عمل کیا اور لپک کر پریتم لال کے پیر تھام لیے جو برف کی طرح سرد ہو رہے تھے۔ میں نے گڑگڑا کر اس سے معافی مانگنی چاہی لیکن پریتم لال پاؤں جھٹک کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا اور گرج کر مخاطب ہوا۔ ''مورکھ! یہ وچار من سے نکال دے کہ میں تجھے شما کر دوں گا۔ تو نے میری آتما کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ تجھے اس پاپ کی سزا اوش ملے گی۔ یہ انکا دیوی تجھ سے جو کچھ کہہ رہی ہے'' میں سن رہا ہوں۔ اس سے کہہ دے کہ یہ درمیان میں نہ بولے۔''

اتنا کہہ کر پریتم لال نے آنکھیں بند کر لیں اور اس کے ہونٹ ہلنے شروع ہوئے۔ میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور خوف زدگی سے اسے گھورنے لگا۔ اب مجھے یقین ہو گیا تھا کہ میری کوئی فریاد نہیں سنی جائے گی۔ جمیل احمد خان کی قسمت میں سکھ کے دن بہت کم لکھے ہیں۔ نہ جانے ابھی اور کیا کیا ہوگا۔ انکا کی بے بسی نے میرے اوسان خطا کر دیے۔ اب پریتم لال سے کسی رحم و کرم کی امید نہیں تھی۔ وہ ایک لمحہ بڑا جاں گسل گزرا اور دوسرے لمحے میں نڈھال ہو گیا۔ میں نے حالات کے آگے سپر ڈال دی۔ اب جو کچھ ہونا ہے' ہو جائے۔ نرگس کے بعد زندگی ویسے بھی بے معنی تھی۔ پریتم لال نے مجھے زیادہ سے زیادہ موت کی سزا دے گا۔ اب میں' اس کے لیے بھی تیار ہوں لیکن اس نے مجھے موت کی سزا نہیں دی۔ ابھی میرا دل

آنے والے اذیت ناک لمحوں سے دوچار ہونے کے لیے آمادہ ہو رہا تھا کہ اچانک ایسا محسوس ہوا جیسے رفتہ رفتہ میرے جسم کی تمام طاقت زائل ہو رہی ہو۔ میں نے گھبرا کر بھاگنے کی کوشش کی لیکن میں ایک قدم بھی آگے نہ بڑھ سکا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے ان گنت ہاتھوں نے میرے پاؤں پکڑ لیے ہوں' میں خود کو بڑا ناتواں محسوس کرنے لگا پھر مجھے ایسا لگا جیسے جسم میں آگ لگ رہی ہو۔ میں تیورا کر ناہموار پہاڑی پر گرا اور مچھلی کی طرح تڑپنے لگا۔ میں زندگی اور موت کی اس کربناک کشمکش میں اتنی دیر تک مبتلا رہا کہ سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں بیکار ہو گئیں اور مجھ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ جب ذہن پر سے یہ دھند چھٹی تو میں نے خود کو ایک دوسری جگہ پایا۔ یہ پریتم لال کی کٹیا کا فرش تھا۔ کٹیا میں پریتم لال کے علاوہ مالا اور کلدیپ بھی موجود تھیں۔ میری نقاہت کا یہ عالم تھا کہ مجھ میں ہاتھ پاؤں ہلانے کی سکت بھی نہ تھی۔ جسم کے ہر حصے سے ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ میں نے آنکھوں کو جنبش دی تو سارا ماحول چکراتا ہوا محسوس ہوا۔ پریتم لال ایک بوسیدہ سی چٹائی پر چت لیٹا تھا اور دونوں اس کے پیر دبا رہی تھیں۔ میں نے انکا کو دیکھنا چاہا لیکن اس وقت وہ میرے سر پر موجود نہیں تھی۔ آنسو بھی خشک ہو گئے تھے۔ میں رو بھی نہیں سکتا تھا۔ بس خوف سے کٹیا کی پتھر کی دیواریں تکتا رہا۔ ذرا سی دیر میں کیا سے کیا ہو گیا تھا' ایسے دردانگیز حالات میں آدمی کو اپنا ماضی' اپنے عزیز اور دوست یاد آتے ہیں۔ میں بھی اپنے ماضی میں گم تھا اور سوچ رہا تھا کہ یہ سزائیں تو بہت کم ہیں' مجھے تو اس سے زیادہ عبرتناک حالات سے دوچار ہونا چاہیے۔ میں انہی سوچوں میں گم تھا کہ پریتم لال کی سخت آواز میری نحیف سماعت سے ٹکرائی۔ وہ طنزیہ انداز میں کہہ رہا تھا۔ ''اب کیا سوچ رہا ہے' بہت دیر بعد خیال آیا تجھے؟''

میں نے بمشکل سر کو جنبش دے کر نظر اٹھائی تو پریتم لال کو بیٹھا ہوا پایا۔ اس کے عقب میں کلدیپ اور مالا بتوں کی طرح خاموش کھڑی تھیں۔ کلدیپ کی نگاہوں میں حسرت ہی حسرت تھی لیکن مالا کے چہرے سے اب بھی تناؤ اور تنفر عیاں تھا۔ میں نے بے کسی کے احساس سے پریتم لال کو دیکھا۔ وہ سرد لہجے میں مخاطب ہوا۔ ''کہاں گئی وہ تیری سہائتا کرنے والی سندر دیوی؟ تو اسے آواز کیوں نہیں دیتا؟ تو نے تو اسے حاصل کرنے کے لیے بڑے پاپڑ بیلے تھے' بڑی کٹھنائیاں اٹھائی تھیں؟ پرنتو بھگوان کا یہ کھیل تیری نظر میں نہیں رہا کہ اس نے ہر شکتی سے بڑی شکتی پیدا کی ہے۔ اگر سب لوگوں کو ایک سمان شکتی دان کر دی جائے تو یہ سنسار نرک بن جائے' ہے بھگوان۔ کیا لیلا ہے اس کی۔''

میں نے پریتم لال کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھ میں اتنی طاقت ہی کہاں تھی کہ زبان ہلا سکتا۔ چاروں سے پریتم لال کی باتیں سنتا رہا۔ پیاس کی شدت سے میرے حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے۔ میں سخت جان تھا جو اس عذاب میں زندہ رہ گیا۔ کوئی دوسرا ہوتا تو کب کا مرکھپ چکا ہوتا۔

''دیکھ لے' تیرے شریر کی شکتی کا کیا ہوا۔ تو بدری نرائن سے انتقام لینے کے سپنے دیکھ رہا تھا۔ کہاں گئی

وہ تیری شکتی؟ تیرے وہ خوفناک ارادے۔''

پریتم لال دیر تک بڑبڑاتا رہا۔ وہ ایک بہت بڑا جوگی' مہان پنڈت اور پجاری تھا۔ اس کے باوجود بے حد سادہ زندگی گزار رہا تھا۔ اس کے انداز میں سادگی اور نرمی تھی اور اس کی گفتگو عام طرز کی تھی۔ اس میں وہ ظاہری کروفر نہیں تھا جو میں اس سے پہلے دوسرے پجاریوں میں دیکھ چکا تھا مگر اس وقت اس کی ہر بات نشتر بن کر میرے دل میں اتر رہی تھی۔ وہ اپنی سرخ آنکھیں گھما کر پھر کہنے لگا۔ ''جس شکتی پر تجھے اتنا گھمنڈ تھا' اسے آج پھر خون کی ضرورت ہے۔ اگر اسے کسی منش کا خون نہ ملا تو اس کا پراسرار وجود خاک میں مل جائے گا' تو اس کا پریمی ہے' وہ تیرے پاس خود چل کر آئی تھی۔ میری اچھا ہے کہ آج تو اسے اپنے خون کی بھینٹ دے۔ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ اٹھ کر بیٹھ جا۔''

پریتم لال نے آخری جملہ بہت غصیلے لہجے میں کہا تھا۔ ادھر میں اپنے ہاتھ پیروں کو جنبش تک نہیں دے سکتا تھا لیکن پریتم لال کے حکم سے سرتابی کی سزا مجھے معلوم تھی۔ میں نے اپنے مضمحل اعصاب اور جاتی ہوئی توانائی بحال کرنے کی کوشش کی۔ مجھے حیرت تھی کہ میں کس طرح اٹھ کر بیٹھ گیا۔ یوں جیسے کسی نادیدہ طاقت نے مجھے اٹھا کر بیٹھا دیا ہو۔ پریتم لال کے چہرے پر اب بھی غضب تھا۔ میں اس کی نظریں نکیلے کانٹوں کی طرح اپنے جسم میں چبھتی ہوئی محسوس کر رہا تھا۔ میں نے ان نگاہوں کی تاب نہ لا کر نظریں جھکا لیں۔ اسی لمحے مجھے ایسا لگا جیسے میرا سر بھاری ہو گیا ہو۔ وحشت زدہ انکا اب میرے سر پر موجود تھی۔ لیکن وہ کچھ بدلی ہوئی انکا تھی۔ اس کا چہرہ زرد تھا اور آنکھوں سے بیزاری مترشح تھی۔ ہم دونوں نے ایک دوسرے کو یاسیت سے دیکھا۔ اسی لمحے پریتم لال نے پراسرار لہجے میں انکا کو مخاطب کیا۔ ''دیوی! اپنے آقا کی سیوا کرنا اور اس کے اشاروں پر ناچنا تیرا دھرم ہے لیکن تو اس سے پاربتی کے ایک سیوک کے پاس ہے۔ کوئی پچیس برس ہوئے مجھ سے ایک سادھو نے تیرے بارے میں کہا تھا کہ میں تجھ پراپت کرنے کے لیے جاپ کروں۔ میں نے تیرے حصول کے لیے کوئی جاپ نہیں کیا کیونکہ تیرے اندر ہوس' غرض اور مکر ہے۔ تو تمام منشوں کی نہیں صرف اپنے مالک کی دوست ہے۔ میں نے پھر پاربتی سے رشتہ جوڑا اور اتنی بھگتی کی کہ آج تو میرے سامنے اس منش کے سر پر کھڑی ہے لیکن اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتی۔ انکا۔ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ تو آج اپنے آقا کا خون پی۔''

''پریتم لال۔'' کٹیا میں انکا کی حسین ترین آواز گونجی۔ ''تو پاربتی کا سیوک ہے اور مجھے معلوم ہے تو نے اس کے لیے بڑی بھگتی کی ہے۔ اگر پاربتی دیوی تیرے اور میرے درمیان نہ ہوتی تو' تو مجھے اس قسم کا کوئی حکم نہیں دے سکتا تھا۔ میں تجھ سے بنتی کرتی ہوں کہ مجھ سے کسی ایسے کام کے لیے نہ کہہ جو میں نہیں کر سکتی ہوں۔ میں کم سے کم اس منش کا خون نہیں پی سکتی۔ مجھے مجبور نہ کر۔''

''اس انکار کی سزا تجھے معلوم ہے؟ تو پریتم لال' پاربتی کے سیوک کا اپمان کر رہی ہے۔ تو جو پاربتی

پاؤں کی خاک کے برابر بھی نہیں۔''

''پریتم لال۔ مجھے مجبور نہ کر۔ میں اپنی بھوک کہیں اور بھی مٹا سکتی ہوں۔ تو بڑا دیالو ہے۔ منش سے بھول چوک ہوتی ہے۔ کٹھور نہ بن۔ دیا کر۔'' انکا کی آواز ابھر رہی تھی۔

''دیا؟ تو نے اس منش کو دیا نہیں سکھائی؟'' پریتم لال گرجتے ہوئے بولا۔ مالا اور کلدیپ گم صم کھڑی پریتم لال کو کسی نسوانی آواز سے باتیں کرتے ہوئے دیکھ رہی تھیں۔ انکا انہیں نظر نہیں آ رہی تھی' لیکن اس کی آواز ان کے کانوں تک پہنچ رہی تھی۔ وہ دونوں بری طرح سہی ہوئی تھیں۔ پریتم لال اور انکا میں تلخ و تند لہجوں کا تبادلہ ہوتا رہا۔

انکا پھر منت سماجت پر اتر آئی مگر جب پریتم لال نے اسے جلا کر خاک کر دینے کی دھمکی دی تو انکا کو پریتم لال کے حکم کے آگے سر جھکانا پڑا۔ پریتم لال کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ اس نے پاربتی کا نام لے کر ایک نعرہ مستانہ لگایا اور ڈنڈوت کرنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ مجھے سراپ دینے سے زیادہ انکا کو زیر کرنے پر سرشار نظر آتا تھا۔ اس نے میری طرف فخر کے انداز سے دیکھا اور بے رخی سے کہنے لگا۔ ''تیری مکتی اسی میں ہے کہ آج تو دیوتاؤں کے نام اپنے شریر کے خون کی بھینٹ دے۔ یہ پاربتی کے ایک سیوک کا حکم ہے۔''

پریتم لال کا جملہ پورا ہوتے ہی مجھے زور کی ابکائی آئی اور خون کی قے شروع ہو گئی۔ میرا کلیجا الٹنے لگا۔ مالا اور کلدیپ نے یہ خونیں منظر دیکھ کر دوسری طرف منہ پھیر لیے۔ میری آنکھوں میں اندھیرا پھیلنے لگا۔ خون تھا کہ برابر منہ سے جاری تھا۔ میں نے انکا کو دیکھا۔ وہ غمزدہ سی میرے منہ سے بہتے ہوئے خون کا ایک ایک قطرہ اپنے وجود میں منتقل کر رہی تھی۔ پریتم لال نے اسے اس کے آقا کا خون پینے پر مجبور کر دیا تھا۔ مالا اور کلدیپ نے پھر اپنی وحشت ناک نظریں میرے زرد جسم پر مرکوز کر دیں۔ مالا کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئی تھیں۔ خون میرے منہ سے نکلتا تھا اور کہیں غائب ہو جاتا تھا۔ اس کی بہت کم مقدار زمین پر گر رہی تھی۔ کلدیپ زیادہ دیر تک اس دلدوز اور دلخراش منظر کی تاب نہ لا سکتی۔ اس نے بڑھ کر پریتم لال کے چرن تھام لیے اور گڑگڑا کر بولی۔ ''مہاراج...... دیا کرو...... مہاراج۔ تمہاری داسی تمہارے آگے ہاتھ جوڑ کر بنتی کرتی ہے۔ مجھے جو چاہو سزا دے لو لیکن اسے اب شما کر دو۔''

''لڑکی۔ ہٹ جا۔ ہٹ جا۔'' پریتم لال کے لہجے میں کسی طوفان کی گھن گرج تھی۔ ''جانتی ہے تو کس کے لیے مجھ سے دیا مانگ رہی ہے؟''

''مہاراج۔'' کلدیپ مجسم التجا بن گئی۔ ''اسے شما کر دو مہاراج۔ اس کے بدلے تم مجھے حکم دو' میں اپنا ہر ایک بھینٹ کرنے کو تیار ہوں مہاراج تین میرے کارن تم اسے شما کر دو۔''

کلدیپ جھولی پھیلائے پریتم لال سے میری زندگی کی بھیک مانگتی رہی لیکن پریتم لال کسی سنگلاخ

چٹان کی طرح اپنی جگہ اٹل رہا۔ انکا نظریں جھکائے میرے حلق سے ابلنے والے خون سے اپنا وجود سیراب کرتی رہی۔ کٹیا میں کلدیپ کی دردناک فریاد گونج رہی تھی۔ وہ بار بار پریتم لال کے پیر تھام گڑگڑ گڑانے لگتی تھی۔ اس کا چہرہ گردن تک آنسوؤں سے تر ہو چکا تھا۔ مالا تصویر حیرت بنی کھڑی تھی۔ کلدیپ کی آہ وزاری نے اسے بھی چونکنے پر مجبور کر دیا۔ وہ سہمی سہمی آگے بڑھی...... اور پریتم لال کے سامنے گھٹنوں کے بل جھکتے ہوئے داسیوں کے انداز میں بولی۔ ''بابا۔ اب اس منش کو شما کر دو۔ مجھے وشواش ہے کہ یہ اب کسی استری کو بری نظر سے نہیں دیکھے گا۔''

پریتم لال نے تعجب کے ساتھ مالا کی سمت دیکھا پھر ہاتھ بلند کر دیا۔ اچانک میری ابکائیاں بند ہو گئیں اور انکا نے میرا خون پینا بند کر دیا۔ اس کے چہرے پر ندامت اور پشیمانی چھائی ہوئی تھی۔ وہ نظریں جھکائے غالباً پریتم لال کے دوسرے حکم کی منتظر تھی۔ میری نقاہت کا کچھ وہی لوگ اندازہ لگا سکتے ہیں جن کے جسم سے کبھی سیروں خون نکل چکا ہو۔ چند لمحے سناٹا طاری رہا، پھر پریتم لال نے حقارت سے انکا کی طرف دیکھ کر ہاتھ جھٹکا اور انکا تیزی سے کٹی سے باہر نکل گئی۔ مالا بڑے لاڈ سے چٹائی کے قریب بیٹھ گئی۔ کلدیپ کی بھیگی پلکوں پر اب بھی آنسوؤں کے قطرے چمک رہے تھے۔

''پاپی۔ میں مالا کے کہنے پر تجھے چھوڑتا ہوں۔ پرنتو ابھی تیرے کشٹ کا سمے ختم نہیں ہوا۔ جب تک میری آگیا نہ ہو تو یہاں سے کہیں نہیں جا سکے گا۔''

میں نے تشکر کی نظروں سے مالا کی طرف دیکھا۔ کچھ کہنا چاہا' لیکن زبان لڑکھڑا کر رہ گئی۔ ان حالات میں مجھے مالا کی ذات فرشتہ رحمت محسوس ہو رہی تھی۔ پریتم لال کے چہرے سے جھلاہٹ کے آثار کسی قدر معدوم ہو گئے تھے۔ وہ الجھے ہوئے انداز میں مجھ سے کہنے لگا۔ ''جا۔ میری کٹی سے باہر نکل جا۔ پرنتو اتنا دھیان رکھنا کہ اگر تو نے میری آگیا کے بغیر بھاگنے کی کوشش کی تو تیرا انجام خراب ہوگا۔''

میں کراہتا اور لڑکھڑاتا ہوا اٹھا۔ مجھے بری طرح چکر آ رہے تھے۔ ایک ایسے شخص کے لیے اٹھ کر چلنا ناممکن سا کام ہے جس کا خون نچوڑا جا چکا ہو مگر یہ پریتم لال کا حکم تھا۔ میں بڑی مشکل سے خود کو سنبھالتا ہوا آگے بڑھا اور کٹی سے باہر نکلتے ہی تیورا کر گر پڑا۔ ٹھیک اسی وقت انکا میرے سر پر آ گئی اور بولی۔ ''جمیل' مجھے افسوس ہے تمہاری یہ حالت مجھ سے نہیں دیکھی جاتی لیکن میرے مالک' میں اس علاقے میں بالکل بے بس ہو کر رہ گئی ہوں۔ تم یہ باتیں نہیں سمجھو گے۔''

مجھ میں جواب دینے کی ہمت نہ تھی۔ میں خاموش پڑا رہا۔

انکا نے کہا۔ ''مجھے یقین تھا کہ پریتم لال تمہیں شما کر دے گا اور میں یہ بھی جانتی ہوں کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے لیکن بتا نہیں سکتی کیونکہ اگر پریتم لال کو پتا چل گیا تو وہ مجھ پر برس پڑے گا۔ بس ذرا ہمت سے کام لو جمیل۔ تم نے وہ بات تو سنی ہوگی کہ ہر تکلیف کے بعد راحت ملتی ہے۔''

میرا جی قہقہے لگانے کو چاہا مگر اس وقت میں اشارے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اشارے حلق کی جانب انگلی اٹھائی تو انکا نے پیچ و تاب کھا کر کٹی کی طرف دیکھا پھر بولی۔ ''گھبراؤ نہیں جمیل۔ حوصلہ رکھو۔ میں تمہارے کھانے پینے کے لیے کچھ بندوبست کرتی ہوں۔''

میں اپنی بے بسی اور معذوری کی سرگزشت کہاں تک سناؤں۔ اب بھی ان اذیتوں کا تصور کر کے دل کانپ جاتا ہے۔ اگر میں پریتم لال کی ان سزاؤں کا احوال سنانے بیٹھ جاؤں جو مجھے دی گئی تھیں تو یہ سرگزشت طویل تر ہو جائے گی اور شاید کبھی ختم نہ ہو۔ چنانچہ میں درمیانی واقعات حذف کر رہا ہوں۔ نہ تو قلم میں اتنی طاقت ہے کہ یہ وہ بھیانک اور روح فرسا واقعات قلم بند کر سکے اور نہ سننے والے اس کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ سخت اور ہولناک سزائیں انسانی ذہن میں نہیں آ سکتیں' جمیل احمد کو انکا پر تصرف حاصل کرنے کے لیے غیر معمولی قربانیاں دینی پڑی ہیں۔ مجھے حیرت ہے کہ سانس کی نازک ڈوری ٹوٹی کیوں نہیں۔ میں نے کئی بار مرنا چاہا لیکن مر نہ سکا۔ شاید قسمت کو کچھ اور رنگینیاں دکھانا مقصود تھا۔

پریتم لال کے اس سبزے سے ڈھکے ہوئے پہاڑی علاقے میں مجھے گیارہ ماہ گزر گئے۔ انکا میرے ساتھ ہی رہی مگر سر پر ایک بوجھ کی طرح۔ وہ اس عرصے میں کئی بار ایک رات کے لیے مجھ سے دور ہوئی تھی۔ مالا کی سفارش سے مجھ پر سختیاں تو کم کر دی گئیں لیکن میری بربادی کے دن ختم نہیں ہوئے۔ میں دن رات کٹی کے قرب و جوار میں بھٹکتا رہتا۔ بظاہر میں آزاد تھا لیکن یہ ایسی آزادی تھی کہ میں اپنی مرضی سے کوئی اقدام کرنے سے قاصر تھا۔ مجھے اس دلکش سبزہ زار پر گھٹن کا شدید احساس تھا۔ کوئی مجھ سے بات کرنے والا بھی نہ تھا۔ بس انکا سے کبھی کبھی مایوسی کی باتیں ہو جاتی تھیں۔

ایک دو بار میں نے فرار ہونے کے امکانات پر بھی غور کیا لیکن انکا نے سختی سے منع کر دیا۔ کئی موسم آئے اور گزر گئے۔ میرے لیے ناہموار پہاڑیوں پر دن بھر بھٹکنے کے سوا اور کوئی کام نہیں تھا۔ رات آتی تو پریتم لال کی کٹی کے باہر ایک سمت آ کر پڑا رہتا۔ جنگلی مچھروں' دوسرے جانوروں اور سانپوں سے آشنائی ہو چکی تھی۔ میں نے اپنی دکھ بھری زندگی ختم کر لینے کے لیے کئی بار اپنے آپ کو جان بوجھ کر خطرے میں ڈالا مگر وہاں کے موذی جانور بھی جیسے پریتم لال کے پابند تھے۔ سانپ میرے سامنے سے گزر جاتے تھے' پسو میرے جسم سے کھیل کر واپس ہو جاتے تھے' کوئی جونک مجھ سے نہیں چمٹتی تھی۔ انکا میرے لیے خوراک کا بندوبست کرتی رہتی۔ مزید دو ماہ بعد میں چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تھا لیکن بے بسی اب بھی میرا مقدر تھی۔ ایک روز تنگ آ کر میں نے انکا سے پوچھا۔ ''کیا پریتم لال مجھے کبھی آزاد نہیں کرے گا؟''

''جمیل' کاش میں تمہیں اس بارے میں کچھ بتا سکتی۔'' انکا بے چارگی سے بولی۔ ''ہاں اتنا کہہ سکتی

ہوں کہ اب تم کسی عجلت اور حماقت کا مظاہرہ نہ کرنا۔ تم دیکھ چکے ہو کہ اس مقام پر صرف اور صرف پریتم لال کا حکم چلتا ہے۔ جمیل! میں اس سے پہلے اتنی مجبور کبھی نہیں ہوئی تھی۔ مجھے معاف کر دو۔ میں پریتم لال کا حکم ماننے سے انکار کر دیتی تو وہ پاربتی سے کہہ کر مجھے راکھ میں تبدیل کر سکتا تھا۔ اسے پاربتی نے مہان شکتیاں دان کی ہیں' اس کی پیشانی کا بل دیوتاؤں تک کو ان کا فیصلہ بدلنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ اس نے دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر کے دیوتاؤں کے دلوں میں جگہ بنالی ہے۔ پریتم لال نے آج تک کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ دنیا کی ترغیب اور لالچ سے بچتے رہنے اور دیوتاؤں کے گیان دھیان میں مگن رہنے کے باعث اس نے اس مقام پر اپنا آسن جمایا ہے۔ میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ وہ کوئی معمولی پنڈت پجاری نہیں ہے۔ وہ پریتم لال ہے۔''

''مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں انکا'' میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ ''مگر اب دھرماتما کیا چاہتا ہے؟''

دیکھتے جاؤ۔ جو کچھ ہو رہا ہے فی الحال وہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔''

''بہتر ہے؟'' میں نے زہرخند سے دہرایا۔ ''تم بھی میری بے بسی کا مضحکہ اڑا رہی ہو؟''

''کیا تم مجھ سے بدظن ہونے لگے جمیل؟'' انکا نے بے تابی سے کہا۔ ''مجھ پر بھروسا رکھو' وقت کا انتظار کرو۔ یہ دن گزر جائیں گے' اس وقت میں اس سے زیادہ کچھ نہیں بتا سکتی۔ میں بھی تمہاری ہی طرح بے بس ہوں۔''

چند مہینے اور گزر گئے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ اس لمبی مدت میں پریتم لال ایک بار بھی کٹی سے باہر نہیں آیا تھا۔ انکا نے مجھے اندر جانے سے منع کر دیا تھا۔ کلدیپ دن میں دو تین بار آتی لیکن وہ مجھ سے کوئی بات نہیں کرتی تھی۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی کا تسلط روز بروز گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ شاید پریتم لال نے کلدیپ پر بھی کچھ بندشیں عائد کر دی تھیں۔ وہ میرے قریب سے گزرتے وقت حسرت و یاس سے مجھے دیکھتی۔ اسے جھرجھری آ جاتی اور وہ خاموشی سے اپنے راستے پر چل دیتی۔ اس کی آنکھوں میں ایک تقدس پیدا ہو گیا تھا۔ مالا بھی کئی بار کٹی سے باہر نکلی لیکن وہ مجھ سے بے نیاز ہی رہتی۔ اس نے میری خواہش اور کوشش کے باوجود کبھی توجہ سے نہیں دیکھا تھا۔ جب میں اس عجیب قید سے بہت بیزار ہونے لگتا اور مجھ پر جنون طاری ہو جاتا تو انکا مجھے ہوش میں لے آتی۔ پریتم لال آخر کیا چاہتا ہے۔ میں ہر وقت یہی سوچتا رہتا لیکن کوئی بات میرے پلے نہ پڑتی۔ مالا اور کلدیپ دونوں اور نکھر گئی تھیں۔ مالا کی سحر طرازی قیامت ہو گئی تھی۔ اس کے شاہکار حسن نے مجھے اس نوبت کو پہنچایا تھا۔ اس کے کٹی سے باہر آنے پر میرے دل میں ایک کسک پیدا ہوتی' میں گداز محسوس کرتا' التجا آمیز نظروں سے اس کی جانب دیکھتا۔ ایک دو بار میں نے اسے مخاطب کرنا چاہا لیکن انکا نے میرے ہونٹوں کو جیسے سی دیا۔ میں تلملا کر رہ

بات کرنے کے لیے زبان ترس جاتی۔

اسی امید و بیم کی کیفیت میں دن گزر رہے تھے' ایک روز صبح جب میں بیدار ہوا تو نہ جانے کیوں مجھے محسوس ہوا جیسے کچھ ہونے والا ہے' ادھر انکا کی جاں فزا آواز میرے کانوں میں گونجی۔ ''جمیل' تمہیں پابندی کے دن اب ختم ہونے والے ہیں۔''

میں نے چونک کر انکا کی طرف دیکھا۔ وہ آج خلاف توقع ہشاش بشاش نظر آ رہی تھی۔ اس کی خوشی سے مجھ میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا بلکہ مجھے کچھ جھلاہٹ سی ہوئی۔ میں انکا سے کوئی طنز بھری بات کہنے والا تھا کہ کٹی کے اندر سے مالا کی سسکیاں بلند ہونی شروع ہوئیں۔ میں اس دن کے بدلے ہوئے حالات کو دیکھ کر تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے انکا سے مالا کے رونے کی وجہ دریافت کی تو اس نے کٹی کی طرف دیکھ کر بجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''قبل از وقت کوئی بات نہ پوچھو۔ میں اس وقت بہت اداس ہوں۔ کچھ دیر رکو۔''

میں انکا کی مصلحت نہ جان سکا۔ میں نے تشویش سے اسے دیکھا۔ اس کی خاموشی اور مصلحت پسندی نے مجھے متردد کر دیا تھا۔ اسی دوران کلدیپ حواس باختہ سی کٹی سے باہر نکلی اور ایک عرصے بعد مجھ سے مخاطب ہوئی۔ ''اندر چلو جمیل' مہاراج تمہیں بلا رہے ہیں۔''

یہ ''کیوں اور کیا'' کا محل نہیں تھا۔ کلدیپ کے چہرے کی اداسی اور خزاں زدگی بتا رہی تھی کہ معاملہ گھمبیر ہے۔ میں کھڑا ہو گیا اور آگے بڑھا۔ جب میں نے کٹی کے اندر قدم رکھا تو دیکھا کہ پریتم لال آنکھیں بند کیے چٹائی پر پڑا ہے۔ اس کے جسم کی ہڈیاں ابھر آئی تھیں' چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی' وہاں وہ وقار اور جلال نہ تھا جو میں نے پہلی بار دیکھا تھا۔ مالا پریتم لال کے سر پر سر رکھے بچوں کی طرح سسک رہی تھی۔ میں ایک لمحے میں حالات کی نوعیت سمجھ گیا۔ آہستہ آہستہ پریتم لال نے آنکھیں کھولیں۔ آج اس کی آنکھیں بے نور اور پتھرائی ہوئی تھیں۔ کچھ دیر تک وہ یونہی آنکھیں نچاتا رہا' غور سے میرا جائزہ لیتا رہا پھر مدھم آواز میں بولا۔ ''بالک میرے قریب آ جاؤ۔''

میں نے پھرتی سے قدم آگے بڑھائے اور پریتم لال کے قریب جا کر رکا۔ اس نے کہا۔ ''بیٹھ جاؤ۔'' میں سعادت مندی سے بیٹھ گیا اور اس کے لب پھر ہلنے لگے' اس نے کہا۔ ''میں نے جس کارن تمہیں روکا تھا' آج وہ سمے آ گیا ہے۔ میں آج تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

''مہاراج۔'' میرا دل بھر آیا۔ ''تم پراسرار اور بے اندازہ قوتوں کے مالک ہو۔ میری کیا مجال کہ آپ کی کسی بات سے انکار کر سکوں۔''

میرا جواب سن کر پریتم لال کی آنکھوں میں سرخی آ گئی لیکن فوراً ہی غائب ہو گئی۔ انکا نے مجھے سنبھل کر بات کرنے کے لیے ٹہوکا دیا۔ پریتم لال کے ہونٹ سکڑنے لگے۔ ''بالک ناراش نہ ہو' میں جانتا ہوں

کہ تمہارا من میری طرف سے میلا ہو گیا ہے' پرنتو میں نے تمہیں جو کشٹ دیا تھا وہ ٹھیک تھا۔ انکا دیوی نے بتایا ہوگا کہ دھرتی کے...... کسی منش کو مجھ سے کبھی کوئی شکایت نہیں رہی۔ میں منشوں سے بھاگ کر یہاں چلا آیا تھا اور گیان دھیان میں اپنا جیون بتا دینا چاہتا تھا۔ پرنتو یہ مالا میری بچی میرے درمیان آ گئی۔ اس مورکھ نے جب مجھے دیکھا تو اپنے جیون کی تمام خوشیوں سے منہ موڑ کر میرے چرنوں میں اپنی زندگی بتانے کی ٹھان لی۔ تم نے اس کے شریر کو ہاتھ لگا کر مجھے دکھ پہنچایا تھا۔ یہ ایک دیوی کی طرح پوتر ناری ہے' میرے اوپر اس کا بڑا بوجھ ہے' یہ آنے کو تو آ گئی مگر جو میں چاہتا تھا وہ نہ بن سکی۔ اپنے من کا میل دور کر دو بالک' میں تمہیں آج کچھ دان کرنا چاہتا ہوں۔''

پریتم لال کا بدلا ہوا رویہ اور نرم لہجہ میرے لیے حیرت انگیز تھا۔ وہ مجھ سے محبت اور شفقت کا برتاؤ کر رہا تھا۔ اب میرا دل آپ ہی آپ اس کی طرف کھنچ رہا تھا۔ میں نے سوچا ممکن ہے مجھ میں یہ کیفیت اس کی مافوق الفطرت قوتوں کے اثر سے پیدا ہو گئی ہو۔ میں متضاد خیالات سے دوچار تھا کہ پریتم لال بولا۔ ''میں جو کچھ کہہ رہا ہوں' اسے دھیان سے سنو بالک' میرے پاس سمے کم ہے' تمہارے سامنے یہ جو مالا کھڑی ہے' یہ بڑی سندر چھوکری ہے' یہ کوئی پجارن نہیں ہے' یہ ایک دھن دان باپ کی بیٹی ہے۔ اس کا باپ آج سے چار سال پہلے اپنی ایک بپتا لے کر اس کے ساتھ میرے پاس آیا تھا۔ اس مورکھ کو یہ جگہ اتنی پسند آئی کہ پھر اپنے پتا کے ساتھ واپس نہیں گئی۔ میری سیوا کے سوا کسی چیز سے دلچسپی نہیں تھی۔ اس کے ماتا پتا نے اسے یہاں سے لے جانے کی بہت کوشش کی مگر یہ ہرنی اس جنگل میں ایسی آئی کہ واپسی کو اس کا جی نہ چاہا۔''

پریتم لال کی زبانی مالا کے بارے میں یہ انکشافات سن کر مجھے بڑی حیرت ہوئی لیکن میں نے کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا' ہمہ تن گوش ہو کر اس کی جانب متوجہ رہا۔ وہ کہنے لگا۔ ''میں نے اسے بیٹی سمان دیکھا اور سمجھا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے بعد اسے کوئی تکلیف نہ ہو۔ میری اچھا ہے بالک کہ تم اس کا ہاتھ تھام لو۔ مجھے وشواش ہے' یہ تمہاری ساتھ بڑی سکھی رہے گی اور تمہیں بھی سکھی رکھے گی۔ میرے جانے کے بعد اس پہاڑی علاقے میں اس کا جی نہیں لگے گا۔''

پریتم لال کی اس پیش کش پر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ میں نے اسے اس طرح دیکھا جیسے مجھے اس کی بات کا یقین نہ ہو۔ جیسے نزع کی کیفیت میں اس کے منہ سے کوئی بات نکل گئی ہو۔ میں نے تذبذب سے پوچھا۔ ''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مہاراج؟

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ مالا کی قسمت میں یہی لکھا ہے۔'' پریتم لال نے یقین سے جواب دیا۔

''مگر میں...... میں' میں مہاراج۔ میں تو ایک بہت برا آدمی ہوں۔ مالا کے لیے مجھ سے اچھا بر مل سکتا ہے۔ تمہیں معلوم ہے کہ میرا ماضی کتنا تاریک اور بھیانک ہے۔ تم میرے ساتھ......'' میں نے جز بز

ہو کر کہا۔

''مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ مالا کو تجھ سے اچھا بر مل سکتا ہے پرنتو تو نے اس کے شریر کو ہاتھ لگا دیا ہے۔ اب وہ تیری ہے' کسی اور کی نہیں ہو سکتی۔'' پریتم لال نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

''مگر مہاراج' میرا نام جمیل احمد خان ہے اور اس کا نام مالا۔ تم نے یہ بھی سوچا؟'' میں نے پریشانی سے کہا۔

''ہونہہ۔'' پریتم لال مسکرایا۔ ''مجھے معلوم ہے تو کیا ہے۔ دھرم کی بات تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے کیا؟ مالا اپنے دھرم پر قائم رہے گی' تو اپنے دھرم پر قائم رہنا۔ اگر تیرا کوئی دھرم ہے۔''

''مہاراج۔'' میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا جواب دوں۔ پریتم لال نے اچانک ایک عجیب سی خواہش کا اظہار کر دیا تھا۔ کلدیپ میرے سامنے کھڑی تھی۔ وہ لڑکی جس نے میری خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا۔ گھربار' ماں باپ' وہ میری محبت میں کہاں سے کہاں آ گئی تھی۔ میں اسے کیسے نظر انداز کر دیتا۔ اس نے میرے لیے کتنے دکھ جھیلے تھے' اسیری کی زندگی گزاری تھی۔ میری وجہ سے اس نے پریتم لال کی داسی بن کر شب و روز اس کی خدمت کی تھی۔ میں محض چند لمحوں میں اس عظیم محسنہ کے احسانات کیسے فراموش کر سکتا تھا۔ میں خاموش رہا تو وہ کہنے لگا۔ ''کس وچار میں ہے بالک؟ کیا مالا رانی کو انگیکار کرنے میں تجھے کوئی جھجک ہے؟''

''مہاراج۔'' میں نے کن انکھیوں سے کلدیپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''میں تمہاری قید میں ہوں۔ تم عظیم قوتوں کے ذریعے مجھے ہر بات ماننے کے لیے مجبور کر سکتے ہو۔''

مالا کو حاصل کرنے کا خیال میں دل میں نہیں لا سکتا تھا۔ وہ حسین و جمیل لڑکی مجھے نذر کی جا رہی تھی۔ میں سمجھ رہا تھا یہ صرف ایک خواب ہے' بھلا مالا بھی میری زندگی میں آ سکتی ہے؟ وہ مالا جو پریوں کو شرماتی تھی اور جسے دیکھ کر پھول مسکرانے پر مجبور ہو جاتے ہوں۔ ایک طرف خوشی تھی تو دوسری طرف حسین کلدیپ سے جدائی کا خیال مانع تھا۔ رواداری اور مروت کے جذبات دل میں موجزن تھے۔ کلدیپ بھی کچھ کم حسین نہیں تھی۔ میں عجیب کشش و پنج میں مبتلا تھا۔

''اس سے جو وچار تجھے پریشان کر رہا ہے اسے دھیان سے نکال دے۔'' پریتم لال پھر بولنے لگا۔ ''کلدیپ کو من سے نکال دے۔ جسے ایک بار سچے دل سے دیوتاؤں کے گیان دھیان کا سواد آ جائے اس کے لیے منش کیا چیز ہیں۔ وہ سنسار کی جھوٹی خوشیوں کا بھید جان چکی ہے۔ مجھے معلوم ہے وہ تجھ سے پریم کرتی ہے۔ اس کا پریم سچا ہے' پر تو سمجھ لے کر تو نے اسے کھو دیا۔ میں نے مالا کے بدلے اسے تجھ سے مانگ لیا۔ وہ تجھ کو اپنے ہردے کے مندر میں سجائے سارا جیون تیری پوجا کرتی رہے گی۔ پر میری کٹی چھوڑ کر نہیں جائے گی۔ وہ ایک بڑی پجارن بنے گی۔ اسے پاربتی نے پسند کر لیا ہے۔ دیکھنا وہ اس سنسار میں

نام پیدا کرے گی۔''

میں نے کلدیپ کی سمت نظر اٹھائی۔ اس کے چہرے پر تقدس جھلک رہا تھا۔ وہ حوصلہ مند اور پرسکون نظر آرہی تھی۔ مجھے اندازہ ہوگیا کہ وہ پریتم لال کی اس تجویز اور پیشکش پر ناراض نہیں ہے' وہ مجھے الجھا ہوا دیکھ کر متانت سے بولی۔ ''جمیل۔ میں مہاراج کو وچن دے چکی ہوں کہ اپنا باقی جیون اسی کُٹی میں بتا دوں گی۔ مجھے یہاں جو سکون ملا ہے وہ کہیں نصیب نہیں ہوا تھا۔ میں تم سے پریم کرتی ہوں اور اس ناتے تم سے بنتی کرتی ہوں کہ مہاراج کی اچھا کا پالن کرو اور مالا رانی کا ہاتھ تھام لو۔ نرگس کے بعد بھی تمہیں ایک ناری کی ضرورت ہے۔'' یہ کلدیپ بول رہی ہے؟ میں گنگ اسے دیکھتا رہا۔ وہ اس وقت کسی عظیم دیوی کے روپ میں نظر آرہی تھی۔ وہ دیوی جس کی پرستش پر دل خود بخود آمادہ ہو۔ اس نے میری ساری مشکلیں حل کردیں۔ میرے پاس وہ جملے نہیں تھے جو اس کی قربانی پر اظہار تشکر کے طور پر ادا کیے جائیں۔ میرا دل چاہا کہ آگے بڑھوں اور محبت و قربانی کی اس دیوی کے سامنے سرنگوں ہو جاؤں۔ اس کے چہرے پر ملال یا سوگواری کی کوئی علامت نہیں تھی۔ میں اپنے دل میں اس کی عظمت و برتری کا احساس پا رہا تھا۔

''بالک' میرے جیون کا آخری سمے قریب آرہا ہے۔'' پریتم لال نے مجھے مخاطب کیا۔ ''میں مالا رانی کے ساتھ جہیز میں تمہیں کچھ نہیں دے رہا۔ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ میں نے دیوی دیوتاؤں کے ہزاروں جاپ کیے ہیں۔ پورا جیون اسی میں گزار دیا ہے۔ میں تمہیں مالا رانی کے علاوہ کچھ اور بھی دان کر رہا ہوں۔ تمہارے پاس انکا کی شکتی ہے' لیکن انکا آنی جانی چیز ہے۔ میں اپنی کچھ اور شکتی بھی تمہیں دان کر رہا ہوں۔''

پریتم لال نے اتنا کہہ کر کچھ پڑھنا شروع کردیا۔ اس نے چٹائی پر رکھے ہوئے تھیلے سے سفید کھریا مٹی جیسی کوئی چیز نکال کر اس پر دس بار نہ جانے کیا جنتر منتر پڑھ کر پھونکا پھر وہ سفید ٹکڑا میری طرف بڑھا کر کہا۔ ''لو بالک۔ اسے کھا لو۔ کنیا دان کے ساتھ کوئی ایسا جہیز بھی ہونا چاہیے تھا جو کوئی باپ اپنی بیٹی کو دے کر فخر محسوس کر سکے۔ میں نے جو چیز تمہیں دان کی ہے وہ پنڈتوں پجاریوں کو ورشوں پوجا پاٹ کرنے کے بعد بھی نہیں ملتی۔ اسے کھانے کے بعد تمہارے شریر میں ایک نئی شکتی پیدا ہوگی۔ تم بلوان ہو جاؤ گے اور پھر بلائیں قریب آنے کی ہمت نہ کرسکیں گی۔ تم سچے من سے میرا نام لے کر جو چاہو گے وہ اوش پورا ہوگا۔ پر ایک بات ہمیشہ دھیان میں رکھنا۔ اگر تم نے میری بیٹی مالا رانی کو دکھ دینے کی کوشش کی تو میری آتما بیاکل ہو جائے گی اور وہ یہ شکتی تم سے واپس لے لے گی جو میں تمہیں دان کر رہا ہوں۔''

''مہاراج۔ تمہارا حکم سر آنکھوں پر۔'' میں نے سفید کھریا مٹی نما شے جلدی سے دانتوں تلے دبا کر حلق سے نیچے اتار لی۔ اس کا ذائقہ بے حد کڑوا تھا۔ میں نے کہا۔ ''مجھے پر وشواش رکھو۔ میں مالا رانی کو

کبھی کوئی دکھ نہیں دوں گا۔'' میرے اقرار سے پریتم لال کے چہرے پر خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اس نے میرا ہاتھ تھامنے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا پھر مالا کا ہاتھ پکڑ کر میرے ہاتھ میں دیتے ہوئے بولا۔ ''بھگوان تم دونوں کو سکھی رکھے۔ جو اس کی اچھا تھی میں نے وہی کیا۔''

میں نے کن انکھیوں سے مالا کو دیکھا۔ اس کی نظریں جھک گئی تھیں اور بس نہیں چلتا تھا کہ وہ کسی طور کٹی سے باہر نکل جائے' حیا کی سرخی نے اس کا دلکش چہرہ گلنار بنا دیا تھا۔ اس کے لمس کی گرمی اتنی لذت آمیز تھی کہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ مالا مجھے مل سکتی ہے' ایک الہڑ لڑکی' سراپا حسن' تازہ شگفتہ' بہار کا پہلا پھول۔ اس کے بدن کی خوشبو میرے اعصاب پر چھا گئی اور میں وہ تمام اذیتیں بھول گیا جو پریتم لال نے مجھے دی تھیں۔ کلدیپ سے ایک لگاؤ' اس کی وفا شعاریوں کے احساس اور اس کی موجودگی کے باوجود میں مالا کے ساتھ سنہرے دن گزارنے اور اس سے بڑے بڑے وعدے کرنے کے لیے مضطرب تھا۔ میں اپنی قسمت پر نازاں تھا اور آنے والے دنوں میں مالا کے ساتھ رہنے کا نشہ مجھ پر چھایا ہوا تھا کہ کلدیپ کی ایک چیخ میرے خوابوں کا شیرازہ منتشر کر گئی۔ میں نے چونک کر دیکھا۔ کلدیپ پریتم لال کے اکڑے ہوئے جسم سے لپٹی سسک رہی تھی۔ مالا کو حقیقت حال کا علم ہوا تو وہ بھی بین کرنے لگی۔ پریتم لال کو جدا ہوئے چند لمحے گزرے تھے کہ اس کا جسم بری طرح اکڑ گیا۔ کٹی اب ماتم کدے میں تبدیل ہو گئی تھی۔ میں نے انکا کی طرف نظر کی۔ پریتم لال کی موت نے اس کے پر اسرار وجود کو بھی مغموم کر دیا تھا۔

اور پھر ایک ہفتے تک میں اسی پہاڑی پر رہا۔ پریتم لال کا کریا کرم مجھی کو کرنا پڑا۔ میرے لیے یہ عجیب سا کام تھا مگر انکا ہدایت کے لیے موجود تھی۔ کلدیپ نے چتا کی راکھ اپنے بدن پر مل کر کٹی سنبھال لی۔ وہ ہر وقت چٹائی پر بیٹھی نہ جانے کیا جاپ کرتی رہتی تھی۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر دل بہت کڑھتا تھا مگر یہ معلوم ہوتا تھا جیسے اس نئے منصب پر وہ بہت خوش ہو۔ اس کے چہرے کی پاکیزگی اور تقدس اس بات کا پتا دیتے تھے۔ ایک ہفتے بعد جب میں رخصت ہونے لگا تو کلدیپ نے گلوگیر لہجے کے ساتھ مالا کو رخصت کیا اور خلوص سے دعائیں دیں۔ اس نے کہا۔ ''جمیل' تمہیں نیا جیون مبارک ہو۔ مالا نرگس کی کمی دور کر دے گی۔ کبھی کبھی مجھے بھی یاد کر لیا کرنا۔''

میں نے اس کے ہاتھ پکڑ لیے۔ میرا دل چاہتا تھا کہ آج بہت روؤں اور مالا کو چھوڑ کر کلدیپ کو ساتھ لے جاؤں۔ وہ کچھ ایسے رقت انگیز انداز سے ہمیں رخصت کر رہی تھی کہ فولاد بھی نرم پڑ جاتا۔ میں نے اس کے مرمریں ہاتھ کو بوسہ دیا اور اپنی آنکھوں سے لگا لیا۔ رخصت کے وہ لمحات بڑے کرب ناک تھے۔ مالا کلدیپ سے جدا ہو کر اس کی یاد میں تڑپتی رہی لیکن پھر محبت نے اسے سکون پہنچایا۔ اس کے چہرے پر نکھار واپس لوٹ آیا۔ شہر واپس آکر میں اس ہوٹل میں گیا' جہاں میرا سامان اور نقدی موجود تھی۔ مینجر طویل عرصہ گزر جانے کے بعد مجھے دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔ میرے کپڑے تار تار ہو چکے تھے۔ میں نے اس

سے اپنا سامان طلب کیا تو وہ آئیں بائیں شائیں کرنے لگا۔ نتیجتاً مجھے انکا کو اشارہ کرنا پڑا اور اسی دن شام تک میں پھر اعلیٰ درجے کے لباس پہننے اور عمدہ کمرے میں ٹھہرنے کے قابل ہوگیا۔ جب انکا ساتھ ہوتی تو روپے پیسے کی کبھی کمی نہیں ہوتی تھی۔ مالا کو قیمتی ساڑیاں پہنائی گئیں۔ میں نے اس کا عروسی جوڑا سلوایا۔ جب اس نے وہ جوڑا پہنا تو اسے دیکھ کر میں آنکھیں پٹ پٹانے لگا۔ وہ اتنی دلکش اور نازک لگ رہی تھی کہ صرف دیکھنے اور گفتگو کرنے کو جی چاہتا تھا۔ عجیب بات یہ تھی کہ مکمل تنہائی اور تمام تر شدتوں کے باوجود میرا دل کہتا تھا کہ ابھی اور انتظار کرو۔ ابھی اور ٹھہرو۔ اس کلی کی بہار دیکھو' اس نوخیر شباب کو پہلے جی بھر کر دیکھ لو' وہ کلی ہی رہی۔ وہ میری حیرانی دیکھ کر پوچھتی۔ ''یہ تم مجھے سامنے بٹھا کر کیا تکتے رہتے ہو۔؟ میں جواب دیتا۔ میں قدرت کی حسین صناعی کی داد دے رہا ہوں۔'' سوچتا تھا کہ میں اس کے قابل نہیں ہوں۔ اسے سر کرنے کا مجھے حق نہیں ہے۔ اگر میں یہ پھول اپنے سینے پر آویزاں کرلوں تو کہیں اس کی دلکشی ماند نہ پڑ جائے' سو میں نے بہت ضبط کیا۔ وہ دوشیزہ تھی' دوشیزہ ہی رہی لیکن پھر ایک شب ضبط کے یہ بندھن آخر ٹوٹ گئے۔ دل اس کے حسن کے وار برداشت نہ کرسکا۔ وہ میرے وجود پر چھا گئی۔ میں وہ لذت آفرین اور حیات پرور دن کبھی نہیں بھول سکتا۔ انکا کی تیزی وطراری بھی واپس آ چکی تھی۔ ایک روز جب مالا غسل کر رہی تھی تو اس نے مجھ سے کہاں۔ ''جمیل' تم تو مالا میں ایسے کھو گئے کہ ہماری پوچھ گچھ بھی گئی۔''

میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ ''تم کیا مجھ سے علیحدہ چیز ہو؟ میں تو سمجھتا ہوں تم میرا احساس ہو' جب میں محسوس کرتا ہوں تو تم بھی محسوس کرتی ہوگی۔''

''یہ تو ٹالنے والی بات ہوگئی۔'' انکا نے شگفتگی سے کہا۔

''انکا۔ مالا نے زندگی ہی بدل دی ہے' واقعی میں نے ایسا کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔'' میں نے جذباتی ہو کر کہا۔

''جمیل مالا کے ساتھ ساتھ پریتم لال نے جو قوت تمہیں دان کی ہے اس کے مقابلے میں بڑے بڑے بلوانوں کی شکتی بھی ہیچ ہے۔ اگر تم نے مالا کا ہاتھ تھامنے سے انکار کردیا ہوتا تو پریتم لال مرنے سے پہلے تمہیں جلا کر بھسم کردیتا۔ یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنا کہ مالا کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے ورنہ حالات خراب ہو سکتے ہیں۔''

''مالا کو کون کا فر دکھ دے سکتا ہے۔ تم تو بعض اوقات پاگل پنے کی باتیں کرنے لگتی ہو۔ میں تم سے خود کہہ رہا تھا کہ مالا کو کوئی شکایت نہ ہونے پائے۔ مالا تو انکا' بہار ہے۔ بہار کی کون طلب نہیں کرے گا۔ میں سوچتا ہوں میں نے زندگی اب شروع کی ہے۔''

''تم نرگس کو اتنی جلدی بھول گئے؟ یہ مرد بھی بڑے ہرجائی ہوتے ہیں۔ ہر حسین عورت کے بارے

میں ایسی باتیں کہتے ہیں۔''

''انکا' نرگس کا ذکر تم نے بے وقت چھیڑ دیا۔'' نرگس کا نام سن کر میں تڑپ گیا اور دل مسوس کر بولا۔ ''نرگس کی بات اور تھی' مالا کی بات اور ہے۔ تم نے اچھا کیا جو مجھے چونکا دیا۔ اری پگلی۔ نرگس کو کون بھول سکتا ہے۔ مالا نے کچھ ایسا جادو کردیا ہے کہ میں خود کو بھول گیا ہوں۔ یہ بھی بھول گیا ہوں کہ ابھی مجھے بدری نرائن سے انتقام لینا ہے۔ وہ بدری نرائن جس نے میری معصوم نرگس کو مجھ سے چھین لیا تھا۔ چلو انکا۔ سامان باندھتے ہیں۔ یہاں سے چلتے ہیں اور اس کمینے پنڈت کو ٹھکانے لگاتے ہیں۔ میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گا۔''

انکا میری سنجیدگی اور جھلاہٹ پر ایک سرد آہ بھر کر پھر بولی۔ ''جمیل' بہتر ہے کہ بدری نرائن سے پہلے تم اپنے ایک اور دشمن سے مل لو' وہی تربینی داس۔ وہ بڑا مکار اور فریبی ہے۔ اس نے تمہیں پریتم لال کا پتا اسی لیے دیا تھا کہ تم مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ اور وہ چین کی بنسری بجاتا رہے۔ پہلے تمہیں اس کمینے کا حساب چکانا ہوگا۔''

''تم نے مجھے اسی وقت کیوں نہیں بتایا تھا انکا؟'' میں غصے سے پیچ و تاب کھا کر بولا۔ ''میں اسی دن حرام زادے کا ٹیٹوا دبا دیتا۔''

''مجھے اس کا خیال اس وقت آیا تھا جمیل' جب تم مالا سے دست درازی میں مصروف تھے۔ میں تمہیں حالات سے باخبر کرنا چاہتی تھی لیکن موقع نہیں مل سکا تھا۔ حالات اچانک ہمارے خلاف ہو گئے تھے۔ ایسے اگر مالا کا واقعہ درمیان میں نہ ہوتا تو شاید پریتم لال ہماری درخواست رد نہ کرتا۔''

مالا کے آجانے سے باتوں کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ میں کچھ بے چین سا ہوگیا تھا۔ مالا نے میری کیفیت دیکھی تو گھبرا گئی۔ تربینی داس اور بدری نرائن کے ذکر نے طبیعت بہت مکدر کردی تھی۔ مالا نے پریشانی کی وجہ پوچھی تو میں نے اسے ٹال دیا اور کہا آج شام ہم میسور سے روانہ ہو رہے ہیں۔

اسی شام کو پہلی گاڑی سے میں پونا روانہ ہوگیا۔ مالا سے کوئی تذکرہ کرنا مناسب نہیں تھا۔ پونا پہنچ کر میں نے ایک بار پھر اسی ہوٹل میں قیام کیا جہاں پہلے بھی دو بار رہ چکا تھا۔ ہوٹل والے میری فراخ دلی سے واقف تھے۔ انہوں نے بڑے تپاک سے مجھے خوش آمدید کہا۔ مالا کو دیکھ کر وہ چونکے مگر امراء سے اس قسم کی باز پرس مناسب تصور نہیں کی جاتی ہے۔ مالا کو ہوٹل میں چھوڑ کر میں نے اس سے ایک پرانے دوست سے ملنے کا عذر کیا اور تربینی کی حویلی کی سمت چل پڑا۔

اس وقت رات کے نو بجے ہوں گے جب میں تربینی کی حویلی پر پہنچا۔ انکا نے میرے سر سے اتر کر حویلی کے چوکیدار کو غافل کردیا تھا اس لیے مجھے اندر داخل ہونے میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی۔ میں سیدھا تربینی کی خواب گاہ میں گیا۔ وہ دروازہ اندر سے بند تھا۔ میں نے چابی والے سوراخ سے اندر

جھانکا تو میرا خون کھول اٹھا۔اس کا وہی انداز تھا' وہی ٹھسا تھا۔ایک حسین لڑکی اس کے پہلو میں بیٹھی تھی اور میز گلاسوں اور بوتلوں سے بھری ہوئی تھی۔لڑکی بے حیائی سے تربینی کے گلے میں بانہیں ڈالے التفات کی باتوں میں مصروف تھی۔تربینی کی یہ نشاط گاہ گویا اب بھی روز بجتی تھی۔اپنے اس بدترین دشمن کے باعث مجھے ڈیڑھ سال تک میسور کی پہاڑیوں میں اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا اور میرے برے دنوں کا آغاز بھی اسی کے سبب سے ہوا تھا۔اسے عیش وعشرت میں دیکھ کر میرا دماغ الٹ گیا۔میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ' کھڑے ہوکر پوری قوت سے دروازے پر لات ماری۔

''کون بدتمیز ہے؟''تربینی کی آواز آئی۔

''میں ہوں تیرا باپ جمیل احمد خان۔دروازہ کھول۔''

میری گرج دار آواز سن کر ضرور تربینی کی سٹی گم ہوگئی ہوگی' چند لمحوں تک دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں ملا پھر دروازہ کھول دیا گیا۔میں لپک کر اندر داخل ہوا تو غصے کے بجائے مجھے ہنسی آگئی۔میز پر رکھی ہوئی شراب اور گلاسوں کی جگہ اس وقت کوئی کتاب رکھی ہوئی تھی۔لڑکی یقیناً ملحق کمرے میں چلی گئی ہوگی کیونکہ اس کا دروازہ نیم وا تھا۔تربینی نے میری آواز سن کر یہ ڈھونگ رچالیا تھا۔ابھی میں کمرے کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ تربینی ممکنہ عجلت سے میرے پاس آیا اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔''پرنام خان صاحب۔آیے پدھاریے۔''

میں نے تربینی کا چہرہ غور سے دیکھا۔اس کی آنکھوں سے حیرت اور بوکھلاہٹ مترشح تھی۔چہرہ اس وقت زرد پڑ گیا تھا۔جب اس نے دروازے پر میری صورت دیکھی تھی۔میں دل ہی دل میں تاؤ کھاتا ہوا ایک صوفے پر بیٹھ گیا اور نرم لہجے میں بولا۔''سناؤ تربینی داس جی۔کیا حال چال ہیں تمہارے؟ کیسی گزر رہی ہے آج کل؟''

''آپ کی کرپا ہے خان صاحب۔''تربینی داس نے لجاجت سے جواب دیا۔''بس گزر رہی ہے۔''

''بہت بدلے بدلے نظر آرہے ہو تربینی جی۔آج تو یہ خواب گاہ بھی سونی پڑی ہے۔کوئی تتلی نظر نہیں آرہی ہے۔پنچھی کہاں اڑ گئے۔''

''رام' رام خان صاحب۔''تربینی نے کانوں کو ہاتھ لگا کر کہا۔''وہ سب کس بل نکل گئے۔اب توبہ کرلی ہے۔بس بھگوت گیتا اور رامائن پڑھتا رہتا ہوں۔''

''جمیل۔''انکا نے میرے کانوں میں سرگوشی کی۔''برابر والے کمرے میں ایک سندر لڑکی موجود ہے۔تمہاری آواز سن کر اس نے اسے چھپادیا تھا۔''

میں نے اثبات میں سر کو جنبش دی پھر تربینی سے کہا۔''میں تمہارا شکریہ ادا کرنے آیا تھا تربینی۔تم نے پریتم لال کا پتا بتا کر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے۔اس نے میری بڑی مدد کی۔''

تربینی میری بات سن کر چونکا پھر کھسیانی ہنسی ہنس کر بولا۔''خان صاحب' میں آپ کی سیوا کرنا اپنا دھرم سمجھتا ہوں۔جو کچھ میرے پاس ہے' سب آپ کا دیا ہوا ہے۔یہ بتایئے کہ آپ کیا پئیں گے۔چائے کافی یا ٹھنڈا؟''

''میں یہاں کچھ اور ہی پینے کے ارادے سے آیا ہوں۔''میں نے طنزاً کہا۔

''اچھا اچھا' میں سمجھا۔''تربینی بھونڈے انداز میں ہنسنے لگا۔

''تربینی۔تمہارا خون پیا جائے تو کیسا رہے گا؟''میں نے اطمینان سے پوچھا۔

''کھی کھی کھی۔آپ کے لیے تو جان بھی حاضر ہے۔''تربینی جھینپ کر بولا۔

''اچھا چھوڑو۔یہ بتاؤ کہ تم اپنے لیے کون سی سزا پسند کروگے؟''

''جی۔جی یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں خان صاحب؟''وہ بوکھلا کر بولا۔

میں نے اسے قہر آلود نظروں سے دیکھا۔''کمینے' کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ ایک دن تیرا جھوٹ کھل جائے گا۔تو اپنی موت کو بھول گیا؟''

''خ......خ خان صاحب۔''تربینی پر رعشہ طاری ہوگیا۔''مم میں ...... آپ سے فریب نہیں کیا تھا' خان صاحب وشواش کیجیے۔میں آپ کا متر ہوں۔''

''کمینے۔میری آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کرتا ہے' میں تجھے بتاؤں گا کہ میں کیا ہوں۔''

میں غصے سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔تربینی کے بال پکڑ کر اسے جھٹکا دیتے ہوئے میں نے کرخت لہجے میں کہا۔''تو سمجھتا تھا کہ مجھے خطروں میں پھنسا کر تو آرام سے زندگی بسر کرے گا؟ اور یہاں تو اب بھی میرے زندہ ہوتے ہوئے رنگ رلیاں منا رہا ہے؟ میری آواز سنی تو اپنی بہن کو دوسرے کمرے میں چھپادیا؟ سن او مکار پنڈت۔آج میں یہاں وقت ضائع کرنے نہیں آیا ہوں۔''میرے ذہن میں پریتم لال کی دی ہوئی تمام اذیتیں تازہ ہوگئیں اور غیظ کی شدت سے میری مٹھیاں بھینچ گئیں۔''آج تیری عیاری کا آخری دن ہے۔میں تجھے معذور کر کے سڑکوں پر بھیک مانگنے پر مجبور کردوں گا۔تو ایڑیاں رگڑ رگڑ کر غلاظتوں میں مرجائے گا۔وہی تیرے لیے مناسب جگہ ہے۔''

''خان صاحب' مجھے شما کردیجیے۔''تربینی میرے پاؤں پکڑ کر باقاعدہ رونے لگا۔

''پچھلی باتیں یاد کر فریبی!''میں نے انتہائی حقارت سے جواب دیا۔''کم بخت تو نے بھی کبھی میرے حال پر کوئی ترس کھایا تھا؟ تو نے مجھے برباد کرنے میں کون سی کسر چھوڑی تھی؟''

''وہ میری بھول تھی خان صاحب۔''تربینی نے میرے قدموں پر سر پھوڑنا شروع کردیا۔''اب میں توبہ کرتا ہوں۔مجھے معاف کردیجیے۔''

اس کی گڑگڑاہٹ سے میرا غصہ اور شدید ہوگیا تھا۔تربینی کے خلاف میرے دل میں جو نفرت تھی وہ

اس التجا اور عاجزی سے کیسے دور ہو سکتی تھی۔ میں نے ٹھوکر مار کر تربینی کو فرش پر دھکیلا اور اچھل کر اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ تربینی نے سر پر موت منڈلاتے دیکھی تو بلبلانے لگا لیکن میں جیسے بہرا ہو چکا تھا۔ میں نے پہلے پوری قوت سے دس بارہ تھپڑ اس کے منہ پر مارے پھر انگلیاں اس کی دائیں آنکھ میں گڑ دیں۔ تربینی کسی ذبح کیے ہوئے بکرے کی طرح میرے نیچے پڑا ہاتھ پاؤں مارتا رہا تھا لیکن مجھ میں اس وقت بلا کی قوت آ چکی تھی۔ میں نے انگلیاں اس کی آنکھ کے حلقے میں گڑو کر باہر کھینچیں تو اس کی آنکھ حلقے سے باہر نکل آئی۔ اس کا چہرہ خون سے تر ہو گیا۔ اس کی کربناک چیخیں در و دیوار ہلا رہی تھیں۔

مجھے اس پر مطلق رحم نہیں آیا۔ اسے فرش پر تڑپتا چھوڑ کر میں تیزی سے اٹھا۔ مجھ پر جنون سوار تھا۔ میں نے آتش دان کے قریب رکھی ہوئی لوہے کی وہ سلاخ اٹھائی جس سے آتش دان کی راکھ کریدی جاتی ہے' پھر پلٹ کر تربینی کے قریب آیا اور دیوانوں کی طرح وہ چھڑ اس کے گھٹنوں پر مارنے لگا۔ تربینی درد کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گیا لیکن سلاخ اس پر اس وقت تک برستی رہی جب تک تربینی کے دونوں گھٹنے چور چور نہ ہو گئے۔ تربینی کو خون میں لت پت چھوڑ کر میں نے سلاخ پھینکی اور واپسی کے ارادے سے پلٹا۔ انکا نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ ''جمیل' دوسرے کمرے میں ان واقعات کا ایک عینی شاہد موجود ہے۔ ایک حسین اور صحت مند لڑکی۔ میں بہت دنوں سے پیاسی ہوں میرے مالک۔''

انکا کے اس انداز کا مطلب مجھے معلوم تھا۔ اس لڑکی کو میں بالکل فراموش کر بیٹھا تھا جسے تربینی نے میری آواز سن کر دوسرے کمرے میں چھپا دیا تھا۔ انکا کے ٹوکنے پر مجھے خیال ہوا کہ وہ میرے لیے خواہ مخواہ خطرے کا باعث بن سکتی ہے۔ ممکن ہے اس نے دوسرے کمرے میں چھپ کر مجھے دیکھ بھی لیا ہو۔ میں نے بڑھ کر دوسرے کمرے میں قدم رکھا تو اس کا سارا بدن پسینے میں نہایا ہوا تھا اور کپڑے بدن سے چپک گئے تھے۔ مجھے سامنے دیکھ کر وہ گھگیانے لگی اور لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔ ''بھگوان کے لیے مجھے مت مارو۔ میں بے قصور ہوں۔ میں تمہاری ہر آشا پوری کرنے کو تیار ہوں۔''

''شادی شدہ ہو؟'' میں نے اس کی بات کو نظر انداز کر کے پوچھا۔

''نہیں۔ البتہ میری منگنی ہو چکی ہے۔ اگلے ماہ میرا بیاہ ہونے والا ہے۔'' لڑکی نے گڑگڑا کر جواب دیا۔ ''بھگوان کے لیے مجھے مت مارو۔ میں وچن دیتی ہوں کہ تمہارا راز کسی پر ظاہر نہیں کروں گی۔''

''اس کی باتوں میں نہ آنا جمیل۔'' انکا نے جلدی سے کہا۔ ''یہ کوئی معمولی فاحشہ نہیں ہے۔ اس کی شناسائی یہاں کے پولیس افسروں سے بھی ہے۔ اگر اس وقت تم نے اسے چھوڑ دیا تو تم خطروں میں گھر جاؤ گے...... پھر میرے حلق میں کانٹے بھی تو پڑ رہے ہیں۔ میں مری جا رہی ہوں جمیل۔ اپنی انکا کا خیال کرو۔''

میں انکا کا مشورہ مان کر آگے بڑھا تو لڑکی کمرے میں اِدھر اُدھر بھاگنے لگی۔ وہ ہذیانی انداز میں چیخنے

چلانے لگی لیکن وہ جاتی کہاں' جلد ہی میں نے اسے جا لیا۔ وہ تھر تھر کانپنے لگی۔ اس کی آنکھیں جیسے حلقوں سے باہر نکل پڑیں۔ پھر یکایک اسے نہ جانے کیا ہوا کہ اس نے اپنے کپڑے پھاڑنے شروع کر دیئے۔ شاید وہ میری توجہ اپنے سڈول بدن کی جانب مبذول کرانا چاہتی تھی لیکن اس کے اس عمل سے میرا غصہ اور تیز ہو گیا۔ اسی چیخ و پکار میں دروازے پر دستک ہونے لگی۔ دربان زور زور سے دروازہ پیٹ رہا تھا۔ لڑکی نے اور زور سے چیخنا شروع کر دیا۔ اسی لمحے انکا نے مجھ سے کہا۔ ''جمیل۔ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ میں دربان کے سر پر جا کر تمام کام سنبھالتی ہوں۔''

قریب تھا کہ دربان دروازہ توڑ دیتا' میں نے انکا سے کہا۔ ''اب تم اسے سنبھالو۔ دربان اور اس لڑکی کو خاموش کرنا تمہارا کام ہے۔''

انکا ایک لمحے میں میرے سر سے غائب ہو گئی۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ مجھے معلوم تھا کہ انکا دربان کے سر پر گئی ہو گی۔ جیسے ہی دروازہ کھلا' خوف زدہ لڑکی بے تحاشا دروازے کی طرف بھاگی اور دربان کے پہلو سے چپک گئی۔ دربان نے میری طرف نہیں دیکھا۔ اس نے از خود رفتہ ہو کر لڑکی کو اپنی آغوش میں سمیٹ لیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ اس کے بعد کیا ہو گا اب میرا وہاں رکنا بے سود تھا چنانچہ میں دبے قدموں وہاں سے چلا آیا۔

اب یہ واقعہ بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ دوسرے دن اخباروں نے تربینی کے گھر ہونے والے اس خونی حادثے کے بارے میں کیسی دلچسپ اور ہنگامہ خیز خبریں شائع کیں۔ میں کوئی چار روز اور پونا میں رہا۔ پونا میں کلدیپ کی یاد رہ رہ کر آئی۔ یوں پونا میں صرف ایک مرتبہ اور آنے کا اشتیاق تھا تاکہ میں تربینی کو بھی اپنی طرح' یہاں کی سڑکوں پر بھیک مانگتے دیکھوں۔ انکا کو میں نے ہدایت کر دی تھی کہ وہ تربینی کی تمام دولت وغیرہ پر نگاہ رکھے اور جب وہ اسپتال سے واپس آئے تو اس کے پاس سر چھپانے کا کوئی ٹھکانا نہیں ہونا چاہیے۔ یہ اطمینان کرنے کے بعد میں کلکتے روانہ ہو گیا۔ مالا کو اس کا علم نہیں تھا کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ راستے میں جب میں نے اسے اپنی منزل بتائی تو وہ اداسی سے بولی۔ ''بھگوان کے لیے کلکتے کے بجائے کہیں اور چلو۔''

''کیوں؟'' میں نے اسے اداس دیکھ کر پہلو میں سمیٹ لیا۔

''بابا نے تمہیں شاید یہ نہیں بتایا تھا کہ میرے ماتا پتا اور کنبے کے دوسرے لوگ کلکتے میں رہتے ہیں۔ اگر انہوں نے مجھے تمہارے ساتھ دیکھ لیا تو بہت برا ہو گا۔ میرا سکھ چین غارت ہو جائے گا۔'' مالا نے میرے سینے پر سر رکھتے ہوئے کہا۔

میں نے اسے سمجھایا۔ ''تمہاری طرف کوئی آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ میرا نام جمیل احمد خان ہے۔ تم کیوں پریشان ہوتی ہو' تمہارے لیے تو میں جان پر کھیل جاؤں گا۔''

"تم نہیں جانتے۔ تمہیں ساتھ دیکھ کر وہ لوگ ایک طوفان برپا کر دیں گے۔ وہ بہت ظالم لوگ ہیں جمیل۔"

مالا برابر اصرار کرتی رہی کہ میں کلکتے کا سفر ترک کردوں لیکن میں نے کسی نہ کسی طرح اسے سمجھالیا۔ اگر وہ نہ مانتی تو بھی میں کسی قیمت پر یہ سفر ترک نہ کرتا۔ میرے سامنے اب ایک سنہری زندگی بانہیں پھیلائے کھڑی تھی۔ انکا' پریتم لال کی دان کی ہوئی مالا' اس کی شکتیاں' بمبئی میں کوٹھی' مال و دولت' لیکن ان سب چیزوں سے مکمل لطف اٹھانے کے لیے ضروری تھا کہ میں سینے کا وہ بوجھ اتار دوں جو نرگس کی ظالمانہ موت کے بعد بدری نرائن نے مجھ پر لاد دیا تھا۔ میں اس روز پنڈت سے انتقام لینا چاہتا تھا جس نے میری زندگی کی سب سے قیمتی چیز مجھ سے چھین لی تھی۔ پریتم لال کی دی ہوئی شکتی اور انکا کی پراسرار قوتوں کی وجہ سے مجھے قوی امید تھی کہ اب میں کالی کے مندر میں داخل ہو کر بدری نرائن کو مار سکتا ہوں۔

گاڑی کلکتے کی طرف رواں دواں تھی۔ رات کا وقت تھا۔ ڈبے میں میرے اور مالا کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ ٹرین ایک اسٹیشن پر رکی۔ فرسٹ کلاس کے ڈبے میں رات کے وقت مسافروں کو زحمت نہیں دی جاتی مگر میرے ڈبے کا دروازہ زور زور سے پیٹنے کی آواز آرہی تھی۔ میں نے جھلا کر دروازہ کھولا تو تین مسافر کھڑے دیکھے۔ انہوں نے میرے دروازے پر نمودار ہوتے ہی معذرت خواہانہ اور التجائی لہجے میں کہا۔ "جناب' ہمیں اگلے اسٹیشن پر اترنا ہے' گاڑی چلنے والی ہے۔ اس وقت کوئی شخص ہمیں جگہ نہیں دے گا' ازراہ کرم آپ ہمیں اجازت دے دیجئے۔"

میں نے تامل کیا۔ "لیکن جناب میرے ساتھ ایک خاتون بھی ہے۔"

ان میں سے ایک نے بڑے شائستہ لہجے میں کہا۔ "محترم خاتون ہماری بہن کی جگہ ہیں' یقین کیجئے ہم انہیں کوئی زحمت نہیں دیں گے۔"

ان کی درخواست جاری تھی کہ ٹرین چلنے لگی۔ اب یہ ناممکن تھا کہ میں انہیں منع کر دیتا۔ مجبوراً انہیں اندر آنے کی اجازت دینی پڑی۔ میں خود مالا کی سیٹ پر چلا گیا۔ اگلے اسٹیشن تک کوئی ایک گھنٹے کا فاصلہ تھا۔ وہ تینوں بہت ندامت سے سامنے والی نشست پر بیٹھ گئے اور بار بار معذرت طلب کرنے لگے۔ انکا اس وقت سوئی ہوئی تھی۔

گاڑی چلے ہوئے ابھی پانچ منٹ ہی گزرے تھے کہ مالا نے مجھ سے کہا۔ "تم اس شخص کو دیکھ رہے ہو؟ یہ بار بار مجھ پر الٹی سیدھی آنکھیں ڈالنے لگتا ہے۔ صورت ہی سے بدمعاش معلوم ہوتا ہے۔"

میں نے مالا کے اشارے پر اس نوجوان کی طرف دیکھا۔ وہ مسلسل مالا کو تکے جا رہا تھا۔ کچھ سوچ کر میں نے اپنے سر کو جھٹکا دیا۔ انکا ہڑبڑا کر جاگ گئی۔ میں نے دل ہی دل میں اس سے کہا۔ "ذرا اس

نے والے نوجوان پر نگاہ رکھو۔"

"ارے جمیل' یہ تم نے کیا کیا۔" انکا تیزی سے بولی یہ تینوں بدمعاش بری نیت سے اس ڈبے میں ل ہوئے ہیں پہلے ان کا ارادہ تمہیں لوٹنے کا تھا مگر مالا کو دیکھ کر ان کے دلوں میں کچھ فتور آگیا ہے۔ تم نہیں اندر آنے کیوں دیا؟"

"ان کے تو ہوش ٹھکانے آجائیں گے۔" میں نے غصے سے کہا "میں ان تینوں سے نمٹ لوں گا۔"

"ان کے پاس ریوالور اور چھرے ہیں۔ احتیاط سے کام کرنا ہوگا۔ عجلت میں کوئی کام نہ کرنا۔ میں ف ایک کے سر پر جا سکتی ہوں۔ باقی دو کو سنبھالنا میرے لیے ذرا دشوار ہوگا۔" انکا نے تشویش سے ہا۔

ان تینوں میں سے دو آدمی نوجوان تھے اور ایک ادھیڑ عمر کا تھا۔ میں نے انہیں پہلی بار توجہ سے یکھا۔ ان تینوں کے پاس ریوالور بھی تھے۔ وہ یقیناً یہ سمجھے ہوں گے کہ میں کچھ سہم گیا ہوں۔ وہ تینوں ری طرف دیکھ کر بیک وقت مسکرائے اور ان تینوں نے جیبوں میں ہاتھ ڈال دیے اور جب فوراً ہی ان ے ہاتھ جیبوں سے برآمد ہوئے تو ریوالوروں سے لیس تھے۔ ان کی مسکراہٹ معنی خیز ہوگئی تھی۔ انہوں نے کمال پھرتی سے اپنے ریوالور مجھ پر تان لیے۔

میں نے اطمینان کی نظر سے انہیں دیکھا۔ "خوب!" میں نے کہا۔ "خاصے اسمارٹ نظر آتے ہیں پ حضرات۔"

یقیناً انہیں اس سے پہلے کسی ایسے مسافر سے واسطہ نہیں پڑا ہوگا جو اتنے اطمینان اور سکون سے انہیں اب دے۔ ادھیڑ عمر کا آدمی ہنسنے لگا۔ مالا سہم کر مجھ سے چپک گئی۔ وہ رعونت کے ساتھ مجھ سے مخاطب ۔ "مسٹر! یہ کھلونے نہیں ہیں' اصلی ریوالور ہیں' ابھی تھوڑی دیر میں ان کے اصل ہونے کا پتا چل ے گا۔ ہمیں اگلے اسٹیشن پر اتر جانا ہے لہٰذا جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ فوراً نکال کر سامنے رکھ دو ورنہ تم تے ہو کہ پھر کیا ہوگا۔ شاباش اچھے بچوں کی طرح ہمارا کہنا مانو۔" اس نے چمکارتے ہوئے کہا۔

"ورنہ ورنہ۔ تمہیں قتل کر کے ڈبے سے باہر پھینک دیا جائے گا اور تمہاری چھوکری ہماری آغوش کی ت بن جائے گی۔ ہمیں یقین ہے یہ ہمارے بہت کام آئے گی۔ اچھے پیسے دے جائے گی۔"

اس وقت انکا میرے سر سے سرک گئی۔ میں غصے سے بے قابو ہوا جا رہا تھا لیکن سنبھل کر بولا۔ "آج آپ کی اچھی ملاقات ہوئی۔ تین اچکے آدمی ایک ایسے شخص کے سامنے ہیں جس کے لیے قتل و زنی بائیں ہاتھ کا کھیل رہا ہے' جس کی پولیس اور جیل خانوں سے پرانی دوستی ہے۔ دوستو' کسی اور کو تلاش کیا ہوتا۔ یہاں تو شاید تمہاری موت تمہیں کھینچ لائی ہے۔ آپ کی اطلاع کے لیے میں عرض ل کہ میرا نام جمیل احمد خان ہے۔"

"زبان دراز اور گستاخ بھی ہے۔" ان میں سے ایک نوجوان آگے بڑھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ مجھے کوئی نقصان پہنچاتا' ادھیڑ عمر کے شخص نے اسے جالیا اور اس کے چہرے پر ایک زوردار مکا رسید کر دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر دوسرا نوجوان بھی اپنی نشست سے اٹھ کھڑا ہوا اور حیرت انگیز طور پر ادھیڑ عمر کے شخص کو روکنے لگا جو پہلے والے نوجوان کو مسلسل مکے مار رہا تھا۔ میں ڈبے میں کوئی قتل نہیں چاہتا تھا۔ ادھر وہ تینوں مجھے بھول کر ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے تھے۔ مجھے ڈر تھا کہ ان میں سے کوئی شخص گولی نہ چلا دے۔ پھر یہ خون آلود ڈبا خواہ مخواہ سفر کا لطف غارت کر دیتا۔ اچانک مجھے پریتم لال کا خیال آ گیا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ جب بھی میں کسی جائز کام کے لیے سچے دل سے اس کا نام لے کر کسی خواہش کا اظہار کروں گا وہ ضرور پوری ہو گی۔ میں نے اس موقع پر پریتم لال کی بات آزمانی چاہی۔ میں نے دل میں اس کا نام لے کر سوچا۔ "یہ تینوں مسافر مستقل بے ہودگی کا مظاہرہ کر رہے ہیں اور مالا کے لیے تکلیف کا باعث بنے ہوئے ہیں۔ کاش یہ چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا دیں۔"

میرے دل میں اس خیال کا آنا تھا کہ ادھیڑ عمر کے آدمی نے' جو سخت مشتعل نظر آ رہا تھا' دروازہ کھولا اور اپنے ایک نوجوان ساتھی کو چلتی ٹرین سے دھکا دے دیا۔ دوسرے نوجوان کے چہرے پر کرختگی کے آثار نمایاں ہوئے اور وہ اس طرح چیخنے لگا جیسے کوئی خونخوار درندہ اسے کاٹ رہا ہو پھر وہ وحشت میں خود بخود ڈبے سے کود گیا اور اس کی دیکھا دیکھی ادھیڑ عمر کے آدمی نے بھی چھلانگ لگا دی۔ میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ رات کا وقت تھا اس لیے ان مسافروں کی دیوانگی میرے لیے کسی دشواری کا سبب نہیں بن سکتی تھی لیکن مالا نے اس واقعے کا بہت گہرا اثر لیا۔ وہ بہت دیر تک سہمی ہوئی مجھ سے چمٹی رہی اور خوف زدہ آواز میں کہنے لگی۔ "انہوں نے اپنے آپ گاڑی سے چھلانگ کیوں لگا دی؟ کچھ دیر پہلے تک وہ ٹھیک ٹھاک نظر آ رہے تھے۔"

"تمہاری طرف جو بھی غلط نظروں سے دیکھے گا اس کا یہی انجام ہو گا۔" میں نے مالا کو قریب کر کے کہا مگر اس کی سمجھ میں کوئی بات نہیں آئی۔

"حیرت ہے یہ سب اتنی جلدی کیسے ہو گیا۔ کیا وہ تینوں مسافر ذہنی مریض تھے؟"

میں نے اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے اسے ٹالنا چاہا۔ وہ بار بار کرید کرید کر مجھ سے پوچھتی رہی کہ آخر یہ سب کیسے ہو گیا۔ میں اسے بتانا نہیں چاہتا تھا کہ سارا تماشا انکا اور پریتم لال کی شکتی کی وجہ سے ممکن ہوا۔ اس کے بعد میں نے گفتگو کا رخ بدل دیا لیکن مالا بہت دیر تک اس اندیشے میں مبتلا رہی کہ کہیں وہ لٹیرے دوبارہ ڈبے میں نہ آ جائیں۔ انکا میرے سر پر آ گئی تھی اور آتے ہی پھر سو گئی تھی جیسے یہ حادثہ اس کی نظر میں کوئی حیثیت ہی نہ رکھتا ہو۔

سفر کے دوران مالا کے ذہن پر یہ ہیبت ناک واقعہ برابر طاری رہا پھر جب کلکتہ قریب آنے لگا تو اس

ات کچھ بدلی اور وہ اپنے رشتے داروں کے بارے میں باتیں کرنے لگی۔ باتیں کرتے کرتے اس ھ سے پوچھا۔ "جمیل! تمہارے بھی تو کچھ رشتے دار ہوں گے۔ کہاں رہتے ہیں وہ؟"

یں نے سرد آہ بھری اور کہا۔ "سب مر چکے ہیں۔ اب میں اس دنیا میں بالکل اکیلا ہوں۔"

"میں جو تمہارے ساتھ ہوں۔" اس نے پیار سے میرے گلے میں بانہیں ڈال دیں۔

گاڑی جب پٹنہ اسٹیشن پر ٹھہری تو میں اسٹیشن کا نظارہ کرنے کے لیے ڈبے سے باہر آ گیا۔ پلیٹ ر صبح کا وقت تھا۔ میں نے ایک بوڑھے داڑھی والے شخص کو شیروانی میں ملبوس اِدھر اُدھر بھاگتے ھا۔

وہ تیسرے درجے کے ڈبے میں جگہ حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن کسی ڈبے کے لوگ اسے اندر نہیں گھسنے ہے تھے' پھر وہ تیسرے درجے کے دھوکے میں میرے ڈبے کی طرف دوڑا اور یہ دیکھ کر افسردہ ا کہ وہ ایک پہلے درجے کے ڈبے کے سامنے کھڑا ہے۔ اس اثنا میں گاڑی نے وسل دے دی تھی۔ ے اس کی بے چارگی نہ دیکھی گئی۔ اس بڑھاپے میں جگہ حاصل کرنے کے لیے اس شخص کی بھاگم دوڑ یں بہت متاثر ہوا۔ نہ جانے کیا بات تھی کہ میرا دل اس کی طرف کھنچتا چلا گیا۔ میں نے اسے آواز ۔ "آیئے آپ اس ڈبے میں بیٹھ جایئے۔"

انہوں نے میری طرف دیکھ کر کہا۔ "مگر بیٹے میرے پاس تو تھرڈ کلاس کا ٹکٹ ہے۔"

یں نے کہا۔ "کوئی بات نہیں۔ آپ اندر تشریف لے آیئے۔"

"نہیں بیٹے' تمہارا شکریہ' میں جگہ تلاش کر لوں گا۔" انہوں نے بزرگی سے جواب دیا۔

"نہیں نہیں آپ اندر آ جایئے۔" میں نے ہاتھ پکڑ کر انہیں اوپر کھینچ لیا۔

وہ اندر آ گئے اور ایک کونے میں دبک کر بیٹھ گئے۔ وہ بار بار شکریہ ادا کرتے رہے۔ ٹرین آگے بڑھی ارے درمیان گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔ انہوں نے مالا کے بارے میں پوچھا اور اسے دعائیں دیتے ۔ جب ہم آمنے سامنے بیٹھے تھے تو بہت دیر تک ایک دوسرے کو تکتے رہے تھے۔ وہ میرے چہرے ں ان کے چہرے پر کچھ تلاش کر رہا تھا۔ مجھے گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ میرے سامنے میرے سگے یٹھے ہیں۔ ایک عرصے سے اپنے کسی عزیز سے میرا کوئی تعلق نہیں رہا تھا۔ والد کا انتقال پہلے ہی ہو گیا س کے بعد سے میں کبھی اپنے آبائی شہر نہیں گیا۔ اس رشتے کا انکشاف اس وقت ہوا جب انہوں ھ سے میرے بارے میں کچھ جاننا چاہا اور میں نے اپنا نام وغیرہ بتایا۔ اپنے چچا کو خستہ حالت میں ر مجھے افسوس ہوا اور خوشی بھی ہوئی کہ بہت دنوں بعد ایک رشتہ دار دیکھنے کو ملا۔

جب ہم ایک دوسرے کو پہچان گئے تو گلے مل کر خوب روئے۔ انہوں نے اپنے گھر کے بارے میں کہ ان کی مالی حالت تباہ ہے اور اب وہ لکھنؤ میں ایک ہندو بنیے کے ہاں حساب کتاب کا کام کرتے

ہیں اور اس وقت وہ اسی بنیئے کے کسی کام سے کلکتے جا رہے تھے۔ راستے بھر ہم دونوں ایک دوسرے کے متعلق تفصیلات پوچھتے رہے۔ انہوں نے اصرار کیا کہ مجھے کلکتے سے واپسی پر لکھنو پہنچنا ہوگا۔ وہاں میری چچازاد بہنیں اور بھائی مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوں گے۔ میرا ایک ہاتھ ضائع ہو جانے پر انہیں غم رنج ہوا۔ وہ مالا سے بھی بڑی خوش خلقی سے پیش آ رہے تھے۔ احتیاط کے پیش نظر میں نے مالا کا نام نرگس رکھ دیا تھا۔

کلکتے پہنچ کر میں نے اپنے چچا خورشید احمد خان کو اپنے ساتھ ٹھہرایا۔ ہم دھرم تلا کے علاقے میں واقع ایک شاندار ہوٹل میں مقیم ہو گئے۔ چونکہ جھٹپٹے کا وقت تھا اس لیے میں نے کالی کے مندر کا رخ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ رات چچا اور مالا سے گفتگو کرنے میں گزر گئی لیکن میرا دل بدری نرائن میں لگا رہا۔ تمام رات میں بدری نرائن کو موت کے گھاٹ اتارنے کے منصوبے بناتا رہا۔ بدری نرائن ایک بڑا پنڈت تھا۔ تربینی اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ مجھے پوری طرح احساس تھا کہ بدری نرائن کو زیر کرنا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ صبح ہوئی تو میری بے چینی بڑھ گئی۔ ناشتے سے فارغ ہو کر میں نے مالا سے جلد آنے کا وعدہ کیا اور نکل کھڑا ہوا۔ چچا جان اپنے کام پر جانے کے لیے تیار ہو چکے تھے۔ ہوٹل سے باہر نکل کر میں کالی کے مندر کی طرف روانہ ہو گیا۔

وہ مندر قریب آ رہا تھا جہاں نرگس کا کمینہ خصلت قاتل بدری نرائن چھپا بیٹھا تھا۔ جیسے جیسے کالی مندر قریب آ رہا تھا' میرے سینے میں دبی ہوئی آگ تیز ہوتی جا رہی تھی۔

انکا میرے سر پر بیٹھی کسی گہری سوچ میں مستغرق تھی۔

مجھے یقین تھا کہ اس بار بدری نرائن خود کو میرے عتاب سے نہیں بچا سکے گا۔ میرے پاس ایک طرف میری عزیز انکا تھی اور دوسری طرف پریتم لال کی دان کی ہوئی شکتی۔ کسی زمانے میں تربینی نے انکا کو مجھ سے چھین کر مجھے دربدر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر دیا تھا۔ اب بدری نرائن نے میری زندگی' نرگس' چھین کر میرا قرار سکون بھی چھین لیا ہے۔ انکا مجھے واپس مل گئی۔ کھوئی ہوئی عزت و دولت بھی لیکن نرگس کی واپسی کی کوئی صورت نہیں تھی۔ وہ ایسی جگہ پہنچ گئی تھی جہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔ تربینی سے میں بخوبی نمٹ چکا تھا اب بدری نرائن کی باری تھی' جسے میں نے پہلے بھی ختم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن ناکام ہو گیا تھا۔ وہ بدمعاش کالی کے مندر میں چھپ کر بیٹھ گیا تھا اور میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد اسے وہاں سے نکالنا اور اپنی آتش انتقام سرد کرنا رہ گیا تھا۔ سامنے کالی کا مندر تھا جہاں میں پہلے بھی آ چکا تھا۔ جیسے جیسے مندر کا فاصلہ گھٹ رہا تھا' میرے خون کی حدت تیز ہوتی جا رہی تھی۔ انکا میرے سر پر بیٹھی کسی گہری سوچ میں غرق تھی۔ میں مندر کے قریب پہنچا تو انکا اپنے خیالات سے چونک کر بولی۔ ''جمیل' میں کالی کے مندر میں نہیں جا سکتی۔ یہیں رک کر تمہارا انتظار کروں گی۔ تم ہر قدم محتاط ہو کر اٹھانا۔ بس کسی طرح

اسے باہر لانے میں کامیاب ہو جاؤ۔ یاد رکھنا اندر داخل ہونے سے بہتر ہے کہ تم اسے باہر لے آؤ۔ کاش میں تمہارے ساتھ چل سکتی۔''

''تم مطمئن رہو انکا۔ اس بار پریتم کی آتما میرے ساتھ ہے۔ مجھے اس کی آشیرباد حاصل ہے۔ میرا خیال ہے میں مندر میں داخل ہو جاؤں گا۔'' میں نے اعتماد سے کہا۔

''نہیں۔ نہیں تم مندر میں صرف مجبور ہو کر داخل ہو گے' یہ کالی کا مندر ہے اور بدری نرائن کالی کا سیوک ہے۔'' انکا نے اضطراب سے کہا۔

جب میں مندر کی عمارت کے بالکل نزدیک پہنچ گیا تو انکا چپ چاپ میرے سر سے اتر گئی اور چلتے چلتے مجھے محتاط رہنے کی تلقین کرتی گئی۔ میں خود کو پوری طرح تیار کر کے آگے بڑھنے لگا۔ کچھ سینہ کشادہ کیے' کچھ نتھنے پھلائے جیسے کوئی پہلوان اکھاڑے میں داخل ہو۔ اس وقت میرے بدن پر ایک دھوتی اور کرتہ تھا۔ مندر میں آنے جانے والے پجاری اور پجارنیں میری جانب کن انکھیوں سے دیکھ رہے تھے۔ میں ان کے درمیان سے ہو کر آگے بڑھتا رہا۔ میں نے کسی کو کوئی اہمیت نہیں دی اور دیتا بھی کیسے جبکہ میرے ارادے کسی بگڑے ہوئے شیر کے سے تھے۔

سیڑھیاں عبور کر کے میں اندرونی حصے میں داخل ہو گیا جہاں ایک کشادہ احاطہ تھا۔ احاطے کے درمیان سبزہ تھا جہاں پنڈت پجاری اور خوب صورت پجارنیں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ سامنے ایک محرابی دروازے کے اندر سے گھنٹیوں اور بھجن گانے کی ملی جلی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں نے احاطے کے چاروں طرف دیکھا لیکن بدری نرائن کہیں نظر نہیں آیا۔ میں اس جانب بڑھا جہاں سے بھجن کی آوازیں آ رہی تھیں۔ محرابی دروازے کے قریب ایک دلکش داسی نے ہاتھ باندھ کر مجھے پرنام کیا۔ وہ نظریں نیچے کیے کترا کر جانے لگی تو میں نے بلا تکلف ہاتھ بڑھا کر اس کی کلائی تھام لی۔ وہ ٹپٹائی لیکن میری آنکھوں کی سنجیدگی دیکھ کر سوالی نگاہوں سے میری طرف دیکھنے لگی۔ میں نے اس سے پوچھا۔ ''مندر کا بڑا پجاری مجھے کہاں ملے گا؟''

''تلسی داس مہاراج اس سمے اپنی کٹیا میں ہوں گے۔'' داسی نے ڈنڈوت کرتے ہوئے جواب دیا پھر میرے اصرار پر بڑے پجاری کی کٹیا تک میری رہنمائی بھی کر دی جو احاطے کے مغربی حصے میں واقع تھی۔ کٹیا کے اندر سے گیان دھیان کی آوازیں آ رہی تھیں۔ تلسی داس اس وقت دوسرے پنڈتوں پجاریوں کو درس دے رہا تھا۔ میں نے فوری طور پر اسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ داسی مجھے کٹیا کے قریب چھوڑ کر جانے لگی تو میں نے کچھ سوچ کر لگاوٹ بھری نظروں سے اس کے حسین سراپا کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

''سندری' تم نے مجھے اپنا شبھ نام نہیں بتایا؟''

''میرا نام بسنتی ہے۔'' داسی نے میری آنکھوں کی گرمی سے پگھلتے ہوئے شرما کر جواب دیا۔ میرا ذہن اس وقت صرف بدری نرائن میں الجھا ہوا تھا۔ میں نے داسی کے شوخی اور شرم کے دلفریب انداز سے مصنوعی طور پر متاثر ہو کر کہا۔ ''تمہارا نام بھی تمہاری طرح سندر ہے۔''

''کیوں بناتے ہو مہاراج۔'' داسی چھوئی موئی کی طرح اپنے وجود میں سمٹتے ہوئے بولی۔

''بسنتی۔ تم یہاں کب سے ہو؟'' میں نے سرگوشی کی۔

''مجھے چار سال ہو گئے۔'' اس نے نظریں جھکا کر جواب دیا۔

''چار سال؟'' میں نے متعجب ہو کر کہا۔ ''اور تمہارا یہاں دل لگ گیا؟''

''ہاں۔'' اس نے کسی قدر اداسی سے کہا۔ ''یہاں من شانت رہتا ہے۔''

''خاک رہتا ہے۔ تمہاری جگہ یہ مندر نہیں۔ تمہیں تو کسی محل میں ہونا چاہیے۔''

''میں یہاں بہت ٹھیک ہوں۔ سنسار بہت برا ہے مہاراج۔''

میں سمجھ گیا کہ وہ دکھی ہے اور یہاں خوش نہیں ہے۔ میں نے اس سے محبت بھری باتیں کیں تو وہ مجھ سے خاصی متاثر ہو گئی۔ اب موقع تھا کہ میں اس سے اپنے مطلب کی بات کروں۔ میں نے رازداری سے کہا۔ ''اے بسنتی۔ سنو۔ کیا تم میرا کوئی کام کرو گی؟''

''کہو مہاراج۔'' بسنتی نے اپنی دراز پلکیں اٹھا کر نگاہیں میرے چہرے کی طرف جما دیں۔ بسنتی حقیقتاً توجہ کے لائق تھی مگر میں جذباتی طور پر اس کی جانب مائل نہ ہو سکا۔ سنجیدگی سے بولا۔

''مجھے بدری نرائن مہاراج سے ملنا ہے۔ ایک پجاری نے مجھے بتایا تھا کہ بدری نرائن مجھے کالی کے مندر میں مل سکتا ہے۔ کیا تم بدری نرائن کو جانتی ہو؟ میں صرف اس سے ملنا چاہتا ہوں۔''

جواب میں بسنتی نے مجھے حیرت زدہ نظروں سے دیکھا۔ میری باتیں سن کر اس کا چہرہ اچانک زرد ہو گیا۔ اس کی ساری شوخی ایک پل میں غائب ہو گئی۔ اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں اپنے دائیں بائیں دیکھا پھر خوف زدہ لہجے میں بولی۔ ''تمہارا نام جمیل احمد خان تو نہیں؟''

میں جواب دیتے ہوئے جھجکا مگر میں نے ہمت سے جواب دیا۔ ''میرا نام جمیل احمد خان ہے۔ کیوں؟'' میں نے تعجب سے پوچھا مگر بسنتی پہلے سے زیادہ سہے ہوئے لہجے میں بولی۔ ''ترنت بھاگ جاؤ یہاں سے، کسی نے تمہیں پہچان لیا تو تمہارے ساتھ ساتھ میری بھی شامت آ جائے گی۔''

''تم کوئی چنتا نہ کرو بسنتی۔ میرے ہوتے ہوئے کوئی تمہاری اور (سمت) نظر نہیں اٹھا سکتا۔ یہ میرا وچن ہے۔'' میں نے بسنتی کو دلاسا دیتے ہوئے کہا۔ مجھے یقین ہو چلا تھا کہ بسنتی بدری نرائن کے بارے میں بہت کچھ جانتی ہے اور وہ اسے بہانے سے باہر لا سکتی ہے۔ میں نے اسے دوبارہ آمادہ کرنا چاہا۔ ''بسنتی اگر تم کسی طرح بدری نرائن کو باہر لے آؤ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو مجھے اس کے پاس پہنچا دو پھر میں

ہاری ہر آشا پوری کروں گا۔ تم شاید نہیں جانتیں کہ میں مہان شکتی کا مالک ہوں۔ انکا دیوی بھی میرے
ں ہے، میں تمہاری رکشا کروں گا۔''

بسنتی کسی سہمی ہوئی ہرنی کی طرح مجھے پلکیں جھپکا جھپکا کر دیکھ رہی تھی۔ اس نے کچھ کہنے کی خاطر اپنے
ہونٹ کھولے پھر تیزی سے پلٹ کر بھاگی اور میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اس کا یوں اچانک بوکھلا کر
ھاگ جانا بلاوجہ نہیں ہو سکتا تھا۔ گویا مندر میں میرے نام کی خاصی دھوم تھی۔ سب کو سارا قصہ معلوم تھا۔
ں سے پہلے میں ایک پجاری کو موت کے منہ میں دھکیل چکا تھا۔ اب میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کس
ے رابطہ قائم کروں۔ میں نے پلٹ کر ادھر ادھر دیکھا۔ تلسی داس کی کوٹھری کے باہر ایک دیو قامت
پجاری کھڑا مجھے کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ مجھے انکا کی نصیحت یاد آئی۔ اس نے مجھے محتاط رہنے کی
اکید کی تھی۔ بسنتی کا خوف زدہ ہو کر بھاگنا اور اس بھاری تن و توش کے پجاری کا مجھے یوں نفرت انگیز
نظروں سے گھورنا خالی از علت نہیں ہو سکتا تھا۔ یقیناً میرے بارے میں کالی کے مندر کے پنڈتوں
پجاریوں نے اپنے چیلوں اور پجارنوں کو بہت کچھ بتا رکھا تھا۔ غالباً انہیں توقع تھی کہ میں دوبارہ بھی ضرور
ؤں گا۔ یہ باتیں سوچ کر میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ بدری نرائن، نرگس کا
کمینہ قاتل مندر میں کسی جگہ روپوش ہے جہاں تک میری رسائی مشکل ہی سے ہو سکتی ہے۔ اب اسے
برے عتاب سے بچانے کے لیے ہر شخص تیار تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میرا مقابلہ صرف بدری نرائن
ے نہیں، پورے مندر سے ہے۔ ادھر میں اب باز آنے والا نہیں تھا تو پھر جو کچھ ہونا ہے، آج ہی
ہو جائے۔ میں یہ طے کر کے نکلا تھا۔ جمیل احمد خان کی زندگی میں بہت انقلابات آئے۔ ایک معرکہ یہ بھی
ہی۔ مندر کے پجاری شاید نہیں جانتے تھے کہ ان کے سامنے اب وہ پرانا جمیل احمد خان نہیں۔ میں چاہتا
تھا کہ وہ سیدھی طرح بدری نرائن کو میرے حوالے کر دیں۔ میں نے خود کو تیار کر کے گھورنے والے
پنڈت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ وہ میرے قریب آیا اور خشک آواز میں بولا۔ ''مہاشے۔ تم کوئی
ئے پجاری دکھائی دیتے ہو۔ تمہارا شبھ نام؟''

''کیوں، کیا اس مندر میں کسی نئے پجاری کا آنا بند ہے؟'' میں نے خالص کسی بڑے پنڈت کے
لہجے میں کہا۔ ''مجھے دکھائی دیتا ہے کہ اس سمے تم کچھ بیاکل بھی ہو۔ کارن؟''

''زیادہ چتر بننے کی کوشش نہ کرو۔ میں نے تمہارا نام پوچھا تھا۔'' پجاری کی کشادہ پیشانی پر بے شمار
ڑی ترچھی سلوٹیں ابھر آئیں۔

''جاؤ اپنا کام کرو۔ مجھے تم سے کوئی غرض نہیں۔ میں ہر پجاری کو نہیں چھیڑنا چاہتا۔'' میں نے اس بار
ی بگڑ کر کہا۔

''تم مجھے چال ڈھال سے کوئی پجاری نہیں دکھائی دیتے۔'' پجاری نے مشتبہ نظروں سے میری طرف

دیکھتے ہوئے کہا۔ ''کالی کے چرنوں میں تمہیں آنے کی جرات کیسے ہوئی۔ یہاں کیول وہی منش آسکتا ہے جس کے من میں کوئی کھوٹ نہ ہو۔تم شاید غلط راستے پر آگئے ہو۔تمہیں اپنا نام بتانا ہی پڑے گا مہاشے۔تم تلسی داس کی آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتے۔''

''اوہ۔تو تم ہو تلسی داس۔اس مندر کے سب سے بڑے پجاری۔'' میں نے سانس کھینچ کر بے نیازی سے کہا۔ ''حیرت ہے اتنا بڑا پجاری میرا نام نہیں جان سکا۔بہرحال تلسی داس سنو۔میں یہاں جس مقصد سے آیا ہوں' تم اس سے اچھی طرح واقف ہو۔میں سمے برباد نہیں کروں گا۔میری زبان سے میرا نام سننا چاہتے ہو تو سنو' میرا نام جمیل احمد خان ہے۔یہاں میں اس پاپی اور اپرادھی بدری نرائن کی تلاش میں آیا ہوں جسے تم لوگوں نے چھپا رکھا ہے' بات بڑھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اتنا دھیان میں رکھنا کہ اب کوئی شکتی اس کمینے بدری نرائن کو میرے ہاتھوں سے نہیں بچاسکتی۔تم بھی نہیں۔حالانکہ تم مجھے کچھ شکتی والے دکھائی دیتے ہو۔میں تم سے کہتا ہوں کہ تم سیدھی طرح اسے میرے حوالے کردو۔''

''مورکھ۔'' تلسی داس کسی گرگٹ کی طرح رنگ بدل کر کرخت لہجے میں بولا۔''یہ کالی کا مندر ہے۔ یہاں کیول (صرف) دیوی کی شکتی کا راج ہے۔اس پوتر استھان پر آکر تو نے دیوی کا اپمان کیا ہے۔ کالی کے مندر میں آج تک کوئی مسلا نہیں آسکا۔تو نے گھور پاپ کیا ہے۔چلا جا یہاں سے چلا جا۔اگر مندر کے دوسرے پنڈت پجاریوں کو تیری جات کا پتا چل گیا تو وہ تجھے بھسم کردیں گے۔میں تجھے اوسر (موقع) دیتا ہوں' جا یہاں سے چلا جا۔''

''تلسی داس۔'' میں نے سرد آواز میں کہا۔''مجھے تعجب ہے کہ تم اس بڑے مندر کے مہان پجاری کیسے ہوگئے۔تمہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ میں تنہا نہیں آیا۔میرے ساتھ نہ جانے کتنے بیر ہیں اور کتنی شکتی ہے۔اگر تمہیں اپنا جیون پیارا ہے تو سیدھی طرح بتادو کہ تم لوگوں نے بدری نرائن کو کہاں چھپایا ہے؟ انکار کیا تو تمہارا انجام بھی خراب ہوگا۔تم دیکھ چکے ہو کہ اس سے پہلے میں یہاں کے ایک پجاری کو موت کے گھاٹ اتار چکا ہوں۔''

''تو......تو......کالی مائی کے مندر کے مہان پجاری تلسی داس کو دھمکا رہا ہے پاپی۔ٹھہر جا۔میں ابھی تجھے مزہ چکھاتا ہوں۔'' تلسی داس نے کانپتے ہوئے کہا۔

''میں بدری نرائن کو چاہتا ہوں' اسے میرے حوالے کردو۔میں پھر تم سے کہتا ہوں۔بات زیادہ نہ بڑھاؤ۔''

''میں اسے تیرے حوالے نہیں کرسکتا۔وہ کالی کی شرن (پناہ) میں ہے۔''

''پھر تم مجھے اس کا پتا بتاؤ۔میں خود اس سے مل لوں گا۔''

''میں تجھے نرک کا پتا بتا سکتا ہوں پاپی۔'' پجاری نے کہا۔

تلسی داس کے تیور اچانک خراب ہوگئے۔انکا مندر کے باہر تھی۔مجھے معلوم تھا کہ تلسی داس کی صرف ایک آواز مندر کے اندر موجود پنڈتوں پجاریوں سے میری تکا بوٹی کراسکتی تھی۔تلسی داس صرف ایک منتر سے مجھے بھسم کرسکتا تھا لیکن وہ کسی جاپ' منتر یا عمل سے باز رہا۔اب مجھے فوراً کوئی تدارک کرنا تھا۔تلسی داس کسی وقت بھی خطرہ بن سکتا تھا۔معاً مجھے پریتم لال کا خیال آیا۔میں نے دل ہی دل میں اس کا نام لے کر کہا۔''مہاراج' اس سمے مجھے تمہاری مہان شکتی کی سخت ضرورت ہے۔تلسی داس کو قابو میں کرو اور اس سے کہو کہ مجھے بدری نرائن کا پتا بتادے۔''

ادھر تلسی داس غصے میں پاگل ہو رہا تھا۔اس کی لال انگارا آنکھوں میں میرے لیے شدید نفرت موجود تھی۔وہ کچھ کرنا چاہتا تھا لیکن نہ کرسکا۔اچانک اس کے تیور بدلنے لگے۔چہرے پر الجھن کے تاثرات نمایاں ہوئے۔اس نے اس طرح بار بار سر جھٹکا جیسے کسی بات سے انکار کررہا ہو۔دیر تک اس کی یہی کیفیت رہی پھر وہ بڑی مدھم آواز میں رازداری کے ساتھ بولا۔''تم نے مجھے مجبور کردیا ہے۔آؤ وہ نیچے ہے۔دیوی کے چرنوں کے نیچے تہہ خانے میں' میرے ساتھ آؤ۔''

یکایک اس کے اس طرح بدل جانے اور نرم لہجے میں بات کرنے پر مجھے تعجب ہوا۔میں خاموشی سے اس کے ساتھ ہولیا۔اس کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا جیسے وہ جبراً قہراً میرے ساتھ چل رہا ہے۔چلنے کا انداز بتا رہا تھا جیسے اس میں اس کی مرضی کو دخل نہ ہو۔آنکھیں خوابیدہ خوابیدہ' قدم آہستہ آہستہ' اس کے دل ودماغ پر کسی اور قوت کی حکومت تھی۔

یہ پراسرار قوت یقیناً پریتم لال کی تھی جو اس نے مجھے مالا کے ساتھ دان کی تھی۔اب میں برسوں کی کوششوں اور کشمکش کے بعد اپنی نرگس کے قاتل کے پاس جارہا تھا۔میرا کیا عالم ہوگا' تصور کیجیے' چہرہ سرخ ہوگیا تھا اور طیش سے تمتما رہا تھا۔خون تیزی سے گردش کررہا تھا اور مٹھیاں بھنچی جاتی تھیں۔بدری نرائن کا ذلیل وجود ایک عرصے کی جستجو کے بعد اب کسی لمحے بھی میرے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچ سکتا تھا۔ راستے میں مجھے بسنتی داسی ملی۔اس نے تلسی داس کے ساتھ مجھے دیکھ کر دانتوں میں انگلی دبالی' میں مسکراتا ہوا فتح مندی کے ساتھ اس کے قریب سے گزر گیا۔تلسی داس مجھے محرابی دروازے کی دوسری سمت لے گیا جہاں کالی کی قدآدم مورتی کھڑی تھی۔مورتی کی پشت پر ایک دروازہ تھا ہم دونوں اس دروازے سے اندر داخل ہوئے۔یہاں کالی کے مختلف زاویوں کی بے شمار چھوٹی بڑی مورتیاں موجود تھیں جو شاید فروخت کی جاتی تھیں۔تلسی داس مورتیوں کے درمیان سے گزرتا ہوا ایک الماری کے قریب جاکر رکا جو دیوار میں پیوست تھی۔ایک بار پھر تلسی داس نے اطراف کا جائزہ لیا اور دھوتی سے چابیوں کا گچھا نکالا پھر اس نے الماری کا قفل کھول کر ایک پٹ اندر دھکیلا تو میں ششدر رہ گیا۔بل کھاتی ہوئی سیڑھیاں نیچے کی سمت دور تک چلی گئی تھیں۔وہ سیڑھیاں دیکھ کر اور اندر کا جائزہ لے کر مجھے یک بارگی یہ احساس ہوا

کہ اگر تلسی داس پیچھے سے دروازہ بند کر کے چلا جائے تو میں گھٹ گھٹ کر مر جاؤں گا۔ ہلکی روشنی کی شعاعیں نیچے سے سیڑھیوں پر پڑ رہی تھیں اور پانی کی شرشر آواز آ رہی تھی۔ تلسی داس مجھے وہاں تک پہنچا کر الجھے ہوئے لہجے میں بولا۔ ''بدری نرائن نیچے موجود ہے۔ پرنتو مہاشے اس پوتر استھان پر تم کوئی دنگا فساد نہیں کرو گے' سمجھے؟ دیوی کی شکتی مہان ہے۔ وہ اپنے پجاریوں کو کشٹ دینا برداشت نہیں کرے گی۔ جاؤ اسے یہاں سے نکال کر لے جاؤ۔''

میں نے تلسی داس کے کہے ہوئے جملے تولنے کے لیے ایک نظر اس کے ستے ہوئے چہرے پر ڈالی۔ مجھے اعتماد ہو گیا کہ تلسی داس کسی شرارت کا مظاہرہ نہیں کرے گا پھر میں زینے سے نیچے اترنے لگا۔ پشت سے دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی تو میں چونکا لیکن کوئی دھیان دیے بغیر آگے بڑھ گیا۔ میں ایک جذباتی شخص' اپنی محبوب بیوی کے قاتل بدری نرائن سے انتقام لینے کے شدید جذبے سے اتنا مغلوب ہوا کہ مجھ سے احتیاط کا دامن چھوٹ گیا۔ سیڑھیاں عبور کر کے میں نیچے پہنچا تو وہاں بھی بے شمار مورتیاں اور پوجا پاٹ کا بہت سا سامان جمع تھا۔ وہ سارا ماحول پراسرار تھا لیکن جمیل احمد خان نہ جانے کتنے مرحلوں سے گزر چکا تھا۔ کوئی نیا شخص جاتا تو سیڑھیاں دیکھ کر ہی اس کے اوسان خطا ہو جاتے۔ یہاں دو بڑے کمرے تھے۔ میں نے پہلا کمرا دیکھا جو بالکل خالی تھا اور ویرانی کا منظر پیش کر رہا تھا۔ میں دوسرے کمرے میں داخل ہوا تو آنکھوں میں خون اتر آیا۔ جی میں تو آیا کہ اچانک اس کے سر پر چڑھ جاؤں اور نرخرا دبا دوں یا پیچھے سے چھرا گھونپ دوں مگر مارنے سے پہلے میں اسے ذلیل و مطعون کر کے دل کا غبار ہلکا کرنا چاہتا تھا۔ میں خاموشی سے کمرے کی ایک دیوار سے چپک گیا۔ میرے اطراف میں ان گنت مورتیاں تھیں۔ میں نے بڑے تحمل سے کہا۔ ''آخر کار میں آ گیا۔''

بدری نرائن یہ سن کر یوں اچھلا جیسے کسی بچھو نے اسے اندھیرے میں ڈنگ مار دیا ہو۔ ایک لمحے کے لیے اس کے چہرے کی رنگت زرد پڑ گئی پھر وہ سنبھل کر بولا۔ ''جمیل احمد خان۔ تم...... تم...... یہاں؟''

''ہاں۔ میں' غور سے دیکھ لو۔ میرے ساتھ انکا بھی نہیں ہے۔''

''تم کیا چاہتے ہو؟'' اس نے گھبراہٹ میں یہ دلچسپ سوال کیا۔

''خوب تم یہ بھی نہیں جانتے بھولے بادشاہ' سنو۔ میں اپنی پیاری انکا کو تمہارا خون پلانا چاہتا ہوں۔ اسے تمہارا خون پینے کی بڑی آرزو ہے۔'' میں نے طنزیہ کہا۔

''تم نے وعدہ خلافی کی تھی۔ مجھ سے برداشت نہیں ہوا۔''

''میں تم سے وضاحت نہیں مانگ رہا ہوں۔ نرگس مر چکی ہے مگر اس کی آتما بیاکل ہے۔ میں اسے شانت کرنے کے لیے تمہارے پاس آیا ہوں۔''

''جمیل احمد خان' مجھ سے غلط ہو گئی ہے' کیا تم مجھے شما نہیں کر سکتے؟ جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ میں تمہارے

بہت کام آ سکتا ہوں۔''

''کمینے۔ بس کر بس کر۔'' میں نے اچانک گرجتے ہوئے کہا۔ ''زیادہ باتیں نہ بنا۔ ہوشیار ہو جا۔ آج تیری موت سر پر منڈلا رہی ہے۔ آج میں تیرے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے آیا ہوں۔ خود کو میرے حوالے کر دے اور مندر سے باہر آ جا۔''

بدری نرائن کا چہرہ فق ہو گیا تھا۔ اس پر مردنی چھائی ہوئی تھی' میں پہلے دل کی بھڑاس نکالنا چاہتا تھا۔ میں نے منہ بنا کر کہا۔

''بزدل۔ حرام زادے۔ تو نے بڑی کمینگی کا ثبوت دیا ہے' اب سیدھی طرح میرے ساتھ چل۔''

''میں تمہارے ساتھ نہیں جا سکتا۔ میں دیوی کی شرن میں ہوں۔'' بدری نرائن نے جھجکتے جھجکتے کہا۔

''تو پھر مجھے یہیں تیرا کام تمام کرنا ہوگا۔'' میں خطرناک ارادے سے آگے بڑھنے لگا۔ بدری نرائن خوف زدہ انداز میں پشت کی طرف کھسک رہا تھا۔ پجارن بھی لرز رہی تھی۔ وہ وہاں سے بھاگ گئی لیکن اس سے قبل کہ میں بدری نرائن کے قریب پہنچتا' تہہ خانے میں دیواروں کی طرف سے ایک بھرائی ہوئی نسوانی آواز گونجی۔ ''جمیل احمد خان! رک جاؤ۔ یہ میرا پوتر استھان ہے۔ یہاں خون خرابا نہیں ہوتا۔ میرے سیوک تلسی داس نے بھی تم سے یہی کہا تھا پرنتو شاید تم بھول گئے۔''

''دیوی۔ دیوی اپنے سیوک کی رکشا کر۔'' بدری ایک بڑی مورتی کے چرن پکڑ کر گڑگڑایا' پھر ڈنڈوت کرنے لگا۔

میں نے مورتی کی جانب نظر اٹھائی۔ پتھر کی اس مورتی کی آنکھیں مجھے خون آلود نظر آئیں۔ بالکل زندہ انسانوں کی طرح۔ اچانک گھنٹیاں بجنے لگیں اور ایسا شور ہوا کہ میرا سر چکرا گیا۔ میں ایک لمحے کے لیے حیران رہ گیا میں نے خود پر قابو پانے کی کوشش کی تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ساری مورتیاں حرکت میں آ گئی ہوں' جیسے وہ سب ایک ساتھ بولنے لگی ہوں لیکن میں نے سر جھٹک کر یہ پراگندہ خیالات ذہن سے نکالنے چاہیے۔ میں پھر آگے بڑھا مگر بدری نرائن پہلو بچا کر نکل گیا۔ اسی لمحے وہ آواز پھر گونجی۔

''پریتم لال نے جو شکتی تمہیں دان کی ہے وہ اس نے میری سیوا کرنے کے بعد پراپت کی تھی۔ اسی کارن میں تمہیں شما کرتی ہوں۔ پرنتو اب تم ترنت اس استھان سے چلے جاؤ۔ اگر تم یہاں سے نہیں گئے تو تمہیں ایسا کشٹ دیا جائے گا کہ سارا جیون بیاکل رہو گے۔ جاؤ اس پوتر استھان سے نکل جاؤ۔''

اس پراسرار آواز نے مجھے حواس باختہ کر دیا۔ میں حیرت زدہ ہو کر چاروں طرف استادہ مورتیاں دیکھ رہا تھا۔ مجھے حیرت تھی کہ ان میں سے ایک بڑی مورتی کی آنکھوں میں چمک نظر آ رہی تھی۔ اس کی پتلیوں میں حرکت ہوئی اور اس کے ہونٹ ہلنے لگے۔ میں نے آنکھیں مل کر دوبارہ دیکھا تو وہ مجھے ساکت نظر آئی۔ پریتم لال کے حوالے پر بھی میں حیران تھا۔ بدری نرائن اب مورتی کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا

تھا۔اس کے ہونٹ تیزی سے ہل رہے تھے۔میں نے ان طلسمات کی کوئی پروانہ کی تھی۔نرگس کے قاتل کو اتنی آسانی سے معاف نہیں کیا جاسکتا تھا۔اسے اس عالم میں دیکھ کر میرا جوش انتقام بھڑک اٹھا۔میں نے گرج دار آواز میں کہا۔''بدری نرائن کوئی آخری خواہش کرنی ہو تو کر لے' آج تجھے میرے ہاتھوں سے کوئی طاقت نہیں بچاسکتی۔میں تیرا خون پئے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گا۔میں نے بہت صبر کرلیا۔''

میں نے سوچا مجھے اب دیر نہیں کرنی چاہیے'بدری نرائن کسی صورت میں روبرو مقابلے کے لیے تیار نہ ہوگا۔حالانکہ جی چاہتا تھا کہ میں بہادر لوگوں کی طرح اسے شکست دے دوں لیکن وہ تو گھگیا رہا تھا اور مورتی کے آگے گڑگڑا کر فریاد کر رہا تھا۔میں اس بار اس کے سینے پر چڑھ جانے کے ارادے سے آگے بڑھا تو وہی نسوانی آواز تھرائی ہوئی کمرے میں گونجی۔''جمیل احمد خان رک جاؤ۔رک جاؤ۔میرا حکم ہے تم جہاں ہو وہیں کھڑے رہو۔''

میں نے جس ظالم شخص کو اتنے دنوں تک زندہ رہنے دیا ہو'اب اسے ان آوازوں کے فریب میں آکر کیسے چھوڑ سکتا تھا۔جب نرگس کا چہرہ میرے تصور میں ابھرا اور اس کی خون آلود لاش یاد آئی تو میں اور مشتعل ہوگیا۔میں نے اس پراسرار آواز کی کوئی پروانہ کی۔بدری نرائن کی حالت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی۔میں پھر آگے بڑھا لیکن اسی وقت گھنٹیوں کی پرشور آواز تیز ہوگئی۔اتنی تیز کہ عام آدمی چکرا کر گر جائے۔میں نے زمین پر مضبوطی سے قدم جمائے اور لپک کر بدری نرائن پر ٹوٹ پڑنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ٹھیک اسی وقت کمرے میں روشنی ہوئی اور کمرے میں ہر طرف آگ کے بڑھتے ہوئے شعلے نظر آنے لگے۔کمرے کے تمام درودیوار آگ کی لپیٹ میں تھے'میں مجبوراً درمیان میں کھڑا ہوگیا۔آگ کے ان شعلوں میں کوئی فوری فیصلہ کرنا مشکل تھا۔مجھے معلوم تھا کہ باہر سے دروازہ بند ہے۔کوئی اور راستہ بھی نہیں۔گویا یہ سازش تھی۔یہ خیال آتے ہی میں نے سمجھ لیا کہ میرا آخری وقت آچکا ہے۔میں پھر ان کے دام میں آگیا ہوں۔اس بار رہائی مشکل ہے اس لیے کہ انکا بھی موجود نہیں ہے' رہی پریتم لال کی شکتی تو کالی کے مندر میں اس کی اوقات ہی کیا ہے؟میں نے یہ سوچ کر بدری نرائن پر چھلانگ لگادی کہ مرنے سے پہلے اس کا کام تمام کر جاؤں۔وہ پہلو بچا کر کمرے میں ادھر ادھر بھاگنے لگا۔میں نے آگ کے شعلے خاطر میں نہ لاتے ہوئے ایک بار پھر بدری نرائن کو پکڑنا چاہا۔یہ چوہے بلی کا کھیل تھا۔اس وقت میرے ہاتھ میں اس کی دھوتی آگئی۔میں نے دھوتی کا سرا پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا۔وہ پھر بھاگنے لگا تو میں نے اسے آگ کی طرف دھکیل دیا۔میرے لیے تعجب کی بات یہ تھی کہ وہ آگ میں جھلنے کے بجائے صاف نکل آیا۔اسے کوئی موقع دیے بغیر میں نے پھر ایک کوشش کی۔وہ ایک بڑی مورتی کی پشت پر چھپنے لگا۔وہاں بھی آگ لگی ہوئی تھی۔میں نے مورتی کے پہلو سے اسے پکڑنے کا ارادہ کیا لیکن کالی کی وہ بڑی مورتی جو میرے بائیں جانب ایک چبوترے پر نصب تھی' تیزی سے میرے اوپر

گری۔میں نے بچنے کی کوشش کی لیکن بچ نہ سکا۔مجھے اپنے شانے پر شدید چوٹ کا احساس ہوا۔میری نظروں کے سامنے اندھیرا پھیل گیا اور میں تیورا کر زمین پر گر پڑا اور تمام حواس ساتھ چھوڑ گئے اور دل ڈوبنے لگا۔یہ محسوس ہوا جیسے میری روح جسم سے جدا ہوا چاہتی ہے۔

مگر سخت جان جمیل احمد خان یہ وار بھی سہہ گیا۔وہ کالی کے مندر سے کوئی ایک فرلانگ دور کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر غلاظتوں کے درمیان پڑا ہوا تھا۔جب دل کچھ قابو میں آیا اور حواس بجا ہوئے تو سارا واقعہ ذہن میں گھوم گیا۔کالی کی قوت نے مجھے اپنے پوتر استھان سے اٹھا کر یہاں لا پھینکا تھا۔بات صاف تھی کہ آخر کالی نے اپنے سیوک بدری نرائن کو میرے ہاتھوں سے بچالیا تھا۔میں بے چین ہو کر وہاں سے اٹھا اور تیزی سے جوش کے عالم میں دوبارہ مندر کی طرف بڑھا۔میں اس آگ میں کہیں بھی نہ جھلسا تھا اور نہ مجھے اپنے شانے پر چوٹ کا کوئی شدید احساس تھا۔تھوڑی دور جانے کے بعد میں نے اپنے جذبات کے سرکش گھوڑے کی لگام کھینچی۔میں انکا سے دریافت کرنا چاہتا تھا کہ پریتم لال کی شکتی کے باوجود اس ناکامی کا سبب کیا ہے اور میرا اگلا قدم کیا ہونا چاہیے۔انکا نے وعدہ کیا تھا کہ وہ مندر سے واپسی پر میرے سر پر آجائے گی مگر وہ غائب تھی۔میں نے اسے بے تحاشا آوازیں دیں لیکن بے سود۔غصے نے مجھ پر دیوانگی طاری کردی' یہ انکا کہاں چلی گئی۔اسی لمحے میرے ذہن میں ایک پریشان کن خیال ابھرا۔کہیں کالی کی مہان شکتی نے انکا کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچایا ہو۔اگر ایسا ہوگیا تو میں تو لٹ گیا۔انکا کی غیر موجودگی نے مجھے اتنا الجھایا کہ میں پاگلوں کی طرح سڑک پر دوڑنے لگا جیسے انکا مجھے سڑک پر کہیں کھڑی ہوئی نظر آجائے گی۔چاروناچار تھک کر مندر میں دوبارہ جانے کا ارادہ ترک کر کے میں اپنے ہوٹل کی طرف چل دیا۔

دن چڑھ آیا تھا۔اس کا مطلب یہ تھا کہ میں زیادہ دیر تک کوڑا کرکٹ پر بے ہوش نہیں پڑا رہا۔ہوٹل میں اپنے کمرے پر پہنچا تو میرے ذہن کو دوسرا جھٹکا لگا۔کمرا باہر سے مقفل تھا جس کا کوئی امکان ہی نہیں تھا۔کلکتے میں مالا رانی کا تنہا باہر نکلنا خطرے سے خالی نہیں پھر وہ لوگ کہاں چلے گئے۔کیا کہیں مالا رانی کو بھی؟ میں اس سے آگے کچھ نہ سوچ سکا۔تیزی سے ہوٹل کے منیجر کے کمرے تک گیا۔میں اس سے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ مالا کہاں گئی؟ منیجر مسلمان تھا۔اس نے مجھے دیکھا تو بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔اس نے پیچھے سے اپنے دفتر کا دروازہ بند کیا پھر خوف زدہ لہجے میں کہنے لگا۔

''جمیل صاحب......آپ''

''جلدی بتاؤ منیجر۔''میں نے منیجر کا جملہ درمیان سے اچکتے ہوئے کہا۔''میرے کمرے میں قفل کیوں پڑا ہے؟ جن لوگوں کو میں کمرے میں چھوڑ گیا تھا وہ کہاں ہیں؟ کیا کہہ گئے ہیں؟ کب آئیں گے؟''میں نے ایک ہی سانس میں منیجر سے نہ جانے کتنے سوال کر ڈالے۔

وہ بے چارہ مجھے حیرت بھری نظروں سے دیکھتا رہا۔ مجھے بیٹھنے کے لیے اس نے کرسی پیش کی اور راز داری سے کہنے لگا۔ ''خان صاحب' جن لوگوں کو آپ کمرے میں چھوڑ گئے تھے' انہیں پولیس گرفتار کر کے لے گئی ہے۔ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ نے جس لڑکی کو اپنی بیوی بتایا تھا در اصل ایک ہندو لڑکی تھی اور اسے آپ اغوا کر کے لائے تھے۔ پولیس نے جس وقت چھاپا مارا اور اس وقت لڑکی کے رشتے دار بھی ساتھ تھے۔''

''منیجر!'' میں صدمے سے چکرا کر بولا۔ ''یہ سب اتنی جلدی کیسے ہو گیا؟''

''خان صاحب' آپ مسلمان ہونے کے رشتے سے میرے بھائی ہیں۔'' منیجر نے قریب آ کر دبی زبان میں کہا۔ ''یہاں کے بنگالی ہندو بہت متعصب ہیں۔ میرا مشورہ مانیں تو آپ کلکتے سے فوراً فرار ہو جائیے۔ یہ ہنگامہ کسی وقت بھی بڑھ کر فرقہ وارانہ فساد کی شکل اختیار کر سکتا ہے۔ پولیس آپ کی تلاش میں ہے۔ لڑکی کا باپ کلکتے کا بہت بڑا بزنس مین ہے۔ اگر آپ ایک بار اس کے چنگل میں پھنس گئے تو بچنا محال ہو جائے گا۔ یوں بھی یہ ہندو مسلم فساد کا معاملہ ہے۔ لڑکیوں کا چکر ہمیشہ [illegible] ہے۔ اس لڑکی پر لعنت بھیجئے' جتنی جلدی ممکن ہو...... یہ ہوٹل کی بدنامی کا معاملہ بھی ہے۔ معاف کیجئے میں ایسی حرکتیں پسند نہیں کرتا۔''

''منیجر۔ بکواس بند کرو۔'' میں نے غصے سے اٹھ کر منیجر کے گال پر اس زور کا طمانچہ رسید کیا کہ وہ لڑکھڑا کر کرسی سے ٹکرایا اور کرسی سمیت فرش پر الٹ گیا۔ مجھ پر خون سوار تھا۔ بدری نرائن کے معاملے میں ناکامی کے بعد اس دوسرے صدمے نے میرا ذہنی توازن بگاڑ دیا۔ نہ جانے مجھے کیا ہوا۔ میں اچھل کر منیجر کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا اور اپنے واحد ہاتھ سے اس کا گلا دبانے لگا۔ منیجر اس صورت حال کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ میں ایک ذرا سی بات پر اس قدر مشتعل ہو جاؤں گا۔ وہ خود کو بچانے کی خاطر میرے جسم کے نیچے مچل رہا تھا۔ اسے مارنے کی کوئی تک نہیں تھی۔ اس سے پہلے کہ منیجر کا دم نکل جاتا انکا میرے سر پر آ گئی۔ دوسرے ہی لمحے انکا کی گھبرائی ہوئی آواز میرے کانوں میں گونجی۔

''جمیل' ہوش میں آؤ۔ اس غریب نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ یہ تو تمہارا ہمدرد ہے۔''

انکا کی آواز سن کر میرے ہاتھ کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ میں منیجر کو چھوڑ کر اسے دھتکارتے ہوئے اٹھا اور بڑے بیزار لہجے میں انکا سے اس کی عدم موجودگی کا سبب پوچھا۔ انکا خود بھی اس وقت بہت پریشان نظر آ رہی تھی وہ جلدی سے بولی۔ ''معلوم ہے جمیل۔ تم مجھ سے ناراض ہو لیکن بات ہی کچھ ایسی تھی کہ مجھے کالی کے مندر سے یہاں آنا پڑا۔ تمہارے چچا اور مالا رانی کو پولیس نے گرفتار کر لیا ہے۔ مالا رانی کو اس کے والد اور بھائی اپنے گھر لے گئے۔ تمہارے چچا حوالات میں بند ہیں۔ پولیس والوں نے انہیں بڑی بے رحمی سے مارا ہے۔ وہ ان سے تمہارا پتا دریافت کر رہے ہیں۔ جمیل تمہاری قسمت بڑی خراب

ہے۔ جب حالات ذرا سدھرنے لگتے ہیں' کوئی نہ کوئی مصیبت آ جاتی ہے۔''

''لیکن اچانک یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟'' میں نے تلملا کر سوال کیا۔

''بھاگ کے کھیل ہیں جمیل۔'' انکا نے سرد آہ بھر کر کہا۔ ''اسٹیشن سے آتے وقت مالا رانی کے کسی رشتے دار نے اسے دیکھ لیا تھا۔ پولیس کے سامنے مالا رانی نے یہی بیان دیا ہے کہ وہ تمہارے ساتھ اپنی مرضی سے آئی ہے لیکن تمہارے باا ثر مالدار سسر نے پولیس والوں کی مٹھی گرم کر رکھی تھی۔ مالا رانی کی ایک نہ چل سکی۔ باپ اور بھائی زبردستی اسے پکڑ کر لے گئے۔''

''اور تم نے کیا کیا؟'' میں نے انکا سے پوچھا۔

''یہ واقعہ دوپہر کا ہے۔ جب میں پہنچی تو سارا کھیل بگڑ چکا تھا۔ میں مالا رانی کے سر پر گئی۔ وہ بہت پریشان تھی۔ میں نے اسے پریشانی سے بچانے کے لیے اس کا ذہن ماؤف کر دیا۔ وہ سارے وقت میرے اشاروں کی تابع رہی پھر میں وہاں سے چلی آئی۔ ابھی میں اکیلی کچھ سوچ رہی تھی کہ تمہارے پاس آنے کی ضرورت پڑ گئی۔''

''اب کیا کیا جائے۔ کبھی زندگی میں سکون بھی نصیب ہو گا انکا؟''

''ایک شرط پر سکون مل سکتا ہے۔''

''وہ کیا؟''

''تم یہ جذباتی حرکتیں' ضدی پن اور جلد مشتعل ہو جانا چھوڑ دو۔ ابھی میں نہ آتی تو تم ایک اور جرم میں پھنس جاتے۔''

''انکا۔ ایسے حالات میں کون شخص خود کو قابو میں رکھ سکتا ہے۔ تمہاری زبان سے نصیحتیں اچھی نہیں لگتیں۔''

''جمیل۔ تم بعض اوقات اجنبیت کی باتیں کرنے لگتے ہو۔'' انکا اداسی سے بولی۔

''اچھا اچھا۔ زیادہ باتیں نہ کرو۔ اب یہ بتاؤ کہ مالا رانی اور چچا جان کو کس طرح اس مصیبت سے نجات دلائی جائے۔'' میں نے جزبز ہو کر کہا۔

''چلو اپنے کمرے میں چلو۔ غسل کر کے کپڑے تبدیل کرو۔ میں جو تمہارے ساتھ ہوں۔ دیکھتے ہیں آگے کیا ہوتا ہے۔''

میں نے انکا کی زبانی پوری تفصیل دوبارہ معلوم کر کے اپنے کمرے کا رخ کیا۔ کپڑے تبدیل کیے ٹیکسی پکڑ کر تھانے کے لیے روانہ ہو گیا۔ میری ذہنی حالت بڑی ابتر تھی' پے در پے صدمات نے مجھے کہیں کا نہ رکھا تھا۔ راستے میں انکا کے پوچھنے پر میں نے کالی کے مندر میں پیش آنے والی ساری روداد اسے سنائی تو انکا غور و فکر میں ڈوب گئی۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد وہ بولی۔ ''تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا ہے وہ

دھوکا ہے جمیل۔ بدری نرائن کوئی معمولی پنڈت تو ہے نہیں۔ اس نے خود کو تم سے بچانے اور تمہیں موت کے منہ میں دھکیلنے کے لیے یہ سارا بہروپ بھرا تھا۔ پریتم لال کی پراسرار قوت نے اگر تمہاری مدد نہ کی ہوتی تو شاید......"

"مگر میں نے دیوی کی آنکھیں اور ہونٹ متحرک دیکھے تھے۔ کمرے میں ایک نسوانی آواز گونج رہی تھی۔ وہ مجھے بار بار وہاں سے بھاگ جانے کی تلقین کر رہی تھی پھر وہاں اچانک خوفناک آگ لگ گئی اور ایک مورتی میرے سر پر آ گری۔"

"یہ تو معمولی کرتب ہے جمیل۔ بدری نرائن نے ایک مدت تک دیوی اور دیوتاؤں کے لیے بڑے بڑے جاپ کیے ہیں۔ اس کے لیے یہ معمولی قسم کے چمتکار دکھانا کوئی مشکل نہیں۔ کچھ شکتیاں اس کے قبضے میں بھی ہیں۔ شاید تمہیں پریتم لال کی شکتی سے صحیح طور پر کام لینا نہیں آیا لیکن اس کا بندوبست ہمیں بعد میں کرنا پڑے گا۔ پہلے ہمیں مالا رانی اور تمہارے چچا جان کے بارے میں کچھ کرنا ہے۔"

"انکا۔ کیا کم بخت بدری نرائن ہمیشہ مندر ہی میں رہے گا؟"

"ہاں۔ اسے مجھ سے ڈر ہے۔ وہ جب تک پریتم لال جیسی شکتی حاصل نہیں کر لیتا اور ایک خاص علاقے میں گیان دھیان کے لیے کالی اسے آگیا نہیں دیتی' اس وقت تک وہ مندر میں مقید رہے گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ایک بار ضرور باہر آئے گا۔ مجھے اس کے باہر آنے ہی کا انتظار ہے۔"

"جب تک میری موت واقع ہو جائے گی۔" میں نے زہر خند سے کہا۔

"ارے جمیل۔ تم بہت مایوسی کی باتیں کر رہے ہو۔ ابھی تو تمہیں نہ جانے کیا کیا دیکھنا ہے۔ ابھی تم نے دیکھا ہی کیا ہے۔" انکا نے اٹھلا کر اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

"بس کرو انکا۔ اب اعصاب میں دم نہیں رہا۔ خاموش ہو جاؤ۔"

راستے بھر انکا حسب معمول مجھے پرسکون رہنے کی تلقین کرتی رہی۔ میرا ذہن کئی حصوں میں بٹ چکا تھا۔ نرگس کا قاتل اپنی قوت کی وجہ سے میری آنکھوں میں دھول جھونک کر صاف بچ نکلا تھا۔ اگر میں پریتم لال کی شکتی کا غلاف نہ اوڑھے ہوتا تو عین ممکن تھا کہ نرگس کے پاس دوسری دنیا میں پہنچا دیا جاتا۔ مجھے ایک طرف مالا رانی کی فکر لاحق تھی اور دوسری طرف اپنے چچا جان خورشید احمد خان کی گرفتاری کا غم تھا۔ ایک عرصے بعد ان سے ملاقات ہوئی تھی اور میری وجہ سے کتنے شرمناک واقعات میں ملوث ہو کر پریشانیوں کا شکار ہو گئے تھے۔

تھانے پہنچ کر میں سیدھا انسپکٹر کے کمرے میں گیا۔ انسپکٹر نے غالباً میری خوش پوشی سے متاثر ہو کر مجھے کرسی پیش کی لیکن جب میں نے اپنا نام بتایا اور کہا کہ میں خورشید احمد خان کی ضمانت لینے آیا ہوں تو انسپکٹر کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ مجھے فاتحانہ انداز میں قہر آلود نظروں سے گھور کر کہنے لگا ہوں۔ "تو تم ہو

ل احمد خان' اچھا ہوا تم خود آ گئے۔ ہمیں تمہاری ہی تلاش تھی۔"

"میں نے کوئی جرم نہیں کیا انسپکٹر۔" میں نے دبنگ آواز میں کہا۔ "مالا مجھے ایک مہان پجاری پریتم نے سورگباش ہوتے وقت دان کی تھی۔ کنیا دان کے ساتھ اس نے جہیز میں کچھ شکتی بھی دی تھی۔"

"اچھا۔ بڑی دلچسپ باتیں کرتے ہو۔" انسپکٹر نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا پھر گرج کر بولا۔ "دو روز حوالات میں رہو گے تو تمہارا ذہنی توازن خود بخود ٹھیک ہو جائے گا۔ ہمیں بڑے بڑوں کے دماغ نے لگانا آتا ہے۔"

"انسپکٹر تم گستاخی کر رہے ہو۔ شاید تم نے جمیل احمد خان کا نام نہیں سنا؟" میں نے بھی لہجہ بدلا۔

"بکواس بند کر مسلے' یہ تھانہ ہے۔ تیرے باپ دا کی جاگیر نہیں ہے۔" انسپکٹر ایک دم کھڑا ہو گیا۔

"تم اوقات سے بڑھ رہے ہو انسپکٹر۔ کھال میں رہنے کی کوشش کرو ورنہ یہ پورا تھانہ کھنڈر میں تبدیل ردوں گا۔" میں نے بگڑتے ہوئے تیور سے کہا۔

انسپکٹر نے میری جرات اور بے باکی دیکھ کر شاید حفظ ماتقدم کے طور پر جھٹ اپنا پستول نکال لیا اور ری طرف تان کر اپنے چہرے پر زبردستی مسکراہٹ لانے کی کوشش کی۔

"اس معمولی کھلونے سے تو آپ واقف ہوں گے جمیل احمد خان۔ کیا اب پھر آپ کچھ بکواس کرنے زحمت کریں گے؟"

"انسپکٹر۔ یہ کھلونا اپنے پاس رکھو۔ یہ بچوں کی باتیں ہیں۔ یہ کھیل میں بہت دن ہوئے چھوڑ چکا ں۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

"خوب خان صاحب! آپ خاصے کھائے کھیلے معلوم ہوتے ہیں' بہرحال اب آپ اپنے آپ کو رفتار سمجھیں۔" انسپکٹر نے سرد لہجے میں کہا۔

"شاید تم بھول گئے ہو۔ میں اپنے چچا جان کی ضمانت لینے آیا ہوں۔"

"ہاں ہاں وہ تو جناب نے پہلے بتا دیا تھا مگر میری عرض بھی سنیں۔ آپ کو معلوم ہو گا خان صاحب کہ غوا کا کیس ہے۔ اس میں گرفتار شدہ شخص کی ضمانت صرف عدالت قبول کر سکتی ہے۔ مجھے یہ اختیار نہیں البتہ مجھے اور اختیارات ضرور حاصل ہیں۔"

"تم بکواس کرتے ہو۔" میں آپے سے باہر ہو گیا۔ "یہ اغوا کا کیس ہرگز نہیں ہے۔ میرے خلاف ناور خواہ مخواہ کا مقدمہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ میں اس سلسلے میں عدالت وغیرہ سے رجوع نے کے لیے قطعاً تیار نہیں ہوں۔ تمہیں میرے چچا کی ضمانت قبول کرنی ہی پڑے گی۔"

"انسپکٹر مسکرایا۔ "فی الحال تو میں آپ کو گرفتار کر رہا ہوں۔ یقیناً یہ بات میرے اختیار میں ہے۔"

"یہ تم اچھا نہیں کر رہے ہو۔ تم وہ کام کرنا چاہتے ہو جو تمہارے امکان سے باہر ہے۔"

"میں بھی آپ کو بتاؤں گا خان صاحب کہ میرے امکان میں کیا ہے۔"

اتنا کہنے کے بعد اس نے اٹھ کر پستول کا رخ میری طرف کیا۔ انکا اسی موقع کی منتظر تھی۔ وہ اسی وقت میرے سر سے رینگ کر اتر گئی۔ دوسرے ہی لمحے انسپکٹر کا رویہ نرم پڑ گیا۔ وہ کرسی پر بیٹھ کر دیر تک تذبذت کی کیفیت سے دو چار رہا پھر بولا۔ "معاملہ بے حد سنگین صورت اختیار کر گیا ہے خان صاحب لیکن میں اپنے اختیارات کی حدود سے تجاوز کر کے خورشید احمد خان کے سلسلے میں آپ کی ضمانت قبول کرنے کو تیار ہوں۔"

میں سمجھ گیا کہ انکا انسپکٹر کے سر پر چلی گئی ہے۔ میں نے بات کو طول دینا مناسب نہیں سمجھا۔ خاموشی سے ضمانت کے کاغذات الٹے سیدھے پر کیے اور انسپکٹر کی طرف بڑھا دیے۔ البتہ میں نے اس دوران اس سے مالا کے باپ کنور پرتاپ کے بارے میں ضروری تفصیلات حاصل کر لیں۔ انسپکٹر کے بیان کے مطابق کنور پرتاپ کا شمار بہت بڑے جاگیرداروں میں ہوتا تھا۔ اس کا لمبا چوڑا کاروبار دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ تفصیلات معلوم کرنے کے بعد میں انسپکٹر کے ساتھ حوالات کے اندر گیا جہاں میرے چچا نہایت خستہ حالت میں پختہ زمین پر پڑے کراہ رہے تھے۔ پولیس والوں نے انہیں حقیقتاً بڑی بے دردی اور بے رحمی سے مارا تھا۔ ان کا لباس شکستہ ہو گیا تھا۔ جلد جگہ جگہ سے پھٹ گئی تھی اور خون رس رہا تھا۔ سر اور داڑھی کے بال خون میں لت پت تھے۔ ان کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی۔

اپنے چچا کو اس اذیت ناک حالت میں دیکھ کر میں کھول اٹھا۔ جی میں آئی کہ ڈیوٹی پر تعینات تمام پولیس والوں کو ان کے سنگ دل افسروں سمیت موت کے گھاٹ اتار دوں مگر اس وقت کوئی ہنگامہ مناسب نہیں تھا۔ مجھے مالا کی خبر لینی تھی۔ میں خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو رہا۔ پولیس والوں کو جب خورشید احمد خان کی ضمانت کا علم ہوا تو ان کی حیرتوں کی انتہا نہ رہی۔ شاید انہیں یقین نہیں تھا کہ میرے چچا ان کے شکنجے سے زندہ بچ سکیں گے لیکن چونکہ انسپکٹر میرے ہمراہ تھا اس لیے کسی نے زبان نہیں کھولی۔ میں نے ایک پولیس والے کے ذریعے ٹیکسی منگوائی۔ انسپکٹر کی مدد سے اپنے بے ہوش چچا کو اٹھا کر ٹیکسی میں ڈالا اور تھانے سے روانہ ہو گیا۔

ٹیکسی ابھی کچھ ہی دور گئی تھی کہ انکا دوبارہ میرے سر پر آ گئی۔ اس نے مجھے ایک ایسے ہسپتال کا پتا بتا دیا جو شہر سے خاصی دور تھا۔ میں نے مصلحت کے تحت راستے میں دو ٹیکسیاں بدلیں اور چچا کو سیدھا وہاں پہنچایا اور انہیں اسپیشل وارڈ کے ایک پرائیویٹ روم میں داخل کرا دیا۔ ڈاکٹروں نے معائنہ کرنے کے بعد بتایا کہ ان کی حالت مخدوش ہے۔ میری آنکھیں نم ناک ہو گئیں۔ انکا نے مجھے اداس دیکھ کر میری ڈھارس بندھاتے ہوئے بولی۔

"اتنی پریشانی کی کیا بات ہے۔ تمہارے چچا ایک ہفتے میں ٹھیک ہو جائیں گے۔"

"خدا تمہاری زبان مبارک کرے۔" میں نے دل ہی دل میں انکا سے کہا اور ڈاکٹر سے گفتگو کرنے

چچا جان کو ڈاکٹر کے حوالے کر کے میں وارڈ سے باہر کوریڈور میں آ گیا۔ اب مجھے مالا کے سلسلے میں سوچنا تھا۔ میں ہر صورت میں کنور پرتاپ کے گھر جا کر مالا کو اس کی قید سے آزاد کرانا چاہتا تھا لیکن میری رائے سے متفق نہیں تھی۔ کچھ دیر ہمارے درمیان گرم و تلخ بحث ہوئی پھر انکا نے مشورہ دیا۔ "تم جان کے پاس ٹھہرو۔ میں مالا رانی کے پاس جا کر حالات کا جائزہ لیتی ہوں۔ اس کے بعد اس سلسلے کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔ ممکن ہے میں اسے کنور پرتاپ کے قبضے سے باہر نکال لانے میں اسی وقت اب ہو جاؤں۔"

"نہیں انکا۔" میں نے افسردگی سے کہا۔ "مالا کو مزید الجھنوں میں نہیں ڈالنا چاہیے۔ وہ بہت معصوم اس کے دل و دماغ پر ان غیر متوقع حادثات کا گہرا اثر پڑے گا۔ وہ برسوں سے پریتم لال کی صحبت زندگی گزار رہی تھی اس لیے شہر کے لوگوں کی عیاریوں سے واقف نہیں ہو گی۔ اگر وہ کلکتے میں رہی تو کے باپ بھائی اسے پھر تلاش کر لیں گے۔ چچا جان کی طبیعت خراب نہ ہوتی تو میں مالا کو لے کر لکھنو جاتا۔ وہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو میں کسی طرح حالات اپنے حق میں ہموار کر کے مالا کو لکھنو پہنچا سکتی لیکن......"

"لیکن کیا؟" میں نے انکا کی خاموشی سے الجھتے ہوئے پوچھا۔ "تم کہنا کیا چاہتی ہو انکا۔ کیا مجھے مالا بھی دستبردار ہونا پڑے گا؟ تم خاموش کیوں ہو گئیں؟"

"میں سوچ رہی ہوں جمیل۔" انکا سنجیدگی سے بولی۔ "کلکتے میں تمہارا ٹھہرنا بھی ٹھیک نہیں ہے۔ مالا رشتے داروں کو جب تمہارے چچا جان کی ضمانت کا علم ہو گا تو وہ دنگے فساد پر اتر آئیں گے یہاں روپوش رہنا مشکل ہو جائے گا۔ مجھے ڈر ہے جمیل کہ تم پھر کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جاؤ۔ مجھے تم پر نہیں رہا۔"

"کیا اعتبار نہیں رہا؟" میں نے غصے سے پوچھا۔

"یہی کہ تم اپنی حفاظت تنہا نہیں کر سکتے ہو۔ تم اتنی جلدی برہم جو ہو جاتے ہو۔"

"انکا تمہارے سوا بھی تو میری کوئی ذات ہے۔"

"لیکن تم ایسے خطرات میں گھر جاتے ہو جو عام آدمیوں کو پیش نہیں آتے اسی لیے تمہیں میری ت پڑتی ہے۔" پھر انکا بہت اداسی سے کہنے لگی۔ "یہ سب کچھ میری وجہ سے ہو رہا ہے کاش میں ے سر پر نہ آتی تو تم عام آدمیوں کی طرح خوش و خرم زندگی بسر کر رہے ہوتے۔ میری وجہ سے تم پر

کیسے کیسے غم ٹوٹے۔''

''انکا' مجھ بدنصیب کے لیے تو تم نے بہت کچھ کیا ہے۔'' میں نے خجالت سے کہا۔

''کیا کیا۔ یہی کہ تمہارا ہاتھ چھنوا دیا۔ تمہارا خون مجھے پینا پڑا۔ تمہیں میری وجہ سے سڑکوں پر بھیک مانگنی پڑی۔''

''چھوڑو انکا۔ ماضی کی باتیں نہ کرو۔ دل کڑھتا ہے۔'' میں نے سوچا انکا نے تو مجھے زندگی کے اصل رنگ دکھائے ہیں۔ میں نے یہ موضوع بدل دیا اور اصرار کرنے لگا۔ ''تم میری فکر نہ کرو۔ مجھے تنہا چھوڑ دو۔ مالا کی خبر لو۔''

انکا نے مجھے حالات کے تاریک پہلوؤں پر بہت سمجھایا لیکن میں نے اسے یہی حکم دیا کہ وہ میری فکر نہ کرے۔ اور جتنی جلد ممکن ہو' مالا کو اس کے باپ کے قبضے سے نکال کر لکھنؤ پہنچا دے۔ انکا میرے حکم کے آگے بے بس ہو گئی۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ مجھے تنہا چھوڑ کر جانے پر آمادہ نہیں ہے۔ میں نے تصور کے عالم میں سر پر نگاہ کی تو اسے متذبذب دیکھا۔ میں نے کہا۔ ''کیا سوچ رہی ہو؟ وقت مت ضائع کرو انکا۔ ہمارے لیے ایک ایک لمحہ قیمتی ہے' نہ جانے مالا کے باپ بھائی اب تک اس پر کتنے ظلم کر چکے ہوں گے' تم مالا کو بچاؤ۔ میرے لیے پریشان نہ ہو۔ میرے پاس پریتم لال کی شکتی ہے۔ میں اپنے دشمنوں سے نمٹ لوں گا۔''

انکا نے سراسیمگی سے ایک نظر مجھے دیکھا پھر خاموشی سے رینگ کر میرے سر سے اتر گئی۔ اس کے جانے کے بعد میں دوبارہ اپنے چچا کے کمرے میں چلا گیا۔ میں رات گئے تک ان کے پاس رہا۔ ان کی بے ہوشی برقرار تھی۔ میں خود کو ملامت کر رہا تھا۔ ساری ذمے داری مجھ پر عائد ہوتی تھی۔ اب میں انہیں ہر قیمت پر موت کے منہ سے بچانا چاہتا تھا۔ میں نے ڈاکٹروں کو ایک لمبی رقم دے کر ان کی تمام تر توجہ خرید لی تھی لیکن میرا دل ابھی تک مطمئن نہیں تھا۔ کبھی میں اٹھ کر کوریڈور میں ٹہلنے لگتا۔ کبھی دوبارہ چچا کے سرہانے جا بیٹھتا۔ دل کا کیا کرتا جو قابو میں نہیں آتا تھا۔

اگلی صبح کہیں چچا جان ہوش میں آئے اور ڈاکٹروں نے یہ مژدہ سنایا کہ اب ان کی حالت خطرے سے باہر ہے میری جان میں جان آئی۔ میں نے گزشتہ روز سے کچھ کھایا پیا نہیں تھا اس لیے اسپتال سے نکل کر درمیانے درجے کے ایک قریبی ہوٹل میں گیا اور شکم سیر ہو کر ناشتہ کیا تو حالت زار درست ہوئی لیکن اب مالا کی فکر دامن گیر تھی۔ ناشتے سے فارغ ہو کر میں نے یونہی وقت گزاری کے لیے ایک اخبار اٹھا لیا۔ مجھے پہلے ہی صفحے پر جو سرخی نظر آئی وہ میرے لیے بڑی اہمیت رکھتی تھی۔ میں تمام تر انہماک سے وہ اہم خبر پڑھنے لگا جس میں ہوٹل پر پولیس کے چھاپے سے لے کر مالا کے دوبارہ پراسرار طور پر اغوا ہو جانے کی تفصیل درج تھی۔ اس انسپکٹر کو ملازمت سے معطل کر دیا گیا تھا جس نے میرے چچا کی ضمانت

قبول کی تھی۔ مجھے یہ پڑھ کر یک گونہ سکون ہوا کہ مالا دوبارہ اغوا کر لی گئی ہے۔ کسی کو کیا معلوم تھا کہ اسے انکا کی پراسرار قوت لے اڑی ہے۔ اخبار میں میرے بارے میں صرف اتنا درج تھا کہ خورشید احمد خان کی ضمانت لینے والے شخص کا ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا اور پولیس اس کی تلاش میں ہے۔ میں نے ہوٹل میں موجود افراد کو غور سے دیکھا۔ ہر شخص اپنے اپنے کام میں مصروف تھا۔ بل ادا کر کے میں باہر آیا اور کم آباد علاقوں کے درمیان سے گزرتا ہوا بازار گیا جہاں سے میں نے کامدار چادر خرید لی اور اسے فوراً اس طرح شانوں پر ڈال لیا کہ کسی کو مجھ پر شبہ بھی نہ ہو اور میرا کٹا ہوا ہاتھ بھی چھپا رہے۔ ہندوؤں میں اس قسم کی چادر شانوں پر ڈال کر باہر نکلنا عام بات ہے۔ مجھے اب صرف اس بات کی فکر تھی کہ چچا ٹھیک ہو جائیں اور میں انہیں ساتھ لے کر کلکتے سے دور چلا جاؤں۔ میں بدری نرائن کا معاملہ فی الوقت ذہن سے نکالنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ اپنے خیالات میں محو میں اسپتال کے قریب پہنچا تو دروازے کے باہر پولیس کی گاڑی دیکھ کر میرا ماتھا ٹھنکا۔ چنانچہ صدر دروازے سے اسپتال میں داخل ہونے کے بجائے میں ایک لمبا چکر کاٹ کر پشت کی جانب پہنچا اور احاطے کی دیوار کے قریب رک کر اندر دیکھا تو میرا شبہ یقین میں بدل گیا۔ یہاں سے مجھے پرائیویٹ وارڈ کا برآمدہ نظر آ رہا تھا۔ برآمدے میں چار پانچ پولیس افسر موجود تھے۔ ان کے ساتھ ایک موٹا تازہ آدمی بھی سوٹ بوٹ میں کھڑا تھا اور منہ بنا بنا کر ایک پولیس افسر سے کچھ کہہ رہا تھا۔ میں ان کے درمیان ہونے والی باتیں نہیں سن سکتا تھا۔ البتہ میں نے اتنا اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ شخص کنور پرتاپ ہی ہو سکتا ہے' برآمدے کے ساتھ ہی ایک شاندار گاڑی کھڑی تھی جو میرے اندازے کی تصدیق کر رہی تھی۔

میں دیوار کے قریب سے ہٹ کر سڑک پر آ گیا۔ اب میرا وہاں رکنا مناسب نہیں تھا۔ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ آخر پولیس کو میرے چچا کے بارے میں کس ذریعے سے معلومات حاصل ہو گئیں۔ اسپتال میں پولیس کی موجودگی کا مطلب یہی تھا کہ میں وہاں چلا جاتا تو گرفتاری یقینی تھی۔ مجھے اس بات کی فکر ستانے لگی کہ نہ جانے پولیس والے میرے چچا کے ساتھ کیا برتاؤ کر رہے ہوں۔ اگر انکا میرے سر پر ہوتی تو بہت کچھ کر سکتا تھا لیکن وہ اس وقت مالا کے پاس تھی اور اس کی فوری واپسی ممکن نہیں تھی۔

میں نے اسپتال سے کوئی چار میل دور ایک معمولی درجے کے ہوٹل میں کمرا لیا اور گوشہ نشین ہو گیا۔ انکا کی واپسی سے قبل میرا آزاد گھومنا پھرنا مصلحت کے خلاف تھا۔ اس روز سارا دن اور تمام رات میں چچا کی خیریت نہ معلوم کرنے کے سبب مضطرب رہا۔ دوسری صبح اخبار کے ذریعے مجھے بس اتنا پتا چل سکا کہ خورشید احمد خان کو پولیس نے دوبارہ برآمد کر لیا ہے لیکن ابھی ان کی حالت مخدوش ہے' اس لیے پولیس ان سے کوئی بیان نہیں لے سکی ہے۔ نامہ نگار نے پولیس کے حوالے سے یہ بھی لکھا تھا کہ جس شخص نے خورشید احمد خان کی ضمانت کرائی تھی وہ بھی عن قریب گرفتار کر لیا جائے گا۔ میں نے اخبار اٹھا کر زمین پر

پھینک دیا پھر دن بھر چچا جان کے بارے میں سوچتا رہا۔ شام ہوئی تو میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ خواہ حالات کچھ بھی ہوں' میں رات کے وقت اسپتال ضرور جاؤں گا۔ نہ جانے چچا میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے۔

رات ہونے تک میں اپنے کمرے ہی میں بند رہا۔ جب رات کا اندھیرا ہوا تو میں نے کمرے سے نکلنے کی ٹھانی۔ مجھے اس وقت پریتم لال یاد آیا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ دنیا کی کوئی قوت مجھے گزند نہیں پہنچا سکتی۔ میں اس کی طاقت ایک بار ریل میں آزما چکا تھا' دوسری بار کالی کے مندر میں مجھے پریتم لال کی پراسرار شکتی کا اندازہ ہوا۔ میرا بے ہوش ہو جانے کے بعد زندہ سلامت مندر سے باہر آ جانا یقیناً کسی معجزے سے کم نہیں تھا۔ اب ایک ایسا موقع پھر آ گیا تھا۔ میں نے چادر اٹھا کر کندھے پر ڈالی اور باہر جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ دستک کی آواز سن کر چونکا پھر اس خیال سے کہ ہوٹل کا بیرا برتن واپس لینے آیا ہوگا۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا لیکن دوسرے ہی لمحے مجھے پیچھے ہٹنا پڑا۔

دروازے پر ہوٹل کے کسی بیرے کے بجائے ایک دبلا پتلا سادھو کھڑا ہوا تھا جسم پر گیروے رنگ کی ایک دھوتی لپیٹے ہوئے تھا۔ پاؤں میں کھڑاؤں تھے۔ سر اور داڑھی کے بال بے تحاشا بڑھے ہوئے تھے۔ آنکھیں چھوٹی چھوٹی لیکن بے حد ڈراؤنی تھیں۔ میں نے سادھو کو سرتاپا غور سے دیکھنے کے بعد بے پروا ہو کر پوچھا۔ ''کس سے ملنا ہے؟''

جواب میں سادھو نے مجھے کچھ سمجھنے اور جائزہ لینے والی نگاہوں سے دیکھا پھر ہاتھ کے دھکے سے مجھے پیچھے ہٹا کر اندر آ گیا۔ اس کے جسم میں بلا کی طاقت تھی۔ مجھے اس کے اس گستاخانہ رویے پر غصہ آ گیا لیکن میری کسی جوابی کارروائی سے پہلے ہی سادھو نے دروازہ اندر سے بند کر لیا اور میری طرف متوجہ ہو کر سپاٹ آواز میں بولا۔ ''بالک' کیا تیری مت ماری گئی ہے جو باہر جانے کی کوشش کر رہا ہے؟'' اس کی چمکتی نظریں میرے سارے جسم کا احاطہ کر رہی تھیں۔

''تم کون ہو اور اس قسم کی باتیں کیوں کر رہے ہو؟'' میں نے زچ ہو کر کہا۔ نہ جانے سادھو کے چہرے پر وہ کون سا تاثر تھا کہ میں اس کے خلاف کوئی جارحانہ قدم نہیں اٹھا سکا۔

''میری چنتا مت کر۔ اپنا من ٹٹول۔ اس لمحے اپنے چچا کے پاس تیرا جانا ٹھیک نہیں۔'' سادھو نے حکمیہ لہجے میں مجھ سے کہا پھر اس سے پیشتر کہ میں کسی حیرت کا اظہار کرتا یا کوئی جواب دیتا' سادھو نے مجھے حکم دیا۔ ''اب تو یہاں سے باہر قدم نہیں نکالے گا۔''

''مہاراج۔'' میں نے سادھو کے شفقت آمیز حکم سے متاثر ہو کر جواب دیا۔ ''میرے چچا پر جو بپتا پڑی ہے اس کی ذمے داری مجھ پر ہے۔ میں اپنی جان پر کھیل کر بھی اپنے چچا کو بچانا چاہتا ہوں۔''

''آگے بات نہ کر۔ باہر پگ دھرا تو پکڑا جائے گا۔'' سادھو نے خشک آواز میں کہا پھر کچھ توقف کے

بعد بولا۔ ''تیرے من میں جو ہے وہ کھلا ہوا ہے' تو اپنے چچا کو لے کر یہاں سے جانا چاہتا ہے' پرنتو پولیس کی نظروں سے کیسے بچے گا؟ اس کی آنکھ میں دھول جھونکنا تیرے بس کی بات نہیں۔ کوئی اور اپائے کرنا ہوگا۔ تو چاروں طرف سے گھر گیا ہے۔''

اتنا کہہ کر سادھو نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ میں بڑی صاف گوئی سے اعتراف کرتا ہوں کہ سادھو کی سحر انگیز شخصیت' اس کے لہجے اور اس کے رویے نے مجھے دم بخود کر دیا تھا۔ پتہ نہیں اسے میرا راز کس طرح معلوم ہو گیا۔ آخر اس کا اس طرح میرے پاس آنے سے کیا مقصد تھا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی بیرے نے میرا کٹا ہوا ہاتھ دیکھ لیا ہو اور پولیس نے اس کی مخبری کی تصدیق کے لیے اپنے کسی آدمی کو سادھو کے روپ میں میرا کھوج نکالنے بھیجا ہو؟ اس خیال نے مجھے چونکا دیا لیکن ٹھیک اسی لمحے سادھو نے آنکھیں کھول کر مجھے برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ ''تیرے پاس منش کو پرکھنے والی نظر کی کمی ہے۔ تیرے من میں جو کھوٹ ہے اسے دور کر۔ میں تیری سہائتا کے کارن یہاں آیا ہوں اور تو مجھ پر شک کرتا ہے اپرادھی۔''

سادھو کی بات سن کر میں اور حیرت زدہ ہو گیا۔ میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ میرے دل میں جو شبہ ابھرا تھا وہ جاتا رہا۔ میں نے عقیدت مندانہ نظروں سے سادھو کی طرف تکتے ہوئے کہا۔ ''بگڑے ہوئے حالات منش کو اپنے سائے سے بھی خوف کھانے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ مجھے شما کر دو مہاراج۔''

''سن۔ تو صبح والی گاڑی سے بنارس چلا جا۔ اس کے لیے تجھے چنتا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میرا آشیرباد تیرے ساتھ ہے' کوئی شکتی تجھے راستے میں پریشان نہیں کر سکتی۔''

''مگر میرے چچا کیا کیا ہوگا مہاراج۔ میں انہیں چھوڑ کر کیسے جاؤں؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''تو اس کی چنتا نہ کر مور کھ۔ اسے مجھ پر چھوڑ دے۔ میں تجھے وچن دیتا ہوں کہ سب کچھ تیری آشا کے انوسار ہوگا۔'' سادھو نے ترشی سے کہا۔ ''پرنتو یہ دھیان میں رکھنا کہ کہیں اور نہ بھٹکنا' ورنہ پچھتائے گا۔''

میں جواب دینے میں ہچکچا رہا تھا۔ سادھو نے اس کی مطلق پروا نہ کی اور دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔ کئی لمحوں تک میں سوچتا رہا اور پھر ایسے عالم میں کیا فیصلہ ہوتا۔ چچا جان کو اس حالت میں چھوڑ کر جانا مناسب نہیں تھا لیکن اب سادھو کا حکم ٹالنا بھی میرے بس کی بات نہیں تھی۔ کوئی میرے اندر سے مجھے بار بار اکسا رہا تھا کہ میں سادھو کی ہدایت پر بے چون و چرا عمل کروں۔ رات بھر میں اپنی ادھیڑ بن میں مبتلا رہا۔ بنارس کی گاڑی صبح ساڑھے پانچ بجے جاتی تھی۔ نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ میں نے ت ہی منیجر کو بلا کر بل ادا کیا اور ڈرتا جھجکتا اسٹیشن کی طرف چل دیا۔ میں نے اس وقت بھی اپنا ہاتھ چادر میں چھپا رکھا تھا۔ اسٹیشن پر میرے اندیشے کے عین مطابق پولیس والے موجود تھے۔ کچھ سادہ لباس

والے بھی تھے جو ایک مسافر کو مشکوک نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے دوسرے درجے کا ٹکٹ لیا اور انتظار گاہ میں جا کر بیٹھ گیا۔ جب تک گاڑی نہ آگئی اور میں اس پر بیٹھ کر اسٹیشن کی حدود سے باہر نہیں نکل گیا' مجھے برابر اس بات کا خدشہ لاحق رہا کہ کہیں کسی مشکوک نظر کی زد میں نہ آجاؤں لیکن سادھو کا کہا ٹھیک ثابت ہوا۔ پولیس والوں اور سادہ لباس والوں نے مجھے دوسرے مسافروں کی طرح ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا تو ضرور' لیکن کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ سفر کے دوران مجھے برابر چچا کی فکر لاحق رہی اور ساتھ ہی مالا کی یاد بھی ستاتی رہی۔

بنارس پہنچ کر میں گاڑی سے اترا تو ٹھٹک کر رہ گیا۔ کلکتے کے ہوٹل کے کمرے میں ملنے والا سادھو وہاں پہلے سے میرا منتظر تھا۔ مجھ پر حیرتوں نے یلغار کر دی۔ یہ یہاں کس طرح پہنچا؟ متعدد سوالات ذہن میں کلبلانے لگے۔ میں ابھی اس بات پر حیران ہو ہی رہا تھا کہ سادھو خاموشی سے میرا ہاتھ پکڑ کر پہلے درجے کی انتظار گاہ کی جانب چلنے لگا۔ میں چپ نہ رہ سکا۔ بے چینی سے پوچھ بیٹھا۔ ''مہاراج۔ میرے چچا کا کیا حال ہے؟''

''دھیرج سے کام لے بالک۔'' سادھو نے میرے سوال پر کوئی توجہ نہ دی۔

انتظار گاہ کے دروازے پر پہنچ کر سادھو نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا اور گھمبیر لہجے میں کہنے لگا۔ ''بالک' اندر جا کر بیٹھ جا۔''

سادھو کا لب ولہجہ اور انداز ناقابل فہم تھا۔ اس کی شخصیت میرے لیے معمہ تھی۔ پہلے اس نے مجھے کلکتے سے روانہ کیا پھر خود بھی بنارس آگیا۔ وہ اچانک میری مدد کو کس طرح آگیا۔ آخر یہ سب کیسے اسرار ہیں' میں خاموشی سے اس کی ہدایت پر انتظار گاہ میں داخل ہوا مگر اندر قدم رکھتے ہی میرا دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا۔ میرے چچا سامنے ایک صوفے پر لیٹے سو رہے تھے۔ میں تیزی سے باہر نکلا' سادھو کا شکریہ ادا کرنا میرا فرض تھا لیکن سادھو مجھے کہیں نظر نہیں آیا۔ میں نے اسٹیشن کا کونا کونا چھان مارا لیکن وہ نہ جانے کہاں چلا گیا تھا پھر میں نے انتظار گاہ کی طرف لوٹتے ہوئے ایک قلی سے سادھو کے بارے میں پوچھا۔ قلی نے سادھو کا ذکر سنا تو مجھے حیران کن نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ ''کس سادھو کی بات کرتے ہو صاحب۔ تم تو تنہا تھے۔ میں نے خود تمہیں ویٹنگ روم میں جاتے ہوئے دیکھا تھا۔''

''میرے ساتھ ایک سادھو بھی تھا۔'' میں نے قلی کو باور کرانے کی کوشش کی۔ ''اس کے جسم پر گیروے رنگ کی دھوتی بھی تھی۔''

''کیوں مذاق کرتے ہو صاحب' میری آنکھیں ابھی ٹھیک ہیں' تم اپنے ڈبے سے اتر کر سیدھے ادھر آئے تھے' تمہارے ساتھ کوئی اور آدمی نہیں تھا۔ تمہیں دھوکا ہوا ہے صاحب' زیادہ تھک گئے ہو؟''

قلی سے مزید استفسار بے سود تھا۔ قلی کو سادھو کا نظر نہ آنا حیرت انگیز تھا جبکہ مجھے اچھی طرح یاد تھا کہ

اس قلی نے مجھے سادھو کے ساتھ انتظار گاہ کی طرف جاتے دیکھا تھا۔ نہ جانے یہ سب کیسے ہو گیا تھا۔ ذہن پر بہت زور دیا لیکن کچھ سمجھ میں نہ آیا پھر میں دوبارہ اندر داخل ہو گیا۔ میرے چچا بدستور آنکھیں بند کیے پڑے تھے۔ ان کے چہرے پر نقاہت تھی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ مجھے سادھو کے بارے میں ضرور کچھ بتا سکیں گے' بنارس تک یقیناً وہی پراسرار سادھو انہیں لایا ہوگا۔ میں نے چچا جان کے قریب جا کر انہیں غور سے دیکھا۔ سونے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ گہری نیند میں ہیں' مجھے ایک بات پر اور بھی حیران ہونا پڑا۔ چچا کو میں نے خود اپنی آنکھوں سے سرتاپا زخمی دیکھا تھا۔ اسپتال میں انہیں دو دن رہنا پڑا تھا محض دو دنوں میں زخموں کے نشانات کا اس طرح غائب ہو جانا کہ کہیں نشان تک نہ رہے' بڑی تعجب خیز بات تھی پھر یہ کہ چچا کے پاس صرف ایک شیروانی تھی جسے پولیس والوں نے تار تار کر ڈالا تھا' اس وقت وہ ایک نئی شیروانی میں ملبوس تھے۔

اب مجھے یہ فکر تھی کہ ہوش میں آنے کے بعد جب وہ مالا کے بارے میں باز پرس کریں گے تو میں کیا جواب دوں گا۔ مالا کا نام میں نے انہیں نرگس بتایا تھا میں سوچ سوچ کر الجھ رہا تھا کہ یکلخت میرے بالوں میں جنبش ہوئی۔ میں نے چونک کر تصور کے عالم میں سر کی جانب دیکھا تو دل باغ باغ ہو گیا۔ میری انکا میرے سر پر موجود تھی۔ اس کے چہرے پر شوخی اور مسکراہٹ تھی۔ میں نے سب سے پہلے اس سے مالا کے بارے میں دریافت کیا جس کے جواب میں انکا نے بتایا کہ وہ میرے حکم کے مطابق اسے میرے چچا کے مکان پر لکھنو چھوڑ آئی ہے۔ حالات کے تحت اس نے اپنا پراسرار وجود مالا پر ظاہر بھی کر دیا تھا اور اسے کچھ ضروری ہدایتیں بھی دے آئی تھی تاکہ چچا کے لڑکے اور لڑکیاں اس پر سوالات کی بوچھاڑ کریں تو وہ انہیں خاطر خواہ جواب دے سکے۔ مالا کے بارے میں جان لینے کے بعد میں نے انکا کو اپنے چچا کے بارے میں تفصیل بتائی تو اس نے انکشاف کیا۔ ''جمیل' جس شخص کی تم بات کر رہے ہو' وہ دراصل پریتم لال کا ایک دوست تھا۔ شاید پریتم لال نے مرنے سے پہلے اسے تمہارے بارے میں کچھ بتایا ہو یا اس کی آتما نے تمہاری سفارش کی ہو بہرحال پریتم لال کی شکتی نے پھر تمہاری مدد کی ہے۔ یہ سادھو اپنی عظیم طاقت کے نشے میں ایک بار پریتم لال سے بھی ٹکرا چکا ہے لیکن اسے منہ کی کھانی پڑی۔ پھر یہ سچے دل سے پریتم لال کا دوست بن گیا۔ یہ کوئی چالیس سال پہلے کی بات ہے۔ اس کا نام جگ دیو ہے۔ یہ بوڑھا بھی پہاڑیوں کی کھوہ میں تنہا رہتا ہے۔''

اگر سادھو کی حقیقت کا مجھے علم ہو جاتا تو میں یقیناً دل کھول کر اس کی پذیرائی کرتا اور اس سے دوستی کرتا۔ اب وہ ہاتھوں سے نکل چکا تھا۔ انکا نے اس کے متعلق مجھے بہت کچھ بتایا اور میں کف افسوس ملتا رہا پھر انکا کے مشورے پر میں نے چچا جان کو بیدار کیا۔ چھ سات بار آوازیں دینے کے بعد بازو سے ہلایا تو انہوں نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ وہ آنکھیں پھاڑے دیر تک یہ بدلی ہوئی جگہ دیکھتے رہے پھر

بولے۔ ''نرگس کہاں ہے اور ہم لوگ اس وقت کہاں بیٹھے ہیں؟''

''ہم لوگ اس وقت بنارس ریلوے اسٹیشن پر ہیں۔ نرگس کو میں نے لکھنؤ بھجوادیا ہے۔ اس وقت وہ آپ کے بچوں کے ساتھ ہوگی۔'' میں نے سعادت مندی سے جواب دیا۔

''لکھنؤ بھجوادیا۔ کیوں؟'' چچا جان نے حیرت سے پوچھا پھر کچھ یاد کر کے بولے۔ ''ہم لوگ کلکتے کے کسی ہوٹل میں مقیم تھے۔ ایکا ایکی بنارس کیسے آگئے؟''

''آپ اپنے ذہن پر زور نہ دیجیے۔'' انکا کی ہدایت پر میں نے ایک مختصر فرضی داستان سنا کر انہیں مطمئن کرنا چاہا۔ ''چچا جان' کلکتے میں آپ کی طبیعت اچانک ایسی خراب ہوگئی تھی کہ آپ کوئی چار روز اسپتال میں بے ہوش پڑے رہے چنانچہ میں نے نرگس کو لکھنؤ بھجوادیا اور خود آپ کی دیکھ بھال کے لیے رک گیا۔ اب ڈاکٹروں کے مشورے پر آپ کو لکھنؤ لے جا رہا ہوں۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آپ جلد صحت یاب ہوگئے۔''

چچا نے میری تخلیق کی ہوئی سرگزشت سنی تو تشویش میں پڑ گئے۔ وہ بار بار کرید کرید کر مجھ سے سوالات کرتے اور میں انہیں اپنی دانست میں اطمینان بخش جواب دے دیتا پھر بھی وہ مضطرب ہی رہے۔ الٹے سیدھے منہ بناتے رہے اور کہنے لگے۔ ''مجھے کچھ بھی یاد نہیں آتا۔ نہ جانے مجھے کیا ہوگیا۔ دماغ کچھ بوجھل سا معلوم ہوتا ہے۔ اب تم یہاں کیوں رک گئے۔ لکھنؤ کب چلو گے؟''

میں نے انہیں تسلی دی اور خود اٹھ کر باہر آگیا۔ لکھنؤ جانے کے لیے ہمیں ابھی دو گھنٹے انتظار کرنا تھا۔ میں نے دو ٹکٹ خریدے اور دوبارہ انتظار گاہ میں آگیا۔ چچا جان کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ وہ دیوانگی کی حالت میں اپنی شیروانی کی اندر کی جیب باہر نکالے اس پر بار بار ہاتھ مار رہے تھے۔ مجھے دیکھا تو رندھی ہوئی آواز میں بولے۔ ''جمیل بیٹے' میری رقم کیا ہوئی۔ تم نے تو نہیں نکالی؟''

''جی نہیں۔'' میں جلدی میں کہہ گیا۔

''میں برباد ہوگیا بیٹے۔ مہاجن نے مجھے ایک لمبی رقم دی تھی۔ میں نے تم سے تذکرہ بھی کیا تھا۔ وہ رقم اب میری جیب میں نہیں ہے۔ یہ شیروانی بھی میری نہیں ہے۔ اب کیا ہوگا۔ وہ ظالم بنیا تو مجھے زندہ درگور کردے گا۔ میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا۔ دنیا کیا سمجھے گی۔ ساتھ میں تمہاری جوان جوان بہنیں ہیں' بیٹے یہ سب کیا ہوا؟ مجھے اپنا سامان بھی نظر نہیں آرہا ہے۔''

مجھے غلطی کا احساس ہوا۔ انکا نے فوراً مجھے بتایا کہ جو رقم مہاجن نے چچا جان کو اعتماد سے دی تھی وہ پولیس والوں نے اڑا لی۔ میں نے چچا جان کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ''آپ کسی بات کی فکر نہ کیجیے۔ آپ کے ساتھ آپ کا بھتیجا جو موجود ہے۔ ہم سب کا سامان چوری ہوگیا ہے اس لیے کہ میں آپ کے ساتھ اسپتال میں رہا اور میری عدم موجودگی میں کوئی بدنیت سارا سامان لے گیا۔ لکھنؤ پہنچتے ہی جتنی رقم آپ

کہیں گے' میں فراہم کردوں گا۔ رہا مہاجن کا مسئلہ تو آپ اسے بھول جائیں۔ میں اب آپ کو ملازمت بھی نہیں کرنے دوں گا۔ خدا نے آپ کی دعا سے بہت دے رکھا ہے۔''

چچا جان بہت تلملائے مگر کیا کرتے۔ سرد سرد آہیں بھر کر خاموش ہوگئے۔ چپ چاپ بیٹھے ہاتھ ملتے رہے۔ ان کی غیرت مند آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے۔ میں نے یہ موضوع مزید جاری رکھنے سے گریز کیا اور دوسری باتیں چھیڑ دیں۔ انہیں ہر طرح کا اعتماد دلایا۔ دو گھنٹے بعد گاڑی آئی تو میں چچا جان کے ساتھ لکھنؤ روانہ ہوا۔ چچا جان اب تک ملول نظر آرہے تھے۔ راستے میں ہمارے درمیان زیادہ باتیں نہ ہوئیں۔ مجھے معلوم ہوا کہ ان کی تین لڑکیاں ہیں اور ایک لڑکا ہے۔ لڑکا زیر تعلیم ہے اور لڑکیاں گھر کی ذمے داریاں سنبھالے ہوئے ہیں۔ ابھی تک ان تینوں کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ انکا بھی چچا جان کی پریشانی سے دل گرفتہ تھی۔

ہم اول درجے کے ڈبے میں تھے۔ ڈبے میں ہمارے سوا کوئی دوسرا مسافر نہیں تھا لیکن الہ آباد کے اسٹیشن سے ایک ایسی سراپا ناز میرے ڈبے میں آئی کہ میں اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھا۔ اس حسین وجمیل لڑکی کی عمر مشکل سے اٹھارہ سال ہوگی۔ اس کے خدوخال بہت نظر فریب اور بہت ہی دلکش تھے۔ وہ ناک میں ایک بڑی سی نتھ اور آسمانی رنگ کا دوپٹا پہنے ہوئے تھی۔ غرارے جمپر اور زیورات سے لدی پھندی چمن کا نوشگفتہ نو میدہ پھول معلوم ہو رہی تھی۔ لانبا قد' متوازن بدن' آنکھیں ہرنیوں جیسی' انداز میں تمکنت۔ گفتگو سے کلیاں مہکیں۔ دو افراد اسے چھوڑنے آئے تھے۔ ساتھ میں ادھیڑ عمر کی ایک عورت بھی تھی۔ میں چچا جان کی موجودگی کے باعث صرف کن انکھیوں سے لڑکی کو دیکھتا رہا اور دل ہی دل میں قدرت کی صناعی کی داد دیتا رہا۔ دل تھا کہ اس طرف کھنچا جا رہا تھا۔ نظر تھی کہ اس کی جانب مسلسل دیکھنے کو بے قرار تھی۔ جب لڑکی اپنی ماں کے ساتھ جم کر بیٹھ گئی اور گاڑی الہ آباد سے روانہ ہوئی تو چچا جان نے اوپر کی نشست پر جا کر خراٹے لینے شروع کردیے۔ لڑکی میری بائیں جانب اپنی نشست پر بیٹھی کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ میں اس کے خیال افروز نظارے میں گم تھا کہ انکا رینگ کر میرے شانے پر اتر آئی اور بہت دنوں بعد اٹھلاتے ہوئے بولی۔ ''کیوں جی مچل رہا ہے نا؟''

''ہاں۔'' میں نے شرما کر کہا۔

''بہت اچھی ہے نا؟ اس نے مسکرا کر پوچھا۔

''بہت خوب صورت ہے۔''

''تم بڑے ندیدے ہو۔'' وہ شوخی سے بولی۔

''کون ہے یہ؟ کچھ بتاؤ تو۔'' میں نے کریدا۔

''بتادوں؟ سچ مچ۔''

"بتاؤنا۔تم تو تڑپاتی ہو۔"

"تو دل پر ہاتھ رکھ کر سنو۔اس کا نام تزئین ہے۔لکھنو کی ایک مشہور طوائف کی اکلوتی لڑکی' اس کے ساتھ جو عورت ہے وہ اس کی ماں کی معتمد خادمہ ہے۔الہ آباد میں اپنے پہلے مجرے کی غرض سے آئی تھی۔ ابھی اس کی نتھ نہیں اتری۔لکھنو کے بڑے بڑے رئیس بڑھ چڑھ کر بولیاں لگا رہے ہیں لیکن تجربہ کار ماں نے ابھی تک کسی بولی پر ہامی نہیں بھری وہ ایک زمانہ شناس اور فتنہ پرواز عورت ہے۔لڑکی کے ذریعے پہلے ہی وار میں اتنی رقم اینٹھ لے گی کہ باقی زندگی آرام سے گزر جائے۔"

"انکا! تزئین تو بہت خوب صورت اور بہت معصوم معلوم ہوتی ہے اسے تو کسی محل میں ہونا چاہیے۔ اگر یہ برباد ہو گئی تو مجھے افسوس ہو گا۔"

"تمہیں کیوں افسوس ہو گا۔تمہارا اس سے کیا واسطہ؟"

"نہ معلوم کیوں میں اس کے لیے اپنے دل میں شدید انسیت اور اپنائیت محسوس کر رہا ہوں۔میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہو رہی ہے کہ یہ کسی معزز گھرانے سے وابستہ ہو۔اس کی شادی شریفانہ طریقے سے ہو۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو جمیل؟ میں تو تمہاری دلچسپی کا مقصد کچھ اور یہ سمجھی تھی۔"

"دیکھو نا انکا" میں نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔"اس کے چہرے کی معصومیت اور اس کا حرص و ہوس کی ہوا دینے والا شباب دیکھ کر کون ظالم اس کی بھلائی نہیں سوچے گا" میں نے لڑکی کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

"سوچ لو جمیل۔اس کی ماں بڑی ظالم عورت ہے۔تم جو کچھ سوچ رہے ہو۔وہ قریب قریب ناممکن ہے۔تمہاری دال مشکل سے گلے گی۔نہ جانے کون کون امید لگائے بیٹھا ہے۔" انکا سنجیدہ ہو کر بولی۔

"لکھنو پہنچ کر دیکھا جائے گا۔لکھنو میں کچھ دن آرام سے گزارے جائیں گے۔میں تھک بھی تو بہت گیا ہوں۔"

وہ حسین لڑکی تزئین کچھ دیر تک باہر کے بھاگتے ہوئے مناظر کا نظارہ کرتی رہی پھر اس نے مجھ پر ایک اچٹتی نظر ڈالی اور اپنے بستر پر نیم دراز ہو کر کسی کتاب کی ورق گردانی کرنے لگی۔میں دلچسپ نظروں سے اس کی جانب خوب صورتی اور معصومیت سے دیکھتا رہا اور سوچتا رہا' اس کی خادمہ اور نگراں غنودگی کی حالت میں تھی اور چچا جان بھی گہری نیند سو رہے تھے۔

نیند آتی تھی پر نہیں آتی تھی۔جب طبیعت بہت مضطرب ہوئی تو میں نے کچھ سوچ کر انکا کو حکم دیا کہ وہ اس کی خادمہ کے سر پر چلی جائے انکا میرے سر سے اتر گئی۔

☆==========☆==========☆

وہ شوخ ادا اپنے بستر پر نیم دراز کسی کتاب کی ورق گردانی میں مصروف تھی اور میں تھا کہ میری آنکھیں اس کے حسن کی تجلیوں سے خیرہ ہوئی جا رہی تھیں۔اس کے لئے بہت خوبصورت الفاظ ادا کرنے کو جی چاہتا ہے۔وہ چمنستان حسن و شباب کی ایک نوخیز کلی، چہرہ اس کا شاداب، خدوخال اس کے تیکھے، نگاہ اس کی سرشار، عمر اس کی بالی، قد سرو جیسا، انداز کافرانہ، زلفیں اس کی گہری گھٹائیں۔میں ایک حسن پرست شخص، وہ ایک حسین شاہکار۔وہ سراپا فتنہ، میں فتنوں کا جویا۔اس کا حصول ایک مہم اور میری عادت مہم جوئی۔میں نے اپنے متعلق صاف صاف کہہ دیا ہے۔طاقت اور دولت کی یکجائی کے سبب ان حسین و جمیل لڑکیوں کی تعداد بے شمار تھی جن سے میں مل چکا تھا مگر حسن ہر جگہ تھا اور ہر جگہ سیرابی حسن کے باوجود تشنگی کا احساس ہوتا۔میرا تجربہ ہے کہ وہاں حسن کی افراط ہوتی ہے جہاں دولت اور طاقت ہوتی ہے۔حسن کی پذیرائی کے لئے انہی اوصاف دینوی کی ضرورت پڑتی ہے۔دولت ایک نشیب ہے، جہاں آ کر دریائے حسن گرتا ہے اور اپنا راستہ بناتا ہے۔میرے پاس اس وقت کیا نہیں تھا۔انکا موجود تھی، پریتم لال کی پراسرار شکتی تھی۔مالا رانی جیسی حسین و جمیل لڑکی میرے ساتھ تھی مگر دولت و طاقت کا اقرار پسند نہیں۔تزئین کو دیکھ کر میرے دل میں یہی کسک پیدا ہوئی جو ایک نادر شے کے حصول کے لئے کسی باہمت شخص کے دل میں ہو سکتی ہے لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ قتالۂ عالم الہ آباد کے اسٹیشن سے میرے ڈبے میں داخل ہوئی تھی۔دوسرے لمحے میں جذبے ذرا مختلف ہو گئے۔میں اس جذبے کو کوئی نام دینے سے قاصر ہوں۔یوں کہئے کہ وہ لمحۂ آوارہ گزر گیا۔اس کے بعد میرے دل میں اس کے لئے کوئی آلودہ خیال نہیں ابھرا۔اس کے سراپا میں نہ جانے کیا کشش تھی کہ میں اس کی جانب کھنچا جا رہا تھا جیسے وہ میری بہت قریب کی عزیز ہو، جیسے میں اسے برسوں سے جانتا ہوں۔جب میں نے اسے غور سے دیکھا تو مجھے احساس ہوا کہ اس کی آنکھیں نرگس سے مشابہ ہیں۔تزئین کے اندر نرگس کے کتنے عکس مجھے نظر آئے۔وہ نرگس کی ہم شکل نہیں تھی لیکن نرگس کی پرچھائیاں اس کے نازک خدوخال ما ہر جگہ موجود تھیں۔

انکا میرے حکم پر تزئین کی ادھیڑ عمر خادمہ کے سر پر جا چکی تھی، چچا جان اوپر کی سیٹ پر لیٹے خراٹے لے رہے تھے۔سامنے تزئین تھی جو اعلیٰ درجے کے لباس اور زیورات میں لدی پھندی کبھی کبھی نظریں اٹھا کر مجھے دیکھ لیتی تھی۔میں نے اپنے طور پر ارادہ کر لیا تھا کہ حالات چاہے کچھ بھی ہوں، کتنے ہی خطرناک اور سنگین ہوں، میں تزئین کو غلط راستوں اور غلط ہاتھوں سے محفوظ رکھوں گا۔

میرے دل میں پہلی بار ایک عجیب سی خواہش ابھری کہ اٹھوں اور اٹھ کر تزئین کی پیشانی کو بوسہ دوں۔میں اسے کبھی نرگس کی کوئی نشانی سمجھتا تھا، کبھی مجھے اس کے معصوم چہرے پر بے انتہا پیار آتا تھا۔ میں یہ کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ نرگس کی کوئی بہن یا اولاد ہوتی تو وہ تزئین سے مختلف نہ ہوتی۔اگر وہ

دونوں ایک ساتھ کھڑی ہوتیں تو لوگوں کو ان کا باہمی رشتہ طے کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آتی۔ جمیل احمد خان نے بہت کھیل کھیلے تھے مگر جمیل احمد خان بھی تو ایک انسان تھا۔ کبھی کبھی کسی اور طرح محسوس کرنے کو بھی جی چاہتا تھا۔ میں نرگس کے تعلق سے شاید اپنے مختلف قسم کے جذبوں کے لئے کوئی جواز ڈھونڈ رہا ہوں۔ نرگس کا خیال نہ آتا تو بھی بہت ممکن ہے، میں تزئین کے چہرے پر پھیلی ہوئی معصومیت دیکھ کر اسی طرح محسوس کرتا۔

گاڑی تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھی اور میرے لطیف احساسات اور نکھر رہے تھے۔ میں اس کے متعلق سوچ رہا تھا، میں اسے دیکھ رہا تھا اور یہ خیال دل جلائے دیتا تھا کہ وہ ایک طوائف ہے۔ اس کا نیلام ہوگا۔ وہ لوگوں کے سامنے رقص کرتی ہے۔ اس کے پیروں میں گھنگرو بندھتے ہیں اور اسے لوگ صرف ایک نظر، ایک احساس سے دیکھنے کے عادی ہیں۔ میں اپنے خیالات میں محو تھا کہ تزئین نے کتاب سے نظریں ہٹا کر میری طرف دیکھا۔ مجھے سراپا اشتیاق دیکھ کر اس کا چہرہ گلنار ہوگیا۔ اس نے اپنی دراز پلکیں جلدی جلدی جھپکا کر نظریں پھیر لینی چاہیں، پھر اس نے کتاب چہرے کے سامنے کر لی تو میں اور مضطرب ہوگیا۔ اسے کس طرح مخاطب کروں۔ مجھے شرم آرہی تھی۔ میں عجیب کیفیتوں سے مغلوب ہوگیا تھا۔ کچھ دیر میں خود سے الجھتا رہا پھر میں نے جسارت کی۔ میں نے اسے بہت ہلکے سے آواز دی۔
''تزئین۔''

جواب میں اس نے کتاب ایک جھٹکے سے بند کر دی اور تیوری پر بل ڈال کر بڑی ادا سے اٹھ بیٹھی۔ اس کے انداز میں جنگلی بلیوں جیسی خونخواری تھی۔ چہرے پر درشتی تھی۔ اس کی ہرنی جیسی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ وہ مجھے ناگواری سے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''کیا آپ نے میرا نام لیا تھا؟''

''ہاں۔'' میری آواز میں ارتعاش تھا۔

''کیوں؟'' بگڑے تیوروں سے اس نے کہا۔

''تم سے کچھ باتیں کرنے کو جی چاہتا ہے۔'' میں نے نرم لہجے میں جواب دیا۔

''باتیں کرنا چاہتے ہیں آپ مجھ سے؟ اچھا!'' وہ جیسے کچھ سمجھ کر بولی۔ ''خوب، زہے نصیب، جو آپ نے کنیز کو کسی قابل سمجھا۔ کیا میں یہ پوچھنے کی جسارت کر سکتی ہوں کنیز کو آپ کب سے اور کہاں سے جانتے ہیں؟ اس کا نام آپ کو کیسے معلوم ہوا؟''

میں ایک لمحے کو سٹپٹا گیا۔ تزئین کے لہجے کی تلخی مجھے پسند نہیں آئی۔ میں خود کو سنبھال کر نہایت محتاط لہجے میں بولا۔ ''تمہارا نام الہ آباد میں سنا تھا۔ جس جگہ تم مجرے میں شریک ہوئی تھیں، تم نے وہاں بڑی دھوم مچائی۔ وہاں میں بھی مدعو تھا۔ یہ محض اتفاق ہے کہ آج ہم شریک سفر ہیں۔ میری منزل بھی لکھنؤ ہے۔ میں وہاں تم سے بہت متاثر ہوا تھا۔ آج تم سے خوب ملاقات ہوئی۔''

''زہے نصیب۔ کنیز کس لائق ہے۔'' تزئین زہر خند سے بولی۔ ''فرمایئے کنیز کیا خدمت کر سکتی ہے۔''

مجھے تزئین کا یہ پیشہ ورانہ انداز سخت ناگوار گزرا۔ میں اسے سرزنش کرنا چاہتا تھا لیکن ابھی اس کا وقت نہیں آیا تھا۔ میرے دل نے مجھے ٹوکا۔ ''سنبھلو جمیل صاحب، کانٹوں کو گلے لگانے کے لئے زخم سہنے کا ظرف پیدا کرنا پڑتا ہے۔ شاید تمہارے چہرے پر ماضی کی سیاہ کاریوں کے تمام نقوش دھندلا گئے ہیں اور یہ طوائف زادیاں تو ویسے بھی بڑی مردم شناس ہوتی ہیں۔''

میں نے پھر لہجے میں نرمی پیدا کی۔ ''خدمت کیا۔ میں خود تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔''

''ضرور کیجئے۔ شوق سے کہئے۔ آخر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ بندی کو حسن سماعت کی تعلیم سے آراستہ کیا گیا ہے لیکن خیال رہے حضور ہم ہمیشہ خوش خبریاں سننے کے منتظر رہتے ہیں۔'' تزئین نے ناک پر انگلی رکھ کر کہا۔

''تزئین۔'' میں غیر اختیاری طور پر برہم ہوگیا لیکن اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ میں نے مضطرب ہو کر اس کے چہرے پر نگاہ کی، وہ میری تلخ نوائی سے قدرے خائف ہوگئی تھی۔ میں نے آہستہ سے کہا۔
''مجھے معاف کر دو۔ تزئین مجھے غلط نہ سمجھو۔'' نہ جانے کیوں میری آواز رندھ گئی۔

وہ کچھ دیر خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر بدلے ہوئے انداز میں کہنے لگی۔ ''اگر آپ کو میری کسی بات سے دکھ پہنچا ہے تو میں معافی کی خواستگار ہوں۔''

''کیا تم ہر شخص سے اسی انداز کی گفتگو کرتی ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''اجنبیوں سے گفتگو کرنے کا ہمیں یہی طریقہ سکھایا گیا ہے۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''تزئین۔ اجنبی تو ہم بے شک ہیں لیکن تم سے گفتگو کرنے کا خیال مجھے یوں پریشان کر رہا تھا کہ تم میری بچھڑی ہوئی ایک عزیزہ سے مشابہ ہو۔ تمہارے چہرے پر ایسی معصومیت ہے جو میں اپنی کسی قریبی عزیزہ کے چہرے پر دیکھنا پسند کرتا مگر......'' میں نے رقت انگیز لہجے میں کہا اور کہتے کہتے رک گیا۔

''میں معافی چاہتی ہوں۔ کہاں ہیں وہ؟'' اس نے تجسس سے پوچھا۔

''وہ کہیں نہیں ہے۔'' میں نے حسرت سے جواب دیا۔

''مجھے افسوس ہے۔ کیا نام تھا ان کا؟''

''میں اس کا کوئی نام نہیں رکھ سکا تھا۔'' میرا خیال تھا کہ میں اسے اپنی بچی کے بارے میں بتاؤں۔ اس کو لڑکی کی بڑی تمنا تھی اس کی یہ تمنا دل ہی میں رہی۔ ہماری کوئی اولاد نہیں ہو سکی تھی۔ اگر ہوتی تو بھی خاصی ہوشیار ہوتی۔ تزئین کے برابر نہیں تو اس سے کچھ چھوٹی ہوتی۔ میں اس سے مزید کچھ نہیں کہہ سکا لیکن وہ اپنے طور پر بہت کچھ سمجھ گئی۔ میں نے یہ موضوع چھوڑ دیا۔ ابھی میں اس سے زیادہ توقعات

وابستہ بھی نہیں کرسکتا تھا۔ مجھے خوشی تھی کہ میری گفتگو بے اثر نہیں رہی۔ میں نے جلد ہی اسے متاثر کرلیا۔ میں محتاط انداز میں اس سے باتیں کرتا رہا۔ اس کے دل میں اپنے لئے کوئی جگہ پیدا کرنے کی خاطر من گھڑت قصے کہانیاں سناتا رہا۔ وہ ہمہ تن گوش میری روداد الم سنتی رہی۔ جب میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو وہ ملول ہوگئی، اداس لہجے میں بولی۔

''میرے بارے میں کیا پوچھتے ہیں آپ؟ میں تو ایک کھلی کتاب ہوں اور قدرت کی ستم ظریفیوں کا ایک بے مثل نمونہ ہوں۔ اس سے زیادہ اپنے بارے میں کیا کہوں۔ ایک طوائف زادی اپنے بارے میں کیا کہہ سکتی ہے، کچھ باتیں آپ کو الہ آباد میں معلوم ہو چکی ہوں گی۔ شاید آپ کو معلوم نہیں کہ جب کوئی شخص کسی طوائف سے ہمدردی کا اظہار کرتا ہے تو وہ اس پر یقین نہیں کرتی، شک کرتی ہے اور یہ شک اس کے لئے بہت درست ہوتا ہے۔'' آخری جملہ ادا کرتے وقت تزئین کی دراز اور گھنیری پلکیں اس کی آنکھوں پر چلمن بن گئیں۔

''تم سچ کہتی ہو۔'' میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ ''لیکن مجھے یقین ہے کہ تمہیں اپنی موجودہ زندگی پسند نہیں ہے۔ تمہاری گفتگو میں شائستگی ہے اور تم زیور تعلیم سے پوری طرح آراستہ معلوم ہوتی ہو۔ مجھے پتا نہیں کہ تم اپنے ماحول سے کس قدر مانوس ہو۔''

''جب اٹھنے، بیٹھنے، سوچنے اور سمجھنے پر پہرے ہوں' ہر قدم پر بندشیں ہوں، جہاں آنکھ کھلتی ہے تو سکے جھنجھناتے ہیں، شام ہوتی ہے تو گھنگرو مسکراتے ہیں۔ جہاں ہر وقت سرتال، بھاؤ اور راگ الاپ ہی کا ذکر ہوا کرتا ہے، وہاں انسیت و مغائرت، پسند ناپسند کا کیا سوال ہے؟ وہاں انتخاب کون کرنے دیتا ہے اور اس کا موقع کہاں ملتا ہے؟ وہاں تو ایک ہی راستہ ہے۔'' تزئین کے لہجے میں بڑا درد تھا۔ ''قدرت نے مجھے میرے ماحول کے اشاروں پر چلنے کے لئے مجبور کر رکھا ہے۔ جناب! اور میں اسی پر قانع ہوں۔''

''یہ ظلم ہے۔ قناعت نہیں ہے تزئین۔'' میں نے جذباتی ہو کر کہا۔ ''تم ہوش مندی کی سلجھی ہوئی باتیں کر رہی ہو۔ تم چاہو تو طوفانوں کا رخ بدل سکتی ہو۔ تم اپنی تقدیر بدل سکتی ہو۔ تم چاہو تو اپنا مستقبل تابناک بنا سکتی ہو۔''

''آپ کیا سمجھتے ہیں۔ میں نے تنہائیوں میں اپنے متعلق بہت سوچا ہے لیکن ہر بار مایوسی نے مجھے گھیر لیا پھر میں نے سوچنا ہی بند کردیا اور اپنے مقدر پر شاکر ہوگئی۔'' تزئین نے رندھے ہوئے انداز میں کہا۔ ''میرے گرداگرد تو بندشوں کی دیوار اتنی مضبوط ہے کہ میں اسے ڈھانے کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتی اور اگر میں یہ دیوار پھلانگ بھی جاؤں تو مجھے کون سہارا دے گا۔ کون مجھ سے اور میری سیاہ بختیوں سے نباہ کرے گا۔ سنا ہے کئی لڑکیاں آزادی اور خوشی کے لئے اس چار دیواری سے باہر گئیں مگر ناکام و نامراد

ہیں آ گئیں۔ یہ دنیا بڑی ظالم ہے جمیل صاحب، میں مسرت کی تلاش میں دربدر رسوا ہونے کے بجائے ہی چوکھٹ پر برباد ہو جانا زیادہ پسند کروں گی اور دیکھا جائے تو یہ سب کیا ہے؟ دیواروں کا فرق ہے۔ اگر ذہن میں یہ بٹھا لیا جائے کہ یہی مسرت ہے تو یہی مسرت ہے۔ سنا ہے طبلوں، گھنگروؤں اور ہوں کی گرم بازاری سے بعد میں سکون ملنے لگتا ہے۔ میں خود کو اسی کی عادی بنانا چاہتی ہوں۔''

تزئین نے اپنی عمر سے بڑھ کر باتیں کیں۔ جیسے جیسے گفتگو بڑھتی جاتی تھی، میرے دل میں یہ عزم ہوتا جاتا تھا کہ مجھے اس لڑکی کو کوچۂ تنگ سے نکالنا ہے۔ ''نہیں تزئین۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔'' میں نے اعتماد سے کہا۔ ''میں تمہیں برباد نہیں ہونے دوں گا۔ میں تمہارا مستقبل سدھارنے کی قسم کھاتا ہوں۔ میں تمہارے معصوم خواب شرمندۂ تعبیر دیکھنے کی خاطر جان کی بازی لگا دوں گا۔ ہاں شرط یہ ہے کہ تمہیں بھی میرے ساتھ تعاون کرنا پڑے گا۔''

''آپ نے اسے آسان سمجھ رکھا ہے؟ یہ بہت مشکل کام ہے، آپ تھک جائیں گے اور مایوس ہو جائیں گے۔'' تزئین نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں اپنا تعارف ایک شریف آدمی کی حیثیت سے کرا چکا ہوں لیکن تم سے اب جو شخص مخاطب ہے، کچھ سمجھ کر اور کچھ سوچ کر ہی یہ بات کہہ رہا ہے۔ اب جبکہ میں نے یہ ارادہ کر ہی لیا ہے تو دیکھنا، تم مجھے مرحلے پر ثابت قدم پاؤ گی۔ فی الوقت میں اپنے متعلق اور زیادہ کچھ نہیں کہتا۔ اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔''

میں اسے تسلیاں دیتا اور سمجھاتا رہا۔ اسے اس کوچے سے باہر کی دنیا کی مسرتیں بتاتا رہا۔ تزئین نے باتوں اور خلوص کو شبے کی نظر سے نہیں دیکھا۔ میرے عزم کی پختگی اور جوش دیکھ کر اس نے وعدہ کیا وہ اپنا دامن داغ لگنے سے حتی الامکان بچائے گی اور اگر میں نے اس کی زندگی خوشگوار بنانے کے کوئی راستہ اسے دکھایا تو وہ اس پر بخوشی گامزن ہو جائے گی۔ اس نے اپنے بارے میں تمام تفصیلات مجھے آگاہ کردیا۔ میں نے یہاں وہ تمام طویل باتیں اختصار سے بیان کی ہیں جو دوران سفر میرے ئین کے درمیان ہوئی تھیں۔ ہم دیر تک ایک دوسرے میں گم رہے، میں اس کی نشست پر جا بیٹھا جب چچا جان نے کروٹیں بدلنا شروع کیں تو میں اپنے بستر پر آ گیا۔ آج مجھے ایک انجانی مسرت کا ل ہو رہا تھا۔ ابھی میں اپنے بستر پر لیٹا تزئین کے بارے میں منصوبے بنا رہا تھا کہ انکا میرے سر پر وگئی اور کسی الہڑ نازنین کی طرح اپنے مخصوص لب و لہجے میں سرگوشیاں کرنے لگی۔ ''جمیل، یہ تمہیں گیا تھا؟''

''کیا؟ تمہیں کوئی خاص بات نظر آئی؟'' میں نے بے نیازی سے پوچھا۔

ارے آج تو تم بالکل بدلے ہوئے نظر آ رہے ہو۔ یہ تم اس سے کیا کہہ رہے تھے؟'' انکا نے شوخی سے

''کیا کہہ رہا تھا؟ کیا تمہیں نہیں معلوم۔'' میں نے چڑ کر کہا۔ ''مجھے سب معلوم ہے، مگر میں تو کچھ اور سمجھی تھی۔''

''تم ہمیشہ غلط سمجھتی ہو۔ تم ہی نے مجھے خراب کیا ورنہ میں بھی ایک عام آدمی بھی تھا۔''

''تم طعنہ دے رہے ہو۔ تمہاری یہ بات اچھی نہیں لگتی۔'' انکا نے ناراضی سے کہا۔

''میں تو ایک معصوم آدمی تھا۔ تم نے مجھے کیا سے کیا بنا دیا۔''

''اب میں تمہارے کسی معاملے میں نہیں بولوں گی۔'' انکا کے لہجے میں خفگی بڑھ گئی۔

''اب کیا ہوتا ہے، میرا رواں رواں گنہگار ہو چکا ہے۔ اس کا ازالہ کیسے ہوگا۔''

''اس طرح کہ اب تم نیکیاں کرتے رہو اور میرے متعلق یہ سمجھ لو کہ میرا کوئی وجود نہیں ہے۔''

''نیکیاں کرنے کے لئے بھی اب مجھے تمہاری ضرورت پڑے گی میری جان۔ ناراض ہو گئیں؟ تمہیں ستانے میں کچھ مزہ آتا ہے، ارے تم تو میرا سہارا ہو۔'' میں نے اسے مناتے ہوئے کہا۔

''جھوٹ بولتے ہو۔ اب تم مجھ سے اکتانے لگے ہو؟'' انکا تیوری چڑھا کر بولی۔

''اگر تم میرے سامنے ہوتیں تو میں تمہارا بوسہ لے لیتا۔ تمہارے منہ سے یہ جلی کٹی باتیں بڑی اچھی لگتی ہیں۔'' یہ کہہ کر میں نے عالم تصور میں سر کی جانب دیکھا تو انکا کے چہرے پر سرخی آ گئی تھی۔

''تم بعض اوقات دل جلا دیتے ہو۔''

''تم نے مجھے کچھ کم جلایا ہے؟ اپنی باتیں بھول جاتی ہو۔''

''کیا لڑنے کا ارادہ ہے آج؟''

''ارے تم نے اسے دیکھا؟'' میں نے تزئین کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ''کتنی اچھی لڑکی ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے؟''

''پہلے یہ بتاؤ کہ تم مجھ سے ناراض تو نہیں ہو؟''

''ارے تم سے کون کافر ناراض ہو سکتا ہے۔ ہاں تو کچھ تزئین کے بارے میں بتاؤ۔ تم نے کیا محسوس کیا ہے؟''

''جمیل، کبھی کبھی تم بہت عجیب اور پیارے لگتے ہو لیکن ذرا ٹھنڈے دل سے سوچ لو۔ تم نے تزئین سے جو عہد کیا ہے وہ کوئی آسان کام نہیں ہے۔ تمہیں بے حد خطرناک حالات سے مقابلہ کرنا ہوگا۔''

''مگر یہ ایک نیا کام ہے۔ زندگی میں کبھی کبھی نیک کام کرنے کو بھی جی چاہتا ہے انکا۔''

''اور اسی لئے مجھے تم پر پیار آتا ہے مگر نیکی ایک مشکل شے ہوتی ہے۔ تمہارا دل گھبرا جائے گا۔''

''تنگ نہ کرو انکا۔ اب مجھے سونے دو۔ لکھنؤ پہنچ کر دیکھا جائے گا۔'' میں نے انکا کو خاموش کرنے کے لئے یونہی ایک بے ربط سا جملہ کہہ دیا اور پھر کروٹ بدل کر آنکھیں بند کر لیں۔

انکا کا کیا تھا۔ وہ تو اسی طرح مجھ سے لڑتی جھگڑتی روٹھتی منتی رہتی تھی لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اب میرے جسم کا کوئی حصہ ہو۔ لکھنؤ قریب آ رہا تھا۔ باقی سفر کے دوران تزئین مجھ سے بہت قریب ہو گئی۔ اب تک چچا جان اور تزئین کی خادمہ بیدار رہتی، ہم ایک دوسرے کے لئے اجنبی رہتے۔ مجھے یقین تھا کہ اب وہ سچ مچ مجھے اپنا بزرگ اور ہمدرد سمجھ رہی ہے۔

لکھنؤ اسٹیشن پر اس نے مجھے خدا حافظ کہا۔ اس کی آنکھوں میں نمی تھی۔ اسے جدا کرتے ہوئے میرے دل پر بھی اثر ہوا مگر جدا تو ہونا ہی تھا۔ میں چچا جان کے ساتھ ایک تانگے پر بیٹھ کر ان کے گھر کی طرف چل دیا۔ راستے میں اچانک چچا جان نے پوچھا۔ ''جمیل میاں۔ تم نے کہا تھا کہ نرگس کو تم پہلے ہی لکھنؤ بھیج چکے ہو۔''

''جی ہاں۔''

''لیکن تمہیں گھر کا پتا کس طرح معلوم ہوا؟''

''جی؟'' چچا جان نے بڑے کانٹے کی بات پوچھی تھی۔ میں نے ٹپٹا کر جواب دیا۔ ''کلکتے میں قیام کے دوران آپ ہی نے مجھے تفصیل بتائی تھی۔''

چچا جان نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا پھر کسی سوچ میں غرق ہو گئے۔ کچھ وقفے کے بعد تانگا لکھنؤ کے بازاروں سے گزر کر گلیوں میں داخل ہوا۔ گلیاں کیا تھیں۔ بھول بھلیاں تھیں، ایک گلی میں پہنچ کر پرانے طرز کے ایک شکستہ مکان پر چچا جان نے تانگا رکوایا۔ چچا جان نیچے اترے تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ میں اپنے چچا کے بچوں اور مالا رانی سے ملنے کے لئے بے قرار تھا۔ انکا نے میرے دل کی کیفیت بھانپتے ہوئے کہا۔ ''کیوں؟ مالا رانی سے ملنے کے لئے بے چین ہو؟ لیکن اندر اور لڑکیاں ہیں۔ تمہارے چچا کی منجھلی لڑکی رخسانہ تو خاصی شوخ اور آزاد خیال واقع ہوئی ہے، ذرا احتیاط سے۔ یہ لکھنؤ ہے جمیل صاحب! یہاں حسن و عشق کے تذکرے عام ہیں۔ فرزانہ اور شبانہ تو واجبی شکل و صورت کی لڑکیاں ہیں لیکن رخسانہ......''

''گھر میں تو داخل ہونے دو۔ تم نے تو پہلے ہی مجھے گڑبڑانا شروع کر دیا۔ ذرا دم لو۔ اندر پہنچ کر تمام حال سے پردہ اٹھ جاتا ہے۔''

''میں اگر پہلے سے تمہیں کوئی بات بتا دوں تو کیا حرج ہے؟ ہاں اگر میری باتوں سے الجھن ہو رہی ہو تو میں چپ ہو جاتی ہوں۔'' انکا نے اٹھلاتے ہوئے کہا۔ میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔

چچا جان کا گھر تین کمروں پر مشتمل تھا۔ ممکن ہے پہلے اس میں رہن سہن کی ترتیب کچھ اور ہو، لیکن ایک کمرے میں چچا جان اور ان کے صاحبزادے ارشد علی خان کا اور میرا سامان رکھا تھا۔ دوسرا کمرا لڑکیوں کے تصرف میں تھا اور تیسرا کمرا مالا رانی کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ کمروں کے سامنے

چھوٹا سا سائبان اور خاصا کشادہ صحن تھا۔ صحن کے دوسری طرف باورچی خانہ اور غسل خانہ تھا۔ مکان کے عقبی دروازے کے قریب کھپریل کے ایک چھپر کے نیچے دنیا بھر کا ساز و سامان بھرا ہوا تھا۔ مکان کی حالت چچا جان کی مالی حالت کے مطابق تھی۔ جب میں اندر داخل ہوا تو ایک اجنبیت مگر خوشی سی محسوس ہوئی۔ ایک عرصے بعد نہ جانے کتنے ہولناک، پراسرار اور عجیب و غریب واقعات سے گزر کر میں اپنے عزیزوں کے ہاں پہنچا تھا۔ یہاں پہنچ کر مجھے اندازہ ہوا کہ میں بہت تھک گیا ہوں۔ دل میں ان لوگوں کے لئے شدید محبت پیدا ہوئی۔ میرا جی چاہا کہ ایک لمحے میں یہ اجڑا، شکستہ مکان بڑے اور خوبصورت مکان میں تبدیل کردوں۔ چچا کی بچیوں کی نظروں میں محبت اور جھجک تھی۔ میں نے ان کے سر پر ہاتھ رکھا اور اپنے سینے سے چمٹایا۔ بڑی لڑکی تو رونے لگی۔ مالا رانی بھی ان کے ساتھ کھڑی مسکراتی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس عرصے میں ان بچیوں سے خوب مانوس ہوگئی ہو۔ وہ انہی کے ساتھ کھڑی یہ جذباتی منظر دیکھ رہی تھی، چچا جان نے شروع سے آخر تک سفر کی پوری تفصیل بچیوں کو سنانا شروع کردی۔ ہمارے جاتے ہی گھر میں ایک ہنگامہ برپا ہوگیا۔ سب ایک دوسرے سے واقف تھے لیکن انکا سے کوئی واقف نہیں تھا۔ وہ خاموشی بیٹھی بچھڑ کر ملنے والوں کے تاثرات سے محظوظ ہوتی رہی۔ انکا کے کہنے کے بموجب رخسانہ واقعی بڑی تیز و طرار، شوخ اور حسین لڑکی نکلی۔ چچا جان کی چہیتی ہونے کے سبب وہ گھر کے کام کاج میں دوسری بہنوں کا ہاتھ کم ہی بٹاتی تھی۔ شبانہ بڑی لڑکی تھی۔ خاموش، سنجیدہ اور شرمیلی لڑکی۔ فرزانہ سب سے چھوٹی تھی۔ یہ دونوں شکل وصورت کے اعتبار سے خاصی تھیں لیکن ان کا بیشتر وقت جھاڑو برتن میں گزرتا۔ ارشد کی عمر انیس بیس سال کے قریب تھی۔ چچا جان نے اس کا تعارف کراتے وقت زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے لیکن میں اس کے بارے میں کوئی اچھا تاثر قائم نہ کرسکا۔ میری بہنیں اور بھائی میری خاطر مدارت میں اس تندہی اور اشتیاق سے لگ گئے جیسے ان کی زندگی کا واحد مقصد یہی ہو۔ چچا جان اور ان کی غربت دیکھ کر، انکا کے تعاون سے کوئی انقلاب لانے کو دل مچلتا تھا لیکن یہ مناسب نہیں تھا۔ میں نے طے کرلیا کہ بہت جلد مناسب طریقوں سے ان کی حالت درست کرنے کی کوشش کروں گا۔

رات کو ہنگاموں سے نجات پا کر میں اپنے کمرے میں گیا تو مالا نے بے اختیار میرے گلے میں باہیں ڈال دیں اور سسکنے لگی۔ پریتم لال نے جب سے مجھے مالا دان کی تھی، چند ہی دن آرام کے گزرے تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ ابھی میرے اور اس کے درمیان تلخ واقعات نے ایک دوری برقرار رکھی تھی۔ میں نے اسے اتنی زور سے اپنی آغوش میں بھینچا کہ اس کی ہڈیاں چرمرا گئیں۔ مالا جیسی حسین لڑکیاں خوش قسمت لوگوں ہی کو ملتی ہیں۔ پریتم لال نے مجھے مالا رانی عطا کر کے مجھ پر بڑا احسان کیا تھا۔ جب میں مالا کو دیکھتا تو اپنی خوش بختی پر بڑا نازاں ہوتا۔ مالا تو ایک انمول ہیرا تھی۔ وہ میری بیوی تھی۔

شکل وصورت کی بے پناہ خوبیوں کے علاوہ دل کی بڑی نیک اور پاکیزہ اطوار تھی۔ اس کے لئے دنیا میں سب کچھ میں تھا۔ حیرت ہوتی تھی کہ ایک مسلمان گھرانے میں وہ ہندو لڑکی اس طرح مانوس ہوگئی تھی جیسے یہ اسی کا گھر ہو حالانکہ یہ لڑکی جاپ اور گیان دھیان میں مگن رہی تھی اور پہاڑیوں میں خشک و خاردار زندگی گزار چکی تھی۔ اس نے اپنے ماں باپ کو چھوڑ دیا تھا، دولت و عزت کو ٹھوکر ماردی تھی اور یہاں ایک شکستہ مکان میں اپنے شوہر کے انتظار میں سارے جہان کی امیدیں لگائے بیٹھی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ بے انتہا مسرور تھی۔ میں نے اس سے اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگنی چاہی تو اس نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ جس شخص کو مالا جیسی لڑکی مل جائے اسے بھلا کسی اور چیز کی کیا ضرورت ہے۔ مالا کے لئے اس وقت میرے دل میں محبت اور پیار کا ایک طوفان برپا تھا۔ ساری رات باتوں میں گزر گئی۔ والہانہ باتیں، والہانہ نظریں، دلربانہ انداز۔ مالا از خود رفتگی میں میرے سینے کے اندر سمائی جا رہی تھی۔ میں جوش محبت میں اس کی آنکھیں چوم چوم لیتا تھا۔ اس رات ہم دونوں کا علیحدہ کوئی وجود نہیں تھا۔ ہمارا دل ایک، دھڑکنیں ایک، ہم اپنی ذاتیں ختم کر کے ایک ذات بن گئے تھے۔

صبح کے قریب اس نے مجھ سے کہا۔ ”آپ نے مجھے انکا کے بارے میں پہلے کیوں نہیں بتایا تھا۔ وہ تو بڑی سندر اور موہنی ہے۔“

”تم سے زیادہ تو نہیں ہے۔“ میں نے جمائی لیتے ہوئے کہا۔

”ہونہہ۔ اس وقت وہ کہاں ہے؟“

”وہ کہاں جاتی۔ سب کچھ دیکھ رہی ہے اور سن رہی ہے۔“

مالا شرما گئی۔ ”وہ سب دیکھ رہی ہے کیا؟“

”اور کیا؟ اس سے کوئی بات چھپی تھوڑی رہتی ہے۔“

”نہیں۔ نہیں۔ یہ تو بہت بری بات ہے۔ مجھے بڑی شرم آ رہی ہے۔“

”اری پگلی۔ انکا سے کیا پردہ؟ دیکھو میں اسے تمہارے سر پر بھیجتا ہوں۔“

”میں اس کا سامنا نہیں کرسکوں گی۔“ مالا کا چہرہ سرخ ہوگیا۔

اسی لمحے انکا بولی۔ ”جمیل۔ مالا بے چاری تو تصور بھی نہیں کرسکتی کہ اس کی خلوت میں کوئی موجود ہے۔ اس سے کہہ دو کہ میں سو رہی تھی حالانکہ میں ایک ایک بات دیکھ رہی ہوں۔“

”کچھ رقابت بھی محسوس ہوئی تمہیں؟“ میں نے انکا کو مخاطب کیا۔

”تم بہت بے حیا ہوتے جا رہے ہو جمیل۔ میں مالا کے سر پر جا رہی ہوں۔“ انکا نے اپنے پنجے میرے سر پر چھوتے ہوئے کہا۔

انکا مالا رانی کے پاس چلی گئی۔ مجھے نہیں معلوم ہوا کہ ان دونوں کی کیا باتیں ہوئیں۔ نیند نے مجھے

اپنی آغوش میں لے لیا۔ جب میں سو کر اٹھا تو مالا ادھ کھلے گلاب کے مانند بستر پر مدہوش پڑی تھی۔ اس کے چہرے پر نکھار اور تقدس تھا۔ فرشتوں جیسی معصومیت، میں اٹھ کر کمرے سے باہر آ گیا۔ فرزانہ اور شبانہ باورچی خانے میں تھیں۔ رخسانہ ابھی تک اپنے بستر پر دراز تھی۔ ارشد غالباً سکول جا چکا تھا۔ بچیوں نے مجھے دیکھ کر سلام کیا۔ یہ مجھے بہت اچھا لگا۔ میں چچا جان کے کمرے میں سلام کرنے کی غرض سے داخل ہوا لیکن وہ موجود نہیں تھے۔ کمرے سے باہر نکلا تو دروازے پر کسی کی سخت کھردری آواز سنائی دی۔

''میاں جی۔ یوں ہاتھ باندھنے اور رونے دھونے سے کام نہیں چلے گا۔ میں دو دن سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ اب سیدھی طرح میرے پیسے ڈھیلے کر دو۔ جب تم نے پرانے تعلقات کا خیال نہیں کیا تو میں کیوں کروں۔ تم نے میرے بھروسے کا خیال نہیں کیا۔ لالہ چرونجی مل کا پیسہ ہضم کرنا اتنا آسان نہیں جتنا تم نے سمجھ رکھا ہے۔ سن لو میاں جی۔ اب شرافت کی کوئی توقع مجھ سے مت کرنا۔ تھانہ کچہری ایک کر دوں گا۔''

''آہستہ بولو لالہ جی۔'' چچا جان کی گھبرائی ہوئی آواز ابھری۔ ''میں تم سے قسم کھاتا ہوں کہ رقم مجھ سے کھو گئی ہے۔ تم مجھے عرصے سے جانتے ہو۔ میں بے ایمان آدمی نہیں ہوں۔ ذرا آہستہ بولو۔ میرا بھتیجا ایک مدت کے بعد اپنی دلہن کے ساتھ آیا ہے۔ وہ سنے گا تو کیا سوچے گا؟ تم فکر نہ کرو۔ میں تمہاری پائی پائی ادا کر دوں گا۔''

''کہاں سے ادا کرو گے؟ پھر کوئی چوری کرو گے؟ ڈکیتی کرو گے؟ دیکھو میاں جی، مجھے تمہاری زبان پر وشواش نہیں۔ بات سو دو سو کی ہوتی تو میں تمہاری تنخواہ سے برابر کر لیتا۔ پورے پانچ ہزار کی بات ہے۔ تم لالہ چرونجی مل کو دھوکا نہیں دے سکتے۔ میں سانجھ سے پہلے ہتھکڑی لگوا دوں گا۔''

تھوڑی دیر تک تو میں لالہ چرونجی مل کی دھمکیاں، بے ہودگیاں اور چچا جان کی فریادیں سنتا رہا لیکن جب وہ کسی طرح خاموش نہ ہوا تو غصے میں تلملا کر باہر آ گیا۔ چچا جان نے مجھے دیکھ کر شرمندگی سے گردن جھکا لی۔ لالہ چرونجی مجھے قہر بھری نظروں سے گھورنے لگا۔ وہ صورت شکل سے پورا یہودی لگتا تھا۔ اس کے چہرے پر میرے لئے نفرت تھی۔ میں نے اس کی توقع کے خلاف یک بیک اسے مشتعل اور خونخوار نظروں سے دیکھا تو وہ منہ پھیر کر چچا جان سے کہنے لگا۔ ''سن لیا میاں جی تم نے؟ اگر سانجھ تک میری پائی پائی ادا نہ کی تو بات تھانے چوکی تک پہنچ جائے گی، پہلے سے بتائے دیتا ہوں۔ ہاں......''

میں چچا جان کی نم ناک آنکھیں دیکھ کر اپنا غصہ ضبط نہ کر سکا۔ براہ راست لالہ کو مخاطب کر کے میں نے خشک لہجے میں پوچھا۔ ''کتنی رقم درکار ہے تمہیں؟''

''تم اندر جاؤ جمیل میاں۔ میں لالہ جی کو منا لوں گا۔'' چچا جان گھبرا کر بولے۔

''میں دان نہیں مانگ رہا ہوں مہاشے۔'' لالہ نے غصے سے کہا پھر چچا جان کی طرف اشارہ کر کے

بولا۔ ''اس بگلا بھگت نے میرے پانچ ہزار روپے ہضم کرنے کی کوشش کی ہے۔ پرنتو میرا نام بھی......''

''بکواس مت کر لالہ۔'' میں نے گرج کر کہا۔ ''دفع ہو جا یہاں سے الو کا پٹھا۔'' چچا جان کے سامنے میری زبان سے نکل گیا۔ اب نرمی فضول تھی۔ میں نے گرجتے ہوئے کہا۔ ''جا سیدھی طرح یہاں سے چلا جا۔ شام تک تیری رقم پہنچ جائے گی۔''

لالہ میری دھمکی کی تاب نہ لا سکا۔ وہ ایک بزدل قسم کا آدمی تھا۔ میرے تیور خراب دیکھے تو آنکھیں لال پیلی کرتا ہوا رخصت ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے چچا جان سے کہا۔ ''آپ مطلق فکر نہ کریں۔ میں شام سے پہلے پہلے لالہ کی رقم ادا کر دوں گا۔''

''جمیل بیٹے! ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ آج تو میری عزت خاک میں مل گئی۔ پاس پڑوس والے نہ جانے کیا سوچیں گے۔'' چچا جان کی آواز میں تڑپ تھی۔ ان کی غیرت مند آنکھوں میں آنسو جھلملا رہے تھے۔ میں انہیں سمجھا بجھا کر اندر لے آیا۔ ناشتے کے دوران بھی وہ چپ چپ رہے۔ میں نے انہیں چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ البتہ میں نے طے کر لیا تھا کہ لالہ چرونجی مل کو ایسا سبق دوں گا کہ آئندہ وہ کسی شریف آدمی کی عزت سے کھیلنے کی کوشش نہیں کرے گا۔

لالہ چرونجی سے تلخ گفتگو کے بعد طبیعت مکدر ہو گئی تھی۔ چچا جان پر یہ مصیبت میری ہی وجہ سے نازل ہوئی تھی اور میں ہی اس کا تدارک کر سکتا تھا۔ مشکل یہ تھی کہ مجھے یہاں آئے ہوئے صرف ایک دن ہوا تھا۔ ایک دن میں کوئی ہنگامہ کرنا مناسب نہیں تھا لیکن لالہ کی گستاخی اور اس کی بے ہودگی نے مجھے مشتعل کر دیا تھا۔ میں کوئی بڑا قدم اٹھانے سے گریز کر رہا تھا ورنہ یہ لالہ حیثیت ہی کیا رکھتا تھا؟ ناشتے سے فارغ ہو کر میں نے لباس تبدیل کیا اور باہر نکل گیا۔ انکا میرے سر پر موجود تھی۔ اس لئے مجھے لالہ چرونجی مل کی دکان تلاش کرنے میں کوئی زحمت نہیں اٹھانا پڑی۔ لالہ نے مجھے دیکھا تو کڑک کر بولا۔ ''سنو مہاشے۔ تم نے اپنے گھر میرا اپمان کیا تھا۔ میں خون کے گھونٹ پی کر چلا آیا۔ پرنتو یہاں تمہاری دال نہیں گلے گی۔ اگر عزت چاہتے ہو تو میاں جی سے کہہ کر میری رقم واپس کرا دو۔''

میں نے اسے مسکرا کر دیکھا۔ ''فرض کرو اگر تمہاری رقم واپس نہیں ملی تو تم کیا کرو گے۔ شری مان جی مہاراج۔''

''میں۔ میں انہیں جیل بھجوا دوں گا۔ میرے پاس ثبوت موجود ہیں۔ میں کوئی کچا کام نہیں کرتا۔ ہاں جی پانچ ہزار کا معاملہ ہے۔ کوئی چھوٹی موٹی رقم نہیں ہے۔''

''تم مجھے جانتے ہو؟ شاید نہیں جانتے۔ میں تم جیسے آدمی کو الٹا لٹکا دیتا ہوں۔ سمجھے۔'' میں نے بے رخی سے کہا۔

لالہ چرونجی مل جھجکتے ہوئے بولا۔ ''دیکھو جی۔ معاملہ میرے اور میاں جی کے درمیان ہے۔ تم بیچ میں

ٹانگ نہ اڑاؤ۔''

اسی لمحے انکا نے مجھے شہ دی۔ ''جمیل، یہ لالہ بڑا کنجوس آدمی ہے۔ چمڑی سے زیادہ دمڑی پر مرتا ہے۔ اس نے اپنے گھر کے صحن میں لاکھوں روپے ہانڈیوں میں بند کر کے دبا رکھے ہیں۔ ابھی تک کنوارا ہے۔ کیا خیال ہے کہو تو ٹھکانے لگا دوں؟ اس نے لوگوں کے بہت دل دکھائے ہیں۔''

''نہیں۔'' میں نے دل ہی دل میں انکا سے کہا پھر لالہ کو مخاطب کیا۔ ''لالہ چرونجی مل، تم چنتا نہ کرو۔ میں نے جو وچن دیا ہے وہ ضرور پورا کروں گا۔ سورج غروب ہونے سے پہلے تمہاری رقم تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔''

''پھر اس سمے یہاں کس کارن آئے ہو؟'' لالہ نے نفرت سے سوال کیا۔

''میں یہ دریافت کرنے آیا تھا کہ اگر شام تک تم زندہ نہ رہے تو رقم کسے دی جائے؟'' میں نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

''مسلے، کمینے، ملیچھ۔ لالہ چرونجی مل کو دھمکانے آیا ہے!'' لالہ غضب ناک آواز میں منمنایا۔ ''لالہ کو آنکھیں دکھانے والا اس شہر میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ میں نے بہت سے طرم باز خان دیکھے ہیں۔ خوب سمجھ لے کہ پورے تھانے کو یہاں سے بھیک دی جاتی ہے۔ میں تجھ جیسے کئی سور ماؤں کو ٹھکانے لگا چکا ہوں۔ کیا سمجھا؟ جا راستہ ناپ۔ بڑا آیا رستم کا بچہ۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔''

میرے دل میں آیا کہ اسی لمحے لالہ کو ایک اشارے سے دو ٹکڑے کر دوں لیکن میں خود کو اتنی جلد مشہور نہیں کرنا چاہتا تھا۔ صرف ایک ہی دن تو آئے ہوئے ہوا تھا۔ لالہ کا روّیہ اس حد تک جارحانہ تھا کہ درگزر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میں نے انکا کو کچھ ہدایتیں دیں اور پوچھا، کیا خیال ہے؟ انکا نے کہا۔ ''نہ جانے یہ اب تک زندہ کیوں ہے۔ اسے تو کب کا مرجانا چاہئے تھا جمیل۔ اس نے بے شمار گھر ویران کئے ہیں۔ تم خاموش رہو۔ میں اسے سزا دیئے بغیر نہیں مانوں گی۔''

''مگر انکا، یہ معاملہ احتیاط سے ہونا چاہئے۔ میں یہاں پولیس وغیرہ کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتا۔''

''تم بے فکر رہو۔ تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ مجھے اب جانے دو۔ شام سے پہلے کئی کام نمٹانے ہیں۔''

دکان سے میرے ہٹتے ہی لالہ اٹھ کر تیزی سے مکان کے اندر چلا گیا۔ انکا میری ہدایت پر عمل شروع کر چکی تھی۔ میں وقت گزارنے کے لئے قریبی ہوٹل میں جا بیٹھا۔ یہاں سے لالہ کا مکان صاف نظر آرہا تھا۔ ہوٹل میں بیٹھے ہوئے مجھے ایک گھنٹہ گزرا ہوگا کہ میں نے لالہ کو گھر سے نکلتے دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا وزنی تھیلا تھا۔ لالہ نے تھیلا مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔ میں دل ہی دل میں مسکراتا ہوا اٹھا اور کچھ فاصلے سے لالہ کے تعاقب میں چلنے لگا۔ مجھے بخوبی علم تھا کہ تھیلے میں کیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد لالہ

ایک مقامی بینک میں داخل ہوا۔ میں باہر ہی رک گیا۔ میں لالہ کے تعاقب میں کسی احتیاط کا خیال نہیں کر رہا تھا۔ اس کی ضرورت ہی نہیں تھی اس لئے کہ اسے اپنا ہوش کہاں تھا۔ جب لالہ بینک سے واپس نکلا تو میں پھر اس کے پیچھے ہولیا۔ بینک سے لالہ ایک وکیل کے دفتر پہنچا۔ دفتر کے دروازے پر روی شنکر ایڈووکیٹ کی تختی آویزاں تھی۔ وکیل کے دفتر سے لالہ کی واپسی میں تقریباً دو گھنٹے صرف ہوئے۔ اس دوران ایک مرتبہ وکیل اور لالہ دونوں دفتر سے نکل کر کچہری تک بھی گئے۔ کچہری سے واپسی پر لالہ کا رخ چچا جان کے مکان کی طرف ہوگیا۔ میں نے احتیاطاً تعاقب کا سلسلہ ختم کیا اور ایک تانگا پکڑ کر شہر کے بے مقصد چکر لگانے لگا۔

دو گھنٹے بعد میں نے تانگا اسی جگہ چھوڑا جہاں سے پکڑا تھا اور گھر کی طرف چل دیا۔ انکا ابھی تک میرے سر پر نہیں آئی تھی۔ اب اس سلسلے میں تشویش شروع ہوگئی لیکن جیسے ہی میں گلی میں داخل ہوا، سارا عقدہ حل ہوگیا۔ وہاں لوگوں کا اچھا خاصا ہجوم تھا۔ چند پولیس والے بھی نظر آئے۔ میں نے چچا جان کو دیکھا۔ وہ بڑی سراسیمگی اور تحیر کے عالم میں وہاں کھڑے تھے۔ میں ہجوم میں آگے بڑھا تو دیکھا کہ لالہ چرونجی مل خون میں لت پت گلی کے بیچوں بیچ پڑا ہے اور پولیس نے ادھیڑ عمر کے ایک تنومند شخص کو حراست میں لے رکھا ہے۔ وہ صورت سے کوئی اٹھائی گیرا معلوم ہوتا تھا۔ میں خاموش کھڑا یہ تماشا دیکھتا رہا۔ عورتیں مکان کے دروازوں اور بالائی منزلوں سے جھانک رہی تھیں۔ لوگ بچوں کو ڈرا دھمکا کر واپس بھیج رہے تھے۔ عجیب افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر تک پولیس محلے والوں کے بیانات لیتی رہی پھر لاش اٹھوا دی گئی اور اس شخص کو گرفتار کر کے لے گئی۔ اس نے لالہ کے قتل کا اعتراف کر لیا تھا۔ چچا جان کی حالت قابل رحم تھی۔ ان کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ آنکھوں سے الجھن اور خوف نمایاں تھا مجھ پر نظر پڑی تو وہ لپک کر میرے پاس آئے اور بازو تھام کر دور گلی کے ایک کونے میں لے گئے۔

''خیریت تو ہے چچا جان؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔ ''لالہ کو کس نے قتل کیا ہے؟ آپ اس قدر بوکھلائے ہوئے کیوں ہیں؟ یہ سب کچھ کیسے اور کیوں ہوا؟''

میں نے ایک ہی سانس میں متعدد سوال کر ڈالے۔ چچا جان کی بوکھلاہٹ عروج پر تھی۔ وہ کچھ دیر تک اپنے حواس پر قابو پانے کی کوشش کرتے رہے پھر لرزتی ہوئی آواز میں آہستہ سے کہا ''جمیل بیٹے! آج تو غضب ہوگیا۔ میری عقل حیران ہے کہ یہ سب کیسے ہوگیا۔ تمہیں معلوم ہے کہ لالہ صبح مجھ سے اپنے پیسوں کا مطالبہ کرنے آیا تھا۔ اس نے مجھے سخت سست بھی کہا تھا۔ اب یکایک حالات کس طرح بدل گئے ہیں۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ میری نیت ہمیشہ صاف رہی ہے۔''

''کچھ تو فرمائیں چچا جان! آخر معاملہ کیا ہے؟'' میں نے سعادت مندی اور سنجیدگی سے پوچھا۔

''آپ مجھے کچھ زیادہ ہی پریشان نظر آرہے ہیں۔''